عوارفِ المعارف اردو

حضرت شیخ ابوحفص عمر بن محمد عبداللہ الملقب بہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ

مولانا ابوالحسن مرحوم

ادارہ اسلامیات

۱۹۰- انارکلی ○ لاہور

فون ۷۲۴۳۹۹۱-۳۵۳۲۵۵

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ نمبر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب "عوارف المعارف" تصوّف میں تصنیف عارف باللہ تعالیٰ **شہاب الدین** ابی حفص عمر بن محمد عبداللہ سہروردی کی اللہ تعالیٰ ان کی رُوح کو پاک اور ان کی قبر کو منوّر کرے اور ہم کو اس سے نفع بخشے۔ (آمین)

ترجمہ مؤلف

مصنف ابو حفص عمر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمویہ اور ان کا نام عبداللہ بکری لقب شہاب الدین سعد بن حسین بن قاسم بن نضر بن قاسم بن نضر بن عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ فقیہ شافعی مذہب شیخ صالح پارسا عبادت اور ریاضت میں بڑی کوشش کرنے والے اور راہ صواب کی جستجو کرنے والے تھے اور صوفیاء سے ایک گروہ عظیم مجاہدہ اور خلوت میں ان پر ہجوم کر آیا اور آخر عمر میں ان کا مثل اور نظیر نہ تھا اور انہوں نے اپنے چچا ابو النجیب سے صحبت رکھی اور تصوف اُن سے اخذ کیا اور شیخ ابو محمد عبدالقادر بن ابی صالح حنبلی سے صحبت رکھی اور ایک معقول حصہ علم فقہ اور خلاف کا حاصل کیا اور علم ادب پڑھا اور برسوں مجلس وعظ آراستہ کی اور بغداد میں شیخ تھے اور ان کی تصنیفات اچھی اچھی ہیں، منجملہ اُن کے کتاب "عوارف المعارف" ہے جو اُن تصنیفات میں سب سے زیادہ مشہور ہے اور اُس کے کلام صوفیہ میں بہت اشعار ہیں۔ سہرورد میں رجب کے آخر میں یا شعبان کے اوائل میں ۵۳۹ھ میں پیدا ہوئے اور محرم ۶۳۲ھ کے آغاز میں بغداد کے اندر وفات پائی۔ وفات کے بعد سہروردیہ میں دفن ہوئے جیسا کہ تاریخ ابن خلکان میں ہے اور اسی میں عمویہ بھی ہے عین مہملہ کے زبر اور میم مضموم کے تشدید اور واؤ کے سکون اور یائے مثناۃ تحتانی کے زیر سے اور سہرورد سین کے پیش اور ہائے ہوز کے سکون اور رائے قرشت اور واؤ ہوز کے زبر اور دوسری رائے قرشت کے سکون سے اور اُس کے آخر میں دال مہملہ ہے اور وہ ایک شہر زنجان کے پاس عراق عجم سے ہے۔

⁂

تمام حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کے لئے ہے بڑی اس کی شان ہے قوی اُس کی قدرت ہے اُس کا احسان ظاہر اور اُس کی حجت اور بُرہان روشن ہے۔ جلال میں اپنے مستور اور کمال میں اپنے یکتا ازل اور ابد میں عظمت کی رداسے ملبوس ہے نہ وہم و خیال اُس کا مصور ہوتا ہے اور نہ حد و مثال اس کا حصر کرتا ہے ہمیشہ کی عزت والا اور دائمی قائم مُلک والا اور ایسی قدرت رکھنے والا جس کی حقیقت کا پانا محال ہے اور ایسی سطوت کا رکھنے والا جس کی پوری صفت کا رستہ چلنا دشوار ہے۔ تمام کائنات قائل ہے کہ وہ صانع نوایجاد ہے اور ذرات وجود کے چہروں سے ظاہر ہے کہ وہ انوکھا پیدا کرنے والا ہے۔ عقلِ انسانی عجز اور نقصان سے نشان دار ہے اور فصیح زبانیں بیان کی آراستگی میں وصف درماندگی کو اپنے ذمّے لازم کئے ہُوئے ہیں اُس کے انوار جلال ذات کریم نے طائر فہم کے پَرو بال کو جلا دیا اور عزت و جلال سے وہم کے رستوں کو بند کر دیا اور انداز نظر بصیرت نے عظمت اور بزرگی کے سبب سر جُھکا لیا اور فضائے جبروت میں فرطِ ہیبت سے مجال نہیں پائی تو بصر تھک کر اُلٹی پھر آئی اور عقل نے جو اس کی کنہ کبریا میں راہ نہ پائی تو درماندہ ہو کر واپس آئی۔ پس منزہ اور پاک ہے وہ ذات کہ اگر اُس کی تعریف نہ ہوتی تو معرفت اس کی مشکل تھی اور اُس کی تحدید اور تکییف عقلوں پر متعذر اور متعسر ہوتی۔ بعد ازاں اپنے بندوں کے قلوب صافی کو لباس عرفان پہنایا اور خصائص احسان سے اپنے بندوں سے اُنہیں مخصوص کیا۔ سو اُن کے قلوب عطیات انس سے مملو ہو گئے اور اُن کے دلوں کے آئینے نور قدس سے روشن ہو گئے اس واسطے امداد قدسیہ کے قبول کو مہیا اور انوار علویہ کے ورود کے لئے مستعد ہو گئے اور انفاس معطر باذکار سے ہم نشینی اختیار کی اور ظاہر و باطن پر پرہیزگاری اور تقویٰ سے نگہبان مقرر کئے اور ظلمت بشری میں چراغ یقین روشن کیا اور دُنیا کے فوائد اور لذات کو حقیر جانا اور ہوا کے

شکار اور اُس کے لوازم سے انکار کیا اور رغبت اور رہبت کی سواریوں پر بیٹھے اور بساط ملکوت کو اپنی علو ہمت سے فرش بنایا اور معارج و معالی کی جانب اپنی گردنوں کو بلند کیا اور لمحات علوی کی طرف نگاہیں ڈالیں اور ملاء اعلیٰ سے اپنی فسانہ خوانی اور ہمکلامی اختیار کی اور نور عزیز درجۂ اقصیٰ سے زیارت گاہ اور مقام قرب کو اخذ کیا۔ ارضی اجسام ہیں مگر آسمانی قلوب اُن میں ہیں صورتیں فرشی مگر ارواح عرشی ہیں ان کے نفوس خدمت کی منزلوں کی سیر کر رہے ہیں اور اُن کی ارواح قضائے قرب میں اُڑ رہی ہیں بندگی میں اُن کے راستے مشہور اور نیزے کے پھریرے اُن کے اطراف زمین میں پھیلے ہوئے ہیں ناواقف اُن کے احوال سے کہتے ہیں کہ وہ گم ہو گئے حالانکہ وہ گم نہیں ہوئے مگر اُن کے احوال بند ہو گئے سو انھوں نے نہ پایا اور مقامات اُن کے اُونچے چڑھ گئے سو اُن کے پاس نہ پہنچ سکے۔

ابدان کے ساتھ دُنیا میں ہیں اپنے قلوب کے ساتھ مقام حدوث سے جُدا ہیں۔ ارواح کو عرش کے ارد گرد طواف رہے اور ان کے دلوں کو نیکی کے خزانوں سے حاجت روئی سے خدمت سے شب ہائے تاریک میں چین کرتے ہیں اور طلب کی آتش سے دوپہر کی پیاس سے مزہ اُٹھاتے ہیں نمازوں کے منجانب شہوات بتلی ہیں اور تلاوت کی شیرینی کے ساتھ لذات کا معاوضہ لیا ہے۔ ان کے چہروں بے بشرہ سے وجدان کے حسان سے بشاشی ٹپکتی رہے اور اُن کے باطن کے اسرار پر نضارت عرفان علمنذ رہے۔ ہمیشہ ہر ایک زمانہ میں علماء حقانی ان میں سے خلق کی دعوت کرتے ہیں حسن متابقت سے اُن کو رتبہ دعوت ملا ہے اور متقین کے لئے وہ لوگ پیشوا بنائے گئے ہیں اس لئے ہمیشہ خلق میں اُن کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور انوار اُن کے مشرق اور مغرب میں چمک رہے ہیں جس نے اُن کی اقتداء کی وہ سیدھی راہ پر آ گیا اور جس نے ان کا انکار کیا وہ گمراہ ہُوا اور حد سے متجاوز ہُوا تو اللہ ہی کے لئے حمد و ثنا رہے کہ اس نے کیا کیا بندوں کے لئے مہیا کیا اپنی بارگاہ کے خواص کے برکات سے جو اہلِ دوار ہیں اور درود و رحمت اُس کے نبی اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اُس کے آل و اصحاب پر جو بڑے بزرگ ہیں۔ بعد ازیں اس قوم کے لئے جو

پر اور اُس کے آل و اصحاب پر جو بڑے بزرگ ہیں شرف احوال جان کر تھی اور ان کی صحبت جو کتاب اور سنت پر ہے اور ان دونوں کے سبب جو اللہ کریم سے فضل و کرم اُن پر تھے ان سب باتوں نے مجھے برانگیختہ کیا کہ اس گروہ سے اس مختصر کے ساتھ بُرائی دُور کروں اور چند باب حقائق اور آداب میں تالیف کروں کہ وجہ صواب سے آشکارا ہوں اُن مقاصد میں جن پر انھوں نے اعتماد کیا اور علم صریح کی شہادت سے اُن کے لئے مشعر اُن مطالب میں ہوں جن کا انھوں نے اعتقاد کیا اس واسطے کہ تشبیہ کرنے والے بہت ہو گئے ہیں احوال اُن کے طرح طرح کے ہیں اور اُن کے لباس میں بہت پردہ دار چھُپے ہوئے ہیں اور اعمال اُن کے فاسد ہو گئے ہیں اور جو لوگ اُن کے بزرگوں کے اصول نہیں جانتے ان کے دلوں میں بدگمانی پہنچ گئی اور قریب تھا کہ وہ تسلیم نہ کریں ان کی وقعت کو اور مطعون کریں اس ظن سے کہ ان کا حاصل صرف اسم کی طرف راجع ہے اور ان کا تخصص محض اسم کی جانب عائد ہے اور اس میں جو میری نیت ہوئی وہ یہ ہے کہ قوم کا سواد زیادہ ان کے طریقے کی نسبت سے اور اُن کی طرف اشارہ سے ہوا اور بے شک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جس نے ایک قوم کی تعداد کو بڑھایا وہ ان میں سے ہے اور مجھے اس اللہ کریم سے صحت نیت کی اُمید ہے اور یہ کہ نیت نفس کے شائبوں سے خالص ہو اور جو کچھ اس میں مجھے اللہ تعالیٰ نے فتح یاب کی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہے اور معرفت ہے اور عطیات سے بزرگ تر عوارف المعارف ہے اور یہ کتاب کچھ اوپر ساٹھ باب پر مشتمل ہے اور اللہ تعالیٰ مددگار ہے۔

پہلا باب علومِ صوفیہ کی منشاء میں دوسرا باب حسن اجتماع کے ساتھ تخصیص صوفیہ کے بیان میں ہے۔ تیسرا باب علم صوفیہ کی فضیلت کے بیان میں اور اُس کے نمونہ کی طرف اشارہ ہے چوتھا باب احوال صوفیہ کی شرح اور ان کے طریق میں جو اختلاف ہے۔ پانچواں باب تصوف کے ذکر میں ہے۔ چھٹا باب وجہ تسمیہ کے بیان میں کہ صوفیہ کس لئے کہتے ہیں۔ ساتواں باب متصوف اور تشبہ کے ذکر میں ہے آٹھواں باب خرقہ ملامتی کے ذکر اور اس کے حال کی شرح میں ہے۔ نواں باب ان

لوگوں کے بیان میں ہے جو منسوب بصوفیہ ہیں اور صوفی نہیں ہیں۔ دسواں[١٠] باب رتبۂ مشیخت
کی شرح میں ہے۔ گیارھواں[١١] باب خادم شرح احوال اور اس کے مشتبہ کے بیان میں۔
بارھواں[١٢] باب مشائخ صوفیہ کے خرقہ کے بیان میں۔ تیرھواں[١٣] باب باشندگانِ خانقاہ کی
فضیلت میں۔ چودھواں[١٤] باب اس کے بیان میں کہ اہلِ خانقاہ کو اہلِ صُفہ کے ساتھ
مشابہت ہے۔ پندرھواں[١٥] باب اہلِ خانقاہ کی خصوصیات میں ہے جو اُن کے
باہمی معاہدوں میں واقع ہے۔ سولھواں[١٦] باب سفر اور مقام کے بیان میں جو اختلاف
کہ اہلِ مشائخ میں ہے۔ سترھواں[١٧] باب ان پیروں کے بیان میں ہے کہ فرائض اور
نوافل اور فضائل سے جن کی طرف مسافر کو حاجت ہے۔ اٹھارھواں[١٨] باب اس
کے اندر کہ کس طرح سے سفر سے آئے اور خانقاہ میں داخل ہوا اور اُس کے ادب
کیا ہیں؟ انیسواں[١٩] باب صوفی متسبب کے احوال میں ہے۔ بیسواں[٢٠] باب اس شخص
کے بیان میں جو فتوح سے کھائے۔ اکیسواں[٢١] باب صوفی مجرد اور مقابل کے بیان میں
بائیسواں[٢٢] باب سماع کی بابت جو قول کہ قبول اور ایثار کے لئے ہے۔ تیئیسواں[٢٣] باب
سماع کی بابت جو قول کہ انکار و تردید کے لئے ہے۔ چوبیسواں[٢٤] باب سماع کی بابت
جو ترفع اور استغنا کی رو سے ہے۔ پچیسواں[٢٥] باب سماع کی بابت جو بروئے ادب
اور اعتبار کے ہے۔ چھبیسواں[٢٦] باب ان چلوں کی خاصیت جس کا تعاہد صوفیہ نے
کیا ہے۔ ستائیسواں[٢٧] باب چلوں کے فتوح کے بیان میں ہے۔

اٹھائیسواں[٢٨] باب اس کے بیان میں کہ چلوں کے اندر کس طرح داخل ہو۔
انتیسواں[٢٩] باب اخلاق صُوفیہ اور شرح خلق میں ہے۔ تیسواں[٣٠] باب تفصیل اخلاق کے
ذکر میں۔ اکتیسواں[٣١] باب ادب اور اُس کے مرتبہ میں جو تصوف سے ہے۔ بتیسواں[٣٢] باب
آدابِ حضرت میں جو اہلِ قرب کے واسطے ہے۔ تینتیسواں[٣٣] باب طہارت کے آداب
اور اُس کے مقدمات کے بیان میں۔ چونتیسواں[٣٤] باب وضو کے آداب اور اُس کے
اسرار کے بیان میں ہے۔ پینتیسواں[٣٥] باب آداب اہلِ خصوص اور صوفیہ کے بیان
میں۔ چھتیسواں[٣٦] باب نماز کی فضیلت اور اُسکی بزرگی کی شان میں۔ سینتیسواں[٣٧] باب
اہلِ قرب کی نماز کے وصف میں ہے۔ اڑتیسواں[٣٨] باب آداب صلوٰۃ اور اُس کے اسرار

کے بیان میں انتالیسواں[۳۹] باب روزہ کی فضیلت اور اُس کے حسنِ اثر کے بیان میں ہے
چالیسواں[۴۰] باب احوال صُوفیہ کے جو روزہ اور افطار کے اندر ہے۔ اکتالیسواں[۴۱] باب
روزہ کے آداب و ضروریات کے ذکر میں ہے۔ بیالیسواں[۴۲] باب طعام کے ذکر میں اور
اُس کی اصلاح و فساد میں تینتالیسواں[۴۳] باب کھانے کے آداب میں چوالیسواں[۴۴] باب
لباس اور صوفیہ کی نیات اور اُن کے مقاصد کے بیان میں جو لباس کے اندر ہیں۔
پینتالیسواں[۴۵] باب قیام شب کی فضیلت کے ذکر میں ہے۔ چھیالیسواں[۴۶] باب
ان اسباب کے بیان میں جو قیام شب کے مددگار ہیں۔ سینتالیسواں[۴۷] باب نیند سے
جاگنے اور رات کے عمل کے آداب میں ہے۔ اڑتالیسواں[۴۸] باب قیام شب کی تقسیم میں
ہے اُنچاسواں[۴۹] باب دن کا استقبال اور اُس کے ادب کے بیان میں ہے۔

پچاسواں[۵۰] باب ان اعمال کے بیان میں جو تمام دن کئے جائیں اور تقسیم اوقات
کی شرح میں ہے۔ باب اکاون[۵۱] اُن آداب کے بیان میں جو مرید کے شیخ کے ساتھ ہیں۔
باب باون[۵۲] ان مراتب میں جن کا برتاؤ شیخ اپنے اصحاب اور تلاوندہ سے کرے۔
باب ترپن[۵۳] صحبت کی حقیقت اور اس کے خیر و شر کے بیان میں ہے۔ باب چون[۵۴]
صحبت اور اخوت فی اللہ کے حقوق کے آداب میں۔ باب پچپن[۵۵] آداب صحبت
اور خوف میں ہے۔ باب چھپن[۵۶] اس کے بیان میں کہ انسان معرفت اپنے نفس کی
کرے اور اُس کے جو مکاشفات کہ صوفیہ کو ہُوئے۔ باب ستاون[۵۷] خطرات کی
معرفت اور اس کی تفصیل اور تمیز کے بیان میں ہے۔ باب اٹھاون[۵۸] شرح حال و مقام
اور اُن کے درمیانی فرق میں ہے۔ باب اُنسٹھ[۵۹] مقامات کی طرف اشارے میں جو
بطور اختصار ہے۔ باب ساٹھ[۶۰] اشارات مشائخ کے ذکر کے اندر جو مقامات میں
علی الترتیب ہے۔ باب اکسٹھ[۶۱] احوال اور اُن کی شرح کے ذکر میں۔ باب باسٹھ[۶۲]
کلمات اصطلاحی صوفیہ کے اندر جو احوال کی طرف مشیر ہیں۔ باب ترسیٹھ[۶۳] کسی قدر بدایات
و نہایات اور ان کی صحبت کے بیان میں ہے۔

سو یہ ابواب میں نے بعون الٰہی لکھے جو بعض علوم اور احوال اور مقامات
اور آداب اخلاق اور عجائب وجدان اور حقائق معرفت اور توحید اور اشارات

دقیق اور لطیف اصطلاحات صوفیہ پر مشتمل ہیں۔ پس ان کے اعلام نسبت وجدان
کے نسبت بعرفان کے اور ذوق تحقیق صدق حال کے ساتھ ہیں اور وہ تمام وکمال
گفتگو اور بیان میں نہیں آتے اس واسطے کہ وہ عطیات ربانی اور مواہب حقانی
ہیں جن کو صفائی باطن اور خلوص ضمیر میں اُتارا ہے اور اس پر کنہ سے اشارہ کرنے
کو میں نے گناہ جانا اور عبارت پر جھک پڑا اور ان کا ہدیہ ارواح نے دانست
اور ائتلاف سے کیا اور اُسے حقائق دریائے الطاف سے پانی نوش کیا ہے
اور حال یہ ہے کہ بہت سے علومِ دقیق اُن کے بوسیدہ ہو گئے جس طرح کہ حقائق
اُن کی رسوم کے مٹ گئے اور جنید رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے اس علم کی
بساط اتنے برسوں سے تہ ہو کر لپیٹ گئی اور ہم اُس کے حواشی میں کلام کر رہے
ہیں۔ یہ اُس کے وقت میں پیدا ہُوا حالانکہ علماء سلف اور صلحاء تابعین کے
قریب تھا۔ پھر ہمارا کیا حال ہو کہ اس قدر زمانہ گزر گیا اور علماء زاہدین
اور حقائق علومِ دین کے عارف کم ہو گئے۔

اللہ تعالےٰ سے امید ہے حسن قبول سے جہد اور سعی قلیل البضاعۃ کو پسند
کرے اور تمام حمد و ثنا خدائے پروردگار عالم کے لئے ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

پہلا باب

علوم صوفیہ کے منشا اور مبداء کے بیان میں ہے

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باسناد روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر آئینہ میرے مثل اور اُس چیز کے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا اُس شخص کی سی مثل ہے جو ایک قوم کے پاس آیا اور کہا اے میری قوم واقعی میں نے اپنی آنکھوں سے لشکر[1] دیکھا ہے، اور تحقیق میں برہنہ ڈرانے والا ہوں۔ ہاں چلو بھاگو! اور بچو یہاں ذرا نہ ٹھہرو تو اُس کا کہنا ایک گروہ نے اُس کی قوم سے مان لیا اور سر شام وہاں سے چل کھڑی ہوئی اور دھیرے دھیرے روانہ ہوئی اور بچ گئی اور ایک گروہ نے اُن میں سے تکذیب کی اور جہاں تھے وہیں اُن کو صبح ہوئی تو صبح ہی لشکر اُن کے سر پر جا پہنچا اور اُن کو ہلاک کیا اور بیخ و بن سے اُنہیں اُکھیڑ ڈالا۔ پس یہ مثل اُن لوگوں کی ہے جنہوں نے میری فرمانبرداری کی اور جو چیز میں لایا اس کی پیروی کی اور مثل اُن کی ہے جنہوں نے میرا کہنا نہ مانا اور جو چیز میں لایا حق سے اس کو جھٹلایا۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مثل اُس شے کے ہدایت اور علم سے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے ساتھ مجھے بھیجا ایک بھاری مینہ کی سی مثل ہے جو زمین کو پہنچا تو ایک قطعہ جس زمین کا اچھا قابلِ زراعت تھا پانی کو پی گیا اور اُس میں خوب گھاس پیدا ہوئی اور سبزہ اُگا اور ایک قطعہ اُس میں کا جھیل اور تالاب تھا اُس میں پانی

---

[1] ایام جاہلیت سے عرب کی رسم تھی کہ کوئی دشمن کا لشکر وغیرہ اگر چڑھ کر آتا تھا کہ ایک وہ آدمی جو اس کو دیکھتا اپنے کپڑے اُتار کر اور ہاتھ میں لے کر قوم کی طرف بھاگا چلا آتا تھا جس سے تمام قوم ہوشیار ہو کر اپنا بند وبست کر لیتی تھی۔ اور اُس کو گویا ایک نشان مقرر کر رکھا تھا۔ ۱۲

رُکا اور جمع ہُوا تو اللہ تعالیٰ نے خلق کو اس سے نفع پہنچایا اور لوگوں نے خود بھی پانی پیا اور اوروں کو بھی پلایا اور کھیتی باڑی کی اور ایک قطعہ اُس میں کا او سر تختہ تھا نہ پانی اُس میں ٹھہرا نہ سبزہ اُس میں جما۔ پس یہ مثل اس کے ہے جو دین الہٰی میں فقیہ ہُوا اور اس کو نفع اُس شئے نے دیا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا پھر وہ خود صاحب علم ہُوا اور دوسروں کو بھی علم سکھایا اور مثل اس شخص کے جو اس سے متنبہ اور بیدار نہ ہوا اور نہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو مانا جس کے ساتھ میں بھیجا گیا۔

شیخ رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قلوب صافی اور نفوس قدسی اس کی پذیرائی کو بنائے جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم لائے تب صفائی کا تفاوت اور طہارت کا اختلاف فائدہ اور نفع میں ظاہر ہو۔ پس بعضے قلوب تو زمین اچھی قابل زراعت کے مثل ہیں جس میں سے گھاس اور سبزہ پیدا ہوتا ہے اور یہ اُس کے مثل ہے کہ فی نفسہٖ علم سے نفع اُٹھایا اور ہدایت پائی اور اُس کو نفع اُس کے علم نے دیا۔ اور متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طریق مستقیم کی طرف اُس کی رہنمائی کی۔ اور بعضے قلوب وہ ہیں جو اخاذات یعنی تالابوں کے مثل ہیں۔ اخاذات جمع اخاذہ کی ہے اور وہ تال اور جھیل ہے جس میں پانی جمع ہوتا ہو۔ پھر صوفیہ اور مشائخ سے علماء زاہد کے نفوس اور قلوب پاک صاف ہو گئے اور وہ مزید امتناع کے ساتھ مختص ہوئے اور جھیل تالاب بن گئے۔

حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا تو اُن کو میں نے جھیل تالابوں کے مثل پایا۔ اس واسطے کہ دل اُن کے حافظ اور نگہبان تھے اور علوم کے ظروف بن گئے اُس صفائی کی بدولت جو اُن کی روزی اور نصیب ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَتَعِیَهَا اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ یعنی سُنیں اس کو یاد رکھنے والے کان، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ میں نے اللہ سے چاہا ہے اے علیؓ کہ ایسے تیرے کان بنا دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس کے بعد کسی چیز کو نہ بھولا اور بھول مجھے نہیں تھی۔ ابوبکر واسطیؒ نے

کہا کہ ایسے کان جنہوں نے اللہ سے اُس کے اسرار سُنے اور اُسی نے کہا داعیہ اپنے اپنے معدن میں ہے کوئی شَے اس میں سوا اس کے نہیں ہے جس کو مشاہدہ اُس نے کیا۔ پس وہ خالی اس کے ماسول سے ہے دریں صورت طبیعتوں کا اضطراب ایک قسم کے جہل کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

پس صوفیہ کے قلوب حافظ ہیں اس لئے کہ دُنیا کی طرف اُنھوں نے رغبت کم کی بعدازانکہ تقوے کی جڑ بنیاد کو خوب مضبوط اور مستحکم کر لیا تو پرہیز اور تقوے سے اُن کے نفوس پاک اور زہد سے اُن کے قلوب صاف ہو گئے۔ پھر جب دُنیا کے کاروبار کو زہد کی تحقیق سے نیست و نابود کر دیا تو اُن کے باطنوں کے مسامات کھُل گئے اور گوش دل سے اُنھوں نے سُنا اور اُس پر مدد اُن کی دنیا کے زہد نے کی۔ پس علماء تفسیر اور ائمہ حدیث اور فقہاءِ اسلام نے علم سے کتاب اور سُنت کا احاطہ کیا اور دونوں سے احکام کا استنباط کیا اور نئے نئے معاملوں کو اصول نصوص کی جانب راجع کیا اور اللہ تعالےٰ نے اُن کے باعث دین کی حمایت اور حفاظت کی اور علماء تفسیر نے شناخت کرا دیئے وجہ تفسیر اور علم تاویل اور عرب کے طریقے لغت میں اور صرف نحو کے عجائب غرائب اور اصول قصص اور اختلاف وجوہ قراءۃ کے اور اس میں بہت کتابیں بنا ڈالیں۔ تب اُن کے طریقے سے امت مرحومہ پر علوم قرآنی وسیع اور فصیح ہو گئے اور ائمہ حدیث نے احادیث صحیح اور حسن میں تمیز کی اور راویوں کے اسماء رجال کی معرفت سے سبب یکتائے زمانہ ہو گئے اور جرح اور تعدیل کے ساتھ حکم لگاتے تاکہ صحیح سقیم سے جان پڑے اور کج راست سے متمیز ہو کہ اُس کے طریقے سے روایت اور سند کا طریقہ حفظ سنت کا محفوظ اور مصئون رہے اور فقہاء نے اس میں کوشش کی اور جد و جہد کہ احکام کا استنباط کریں اور مسائل کی تفریع اور معرفت تعلیل اور فروع کو اصول کی طرف پھیر لائیں علتہائے جامعہ سے اور نئے مسائل کو نصوص کے حکم سے کامل کریں اور علم فقہ و احکام سے علم اصول فقہ اور علم خلاف پیدا ہُوا اور علم خلاف سے علم جدل نکلا اور علم اصول دین کا سب سے زیادہ محتاج علم اصول فقہ کا ہے اور اُن کے علم سے

علم فرائض ہے اور اُس سے علم حساب اور جبر و مقابلہ وغیر ذلک لازم آیا۔ پھر تو شریعت خوب پھیل گئی اور مضبوط و استوار ہوگئی اور سیدھا سچا دین مستقیم اور قائم ہوگیا اور ہدایت نبوی مصطفوی بیخ دار اور شاخ درشاخ ہوگئی۔ تب قلوب علماء کی زمین نے اس وجہ سے کہ ہدایت اور علم کا آب حیات پی لیا تھا خوب سے چراگاہ اور سبزہ زار پیدا کئے۔ قال اللہ تعالیٰ انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے نازل کیا آسمان سے پانی پھر بہہ نکلے رودخانے اپنے اندازہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا پانی علم ہے اور رودخانہ قلوب ہیں۔

ابوبکر واسطیؒ نے کہا اللہ اُس سے راضی ہو اللہ تعالیٰ نے ایک بڑا موتی صاف شفاف پیدا کیا پھر اُسے چشمِ جلال سے نظارہ کیا تب وہ حیا کے مارے پانی پانی ہوگیا اور بہہ نکلا۔ پس فرمایا: انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرھا تو دلوں کو یہ پانی پہنچا تو وہ صاف اور پُرجلا ہوگئے اور ابن عطارح نے کہا انزل من السماء ماء یہ ضرب المثل اللہ تعالیٰ نے بندہ کے لئے فرمائی۔ اور یہ اس لئے کہ جب سیلاب رودخانوں میں بہتی ہے تو اُن میں کسی نجاست کو بغیر صاف کئے نہیں رہتی اور سب اپنے ساتھ بہا لے جاتی ہے۔ اسی طرح جب نور کا سیلان ہوتا ہے جسے بندوں کے لئے فی نفسہٖ اللہ تعالیٰ نے تقسیم کیا ہے تو اس میں نہ کوئی غفلت باقی رہتی ہے اور نہ کوئی ظلمت رہتی ہے انزل من السماء یعنی اُتارا آسمان سے حصہ نور کا فسالت بقدرھا یعنی قلوب میں انوار بہہ نکلے جس قدر کہ اُن کے لئے روزِ ازل میں اللہ تعالیٰ نے تقسیم کیا تھا فاما الزبد فیذھب جفاء سو اگر کف ہے تو جاتا رہے گا باطل پھر قلوب روشن اور منوّر ہو جاتے ہیں کہ اُن میں کسی طرح کا میل اور کوڑا باقی نہیں رہتا واما ماینفع الناس فیمکث فی الارض ناحق اور ناچیز جلتے رہتے ہیں اور حقیقتیں باقی رہتی ہیں اور بعضوں نے کہا انزل من السماء ماء یعنی اُتاریں آسمان سے انواع اقسام کی کرامات تو ہر ایک قلب نے اپنے حصہ اور نصیب کو لے لیا۔ پھر بہہ نکلے

رود خانہ قلوب علماء تفسیر و حدیث اور فقہ کے اپنے اپنے اندازہ سے یا کہ بہہ نکلے رود خانے قلوب صوفیہ کے جو علماء تارک الدنیا ہیں اور حقائق تقویٰ کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں اپنے اندازہ سے۔ پھر جس کے باطن میں لوث دنیا نے محبت کی ہو زیادہ مال وجاہ اور طلب مناصب اور رفعت کی تو اُس کے دل کا رودخانہ اپنے موافق بہتا ہے اور علم ایک جزء صالح حاصل کیا اور حقائق علوم سے اُس نے حصہ نہ پایا اور جس نے دنیا کی طرف رغبت نہیں کی تو اُس کے دل کا وادی کشادہ ہو گیا اور اُس میں علم کا پانی بہہ نکلا اور جمع ہو گیا اور تالاب جھیل بن گیا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ ایسا ہی کہا ہے فقہاء نے آپ نے فرمایا کہ آیا کوئی فقیہ تُو نے کبھی دیکھا ہے؟ فقیہ وہی ہے جس کو دُنیا کی طرف رغبت نہ ہو۔ پس صوفیہ نے علم درست سے حصہ حاصل کیا۔ پس ان کو علم درست نے فائدہ عمل کا علم کے ساتھ دیا۔ پھر جب اُنھوں نے عمل کیا اُن چیزوں پر جن کا اُنہیں علم ہُوا تو عمل نے ان کو علم وراثت کا فائدہ دیا۔ پس وہ سب علماء کے شریک اُن کے علوم میں ہیں اور زائد علوم کے سبب اُن سے ممتاز ہو گئے اور وہ علوم وراثت ہیں اور علم وراثت تفقہ علم میں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين و لينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے فرمایا سو کیوں نہیں نکلے اُن کے ہر ایک فرقہ میں سے ایک جماعت تاکہ تفقہ حاصل کریں دین میں اور آگاہ کریں اور خوف دلائیں اپنی قوم کو جبکہ واپس اُن کے پاس وہ آویں پس انداز فقہ سے مستفاد ہُوا اور انداز زندہ کرنا اُن لوگوں کا ہے جو ڈرائے گئے ہیں علم کے آبِ حیات سے اور علم کے ساتھ زندہ کرنا رتبہ اُس شخص کا ہے جو دین میں فقیہ ہو تو تفقہ دین میں اعلیٰ اور اکمل مراتب سے ہُوا اور وہ علم ایسے عالم کا ہے جو دنیا کی طرف راغب نہ ہو اور ایسے متقی پرہیزگار کا جو اپنے علم کے باعث رتبہ انداز کو پہنچتا ہے۔ اس سے پایا گیا کہ علم اور ہدایت کی اول درود گاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ علم اور ہدایت اُن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وارد ہوئی پھر اس کے

ساتھ وہ توانا اور موٹا تازہ ظاہر اور باطن میں ہو گیا اور اُس کی توانائی اور تندرستی سے دین قوی پست ہو گیا اور دین انقیاد و خضوع یعنی فروتنی اور تواضع ہے کہ دونوں سے مشتق ہُوا۔

پس جو چیز کہ پست ہُوئی وہ ادون ہے تو دین یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو پست اپنے رب کے واسطے کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ راستہ بنا دیا تمہارے لئے دین میں وہی جو نوح علیہ السلام کو اُس کے ساتھ نصیحت کی اور جو کچھ کہ تیری طرف ہم نے وحی بھیجی اور جو کچھ کہ اُس کے ساتھ ابراہیمؑ اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو نصیحت کی کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو کہ دین میں تفرقہ ڈالنے سے لاغری اعضاء پر غالب ہو جاتی ہے اور علم کی ترو تازگی اُن سے دور ہوتی ہے اور نضارۃ جو ظاہر میں ہوتی ہے اعضاء کی زیب و زینت سے اس طرح پر کہ نفس و مال میں انقیاد ہو سو وہ قلب کے تازہ اور توانا ہونے سے حاصل اور مستفاد ہوتی ہے اور علم سے قلب اپنے تازہ و توانا ہونے میں ایک دریا کی مثال ہے۔

پس قلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم و ہدیٰ کے ساتھ بحر مواج ہو گیا۔ پھر اُس کے بحر قلب سے نفس تک جا ملا۔ پس اس کے نفس شریف پر علم و ہدیٰ کی ترو تازگی نمایاں ہوئی۔ تب نفس کے صفات اور اخلاق بدل گئے۔ اس کے بعد اعضاء اور جوارح کی طرف نہر پھُوٹ کر جا ملی اُس وقت وہ خوب ترو تازہ اور سیراب و شاداب ہو گئے۔ پس ہر گاہ کہ ہر طرح کی ترو تازگی سے لبریز اور ہرے بھرے ہو گئے تو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے آپؐ کو خلق کی طرف بھیجا۔ تب تو آپ امت پر اُن پہنچے قلب نے کہ ساتھ علوم کے زور کے پانی سے لہریں مارنے والا تھا فہوم کی نہریں اُس کے سامنے آئیں اور ہر ایک نہر میں اُس کے دریا سے ایک حصہ پانی کا رواں ہُوا اور یہ حصّہ جو فہوم سے جا ملا وہی فقر دین ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ

روایت کی ہے کہ فرمایا نہیں عبادت کی گئی اللہ عزوجل کی کسی چیز سے جو فقہ دین سے اعلیٰ اور افضل ہو اور ہر آئینہ ایک فقیہ تن تنہا بہت بھاری اور سخت شیطان پر ہزار عابد سے ہے اور ہر ایک شئے کے لئے ایک ستون ہے اور اس دین کا ستون فقہ ہے۔

اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ پڑھتے ہوئے کہا سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ فرماتے تھے جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقیہ کر دیتا ہے اور ہر آئینہ میں فقط قاسم ہوں اور اللہ تعالےٰ عطا کرنے والا ہے۔ شیخ نے کہا جب علم دل تک پہنچا تو دل کی آنکھ کھل گئی اور حق و باطل کو دیکھا اور اس کو ہدایت کی امتیاز غوایت سے ہوئی اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کے سامنے یہ آیت پڑھی: فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ یعنی پس جس نے ذرہ بھر بھلائی کی وہ دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی وہ دیکھ لے گا۔ اعرابی بولا حسبی حسبی یعنی بس بس یہ مجھے کافی ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص فقیہ ہو گیا۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی کہ افضل عبادت فقہ دین ہے اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے فقہ قلب کی صفت کی ہے۔ پس فرمایا اللہم قلوب لا یفقھون بھا یعنی اُن کے دل ایسے ہیں کہ آیاتِ قرآنی کو ان کے ساتھ نہیں سمجھتے۔ پس جبکہ وہ فقیہ ہوئے تو انہیں علم ہوا اور جب انہیں علم ہوا تو انہوں نے عمل کیا اور جب وہ عامل ہوئے تو معرفت حاصل کی اور جب وہ عارف ہوئے تو مہتدی ہو گئے اس واسطے جو کوئی پڑھ کر فقیہ ہوا تو اُس کا بڑا سریع الاجابت اور بہت ہی مطیع دین کے معالم اور نشانات اور نور یقین کا بڑا حصہ دار ہوا۔

پس علم اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک جملہ وہبی قلوب کے لئے ہے اور معرفت اس جملہ کی تمیز اور امتیاز ہے اور ہدیٰ یعنی راہِ راست پانا قلوب کا وجدان اور پا لینا اُس کا ہے تو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ فرمایا: مثل ما بعثنی اللہ

بہ من الھدی والعلم یعنی مثل اُس شے کی جس کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا اور وہ ہدیٰ اور علم ہے تو آپ نے خبر دی کہ ہر آئینہ قلب نبوی نے علم پایا اور تھا ہادی اور مہدی اور علم آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُن دونوں ہدی اور علم سے ایک وراثت مرکبہ حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام سے ہے اس طرح پر کہ سکھائے ان کو سب اسماء اور نام اور نشان سب اشیاء کے۔ پس مکرم کیا اللہ تعالیٰ نے علم سے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے علم الانسان مالم یعلم یعنی انسان کو سکھلا دیا جو کچھ وہ نہیں جانتا تھا پھر آدمؑ میں جب علم اور حکمت کو ترکیب دی تو حاصل اُسے ہوا فہم اور فطنت اور معرفت و رافت و لطف اور حب و بغض فرح اور غم اور رضا و غضب اور کیاست بعد اُس کے ان سب کے استعمال کا اُس سے اقتضاء کیا اور اُس کے قلب کے لئے بینائی دی اور راہ اُس نے پائی اللہ تعالیٰ کی طرف اُس نور سے جو اس کو ارزانی فرمایا تب حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اُمت کی طرف اُس نور کے ساتھ جو ورثہ میں ملا۔ اور اُس نور کے ساتھ جو خاص آپؐ کو عطا ہوا اور بعضوں نے کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین سے خطاب اس قول کے ساتھ کیا: ائتیا طوعًا اوکرھًا یعنی آؤ تم دونوں خواہ نخواہ کہا ان دونوں نے اتینا طائعین یعنی آئے ہم فرمانبردار حکم کے باندھے تو زمین سے مقام کعبہ نے بات کہی اور جواب دیا اور آسمان سے اُس مقام نے جو کعبہ کے مقابل تھا۔

اور ہر آئینہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل طینت ناف زمین سے مکہ میں تھی۔ پس بعض علماء نے کہا یہ قول اشعار کرتا ہے کہ زمین سے جس نے جواب دیا وہ ذرہ مصطفیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور کعبہ کی جگہ سے زمین پھیلائی گئی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدائش میں اصل ٹھہرے اور سب کائنات اُن کی تبع و پیرو ہیں اور اسی کی طرف اشارہ ہے قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نبی تھا اور آدمؑ پانی اور مٹی کے درمیان تھے اور بعضے روایت میں ہے روح اور جسد کے درمیان اور کہا گیا اسی واسطے آپ کا نام اُمی رکھا گیا کہ مکہ ام القری ہے اور ذرہ اُس کا ام الخلیقہ ہے اور

تربت شخص کی مدفن اُس کا ہے پس وہ مقتضی اس کا تھا کہ مدفن اس کا مکّہ میں ہو کہ مٹی اس کی وہیں کی تھی لیکن یہ قول ہے کہ جب پانی بھر آیا تو کف اطراف وجوانب میں پھینک دیا۔ پس جوہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں واقع ہُوا جو مقابل اُس کی تربت کے مدینہ میں ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے مکّی مدنی پیدائش آپ کی مکہ میں اور تربت آپ کی مدینہ میں۔ اور جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اُس میں اشارہ ذرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: واذ اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم و اشهدهم علی انفسهم الست بربکم قالوا بلیٰ یعنی اور جس وقت تیرے پروردگار نے نکالی بنی آدم کے پیٹھوں سے ذریات اُن کی اور اقرار اُن سے لیا اُن کی ذاتوں پر کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ وہ بولے ہاں البتہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی پشت پر ہاتھ مَلا اور اس سے نکالی اولاد اس کی جیسی صورت چیونٹی کی ہو۔ نکلنا چاہا چیونٹیوں نے آدمؑ کے بالوں کے مسامات سے پس وہ نکلیں جیسے پسینہ نکلتا ہے اور بعض نے کہا کہ بعضے فرشتوں نے ہاتھ مَلا تھا تو فعل کی نسبت سبب کی طرف ہوئی اور بعض کا قول ہے کہ مسح کے معنی ہیں شمار کیا جس طرح زمین پیمائش سے گنی جاتی ہے اور یہ ماجرا بطن نعمان کا ہے جو ایک وادی عرفہ کے برابر مکہ اور طائف کے بیچ میں ہے۔ یہ جب خطاب ذریات سے کیا اور بلیٰ کے ساتھ انہوں نے جواب دیا تو اقرار نامہ سفید اور روشن ورق پر لکھا گیا اور فرشتوں نے اُس پر گواہی لکھی اور سنگِ اسود میں اُس کو رکھ دیا۔

پس ذرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی جواب دینے والا تھا زمین سے اور علوم وہدیٰ اُس میں دو جزو ملے جُلے معجون ہیں تو بھیجا علم اور ہدیٰ کے ساتھ جو موروثی تھے آپ کے اور وہبی خداداد تھے اور کہا گیا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے جبرئیل اور میکائیل کو بھیجا تاکہ وہ دونوں زمین سے مٹھی بھر لاویں تو زمین نے انکار کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے عزرائیل کو بھیجا تو زمین سے ایک مُٹھی بھر لایا اور ابلیس نے زمین کو اپنے دونوں قدم سے روند ڈالا تو بعضی زمین اُس

کے دونوں قدم کے درمیان ہوگئی اور بعض زمین اُس کے قدموں کی جگہوں کے درمیان میں آگئی تو نفس اُس سے مخلوق ہُوا جسے ابلیس کا قدم چھُو گیا اور وہ خانۂ شر ہو گیا اور بعض زمین کہ اُس تک ابلیس کا قدم نہیں پہنچا تو اس سے سے انبیاء اور اولیاء کی اصل ہے اور ذرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نظرگاہ حق تعالےٰ تھا عزرائیل کی مُٹھی میں سے کہ نہیں چھُو گیا تھا اُسے قدم ابلیس کا پھر اس کو جہل کا حصّہ نہیں پہنچا بلکہ وہ مسلوب الجہل اور علم سے کثیر الحظ ہو گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُس کو علم و ہدیٰ کے ساتھ بھیجا اور اُس کے قلب سے اور قلوب کی طرف اور اُس کے نفس سے اور نفوس کی طرف منتقل ہُوا تو اصل طہارت طینت میں مناسبت واقع ہوئی اور تعارف اوّل سے تالیف حاصل ہُوئی۔ دریں حالت جو کوئی طہارت طینت کی نسبت سے قریب تر مناسبت رکھتا تھا وہی زیادہ بہرہ مند علم و ہدیٰ سے ہُوا۔

پس قلوب صوفیہ قریب تر مناسبت میں تھے تو اُنہیں نے بڑا حصّہ علم سے حاصل کیا اور باطن ان کے جھیل اور تالاب بن گئے۔ پھر علم سیکھا اور اس پر عمل کیا جیسے وہ تالاب کہ اُن سے پانی بھی پیتے ہیں اور کھیتیاں بھی سینچی جاتی ہیں اور اساس تقویٰ کے احکام سے اُنھوں نے علم دراست اور علم وراثت کے فائدوں کو باہم جمع کر دیا اور جب نفوس پاک اور مزکیٰ ہو گئے تو اُن کے قلوب کے آئینہ تقویٰ کے صقیل سے مجلےٰ ہو گئے۔ تب اُن میں صور اشیاء اپنی ہئیت اور ماہیّت پر ظاہر ہو گئیں تو دُنیا اپنی قبح سے ظاہر ہوئی اُسے ترک کیا اور آخرت اپنے حسن سے جلوہ گر ہوئی اُسے ترک کیا۔ پھر جبکہ دنیا میں انہوں نے کم رغبتی کی تو اُن کے باطنوں میں انواع و اقسام کے علوم خوب ٹوٹ کر گرے اور علم دراست کے ساتھ علم وراثت بھی مل گیا۔

اور سمجھ لیجئے کہ جو احوال بلند اس کتاب میں ہم صُوفیہ کی طرف منسوب کریں وہ احوال مقربین ہیں اور اصل صوفی مقرب ہے اور قرآن میں اسم صوفی نہیں ہے اور صوفی کا اسم ترک ہے اور رکھا گیا ہے مقرب کے لئے اُس وجہ سے جس کی

شرح ہم اس کے باب میں کریں گے اور یہ نام اہلِ قرب کے لئے بلاد اسلام کے شرق وغرب میں نہیں جانا اور پہچانا جاتا بلکہ اہلِ رسم کے لئے معروف ہے اور بہت سے حضرات مقربین بلاد عرب اور ترکستان اور ماوراء النہر میں موجود ہیں اور وہ صوفیہ کے نام سے مشہور نہیں ہیں۔ اس واسطے کہ لباس صوفیہ نہیں پہنتے اور الفاظ میں کچھ منع اور حذر نہیں ہے تو معلوم رہنا چاہیئے کہ صوفیہ سے ہماری مُراد مقربین ہیں۔

پس مشائخ صوفیہ وہ ہیں جن کے اسماء طبقات اور غیر ذلک کُل کتابوں میں ہیں کہ مقربین کے طریق پر تھے اور اُن کے علوم احوال مقربین کے علوم میں اور جو کوئی منجملہ ابرار مقربین کے مقام ملک پر مطلع ہُوا تو وہ متصوف ہیں جب تک کہ اُن کے احوال سے متحقق یعنی صاحب حال نہیں ہُوا۔ پھر جس وقت کہ اُن کے ذوالاحوال ہوگیا تو وہ صوفی بن گیا اور ان دونوں کے سوا جو اس قسم کے ہیں کہ اُن کے لباس اور نسب سے ممتاز ہیں وہ متشبہ ہیں اور ہر ایک ذی علم کے اوپر ایک علیم ہے۔

دُوسرا باب

حسن استماع کے ساتھ تخصیص کے بیان میں

زید بن ثابت سے روایت ہے کہ سُنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے اللہ تعالیٰ خوش وخرم رکھے اُس شخص کو جس نے ایک حدیث مجھ سے سُنی پھر اُس نے یاد رکھی حتیٰ کہ دوسرے شخص کو وہ حدیث پہنچائی۔ پس بہت سے حامل ہیں کہ انہوں نے جانا اور پوچھا اُس شخص تک کہ وہ بڑا فقیہ ہے اور بہت سے حامل ہیں کہ انہوں نے جانا اور وہ فقیہ نہیں ہیں۔ ہر ایک خیر کی بنیاد حسن استماع اور خوب سننا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ولو علم اللہ فیھم خیراً لاسمعھم یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اگر جانتا اللہ تعالیٰ اُن میں خیر اور نیکی تو البتہ ان کو سناتا۔ بعض صوفیہ کہتے ہیں خیر کی علامت سماع میں یہ ہے کہ بندہ اُس کے

پورے اوصاف کے ساتھ اُس کو سُننے اور حق کے ساتھ اُسے حق سے سماعت کرے۔ اور بعض نے صُوفیہ میں سے کہا ہے اگر اُن کو سماعت کا اہل اور قابل جانتا تو سُننے کے لئے اُن کے کان کھول دیتا۔

پس جس شخص کے وسوسے مالک بن گئے اور اُس کے باطن پر حدیث نفس غالب ہوگئی تو وہ حسن استماع پر قدرت نہیں رکھتا تو صوفیہ اور اہلِ قرب نے جب سمجھ لیا کہ ہر آئینہ کلام اللہ تعالیٰ کا اور رسائل اُس کے، اُسکے بندوں کی طرف اور خطابات اُس کے اُنہی کے واسطے ہیں تو انہوں نے دیکھا کہ ہر ایک آیت اس کے کلام سے تعالیٰ شانہٗ علم کے دریاؤں میں سے ایک دریا ہے اُن باتوں کے سبب جن کو وہ متضمن اور مشتمل ہے علم کے ظاہر اور باطن اور جلی اور خفی سے اور بہشت کے دروازوں سے ایک دروازہ ہے بایں اعتبار کہ وہ آیت آگاہ اور ہوشیار کرتی ہے یا اُس کی طرف عمل سے بلاتی ہے اور دیکھا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو اُس صفت کا کہ آپ اُس کے ساتھ ہو اسے نطق نہیں فرماتے ہیں۔ نہیں ہے وہ مگر وحی کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔ استماع اس کی طرف متعین ہوتا ہے تو جتنی باتیں اس کے پاس ہیں اُن میں سب سے اہم اور مہتم بالشان استعداد استماع کی ہے اور دیکھا کہ خوب کان دے کر سُننا ملکوت کے دروازے کھٹ کھٹانا اور رغبت اور خوف کی برکت کا تنزل کرتا ہے اور دیکھا کہ وسوسے دخانات ہیں جو نفس امارہ کی آتش سے اُٹھنے والے ہیں اور عفونت ہے جو شیطان کی پھونک مارنے سے فراہم ہو جاتی ہے اور حظوظ فانی اور مزہ دنیاوی جو ہوا و ہوس کی لپیٹ اور تباہی کی البسٹ ہیں ایندھن کی مثال ہیں جس سے آگ زیادہ بھڑکے اور قلب اس کے سبب زیادہ تنگی کو پہنچے تو دنیا کو انہوں نے چھوڑ دیا اور اپنی رغبت کو اس کی طرف سے پھیر دیا۔

پس جبکہ آتش نفس سے اُس کی لکڑیاں الگ ہوگئیں اور شعلہ اُس کے بھڑکنے سے ٹھہرے اور دھواں اس کا کم ہوگیا تو اُن کے باطن اور قلوب حاضر

علوم کے موقعوں میں ہُوئے اور صفائی فہم کی اُس کے گھاٹوں پر آموجود ہوئی۔ پھر جبکہ وہ حاضر ہوئی تو سماعت کی حق سبحانہٗ تعالےٰ نے فرمایا ہر آئینہ اس میں پند و نصیحت اُس شخص کے لئے ہیں جس کو قلب حاصل ہو یا کان اُس نے لگایا اور وہ حاضر اور اور متوجہ تھا۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا قرآن کی نصیحت اُس شخص کے لئے ہیں جس کا قلب اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاضر ہے کہ ایک آن اور ایک لحظہ اُس سے غافل نہیں ہوتا۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی نے کہا قلب، دو قلب ہیں۔ ایک قلب ہے جو دُنیا کے اشغال سے بھر گیا ہے حتیٰ کہ جب کوئی چیز امور طاعت سے پیش آئی تو وہ صاحب دل نہیں جانتا کہ وہ کیا کرے اس باعث کہ دل اُس کا دُنیا میں مشغول ہے اور ایک قلب وہ ہے کہ آخرت سے احوال سے پُر ہو گیا حتیٰ کہ جب کوئی چیز امور دُنیا سے سامنے آئی تو وہ صاحب دل نہیں جانتا کہ کیا کرے اس وجہ سے کہ اُس کا دل آخرت کی طرف جاتا رہا ہے تو بس دیکھ لے کتنا فرق ہے ان جمع ہوئے فہموں کی برکت میں، اور اُن اشغال فانی کی شامت میں جن کے باعث تو طاعتِ الٰہی سے ٹھٹک رہا۔

بعض صوفیہ نے کہا ہے: لمن کان له قلب سليم من الاعراض و الامراض یعنی اُس شخص کے لئے جس کو قلب اعراض اور امراض سے سادہ اور سلامت حاصل ہو۔ حسین ابن منصور نے کہا کہ اُس شخص کے لئے جس کو ایسا قلب حاصل ہو جس میں شہود حق کے سوا کوئی خطرہ نہ ہو اور پڑھا ؎

انعى اليك قلوبا طالما مطلت سحائب الوحى فيها ابحر الحكم

یعنی میں تجھے سناتا ہوں ایسے قلبوں کی سنادنی جس نے وحی کے ایسے بادل برسا دیئے کہ اُن میں حکمت کے دریا بھرے ہوئے ہیں اور ابن عطار نے کہا ایک وہ قلب ہے جس نے ملاحظہ حق چشمِ تعظیم سے کیا اور اس کے لئے گداز ہو گیا اور ماسوی اللہ سے قطع کر کے اللہ تعالےٰ کی طرف جُھک گیا اور واسطی نے کہا لذکری یعنی البتہ پند و نصیحت اُس قوم کے لئے ہے جو مخصوص ہیں نہ کہ عام آدمیوں کے لئے اُن لوگوں

کے لئے جن کو قلب حاصل ہے یعنی روزِ اول میں، اور یہ وہ لوگ ہیں جنکے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: او من کان مَیتًا فاحیینٰہ یعنی بھلا وہ جو مُردہ تھا پھر ہم نے جلایا اور اُسی کو واسطی نے کہا ہے کہ مشاہدہ غافل کر دیتا ہے اور پردہ داری فہم و ادراک دیتا ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ایک شئے کی تجلی کی تو وہ شئے اُس کے لئے خضوع و خشوع یعنی تواضع اور فروتنی کرتی ہے اور یہ جو واسطی نے کہا بہت قوموں کے حق میں صحیح ہے اور یہ آیت اُن قوموں کے خلاف دوسری قوموں کو حکم کرتی ہے اور وہ اربابِ تمکین ہیں جن کے واسطے مشاہدہ اور فہم دونوں جمع ہو جاتے ہیں تو موضع فہم کا بات چیت کا محل ہے اور وہ سمع قلب ہے اور موضع مشاہدہ کا بصر قلب ہے اور سمع کے لئے ایک حکمت اور فائدہ ہے اور بصر کے لئے ایک حکمت اور فائدہ ہے۔ پھر جو شخص حال کے سکر اور نشہ میں ہے سمع اُس کی اُس کے بصر میں غائب ہو جاتی ہے اور جو شخص صحو اور تمکین کے حال میں ہو اُس کی سمع غائب اس کے بصر میں نہیں ہوتی۔ اس واسطے کہ وہ مالک گردن حال کے ہیں اور ظروف وجود ہی سے جو بات سمجھنے کے قابل ہے سمجھتا ہے۔

سبب یہ ہے کہ فہم الہام وسماع کا ورود گاہ ہے اور الہام وسماع دونوں ظرف وجودی کو چاہتے ہیں اور یہ وجود وہی دوسری آفرینش کی پیدائش ہے اُس شخص کے لئے جو مقامِ صحو میں متمکن اور مستقر ہے اور یہ علاوہ اُس وجود کے ہے جو نورِ مشاہدہ کے لمعان سے لاشئے اور منعدم ہو جاتا ہے اُس شخص کے لئے جو فنا کی گزرگاہ سے بڑھ کر قرارگاہ بقا تک پہنچا۔

اور ابن شمعون نے کہا کہ ہر آئینہ اس میں پند و نصیحت اُس شخص کے لئے ہے جس کا قلب ایسا ہو کہ آدابِ خدمت اور آدابِ قلب کو جانتا ہو اور وہ تین چیزیں ہیں تو قلب نے جب عبادت کا مزہ چکھا تو وہ شہوت کی غلامی سے آزاد ہوا۔ پس شہوت سے جو کوئی رُکا ادب کا ایک تہائی حصہ اُس نے پایا اور جو کوئی اس چیز کا خواہش مند ہوا جو اُسے ادب سے نہیں آیا بعد ازانکہ وہ مشغول

اُس میں ہُوا جو پایا تو اُس نے دو تہائی حصّہ ادب کا پایا اور تیسرے قلب کی سیری اُس چیز سے جو وفا کے وقت اُس نے بڑھ کر پہلے ہی بخشش کی اُس وقت پورا ادب پالیا۔

اور محمد ابن علی باقر نے کہا ہے قلب کی موت نفس کی شہوات سے ہے تو جتنا شہوات کو چھوڑا اُسی قدر حیات کا حصّہ پایا بس سماع زندوں کے لئے ہے مُردوں کے لئے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہر آئینہ تو مُردوں کو نہیں سُنا سکتا۔

سہل ابن عبداللہ نے کہا ہے قلب نرم اور تنگ ہے اس میں خطرات ذمیمہ اثر کرتے ہیں اور تھوڑے کا اثر اُس پر بہت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطانا فھو لہ قرین یعنی اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اندھا اور غافل ہو تو اُس پر ہم ایک شیطان تقدیر کر دیتے ہیں جو اُسی کے ساتھ رہتا ہے۔

پس دل ایک کام کا کرنے والا ہے کہ وہ تھکتا ہی نہیں اور نفس جاگتا ہُوا ہے کہ وہ سوتا ہی نہیں پھر اگر بندہ ہو مستمع اللہ تعالیٰ کی باتوں کا تو بہتر ورنہ وہ شیطان اور نفس کا مستمع ہے۔ پس ہر چیز سدباب استماع کی ہے اور نفس کی حرکت سے اور اُس کی جنبش میں شیطان راہ پاتا ہے اور حدیث میں وارد ہے کہ اگر شیطان بنی آدم کے قلوب کے اردگرد نہ پھرتے تو ضرور وہ آسمان کے مقامات ملائکہ کو دیکھتے اور حسین نے کہا ہے کہ مبصروں کی بصارت اور عارفوں کی معرفت اور علماء ربانی کا نور اور گذشتہ ناجیوں کے طریق اور ازل اور ابد اور جو کچھ کہ ان دونوں کے مابین ہے کائنات حادثات سے وہ سب اُس شخص کے لئے ہے جس کو قلب حاصل ہو یا کہ وہ کان سُننے کے واسطے لگاتا ہو۔

اور ابن عطاء نے کہا وہ ایسا قلب ہے کہ حق کا ملاحظہ کرتا ہے اور مشاہدہ اور اُس سے خطرہ اور فترہ کے سبب غائب نہیں ہوتا تو اُس کے ساتھ سُنتا ہے بلکہ اس سے سُنتا ہے اور اس کے ساتھ حاضر ہوتا ہے بلکہ اُس کی شہادت کرتا ہے۔ پھر جبکہ قلب حق کا ملاحظہ چشم جلال سے کرتا ہے ڈرتا ہے اور لرزتا ہے اور جب اُسے

دیدۂ خیال سے مطالعہ کرتا ہے سکون اور قرار آجاتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے اُس شخص کے واسطے جس کا قلب ہو ایسا تعبیر کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجرید اور تفرید پر قدرت دیتا ہو یہاں تک کہ دُنیا اور خلق اور نفس سے بھاگ نکلے تب اُس کے غیر کے ساتھ مشغول نہ ہو اور نہ ماسوا اللہ کی طرف مائل ہو۔

پس قلب سونی ساری دُنیا سے مجرد اور الگ تھلگ ہو کان اپنے لگائے ہوئے اور بصر اُس کی حاضر ہو پھر اس نے سنی مسموعات اور دیکھی مبصرات اور سامنے ہوا مشہودات کی اپنے اللہ کی طرف رسیدگی اور اپنے اللہ کی حضوری میں موجودگی اور کل اشیا اللہ تعالیٰ کے پاس اور وہ اللہ کے پاس ہے تو سُنا اور دیکھا تب اُن سب کو دیکھا اور سُنا اور اُن کی تفصیلوں کو نہ سُنا اور نہ مشاہدہ کیا اس واسطے کہ وہ اجمالات چشم شہود کی وسعت سے مدرک اور معلوم ہوتے ہیں اور تفصیلیں ظرف وجود کی تنگی سے ادراک نہیں ہوئیں اور اللہ تعالیٰ عالم تمام اجمال اور تفصیل کا ہے اور ہر آئینہ۔ بعضے حکما نے سماعت میں تفاوت انسانوں کی مثال لکھی ہے اور کہا ہے کہ ایک کسان اپنا بیج لے کر نکلا تو اپنا کف دست اُس سے بھر لیا تو کچھ اُس میں سے راستہ پر بکھر گیا کچھ بھی دیر نہ لگی کہ اُس پر پرند آن گرے اور اُسے چُگ گئے اور کچھ اس میں سے ہموار پھر پر گرے اور وہ سنگِ درشت ہے جس پر تھوڑی مٹی اور کچھ نمی تھی پھر جما یہاں تک کہ جب اُس کے ریشے پتھر تک پہنچے تو کوئی راستہ اور منفذ نہ پایا جس میں بآسانی اُترے تو سوکھ گیا اور اس میں کچھ بنجر زمین میں گرا جس میں کانٹے اُونچے ہوئے تھے پھر وہ جما ہر گاہ کہ وہ بڑھا اور اُونچا ہُوا تو اس کا گلا کانٹوں نے دبایا پھر اس کو تباہ اور خراب کر دیا اور اس سے مل جُل گیا اور کچھ اُس میں سے بنجر زمین میں گرا کہ نہ وہ راستہ پر تھے اور نہ پتھر پر اور نہ اُس میں خار تھے اور وہ اُگا اور بڑھا اور اچھا خاصہ ہُوا تو کسان کی مثل ایک حکیم کی ہے اور بیج کی مثل صواب کلام کی سی مثل ہے اور جو راستہ کے اُوپر گرا اُس کی مثل ایک ایسے شخص کی ہے جو کلام کو سُنتا ہے اور اُس کا ارادہ اُس کے سُننے کا نہیں ہے۔ پھر تھوڑی دیر نہیں گزرتی کہ شیطان اُس کو اُڑا لے جاتا ہے اُس کے قلب سے اور اُس کو بھلا دیتا ہے

اور جو صاف، ہموار پتھر پر گرا اس کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جو اُس کو اچھا اور مستحسن سمجھتا ہے اُس کے بعد کلمہ قلب تک پہنچتا ہے جس میں کچھ عزم اور ارادہ عمل کرنے پر نہیں ہے تب اُس کے قلب سے دُور کر دیتا ہے اور جو بنجر زمین پر گرا جس میں کانٹے ہیں اُس کی مثال ایسے شخص کی ہے جو کلام کو سُنتا ہے اور اُس پر عمل کرنے کا ارادہ بھی رکھتا ہے تو جس وقت اُس کے شہوات پیش آئیں تو عمل کرنے کے ارادہ سے اُس کو روک دیا پھر اُس کے عمل کی جزئیت کی غلبۂ شہوات سے متروک ہو گئی جیسے وہ درخت کہ اُس کا گلا کانٹوں نے دبایا اور بنجر زمین میں جو گرا اس کی مثال ایسے مستمع کی ہے جو نیت اُس کے عمل کی کرتا ہے تو اُس کو سمجھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اور اپنی ہوائے نفسانی سے کنارہ اور یہ جس نے ہوٰی سے علیحدگی اختیار کی اور راہِ راست کے ڈھرے پر چلا وہ صوفی ہے اس واسطے کہ ہوا و ہوس کے اندر حلاوت اور مزہ ہے اور نفس کو جب ہوا کے چسکے لگ گئے تو اُس کی طرف مائل ہوتا ہے اور لذت پاتا ہے اور ہوا سے استلذاذ وہی ہے جو کھیتی کا گلا کانٹے کی طرح دبا جاتا ہے اور صوفی کا قلب تو اُس کے حب صافی کی حلاوت سے مہمانی ہوتی ہے اور حب صافی تعلق روح حضرت الوہیت سے ہے اور حضرت الوہیت کی طرف جو روح متجذب داعیہ حب سے ہوتی ہے اُس کی قوت سے قلب اور نفس پیچھے اُس کے لگ جاتے ہیں اور حضرت الوہیت کی محبّت کی حلاوت ہوٰی کے مزہ پر غالب آتی ہے اس واسطے کہ حلاوت ہوٰی کی ایک ناپاک درخت کی مثال ہے جو زمین کے اُوپر جڑ پیڑ سے اُکھڑ گیا کسی طرح کا اُسے قرار اور ٹھہراؤ نہیں ہے اس سبب سے کہ حد نفس سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور محبت کی حلاوت ایک ستھرے پاک درخت کی مثال ہے جس کی پتال میں جڑ ہے اور ڈالیاں اُس کی آسمان سے جا لگیں وجہ یہ کہ وہ روح میں جڑ پکڑے ہوئے ہے ڈالی اُس کی اللہ تعالٰی کے نزدیک ہے اور رگ و ریشہ اُس کے نفس کے زمین میں گھسے ہوئے ہیں تو جب اُس نے قرآن شریف کا ایک کلمہ سُنا یا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو شراب کی طرح اُس کو روح قلب اور نفس پی جاتا ہے اور اُس پر ہمہ تن

فدا اور تصدق ہو جاتا ہے اور کہتا ہے ؎

اشم منك نسيما ست اعرفه ۔ اظلمت لمياء جرت فيك اردانا

یعنی میں خوشبو لیتا ہوں نرم ہوا سے کہ اُس سے واقف نہیں ہوں میرے گمان میں وہ ایک سبزہ رنگ ہے کہ اُس نے آستین تجھ سے ملی ہے پھر اس میں کلمہ ہی کلمہ بس جاتا ہے اور بال بال اُس کا سمع اور ذرہ ذرہ اُس کا بصر ہو جاتا ہے۔ تب وہ حالت ہو جاتی ہے کہ کل سماعت کل سے اور کل نظارہ کل سے کرتا ہے اور یہ کہتا ہے ؎

ان تاملتكم فكلى عيون ۔ او تذكرتم فكلى قلوب

یعنی اگر میں نظر تمہاری طرف کروں تو سراپا چشم ہوں یا تمہیں یاد کروں تو ہمہ تن دل ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے پس میرے بندوں کو بشارت دے جو بات کو سُنتے ہیں۔ پھر اس کی خوب پیروی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور یہی لوگ صاحب خرد ہیں۔ بعض صوفیہ نے کہا ہے ادب اور عقل کے سو جز ہیں اُن میں سے ننانوے جزو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں اور ایک جزو تمام مومنوں میں ہے اور وہ جز جو کل مومنین میں ہے اکیس حصّوں میں تقسیم ہے تو ایک حصّہ جس میں سب مومن برابر ہیں وہ شہادت اس کی ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ یعنی نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور ہر آئینہ محمد رسول اللہ کے ہیں اور بیس حصہ جو باقی رہے وہ کتنے بڑھے ہوئے ہیں اپنے اپنے حقائق ایمان کے اندازہ اور مقدار پر۔

بعضوں نے کہا ہے کہ اس آیت میں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا اظہار ہے یعنی احسن اور خوب تر وہی ہے جس کو آپ لائے۔ اس واسطے کہ ہر گاہ اُس کو صحبت تمکین اور قرب استقرار قبل از آفرینش دنیا حاصل ہُوا تو سب احوال اُس پر انوار ظاہر ہُوئے اور آپ کے ہمراہ احسن الخطاب تھا اور تمام مقامات میں اُس کو سبقت ہی کیا۔ تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں نحن الآخرون السابقون یعنی وجود اور پیدائش میں ہم آخر ہیں اور محل قدس کے فضل میں خطاب اول کے لائق ہیں اور فرمایا ہے اللہ جل شانہ نے یا ایھا الذین آمنوا استجیبو اللہ و للرسول اذا دعاکم لما یحییکم۔ یعنی اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے لئے استجابت کرو جب تمہیں بلائیں اس چیز کے لئے جو تمہاری زندگی کی باعث ہے۔

جنید علیہ الرحمۃ نے کہا ہے اُن لوگوں نے اپنی طرف دم کھینچا اور خوشبولی اُس شئے کی جس کی طرف انہیں بُلایا پھر شتابی کی اُن تعلقات کے دُور کرنے میں جو اُنہیں شغل میں لگائے رکھتے تھے اور پارسائی کے ملنے پر نفوس سے ٹوٹ پڑے۔ اور شدتوں کی تلخی چکھی اور معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے سچے رہے اور حسن ادب سے اُن کاموں میں رہے جس کی طرف انہوں نے توجّہ کی اور مصیبتیں اُن پر آسان ہوگئیں۔ اور مقصود کی قدر پہچانی اور اپنے مالک کے سِوا دُوسرے کے تذکرہ کی رغبت سے اپنی ہمتوں کو روک لیا تو وہ حیاتِ ابدی پاگئے اُس زندہ کے ساتھ جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اور واسطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا اُس کی حیات صفائی اس کے ہر ایک معنوں سے لفظاً اور فعلاً ہے۔ اور بعضے صوفیہ نے کہا ہے کہ استجابت کرو تم اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے اسرار سے اور رسول علیہ السلام کے لئے اپنی ظاہرات سے۔ پس نفوس کی حیات متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور قلوب کی حیات مشاہدۂ غیوب سے ہے اور اللہ تعالیٰ سے شرم کرنا تقصیر کے دیکھنے سے ہے۔

اور ابن عطاء نے فرمایا اس آیت میں استجابت چار وجہ پر ہے اُس ہی کے اوّل توحید کی اجابت ہے اور دوم اجابت تحقیق اور سوم اجابت تسلیم چوتھے اجابت تقریب ہے اور استجابت بقدر سماع اور سماع بحیثیت فہم اور فہم بقدر معرفت قدر کلام ہے اور معرفت کلام علی قدر معرفت اور علم متکلم کے ہے اور وجوہ فہم کے غیر محصور ہیں اس لئے کہ وجوہ کلام غیر محصور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہو اگر دریا سیاہی کلمات رب میرے کے لئے بن جائے تو ہر آئینہ دریا کلماتِ ربانی سے پہلے چُک

جائیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے واسطے ہر ایک کلمہ میں قرآن سے اُس کے کلمات ایسے ہیں کہ اُن سے پہلے دریا کے دریا چک جائیں اور ہر ایک کلام ایک کلمہ ہے بنظر ذات توحید کے اور ہر ایک کلمہ کلمات ہیں، اگر نظر وسعت علم پر کریں۔

حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ اس حدیث کو حضرت نبی علیہ السلام کی طرف مرفوع کرتے تھے۔ فرمایا کہ قرآن سے کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ اُس کے لئے ظاہر اور باطن ہے اور ہر ایک حرف کے لئے ایک حد ہے اور ہر ایک حد کے لئے ایک مطلع ہے اور وہی کہتا ہے میں نے کہا اے ابا سعید مطلع کیا چیز ہے کہا طلوع کرتی ہے وہ قوم جو اُس کے اُوپر عمل کرتی ہے۔ ابو عبید نے کہا میرا گمان ہے کہ حسنؒ کا یہ قول اس کے سوا نہیں کہ عبداللہ بن مسعود کے قول کی طرف گیا ہے۔ ابو عبیدؒ نے کہا میرا گمان ہے کہ حجاج نے شعبہ سے اُس نے عمرو بن مرۃ سے اُس نے عبداللہ بن مسعودؓ سے فرمایا کوئی حرف یا آیت نہیں ہے مگر یہ کہ ہر آئینہ اُس پر ایک قوم نے عمل کیا اُس کے لئے ایک قوم ہے کہ عنقریب اُس پر عمل کرے گی۔

پس مطلع ایک عقبہ اور کھائی ہے کہ اُس پر اپنے علم کی معرفت سے چڑھتا ہے۔ پس مطلع فہم ہے کہ اللہ تعالیٰ کھولتا ہے ہر قلب پر جیسے رزق نور سے دیتا ہے اور ظہر و بطن اُس کی معنی و تاویل ہے اور بعض نے کہا ایک قوم نے کہا کہ ظہر لفظ قرآن اور بطن اُس کی معنی و تاویل ہے اور بعض نے کہا کہ ظہر قصہ کی صورت ہے اس چیز سے کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اپنے عتاب سے کسی قوم پر اور عقاب سے جو اُن پر ہوگا تو اس کا ظاہر خبر کا اُس سے دینا ہے اور اُس کا باطن نصیحت اور تنبیہ ہے اُس شخص کے لئے جو قرآت کرتا اور امت سے سماعت کرتا ہے۔ اور بعض نے کہا ظاہر اُس کا اُتارنا اس کا ہے جس پر ایمان لانا واجب ہے اور باطن اُس کا عمل اس پر واجب ہونا ہے اور بعض نے کہا ظہر اس کی تلاوت ہے جیسا وہ نازل ہوا۔ فرمایا حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے: ورتل القراٰن ترتیلاً یکساں اور بآرام کھلی تلاوت کر، قرآن کی ترتیب سے اور بطن اُس کا سوچ بچار اور اس میں تفکر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایک کتاب ہے جسے تیری

طرف ہم نے اُتارا ہے برکت والی ہے تاکہ اُس کی آیتوں میں مآل اندیشی کریں اور نصیحت لیں وہ لوگ جو دانشمند ہیں۔

اور بعض نے کہا کہ لکل حرف حد یعنی ہر حرف کے لئے حد ہے تلاوت میں کہ مصحف سے جو امام ہے تجاوز نہ کرے اور تفسیر میں سُنے ہوئے منقول سے نہ بڑھے اور تفسیر اور تاویل میں فرق کیا گیا ہے۔ پس تفسیر علم ہے آیت کے نزول اور شان اور قصّہ کا اور اُن اسباب کا جس کے لئے آیت اُتری اور یہ جو تفسیر ہے اُس میں کچھ کافۂ خلق کو کہنا حرام ہے اور ممنوع مگر سماع اور آثار سلف سے جائز ہے اور تاویل آیت کا پھیرنا ہے ایک معنی کی طرف جس کا احتمال اس میں ہو جبکہ معنی محتمل جس کو وہ دیکھتا ہے کتاب اور سُنت کے موافق ہو پھر تاویل طرح طرح کی معہ دل کے طرح طرح کے حال کے ساتھ ہے اُس بیان کے برابر جو ہم نے صفاء فہم اور رتبۂ معرفت اور منصب قرب الٰہی سے ذکر کیا ہے۔

ابوالدرداء رضی نے کہا کوئی شخص پورا فقیہ نہیں ہوتا حتیٰ کہ قرآن کے وجوہ کثیر نہ دیکھتا ہو تو کیا ہی اچنبھے کا قول ہے عبداللہ بن مسعود کا کوئی آیت نہیں مگر یہ کہ اُس کے لئے ایک قوم ہے کہ عنقریب اُس پر وہ لوگ عمل کریں گے اور یہ کلام ترغیب دیتا اور برانگیختہ کرتا ہے ہر طالب صاحب ہمت کو اُس پر کہ اپنے دل سے موارد کلام کو صاف اور ستھرا کرے اور اُس کے معنی دقیق اور اُس کے اسرار پوشیدہ کو سمجھے۔ دریں صورت صوفی کے لئے جو دنیا سے بےغم اور ماسوا اللہ سے فارغ دل کمال ہے ہر ایک آیت سے ایک مطلع ہے اور ہر مرتبہ تلاوت میں نیا مطلع اور فہم آنا مرتب وہ ہے اور اُس کے لئے ہر فہم کے ساتھ عمل نرالا ہے تو اُن کا عمل فہم عمل کی طرف بُلاتا ہے اور اُن کا عمل صفائی فہم اور نظر دقیق کو معانی خطاب میں کھینچتا ہے تو فہم سے علم ہے اور علم سے عمل اور علم و عمل تو اس میں باری باری سے آتے ہیں اور یہ عمل اب وہی قلوب کا عمل ہے اور عمل قلوب عمل قالب کے علاوہ ہے اور اعمال قلوب اپنی لطافت اور صداقت سے علوم کے ہم شکل اور ہم صورت ہیں اس واسطے کہ وہ نیات اور ضمیر اور تعلقات روحیہ اور تاویلات دلی اور افسانہ گوئی

مخفی ہیں اور جب کبھی ان اعمال سے کوئی عمل کرتے ہیں علم سے ایک علم اُن کا بلند ہوتا ہے اور ایک مطلع جدید پر فہم آیت سے طلوع کرتے ہیں اور میرے سر باطن میں یہ بات کھٹکتی ہے کہ مطلع سے نہ یہ مراد ہے کہ وہ صفاء فہم کے سبب آیت کے دقیق معنی اور راز سربستہ پر آگاہ ہونے سے ہے۔ لیکن مطلع یہ ہے کہ ہر ہر آیت پر اُس کے سبب شہود متکلم پر طلوع کرے اس واسطے اس میں اوصاف اُس کے سے ایک وصف اور اُس کی صفات سے ایک صفت امانت رکھی ہوئی ہے تو اُس کے لئے تجلیات آیتوں کی تلاوت اور سماع سے متجدد ہوتے ہیں اور آئینہ اُس کے لئے بن جاتے ہیں جو عظمت و جلال سے خبر دیتے ہیں اور ہر آئینہ۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ہے ہر آئینہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے لئے اپنے کلام میں متجلی ہُوا ہے مگر وہ نہیں دیکھتے۔ پس ہر ایک آیت کے لئے اس وجہ سے مطلع ہے تو حد حد کلام ہے اور مطلع حد کلام سے شہود متکلم کی طرف ترقی کرتا ہے۔ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ غش کھا کر ایک دفعہ گر پڑے جبکہ وہ نماز میں تھے تو اُس حالت سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں آیت کو دُہراتا رہا یہاں تک کہ اُس کو میں نے اُس کے متکلم سے سُنا۔ پس صوفی جب کہ اُس کے لئے ناصیۂ توحید کا نور چمکا اور اُس نے وعدہ و وعید کی سماعت پر کان رکھے اور اُس کا قلب ماسوا اللہ سے چھوٹ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہُوا تو اپنی زبان یا غیر کی زبان کو تلاوت میں مثل درخت موسیٰ علیہ السلام کے دیکھتا ہے جان کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے سُنایا اُس درخت سے خطاب اپنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انی انا اللہ ہر آئینہ میں ہوں اللہ تو جب اُس کا سماع اللہ تعالیٰ سے تھا اور استماع اُس کا اللہ کی طرف سمع اُس کا بصر اُس کے اور اجر اُس کے سمع اُس کا اور علم اس کا عمل اُس کا اور عمل اس کا علم اُس کا ہو گیا اور پھیرا آخر اُس کا اول کو اور اول اُس کا اُس کے آخر کو اور اُس کے معنی کو ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے خطاب ذریات کو اپنے قول سے کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو انہوں نے یہ ندا نہایت صاف سُنی اُس کے بعد

برابر ذریات اصلاب اور ارحام میں منتقل ہو۔ لیکن فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ وہ تجھے دیکھتا ہے جب تُو قیام کرتا ہے اور تعقب تیرا ساجدین میں یعنی تعقب تیرے ذرہ اہلِ سجود کے اصلاب میں جو تیرے آباء انبیاء سے ہیں۔ پس ہمیشہ ذرّات منتقل ہوتے رہے حتیٰ کہ اپنے اجساد کی طرف بروز کیا۔ پس وہ حکمت کے ساتھ قدرت سے اور علم شہادت کے ساتھ عالم غیب سے محجوب ہو گئے اور اطوارِ کثیرہ میں ادلتے بدلتے تاریکی اس کی بہت جمع ہو گئی۔

پس جبکہ اللہ تعالےٰ کسی بندہ کے حسن استماع کا ارادہ کرتا ہے اس طرح کہ اُس کو صوفی صافی بنائے تو ہمیشہ اُس کے تزکیہ اور تجلیہ کے مراتب میں ترقی دیتا ہے حتیٰ کہ وہ عالم حکمت کی ضیق مقام سے خلاص پاکر قضاءِ قدرت میں نکل آتا ہے اور اُس کی چشم باطن سے جو وارہ پار ہو جانے والی ہے یہ دہلائے حکمت دُور ہو جاتے ہیں تو اسے الست بربکم کا سماع کشف اور عیان ہوتا ہے اور توحید و عرفان اُس کا بتیان اور بُرہان اور اس کی خاطر تاریکی فاصلوں کی لوامع انوار میں مندرج ہو جاتی ہے۔

بعض نے اُن میں سے کہا ہے ہم یاد کرتے ہیں کہ خطاب الست بربکم کا اُس سے اشارہ اس حال کی طرف ہے۔ پھر جس وقت صوفی اس وصف کے ساتھ متحقق اور موصوف ہو گیا تو اُس کا وقت سرمد اور شہود اُس کا مؤید ہو گیا اور سماع اس کا متوالی اور متجدد وہ سنتا ہے اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو جیسا کہ حق سُننے کا ہے۔ سفیان ابن عینیہ نے کہا ہے اول علم استماع ہے پھر فہم پھر حفظ پھر عمل پھر اُس کا پھیلاؤ۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے حسن استماع کا تعلیم پانا ایسا ہے کہ جس طرح حسن کلام کی تعلیم پاتے ہو۔ اور بعض نے کہا ہے کہ حسن استماع سے یہ مراد ہے کہ متکلم کو مہلت دی جائے تا آنکہ وہ اپنی بات پُوری کرے اور اِدھر اُدھر کم دھیان دے اور بات کرنے والے اور یاد رکھنے والے کی طرف مُنہ اور نظر رکھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ السلام کے لئے فرماتا ہے اور مت جلدی کر قرآن کے ساتھ پہلے اس سے کہ وہ تیری طرف ادا

اور پورا کیا جائے اور فرمایا مت جنبش دے اُس کے ساتھ اپنی زبان کو تاکہ اُسے جلدی سے پڑھے۔ یہ تعلیم ہے حسن استماع کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول علیہ السلام کے لئے بعض نے کہا معنی اس کے یہ ہیں کہ مت لکھا اُسے صحابہ کو جب تک کہ تُو اس کے معانی کو سوچ سمجھ نہ لے تاکہ اوّل تو وہ نہ ہو جو اُس کے عجائب اور غرائب میں خطا کرتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اُن پر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور وحی اُن کو پہنچاتے تو قرآن کے پڑھنے میں بھُول کے خوف سے توقف نہ فرماتے تو اللہ تعالےٰ نے اس سے منع فرمایا یعنی شتابی نہ کر اس کے پڑھنے میں قبل اس کے کہ جبرئیل علیہ السلام آپ تک القا کرنے سے فارغ نہ ہو جائے اور کبھی مطالعۂ علوم اور اخبار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سماع کے معنی میں آتا ہے اور مطالعہ کرنے والا علوم و اخبار اور تواریخ اہلِ صلاح اور اُن کے حکایات اور انواع اقسام کے حکم اور امتثال کا محتاج ہوتا ہے جن میں عذابِ آخرت سے نجات ہے کہ ان سب میں وہ ادب فن حسن استماع کا ہو جائے اس واسطے کہ یہ نوع نوع اسی کی ہے اور جس طرح کہ قلب حسن استماع کے لئے مستعد زہد و تقویٰ سے ہوتا ہے یہاں تک کہ جو کچھ سُنا اس میں سے جو بہت اچھا ہے اُسے لے لیا پھر وہ ہر ایک شئے سے مطالعہ کے ساتھ اچھی چیز کا انتخاب کرنے والا ہو جاتا ہے اور مطالعہ کے آداب سے یہ ہے کہ بندہ جب کسی ایک چیز کے مطالعہ کا حدیث و علم سے ارادہ کرے تو سمجھ لے کہ ہر آئینہ کبھی اس کا مطالعہ ہوائے نفسانی اور ذکر و تلاوت اور عمل پر کم صبری سے ہوتا ہے تو وہ مطالعہ سے ایسی ہی راحت پاتا ہے جیسے لوگوں کی صحبت اور اُن کی بات چیت سے آرام پاتا ہے تو چاہیئے کہ زیرک آدمی اپنے نفس کو اس معاملے میں ٹٹولے اور مطالعۂ کتب سے اپنے وقت کی اُس حد تک کہ اس کو حاصل کرتا ہے مزے نہ اُٹھائے اور حد سے زیادہ کی اس میں رعایت نہ کرے۔

پس جب کسی کتاب یا اور کسی علمی بات کا مطالعہ کرنا چاہے تو اُس کی طرف مبادرت نہ کرے مگر بعد ثبات و قرار اور انابۃ اور رجوع کے اللہ تعالیٰ کی طرف اور

بعد اس کے کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے تائید چاہے اس واسطے کہ ہر آئینہ کبھی مطالعہ سے بھی اللہ تعالیٰ وہ مراتب روزی اور نصیب کرتا ہے جو اُس کے حال کی ترقی ہے اور اس کے لئے استخارہ پہلے دیکھ لے تو اور بھی اچھا ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ اس پر سمجھنے اور سمجھانے کا دروازہ کھول دیتا ہے بخشش کی راہ سے منجانب اللہ مستزاد اُس پر جو صورت علم سے ظاہر ہو۔

پس علم کے لئے ایک صورت ظاہری اور ایک سر باطنی اور وہ فہم ہے اور اللہ تعالیٰ نے شرف فہم پر اپنے قول سے آگاہ کر دیا ہے ففہمنا ھا سلیمان وکلا آتینا حکما و علما یعنی سمجھا دیا ہم نے اُسے سلیمان کو اور ہر ایک کو ہم نے حکم اور علم دیا اس میں اشارہ فہم کی طرف زیادہ خصوصیت کے ساتھ کیا اور علیحدہ علیحدہ کہہ دیا حکم اور علم کو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہر آئینہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سناتا ہے۔

پس ہر گاہ سُنانے والا خود اللہ تعالیٰ ہے تو کبھی زبان کے واسطے سے سناتا ہے اور کبھی اُس شئے سے جو اُس کو مطالعہ کتب کے ساتھ روزی سے بیان کیا ہے اسی واسطے جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ کشود کرتا ہے مطالعہ کتب سے اس معنی میں ڈھل گیا جو مسموع سے حسن استماع کی برکت سے نصیب ہوتا ہے تاکہ بندہ اُس میں تجسس اپنے حال کی کرے اور اپنے علم اور ادب کو سیکھے اس واسطے کہ وہ ایک بڑا باب رحمت کے ابواب سے ہے اور سلوک آخرت کے میں سب سے زیادہ نفع دیتا ہے۔

تیسرا باب

علومِ صوفیہ کی فضیلت کے بیان میں اور انمیں سے ایک نمونہ کی طرف اشارہ ہے

حکیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت نبی علیہ السلام سے سوال کیا کہ شر کیا چیز ہے؟ تو فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ سے شر کی بابت سوال نہ کرو اور خیر کی نسبت دریافت کرو تین دفعہ اُس کو فرمایا پھر کہا کہ شریروں کے شریر علماء شریر ہیں اور نیکوں کے نیک علماء نیک ہیں کہ علماء امت کے رہنما اور دین کے ستون اور جہالت

جبلی کی ظلمت کے چراغ اور دیوان اسلام کے پیشرو اور کتاب و سنت کی حکمتوں
کے معاون اور اللہ تعالیٰ کے امنا اُس کے خلق ہیں اور بندگانِ خدا کے طبیب
چارہ ساز اور ملت مستقیم کے نقاد اور بڑے امامت کے بار اُٹھانے والے
ہیں تو وہ زیادہ حق دار خلق میں حقائق تقویٰ اور پرہیز کے ہیں اور تمام بندگانِ
خدا سے بڑھ کر حاجت مند زہد فی الدنیا کے اس واسطے کہ یہ علماء ان باتوں کے
محتاج اپنے نفس اور دوسروں کے لئے ہیں تو اُن کا فساد و صلاح متعدی ہے۔

سفیان بن عینیہ نے کہا سب آدمیوں میں بڑا جاہل وہ ہے جس نے جانی ہوئی
بات کا عمل ترک کر دیا اور سب سے بڑھا ہُوا عالم وہ شخص ہے جس نے عمل اُس پر کیا
جس کا اُسے علم ہُوا اور افضل الناس وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے
لئے فروتنی اور تواضع کرنے والا ہو اور یہ قول صحیح ہے محکم اس وجہ سے کہ عالم جب اپنی
معلومات پر عمل نہ کرے تو وہ عالم ہی نہیں چاہیے کہ اُس کی فصاحت اور تکبّر اور حذاقت
اور مناظرہ و مجادلہ کی قوت تجھے مغالطہ نہ دے اس واسطے کہ جاہل ہے اور
عالم نہیں ہے۔ الا اگر اللہ تعالیٰ برکت علم سے اُس پر بخشش کرے کہ سر آئینہ اسلام
میں علم اپنے اہل کو ضائع نہیں کرتا اور عالم کا برکتِ علم سے پلٹ آنا امید کیا جاتا ہے۔
اور علم فرض ہے اور فضیلت ہے۔

پس فرض وہ ہے کہ انسان کو اُس کے جاننے سے چارہ نہیں ہے تاکہ وہ حق
و واجب دینے پر قائم ہو اور فضیلت وہ ہے جو مقدار حاجت پر زیادہ ہو اُن
چیزوں میں سے جو نفس میں فضیلتاً حاصل کرتا ہے اور کتاب و سنت کے موافق
ہو اور جو علوم کتاب و سنت کے اور جو کچھ ان دونوں سے مستفاد ہُوا ہے یا اُن
دونوں کے سمجھنے پر معین یا اُن کی طرف مستند ہیں خواہ کوئی ہو۔ موافق نہ ہو وے
تو وہ رذیلت ہے اور فضیلت نہیں ہے اس سے انسان کی زیادہ خواری ہوتی
ہے اور دنیا و آخرت کی فرومائیگی ہے۔

پس جو علم کہ فرض ہے اس کی نادانستگی کی وسعت انسان کو نہیں یعنی اُس کے
جانے بغیر رہ نہیں سکتا بنا بر اس کے کہ حضرت انس بن مالک نے روایت کی کہ فرمایا

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی طلب کرو اگرچہ ملکِ چین میں ہو اس واسطے کہ ہر آئینہ علم کا طلب کرنا ہر مُسلمان پر فرض ہے اور علماء نے اس علم میں اختلاف کیا ہے جو فرض ہے۔ بعضوں نے کہا کہ وہ علم اخلاص اور معرفت آفات نفس اور مفسدات اعمال کا ہے۔ اِس لئے کہ اخلاص کے لئے امر ہے اور اخلاص ماموربہ کے گھروں کو نفس کا مکر اور غرور مکائد و شہواتِ خفیہ خراب اور تباہ کرتے ہیں تو اُس کا جاننا فرض ہو گیا اور بعض نے کہا خطرات اور اُس کی تفصیل کا جاننا فرض ہے اس واسطے کہ خطرہ ہے اصل اور جڑ بنیاد نفس کی اور اُس کے مبداء اور منشاء میں اور اسی سے پہچان پڑتا ہے فرق وارد ملکی اور وارد شیطانی کا تو فعل نہیں صحیح ہوتا جب تک کہ اُس کی صحت نہ ہو۔

اور بعضوں نے کہا ہے وہ علم وقت کی طلب ہے اور سہیل بن عبداللہ نے کہا کہ وہ علم حال کی طلب ہے یعنی حکم اُس حال کا ہے اس کے دُنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے درمیان ہو اور بعضوں نے کہا کہ وہ علم حلال کی طلب ہے اس لئے کہ اکل حلال فرض ہے اور ہر آئینہ بعد فریضہ کے فرضیت طلب حلال کی وارد ہُوئی ہے تو اُس کا علم بھی فرض ہو گیا اس شکل سے کہ وہ فرض ہے۔ اور بعضوں نے کہا وہ علم باطن کی طلب ہے اور وہ اُسے کہتے ہیں کہ بندہ کا یقین اُس سے زیادہ ہوتا ہے اور یہ وہ علم ہے کہ جو حاصل ہوتا ہے صحبت سے اور صالحین کی مجالست سے۔ جو علماء صاحبِ یقین اور زہاد مقربین ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لشکر میں داخل کیا ہے کہ اُن کی طرف طالبین کو روانہ کرتا ہے اور اُن کے طریقہ سے ان کو قوی کر دیتا ہے اور انہی کے سبب اُن کو ہدایت کرتا ہے۔

پس عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں اور اُنھی سے علم یقین کی تعریف حاصل ہوتی ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ وہ علم خرید و فروخت اور بیاہ اور طلاق کا ہے کہ جب ارادہ داخل ہونے کا کسی چیز میں ان سے کرے تو اُس پر واجب ہے کہ علم اُس کا حاصل کرے اور بعض نے کہا کہ وہ یہ ہے کہ بندہ ایک عمل کا ارادہ کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ اُس میں اللہ کے واسطے اس پر کیا حق ہے تو اُس

کے لئے جائز نہیں کہ اپنی رائے سے عمل کرے اس واسطے کہ وہ جاہل ناواقف اُن
چیزوں سے ہے جو اُس میں اس کے نفع اور نقصان کی ہے تب وہ کسی عالم کی
طرف رجوع کرتا ہے مگر اُس سے پوچھے عمل سے تاکہ وہ اُس کو جواب بصیرت
کے ساتھ دے اور اپنی رائے سے عمل نہ کرے اور یہ علم ہے جس کا حاصل کرنا
وہاں واجب ہے جہاں کوئی جاہل ہے اور بعض نے کہا علم توحید کی طلب فرض
ہے کوئی کہتا ہے کہ طریقہ نظر و استدلال ہے اور کوئی کہتا ہے کہ وہ طریقہ نقل ہے
اور بعضے صوفیہ نے کہا ہے جبکہ بندہ علامت باطن اور حسن قبول و انقیاد کے
ساتھ اسلام میں ہے اور اس کے سینہ میں کوئی شَے راسخ نہیں ہوئی تو وہ سالم ہے
اور اگر اُس کے سینہ میں کوئی بات جم گئی یا کوئی شَے عقیدہ رد و قدح میں وسوسہ
ڈالتی ہے یا کسی شبہ میں گرفتار ہے جس کے غائلہ سے وہ امن نہیں پاتا ہے کہ اُسے
کسی بدعت یا ضلالت کی طرف کھینچ لے جائے تو اُس پر واجب ہے کہ اشتباہ اور
اشتکشاف کرے اور اہلِ علم اور اُن کے لوگوں کی طرف رجوع کرے جو
اُس کو طریق صواب سمجھائے۔

اور شیخ ابو طالب مکی رحمہ اللہ نے کہا وہ علم فرائض پنجگانہ ہے جس پر اسلام
کی بناء رکھی گئی اس واسطے کہ وہ سب مسلمانوں پر فرض ہیں اور جب اُن کا عمل
فرض ہے تو اُس کے عمل کا علم بھی فرض ہو گیا ہے اور ذکر کیا گیا ہے کہ علم توحید اُس
میں داخل ہے۔ اس لئے کہ اس میں اول دو شہادت ہیں اور اخلاص اس میں
داخل ہے کیونکہ وہ اسلام کی ضرورت سے ہے اور علم اخلاص صحت اسلام میں داخل
ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ وہ ہر ایک مسلمان پر فرض ہے
تو وہ اس کی مقتضی ہے کہ مسلمان اُس کے بغیر علم کے نہ رہے اور جس قدر اقوال کہ پہلے
بیان ہو چکے اکثر اُن میں ایسے ہیں کہ مسلمان کو اس کے خیال میں وسعت ہے اس
واسطے کہ وہ کبھی من کل الوجوہ علم خواطر اور علم حال اور علم حلال کا نہیں رکھتا اور علم الیقین
جو علماء آخرت سے حاصل ہوتا ہے جیسے کہ تُو دیکھتا ہے اور اکثر مسلمان ان چیزوں سے
لاعلم ہیں اور اگر یہ سب چیزیں اُن پر مفروض ہوتیں تو البتہ اکثر خلق اس سے عاجز

رہتیں مگر جس کو اللہ چاہے اور میرا میلان ان اقوال میں شیخ ابوطالب کے قول کی طرف زیادہ ہے اور اُس کے قول کی طرف جس نے کہا ہے کہ اُس پر علم بیع وشرا اور نکاح و طلاق کا واجب ہے جبکہ اُس میں در آنا چاہے اور قسم ہے مجھے اپنی عمر کی علم اُس کا مُسلم پر فرض ہے اور اسی طرح وہ چیز جو شیخ ابوطالب نے بیان کی اور میرے نزدیک اس مسئلہ میں تعریف جامع علم مفروض کی طلب کے لئے ہے اور اللہ تعالےٰ بہتر جاننے والا ہے۔

پس میں کہتا ہوں علم جس کی طلب ہر ایک مُسلمان پر فرض ہے وہ علم امر و نہی ہے اور ماموروہ ہے جس کے کرنے پر ثواب اور اُس کے ترک پر عذاب ہے اور نہی و ممنوع جس کے کرنے پر عذاب اور اُس کے ترک پر ثواب ہے اور مامورات و منہیات سے بعضی دوامی ہیں جو بندہ کو حکم اسلام سے لازم ہیں اور بعضے ایسے ہیں جن میں امرونہی کو دخل اُس وقت ہوتا ہے جب کوئی امر حادث ہو پھر جو لازم مستمر ہے کہ اُس کا لزوم اسلام کے حکم سے پیش آوے اُس کا علم ضرورت اسلام سے واجب ہے اور جو حوادث سے متجدد ہو اور امرونہی اُس میں دخیل ہو تو اُس کا علم اس کے تجدد کے وقت فرض ہے کہ مسلمان مطلق اُس کے جانے بغیر نہیں رہ سکتا اور یہ تعریف اُن سب وجوہ سے زیادہ عام تر ہے جو اُوپر گزریں اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا ہے۔

بعد اس کے مشائخ صُوفیہ اور علماء آخرت نے جو دُنیا سے رغبت نہیں رکھتے علم مفروض کی طلب میں، کوشش میں پائینچے چڑھائے حتیٰ کہ اُس کو شناخت کیا اور امرونہی کو قائم کیا اور اس کام سے بتوفیق الٰہی عہدہ برآ ہوئے۔ پھر جب وہ اس میں مستقیم اور مستقر ہُوئے پیروی کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاں اس کو اللہ تعالیٰ نے استقامت کا حکم دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس مستقیم ہو جیسے تو مامور ہُوا اور وہ شخص جس نے تیرے ساتھ توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر دروازے اُن علوم کے کھول دیئے جن کا پہلے ذکر ہُوا۔

بعضوں نے کہا کون ہے جو اس خطاب استقامت کی طاقت رکھے مگر وہ شخص جو مشاہدات قوی اور انوار ظاہر اور آثار صادق سے مدد دیئے گئے ہیں

۱؎ تفحص وجستجو ۱۲۔ منہ

جن کو ہر عزم کی ثابت قدمی ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اگر ہم تجھے ثابت نہ رکھتے۔ پھر حفاظت کیا گیا مشاہدہ اور مشافہہ خطاب کے وقت میں اور وہ بنایا سنوارا ہوا قرب کے مقام میں اور مخاطب ہے بساط انس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُس کے بعد مخاطب قول اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوا فاستقم کما امرت یعنی پس مستقیم ہو جیسے تو مامور ہے اور اگر نہ ہوتے یہ مقدمات تو نہ پاتے طاقت استقامت کی، جس کے ساتھ مامور ہوئے اور ابو حفص سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ کہا کہ استقامت، اس واسطے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قائم اور مستقیم ہو حالانکہ اُس کے محافظ نہ ہو سکو گے۔

اور امام جعفر صادقؓ نے اس حکم کی تفسیر میں فاستقم کما امرت کہا ہے کہ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف صحت عزم کے ساتھ نیاز و افتشاؐ کے، اور بعض صالحین نے خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ سے روایت کیا گیا ہے کہ ہر آئینہ آپ نے فرمایا ہے شیبتنی سورۃ ھود واخواتھا یعنی سورۂ ہود اور اس کے اخوات نے مجھے بوڑھا اور ضعیف کر دیا تو فرمایا ہاں کہا پھر میں نے کہا کس چیز نے اُن میں سے آپؐ کو بوڑھا کر دیا۔ آیا انبیأ کے قصص اور اُمتوں کی ہلاکت نے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں ولیکن اُس کے قول نے فاستقم کما امرت۔

پس جس طرح کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد از مقدمات مشاہدات اس خطاب سے مخاطب ہوئے اور حقائق استقامت کے ساتھ مخاطب کئے گئے اسی طرح علماء آخرت جو دُنیا سے بے رغبت ہیں اور مشائخ صوفیہ جو مقرب ہیں اللہ تعالےٰ نے اُن کو حصّہ اور نصیب اُس میں سے عطا کیا ہے پھر اُن پر الہام مطالبہ اس کا کیا کہ واجبی حق استقامت کے لئے آمادہ اور مستعد ہوں اور استقامت کو بڑا مقصود اور اعلیٰ مطلوب چاہا۔

ابو علی جُرجانی نے کہا ہے کہ طالب استقامت ہو نہ طالب کرامت اس واسطے کہ ہر آئینہ تیرا نفس طلب کرامت میں متحرک ہے اور تجھ سے تیرا پروردگار استقامت

چاہتا ہے۔ اور یہ جو اُس نے بیان کیا بڑی اصل اور بڑا اگر اس باب میں ہے اور ایک راز ہے جس کی حقیقت سے اکثر اہلِ سلوک و طلب نے غفلت کی ہے اور بات یہ ہے کہ مجتہد اور عابد لوگوں نے سُن لیا ہے صالحین سلف کے سینہ کا حال اور جو اُن کو کرامات اور خوارق عادات سے عطا ہُوا تو ہمیشہ اُن کے نفوس کسی ایک نہ ایک چیز کی طرف اُن میں جھانکتے اور تاکتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تھوڑا بہت اس میں سے ہمیں بھی نصیب ہو اور کیا عجب ہے کہ کوئی اُن میں سے شکستہ خاطر رہ جاتا ہے تہمت اپنے نفس پر لگاتا ہوا کہ صحت عمل میں نہیں اس لئے کوئی بات اُن میں سے کشف نہیں ہوئی اور جو اس کا سِر ان کو معلوم ہوتا تو اُن کے معاملہ میں آسانی ہو جاتی۔ تب وہ جان لیتا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کبھی اس کا دروازہ بعضے سچّے مجتہدوں پر مفتوح کرتا ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ خوارق عادات اور آثار قدرت سے جو وہ دیکھتا ہے یقین کو ترقی ہوتی ہے تب اُس کا عزم دُنیا میں زہد کرنے کا اور حدثاتِ دُنیوی سے نکل جانے کا قوی ہو جاتا ہے اور کبھی اُس کے بعضے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کو مکاشفہ صرف یقین سے ہوتا ہے اور پردے اُس کے دل کے اُٹھائے جاتے ہیں اور جس کو فقط یقین سے کشف ہو تو اُس کی بدولت وہ خوارق عادات کے مطالعہ سے بے نیاز ہوتا ہے اس لئے کہ مراد اس سے یقین کا حصول ہوتا ہے اور ہر آئینہ یقین کلی حاصل ہو گیا اور جس کو صرف یقین نصیب ہوا اس میں سے کسی شئے کا کشف ہو تو ارادہ و یقین نہیں ہوتا۔

پس حکمت مقتضی اس کی نہیں ہے کہ اُس کے لئے خوارق عادات سے کشف قدرت ہو۔ اس لئے کہ یہ موقع استغنا کا ہے اور حکمت دوسرے کے لئے مقتضی اُس کے کشف کی ہے اس واسطے کہ موقع اُس کی حاجت کا ہے تو یہ دوسرا شخص استعداد اور لیاقت میں اکمل اور اتم اول شخص سے ہے اس حیثیت سے کہ حاصل اُس کا یعنی یقین خالص اس کو نصیب ہُوا بدوں اس کے کہ قدرت کو معائنہ کرے اس واسطے کہ اس میں ایک آفت ہے وہ کیا عجب ہے پس وہ اُس کے سبب کسی چیز کے دیکھنے سے مستغنی ہو گیا اس واسطے طالب صادق کی راہ یہ ہے کہ مطالبہ نفس استقامت سے کرے کہ وہ کُل کرامت

ہے۔ پھر اگر اُس کی راہ میں کوئی شے اُس میں کی آجائے تو جائز ہے اور اچھی ہے۔
اور جو نہ پیش آوے تو اُس کی کچھ پرواہ اُسے نہیں ہے اور اس سے اُس کا کچھ
نقصان نہیں ہے اور نقص ہے تو یہی کہ حق استقامت واجبی میں خلل اور فرق پڑے۔
پس چاہیئے کہ یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے اس واسطے کہ وہ طالبین کے لئے بڑی
اصل اور اعلیٰ قاعدہ ہے تو علماء زاہد اور مشائخ صوفیہ اور مقربین اس صورت سے کہ
واجب حق استقامت کے قیام سے مشرف اور مکرم ہوئے تو وہ تمام علوم نصیب اُن
کے ہوئے جن کا اشارہ متقدمین نے کیا ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں اور انہوں نے
زعم کیا ہے کہ وہ فرض ہے تو اُس میں کا علم حال علم قیام اور علم خواطر ہے عنقریب علم
الجوائز اور اس کی تفصیلوں کو ایک باب خاص میں بیان کریں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ

اور علم یقین اور علم اخلاص اور علم نفس اور معرفت اُس کی اور اس کے اخلاق
کی اور نفس کا علم و معرفت علوم قوی میں سب سے بڑھ کر عزیز اور بزرگ ہے اور
مقربین و صوفیہ کے طریق سے راست اور درست تر سب آدمیوں میں وہی ہے جو
اُن سب سے زیادہ راست اور درست تر معرفت نفس میں ہو اور علم معرفت اقسام
دنیا اور وجوہ دقائق ہوئے اور مخفی شہوات نفس اور حرص اُس کی اور علم ضرورت
اور مطالبہ نفس و قوت بہ ضرورت قول اور فعل اور کپڑے پہننے اور اُتارنے میں
کھانے میں اور سونے میں اور حقائق توبہ کی معرفت اور چھپے ہوئے گناہوں کا
علم اور اُن سیئات کا علم جو ابرار کے حسنات ہیں اور نفس کا مطالبہ غیر مطلوب کی
ترک سے اور باطن کا مطالبہ خطرات معصیت کے روکنے سے پھر فضول خطروں کے
روکنے سے۔ پھر علم مراقبہ اور علم اُن اشیاء کا جو مراقبہ میں خلل ڈالے اور علم محاسبہ و
رعایت اور علم حقائق التوکل اور متوکل کے اُس کے توکل میں اور مراقبہ میں جو چیزیں
خارج اور مخل ہیں اور جو چیزیں کہ خارج اور مخل نہیں ہیں اور فرق اس توکل میں
کہ بحکم ایمان واجب ہیں اور اس توکل خاص میں جو اہل عرفان کے ساتھ مختص ہے
اور علم رضا اور مقام رضا کے گناہ اور علم زہد اور اُس کی حدبندی لوازم ضرورت سے
اور اُن باتوں سے جو اُس کی حقیقت کی قادح نہیں ہے اور معرفت زہد فی الزہد اور

زہد فی الزاہد کے بعد معرفت زہد ثالث کی اور علم انابت و التجاء اور معرفت اوقات دُعا اور سکوت عن الدعاء، اور علم محبت اور تفاوت محبت عامہ میں جس کی تفصیل امتثال امر سے کی گئی اور محبت خاصہ اور ہر آئینہ ایک گروہ نے علماء الدنیا سے انکار بما دعوی علماءِ آخرت کا محبت خاصہ ہے جس طرح کہ رضا سے انھوں نے انکار کیا ہے اور کہا وہ بجز صبر کے نہیں ہے اور محبت خاص کا تقسیم ہونا محبت ذات اور محبت صفات میں اور تفاوت محبت قلب اور محبت روح اور محبت عقل اور محبت نفس میں اور فرق محب اور محبوب اور مرید و مراد کے مقام میں۔ پھر علوم مشاہدت جس طرح ہیئت اور انس اور قبض اور بسط اور قبض اور ہم اور بسط و نشاط میں فرق اور علم فنا و بقا اور تفاوتِ احوال فنا و استثناء اور تجلی و جمع و فرق و لوامع وطوالع اور بوادی اور صحو و سکر وغیر ذلک۔ اگر وقت میں گنجائش ہوئی تو اُن کو ہم بیان کریں گے اور اُن کو متعدد جلدوں میں شرح و بسط سے لکھیں گے۔ لیکن عمر کوتاہ ہے اور وقت عزیز ہے اور اگر غفلت اس میں شریک نہ ہوتی تو اس سے زیادہ وقت تنگ ہوتا اور یہ مختصر تالیف علوم قوم صوفیہ کے متاع نیک کو محتوی ہے۔ خدائے کریم سے ہمیں امید ہے کہ اُس سے نفع حاصل ہو اور ہمارے فائدہ کے لئے حجت ہو نہ ہمارے نقصان کے لئے۔

اور یہ سب علوم ہیں کہ ان کے اوراد اور علوم ہیں کہ اُن کے مقتضا پر عمل کیا اور انہی کے ساتھ علماء آخرت زہاد فتحیاب ہوئے اور علماء دنیا طلب پر حرام ہو گئے ہیں اور وہ علوم ذوقیہ ہیں کہ اُن کی طرف نہیں قریب ہے کہ نظر پہنچے مگر ذوق سے اور وجدان سے جس طرح کہ حلاوت شکر کی کیفیت کا علم کہ وصف سے حاصل نہیں ہوتا تو جس نے اُسے چکھا اُسی نے اُسے جانا اور شرف علم صوفیہ اور زہاد علماء کا تجھے آگاہ کرتا ہے کہ اور سب علوم کی تحصیل محبت دُنیا اور حقائق دُنیا کے خلل اندازی کے ساتھ متعذر اور دشوار نہیں ہے اور بسا اوقات محبت دُنیا اُس کے حصول کی ممد و معاون ہوتی ہے اس واسطے کہ نفوس پر اشتغال اُن علوم میں شاق ہے تو جاہ و رفعت کی محبت اُن کی سرشت میں داخل کی گئی جبکہ ان مدارج کا حصول

علم کے حصول سے سمجھ لئے تو زحمت کا تحمل اور شب بیداری اور مسافری اور غربت اور اشکال لذت اور شہوات کا اپنے اُوپر گوارا اور قبول کیا اور اس قوم کے علوم دُنیا کی محبت کے ساتھ نہیں حاصل ہُوئے اور بلا علیحدگی ہوا کے انکشاف اُن کا نہیں ہوتا اور اُس کا درس بھی بجز مدرسۂ تقویٰ کے نہیں ہوتا۔ قال اللہ تعالےٰ: واتقوا اللہ و یعلمکم اللہ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ڈرو تم اللہ تعالےٰ سے اور اللہ تعالیٰ تم کو تعلیم دیتا ہے علم کو میراث تقویٰ بنایا اور اس قوم کے علوم آسان ہیں، بلاشک اس کے غیر سے۔

پس علماء الآخرۃ کے علم کا فضل معلوم ہُوا اس حیثیت سے کہ اولوالالباب کے سوا دوسرے کے لئے نقاب نہیں کھولتا اور اولوالالباب و دانشمند درحقیقت وہی لوگ ہیں جنہوں نے دُنیا کی طرف رغبت نہیں کی۔ بعض فقہاء نے کہا ہے جبکہ کوئی شخص اپنے مال کی وصیت اعقل الناس کے لئے کہے تو وہ مال زہاد کے لئے خرچ کیا جائے اس واسطے کہ وہ تمام خلق سے زیادہ عقل والے ہیں۔ کہا ہے سہیل بن عبداللہ تستری نے کہ عقل کے ہزار نام ہیں اور ہر ایک نام کے ہزار نام ہیں اور ہر اسم کا اول ترک دنیا ہے۔

ابوعبداللہ خواص سے روایت ہے اور یہ اصحاب حاتم سے ہیں کہا ایک دفعہ مَیں ابوعبدالرحمٰن حاتم اصم کے ساتھ شہر رے میں پہنچا اور تین سو بیس آدمی اس کے ساتھ تھے جن کا ارادہ حج کا تھا اور سب کمبل اور جبہ پہنے ہُوئے تھے نہ اُس کے پاس کھانا تھا اور نہ توشہ دان تھا تو ہم شہر رے میں ایک شخص سوداگر کے یہاں اُترے جو متعبد درویش دوست تھا اور ہم سب کی رات کو اُس نے دعوت کی۔ جب صُبح ہوئی تو حاتم سے کہا یا ابا عبدالرحمٰن آیا تجھے کسی چیز کی حاجت ہے کہ مَیں عیادت کو اپنے ایک فقیہ کی جایا چاہتا ہوں کہ بیمار ہے اُس پر حاتم نے کہا اگر تمہارا فقیہ بیمار ہے تو فقیہ کی بیمارپُرسی ہمارے لئے فضل ہے اور فقیہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے پس مَیں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ اور محمد بن مقاتل قاضی شہر رے علیل تھے۔ پھر کہا کہ ہم ابوعبدالرحمٰن کے ساتھ گئے

اور دروازہ پر پہنچے تو ایسا ایکی ایک اونچا دروازہ خوشنما ملا تو حاتم متفکر ٹھٹھک رہا۔ کہتا تھا کہ عالم کا دروازہ اس طرح کا بعدازاں اُن سب کے لئے اجازت ہوئی تو سب گھر میں گئے تو دیکھا کہ ایک مکان پاکیزہ فرش بچھا ہوا اور نوکر چاکر اور پردے پڑے ہوئے اور خلقت جمع ہے پھر حاتم فکر میں گئے۔ بعدازاں اُس مجلس کی طرف چلے جہاں وہ قاضی علیل تھا دیکھیں تو نفیس فرش اُس میں بچھے تھے اور اُن پر قاضی سو رہا تھا اور اُس کے سرہانے ایک لڑکا سبزہ آغاز ہاتھ میں اُس کے چونری تھی پھر رازی تو بیٹھ کر حال پوچھنے لگا اور حاتم کھڑا رہا کہ اس میں ابن مقاتل نے اُس کی طرف اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ وہ بولا کہ میں نہیں بیٹھتا تو ابن مقاتل نے اُس سے کہا کہ آیا تجھے کسی چیز کی حاجت ہے؟ کہا ہاں! کہا وہ کیا ہے؟ کہا ایک مسئلہ ہے جو تجھ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہا اچھا پوچھئے کہا تو اُٹھ بیٹھ تاکہ میں تجھ سے وہ مسئلہ پوچھوں۔ تب اپنے نوکروں سے کہا تو انہوں نے تکیہ لگا دیا اُس وقت حاتم نے اُس سے کہا یہ اپنا علم کہاں سے تُو نے حاصل کیا؟ کہا ثقات نے اس کی حدیث مجھ سے کی ہے۔ کہا کس سے؟ کہا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کہا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سے؟ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، کہا اور رسول اللہ اُسے کہاں سے لائے؟ کہا جبرئیل سے۔

حاتم نے کہا پس وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ سے جبرئیل لائے اور رسول اللہ تک پہنچایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو اور صحابہؓ نے ثقات کو اور ثقات نے تم کو پہنچائی۔ آیا تو نے سنا کسی کو جو اپنے گھر میں امیر ہو اور اُس کے نوکر چاکر بہت ہوں تو اُس کا درجہ بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہو؟ کہا نہیں۔ کہا پھر کس طرح تُو نے سُنا تو کہا جس شخص نے دُنیا کی طرف زہد کیا ہو اور آخرت میں رغبت کی ہو اور مساکین کو دوست رکھا ہو اور آخرت کے لئے پہلے سے بھیجا ہو اُس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ ہے۔

حاتم نے کہا پھر تو نے کس کی اقتدا اور پیروی کی آیا نبی علیہ السلام اور اُس کے صحابہ اور صالحین کی یا کہ فرعون و نمرود کی جنہوں نے پہلے پہل چونہ اور پختہ اینٹ

کی عمارت بنوائی ؟ اے علماء بدتم ابلیسوں کو جاہل جو دُنیا کا طالب اور اُس کا راغب ہو دیکھے تو کہے تو کہے عالم اور یہ حالت مَیں اس سے بدتر نہیں ہوں، اور اس کے پاس سے چلا گیا تو ابن مقاتل زیادہ متحیر ہو گیا۔ پھر اہل رے کو اس ماجرے کی جو اُس کے اور ابن مقاتل کا تھا خبر پہنچی اُس پر سب لوگوں نے اُس سے کہا یا ابا عبدالرحمٰن قزوین میں اس سے بڑی شان کا عالم ہے اور طنافسی کی طرف اس سے ایما کیا کہا تو اُس کی طرف قصداً روانہ ہُوا اور اُس کے پاس پہنچے۔ تب کہا اللہ تیرے اوپر رحم کرے مَیں ایک عجمی شخص ہوں چاہتا ہوں کہ تُو مجھے سکھا دے جو دین کی سب سے پہلی چیز ہے اور میری نماز کی کنجی ہے مَیں کس طرح نماز کے لئے وضو کروں کہا ہاں بہت اچھا صاحبزادے لے آؤ برتن جس میں پانی تھا۔ پھر وہ برتن لے آیا جس میں پانی تھا۔ پھر طنافسی بیٹھ گیا اور دھویا تین تین بار ہر عضو کو بعد اُس کے کہا اس طرح وضو کر و تو حاتم بیٹھا اور تین تین بار دھویا یہاں تک کہ وہ ہاتھوں کے دھونے تک پہنچا تو چار دفعہ اُن کو دھویا۔ اس پر طنافسی نے اس سے کہا اے اسراف تُو نے کیا۔ اس پر حاتم نے اُس سے کہا کس چیز میں ؟ کہا تُو نے اپنے دونوں ہاتھ چار بار دھوئے۔ حاتم نے کہا اے سبحان اللہ! مَیں نے ایک چلو پانی میں اسراف کیا اور آپ نے اس کل جمع میں اسراف نہیں کیا تو طنافسی سمجھ گیا کہ اس نے قصد اعتراض کا اس سے کیا اور اس سے سیکھنے کا ارادہ نہ کیا اور گھر میں گھُس گیا اور چالیس دن تک لوگوں سے ملاقات نہ کی۔

پھر جب بغداد میں پہنچا تو اہلِ بغداد اُس کے پاس آکر جمع ہُوئے اور اُس سے کہا یا ابا عبدالرحمٰن تو ایک عجمی شخص گُند زبان ہے کوئی تجھ سے کلام نہیں کرتا مگر یہ کہ اس کو قطع کر دیتا ہے کیا مجھ میں تین خصلتیں ہیں جن کی قوت سے مَیں اپنے خصم پر غالب آتا ہوں ؟ لوگوں نے کہا وہ کیا ہیں؟ کہا جب میرا خصم فائز المرام ہو تو مَیں خوش ہوتا ہوں اور جب خطا کرے تو مَیں غمگین ہوتا ہوں اور مَیں اپنے نفس کی حفاظت اس سے کرتا ہوں کہ اُس پر جہل اور سختی کروں۔ یہ بات احمد بن حنبل تک پہنچی اور اس کے پاس آیا اور کہا سبحان اللہ! کیا ہی عاقل ہے،

پھر اُس کے پاس آئے کہا یا ابا عبدالرحمٰن دُنیا سے سلامت کیا ہے؟ حاتم نے کہا یا ابا عبداللہ! دُنیا سے تو سلامت نہ رہے گا جب تک کہ تجھ میں چار خصلت نہ ہوں۔ کہا وہ کیا ہیں یا ابا عبدالرحمٰن کہا جہالت جو قوم کرے اُس سے تو درگزر کر اور اپنی جہالت کو اُن سے باز رکھ اور اُن کے لئے اپنی چیز خرچ کر اور اُن کی چیزوں سے تو مایوس ہو۔ جس وقت یہ برتاؤ تیرا ہوگا تو سلامت رہے گا پھر مدینہ کو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء یعنی بجز اس کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے وہی بندے ہیں جو عالم ہیں۔ انما کے کلمہ کے ساتھ ذکر کیا تو علم کا انتفا اُن لوگوں سے ہوتا ہے جو اللہ سے نہیں ڈرتے ہیں مثل اس کے کہ جس وقت کہا انما یدخل الدار بغدادی۔ یعنی سوا اس کے نہیں کہ گھر میں بغدادی داخل ہو تو بغدادی کے سوا دوسرے کسی کا گھر میں آنا منتفی ہوتا۔ پس علماء آخرت کے لئے یہ بات واضح ہو گئی کہ مقامات قرب اور مواقع عرفان کی راہ مسدود ہے مگر جبکہ زہد اور تقویٰ ہو۔

ابویزیدؒ نے کہا میں نے ایک دن اپنے یاروں سے کہا کہ کل شب کو میں صبح تک کوشش کرتا رہا کہ کہوں لاالہ الا اللہ مگر میں نے اس پر قدرت نہ پائی۔ پوچھا گیا کہ یہ کیونکر؟ کہا میں نے لڑکپن میں ایک کلمہ کہا تھا تو اب اُس کلمہ کی وحشت مجھ پر آپہنچی اور مجھے اُس سے روک دیا اور مجھے اس شخص سے تعجب ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور وہ کسی شئے کے ساتھ اُس کی صفات سے متصف ہے۔ پس صفاء تقویٰ اور کمال بے رغبتی دنیا سے بندہ علم میں راسخ ہوتا ہے۔

واسطیؒ نے کہا علم میں راسخ وہ لوگ ہیں جو اپنی ارواح سے غیب الغیب میں سر السر کے اندر راسخ ہو گئے ہیں۔ پس پہچانا اُنہیں جس نے اُنہیں پہچانا اور دریائے علم میں فہم کے ساتھ ڈوب گئے تاکہ ترقی حاصل کریں۔ پھر اُن کے لئے خزائن جمع شدہ کھل گئے جو فہم سے ہر ایک حرف کے نیچے کلام اور عجائب خطاب سے تھے پھر حکم کے ساتھ گفتگو کی۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے راسخ وہ شخص ہے جو خطاب کے محل مراد سے واقف ہُوا۔

اور کہا بزازؒ نے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمام علوم میں کامل ہیں اور ان کی معرفت حاصل

کی اور تمام خلائق کی ہمتوں پر مطلع ہوئے ہیں۔ اور یہ ابو سعیدؒ کا قول ہے جس کی یہ مراد نہیں ہے کہ راسخ فی العلم کے سزاوار یہ بات ہے کہ علوم کی جزئیات سے واقف ہو اور اس میں کمال رکھتا ہو۔ اس واسطے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ راسخین فی العلم سے تھے اور اس قول اللہ تعالیٰ کے معنی میں توقف کیا وفاکہۃ وابا اور کہا ابا کیا چیز ہے؟ پھر کہا یہ بجز تکلیف نہیں ہے اور منقول ہے کہ یہ وقوف اب کے معنی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھا اور اس سے صرف ابو سعید کی مراد وہی ہے جس کی تفسیر اُس کے قبل کلام نے آخر کلام کے ساتھ کی اور وہ یہ قول ہے اطلعوا علی ھمم الخلائق کلھم یعنی وہ آگاہ ہیں ساری خلق کی ہمتوں پر اس واسطے کہ ہر آئینہ متقی نے اثبات تقویٰ کا و زاہد حق نے زہد کا دنیا میں کر دیا۔ اُس کا باطن صاف اور اُس کے قلب کا آئینہ روشن ہو گیا اور لوح محفوظ سے اُس کو کسی قدر سامنا اور محاذات ہو گئی تو اُس نے صفائی باطن سے اصول وامہات علوم کا ادراک کر لیا۔

پس وہ منتہاء اقدام علماء کا اُن کے علوم میں جانتا ہے اور ہر ایک کے فائدہ کو سمجھتا ہے اور علوم جزئیہ تعلیم اور مشق سے نفوس میں متخبری اور منقسم ہیں اس واسطے علم کلی اُن کا اس سے مستغنی نہیں کرتا کہ جزئی میں رجوع کرے اُس کے اہل وہی ہیں جو اُس کے ظروف ہیں۔ پس ان لوگوں کے نفوس جزئی سے بھر گئے اور اسی میں مشغول ہوئے اور جزئی کے سبب وہ کلی سے منقطع اور علیحدہ ہو گئے۔ اور علماء زاہدین کے نفوس نے بعد اس کے کہ ضروری چیزیں اُس میں کی جو اصل دین میں ہیں اور بنیاد اُس کی شرع سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رُخ کیا اور اشیاء سے اُس کی طرف جھک گئے اور ارواح اُن کی قرب الٰہی کے مقام سے واصل ہو گئی تب اُن کی ارواح نے اُن کے قلوب پر انوار پہنچائے جس کے سبب سے وہ مستعد اور مہیا ادراک علوم کے لئے تھے۔

پس ان کی ارواح نے عالم ازلی کی توجہ کے سبب ادراک علوم کی حد سے ترقی کی۔ اور ایسے وجود سے مجرد اور منفرد ہو گئیں جو ظرفیت علم کے لئے صلاحیت رکھتا تھا اور اُن کے قلوب اُس وجہ کی نسبت سے جو نفوس کے ساتھ رکھتے ہیں ظروف وجودی ہو گئے جو وجود علم کے مناسب نسبت وجودیہ سے تھے تو وہ علوم سے اور علوم اُن سے

باہم مل جل گئے اس مناسبت سے کہ انفصال علوم کا اُن سے بوجہ اتصال لوح محفوظ کے ہو گیا اور انفصال سے مراد صرف یہ ہے کہ انتعاش اُن کا لوح محفوظ میں ہے۔ دوسرے میں نہیں اور انفصال قلوب کا ارواح کے مقام سے اس واسطے ہے کہ قلوب متجذب نفوس کی طرف ہوتے ہیں تو ان دونوں منفصل یعنی علوم اور قلوب میں ایک نسبت اشتراک ہے جو باعث تالف اور امتزاج کے ہے تو علوم اس واسطے حاصل ہو گئے اور عالم ربانی راسخ فی العلم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بعض کتابوں میں جو نازل کی گئیں وحی کی کہ اے بنی اسرائیل مت کہو کہ علم آسمان میں ہے کون اُسے اُتارے اور نہ یہ کہو کہ زمین کے اطراف اور کناروں پر ہے، کون اُسے چڑھائے اور نہ دریاؤں کے اُس پار ہے کون دریا اُتر کر جائے کہ اُس کو لے آئے علم تمہارے قلوب میں رکھا گیا ہے۔ فرشتوں کے آداب سے میرے سامنے ادب کرو اور صدیقین کے اخلاق سے میرے ساتھ پیش آؤ علم کو تمہارے قلوب سے آ بچاؤں گا حتیٰ کہ تم کو چھپا لے گا۔ اور دبا لے گا۔ پس فرشتوں کے آداب سے مؤدب ہونا نفس کو اُس کی طبعی امور کی خواہشوں سے باز رکھنا ہے اور صریح علم سے اُن کا جڑ سے اکھیڑ ڈالنا خواہ کسی قول سے ہو یا کسی فعل میں ہو اور یہ اُسی کے لئے صحیح اور درست ہے جس نے جانا اور قرب حاصل کیا اور حضوری کا راستہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کے سامنے پایا تب وہ حق کے واسطے حق کے ساتھ محفوظ ہوتا ہے۔

حسان بن عطیہ سے روایت ہے کہا مجھے خبر پہنچی کہ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک منزل میں اُترے اور کہا دستر خوان ہمارے سامنے لاؤ تاکہ اُس کے ساتھ بازی کریں۔ یہ بات اس سے مکروہ سمجھی گئی تو کہا جب سے مسلمان ہُوا ہوں کوئی کلمہ میری زبان سے کلام میں نہیں نکلا مگر یہ کہ مہار اس کی مَیں نے لگائی۔ پھر دوسری لگام دیتا ہوں تم اس کے سبب میرے اوپر باغشتہ نہ ہو۔ پس اسی کی مثال فرشتوں کے آداب سے ادب حاصل کرتا ہے۔ انجیل میں لکھا ہُوا ہے جو چیز تم نہ جانتے ہو اُس کا علم طلب کرو جب تک کہ تم اس پر عمل نہ کر لو جو تم اُسے جان چکے ہو۔ اور بہر آئینہ، ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہُوا ہے کہ شیطان اکثر علم کے

ساتھ ہر آئینہ تم پر سبقت لے گیا ہے۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ کس طرح علم سے ہمارے اُوپر وہ سبقت لے گیا۔ فرمایا کہ وہ کہتا ہے علم طلب کر اور عمل نہ کر جب تک کہ علم تو نہ پڑھ لے اس واسطے ہمیشہ بندہ علم ہی پڑھتا ہے اور عمل کو ٹالتا ہے یہاں تک کہ مر جائے اور عمل نہ کیا۔

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے علم کثرت روایت سے نہیں ہوتا۔ علم خوف ہی ہے اور حسن نے کہا ہے کہ ہر آئینہ اللہ تعالےٰ ذی علم و روایت کی پرواہ نہیں کرتا۔ اگر پرواہ کرتا ہے تو صاحب علم و درایت کی کرتا ہے تو علوم وراثۃ علم وارستہ سے نکلے ہوئے ہیں اور علوم وارستہ خالص دودھ کی مثال ہیں جو پینے والوں کے حلق سے باسانی اُترتا ہے اور علوم وراثۃ کی مثال مسکہ ہے جو اُس سے نکلتا ہے اگر دودھ نہ ہو تو مسکہ بھی نہ ہو۔ مگر دُہنیت اور چکنائی ہے جو دُودھ سے مقصود ہے اور مائیت اور پانی پن دُودھ میں ایک جسم ہے جس کے ساتھ رُوح دُہنیت قائم ہے اور مائیت کے ساتھ قوام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "پانی سے ہم نے ہر ایک شئے زندہ کی"۔ اور فرمایا بھلا وہ شخص مُردہ تھا پھر اُس کو ہم نے زندہ کیا یعنی کفر کے سبب مُردہ تھا۔ پس اسلام سے اُس کو زندہ کیا تو اسلام سے زندہ کرنا وہی قوام اول اور اصل اوّل ہے اور اسلام کے لئے بہت علم ہیں اور مبانی اسلام کے علوم ہیں۔ اور اسلام بعد ایمان کے صرف تصدیق کی نظر سے ہے ولیکن ایمان کے لئے بعد ازاں کہ اسلام کے ساتھ متحقق ہو بہت فروع ہیں اور وہ مراتب ہیں جیسے علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین کہ وہ ہر آئینہ کبھی توحید اور معرفت اور مشاہدہ کے لئے مستعمل ہوتے ہیں اور ایمان کے لئے ہر ایک فرع میں اُس کے فروع سے بہت علم ہیں تو علوم اسلام علوم اللسان ہیں اور علوم الایمان علوم القلوب ہیں پھر علم قلوب کے لئے وصف خاص اور وصف عام ہے پھر وصف عام علم الیقین ہے اور اُس کی طرف کبھی تو بحث اور استدلال سے وصول اور ملاپ ہوتا ہے اور اس میں علماء دنیا علماء آخرت کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اور ایک وصف خاص اُس میں ہے جس سے علماء آخرت مختص ہیں اور وہ سکینہ اور ایک آرام کی چیز ہے جو مومنین کے قلوب میں نازل کی گئی ہے تاکہ

وہ اپنے ایمانوں پر اور بھی ایمان زیادہ کریں بنا بریں تمام مراتب کو اسم ایمان مشتمل اپنے وصفِ خاص سے ہے اور اپنے وصفِ عام سے مشتمل نہیں ہے تو بنظر وصف عام یقین اور اُس کے مراتب علم ایمان سے ہیں اور بنظر وصف عام کے یقین زیادہ علی الایمان ہے اور مشاہدہ وصف خاص یقین میں ہے اور وہ عین الیقین ہے اور عین الیقین میں وصف خاص ہے اور وہ حق الیقین ہے۔

پس حق الیقین اس وقت مشاہدہ سے بڑھ کر ہے اور حق الیقین کا موطن اور مستقر آخرت میں ہے اور دُنیا میں اُس سے ایک لمحہ کا لمحہ اپنے اہل کے لئے ہے اور وہ اُن تمام چیزوں سے اعلیٰ اور افضل ہے جو اقسام علم مالیہ سے ہیں اس واسطے کہ وہ وجدان تو علم صوفیہ اور زہاد ذی علم کی نسبت اُن علماء دنیا کے علم کی طرف جو نظر اور استدلال کے طریقہ سے درجہ یقین کو پہنچے ہیں اُس چیز کی نسبت کی مثال ہے جس کا ذکر ہم نے علم وراثۃ اور وارستہ سے کیا ہے ان کا علم دُودھ کی مثال ہے اس واسطے کہ وہ یقین اور ایمان ہے جو کہ جڑ بنیاد ہے اور علم صوفیہ باللہ تعالےٰ کا مقامات مشاہدہ سے ہے اور عین الیقین اور حق الیقین مسکہ کے مانند ہے جو دودھ سے نکلا ہوا ہو۔ پس انسان کی فضیلت علم کی فضیلت سے ہے اور اعمال کی زرانت اور وقار اُسی قدر ہے کہ جتنا حصہ علم کا حاصل ہُوا ہو۔ اور بے شک حدیث میں وارد ہُوا ہے عالم کو ترجیح عابد پر ایسی ہے کہ جیسے مجھے میری اُمت پر ہے اور اس علم میں اشارت علم بیع وشرا و طلاق وعتاق کی طرف نہیں ہے اور جو اشارہ ہے وہ علم باللہ تعالیٰ اور قوت یقین کی طرف ہے اور کبھی بندہ عالم باللہ ہوتا ہے صاحب یقین کامل اور حالانکہ اُس کے پاس فرض کفایات کا علم نہیں ہے اور ہر آئینہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علماء تابعین سے بہت بڑھ کر عالم حقائق تعیین اور دقائق معرفت کے تھے اور تحقیق علماء تابعین اُن میں ایسے تھے جو علم فتویٰ اور احکام کے اندر اُن میں سے بعض کی نسبت بڑی استوار اور مستقیم تھی۔

روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی چیز کا مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے کہ سعید ابن المسیب سے پوچھو، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے کہ جابر بن عبداللہ سے پوچھو۔

اگر اہلِ بصری اُس کے فتویٰ پر اُتریں تو اُس کے لئے وسعت اور گنجائش ہے اور حضرت انس بن مالک فرماتے کہ مولانا حسن سے دریافت کرو اس واسطے کہ ہر آئینہ اُسے یاد ہے اور ہم بھُول گئے۔ تو ان صحابہؓ کا حال یہ تھا کہ علم فتویٰ اور احکام میں تابعین کی طرف لوگوں کو پھیر دیتے تھے اور ان تابعین کو حقائق یقین اور دقائق سکھلاتے تھے اور یہ بات اس واسطے تھی کہ صحابہ اس معاملہ میں زیادہ استوار تابعین سے تھے کہ وحی منزل کی طرق ان کو پہنچی تھی اور کثرت و وفور علم مجمل و مفصّل نے اُن کو مستغرق کر دیا تھا تو اُن سے ایک گروہ نے مجمل اور مفصل کو حاصل کیا اور ایک گروہ نے مفصل بدوں مجمل کے سیکھا اور حال یہ ہے کہ مجمل اصل علم ہے اور اُس کا مفصّل طہارت قلوب اور قوت اصلی سے الگ بہ کمالِ استعداد اکتساب کیا گیا اور خواص کے ساتھ مختص ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن یعنی بُلا اپنے پروردگار کی راہ پر حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور اُن کو الزام دے ایسی چیز سے جو نیک ہو۔ اور فرمایا قل ھذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ یعنی تُو کہہ کہ یہ راستہ میرا ہے مَیں اللہ تعالیٰ کی طرف بصیرت سے بُلاتا ہوں تو ان سبیلوں کے سالک اور ان دعوتوں کے قلوب قابل ہیں تو بعضے اُن میں سے نفوس سرکش اور لاجنب ہیں کہ اپنی طبیعت اور جبلت کی گرفتگی پر قائم ہیں تو اُن کو تخویف کی آتش اور وعظ اور تربیت سے ملائم کیا اور بعضے نفوس پاک صاف ہیں جو پاک مٹی سے بنے ہُوئے ہیں اور قلوب سے زیادہ پاک ہوتے ہیں تو جو شخص کہ اُس کا نفس مددگار پشتیبان اُس کے قلب کا ہے اُس کو وعظ سے بُلاتا ہے اور جو شخص کہ اُس کا قلب مددگار اُس کے نفس کا ہو اُسے حکمت کے ساتھ طلب کرتا ہے تو جو دعوت وعظ و پند سے تھی ابرار نے اُسے جنون قبول کیا اور وہ دعوت بہشت و دوزخ سے ہے۔

اور دعوت جو حکمت سے ہے اُس کی اجابت مقربین نے کی اور وہ دعوت ہے عطاء قرب اور صفائی معرفت اور اشارہ توحید کی تصریح اور اظہار سے ہے۔ پھر جبکہ انھوں نے تلویحاتِ حقانی اور تعریفاتِ ربانی کو پایا تو اپنی ارواح اور

قلوب اور نفوس کے ساتھ اجابت کی تو متابعت اقوال کی ہو گئی اُن کی اجابت نفس
کی اور متابعت اعمال اُن کی اجابت قلب سے اور صاحب احوال ہونا اُن کی
اجابت روح سے ہو گئی تو اجابت صوفیہ کی بالکل ہے اور اجابت غیر صوفیہ کی بالبعض
ہے (کہا) عمر رضی اللہ عنہ نے کہ اللہ حبیب پر رحم فرمائے اگر اللہ سے خوف نہ
کرتا اس کی معصیت نہ کرتا۔ یعنی اگر اُس کے پاس کتاب امان کی آتش دوزخ سے
ہوتی تو صرف معرفت امر الٰہی کی عظمت ہی اس کو برانگیختہ کرتی کہ واجبی حق عبودیت
کی ادا پر قیام کرے اس وجہ سے کہ حق عظمت اُس نے پہچانا تو اجابت صوفیہ دعوت
کے لئے اجابت محبانہ محبوب کے لئے لذت اور بے تکلفی کی راہ سے ہے اور غیر صوفیہ
سے زحمت اور مجاہدہ سے اور یہ اجابت ایسی ہے کہ اُس کا اثر جیسا کہ استقامت
اور عبودیت کے حقائق سے قیام ہو گھڑیوں اور ساعتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔
قال اللہ تعالی فاما من اعطی و اتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسریٰ یعنی اللہ تعالیٰ
نے فرمایا سو جس نے دیا اور خوف کیا اور نیک بات کو سچ جانا تو قریب ہے کہ ہم اُس
کو آسانی میں پہنچائیں گے۔
بعضے صوفیہ کہتے ہیں کہ دارین کو دے دیا اور کسی چیز کو نہ دیکھا اور بے فائدہ
اور گناہوں سے پرہیز کیا اور صدق بالحسنی کے معنی ہیں طلب قرب پر اٹھا اور
کھڑا ہوا اور یہ آیت کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل
ہوئی اور اس آیت میں دوسری وجہ ظاہر ہوتی ہے اعطی اعمال پر مواظبت کے ساتھ
عطا کیا اور وسواس شیطانی اور ہوائے نفسانی سے پرہیز کیا اور بچا و صدق
بالحسنی یعنی باطن کی ملازمت مواد شہوات کے تصفیہ کے ساتھ مزاحمت لوث وجود
سے کی فسنیسرہ للیسریٰ ہم اُس پر سہولت کے دروازے عمل اور عیش اور انس میں
کھولتے ہیں اور جس نے اعمال سے بخل کیا و استغنی بھر گیا احوال سے وکذب
بالحسنی اور نیک بات کو جھٹلایا یعنی ملکوت میں اپنی بصیرت کے نفوذ سے گمد پھرنے
والا نہ تھا فسنیسرہ للعسریٰ اُس پر ہم آسانی کا دروازہ اعمال میں بند کر دیتے ہیں اور
سستی کا باب اُس پر کھول دیتے ہیں پھر جب صوفیہ کے نفوس اور قلوب اور ارواح

نے ظاہراً اور باطناً دعوت قبول کی تو اُن کا حصہ علم میں سب سے زیادہ اور معرفت میں اکمل ہُوا تو اُن کے اعمال پاکیزہ اور افضل ہُوئے۔ معاذؓ کے پاس ایک شخص آیا کہا مجھے دو شخصوں سے خبر دے کہ ایک اُن میں سے عبادت کے اندر مجتہد کثیر العمل کم گناہ ہے، مگر یہ کہ وہ ضعیف الیقین ہے متواتر اُس کو شک لاحق ہوتے ہیں۔ معاذؓ نے کہا ہر آئینہ اُس کے عمل کو باطل اُس کا شک کرتا ہے کہا تو ایک شخص کم عمل کی خبر دے الاوہ قوی الیقین ہے اور وہ اس حالت میں بس گناہگار ہے تو معاذؓ ساکت ہُوا تو اُس شخص نے کہا واللہ اگر پہلے آدمی کا شک اُس کے نیک اعمال کو باطل کرتا ہے تو ضرور اس کا یقین اُس کے کل گناہوں کو ضائع کرے گا تو معاذؓ نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو اس سے بڑھ کر فقیہ ہو اور لقمان کی وصیت میں ہے جو اُس نے اپنے بیٹے کو کی تھیں۔ اے فرزند عمل کی استطاعت یقین ہی کے ساتھ ہوتی ہے اور آدمی نہیں عمل کرتا ہے مگر اُسی قدر کہ اُس کا یقین ہے اور عامل اُس کا قصر نہیں کرتا جب تک کہ قصر اُس کے یقین میں نہ ہو۔ پس یقین علم سے افضل ہے اس واسطے کہ اُس نے ارادہ عمل کا کیا اور وہ نہ تھا کہ عمل کا ارادہ کرتا تھا کہ اس نے ارادہ عبودیت کا کیا اور ارادہ عبودیت کا نہیں کرتا تھا اور تھا کہ ارادہ کیا تھا قیام کا حق ربوبیت کے ساتھ اور کمال احتیاط کا یقین اور علم سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ سب صوفیہ اور علماء زواہد کے لئے ہے تو اس سے فضل اُن کا اور اُن کے علم ظاہر ہو گیا۔

اب اس کے بعد میں ایک مسئلہ کی صورت بیان کرتا ہوں جس سے وہ فضل عالم زاہد عارف کا جو معتبر ہے اپنی صفات نفس سے غیر پر ظاہر ہو جائے۔ ایک عالم کسی مجلس میں آیا اور بیٹھا اور ایک نشست کی جگہ جس میں وہ بیٹھا اپنے لئے بقدر اپنے محل و علم کے جو اپنے اعتقاد میں سمجھتا تھا تجویز کی پھر ایک دوسرا شخص اُس کے ہم چشموں سے آیا اور اُس سے اُونچی جگہ بیٹھا تب وہ عالم پہنچا اور تنگ ہُوا دیکھا کہ دُنیا اُن کی آنکھوں میں تیرہ و تار ہو گئی اور اگر اُس سے ممکن ہوتا تو اُس شخص پر حملہ کرتا۔ پس یہ عارضہ ہے جو اُسے لاحق ہُوا اور

ایک مرض ہے جو اُسے عارض ہُوا اور وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ ایک مرض پوشیدہ ہے اور دوا کا محتاج ہے اور اس مرض کی منشاء اور اصل میں فکر نہیں کرتا اور اگر وہ جانتا کہ یہ نفس ہے جو اُبھرا اور اپنی جہالت کے ساتھ ظاہر ہُوا اور جہل اُس کا اُس کے کِبر کی وجہ سے اور کبر اُس کا اپنے نفس کو اپنے غیر سے بہتر سمجھنے کے باعث ہے تو انسان نے جان لیا کہ وہ بہت بڑا اُس کے غیر سے ہے اور اُس کا قوت سے فعل میں لانا تکبّر ہے تو جب وہ تنگ ہُوا تو اُس کے فعل سے تکبّر ہو گیا۔

پس صوفی عالم زاہد اپنے نفس کو کسی چیز کے ساتھ مسلمانوں سے تمیز نہیں کرتا اور نہ وہ اپنے نفس کو دیکھتا ہے مقام تمیز میں کہ کوئی ممیز اس کو مجلسِ مخصوص کے ساتھ تمیز کرے اور اگر فرض اُس کے لئے کیا جائے کہ اس قسم کے واقعہ سے آزمائش کی جائے اور دوسرے شخص کے تقدم و ترفع سے افسردہ ہوتا ہے نفس اور اُس کے ظہور کے دیکھے اور اس بات کو کہ یہ مرض ہے اور ہر آئینہ اگر اس معاملہ میں ڈھیل دے نفس کی طرف شناخت کی اور اُس کی افسردگی تو یہ اُس کے حال کا گناہ ہو جاتا تو فوراً اپنے مرض کو اللہ تعالیٰ کی طرف پیش کرتا اور اپنے نفس کے ظہور کی شکایت اس کی طرف کرتا اور خوب توبہ عمل میں لاتا اور ظہور نفس کی قطع نسل کر دیتا اور تقلب کو اللہ تعالےٰ کی طرف پیش کرتا اس حال سے کہ وہ استغاثہ نفس سے کرے تب اُس کا اشتغال مرض نفس کے دیکھنے اور علاج کے طلب کرنے کا اُسے چھوڑا دیتا۔ اُس فکر سے کہ وہ شخص اُوپر اس سے اُونچا بیٹھ گیا اور بسا اوقات اُس شخص کے ساتھ جو اُس سے اُوپر بیٹھ گیا تواضع اور انکسار کے ساتھ پیش آیا تاکہ وہ کفارہ گناہ موجودہ کا اور دوا اپنے مرضِ لاحق کی کرے۔ اب اس سے فرق ظاہر دو شخصوں میں ہو گیا اور جب کہ اعتبار کرنے والا اعتبار کرے اور اپنے نفس کے حال کو تلاش کرے۔ اسی مقام پر تُو اپنے نفس کو اور عوام خلق اور طالب مقاصد دنیا کی مثال دیکھے گا۔ پھر کون فرق اُس میں اور اُس کے غیر میں ہے اُن لوگوں سے جس کو علم نہیں ہے۔ اور اگر ہم زیادہ مسائل کی صورتیں بیان کرتے کہ جس سے زاہدین

کی فضیلت اور راغبین کا نقص کھل جاتا۔ بے شک وہ مورث ملال ہوتا اور یہ ابتدا ہی علوم صوفیہ سے ہے۔ پس اُن کے علوم نفیسہ اور احوال شریفہ کی طرف کیا گمان کرے۔ اللہ توفیق دے۔

چوتھا باب

حال صوفیہ اور اُن کے اختلاف کے بیان میں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے فرزند! اگر تو صبح اور شام ایسی کر سکے کہ تیرے قلب میں کسی کی طرف سے کینہ اور بدخواہی نہ ہو تو کر، بعد اس کے فرمایا اے میرے فرزند اور یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو جلایا اُس نے مجھے جلایا اور جس نے مجھے جلایا وہ میرے ساتھ بہشت میں ہوگا اور یہ بڑا شرف اور کمال فضل ہے جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے حق میں دی ہے جس نے اُن کی سنت کو جلایا تو یہ صوفیہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اس سنت کو جلایا اور سینوں کے کینہ اور بدخواہی سے صفائی ان کے کام کی بنائے بلند ہے اور اس سے جوہر اُن کا ظاہر ہوگیا اور فضیلت اُن کی کھل گئی اور وجہ اس کی کہ وہ اس سنت کی احیاء پر قادر ہوئے اور اُس کے حق واجب کے ساتھ مستعد ہو گئے صرف یہی ہے کہ اُنھوں نے دُنیا میں زہد کیا اور دُنیا کو دُنیاداروں اور اُس کے طالبوں پر چھوڑ دیا اس واسطے کہ کینہ اور نفاق کا اُٹھان دُنیا کے اور اہل دُنیا کے نزدیک رفعت اور منزلت کی محبت ہے اور صوفیہ نے اس بارہ میں بالکل بے پروائی اور بے رغبتی کی ہے۔ جیسا کہ بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ ہمارا یہ طریق انہی قوموں کے لائق ہے جنہوں نے اپنی ارواح کے گھوروں کو صاف اور پاک کیا۔ پھر جبکہ اُن کے دلوں سے دنیا کی محبت اور رفعت کی چاہت جاتی رہی تو انہوں نے صبح کی اور شام کی ایسی کہ اُن کے دلوں میں کسی کی طرف سے میل اور کینہ نہ تھا۔

پس جو قول کہنے والے کا ہے کہ اپنی ارواح کو گھوروں سے پاک صاف کیا

اُس سے اشارہ نہایت تواضع کی طرف ہے اور اُس کی طرف کہ وہ اپنے نفس کو ایسا نہیں دیکھتا کہ کسی مسلمان پر اُس کو اپنے نزدیک آپ کو حقیر جاننے کے سبب ترجیح دے اور ممتاز کرے اور اس حالت میں بُغض اور کینہ کا سدِّ باب ہو جاتا ہے۔
اور یہ حکایت شہرت پا گئی تو بعض فقراء نے ہمارے اصحاب سے کہا کہ مجھے سمجھ پڑا کہ اس کے معنی اپنی ارواح سے اُنھوں نے گھوڑوں کو پاک صاف کیا یہ ہیں کہ گھوڑوں کے ساتھ اشارہ نفوس کی طرف ہے اس واسطے کہ وہ گھوڑے کی مثال ہر ایک عفونت اور نجاست کی جگہ ہے اور نور ارواح سے جو اُس کے ساتھ ملنے والا ہے پاک اور صاف کر دیا اس واسطے کہ ارواح صوفیہ مقامات قرب میں ہیں اور نفوس میں اُس کا نور سرایت کرتا ہے اور نور روح کے ملنے سے نفس پاک اور طاہر ہوتا ہے اور جتنی خراب چیزیں بُغض اور کینہ اور خبث اور حسد اُس میں ہیں سب اس سے زائل ہو جاتے ہیں تو گویا وہ نور روح سے پاک صاف ہوتا ہے اور یہ معنی صحیح ہیں اگرچہ قائل نے اپنے قول سے اس کا ارادہ نہ کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بہشتیوں کی صفت میں فرمایا ہے: ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین یعنی نکال لیا ہم نے جو اُن کے سینوں میں کینہ تھا بھائی بنا کر جو تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔
ابو حفص نے کہا جو قلوب اللہ تعالیٰ کے مالوف اور اُس کی محبت پر متفق اور اُس کی مودت پر مجتمع اور اس کے ذکر سے مانوس ہو گئے ان میں کینہ اور حسد کس طرح باقی رہ سکتا ہے۔ ہر آئینہ یہ قلوب ہُوا۔جس نفسانی[1] اور ظلمات طبعی سے پاک صاف ہیں بلکہ توفیق کے نور سے سرمہ آلود ہو گئے تو وہ سب بھائی بن گئے۔
پس خلق اُن کے حجاب صفات نفوس سے قول اور فعل اور حال سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلاتے رہنے سے ہیں۔ پھر جب اُن کی نفوس کی صفات بدل گئیں اور حجاب اُٹھ گیا اور پردے صحیح ہو گئے اور ہر ایک چیز میں رسول اللہ

---

[1] وہ باتیں جو دل میں آئیں گویا وسوسوں سے اُن کے قلوب پاک ہیں۔ ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم سے موافقت ہوئی اور اس صورت میں محبت اللہ تعالیٰ کی واجب ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہو اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میری متابعت کرو اللہ تعالیٰ تمہیں دوست رکھے گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو نشانی بندہ کی محبت کی اپنے رب کے واسطے بتائے اور بندہ کی جزاء کہ وہ خوب پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرے یہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ اُسے دوست رکھے گا تو متابعت رسول علیہ السلام کا جو شخص زیادہ حصّہ والا ہوگا وہی اللہ تعالیٰ کی محبت کا زیادہ حصّہ پانے والا ہے۔

اور اسلام کے گروہوں میں سے صوفیہ حسن متابعت میں کامیاب ہوئے اس واسطے کہ ان حضرات نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی اتباع کی اور جس جس کام کا حکم آپ نے اُن کو دیا اُس پر قائم اور ثابت قدم ہوئے اور جس جس چیز سے آپ نے اُن کو روکا اُس سے ٹھٹھک رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جو کچھ رسول مقبول تمہارے پاس لایا اُس کو لو اور قبول کرو اور جن چیزوں سے تمہیں روکا اُس سے باز رہو۔ بعد اس کے اپنے اعمال میں اُنہوں نے آپ کی پیروی اور متابعت کی جدوجہد سے، عبادت اور تہجد اور نوافل میں روزہ اور نماز سے اور جو اُس کے سوا ہے اور اُن کو برکت اتباع کی روزی نصیب ہوئی اقوال اور افعال میں اور اُس کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہوتے ہیں حیا سے اور حلم سے اور صفح اور عفو سے اور رافت اور شفقت اور مدارت و نصیحت اور تواضع سے اور اُس کے احوال سے ایک حصّہ خوف اور سکینہ اور ہیبت اور تعظیم و رضا و صبر و زہد اور توکل سے اُنہیں ملا تو متابعت کے تمام اقسام کو پورا حاصل کیا اور اُس کی نسبت سنت سینہ کو انتہا درجہ کے ساتھ زندہ کیا۔ عبدالواحد بن زید سے سوال کیا گیا کہ آپ کے نزدیک صوفیہ کون ہیں؟ فرمایا جو لوگ اپنے عقول سے فہمِ سنت پر قائم ہیں اور اپنے دلوں سے اُس کی طرف متوجّہ ہیں اور اپنے سردار پیشوا کے ساتھ معتصم اپنے شر نفوس سے ہیں وہ لوگ صوفیہ ہیں اور یہ پورا پورا وصف ہے جس کے ساتھ اُن کی تعریف کی ہے تو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مولا مالک کی طرف دائم الافتقار تھے یہاں تک کہ آپ فرماتے میرے نفس کی طرف مجھے ایک پلک مارنے کے برابر مت حوالہ کر اور میری حراست کر جیسے کہ بچے کی کرتے ہیں اور جن چیزوں میں صوفیہ کامیاب متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئے اشرف اور اعلیٰ اُن میں کا یہ وصف ہے اور وہ ہمیشہ کا افتخار ہے اور التجا ہے اور اس وصف سے صدق افتقار کے ہر ایک متحقق اور متصف نہیں ہوتا مگر وہ بندۂ خدا جس کا باطن صفاء معرفت سے صاحب کشف اور سینہ اُس کا نور یقین سے روشن ہو گیا اور دل اس کا بساط قرب تک جا پہنچا اور سر اُس کا ہم کلامی کی لذت سے خلوت نشین ہو گیا۔

پھر ان تمام چیزوں میں اُس کا نفس حکمی اسیر سلطانی ہو گیا اور با ایں ہمہ اس کو ہر ایک شر و آفت کا گھر دیکھتا ہے اور وہ مثل آتش ہے کہ اگر ایک تنکا اُس کا باقی رہ جائے ایک عالم کو جلا دے اور وہ بہت ہی جلد پلٹنے والا اور بدلنے اور پیچ و تاب کھانے میں شتاب زدہ کمال ہے تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنے کمال لطف سے صوفی کو پہنچا دیا اور کسی قدر انکشاف اُس کا کرا دیا اُس قسم کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فرمایا۔ اس واسطے صوفی ہمیشہ اپنے مولیٰ کی طرف اُس کے شر سے استغاثہ کیا کرتا ہے اور گویا کہ وہ بندے کے حق میں ایک تازیانہ بنایا گیا ہے کہ اپنے شر سے اُس کی معرفت کے لئے چلاتا ہے اُس حالت کے ساتھ کہ نظر اُس کی التجا کے استانے اور صدق نیاز و دعا کی طرف ہے تو بس صوفی اُس کے مطالعہ سے ایک لحظہ بھی غافل نہیں رہتا جس طرح کہ وہ اپنے رب سے دم بھر کو غافل نہیں ہوتا اور اُس کی معرفت کو اللہ تعالےٰ کی معرفت کے ساتھ مربوط اور مضبوط کر دیا۔

اس حدیث میں جو وارد ہوئی ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کو پہچانا تو ہر آئینہ اپنے پروردگار کو اُس نے پہچانا جیسے رات کی پہچان کو دن کی پہچان سے وابستہ کر دیا۔ ایسا وہ کون شخص ہے جو سنت ہائے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس سنت کا احیاء کرے بجز صوفی کے جو عالم باللہ اور زاہد فی الدنیا ہے۔ تقوےٰ کو

مستحکم دست سے پکڑے ہوئے ہے اور کون ہے جو اس حال کے فائدہ کا راستہ صوفی کے سوا پائے تو ہمیشہ کی نیازمندی اُس کی اپنے پروردگار کی طرف جناب الٰہی جل شانہٗ کے ساتھ تمسک اور دست آویز ہے اور اُس کے ساتھ پناہ جوئی ہے اور اس پناہ جوئی میں روح کا استغراق اور دل کا پیرو کار ہونا محل دعا کی طرف ہے اور دل کے محل دُعا بزبان حال اور اُس میں سکون کی جانب کشش ہوتی ہیں کشش کا بعد اپنے مستقر سے جو اقسام فانی میں اور نزول اُس کا قلب کی طرف مدارج علم میں ہے جو رعایت حفظ الٰہی سے محفوف اور مستور ہے اور کم بخت نفس اس تدبیر کے ساتھ جو منجانب اللہ تعالیٰ ہے کینہ اور نفاق اور حقد و حسد اور تمام خراب عادات کی گزند سے محفوظ اور مامون ہے تو یہ صوفی کا حال ہے۔

اور تمام احوال صُوفیہ کو دو چیزیں حاوی ہیں کہ دونوں صُوفیہ کا وصف ہیں اور حق تعالیٰ کے قول سے اُن دونوں کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ برگزیدہ اپنی طرف جس کو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو اُس کی طرف رجوع لائے اُس کو راہ راست دکھلاتا ہے تو صوفیہ کی ایک قوم صرف اجتبا کے ساتھ مخصوص ہوئی اور ایک قوم اُن میں کی ہدایت کے ساتھ مختص ہوئی مگر اس میں پہلے انابت اور رجوع لانے کی شرط ہے۔

پس اجتبا صرف میں کسی بندہ کی علت نہیں ہے اور یہ محبوب مراد کا حال ہے جس کی ہدایت منجانب حق اُس کے عطا اور بخشش سے ہے بدوں اس کے کہ کوئی سابقہ ایسا ہو جس نے جسے کہیں کیا ہوا اجتہاد اُس کا اُس کے کشف پر مقدم ہو اور اس صورت میں صُوفیہ کے ایک گروہ کا یہ حال ہُوا کہ پردے اُن کے دلوں سے اُٹھ چلے اور نور یقین کے سطوع نے سرعت کی تو حال وارد نے اُن میں اجتہاد اور اعمال کی خواہش کو برانگیختہ کر دیا تب اعمال پر ایک بندہ اور علیش کے ساتھ جس میں اُن کی آنکھوں کی خشکی تھی جُھک گئی تو اجتہاد کو اُن پر کشف نے ہلکا اور آسان کر دیا جس طرح کہ فرعون کے ساحران پر اُس لذت نے جو صفاء عرفان سے اُن پر نازل ہُوئی اس بات کو سہل کر دیا کہ وہ فرعون کے وعدہ عذاب کی برداشت کرتے

تھے اور سب نے کہا کہ ہم تجھے اُس شئے پر اختیار اور امتیاز نہ کر سکے جو ہم کو دلائل مُبنیہ سے پہنچے ہیں۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اُن کو عنایت ازلی کی ہوائیں لگیں تو سجدۂ شکر میں گر پڑے اور یک زبان ہو کر سب نے کہا کہ ہم اہلِ عالم کے پروردگار پر ایمان لائے۔

ابو موسیٰ رقاق سے روایت ہے کہ مَیں نے سُنا ابو سعید خراز سے کہ وہ کہتے تھے اہلِ خالصہ سے مُراد وہ شخص ہیں جن کو اُن کے مولا نے برگزیدہ کیا ہے اور نعمت اُن کے لئے پُوری کی اور کرامت اُن کے واسطے مہیا فرمائی تو اُن سے حرکاتِ طلب کو ساقط کر دیا اور عمل اور خدمت میں اُن کے حرکات اُلفت و ذکر اور اُس کی مناجات میں چین کرنے اور اُس کے قرب میں منفرد ہونے پر مبنی ہو گئیں۔ اور فاطمہ مشہور حریرنہ شاگرد ابی سعید کہتی ہیں کہ مَیں نے خزانہ سے سُنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مراد اپنے حال میں بھرا ہُوا اپنے حرکات پر مدد دیا ہُوا ہے اور خدمت میں اُس کی سعی پوری اور کفایت کی گئی شائبہ اور ناظر سے محفوظ ہے اور یہ وہ ہے جس کو شیخ ابو سعید نے کہا وہ ایسا ہے جس کی حقیقت طائفہ صوفیہ پر مشتبہ ہے اور کثرت نوافل کے قائل نہیں ہُوئے اور مشائخ کی ایک جماعت کو دیکھا کہ نوافل میں قلت کرتے تھے تو اُن کو مظنہ ہُوا کہ یہ حال دائمی مطلقاً ہے۔ اور نہ سمجھے کہ جن لوگوں نے ترک نوافل اور اقتصاء فرائض پر کیا اُن کی ابتدائی بات مریدین کی تھی سو جب وہ روح و راحت حال کو پہنچے اور ریاضت کے بعد کشف اُن کو حاصل ہُوا تو حال سے مملو اور مالا مال ہو گئے۔

پس اعمال کے نوافل اور زاید کو چھوڑ دیا مراد لوگوں کے اعمال اور نوافل بدستور باقی رہے اور ان چیزوں میں اُن کی آنکھوں کی خنکی رہے اور یہ مرتبۂ اول سے اتم و اکمل ہے۔ یہ جو ہم نے اُس کی توضیح کی صُوفیہ کے دو طریق میں سے ایک طریقہ ہے اور دوسرا طریق طریق مریدین کا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے ملئے انابت کی شرط لگائی گئی ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا و یھدی الیہ من ینیب اور راہ اپنی

طرف اُس شخص کو دکھلاتا ہے جو انابت اور رجوع کرے تو اول اجتہاد کا مطالبہ اُن سے قبل از کشف ہُوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی اور مجاہدہ کیا ہے ہر آئینہ ہم اُس کو اپنا راستہ دکھلائیں گے۔ انہیں اللہ تعالیٰ مدارج کشف میں مندرج کرتا ہے جس میں ہر طرح کی ریاضت اور محنت ہو اور شبہائے تاریک کی بیداری اور گرم دوپہروں کی تشنگی طلب اور شوق کے شعلے اُن میں بھڑکتے ہیں اور کامیابی کے انوار اُن کے برابر حجاب میں ہوتے ہیں اور ارادت کی گرم ریگ میں کروٹیں بدلتے ہیں اور ہر ایک عادت اور مانوس سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور یہ انابت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے شرط لگادی ہے اور ہدایت کو اُن کے ساتھ مقرون کیا اور اب پھر ہدایت خاص ہے اس واسطے کہ یہ اُس کی ہدایت اُس ہدایت عام کے سوا ہے جو اُس کے امر و نہی کی طرف معرفت اول کی اقتضا سے راہِ راست پاتا ہے اور یہ سالک محب مرید کا حال ہے تو انابت ہدایت عام کی غیر ہے۔

پس وہ ہدایات خاص کی ثمر ہوئی اور سیدھی راہ اُس کی طرف بعد ازاں پائی کہ اُس کے لئے محنتوں سے سیدھی راہ پائی اُس وقت عسر کی ضیق سے یسر کی فضاء کو پہنچے اور اجتہاد کی سوزش سے احوال کی راحت میں امن و امان پایا تو اُن کی ریاضتیں پہلے اُن کے کشف و کرامات سے تھیں اور مراد لوگوں کے کشف و کرامات اُن کے جد و اجتہاد سے پیشتر تھیں۔

ابو محمد جریری سے روایت ہے کہ مَیں نے سُنا ہے جنید علیہ الرحمہ کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم نے قیل و قال سے تصوف نہیں حاصل کیا ولیکن بھوک اور دُنیا کی ترک اور مالوفات اور مستحسنات کی قطع سے پایا تو محمد بن حنیف نے کہا کہ ارادت مراد کی طلب میں عروج کرنا ہے اور ارادت کی حقیقت جِدّ و جُہد کی مداومت اور ترک راحت ہے۔ اور ابو عثمان کا یہ قول ہے کہ مرید وہ ہے کہ دل اُس کا اللہ تعالیٰ کے سِوا ہر چیز کی طرف سے مَر گیا ہو تو وہ اللہ کو فقط چاہتا ہے اور اُسی کا قرب اور اُسی کا مشتاق رہتا ہے یہاں تک کہ دُنیا کی شہوات شوقِ الٰہی کی شدت کے سبب

اُس کے قلب سے جاتی رہتی ہیں اور اُسی نے کہا ہے کہ مریدوں کے دل کا عذاب یہ ہے کہ وہ حیثیت معاملات و مقامات سے محجوب اُن کے اضداد کی جانب ہو جائیں۔ سو یہ دونوں طریقے احوال صوفیہ کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں اور ان دو کے سوا دو اور طریقے ہیں کہ ثبوت و تحقق تصوف کے طریقوں سے نہیں ہیں اُن دونوں میں سے ایک وہ مجذوب ہے جو اپنے جذب پر قائم رہا اور کشف کے بعد اجتہاد کی طرف نہیں رجوع ہُوا اور دوم مجتہد مرتاض عابد جو اجتہاد کے پیچھے کشف کو نہیں پہنچا اور صُوفیہ کے لئے اُن کے دونوں طریق میں حسن متابعت سے صحت اُن کے طریق کی اور وجہ اُن کے فضل کی ہے اور جس کسی نے اس بات کا گمان کیا کہ بدوں متابعت کے فائز المرام اور کامیاب ہو تو وہ پسماندہ اور دھوکہ میں آ گیا۔

ابوسعید خراز کا قول ہے کہ جو باطن کہ ظاہر اُس کے خلاف ہو وہ ناچیز اور ناحق ہے اور جنید علیہ الرحمہ کا قول تھا کہ ہمارا یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے مِلا ہُوا اور گُتھا ہُوا ہے اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس پر سنت کو امیر فرمان روا کر دیا۔ قول میں اور فعل میں تو حکمت کے ساتھ اُس نے کلام کیا اور جس کسی نے ہَوا کو اپنے نفس پر حاکم قول و فعل میں کیا تو اُس نے بدعت کی گفتگو کی۔ نقل ہے کہ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ نے ایک روز اپنے یار سے کہا ہمارے ساتھ چلو کہ اس شخص کو ہم دیکھیں جس نے اپنے تئیں ولی مشہور کر رکھا ہے اور یہ شخص اپنے گرد و نواح میں زہد اور عبادت کے ساتھ مشہور اور معروف تھا تو ہم اس کی طرف چلے تو وہ جب اپنے گھر سے مسجد کی طرف نکلا قبلہ کی طرف تھُوکا۔ بایزید نے کہا اُسے لئے پھر چلو تب واپس آئے اور اس سے سلام علیک نہ کی اور اور کہا یہ شخص سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کا امین معتمد نہیں ہے۔ پھر وہ مقامات اولیاء اور صدیقین کے دعووں کا کس طرح امین ہو سکتا ہے؟ اور شبلی علیہ الرحمہ کے خادم سے پوچھا کہ تم نے اُس کے مرنے کے وقت کیا حال اُس کا دیکھا؟ تو کہا جب اُس کی زبان بند ہوئی اور پیشانی پر پسینہ آیا مجھے اشارہ کیا کہ نماز کے لئے مجھے وضو کرا دو تو میں نے اُسے وضو کرایا۔ اُس وقت خلال اُس کی

ڈاڑھی کا مَیں بھول گیا تو میرا ہاتھ پکڑا اور اپنی ڈاڑھی میں میری اُنگلیاں ڈال کر خلال کرتا تھا اور سہل بن عبداللہ نے کہا جو وجد کہ اُس کی کتاب اور سنت سے شہادت نہ ملے تو وہ ناحق ہے یہ ہے صُوفیہ کا حال اور اُن کا طریقہ اور اس صورت کے علاوہ جو شخص دعویٰ کسی حال کا کرے تو وہ جھوٹا مدعی اور گمراہ ہے۔

پانچواں باب

تصوّف کی ماہیّت میں ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر ایک شئے کی کنجی ہے اور بہشت کی کنجی مساکین اور فقراء صابر کی محبت ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہمنشین ہیں۔ پس تصوّف کی ماہیت میں فقر موجود ہے اور بُنیاد اُس کی اُس کا قوام ہے۔ حضرت رویم علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ تصرف تین خصلت پر مبنی ہے تمسکؔ بالفقراء اور محتاجی دوئم صاحب بذل و ایثار ہونا۔ سوئم تعرض اور اختیار کا چھوڑنا۔ اور جنید نے جبکہ تصوف سے پوچھا گیا کہا کہ تصوف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو ہے بدون اس کے کہ کوئی علاقہ ہو۔ اور معروف کرخی علیہ الرحمہ نے کہا کہ تصوف حقائق کا حصول اور خلائق کے مال و متاع سے یاس ہے۔ جو شخص صاحبِ فقر نہیں صاحب تصوف نہیں ہے۔

اور شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے پُوچھا کہ حقیقت فقیر کیا ہے؟ تو کہا کہ حق کے سوا کسی دوسری چیز کی پرواہ نہ کرے۔ اور ابوالحسین ثوری نے کہا فقیر کی صفت ہے کہ سکون نہ ہونے کے وقت بذل و ایثار ہو۔ اور بعض نے کہا ہے فقیر وہ ہے کہ غنا سے احتراز کرے اس خوف سے کہ غنا اُس کے پاس آئے اور اُس کے فقر کو بگاڑ دے۔ جس طرح غنی دولت مند فقیر سے پرہیز کرتا ہے کہ ایسا نہ ہو فقر آجائے اور اُس کے غنا کو فاسد کر دے اور ان اسناد سے جو ابو عبدالرحمٰن سے پہلے گزر چکیں کہا مَیں نے سُنا ابو عبداللہ رازی سے کہا کہ مَیں نے مظفر قرمینی سے سُنا ہے

کہ وہ کہتا تھا فقر وہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کی طرف حاجت نہ ہو۔ اور میں نے اُس سے سنا کہ وہ کہتا تھا میں نے ابوبکر مصری سے پوچھا فقر کیا ہے تو کہا فقر وہ ہے کہ نہ وہ کسی کا مالک ہو اور نہ اُس کا کوئی مالک ہو (قولہ) جیسے اللہ تعالیٰ کی طرف حاجت نہ ہو اُس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت کے وظیفوں میں مشغول ہے اپنے رب کے اوپر اُسے پورا اعتماد ہے اُس کے حسن حراست کا اپنے لئے عالم ہے اُسے ضرورت اپنی عرض حاجت کی اس واسطے نہیں ہے کہ وہ جانتا ہے اللہ میرے حال کا علیم ہے تو سوال کو درمیان میں فضول سمجھتا ہے اور مشائخ کے اقوال جو ہیں ان کے طرح طرح کے معنی اور مراد ہیں اس واسطے کہ انہوں نے اشارہ اُن میں احوال کی طرف کیا ہے۔ ایک اوقات میں جو دوسرے اوقات کے علاوہ ہیں اور ہمیں قواعد کی حاجت ہے کہ اُس کے بعض کو بعض سے جُدا کریں اس لئے کہ ہر آئینہ بہت اشیاء کا ذکر انہوں نے تصوف کے معنی میں کیا ہے جسکی مثل فقر کے معنی میں بیان کیا اور بہت چیزیں فقر کے معنی میں ذکر کیں کہ انکی مثل تصوف کے معنی میں بیان کی ہیں اور جہاں شبہ واقع ہو تو فاصل کا بیان لابد ہے اسواسطے کہ کبھی اشارات فقر کے زہد کے معنی سے مشتبہ ہو گئے اور کبھی تصوف کے معنی سے ہو گئے اور طالب رشد کو ایک دوسرے سے تمیز نہیں ہوتا تو ہم کہتے ہیں کہ تصوف غیر فقر ہے اور زہد غیر فقر ہے اور تصوف غیر زہد ہے۔

پس تصوف ایک اسم ایسا ہے جس میں فقر اور زہد کے معانی حاصل ہیں اور اوصاف اور اضافات کے ساتھ جن کے بغیر آدمی صوفی نہیں ہوتا۔ خواہ وہ زہد اور فقر ہی کیوں نہ ہو۔ ابوحفص نے کہا کہ تصوف بالکل آداب ہیں ہر ایک وقت کا ایک ادب ہے اور ہر ایک حال کا ایک ادب ہے اور ہر ایک مقام کا ایک ادب ہے اور جس نے اوقات کے آداب کو اپنے ذمہ لازم کیا تو وہ مردوں کے مرتبہ کو پہنچا اور جس نے آداب کو ضائع کیا وہ بعید ہے اس راہ سے کہ ظن قریب رکھے اور مردود ہے اس راہ سے کہ امید قبول اُسے ہو اور یہ بھی کہا ہے کہ ظاہر کا حسن ادب باطن کے حسن ادب کا عنوان ہے

اس واسطے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اُس کا دل خاشع اور متواضع ہے تو اُس کے اعضا و جوارح خاشع ہیں۔

ابو محمد جریری سے تصوف کا سوال کیا گیا تو فرمایا ہر ایک اعلیٰ خلق میں در آنا اور ہر ایک ادنیٰ خلق سے نکلنا ہے۔ پس جس وقت تصوف میں یہ معنی حصول اور تبدیل اخلاق سے مفہوم ہوئے اور اُس کی حقیقت معتبر ہو گئی تو معلوم ہوا کہ تصوف زہد اور فقر دونوں سے بڑھ کر ہے اور بعض کا قول ہے کہ فقر کی انتہا ساتھ اُس کے شرف کے ابتداء تصوف ہے اور اہلِ شام تصوف اور فقر میں فرق اور تمیز نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہدایت قرآنی للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ یعنی اُن فقراء کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں محصور ہوئے وصف صوفیہ ہے اور حق تعالیٰ نے اُن کو فقراء کے نام سے ذکر کیا ہے اور ہم قریب ہی اُس بات کو واضح کریں گے جس سے تصوف اور فقر کے درمیان فقر ظاہر ہو۔

ہم کہتے ہیں کہ فقیر اپنے فقر میں اُس کی گرفت کے لئے اور اُس کی فضیلت کے ساتھ ثابت ہے۔ غنا اور تونگری پر اُسے ترجیح دیتا ہے اُس کا جو عوض کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک متحقق ہے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت کے فقیر جنت میں ان کے دولت مندوں سے آدھے دن پیشتر داخل ہوں گے جو پانچ سو برس کا ہے تو جیسے ہی عوض باقی کو دیکھ لیا حاصلاتِ فانی سے ٹھٹھک رہے اور فقر فاقہ سے گلے میں ہاتھ ڈال کر ملے اور فضیلت اور معاوضہ کے جاتے رہنے کے سبب زوال فقر سے ڈرے اور یہ طریق صوفیہ میں عین اعتلال اور سبب کا لانا ہے اس واسطے کہ اُس نے معاوضوں کی طرف ہمیشہ آنکھ لگائی ہے اور اُس کے لئے دنیا کو چھوڑ دیا ہے اور صوفی نہ موعودہ اجروں کے بلکہ موجودہ احوال کے سبب تمام چیزوں کو ترک کئے ہوئے ہے اس واسطے کہ وہ ابن وقت ہے اور نیز فقر کا ترک کرنا نصیب موجود کو اور لوٹنا اس کا نعمت فقر کو ایک ارادہ اور اختیار اُس کا ہے اور ارادہ اور اختیار صوفی کے حال میں ایک علت ہے اس لئے کہ صوفی جو قائم فی الاشیاء ہو گیا ہے تو ارادۂ الٰہی سے ہوا ہے نہ اپنے ارادہ سے۔

پس وہ نہ صورت جو فقر میں فضیلت ہے اُس شئے میں دیکھتا ہے اور نہ تونگری کی صورت میں بلکہ فضیلت اُس شئے میں دیکھتا ہے جس میں اُسے حق تعالےٰ نے توفیق بخشی ہے اور اُسی سے اپنے تئیں داخل کرتا ہے اور ایک شئے میں داخل ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن پاتا ہے اور کبھی آسودگی کی صورت میں بحکمِ الٰہی اسی میں رہنے کا ہے اور اُس وسعت میں فسحت نہیں کرتا اور داخل اُس میں ہونا صادقین کا نصیب ہے الاجبکہ حکمِ الٰہی کا علم قوی اور محکم کرلیں اور اس معاملہ میں پاؤں کی پھسلن ہے اور مدعیوں کے دعویٰ کا باب ہے اور کوئی حال ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ صاحبِ حال متحقق ہے مگر یہ کہ اُس کی حکایت کو مرتکب بامر دشوار کرتا ہے: لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ البتہ جو ہلاک ہوتا ہے وہ بینہ سے ہلاک ہوتا ہے اور جو زندہ ہوتا ہے وہ بینہ سے زندہ ہوتا ہے۔ پھر جب یہ ظاہر ہو چکا تو فقر اور تصوف کے درمیان فرق واضح ہُوا تو سمجھا گیا کہ فقر تصوف کی اساس اور بنیاد ہے اور قوام اُس کا اُس کے ساتھ ہے اس معنی سے کہ تصوف کے مراتب تک پہنچنا جو ہے وہ اس کا طریق ہے نہ اس معنی سے کہ وجود تصوف سے وجود فقر لازم آتا ہے۔

جنید علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ تصوف اُس کا نام ہے کہ حق تجھے تجھ سے مارے اور اُس سے آپ تجھے جلائے اور یہ وہی بات ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ صوفی قائم فی الاشیاء اللہ کے ساتھ ہے نہ کہ اپنے نفس کے ساتھ اور فقیر اور زاہد دونوں اپنے نفس سے اشیاء میں موجود ہیں اپنے ارادات سے واقف ہیں اپنے قدر علم کے موافق مجتہد ہیں اور صوفی اپنے نفس کے مستقل اپنی معلومات کی طرف غیر مائل اپنے رب کی مراد سے قائم ہیں نہ کہ اپنے نفس کی مراد سے۔

ذوالنون مصری علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ صوفی وہ شخص ہے کہ نہ طلب اُس کو تھکائے اور نہ سلب اُس کو جگہ سے ہلائے اور یہ بھی اُس کا قول ہے کہ صوفیہ نے سب چیزوں پر اُن کو برگزیدہ فرمایا تو اُن کے ایثار سے یہ ہے کہ اپنے نفوس کے علم پر انہوں نے علم الٰہی کو اور ارادۂ نفوس پر ارادۂ اللہ کو پسند کیا ہے۔

بعض صوفیہ سے کہا گیا کہ طوائف میں سے کس گروہ کے ساتھ میں صحبت رکھوں؟
کہا صوفیہ سے اس واسطے کہ بُرے کے لئے اُن کے نزدیک ایک وجہ عُذر کی ہے اور
جو سب سے بُرا اعمال کرتا ہے اُس کی وقعت اُن لوگوں کے نزدیک کہ تجھے اُس سے
بڑھا وا دیں کہ میرا نفس تجھے عجب اور غرور میں ڈالے اور یہ علم ہے کہ نہ فقیر کے
پاس پایا جاتا ہے اور نہ زاہد کے پاس اس واسطے کہ زاہد ترک کو بہت بُرا جانتا ہے
اور لینے کو بُرا سمجھتا ہے اور یہی فقیر کا حال ہے۔ اور یہ حالت اس واسطے ہے کہ
اُس کا ظرف چھوٹا ہے اور وہ اپنے حدِ علم پر آئے ہوئے ہیں۔ اور بعض صُوفیہ
نے کہا ہے کہ صوفی وہ ہے کہ اُس کے سامنے جب اچھے دو حال پیش آویں یا وہ اچھے
دو خُلق ہوں تو وہ احسن اور بہت اچھے کے ساتھ ہو اور فقیر اور زاہد دونوں پوری
تمیز دو اچھے خلق میں نہیں کرتے بلکہ وہ اخلاق سے بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں جو
مائل ترک کی طرف ہو اور مشاغل دُنیا سے باہر ہونے کی طرف داعی ہو اپنے علم سے
وہ دونوں اس معاملہ میں حکم کرنے والے ہوں اور صُوفی اپنے صدق التجا اور حسن
انابت اور حظ قرب اور لطف دخول و خروج الی اللہ سے بایں وجہ کہ اُس کا علم اپنے
رب کے ساتھ ہے اور اُس کو حظ اپنے رب کی گفتگو اور مکالمہ سے ہے۔ اور احسن
اشرف کا منجانب اللہ خواستگار ظہور اور انکشاف ہے۔

حضرت رویم نے فرمایا ہے کہ تصوف نفس کا اللہ کے ساتھ اُس کی مرضی پر چھوڑ
دینا ہے اور عمرو بن عثمان مکی نے کہا ہے کہ تصوف اس کا نام ہے کہ بندہ ہر وقت
اُس شئے میں مشغول ہو جو اُس وقت اول اور افضل ہو۔ اور بعض صوفیہ کا قول ہے
کہ تصوف کا اوّل علم ہے اور اوسط اُس کا عمل ہے اور آخر اُس کا عطاء من
اللہ تعالیٰ ہے اور بعض نے کہا ہے تصوف ہے ذکر باجماعت اور وجد باسماعت
اور عمل باتبعیت، اور بعضے کہتے ہیں کہ تصوف ترک تکلف ہے اور بذل روح۔
اور سہل بن عبداللہ صوفی نے کہا جو کدورت سے صاف اور مستی و شوق سے چُور
اور آدمیوں سے اللہ تعالےٰ کی طرف منقطع ہو سونا اور مٹی اُس کے نزدیک برابر
ہو۔ اور بعضے تصوف سے سوال کئے گئے تو کہا کہ خلقت کی موافقت اور اخلاق

طبعی کی مفارقت سے دل کی صفائی اور صفات بشری سے افسردگی اور نفسانی خواہشوں سے یکسوئی اور صفات روحانی کا نزول اور علوم حقیقی سے تعلق اور شریعت میں اتباع رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام ہے۔

ذوالنونؒ مصری نے کہا میں نے سواحل شام سے ایک جگہ پر ایک عورت دیکھی تو اُس سے کہا کہ تُو کہاں سے آئی؟ وہ بولی اُن قوموں کے پاس سے جو خوابگاہوں سے اپنے پہلوؤں کو علیحدہ رکھتے ہیں۔ میں نے کہا اور کہاں کا تیرا ارادہ ہے؟ بولی اُن مردوں کی طرف جن کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے اور نہ خرید و فروخت کھیل میں ڈالتی ہے تو میں نے کہا کہ اُن کی تعریف کرو تو یہ ابیات اُس نے پڑھیں ؎

قوم ھمومھم باللہ قد علقت　　فمالھم ھممھم تسمو الی احد

فمطلب القوم مولاھم وسیدھم　　ما احسن مطلبھم للواحد الصمد

ما ان تنازعھم دنیا ولا شرف　　من المطاعم واللذات والولد

ولا للبس ثیاب فائق انق　　ولا لروح سرور حل فی بلد

الا مسارعۃ فی اثر منزلۃ　　قد قارب الخطو فیھا باعد الابد

فھم رھائن عذران و اودیۃ　　وفی الشوامخ تلقاھم مع العدد

یعنی وہ ایسی قوم ہے جن کے ارادہ اللہ کے ساتھ معلق اور آویزاں ہیں اور اُن کی ہمتیں ایسی نہیں ہیں جو کسی اور کی طرف بڑھیں اور بلند ہوں۔ پھر ساری قوم کا مطلب اور مقصود اُن کا مولیٰ اور اُن کا سردار ہے تو اللہ پاک یکتا کے لئے کیا ہی اچھا اُن کا مطلب ہے۔ نہ دُنیا ان کو نزاع اور تکرار میں ڈالتی ہے اور نہ کوئی شرف جو کھانے کی قسم سے ہو اور لذت اور اولاد سے ہو۔ نہ پوشاک عمدہ اور نفیس کے پہننے کے لئے اور نہ کسی خوشی اور آرام کے لئے جو شہر میں آیا ہو۔ مگر یہ کہ مرتبہ کے پیچھے جلدی اور شتابی ہے جس میں قدم اُن کے قریب ابد کے بعد سے کم گئے وہ چشموں اور میل گاہوں کے اندر بسے ہوئے ہیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اُن سے تو گروہ کے گروہ سے ملاقات کرے گا۔

جنید علیہ الرحمہ نے کہا صوفی زمین کی مثال ہے ہر ایک بُری چیز اُس پر

ڈالتے ہیں اور اُس میں سے جو چیز نکلتی ہے وہ اچھی ہوتی ہے اور یہ بھی اُس کا قول ہے کہ صوفی زمین کے مانند ہے کہ نیک، بد سب روندتے ہیں اور ابر کے مانند ہے کہ ہر ایک چیز پر سایہ کرتا ہے اور مینہ ایسا ہے کہ ہر ایک شئے کو سیراب کرتا ہے۔ اور تصوّف کی ماہیت میں اقوال مشائخ ہزار قول سے زیادہ ہیں اور اُن کی نقل کرنے میں طول ہے اور ہم ایک ضابطہ کہے دیتے ہیں جس میں اُس کے معانی آجائیں۔

صوفی ہمیشہ اپنی اوقات کدورت سے پاک کرتا ہے اس راہ سے کہ وہ قلب کو نفس کے لوث سے صاف کرتا ہے اور اُس کے اس تصفیہ کو مدد اس سے پہنچتی ہے کہ وہ مدام اپنے ہوئے کا محتاج رہتا ہے تو ہمیشہ کے افتقار سے وہ کدورتوں سے صاف رہتا ہے اور جب کبھی اُس کا نفس جنبش کرے اور کسی صفت پر اپنی صفات سے ظاہر ہو تو وہ اپنی بصیرت نافذہ سے ادراک کرتا ہے اور اپنے پروردگار کی طرف گریز کرتا ہے تو اُس کے دوام تصفیہ سے جمعیت اُس کی ہے اور اُس کے نفس کی جنبش سے تفرقہ اُس کا ہے اور کدورت اُس کی ہے تو اپنے رب کے ساتھ وہ اپنے قلب پر اور اپنے قلب کے ساتھ نفس اپنے پر قائم ہے۔ قال اللہ تعالیٰ کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ہو تم اللہ کے لئے قائم اور سیدھے گواہ عدل کے ساتھ ہو۔ اور یہی قوامیۃ اللہ کے لئے نفس پر تصوّف کے ساتھ مستحق اور ثابت ہوئی ہو۔

بعضوں نے کہا تصوف بالکل اضطراب ہے۔ پھر جب سکون تصوف بھی نہیں اور بھید اس میں یہ ہے کہ روح درگاہ الٰہی کی طرف کھینچی گئی ہے۔ مراد یہ ہے کہ صوفی کی روح منجذب ناک لگائے ہوئے قرب کے مقامات کی طرف ہے اور نفس کے لئے اپنی وضع کے سبب تہ نشین اپنے عالم کی ظرف ہے اور آپنے پیچھے اُس کا اُلٹنا پلٹنا ہے اور صوفی کے لئے دوام حرکت ضرور ہے۔ اس طرح کہ ہمیشہ ہمیشہ کی محتاجی اور ہمیشہ کی گریز اور نفس کی صواب اندیشی کے موقعوں کی چھان بین ہو اور جو کوئی نااسبابات سے واقف ہو گا صوفی کے معنی میں وہ تمام متفرقات پائے گا جو اشیا دات میں ہیں۔

⁂

چھٹا باب

صوفی کی وجہ تسمیہ کے بیان میں ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غلام کی دعوت قبول فرماتے تھے اور حمار پر سوار ہوتے اور صوف کا لباس پہنتے تھے تو اس وجہ سے قوم اس طرف گئی کہ ظاہر لباس کی نسبت سے اُن کا نام صوفیہ رکھا ہے اس واسطے کہ صوف کا لباس انھوں نے اختیار کیا کہ وہ لطیف و ملائم ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا پہناوا تھا۔ جناب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہ آپ نے فرمایا شہر روحاء کے ایک پتھر پر ستر انبیاء برہنہ پا صاحب عبا بیت الحرام کے قصد سے گزرے۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صوف اور پشمینہ پہنا کرتے اور درخت سے پھل کھایا کرتے تھے اور سو رہتے۔ جہاں کہیں اُن کو شام ہو جاتی۔ اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر آئینہ ستر اہل بدر کو میں نے دیکھا ہے کہ اُن کی پوشاک صوف تھی اور اُن کی ابو ہریرہ اور فضالہ بن علید نے یہ تعریف کی ہے وہ بھوک کے مارے گر پڑتے تھے یہاں تک کہ عرب اُن کو دیوانے خیال کرتے تھے اور پہناوا اُن کا صوف کا تھا حتیٰ کہ بعضے اُن میں کے عرق آلودہ اپنے کپڑوں میں ہو جاتے تو اُس سے بھیڑی کی بُو آنے لگتی جبکہ وہ مینہ میں بھیگ جاتا اور اُن سے بعضوں نے کہا کہ ہر آئینہ مجھے اُن کی بُو ایذا دیتی ہے کہا آپ کو بھی اُن کی بُو گزند پہنچاتی ہے۔ اس کلام سے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کرتے تو صوف کا لباس انھوں نے اس واسطے اختیار کیا کہ وہ زینت دُنیا کے تارک اور سد رمق اور ستر عورت پر قانع اور امر آخرت میں مستغرق تھے۔

اس واسطے کہ اپنے مولا کی خدمت میں مشغول اور امر آخرت کی طرف صرف ہمت سے اُنہیں لذت اور راحت نفس کی فرصت اور مہلت نہ تھی اور یہ اختیار اشتقاق کی حیثیت سے بھی مناسب اور موزوں ہے، اس واسطے کہ جب کوئی صوف پہنتا ہے تو عرب اس کو کہتے ہیں تصوف یعنی صوف پہنا، جس طرح کہ کوئی قمیص پہنے تو اس کو کہتے ہیں تقمص یعنی

قمیص پہنا اور چونکہ سیر و طیر میں اُن کا حال تھا اس لئے کہ احوال میں بدلتے پلٹتے رہتے تھے اور ان کو ایک بلندی سے زیادہ بلندی پر عروج تھا کوئی وصف ان کو مقید اور کوئی چیز (نعت) اُن کو محبوس نہیں کر سکتی تھی اور ترقی علم اور حال کے باب ان پر کشادہ تھے باطن اُن کے حقائق کے معدن اور علوم کے مخزن تھے۔

پس ہر گاہ کسی حال کے ساتھ مقید اُن کا ہونا تقلید کی راہ سے متعذر اور دشوار ہُوا کہ وجدان اُن کی نوع بنوع کی اور ترقی اُن کی ہر جنس کی تھی تو لباس ظاہر کی طرف اُن کو منسوب کر دیا اور یہ امر اشارہ کرنے میں اُن کی طرف روشن تر اور اُن کے وصف کے حصر میں داعی بیشتر تھا اس واسطے کہ صوف کا پہننا اُن کے سلف کے متقدمین پر غالب اور مستولی تھا اور اس لئے بھی کہ اُن کا حال مقربین کا سا ہے۔ چنانچہ پہلے ذکر اُس کا ہو چکا اور ہر گاہ نسبت قرب اور عظمت اشارہ قرب الٰہی کی طرف ایک امر صعب ہے کہ کشف اُس کا اور اشارہ اس کی طرف عظیم اور بھاری بھر کم ہے تو اشارہ اُن کے پہناوے کی طرف ہُوا جس میں اُن کا حال چھپا رہے اور اس میں غیرت اُن کے بڑے مقام کی تھی کہ اشارے بہت اُس کی طرف ہوں گے اور بار بار اُس کا تذکرہ زبانوں پر آئے گا۔

پس یہ طریق زیادہ مقرون بادب تھا اور ادب ظاہر اور باطن قول اور فعل میں معاملات صوفیہ کا مدار علیہ ہے اور اُس میں ایک بات اور ہے کہ اُن کے پہناوے کی طرف نسبت مشعر ہے کہ دُنیا کی انہیں قلت ہے اور شہوات نفسانی کی جانب اُن کو کم رغبت ہے جس کا مقتضا اچھے اچھے نفیس لباس ہیں حتیٰ کہ نیا نو سیکھا مرید جو اُن کے طریق کو پسند کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اُن کے کاروبار میں داخل ہو تو وہ اپنے نفس کو تھوڑے گزران پر رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ کھانا پینا بھی اوڑھنے پہننے کے قبیل سے ہے پھر اُن کے طریق میں دیکھ بھال کر داخل ہوتا ہے اور یہ امر مبتدی کا سمجھا بُوجھا ہے اور اُن کے حال کا بتلانا اور اُس کے ساتھ اُن کو موسوم کرنا اہل ہدایت کی فہم سے نہایت بعید ہے۔ پس صوفی اُن کا نام رکھنا نافع تر اور ادنیٰ تر ہے اور یہ بھی ہے کہ اس

معنی کے سوا جو کہا جائے کہ اُنھوں نے صوفیہ نام اس واسطے رکھا ہے ایک قسم کا دعویٰ ہے اور جب یہ کہا جائے کہ صوفیہ صوف کے پہننے کے سبب نام رکھ لیا ہے تو دعویٰ سے دُور ہوگا اور جو چیز دعویٰ سے زیادہ دُور ہو وہی اُن کے لائق حال ہے اور یہ وجہ بھی ہے کہ صوف کا پہننا اُن کے کام سے ظاہر پر حکم ظاہر ہے اور ان کے کسی حال یا مقام کی طرف منسوب اُن کو کرنا حکم باطن ہے اور ظاہر کے ساتھ حکم کرنا زیادہ موافق اور بہتر ہے۔

پس یہ کہنا کہ اُنھوں نے صُوفیہ نام صوف پہننے کے سبب رکھا تواضع اور فروتنی سے زیادہ تر قریب اور لائق ہے۔ اور یہ بھی لگتی ہوئی بات ہے کہ کہا جائے کہ ہرگاہ ان لوگوں نے افسردگی اور گمنامی اور تواضع اور انکسار اور اوجھل اور آڑ کو اختیار کیا ہے تو وہ ایسے ہی ہو گئے جیسے پھٹے پرانے لتے جن کو پھینکتے رہتے ہیں اور کوئی اُن کو نہیں پوچھتا اور نہ اُن کی طرف کوئی آنکھ اُٹھا کر دیکھتا ہے تو صوفہ کی نسبت سے صوفی کہیں جیسے کوفہ کی نسبت سے کوفی کہا کرتے ہیں اور یہ ہے جو بعضے اہلِ علم نے بیان کیا ہے اور اشتقاق کے قریب اور مناسب معنی مقصود ہیں اور ہمیشہ سے صالحین اور زہاد اور متقین اور عباد کو صوف ہی کا لباس مرغوب اور مطبوع رہا ہے۔

اور حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام سے باتیں کیں تو آپ صوف کا جبہ پہنے ہوئے تھے اور صوف کی ازار بھی اور چادر بھی صوف کی تھی اور آستین بھی اس کی صوف کی تھی اور آپ کی جوتیاں غیر مذبوح گدھے کی کھال کی تھیں۔ اور بعضوں نے کہا صوفیہ اس لئے نام رکھا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے سامنے صف اول میں اپنی علوہمت اور اللہ تعالےٰ کی حضور عین بدل وجان حاضر آنے سے اور اُس کے سامنے اپنے اسرار باطن کے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں۔ اور بعضوں نے کہا یہ اسم در اصل صفوی تھا پھر وہ نقل مکان کیا گیا اور صوفی اس کو بنا لیا۔ اور کہتے ہیں صوفیہ نام صفہ کی نسبت سے رکھا ہے جو عہد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فقراء و مہاجرین کے لئے مخصوص تھا اور اُن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض۔ الآیۃ یعنی اُن فقراء کے لئے جو اللہ تعالےٰ کی راہ میں روکے گئے زمین میں چلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور یہ توجیہ ہر چند اشتقاق لغوی کی صورت سے ٹھیک نہیں ہے مگر معنی کے لحاظ سے صحیح ہے اس واسطے کہ صوفیہ کا حال اُن کے حال کے مشابہ ہے بایں وجہ کہ وہ باہم جمع اور ملے جُلے ایک دوسرے سے صحبت رکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے واسطے اور اللہ تعالےٰ کی محبت اور اطاعت میں جیسے اصحابِ صُفہ کو چار سو آدمی کے قریب تھے نہ اُن کے مدینہ میں گھر اور نہ کنبے قبیلے مسجد میں ہو بیٹھے تھے جیسے اگلے پچھلے صُوفیہ گوشوں اور خانقاہوں میں رہا کئے اور وہ نہ کھیتی کیاری کرتے نہ دُودھ کے دینے والے جانور پالتے اور نہ بیوپاری تھے۔ دن کو لکڑیاں جمع کرتے اور گُٹھلیاں پھوڑتے اور رات کو عبادت اور کلام اللہ سیکھتے اور تلاوت میں مشغول ہوتے اور جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم اُن کی غمخواری کرتے اور لوگوں کو اُن کی غمخواری پر برانگیختہ فرماتے تھے اور اُن کے پاس بیٹھتے اور اُن کے ساتھ کھاتے تھے اور اُن کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ۔ یعنی اور مت نکال اُن لوگوں کو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے اور اس کی ذات چاہتے ہیں۔

اور یہ آیت: واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی۔ یعنی روک اپنے نفس کو اُن لوگوں کے ساتھ جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں۔

اور یہ آیت ابن ام مکتوم کے حق میں نازل ہوئی عَبَس و تو لّٰی ان جاءہ الاعمیٰ۔ یعنی تیوری چڑھائی اور مُنہ پھیر لیا کہ اُن کے پاس اندھا آیا اور وہ اہل صفہ سے تھا تو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے باعث معتوب ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اُن سے مصافحہ فرماتے تو اُن کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ نہ کھینچا

کرتے اور ذی مقدوروں پر اُن کو بانٹ دیتے ایک کے ساتھ تین اور دوسرے
کے ساتھ چار بھیج دیا کرتے اور سعد بن معاذ اپنے گھر میں اُن میں سے اسّی آدمیوں کو لے
جاتے اور کھانا کھلاتے تھے۔

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ہر آئینہ ستر آدمی اہلِ صفہ سے
دیکھے ہیں کہ وہ ایک کپڑے سے نماز پڑھتے تھے۔ بعضے اُن میں کے ایسے تھے کہ کپڑا اُن
کے زانو تک نہیں ہوتا تھا تو جب ایک اُن میں سے رکوع میں جاتا تھا ہاتھ سے اُسے
پکڑ لیتا کہ مبادا اُس کا ستر کھُل جائے۔ بعضے اہل صفہ نے کہا ہم ایک جماعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ چھواروں نے ہمارے پیٹ جلا
دیئے۔ یہ بات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنی اور منبر پر چڑھے۔ بعد ازاں فرمایا
اُن لوگوں کا کیا حال ہے جو کہتے ہیں کہ چھواروں نے ہمارے پیٹ جلا دیئے۔ کیا تم
نہیں جانتے کہ یہ چھوارے مدینہ والوں کا کھانا ہے اور ہر آئینہ اُس کے ساتھ ہم سے
اہلِ مدینہ نے غم خواری کی اور ہم نے تمہاری غمخواری اُس سے کی کہ جس سے انہوں نے
ہماری غم خواری کی اور مجھے اُس کی قسم ہے جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے ہر آئینہ
دو مہینے ہوئے کہ رسولؐ اللہ کے گھر میں سے دھواں نہیں اٹھا اور اُن کے پاس پانی
اور کھجور کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہا ایک
روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل صفہ پر کھڑے ہوئے اور اُن کی محتاجی اور
کوشش اور خوش دلی دیکھی۔ پھر فرمایا اے اصحاب صفہ! تمہیں بشارت ہو جو تم
سے قائم اُس صفت پر رہا جس پر تم آج کے دن ہو راضی اُس چیز کے ساتھ جو
اس میں ہے وہ ہر آئینہ قیامت کے دن میرا رفیق اور ساتھی ہے۔

اور کہتے ہیں کہ اُن میں سے ایک گروہ خراسان میں تھا جو غاروں میں رہا
کرتے۔ دیہات اور شہروں میں اُن کی سکونت نہ تھی۔ خراسان میں ان کو شگفتیہ کے
نام سے پکارتے اس واسطے کہ شگفت غار کا نام ہے بود و باش کی جگہ کے ساتھ
اُس کو منسوب کرتے تھے اور اہلِ شام اُن کو جوعیہ کہا کرتے اور حق تعالیٰ نے اہلِ

خیر و صلاح کا ذکر قرآن شریف میں فرمایا ہے تو ایک قوم کو ابرار دوسروں کو مقربین اور اُن میں سے بعض کو صابرین اور صادقین اور ذاکرین اور محبین نام رکھا اور یہ جس قدر متفرق نام مذکور ہیں اُن سب کو صوفی کا نام مشتمل ہے اور یہ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا۔ اور بعضوں کا قول ہے کہ تابعین کے زمانے میں تھا۔ اور حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا طواف میں ایک صوفی میں نے دیکھا سو جو کچھ اُسے میں نے دیا تو اُس نے نہیں لیا۔ اور کہا میرے پاس چار دانگ ہیں مجھے کافی ہے جو میرے پاس ہے اور اُس کو مضبوط وہ روایت کرتی ہے جو سفیان سے ہے کہ اُس نے کہا ہے اگر ابو ہاشم صوفی نہ ہوتا تو ریا کے دقیقے میں نہ جانتا اور یہ دلیل اُس پر ہے کہ یہ نام معروف قدیم ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ نام دو صدی ہجری ع.ی تک مشہور نہ تھا۔ اس واسطے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کے اصحاب کو صحابی کے نام سے کہا کرتے کہ اُس کو شرفِ صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حاصل تھا اور اس کی طرف اشارہ اور سب اشاروں سے اولیٰ اور افضل تھا۔ اور جب عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر ہوا تو جس نے صحابی سے علم حاصل کیا اُن کا نام تابعی رکھا گیا۔

اس کے بعد جب زمانہ رسالت گزر گیا اور عہد رسالت کا عرصہ گزرا اور وحی آسمانی بند ہو گئی اور نور مصطفوی چھپ گیا اور رائیں مختلف ہو گئیں اور طریقے انواع و اقسام کے ہو گئے اور ہر ایک ذی رائے اپنی رائے میں فرد ہوا اور علوم کے شربت ہوا ہائے نفسانی کے میل سے گندے ہو گئے اور متقین کی بنیادیں ہل گئیں اور زاہدین کے عزم اُلٹ پلٹ ہو گئے اور جہالتیں غالب آئیں اور حجاب اُن کے کثیف ہوئے اور عادات بڑھ گئیں اور اہلِ عادت مالک و مختار ہوئے اور دُنیا نے بناؤ سنگار کیا اور خطاب اُس کے بڑھ گئے تو ایک گروہ اُن سب سے ایک ہو گئے جن کے اعمالِ صالح اور احوال روشن اور صدق اُن کی عزیمت میں اور قوت اُن کی دین میں تھی اور دُنیا اور اُس کی محبت میں انہوں نے کم رغبتی کی اور

گوشہ نشینی اور تنہائی کو غنیمت جانا اور اپنے نفوس کے لئے گوشے حاصل کئے جن
میں وہ کبھی مل بیٹھتے تھے اور کبھی جدا ہو جاتے۔ اہل صفہ کے پیرو اسباب کے تارک
رب الارباب کے مُبتلا۔

پس اُن کے لئے ثمرہ نیک اعمال اور پر نور احوال ملے اور علوم کے قبول کے لئے
اُن کے فہم میں صفا آگئی اور زبان کے بعد اُن کے لئے ایک اور زبان اور عرفان کے پیچھے
ایک اور عرفان اور ایمان کے بعد ایک اور ایمان ملا جیسا کہ حارثہ نے کہا صبح اٹھائیں
سچا مومن جبکہ ایمان میں ایک مرتبہ کشوف اُس کے علاوہ ہُوا جس کا انہوں نے
قول واقرار کیا تھا تو اس کی اقتضا سے اُنہیں بہت سے علم حاصل ہوئے جن کو وہ
پہچانتے ہیں اور بہت سے اشارات جن کا انہوں نے تعاہد کیا ہے پس اپنی خاص
ذاتوں کے لئے اصطلاحیں تحریر کر لی ہیں جو اُن معانی کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ
اُن کو یہ حضرات جانتے پہچانتے ہیں اور بفصاحت اُن احوال کے بیان کرتے ہیں۔
جن کو وہ پاتے اور حاصل کرتے ہیں تو ان متاخرین نے اُسے قدمائے سلف سے
اخذ کیا یہاں تک کہ وہ ہر ایک عہد اور زمانے میں ایک اسم مستمر اور چیز مستقر ہو گئی
تو یہ نام اُن لوگوں میں پھیل گیا اور اُس کے ساتھ خود بھی موسوم ہوئے اور دوسروں
کا بھی نام رکھا۔

پس اسم اُن کی نشانی ہے اور علم الٰہی اُن کی صفت ہے اور عبادت اُن کا
حُلیہ ہے اور تقویٰ ان کا کرتہ ہے اور حقیقت کے حقائق اُن کے اسرار ہیں۔ کنبے
اور قبیلوں سے نکلے ہُوئے فضیلتوں کے مالک غیرت کے قبوں میں رہنے والے
اور حیرت کے ملکوں میں بسنے والے ہیں۔ گھڑیاں اُن کے لئے فضلِ الٰہی سے ترقی ہے
اور آگ اُن کے شوق کی شعلہ زن ہے اور وہ ھل من مزید کہہ رہے ہیں۔
اللہ میرے اُن کے گروہ میں ہم کو اٹھا اور اُن کے حالات ہمارے نصیب کر۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

❊

ساتواں باب

متصوف اور متشبہ کے بیان میں ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہا ایک شخص حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ نماز کے لئے اُٹھ کھڑے ہُوئے جب نماز پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا وہ شخص کہاں ہے جس نے قیامت کی نسبت سوال کیا تھا؟ تو وہ شخص بولا مَیں ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا قیامت کے لئے تُو نے کیا سامان کیا ہے؟ کہا اُس کے لئے مَیں نے نماز روزہ زیادہ نہیں جمع کئے۔ کہا مَیں نے اُس کے لئے کوئی بڑے عمل نہیں اکٹھے کئے مگر یہ کہ مَیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوں۔ اُس پر آپ نے فرمایا "آدمی اُس کے ساتھ ہے جس کو وہ چاہتا ہے، تُو اس کے ساتھ ہے جس کو تُو چاہتا ہے"۔

حضرت انسؓ نے کہا کہ تب مَیں نے مُسلموں کو اسلام کے بعد کسی شَے سے ایسا خوش نہیں دیکھا جیسا کہ وہ اس سے خوش ہوئے۔ پس جو شخص صوفیہ کے متشبہ ہے کہ اُس نے صوفیہ کا تشبہ اُن کے سوا دوسرے گروہ سے نہیں اختیار کیا الا اُن کی محبت سے حالانکہ وہ قاصر ہے ان باتوں سے قائم ہونے سے جو اُن میں ہیں صوفیہ کے ساتھ ہو گا اس لئے کہ متشبہ کو صوفیہ کے ساتھ ارادت اور محبت ہے۔ اور بہر آئینہ اس حدیث سے جو ہم نے اس مسئلہ میں روایت کی ہے واضح تر دوسری حدیث وارد ہوئی ہے۔

عبادہ بن صامت نے ابی ذر غفاری سے روایت کی ہے کہا کہ مَیں نے عرض کی یا رسول اللہ ہر آئینہ میں اللہ اور اُس کے رسول کو دوست رکھتا ہوں۔ تو فرمایا کہ ہر آئینہ تُو اُس کے ساتھ ہے جس کو تو دوست رکھتا ہے۔ کہا کہ ابوذرؓ نے اس کو دوبارہ کہا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو دوبارہ فرمایا۔ پس متشبہ کی اُن سے محبت نہیں ہوتی۔ مگر اس وجہ سے کہ اُس کی رُوح اس شَے سے آگاہ

اور ہوشیار ہوگئی ہے جس سے ارواح صوفیہ آگاہ اور خبردار ہیں اس واسطے کہ محبت امر اللہ کی اور اُس شئے کی جو اُس کی طرف قربت دے الا اُس شخص کی جو اُس کا مقرب ہو روح کو بدوں اس کے کہ متشبہ نقش کی ظلمت سے باز رہتا ہے اور صوفی اس سے رہا ہو چکا ہے۔ اور متصوف حال صوفی کی طرف تاک لگا رہا ہے اور وہ متشبہ کے صفات نفسانی کے بقیہ میں شریک ہے۔ اور طریق صوفیہ سے اول ایمان ہے پھر علم پھر ذوق ہے اور متشبہ صاحب ایمان ہے اور طریق صوفیہ سے ایمان اصل بزرگ ہے۔ جنید علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ایمان طریقہ کا ولایت ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ صوفیہ اکثر خلائق کے نزدیک احوال نادرہ کمیاب اور آثار عجیب و غریب کے سبب ممتاز ہو گئے ہیں۔ اس واسطے کے یہ حضرات قضا و قدر اور علوم غریبہ کے صاحب مکاشفہ ہیں۔ اور اُن کے اشارے اللہ کے بڑے امر اور اُسی کے قرب کی طرف ہیں اور ایمان اُس پر ایمان بالقدرت ہے اور اہل ملت سے ایک قوم نے کرامات اولیاء سے انکار کیا ہے اور حالانکہ ایمان اس پر ایمان بالقدرت ہے اور اس قسم کے بہت علوم اُن کے پاس ہیں تو اُن کے طریق پر ایمان وہی شخص لاتا ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنی مزید عنایت سے مختص فرمایا ہے۔

پس متشبہ صاحبِ ایمان ہے اور متصوف صاحبِ علم اس واسطے کہ اُس نے ایمان کے بعد زیادہ علم اُن کے طریقہ سے حاصل کیا ہے اور اس سے بہت معلومات اُس کو ہوئیں جس سے استدلال اس کے تمام و کمال پر ہوتا ہے اور صوفی صاحب ذوق ہے نہ صوفی کے حال سے سچے متصوف کا حصہ ہے اور متصوف کے حال میں متشبہ کا حصہ ہے اور سنت الٰہی اسی طرح پر جاری ہے کہ ہر صاحب حال جس کو ایک ذوق اُس میں ہے مقرر اُسے ایک حال معلوم اور مکشوف ہو جاتا ہے جو اُس کے حال سے بلند تر ہے تو وہ حال اول صاحبِ ذوق ہے اور جو حال اُس پر کشف ہوا ہے اس میں وہ صاحبِ علم ہے اور جو اُس سے بڑھ کر حال ہے اُس میں صاحبِ ایمان ہے تا آنکہ طریق طلب ہمیشہ برابر جاری رہتا ہے تو ذوق کے حال میں وہ صاحبِ قدم ہے اور علم کے حال میں وہ صاحبِ نظر ہے اور جو اس

سے بڑھا چڑھا حال ہے اس میں وہ صاحب ایمان ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
ان الابرار لفی نعیم علی الارائک ینظرون یعنی بے شک جو نیک لوگ ہیں آرام
میں تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہیں ابرار کی اور اُن کی شراب کی تعریف کی ہے بعد اس کے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومزاجہ من تسنیم عینا یشرب بھا المقربون۔ پس ابرار
کی شراب میں مقربین کی شراب سے میل ہے اور وہ مقربین کے لئے خالص ہے
تو صوفی کے لئے خالص شراب ہے اور متصوف کی شراب میں اس کا میل ہے اور متصوف
کی شراب سے متشبہ کے لئے میل ہے۔

پس صوفی بساط قرب سے قرار گاہ روح میں بڑھ گیا ہے اور صوفی کی نسبت
متصوف ایسا ہے جیسے کہ زاہد کی نسبت متزہد ہے اس واسطے کہ یہ فعل اور عمل تکلیف
کے ساتھ اُس نے کیا ہے اور سبب پیدا کیا ہے جس سے اشارہ اس بات کی طرف
ہو جو صوفی کے وصف کے اُس میں موجود ہے تو وہ متصوف صوفی کے طریق میں اپنے
رب کی طرف سیر و سلوک کرنے میں جد و جہد کرنے والا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے سیروا سبق المفردون یعنی چلو اور بڑھو مفردین سبقت
کر گئے ہیں۔ صحابہ نے کہا مفردین کون ہیں یا رسولؐ اللہ؟ تو فرمایا کہ وہ شیفتگان
ذکر الٰہی ہیں جن کے بار اُن سے ذکر نے اُتار دیئے ہیں اور قیامت کے دن وہ
ہلکے سبک بار آئیں گے۔

پس صوفی مفردین کے مقام میں ہیں اور متصوف سائرین کے مقام میں اپنے
سیر میں قرار گاہ قلب میں ذکر الٰہی پر پہنچنے والے ہیں اور قلب سے اس کا مراقبہ
ہے اور اپنی نظر سے التذاذ اُس کا ہے۔ اللہ کی نظر کی جانب جو اُس کی طرف
ہے۔ پس صوفی صاحب مشاہدہ و روح کے مقام و مستقر میں ہے اور متصوف
صاحب مراقبہ قلب کے مقام میں اور متشبہ صاحب مجاہدہ و محاسبہ نفس کے مقابلہ اور
ہمسری میں ہے تو صوفی کی تلوین اُس کے قلب کے وجود میں ہے اور متصوف کی اُس
کے نفس کے وجود میں اور متشبہ کو تلوین نہیں ہے اس واسطے کہ تلوین ارباب احوال
کے لئے ہے اور متشبہ ایک سالک مجتہد ہے جو ابھی احوال تک نہیں پہنچا اور ان سب

کو جامع دائرہ اصطفا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے پھر ہم نے کتاب کا وارث اُن لوگوں کو کر دیا جنہیں ہم نے اپنے بندوں سے برگزیدہ کیا ہے تو بعضے اُن میں سے اپنے نفس کے ظالم ہیں اور بعضے اُن میں سے متوسط اور میانہ رو ہیں اور بعضے اُن میں کے ہیں جو آگے بڑھ گئے ہیں۔

بعضے کہتے ہیں کہ ظالم زاہد ہے اور مقتصد عارف اور سابق محب ہے اور بعض کا قول ہے کہ ظالم وہ ہے کہ بلا سے زاری اور بے صبری کرتا ہے اور مقتصد وہ ہے جو بلا پر صبر کرتا ہے اور سابق اُسے کہتے ہیں کہ بلا سے لذت پاتا ہے اور بعضوں نے کہا ظالم وہ ہے جو غفلت اور عادت سے عبادت کرے اور مقتصد رغبت سے اور خوف سے اور سابق جو اپنے پروردگار کو نہ بھولے۔

اور احمد بن عاصم انطاکیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے ظالم صاحب اقوال ہے اور مقتصد صاحب افعال اور سابق صاحب احوال اور یہ سب قول صوفی اور متصوف اور متشبہ کے حال سے مقرون بہ تناسب ہیں اور یہ سب اہلِ صلاح وفلاح سے ہیں کہ اُن کو دائرۂ اصطفا جمع اور یکجا کرتا ہے اور خصوصیت کی نسبت اپنی عطا وبخشش سے اُن میں ملا دیتا ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اس قول میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخيرات كلهم بالجنة - یعنی بعضے اُن میں سے ظالم اپنے نفس کے اور بعضے مقتصد اور بعضے خیرات میں بڑھے ہوئے یہ سب جنت میں ہیں "

ابن عطا کا قول ہے کہ ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو دُنیا کے واسطے دوست رکھتا ہے اور مقتصد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو عقبیٰ کے لئے دوست رکھتا ہے اور سابق وہ ہے کہ اپنی مراد کو اللہ کی مراد کے ساتھ اُس میں ساقط کرے اور یہی صوفی کا حال ہے تو متشبہ اس قوم کے امر سے کسی شَے کے پیش آیا اور یہ ان کے قرب کا موجب اس کے لئے ہوتا ہے اور قرب اُن کا ہر ایک چیز کا مقدمہ اور دیباچہ ہے۔

اپنے شیخ سے میں نے سنا ہے کہ کہتے تھے کہ اہلِ دُنیا سے ایک شخص شیخ احمد غزالیؒ کے پاس آیا اور ہم اصفہان میں تھے اور یہ شخص اُن سے خرقہ چاہتا تھا تو اُس سے شیخ نے کہا فلاں کے پاس جاؤ اور یہ میری طرف اشارہ تھا کہ وہ خرقہ کے معنی میں تجھ سے کلام کرے۔ پھر آؤ کہ میں تجھے خرقہ پہناؤں کہا پھر وہ میرے پاس آیا تو میں نے اس سے خرقہ کے حقوق بیان کئے اور وہ باتیں جو حق خرقہ کی رعایت سے واجب ہیں اور جو خرقہ پہنے اُس کے آداب اور وہ شخص جو اُس کے پہننے کی قابلیت رکھے تو اُس شخص نے حقوق خرقہ کو بہت بڑا بھاری جانا اور خرقہ کے پہننے سے بچ کچایا تب شیخ کو اس معاملہ کی خبر پہنچی جو طالب کے نزدیک میرے قول سے اُس کو نیا معلوم ہُوا تو مجھے بُلایا اور میں نے جو اُس سے کہا تھا اُس پر خفا ہُوا اور کہا میں نے تیرے پاس اُسے اس لئے بھیجا تھا کہ تُو اس سے باتیں ایسی کرے کہ جن سے اُسکی رغبت خرقہ کی طرف زیادہ ہو اُس پر تُو نے وہ باتیں کیں جن سے ارادہ سُست ہو گیا۔ پھر جس بات کا تُو نے ذکر کیا وہ صحیح ہیں اور وہ ایسی ہیں کہ حقوق خرقہ سے واجب ہیں۔ مگر جب ہم نے مبتدی پر لازم گردانیں تو وہ بھاگا اور اُس پر قیام کرنے سے عاجز آیا۔

پس ہم اُسے خرقہ پہناتے ہیں تاکہ قوم کے متشبہ ہو جائے اور اُن کے لباس سے ملتبس ہو تو یہ بات اس کو مجالس اور محافل سے قربت دے گی اور اُن کے ساتھ اختلاط سے اور اُن کے احوال اور سیرت کے دیکھنے سے اُس کی وہ خواہش کرے گا کہ راہ اُن کی چلے اور اس ذریعہ سے کچھ اُن کے احوال تک پہنچے گا۔ اور شیخ احمد غزالیؒ نے کہا اس قول سے وہ قول موافق ہے جو ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے ابوالقاسم جنید بغدادیؒ سے بواسطات روایت کئے کہ وہ جعفر سے کہتے تھے جب کسی فقیر سے ملے تو علم سے ابتدا مت کر اور نرمی سے آغاز کر اس لئے کہ علم اسے متوحش کرتا ہے اور نرمی اُسے مانوس کرتی ہے اور صوفیہ متشبہین سے بہ نرمی پیش آتے ہیں کہ مبتدی طالب اُس سے نفع حاصل کرے اور جو کوئی اُن میں سے حال میں اکمل اور علم میں علامہ ہے وہ زیادہ تر مبتدی طالب کے ساتھ نرمی اور رفق کرتا ہے۔

بعض صوفیہ سے حکایت ہے کہ اُس کی صحبت میں ایک طالب آیا تو اُس نے اپنے نفس کو کثرت معاملات اور مجاہدات میں پکڑا اور اس سے ارادہ اس کا بجز اُس کے نہ تھا کہ مبتدی اُسے دیکھے اور مجاہدات ادب سے ادب سیکھے اور اُس کے عمل کی اقتداء کرے اور یہ وہ نرمی ہے کہ کسی چیز میں در نہ آئی مگر یہ کہ اُس کو زینت اور رونق دے دی۔ پس متشبہ حقیقی کے لئے قوم کے طریق سے ایمان ہے اور اُس کے موافق عمل ہے۔ اور سلوک و اجتہاد ہے اس کے موافق جو ہم نے ذکر کیا کہ وہ صاحب مجاہدہ اور محاسبہ ہے پھر وہ متصوف صاحب مراقبہ ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں وہ صوفی صاحب مشاہدہ ہو جاتا ہے ولیکن جو شخص متصوف اور صوفی کے حال کی طرف تشبہ کے ساتھ نظر نہیں کرتا اور نہ وہ اُن کے اوائل مقاصد کا قصد کرتا ہے بلکہ فقط ظاہری کے تشبہ لباس کے تشبہ اور مشارکت حلیہ اور صورت پر بدوں سیرت اور صفت کے رہتا ہے تو وہ متشبہ بصوفی نہیں ہے اس واسطے کہ اُن کے ابتدائی حالات کے ساتھ اُن کی نقل و حکایت نہیں کرتا تو وہ اس وقت متشبہ کا متشبہ ہے جو ایک قوم کی طرف صرف اپنے لباس سے منسوب ہوتا ہے اور اُس کے ساتھ وہ ایسی قوم ہے کہ جو اُن کا جلیس ہو وہ بے نصیب رہتا ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس نے ایک قوم کی مشابہت کی تو وہ شخص اُسی قوم سے ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ کے لئے بہت سے ملائک ہیں فاضل اُن ملائک سے جو لوگوں کے اعمال نامہ لکھتے ہیں راستوں میں پھرا کرتے ہیں اور مجالس ذکر کو ڈھونڈھا کرتے ہیں تو جب کسی قوم کو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہیں تو وہ باہم ایک دوسرے کو پکارتے ہیں چلے آؤ اپنے مقصود کی طرف۔ پس قوم کو اپنے بازوؤں سے ظاہر آسمان تک ڈھک لیتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حالانکہ وہ خود داناتر ہے۔ کیا میرے بندے کہتے ہیں، فرشتے کہتے ہیں کہ تیری حمد کہتے ہیں اور تیری تسبیح اور تیری تمجید کرتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کیا مجھے ان لوگوں نے دیکھا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں۔ پس فرماتا ہے جو مجھے دیکھ پاتے تو کیا ہوتا وہ کہتے ہیں اگر

تجھے دیکھتے تو اور زیادہ تسبیح اور تحمید اور تمجید کرتے پھر فرماتا ہے کہ کیا مجھ سے مانگتے ہیں؟ یہ کہتے ہیں کہ تجھ سے بہشت مانگتے ہیں پھر فرماتا ہے کہ کیا بہشت دیکھی ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ نہیں پھر فرماتا ہے کہ کیا ہوتا اگر اسے دیکھتے تو وہ کہتے ہیں اگر اُسے دیکھتے تو اور زیادہ طلب اُن کی اور حرص زیادہ ہوتی۔ فرشتوں نے کہا اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں تو فرماتا ہے آیا اُسے دیکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ نہیں۔ پھر فرماتا ہے کیا ہوتا اگر اُسے دیکھتے۔ فرشتوں نے کہا اور زیادہ پناہ مانگتے اور اُس سے بھاگتے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ ہر آئینہ میں نے اُن کو بخشا۔ پھر ایک فرشتہ اُن میں سے کہتا ہے کہ فلانا شخص اُن لوگوں میں سے نہیں ہے وہ فقط ایک ضرورت سے آیا تھا تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ باہم ہمنشیں اور ہم صحبت ہیں اُن کا ہم نشیں بے نصیب اور بے بہرہ نہیں رہتا۔ پس صوفیہ کا جلیس اور اُن کا متشبہ اور محب محروم نہیں رہتا۔

آٹھواں باب

ملامتی اور اُس کے حال کی شرح میں ہے

بعض صوفیہ نے کہا ملامتی وہ شخص ہے جو خیر کو ظاہر نہ کرے اور شر کو مخفی نہ کرے اور شرح اُس کی یہ ہے کہ ملامتی کے عروق اخلاص کا ذائقہ لیتے ہیں اور صدق سے متحقق ہوا تو وہ نہیں چاہتا کہ اُس کے حال اور اعمال پر کوئی مطلع ہو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ فرمایا میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ اخلاص کیا ہے؟ اُس نے کہا میں نے رب العزت سے سوال کیا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ فرمایا وہ ایک سر میرے سر سے ہے جس کو میں اُس شخص کے دل میں اپنے بندوں میں سے امانت رکھتا ہوں جس کو میں دوست رکھتا ہوں۔

پس بلا متشبہ کے لئے زیادہ اختصاص اس بات کے ساتھ ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ متمسک اور معتصم ہیں احوال اور اعمال کے اخفا کو اچھا جانتے ہیں اور اُس کے چھپانے میں لذت پاتے ہیں حتیٰ کہ اگر اُن کے اعمال و افعال

کسی پر ظاہر ہو جائیں تو اُس سے متوحش ہوتے ہیں جس طرح کسی گناہ کے کُھل جانے سے گنہگار کو وحشت ہوتی ہے ۔

پس ملامتی نے وقوع اخلاص اور اُس کے مقام کی قدر و منزلت کی اور اُس کا اعتبار اور شمار کر کے اُس میں ہاتھ مارا اور صوفی اُس کے اخلاص میں اپنے اخلاص سے غائب اور گُم ہو گیا۔ ابو یعقوب سوسی نے کہا جب اپنے اخلاص میں انھوں نے اخلاص کو شاہد کیا تو اُن کا اخلاص ایک دُوسرے اخلاص کا محتاج ہُوا اور ذوالنون نے کہا اخلاص کی علامات سے تین چیزیں ہیں عوام سے مدح و ذم کی مساوات اور اعمال میں دید اعمال کا بھُول جانا اور ثواب اعمال کی خواہش کو آخرت میں چھوڑ دینا۔

ابو عثمان مغربی سے مروی ہے کہ کہا اخلاص وہ چیز ہے جس میں نفس کو حظ کسی حال کے ساتھ نہ ہو اور یہ عوام کا اخلاص ہے اور خواص کا اخلاص وہ ہے کہ اُن پر نہ اُن کے ساتھ گزرے اور اُنہیں کے منجملہ طاعات میں جیسے وہ یکسو ہیں اور نہ اُن پر اُن کی نظر ہے اور نہ اُن کی کچھ شمار قطار ہے تو یہ اخلاص خواص ہے اور یہ وہ ہے جس کو شیخ ابو عثمان مغربی نے تفصیل وار لکھا ہے۔ اس طرح کہ صُوفی اور ملامتی کے مابین فرق ظاہر کیا اس واسطے کہ ملامتی نے اپنے عمل اور حال سے خلق کو دُور کیا ہے مگر اپنے نفس کو اپنے عمل اور حال سے دُور کر دیا جس طرح کہ اُس کے غیر کو دُور کر دیا تو وہ مخلص ہے اور مخلص خالص اور مخلص میں بہت بڑا فرق ہے ۔ ابو بکر زقاق نے لکھا بڑا مخلصی کا نقص اُس کے اخلاص میں دیکھنا اپنے اخلاص کا ہے تو جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُس کے اخلاص کو خالص کرے تو اُس کے اخلاص سے دید اُس کی جو اُس کے اخلاص پر ہے ساقط کر دیتا ہے تو وہ مخلص ہو گا نہ مخلص ۔

ابو سعید خراز نے کہا ہے کہ عارفوں کی ریا مریدوں کے اخلاص سے افضل ہے اور معنی اُس کے قول کے یہ ہیں کہ مریدوں کے اخلاص میں ادیت اخلاص کی علت ہے اور عارف اُس ریا سے منزہ ہے جو عمل کو باطل کر دے مگر شاید کہ وہ کچھ اپنے حال اور اعمال سے اپنے علم کامل کے ساتھ جو اُس میں اُس کے نزدیک ہے مرید کی

کشش یا اخلاق نفس سے ایک خلق کی رنج کشی کے لئے ظاہر کرتا ہے اور عارفوں کے
لئے اس معاملہ میں ایک علم دقیق اور باریک ہے کہ دوسرا اُس کو نہیں جانتا تو کم علم ریا کی
صورت اُس کو دیکھتا ہے حالانکہ وہ ریا نہیں ہے اس کے سِوا نہیں ہے کہ وہ صریح عمل
اللہ کے واسطے اللہ کے ساتھ ہے بدوں اس کے کہ نفس اُس میں حاضر ہو یا کوئی آفت
اُس میں موجود ہو۔

رویم نے کہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ صاحب اخلاص اُس پر دارین میں کسی عوض
اور دونوں ملک میں سے کسی حصّہ پر راضی نہ ہو اور بعض صُوفیہ نے کہا صدق اخلاص ملام
نظراً یا اللہ سے خلق کے دیکھنے کو پہنچاتا ہے اور ملامتی خلق کو دیکھتا ہے پھر اپنے عمل
اور حال کو چھپاتا ہے اور جو کچھ ہم نے پہلے سے بیان کیا اخلاص صوفی کا وصف ہے
اور اسی واسطے زقاق نے کہا ہے کہ ہر ایک مخلص کے لئے اپنے اخلاص کے دیکھنے سے
چارہ نہیں ہے اور یہ کمال اخلاص کا نقص ہے اور اخلاص وہی ہے کہ اللہ تعالےٰ
اُس کے صاحب کا محافظ ہو تا کہ تکمیل اُس کی کرے۔

جعفر خلدی نے کہا کہ ابوالقاسم جنید بغدادی سے مَیں نے سوال کیا کیا اخلاص
اور صدق میں کچھ فرق ہے؟ کہا ہاں صدق اصل ہے اور وہ اول ہے اور اخلاص
فرع ہے اور وہ تابع ہے اور کہا اُن دونوں میں فرق ہے اس واسطے کہ اخلاص
جب تک عمل میں نہ آئے نہیں ہوتا۔ پھر کہا کہ وہ یہی اخلاص ہے اور مخالص الاخلاص
ہے اور خالصہ ہے جو مخالصہ میں ہے تو اس بناء پر اخلاص ملامتی کا حال ہے اور
مخالص الاخلاص صوفی کا حال ہے اور خالصہ جو مخالصہ میں ہے ایک مخالص للاخلاص
کا ثمرہ ہے اور وہ بندہ اپنے رسوم سے اپنا قیام اپنے قیوم کے دیکھنے سے فنا اور
جاتا رہتا ہے بلکہ اپنے قیام کی رویت سے اس کا غائب ہونا ہے اور وہ استغراق
فی الذات آثاہ اور رلوث اخفا کی آزادی سے ہے اور وہ صوفی کے حال کا گم ہونا
ہے اور ملامتی اپنے مقام اخلاص میں مقیم اور اپنے اخلاص کی حقیقت کی طرف
نابینا ہے اور یہ ملامتی اور صوفی میں فرق واضح ہے اور خراسان میں ہمیشہ ملامتیوں
کا ایک گروہ رہتا ہے اور اُن کے لئے مشائخ ہیں جو اُن کی بنیاد کو درست کرتے

اور شرطیں اُن کے حال کی انہیں بتلاتے تھے وہ ہم نے ہر آئینہ عراق میں دیکھا، اُن لوگوں کو جو اس راہ کے سالک ہیں مگر وہ اس نام سے مشہور نہیں ہیں اور اہل عراق اس نام کو بول چال میں کمتر استعمال کرتے ہیں۔ نقل ہے کہ ایک ملامتی کو سماع میں مدعو کیا تو وہ نہ آیا تب اس سے بابت اس کی کہا گیا تو کہا اس واسطے کہ اگر میں آتا تو مجھے وجد ہوتا اور میں نہیں پسند کرتا کہ کسی کو میرا حال معلوم ہو۔

اور منقول ہے کہ احمد بن ابی الحواری نے ابوسلیمان درانی سے کہا کہ میں جب خلق میں ہوتا ہوں اپنے معاملہ کی لذت ایسی پاتا ہوں جو صحبت خلق میں نہیں پاتا تو اُس سے کہا کہ تو اب کم طاقت ہے۔ پس ملامتی ہر چند اخلاص کے دستہ کا قابض اور بساط صدق کا فراش ہے مگر اس میں بقیہ رویت خلق کا اور اُس شئے کا جو اس میں کی بہت عمدہ ہے یعنی بقیہ اخلاص اور صدق کی تحقیق کا موجود ہے اور صوفی اس بقیہ سے پاک اور صاف ہے جو دونوں طرف میں ہے عمل یا ترک عمل سے کہ خلق کے لئے ہے اور بالکل ان کو دُور دفع کر دیا اور نظر فنا و زوال میں اُن کو دیکھا اور اُس کے لئے ناصیۂ توحید کھل گئی اور اس قول حق سبحانہ و تعالیٰ کا بھید پالیا۔ کل شیٔ ھالک الا وجھہ ہر ایک شئے فانی ہے مگر ذات اُس کی۔ جیسا کہ بعض صوفیہ نے اپنے غلبات کے بعض اوقات میں کہا ہے دارین میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ملامتی دو وجہ سے اخفاء حال کرتا ہے۔ ان دونوں وجہوں میں سے ایک وجہ تو اخلاق و تحقیق کے واسطے ہے۔ اور دوسری وجہ جو کامل تر ہے وہ یہ ہے کہ غیر سے حال بنوع غیرت پوشیدہ رہے اس واسطے کہ جو اپنے محبوب کے ساتھ خلوت نشین ہو تو اس کی اطلاع غیر کو اُسے بری معلوم ہوتی ہے بلکہ صدق محبت میں اُسے یہ بھی بُرا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو اطلاع اس کی ہو کہ وہ اپنے محبوب کو چاہتا ہے اور یہ بات اگر بڑھ کر رہے تو بھی طریق صوفیہ میں علت ہے اور نقص ہے بنابراں ملامتی متصوف پر مقدم اور صوفی سے مؤخر ہے۔

اور کہتے ہیں کہ اصول بلا متشبہ سے یہ ہے کہ ذکر چار قسم کا ہے زبان سے

اور دل سے اور سر سے اور روح سے تو جب ذکر روح صحیح ہو گیا تو سر اور قلب اور زبان ذکر سے بند ہو جاتی ہے اور یہ ذکر مشاہدہ ہے اور جب ذکر سر صحیح ہو گیا تو دل اور زبان ذکر سے چُپ ہوتے ہیں اور یہ ذکر ہیبت ہے اور جب دل کا ذکر صحیح ہو تو زبان ذکر سے سُست ہو جاتی ہے اور یہ ذکر نعماتِ الٰہی ہے اور ذکر سے جب دل غافل ہُوا تو زبان ذکر کرنے لگی اور یہ ذکر عادت کا ہے اور اُن کے نزدیک ہر ایک کے لئے ان ذکروں میں سے ایک آفت ہے تو ذکر روح کی آفت سر کی اطلاع اُس پر ہے اور ذکر سر کی آفت اطلاع اُس پر قلب کی ہے اور قلب کے ذکر کے لئے آفت نفس کی اُس پر اطلاع ہے اور ذکر نفس کی آفت اس کا دیکھنا ہے یا اُس کی عظمت کرنی یا ثواب واجر مانگنا ہے یا اُس نے گمان کیا کہ وہ مقامات سے ایک شئے تک پہنچے گا اور کمترین خلائق قدر وقیمت میں اُن کے نزدیک وہ شخص ہے جو ارادہ اُس کے اظہار کا کرے اور اس بات کا کہ خلق اُس کے سبب اُس کی خدمت میں حاضر ہو اور اس اصل کا بھید جس پر ان لوگوں میں ہو حکم رکھے یہ ہے کہ ذکر روح ذِکرِ ذات ہے اور ذکر سر ذکر صفات اُن کے زعم میں ہے اور ذکر قلب آلاء ونعماء سے اثر صفات کا ذکر ہے اور ذکر نفس علتوں کا متعرض ہے تو معنیٰ اُس کے قول کے کہ اطلاع سر کی روح پر یہ ہے کہ وہ اشارہ کرتے ہیں اس کی طرف کہ ذکر ذات کے وقت فنا کے ساتھ ثابت اور متحقق ہے۔

اور اس وقت ذکر ہیبت ذکر صفات ہے جو جزء ہیبت سے خبر دینے والا ہے اور وہ وجود ہیبت اور خوف کا ہے اور وجود ہیبت مستدعی وجود یا بقیہ کا ہے اور یہ خلاف حال فنا ہے اور اسی طرح ذکر سر ذکر ہیبت ہے اور وہ ذکر صفات نصیب قرب کا مشعر ہے اور ذکر قلب کا جو ذکر آلاء ونعماء ہے فی الجملہ بعد کا مشعر ہے اس واسطے کہ وہ ذکر نعمت کے ساتھ اشتغال ہے اور نعمت دینے والے کی طرف سے ذہول اور غفلت ہے اور بخشش کا دیکھنا بخشنے والے کی طرف سے ایک بعد منزلت ہے اور نفس کی اطلاع ثواب کی طرف وجود اعمال کے شمار کرتی ہے اور یہ در حقیقت عین علت ہے اور یہ اقسام اس طریقہ کے ہیں اور ان میں سے بعض بعض سے اعلیٰ ہیں۔ واللہ اعلم ؞

نوائؔ باب

اُس شخص کے بیان میں ہے جو منسوب بصوفیہ ہے لیکن اُن میں سے نہیں ہے

ایک گروہ اُن میں سے کبھی اپنے تئیں قلندریہ کہتے ہیں اور کبھی ملامتیہ اور ملامتیہ کا حال ہم بیان کر چکے اور وہ حال شریف اور مقام نادر ہے اور اُنھوں نے سُنت اور اخبار سے تمسک کیا اور اخلاص و صدق سے متحقق ہیں اور وہ اُس قسم سے نہیں ہیں جن کو شرع سے بگڑے ہوئے لوگ گمان کرتے ہیں۔ پس قلندریہ سے اشارہ اُن اقوام کی طرف ہے کہ اُن کے دلوں کی پاکیزگی کی مستی اُن کی مالک بن گئی ہے یہاں تک کہ عادات کو اُنھوں نے ویران و تباہ کر دیا اور ہمنشینی اور اختلاط کے آداب کی بیڑیاں ڈال دیں اور چھوڑ دیں اور اپنے خوشدلی کے میدانوں میں سیر کی اور نماز روزہ کی قسم سے اُن کے اعمال تھوڑے مگر فرائض اور لذاتِ دُنیا سے کسی چیز کے کھانے کی پرواہ نہیں کرتے جو مباح ہیں شرع نے اُن کی اجازت دی اور بسا اوقات رخصت کی رعایت پر اُنھوں نے اقتصار اور اختصار کیا ہے اور عزلت کے حقائق کی طلب نہیں کی اور ساتھ اُس کے جمع اور ذخیرہ نہ کرتے اور زیادہ طلبی کے ترک کو ہاتھ سے نہیں دیتے اور تھوڑے پر گزر کرنے والے اور دُنیا سے کم رغبت والوں اور عباد کے رسموں کا برتاؤ نہیں کرتے اور اپنی خوش دلی کے اوپر قانع اللہ تعالٰے کے ساتھ ہیں اُسی پر انھوں نے قصد کو تاہ کیا اور اُن کو بجز اُس کے کہ جس پر اپنی خوش دلی سے ہیں طلب مزید کی طرف جھانک تاک نہیں۔

اور ملامتی اور قلندری میں فرق یہ ہے کہ ملامتی اخفاء عبادات میں عمل کرتا ہے اور قلندری عادات کی تخریب میں عمل کرتا ہے اور ملامتی کل باب خیر و بر کے ساتھ متمسک ہے اور اُس میں فضل اور بزرگی دیکھتا ہے مگر اعمال و افعال کو چھپاتا ہے اور اپنے نفس کو عوام کے موافق اور حیاد میں اپنی صورت اور لباس اور حرکات میں

اپنا حال چھپانے کے لئے تاکہ واقف کوئی اُس سے نہ ہو جائے روکے اور ٹھہرائے رکھتا ہے اور اُس کے ساتھ ہی ترقی کی طلب میں تاک رکھتا ہے اور ہر ایک بات میں جس سے بندہ کو تقرب ہو جہد بلیغ کرتا ہے اور قلندری کسی صورت کے ساتھ مقید نہیں ہوتا اور نہ اُس کو پرواہ ہے کہ کوئی اُس کے حال سے واقف ہو یا ناواقف ہو، اور وہ نہیں مائل ہوتا مگر اپنی خوش دلی کی طرف اور وہی راس المال اور سرمایہ اُس کا ہے۔

اور صوفی اشیاء کو اُن کے موقعوں پر رکھتا ہے اور سب احوال اور اوقات کی اپنے علم سے تدبیر کرتا ہے خلق کو اُن کے مقام پر اور امر حق کو اس کی جگہ پر قائم کرتا ہے اور جس چیز کو چھپانا چاہیئے اُسے چھپاتا ہے اور جس کو ظاہر کرنا مناسب ہے اُس کو ظاہر کرتا ہے اور تمام کام کو اُن کے مقام پر حضور عقل اور صحت توحید اور کمال معرفت اور رعایت صدق و اخلاص کے ساتھ لاتا ہے۔

پھر ایک گروہ نے اہلِ فتنہ و گمراہی سے اپنے کو ملامتیہ کہلایا اور لباس صوفیہ سے متلبس ہوئے تاکہ اُس سے صوفیہ کی طرف منسوب ہوں اور صوفیہ سے وہ کسی بات میں نہیں ہیں بلکہ وہ دھوکے دھڑی اور غلطی میں ہیں اور وہ کبھی صوفیوں کا لباس بچاؤ کے لئے اور کبھی دعوے کے ساتھ پہنتے ہیں اور اہلِ اباحت کی راہ چلتے ہیں۔ اور اُن کا یہ زعم ہوتا ہے کہ ضمائر ان کے اللہ تعالےٰ کی طرف خالص اور رجوع ہو گئے اور کہتے ہیں کہ یہی مقصود میں کامیابی ہے اور شرعی رسوم کا برتنا درجہ عوام اور اُن لوگوں کا ہے جن کے فہم قاصر ہیں اور تقلید سے اقتدار کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں اور یہ عین الحاد اور زندقہ اور ابعاد ہے تو جو حقیقتیں کہ شریعت نے اُن کو ردّ کیا ہے وہ زندقہ ہے اور یہ گروہ مغرور دھوکے میں پڑے ہوئے اس بات سے جاہل اور ناواقف ہیں کہ شریعت حق عبودیت ہے اور حقیقت ہی حقیقت عبودیت ہے اور جو شخص اہلِ حقیقت سے ہو گیا وہ حق عبودیت اور حقیقتِ عبودیت کا مقید ہو گیا اور ایسے امور اور ترقیات کا مطالبہ اُس سے ہوا کہ جو اس درجہ تک نہیں پہنچا اُس سے مطالبہ اُن کا نہیں ہوتا نہ یہ کہ تکلیف شرعی کے دوڑے سے اُسکی گردن نکل جائے اور اُس کا باطن کجی اور تحریف کو ملا جاوے۔

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کے لوگ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وحی سے مواخذہ کئے جاتے تھے اور ہر آئینہ وحی کا سلسلہ ٹوٹ گیا اور اب تم سے مواخذہ ہم تمہارے اعمال کا کرتے ہیں تو جو ہمارے لئے اظہارِ خیر کرے اُس کو قبول کریں گے اور اُس سے قربت کرلیں گے اور ہمارے ذمہ اُس کے بطون سے کچھ نہیں ہے اللہ تعالےٰ اُس سے محاسبہ اُس کے بطون کا کرے گا اور جو اس کے سوا ہمارے سامنے ظاہر کرے اُس کو ہم نہیں قبول کریں گے اگرچہ وہ کہے کہ میر البطون اچھا ہے اور اُسی سے منقول ہے کہا جس نے اپنے نفس کو خسون کے لئے سامنے کیا تو جو کوئی اُس کی طرف بدگمانی کرے تو چاہیئے کہ اُس کو بُرا بھلا نہ کہے۔ پھر جس وقت ہم دیکھیں کسی شخص کو جو حدود شرع کا استحقار کرتا ہے صلوۃ مفروضہ کو چھوڑ دیتا ہے۔ تلاوت کلام اللہ اور روزہ نماز کی حلاوت کو شمار و اعتبار میں نہیں لاتا اور حرام مکروہ مقام میں در آتا ہے ہم اُس کو رَدّ کردیں گے اور اُس کو قبول نہ کریں گے اور اُس کے دعویٰ کو کہ اس کا بطون صالح ہی نہ مانیں گے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ ایک شخص سے معرفت کا بیان کرتے تھے تو اس شخص نے کہا کہ عارف باللہ بردِ تقویٰ کے ترک تلک پہنچتے ہیں تو جنیدؒ نے کہا کہ یہ قول اُس قوم کا ہے جو ترک اعمال کا کلام کرتے ہیں اور یہ میرے نزدیک بُری بات ہے اور جو شخص چوری اور زنا کرے ایسے شخص سے بہتر ہے جو یہ بات کہے۔ اور ہر آئینہ عارف باللہ نے اللہ تعالیٰ سے اعمال حاصل کئے ہیں۔ اور اسی کی طرف اُن اعمال میں یہ لوگ رجوع کرتے ہیں اور اگر میں ہزار برس زندہ رہوں ایک ذرہ اعمال پر سے کم نہ کروں الا جبکہ میرا کوئی حائل ہو اور اعمال میری معرفت کے موکد اور میرے حال کے لئے موجب قوت ہیں۔

اور ان کے منجملہ ایک قوم ایسی ہے جو حلول کے قائل ہیں اور یہ گمان باطل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن میں حلول کرتا ہے اور اُن اجسام میں جن کو وہ انتخاب کرتا ہے اور قول نصاریٰ جو لاہوت اور ناسوت میں ہے اُس کے معنی اُن کے فہموں کے لئے سبقت کرتا ہے اور اُن میں سے بعضے وہ ہیں جو خوبصورت چیزوں

کی طرف نظر کرنا مباح جانتے ہیں جس سے اشارہ اس وہم کی طرف ہے اور اُن کے یہ خیال میں ہے کہ جس شخص نے اپنے بعض غلبات میں کلمات کہے ہمارے مظنونات اور مزعومات میں سے اُسی شئے میں مضمر اور مخفی تھا۔ مثلاً حلاج نے کہا انا الحق۔ اور جو کچھ ابویزید سے قول اُس کا سبحانی نقل کیا جاتا ہے حاشا کہ ابویزید کی شان میں ہم اعتقاد کریں کہ اُس نے ایسا کہا مگر حکایت کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اسی طرح سزاوار ہے کہ حلاج کے قول میں اعتقاد کیا جائے اور اگر اس کا ہمیں علم ہوتا کہ اُس نے یہ قول حلول سے مضمر الشئی بیان کیا ہے تو اُس کو بھی ہم رد کرتے جس طرح اس فرقہ کی ہم نے تردید کی ہے اور ہر آئینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے واسطے ایک شریعت غرا پاک اور صاف لائے ہیں جس سے تمام کجی اور اینچ پیچ سیدھے اور مستقیم ہو گئے اور ہمارے عقول نے اُن چیزوں پر رہنمائی کی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا وصف جائز ہے اور ناجائز ہے۔

اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اس سے کہ اُس میں کوئی شئے حلول کرے یا وہ کسی شئے میں حلول کرے حتیٰ کہ شاید بعض گمراہ مبتلا جو بڑی ذکاوفطنت رکھتا ہو۔ اور اُس نے ایسے کلمات سُنے ہوں جو اُس کے باطن سے متعلق ہوں پھر وہ اپنی فکر میں ایسے کلمات دل سے بناوے جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرے اور وہ بات چیت اللہ تعالیٰ کی اُسی سے ہو جیسے وہ کہے کہ مجھ سے کہا اُس نے اور مَیں نے اُس سے کہا اور یہ ایک شخص ہے یا تو اپنے نفس اور حدیث نفس سے لاعلم ہے اپنے پروردگار اور کیفیت مکالمہ اور محادثہ سے لاعلم ہے اور یا اپنے معقولات کے بطلان کا عالم ہے کہ ہوائے نفسانی اُس کو برانگیختہ اُس کے دعوے پر کرتی ہے کہ اُس کا وہم ہو کہ ایک شئے پر ظفریاب ہو گیا اور یہ سب ضلالت ہے اور اُس کی جرأت کرنے کا اس بات پر سبب وہ ہے جو بعض محققین کے کلام سے اُس نے خطاب سُنے ہیں کہ اُن پر بعد اس کے وارد ہوئے ہیں کہ معاملات اُن کے ظاہر و باطن میں طول پکڑ گئے اور انہوں نے اصول قوم کے ساتھ صدق تقوی اور کلام زہد دین سے تمسک اور اعتصام کیا ہے۔ پس اس کے اسرار صاف ہو گئے۔ اُن کے

بطون میں خطابوں نے شکل حاصل کی کہ قرآن اور حدیث کے موافق ہیں تو اُن کے ساتھ یہ خطاب استغراق بطون کے وقت نازل ہُوئے اور یہ کلام نہیں ہیں جس کو وہ سُنتے ہیں بلکہ ایک حدیث کی مثال ہے جو نفس میں ہو فکر سے اُس کو پاتے ہیں جو کتاب اور سنت کے موافق اپنے اہل کے پاس سمجھے ہُوئے علم کے موافق ہو اور یہ اُن کے ساتھ اُن کے اسرار و بطون کی سرگوشی اور راز گوئی ہے تو اپنے نفوس کے لئے مقام عبودیت اور اپنے مولا کے لئے ربوبیت ثابت کرتے ہیں تو جو وہ پاتے ہیں اپنے نفوس اور اپنے مالک کی طرف نسبت کرتے ہیں اور وہ لوگ اس کے ساتھ جانتے ہیں کہ وہ اللہ کا کلام نہیں ہے اور وہ اس کے سوا نہیں کہ وہ ایک علم حادث ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اُن کے باطنوں میں پیدا کر دیا ہے۔

پس صحیح اور ٹکسالی لوگوں کا اس میں طریقہ گریز کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اُن تمام باتوں سے جن کے ساتھ اُن کے نفوس حدیث کرتے ہیں یہاں تک کہ اُن کا میدان ہوائے نفسانی سے پاک ہو جاتا ہے اور اُن کے باطنوں میں ایک چیز الہام کرتی ہے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہیں جیسے ایک حادث کی نسبت پیدا کرنے والے کی طرف ہو، نہ وہ نسبت جو کلام کو متکلم کی طرف ہو تا کہ کجی اور تحریف سے محفوظ رہیں اور اُن میں سے ایک گروہ ہے جن کا زعم ہے کہ دریائے توحید میں غرق ہوتے ہیں اور قرار و ثبات اُن کو نہیں ہے اور اپنے نفوس کے لئے اسقاط حرکت و فعل کرتے ہیں اور اُن کا زعم ہے کہ وہ اشیاء پر مجبور ہیں اور کوئی فعل اُن کے لئے اللہ کے فعل کے ساتھ نہیں ہے اور معاصی اور شتہیات نفسانی میں گر پڑتے ہیں اور بے کاری اور دوام غفلت کی طرف مائل اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دین کی ملت سے باہر آنا حدود احکام حلال اور حرام کو چھوڑ دینا اُن کے مرغوب ہے۔

اور سہیل علیہ الرحمہ سے اُس شخص کی بات پُوچھا گیا جو کہتا تھا کہ میں ایک دروازہ کے مثال ہوں جنبش میں نہیں کرتا مگر جب کوئی مجھے جنبش دے۔ کہا یہ بات کوئی بجز دو آدمی کے نہیں کہتا یا صدیق یا زندیق اس واسطے کہ صدیق ہر بات

اس اشارہ سے کہتا ہے کہ اشیاء کا قوام اللہ کے ساتھ ہے اور اصول کے احکام اور حدود عبودیت کی رعایت اُس کے ساتھ ہوتی ہے اور زندیق جو اس قول کو کہتا ہے وہ احالہ اشیاء کا اللہ تعالیٰ پر کرتا ہے اور تکوہش اپنے نفس سے ساقط اور دین ورسمِ دین سے اپنے کو الگ کرتا ہے توجو کوئی حلال اور حرام اور حدود و احکام کا معتقد اور جب اس سے معصیت صادر ہو تو اُس کا معترف ہو اس اعتقاد سے کہ توبہ اُس سے واجب ہے تو وہ سلیم صحیح ہے اگرچہ قصور وار اس چیز کے سبب ہو جس کی طرف مائل وہ بطالت سے ہو اور ہوائے نفس کے ساتھ وہ سیر سفر اور شہروں کی آمدورفت سے راحت پاوے تاکہ خوب مزے اُڑائے اور نفس کے مشتبہات کو پہنچے اس حالت سے کہ ایسے شیخ کا پابند نہ ہو جو اُسے ادب دے اور مہذب کرے اور جو اُس میں عیب ہو اُسے دکھلاوے اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

دسواںؒ باب

مشیخت کے رتبہ کے بیان میں ہے

حدیث میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوا ہے اُس کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر تم چاہو تو میں تمہاری قسم کھاؤں ہر آئینہ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے اللہ کے بڑے پیارے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت اُس کے بندوں سے اور بندوں کی محبت اللہ تعالیٰ سے کرائیں۔ اور نصیحت کے ساتھ وہ زمین پر چلتے ہیں۔ اور یہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا رتبہ مشیخت کا اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے اور بلانے کا ہے اس واسطے کہ شیخ اللہ تعالیٰ کی محبت حقیقت اُس کے بندوں کی طرف کراتا ہے اور اللہ کے بندوں کی محبت اللہ تعالیٰ کی طرف اور طریق صوفیہ میں اعلیٰ مراتب سے مرتبہ مشیخت کا ہے اور دعوت الی اللہ میں وہ نیابت نبوت کی ہے۔

پس دلیل اُس کی کہ شیخ اللہ تعالیٰ کی دوستی اُس کے بندوں سے کراتا ہے یہ ہے کہ شیخ طریق اقتدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرید کو چلاتا ہے اور جو کہ اقتدا

اور اتباع اُس کا صحیح ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اُس کو دوست رکھتا ہے۔

فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے کہو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں دوست رکھے گا۔ اور اس کی وجہ کہ شیخ میں یہ صفت ہے کہ وہ بندگانِ الٰہی کی محبت اللہ تعالیٰ سے کرا دیتا ہے یہ ہے کہ وہ مرید کو تزکیہ کا راستہ پر چلاتا ہے اور جب نفس پاک صاف ہو جاتا ہے تو دل کا آئینہ جلایا جاتا ہے اور اس میں انوارِ عظمتِ الٰہی منعکس ہوتے ہیں اور جمال توحید اُس میں تاباں ہوتا ہے اور چشمِ بصیرت کی سیاہی انوار جلال قدم اور کمال ازلی کے نظارہ کی طرف منجذب ہوتی ہے تو ضرور بندہ اپنے پروردگار کو دوست رکھے گا اور یہ ورثہ اور ثمرہ تزکیہ کا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر آئینہ فتحیاب وہ ہوا جس نے نفس کا تزکیہ اور تصفیہ کیا اور فلاح اُس کی ظفر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے ہے اور یہ بھی ہے کہ دل کا آئینہ جب روشن ہو گا تو اُس میں دُنیا اپنی بُرائی اور حقیقت اور ہیبت کے ساتھ اور آخرت اپنے نفائس اور لطائف کے ساتھ اپنی کنہ اور غایت سے واضح اور لائح ہو جائے گی تو چشمِ دل کے سامنے دارین کی حقیقت اور حاصلات منکشف ہو جائے گی اُس وقت بندہ باقی کو چاہے گا اور فانی کی طرف رغبت کم کرے گا۔

پس تزکیہ اور مشیخت کی تربیت کی ہانک کا فائدہ ظاہر ہو گا تو شیخ اللہ تعالیٰ کے لشکر ناصر و معین سے ہے کہ مریدوں کو اُس سے راہ پر لاتا ہے اور طالبوں کو اُس سے راہنمائی کرتا ہے۔

عبداللہ بن بشر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا گیا کہ انھوں نے کہا کہ پہلے یہ کہا جاتا تھا جب بیس یا زیادہ آدمی جمع ہوں تو اگر اُن میں ایسا کوئی شخص نہ ہوتا تھا جو اللہ عز و جل سے ڈراتا ہو تو ہر آئینہ کام میں خطرہ ہوتا تھا۔ تو مشائخ پر اللہ تعالیٰ کا وقار ہے اور مرید اُن سے ظاہر و باطن میں ادب حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تو اُن کی ہدایت کی پیروی کر۔ پس ہر گاہ مشائخ بندی اور راہ یافتہ ہوتے تو

وہ اہل اس کے ہُوئے کہ لوگ اُن کی پیروی کریں اور وہ متقین کے امام اور پیشوا بنائے گئے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار سے حکایت کے طور پر کہا جب میرے بندہ پر مشغولی میرے ساتھ غالب ہو تو اُس کی ہمت مصروف اور لذت حاصل اپنے ذکر میں کرتا ہوں اور جب اپنے ذکر میں اُس کی ہمت اور لذت دلاتا ہوں وہ مجھ سے عشق و محبت کرتا ہے اور میں اس سے محبت و عشق کرتا ہوں اور میرے اور اُس کے درمیان جو پردہ ہے اُس کو میں اٹھاتا ہوں جب اور آدمی بھول جاتے ہیں وہ نہیں بھُولتا وہ لوگ ایسے ہیں کہ اُن کا کلام انبیاء کا کلام ہے وہ لوگ حقیقت میں ابدال ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب میں اہلِ زمین پر عقوبت اور عذاب کرنا چاہوں تو اُن میں مجھے وہ یاد آتے ہیں تب اُن کے سبب اُن لوگوں سے عذاب پھیر لیتا ہوں اور سالک کے رُتبے مشیخت کو پہنچتے ہیں۔ بھید یہ ہے کہ سالک نفس کی سیاست پر مامور ہے اُس کی صفات میں مُبتلا اور آزمائش میں پڑا ہُوا ہے۔ وہ ہمیشہ صدق معاملہ سے سلوک کرتا ہے یہاں تک کہ اُس کا نفس مطمئن ہو اور اُس کی طمانیت کے سبب اُس سے سردی اور خشکی جو اُس کے ساتھ اصل پیدائشی ہے اور اُسی کی وجہ بندگی کی طاعت و انقیاد سے روگردانی اور سرکشی کرتا ہے دُور ہو جاتی ہے اور نفس کو جو گرمی رُوح کی پہنچتی ہے اُس سے ملائم ہو جاتا ہے اور یہ وہی نیت اور ملائمت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے قول میں بیان کیا ہے ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ یعنی اُن کی جلدیں اور اُن کے قلوب اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف ملائم ہو جاتے ہیں اس حالت میں عبادت کی اجابت کرتا ہے اور طاعت کے لئے پسیجتا ہے اور بندے کا قلب روح اور نفس کے درمیان متوسط ہے جس کے دو رُخ ہیں اُس کے دونوں رُخ سے ایک رُخ نفس کی طرف ہے اور دوسرا رُخ رُوح کی جانب ہے رُوح سے مدد اُس رُخ سے لیتا ہے جو اُس کے قریب ہے اور نفس کو مدد اُس رُخ سے دیتا ہے جو اُس کے قریب ہے یہاں تک کہ نفس مطمئن اور متسلی ہو جائے۔ پھر جبکہ نفس سالک مطمئن ہُوا اور سالک اُس کی سیاست

سے فارغ ہُوا تو اُس کا سلوک انتہا کو پہنچا اور سیاست نفس پر متمکن اور نفس اُس کا مطیع و منقاد ہُوا اور امرِ الٰہی کی طرف رجوع کی۔ پھر قلب کی طرف متوجہ اور مستعد اُس چیز کے باعث ہوتا ہے جو اُس میں نفس کی طرف میلان اور توجہ سے ہے تو مریدین و طالبین اور صادقین کے نفوس شیخ کے نفس کی جگہ اس کے نزدیک قائم ہوتے ہیں۔ من وجہ اس لئے کہ جنسیت عین نفیست میں موجود ہے اور من وجہ اس لئے کہ تالف الٰہی سے شیخ اور مرید میں تالیف موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تو وہ سب کچھ خرچ کرتا جو زمین میں ہے تو اُن کے قلوب کو نہ ملا سکتا ولیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کی باہم تالیف کر دی تب مریدوں کے نفوس کو ایسی ہی سیاست کرتا ہے جیسا کہ پہلے اپنے نفس کی سیاست کرتا تھا اور اُس وقت شیخ میں تخلق باخلاق اللہ کے قول الٰہی سے موجود ہوتے ہیں: الا طال شوق الابرار الی لقائی و انی الی لقائہم لاشد شوقا۔ یعنی آگاہ ہو شوق ابرار میرے لقا کے واسطے طول پکڑ گیا ہے اور رہا آئینہ میں اُن کی لقا کے لئے شائق تر ہوں اور اللہ تعالیٰ نے صاحب اور مصحوب میں حسن تالیف مہیا کی ہے اُس کی جہت سے مرید شیخ کا جزو بن جاتا ہے جس طرح کہ ولادتِ طبعی میں بیٹا باپ کا جزو ہے اور اب یہ ولادت، ولادت ہوتی ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے وارد ہے جس شخص کی دو مرتبہ ولادت نہیں ہوئی وہ آسمان کے مقام ملکوت میں ہرگز داخل نہ ہو گا۔ تو پہلی ولادت سے اُس کو عالم ملک کے ساتھ ارتباط ہوتا ہے اور اس ولادت سے اُس کا ارتباط ملکوت سے ہوتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموات و الارض و لیکونا من المؤمنین۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ایسے ہی ہم دکھلاتے تھے ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی سلطنتیں اور اس واسطے کہ وہ اہلِ یقین سے ہو جائے اور یقین خالص کمال کے ساتھ اس ولادت میں حاصل ہوتا ہے اور اسی ولادت سے میراث انبیاء کا مستحق ہوتا ہے اور جس کو انبیاء کا ورثہ نہیں پہنچا تو وہ پیدا ہی نہیں ہُوا اگرچہ اُس میں کمال ہی فطنت اور ذکا ہو اس واسطے کہ

فطنت اور ذکاء عقل کا نتیجہ ہے اور جب عقل نور شرع سے خالی اور خشک ہو تو وہ ملکوت میں داخل نہیں ہوتے اور ہمیشہ ملک میں ڈانوا نڈول رہتا ہے اور اسی واسطے علوم ریاضی کی دلیل قاطع پر متوقف ہوا اس لئے کہ وہ ملک میں متصرف ہوا اور ملکوت تک نہیں چڑھا اور ملک ہستی کا ظاہر اور ملکوت اس کا باطن ہے اور عقل روح کی زبان ہے اور بصیرت جس سے ہدایت کی شعاعیں پیدا ہوتی ہیں قلب روح ہے اور زبان ترجمان قلب ہے اور جو مضمون کہ ترجمان اُس کے ساتھ بولتا ہے اُس شخص کو معلوم ہے جس کی طرف سے وہ ترجمہ کرتا ہے اور جو کچھ اُس کے پاس ہے جس کی طرف سے وہ ترجمہ کرتا ہے وہ ترجمان پر ظاہر نہیں ہوتا۔

پس یہی سبب ہے کہ صواب سے وہ لوگ محروم رہے جو ایسی عقل والے ہیں کہ نورِ ہدایت سے عاری اور انبیاء اور اُن کے تابعین کے پاس موہبت الٰہی اور خدا کی دین ہے اور اُن کے آگے پردہ پڑ گئے ہیں اس وجہ سے کہ اُن کی واقفیت ترجمان سے اور اُن کی محرومی غایت بتیان سے ہے اور جس طرح ولادت طبعی میں ذراتِ اولاد باپ کی پشت میں ودیعت رکھے گئے ہیں کہ وہ اصلاب اولاد کی طرف بتعداد ہر ولد ذرہ کے منتقل ہوتے ہیں اور یہ وہ ذرات ہیں کہ روز میثاق میں اُن سے اللہ تعالیٰ نے خطاب الست بربکم کیا اور اُنھوں نے بلٰی کہا جبکہ آدم کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور وہ بطن نعمان سے یلکہ اور طائف کے ملے ہوئے تھے تو ذرات اُس کے جسم سے رواں ایسا ہوئے کہ جیسے عرق موافق ہر ولد کے اولاد آدم سے ایک ایک ذرہ تھا۔ بعد ازاں جبکہ خطاب کیا گیا اور جواب دیا پشت آدم کی پھیر دی گئی تو بعض آباء سے وہ ہیں جن کے صلب میں نفوذ ذرات ہوا یعنی وہ پشت میں اُن کے گھس گئے اور بعضے اُن میں سے وہ ہیں جن کے صلب میں نہیں ودیعت ہوئی تو اُس کی نسل قطع ہو گئی۔

اور ایسا ہی مشائخ کا حال ہے تو اُن میں سے کوئی شیخ ایسا ہے جس کے اولاد کثرت سے ہوئی اور اُس سے علوم اور احوال حاصل کرتے ہیں اور اُسے دوسرے کی امانت میں دیتے ہیں جس طرح ہم کہ اُن کو بواسطہ صحبت نبی علیہ السلام پہنچے ہیں

اور اُن میں سے کوئی ایسا ہے جس کے تھوڑی اولاد ہے اور اُن میں سے کوئی ایسا ہے جس کی نسل قطع ہو گئی ہے اور یہ وہی نسل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کفار پر رد کیا ہے جبکہ اُنھوں نے کہا محمدؐ ابتر ہے کوئی اس کی نسل میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر آئینہ دشمن دارندہ تیرا ابتر ہے وگرنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل قیامت کے قائم ہونے تک باقی ہے اور نسبت معنوی کے اعتبار سے مسلمان کی میراث اہلِ علم کو پہنچتی ہے۔

حضرت کثیر بن قیس سے روایت ہے کہ میں ابی درداء کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہُوا تھا کہ اُن کے پاس ایک شخص آیا اور کہا اے ابادرداء میں تیرے پاس مدینہ سے جو مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ایک حدیث کے لئے آیا ہوں جو مجھے تجھ سے پہنچی ہے کہ آپ اُسی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کرتے ہیں۔ کہا تو کیا تجھے تجارت کے سبب آنا ہُوا؟ کہا نہیں۔ کہا اور نہ کسی دوسرے سبب سے تجارت کے سوا؟ کہا نہیں۔ کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ فرماتے تھے جو شخص راستہ چلا اور مسافت طے کی کہ اُس سے علم کی خواہش اور چاہت ہے اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے راستوں سے ایک راستہ پر لے جائے گا۔"

اور ملائک اپنے بازوؤں کو طالب علم کی رضامندی کے لئے بچھاتے ہیں۔ اور طالب علم کے لئے آمرزش چاہتے ہیں جو زمین اور آسمان میں ہیں حتیٰ کہ پانی میں مچھلیاں بھی چاہتی ہیں اور ہر آئینہ عالم کی فضیلت عابد پر اس قدر ہے کہ چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے اور ہر آئینہ علماء وارث انبیاء ہیں جو نہ دینار ورثہ میں دیتے ہیں اور نہ درہم دیتے ہیں ورثہ ان کا یہی علم ہے تو جس نے اُسے حاصل کیا تو اُس سے حصہ پایا اور بڑا حصہ حاصل کیا۔

پس اول شخص جسے حکمت اور علم سپرد ہُوا وہ آدم ابوالبشر علیہ السلام ہیں۔ پھر اُن سے منتقل ہُوا جس طرح اُن سے بھول اور گناہ منتقل ہُوا اور نیز وہ باتیں جن کی طرف نفس اور شیطان بلاتے ہیں جیسے کہ وارد ہُوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو

حکم دیا کہ زمین کے اجزاء سے ایک مٹھی بھر لائے اور اللہ تعالیٰ نے نظر اُن اجزاء زمین کی طرف کی جن کو پیدا اُس جوہر سے کیا جسے پہلے پہل مخلوق کیا تو اللہ تعالیٰ کی نظر اُس پر پڑنے سے اس میں خاصیت من جانب اللہ سماع کی ہوگئی اور جب زمین اور آسمان کو اُس قول سے خطاب کیا آؤ تم دونوں خواہ مخواہ اُس کا یہ جواب دیا کہ آئے ہم فرمانبردار تو زمین کے اجزاء نے ان خطاب سے ایک خاصیت اُٹھالی پھر یہ خاصیت اُس سے بایں طور لی گئی کہ اس کے اجزاء صورت آدمؑ کی ترکیب کے واسطے حاصل کی گئی تب جسم آدم اُن اجزاء زمین سے ترکیب دیا گیا جو اس خاصیت کو شتمل تھی۔ پھر اجزاء ارضی کی نسبت سے اُس میں آرزو اور ہوے مل گئی تاآنکہ اُس نے درخت فنا کی طرف ہاتھ بڑھایا اور وہ کھیتوں کا درخت اکثر اقوال میں ہے تو اُس کے قالب میں فنا نے راہ پائی اور بعنایت و کرم الٰہی اُس میں رُوح پھونکی گئی جس کی خبر اس آیت میں ہے: فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی علم اور حکمت کو پہنچا پھر تسویہ سے صاحب نفس منفوسہ یعنی بچہ زادہ ہوا اور رُوح کے پھونکنے سے روحانی ہوا اور شرح اُس کی طولانی ہے تو قلب اُس کا کان حکمت اور قالب اُس کا معدن ہویٰ و آرزو ہوا۔ پھر اُس سے علم اور ہویٰ منتقل ہوئی اور اُس کی اولاد میں میراث اُس کی ہوگئی۔

تب ولادت ظاہری کے طریق سے بواسطۂ طبائع جو ہوی کا مقام دیا ہوا ہے باپ ہوگیا اور ولادت معنوی کی راہ سے بواسطۂ علم باپ بنا تو ولادت ظاہری میں اُس کے فنا نے راستہ پایا اور ولادت معنوی فنا سے محفوظ ہے اس واسطے کہ وہ شجرۂ خلد سے پائی اور وہ شجرہ علم ہے نہ درخت گندم کا جسے ابلیس نے شجرہ خلد نام رکھا اس واسطے کہ ابلیس ایک شئے کو اُس کی ضد سے دیکھتا اور جانتا ہے اُس سے ظاہر ہوا کہ شیخ فی المعنی باپ ہے۔

اور اکثر ہمارے شیخ، شیخ الاسلام ابوالنجیب سہروردی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے میرا بیٹا وہ ہے جو میری راہ چلے اور میری رہنمائی سے راہ پہ آئے تو شیخ جو کسب احوال اُس کے طریق سے کرتا ہے کبھی وہ ابتدائے محبین کے طریق میں رواں

کیا جاتا ہے اور کبھی محبوبین کے طریق میں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ سالکین اور صالحین کا امر چار قسموں میں منقسم ہے۔ سالک مجرد اور مجذوب مجرد اور سالک مابعد مجذوب اور مجذوب مابعد سالک تو سالک محض مشیخت کا اہل نہیں اور نہ اس کو پہنچتا ہے اس لئے کہ صفات نفس اس میں باقی ہیں تو وہ رحمت الٰہی کے حصہ لینے کے وقت معاملہ اور ریاضت کے مقام پر ٹھہر جاتا ہے اور اُس حال تک ترقی نہیں کرتا جس کے سبب وہ سختی کی سوزش سے آرام پائے اور مجذوب محض بدوں سلوک کے اللہ تعالیٰ اُسے آیات تعین نہیں ظاہر کرتا ہے اور قلب سے کچھ حجاب اُٹھا دیتا ہے اور معاملہ کے طریق پر نہیں چلتا اور حالانکہ معاملہ کا اثر کامل ہے کہ عنقریب اُس کی شرح ہم اُس کے مقام پر کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اور یہ بھی مشیخت کے لئے اہل نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ سے خلد لینے کے وقت اپنے حال میں خوش ہے بدوں اُس کے کہ اپنے طریق اعمال پر فرض کے سوا چلتا ہو اور سالک مابعد مجذوب وہ ہے جس کی ابتدا مجاہدہ سے ہو اور رنج کشی اور معاملہ یا اخلاص اور وفاء شرائط سے ہو۔ پھر وہ سختی کی جلن سے راحت حال کی طرف نکلا ہو اور حنظل تلخ کے بعد شہد شیریں پایا اور فضل کی بلندی پر آرام پایا اور تکلیف کی ضیق سے سہولت کے میدان میں آیا اور قرب کے نفحات سے مانوس ہُوا ہو اور مشاہدہ کا دروازہ اُس کے لئے کُھلا تو دوا اپنی پائی اور کاسہ اُس کا چھلکنے لگا حکمت کے کلمات اس سے صادر ہوئے اور قلوب اُس کی طرف مائل ہُوئے۔ فتوح غیب اسے متواتر پہنچیں۔ ظاہر اُس کا سیدھا اور باطن اُس کا مشاہدہ ہُوا جلوہ کے لائق ہُوا اور اُس کے جلوہ میں خلوت اُس کے لئے ہو گئی۔ پس وہ غالب ہے کہ مغلوب نہ ہو اور تصرف کرتا ہے اور اس پر کوئی تصرف نہیں کرتا ہے۔

ایسا شخص مشیخت کا اہل ہے اس واسطے کہ وہ مجنون کی راہ چلا ہے اور احوال مقربین سے اُس کو حال ملا ہے بعد ازانکہ ابرار صالح کے طریق اعمال سے داخل ہُوا اور اُس کے پیرو ہوں گے کہ اُنہیں علوم اُس سے منتقل ہوں اور اُس

کے طریق میں یہ کہ ظاہر ہوتا ہے مگر وہ کبھی اپنے حال میں مقید ہو کہ اُس میں حال اُس کا مستحکم حال کے قید سے رہا نہیں ہوتا اور کمال عطا کو نہیں پہنچتا اپنے حصّہ اور درجہ پر ٹھیک رہتا ہے اور وہ خط کثیر روشن ہے اور جو علم دیئے گئے ہیں اُن کے بہت سے درجات ہیں لیکن مشیخت میں مقام اکمل قسم چہارم ہے اور وہ مجذوب مابعد سالک ہے جس کو پہلے ہی کشف اور انوار یقین حق تعالےٰ دیتا ہے اور اُس کے قلب سے پردہ اُٹھا دیتا ہے اور مشاہدہ کے انوار سے منوّر ہوتا ہے اور اُس کا دل کھلتا اور منشرح ہوتا ہے اور دنیا غرور کے گھر سے دُور ہوتا ہے اور دار الخلد کو رجوع کرتا ہے اور دریائے حال سے سیراب اور کینہ اور علتوں سے رہا ہو جاتا ہے اور اعلانیہ کہتا ہے کہ ایسے رب کی میں عبادت نہیں کرتا جسے میں نے نہیں دیکھا۔ پھر اُس کے باطن سے اُس کے ظاہر کو فیض پہنچتا ہے اور مجاہدہ اور معاملہ کی صُورت بلا وقت اور زحمت جاری ہو جاتی ہے بلکہ لذیذ اور خوشگوار اُسے معلوم ہوتی ہے اور قالب اُس کا اُس کے قلب کی صفت پر اس باعث ہوتا ہے کہ اُس کا قلب حب الٰہی سے بھر جاتا ہے اور اُس کی جلد میں قلب کی سی نرمی آ جاتی ہے۔

اور نشانی اُس کے جلد کے نرم ہونے کی یہ ہے کہ اُس کا قالب عمل کی قبولیت ایسی ہی کرتا ہے جس طرح اُس کا دل قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے بخصوصیت چاہتا ہوں اور محبوبانِ مراد کی محبت سے اُس کو محبت خالص نصیب کرتا ہے۔ اُسے انقطاع کرتا ہے پھر ملتا ہے اور مُنہ اُس سے پھیر لیتا ہے۔ پھر پیام سلام بھیجتا ہے۔ نفس کی افسردگی اُس سے دُور کرتا ہے اور روح کی گرمی سے اُسے گرماتا ہے اور نفس کی رگیں اُس کے دل سے الگ ہو جاتی ہیں۔

قال اللہ تعالےٰ: اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابھا مثانی تقشعر منه جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ: اللہ نے بہت اچھی حدیث کتاب ملتی ہوئی دوہرائی ہے اس سے رونگٹے کھڑے کرتے ہیں جلدیں اُن لوگوں کی جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں پھر اُن کی جلدیں اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے پسیجتے ہیں۔"

روایت کی گئی ہے کہ جیسے قلوب نرم ہوتے ہیں جلدیں نرم ہوتی ہیں اور یہ محبوب مراد کے سوا دوسرے کا حال نہیں ہوتا۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ ابلیس نے قلب کی طرف راستہ مانگا تو اُس کو جواب دیا گیا کہ یہ تیرے اوپر حرام ہے الا تیری راہ اُن عروق کے راستوں میں ہیں جو نفس کے ساتھ دل کی حد تک ملے جلے ہیں۔ پھر جب تو رگوں میں داخل ہوگا تو اُس کے تنگ راستوں میں پسینے پسینے ہو جائے گا اور تیرا پسینہ اس راہ میں آبِ رحمت سے مل جائے گا جو قلب کی جانب سے مترشح ہوتا ہے اور اس ذریعہ سے تیرا غلبہ قلب تک پہنچے گا اور جس کو میں نبی یا ولی کرتا ہوں اُس کے قلب کے باطن سے یہ رگیں قطع کرتا ہوں پھر قلب سلیم ہو جاتا ہے۔ جب تو رگوں میں داخل ہوگا قلب کی جھنجریوں تک تو نہ پہنچے گا اس لئے قلب تک تیرا تسلط نہ ہوگا۔

پس جو محبوب مراد کہ شیخت کا اہل ہے اُس کا قلب سلیم و سادہ ہے اور سینہ اُس کا کھلا کشادہ اور جلد اُس کی ملائم ہوگی تو قلب اُس کا طبیعت روح اور نفس اُس کا طبیعت قلب کے ساتھ ہو گیا اور نفس اُس کا بعد ازانکہ وہ نافرمان بدی کا حکم کرنے والا تھا نرم ہو گیا اور نفس کی نرمی سے جلد ملائم ہو گئی اور یافت حال کے بعد صورت اعمال کی طرف پھیرا گیا اور ہمیشہ اُس کی روح حضرت آلہیہ کی طرف منجذب ہوتی ہے تو قلب روح کا تابع ہو جاتا ہے اور قلب کے تابع نفس اور نفس کا تابع قالب ہو جاتا ہے تو اعمال قلبی و قالبی باہم مل جل جاتے ہیں اور ظاہر باطن کی طرف اور باطن ظاہر کی طرف پھٹ پڑتا ہے اور قدرت حکمت کی طرف اور حکمت قدرت کی طرف اور دنیا آخرت کی طرف اور آخرت دُنیا کی طرف، اور اس کے لئے یہ قول صحیح ہوگا کہ اگر پردہ کھولا جائے تو میں زیادہ یقین نہ کروں۔

پس اس حالت میں حال کی قید سے رہا ہو جاتا ہے اور وہ حال کے اوپر غالب آتا ہے اس پر حال مستول ہوتا اور وہ ہر وجہ سے آزاد ہو جاتا ہے اور شیخ اول جو محبین کی راہ چلا نفس کی بندگی سے آزاد ہوتا مگر وہ قلب کی قید

میں باقی رہتا ہے اور شیخ محبوبین کے طریق میں بند قلب سے آزاد ہے جیسے بند نفس سے آزاد ہے اور یہ اس واسطے ہے کہ نفس ایک تاریک ارضی پردہ ہے کہ اُس سے اول چھوٹ گیا اور قلب حجاب نورانی آسمانی ہے اس سے دُوسرا رہا ہوا۔

پس وہ اپنے رب کا ہو گیا نہ اپنے قلب کا اور اپنے موقت کا نہ وقت کا، تو اللہ کو سچ کہا اور ایمان اُس پر سچا لایا اور اللہ کو سجدہ اس کا سویدا دل اور خیال کرتا ہے اور اُس پر دل اُس کا ایمان لاتا ہے اور زبان اس کی اُس کا اقرار کرتی ہے جیسا کہ اپنے بعض سجود میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اور بندگی سے اُس کا ایک رواں بھی مُنہ نہیں پھیرتا اور عبادت اُس کی فرشتوں کی عبادت سے میل کھاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے سجدہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہیں کرتے ہیں اور اُن کے ساتھ صبح و شام جُھکتے ہیں تو اجسام وہی سایہ سجدہ کرنے والے ہیں۔ ارواح مقرر کے سائے دُنیا عالمِ شہادت میں اصل کثیف ہیں اور سایہ لطیف اور عالمِ غیب میں اصل لطیف ہے اور سایہ کثیف اور یہ بات اُس کے لئے حاصل نہیں ہے جو محبین کی راہ چلا اس لئے کہ صور اعمال کی پیروی کرتا ہے اور اُس چیز سے یہ ہوتا ہے کہ جو وجدان حال سے حاصل ہو اور یہ علم کا قصور ہے اور نصیب کی کمی کوتاہی ہے اور جو علم اُسے بہت ہوتا تو اعمال کا میل احوال سے پاتا جیسے روح بدن سے ملی ہوئی ہے اور وہ یہ سمجھا کہ اعمال سے بے پروائی نہیں ہے جس طرح دُنیا میں ابدان سے بے پروائی نہیں تو جب تک بدن باقی ہیں عمل باقی ہے اور جو شخص اُس مقام میں صحیح ہو گیا جس کا ہم نے ذکر کیا وہ شیخ مطلق اور عارف محقق اور محبوب وارستہ ہے۔

نظر اُس کی دوا ہے اور بات اُس کی شفا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلام اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ سکونت کرتا ہے۔ جیسے کہ وارد ہے :۔

”ہمیشہ میری طرف بندہ نوافل سے تقریب کرتا ہے تا آنکہ مَیں اُسے چاہتا ہوں اور جب مَیں اُسے چاہتا ہوں تو مَیں اُس کا کان، آنکھ اور ہاتھ بن جاتا ہوں۔ میرے ساتھ وہ بولتا ہے اور میرے ساتھ دیکھتا ہے“۔ (الحدیث)

پس شیخ اللہ کے ساتھ بخشتا ہے اور اللہ کے ساتھ روکتا ہے تو لعینہٖ اُس کی رغبت نہ دینے میں ہے نہ روکنے میں بلکہ وہ اللہ کی مراد اور مرضی کے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ اُسے اپنی مراد معلوم کرا دیتا ہے تو سب چیزیں اللہ کی مراد سے ہوتی ہیں نہ اُس کی نفس کی مراد سے پھر اگر اُسے علم ہو کہ اللہ اُسے چاہتا ہے کہ اچھی سُتھری صُورت میں در آوے تو وہ اُس میں متقل اللہ کی مراد سے ہوتا ہے اس لئے کہ وہ صورت اچھی ستھری ہے بہ خلاف اُس خادم کے جو خدمت عبادت الہٰی پر قائم ہے۔

گیارھواں باب

خادم اور متشبہ کے حال کے بیان میں ہے

داؤد علیہ السلام کو وحی آئی اور کہا اے داؤد! جب تُو میرا کوئی طالب دیکھے تو اُس کا خادم بن جا۔ خادم ثواب کی رغبت سے خدمت میں در آتا ہے اور اُس کی خاطر سے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے تیار اور آمادہ کیا ہے اور آرام پہنچانے کے لئے پیش آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجّہ کرنے والوں کی فراغ خاطر اُن کے معاش کے کاموں سے کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے واسطے کرتا ہے نیک نیت کے ساتھ کرتا ہے تو شیخ اللہ تعالےٰ کی مراد کے ساتھ اور خادم اپنی نیت کے ساتھ قائم ہے۔

پس خادم اللہ تعالیٰ کے واسطے ایک کام کرتا ہے اور شیخ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک کام کرتا ہے تو شیخ مقربین کے مقام میں اور خادم ابرار کے مقام میں ہے۔ پس خادم بذل و ایثار اور نرمی اغیار سے اغیار کے لئے اختیار کرتا ہے اور اُس کے اوقات کا وظیفہ یہ ہے کہ بندگانِ خدا کی خدمت کے لئے پیش آتا اور اُس میں فضیلت جانتا ہے اور اپنے نوافل اور اعمال پر ترجیح دیتا ہے اور کبھی خادم کو وہ شخص جو نہیں جانتا شیخ کی جگہ قائم کرتا ہے اور بسا اوقات خادم اپنے نفس سے ناواقف بھی ہوتا ہے تو وہ اپنی ذات کو شیخ جانتا ہے

اس وجہ سے کہ فی زمانناعلم کی قلت ہے اور قومِ صوفیہ کے علوم پارینہ اور بے قدر ہو گئے ہیں اور بہت سے فقراء نے مشائخ سے بدوں علم اور حال کے لقمہ پر قناعت کی ہے تو جو کوئی زیادہ کھانا کھلاتا ہو اُن کے نزدیک وہی مشیخت ہے مستحق ہے اور یہ نہیں جانتے کہ وہ خادم ہے شیخ نہیں ہے اور خادم حسنؑ اور خط صالح اللہ کی طرف سے ہے اور ہر آئینہ فضل خادم پر جو دلیل ہے وہ اس روایت ابو ہریرہؓ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا لایا گیا آپؐ نے ابوبکرؓ اور عمرؓ سے فرمایا کہ کھاؤ تو اُن دونوں نے کہا ہم روزہ دار ہیں تو آپؐ نے فرمایا۔ اے لوگو ٹھہرو اپنے دو ساتھیوں کے لئے اور اپنے دو ساتھیوں کا کام کرو تم نزدیک آؤ پھر کھاؤ۔ یعنی تم دونوں روزہ داری کے سبب ضعیف ہو گئے ہو خدمت سے۔ پس تمہیں حاجت اُس کی ہے جو تمہاری خدمت کرے تو تم دونوں کھاؤ اور اپنی ذات کی خدمت کرو۔

پس خادم حصولِ فضل پر حریص ہوتا ہے تو کبھی کسب کو ذریعہ گردانتا ہے اور کبھی استعانت اور دریوزہ سے اور کبھی اپنی طرف مال وقف کی کشش سے یہ جان کر کہ وہ اُس کا قائم رکھنے والا اور اس کی صلاحیت رکھتا ہے کہ اسے پہنچا دے اُن لوگوں تک جن پر یہ مال وقف کیا گیا ہے اور اُس کی وہ پرواہ نہیں کرتا کہ ہر ایک ایسے مقام میں جا پہنچے جس کو شرع نے مذموم نہیں کیا تا کہ خدمت کے ساتھ احاطۂ فضل کرے۔ اور شیخ اپنی بصیرت اور قوتِ علم سے جانتا اور سمجھتا ہے کہ خرچ اور نفاق کو ضرورت ہے علم کامل کی اور نفس اور چھپی خواہش کے شائبہ سے نیت خالص کرنے کی ہے اور اگر نیت اُس کی خالص ہوتی تو اس میں رغبت نہ کرتا اس لئے کہ اُس کی مراد اس میں موجود ہے اور حال اُس کا ترک مراد اور مرادِ خلق کا قائم اور برقرار رکھنا ہے۔

جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ میں نے سری سقطی علیہ الرحمۃ کو کہتے سُنا ہے کہ جنت کے سیدھے جانے کا ایک مختصر راستہ میں جانتا ہوں تو میں نے کہا وہ کیا ہے؟ کہا کسی سے کچھ نہ مانگ اور نہ کسی سے کچھ لے اور نہ تیرے ساتھ

کوئی شئے رہے کہ اُس سے کسی کو تو کچھ دے اور خادم سمجھتا ہے کہ جنت کے طریق سے خدمت ہے اور بذل و ایثار ہے اس واسطے کہ نوافل پر خدمت مقدم ہے اور اُس کا فضل دیتا ہے اور خدمت کو اُن نوافل پر ترجیح ہے جس کو بندہ ثواب حاصل کرنے کے لئے ادا کرتا ہے الا وہ نوافل جن کے ساتھ تحریری اپنی صحت حال کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے کہ یہ نقد قبل از وعدہ ہے اور نوافل پر فضل خدمت کی دلائل سے ۔

یہ روایت ہے انسؓ سے کہ کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو بعضے ہم میں سے روزہ دار تھے اور بعضے ہم سے افطار کرنے والے تھے تو ہم ایک منزل میں باہم اُترے بہت ہی گرمی اُس دن تھی تو ہم میں سے بعضے دُھوپ اپنے ہاتھ سے روکتے تھے اور اکثر ہم میں کسی سایہ سے جن کے پاس کمبل تھے اس سے سایہ کئے ہُوئے تھے یہ پھر روزہ دار سو گئے اور روزہ کھولے ہُوئے کھڑے ہو گئے۔ پھر خیمہ لگائے اور اونٹوں کو پانی پلایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج روزہ کھولے ہُوئے اجر اُڑا لے گئے ۔

اور یہ حدیث دلیل ہے کہ نوافل پر خدمت کو فضل ہے اور خادم کے لئے مقام نادر ہے جس کی اُسے رغبت ہوتی ہے مگر جو شخص نیت کا خالص کرنا نفس کی آمیزش سے نہیں جانتا اور خادم کا تشبہ کرتا ہے اور خدمتِ فقراء کے لئے پیش آتا ہے اور خدام کے مداخل میں داخل ہوتا ہے حسنِ ارادت کے ساتھ کہ وہ خدام کی تقلید چاہتا ہے تو اس کی خدمت آمیز اور ملی ہوئی ہوتی ہے بعضے اُن میں سے تو ایسے ہیں کہ خادم اس میں اپنے مقصد کو پہنچ جاتا ہے اس سبب سے کہ اُس کے ایمان کی جگہ ہے اور اُس کی ارادت قوم کی خدمت میں نیک ہے اور بعضے وہ ہیں کہ اس میں اپنے مطلب کو نہیں پہنچتے اس سبب سے کہ اس میں ہوائے نفسانی کی آمیزش ہوتی ہے تو وہ ایک شئے اس کے غیر موضع میں رکھتا ہے اور وہ کبھی اپنی ہوائے نفس سے خدمت اپنے مصارف میں کرتا ہے اور ایسے شخص کی بعض اوقات خدمت کرتا ہے جس کا ہر ایک مستحق نہیں ہے۔

اور خلق سے تعریف اور ثنا چاہتا علاوہ اُس کے جو ثواب اور رضائے الٰہی کو چاہتا ہے
اور بسا اوقات تعریف کے لئے خدمت کرتا ہے اور بعض اوقات خدمت سے
باز رہتا ہے اس سبب سے کہ ہوائے نفس اُس سے ملتی ہے ایسے شخص کے حق میں
جو اُس سے بُری طرح ملاقات کرتا ہے اور واجب خدمت کی مراعات رضا اور رغبت
دونوں حالت میں نہیں کرتا اس واسطے کہ اُس کے قلب کا مزاج ہویٰ کے ہونے سے
منحرف ہوجاتا ہے اور خادم رضا اور رغبت میں ہویٰ کی پیروی خدمت کے اندر
نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کے کام میں اُس سے مواخذہ کسی لائم کی ملامت نہیں کرتی
اور وہ ایک شئے کو اُس کی جگہ پر رکھتا ہے تو اب یہ شخص اُس کی ہم نے ابھی تعریف
کی ہے متخادم یعنی بتکلیف خادم بنا ہُوا ہے اور خادم نہیں ہے۔ اور خادم اور متخادم
میں اُس شخص کے سوا کوئی تمیز نہیں کرتا جس کو صحت ثبات کا اور ثبات کے خالص
کرنے کا شوائب ہوا سے اعلم سے ہو اور اصل متخادم اپنے اکثر مصارف میں
خادم کے ثواب کو پہنچ جاتا ہے اور اُس کے مرتبہ کو نہیں فائز ہوتا اس واسطے کہ اپنے
ہوائے نفس کی آمیزش کے سبب حال خادم سے بھرا ہُوا ہے ولیکن جو شخص کہ خدمت
فقراء کے لئے مقرر ہے کہ مال وقف اُس کے سپرد ہے یا اُس کے منافع کو بڑھاتا ہے
اور وہ خدمت اُس عطیہ کے لئے کرتا ہے جو اُسے ملتی ہے یا حق اور حصّہ کے لئے
جو سردست اُس کو حاصل ہوتا ہے۔

پس وہ اپنے نفس کے لئے خدمت کرتا ہے نہ کہ دوسرے شخص کے لئے کرتا
ہے جو اس کا فائدہ موقوف ہُوا تو وہ خدمت نہ کرے اور بسا اوقات خدمت
کرنے والا دوسروں سے اپنی خدمت لیتا ہے تو وہ اپنے حظ نفس کے ساتھ اس
کی خدمت کرتا ہے جو اُس کی خدمت کرتا ہے۔ اور محفلوں میں اُس کی طرف حاجت
اُسے ہوتی ہے کہ اس کی کثرت ہے اور اس سے اپنے لئے جاہ و تحشم جماتا ہے کہ
بہت اُس کے توابع اور ساتھی ہیں۔ پس یہ شخص اپنے ہوائے نفس کا خادم ہے
اور اپنی دُنیا کا طالب ہے رات دن اُن چیزوں کے حصول میں حرصی بنا ہُوا ہے
جن سے وہ اپنی قدر و منزلت قائم کرتا ہے اور اپنے نفس اور بی بی اور اولاد

کو راضی رکھتا ہے پھر دنیا میں ذی مقدور ہوتا ہے اور وہ لباس پہنتا ہے جو خدام اور فقراء کا نہیں ہے اور حظوظ کے طلب پر اُس کا نفس اُٹھتا ہے اور جب ریاست اُس پر غالب ہوتی ہے اور جس قدر اس کا منافع زیادہ ہوتا ہے مادہ اُس کے ہوئی کا زیادہ ہوتا ہے اور فقراء پر دست درازی اور تطاول کرتا ہے اور فقراء کو اُس کی زیادہ خوشامد کی حاجت پڑتی ہے تاکہ اُس کی رضا حاصل کریں اور اُس کے ظلم وحیف سے بچیں کہ وظیفہ جو وقت سے اُن کو ملتا ہے جاتا نہ رہے۔ پس اُس کے مناسب حال یہ ہے کہ مستخدم یعنی خدمت لینے والا اُس کا نام رکھیں اور وہ نہ خادم ہے اور نہ متخادم ہے اور ان تمام باتوں کے ساتھ اکثر وہ شخص اُن کی برکات سے کامیاب ہوتا ہے بایں وجہ کہ فقراء کی خدمت کو غیروں کی خدمت پر اختیار اور راجح کرتا ہے اور اُسے نسبت انہی فقراء کے ساتھ ہوئی ہے اور بہر آئینہ وہ سندی روایت پہلے ہم لاچکے ہیں جس میں یہ قول ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھی سنگاتی ان کی بدولت بدنصیب اور محروم نہیں ہوتے۔ اور اللہ تعالیٰ موفق و مددگار ہے۔

بارھواں باب

مشائخ صوفیہ کے خرقہ کے بیان میں ہے

خرقہ کا پہننا شیخ اور مرید کے درمیان ایک ربط اور پیوند ہی اور ایک استواری فی نفسہ مرید سے شیخ کے لئے ہے اور استواری دہندہ کے مصالح کے لئے شرع میں جاری ہے تو خرقہ پہننے کے لئے منکر کیا انکار کرسکتا ہے ایسے طالب پر جو اپنے طلب میں صادق ہے وہ ایسے شیخ کا اپنے حسن ظن سے اور عقیدہ سے قصد کرتا ہے جس کو اپنے نفس میں مصالح دین کے لئے محکم اور استوار کرتا ہے۔ کہ اُسی سے راستہ پیشوائی اور ہدایت کا حاصل کرے اور کامیابی کا طریق اُسے شناخت کرائے اور دکھلائے کہ نفوس میں یہ آفات ہیں اور اعمال میں یہ فساد ہیں اور ان دروازوں سے دشمن آتا ہے تاکہ اپنے نفس کو اُس کے سپرد کرے

اور اُس کی رائے کو تسلیم اور قبول کرے اور اپنی تمام گردشوں میں اُس سے مشورہ لے اور استصواب کرے۔ پھر شیخ اُسے خرقہ پہناتا ہے کہ اظہار اُس کے تصرف کا اس میں ہے تو خرقہ کا پہننا علامت اُس کی ہے کہ اُس نے اپنے کو شیخ کے سپرد کر دیا اور اُس کا شیخ کے حکم میں در آنا اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم میں داخل ہوتا ہے اور بیعت رسول اللہ کے ساتھ جو ایک سُنت ہے اُس کا تازہ کرنا ہے۔

حضرت عبادہؓ نے اپنے والد صامتؓ سے روایت کی ہے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی حکم سُننے اور ماننے پر تنگی اور فراخی خوشی اور غم میں اور اس بات پر کہ ہم اولی الامر کے حکم میں نزاع نہ کریں اور جہاں ہم ہوں حق بات کہیں اور اللہ تعالیٰ کے تعمیل احکام میں کسی ملائم کی ملامت سے نہ ڈریں تو خرقہ عین بیعت کے معنی ہیں اور خرقہ صحبت میں در آنے کے لئے دہلیز ہے اور پورا مقصود وہی صحبت ہے اور صحبت سے مرید کو ہر ایک چیز کی امید ہے۔

بایزید سے روایت ہے کہ جس کا کوئی اُستاد نہ ہو تو اس کا امام شیطان ہے اور اُستاد ابوالقاسم قشیری نے اپنے شیخ ابوعلی دقاق سے حکایت کی ہے کہ ہر آئینہ اُس نے کہا ہے درخت جب آپ سے آپ کسی باغبان بغیر اُگتا ہے تو اُس میں پھول آتے ہیں اور وہ پھل نہیں لاتا اور وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کہا ہے اور ممکن ہے کہ وہ پھل لائے جیسے پہاڑی جنگلی درخت لاتے ہیں مگر اُن کے میوؤں میں باغ کے میوؤں کا مزہ نہیں ہوتا اور جب ایک جگہ سے دوسری جگہ پود لگائی جاتی ہے تو اُس کی حالت اچھی ہوتی ہے اور پھل اُس میں زیادہ آتے ہیں اس سبب سے کہ اُس میں تصرف ہوتا ہے اور ہر آئینہ شرع نے تعلیم یافتہ کتے میں کیا ہے اور اُس کے شکار مارے ہوئے کہ حلال کیا برخلاف اُس کے جسے تعلیم نہ دی گئی ہو۔ بہت مشائخ کو میں نے کہتے سُنا ہے کہ جس نے مفلح اور نجات دینے والے کو نہیں دیکھا تو وہ رستگاری اپنائے گا اور ہمارے واسطے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ خصائل حسنہ ہیں جن کی اقتدار اور پیروی کی جائے اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علوم و

آداب حاصل کئے ہیں۔ جیسا کہ بعض صحابہ سے منقول ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ
سے ہر ایک چیز کو مکروہات تک جانا تو مرید صادق جب شیخ کے تحت حکم در آیا اور
اُس کی صحبت میں بیٹھا اور اُس کے آداب اور قاعدوں سے تربیت یافتہ ہُوا تو
شیخ کے باطن سے ایک حال مرید کے باطن میں سرایت اور نفوذ کرتا ہے جسطرح
کہ ایک چراغ دوسرے چراغ سے نور لیتا ہے، شیخ کا کلام مرید کے باطن کو منور کر دیتا
ہے اور شیخ کی بات میں حال کے نفائس بھرے ہوتے ہیں اور صحبت داری اور باتوں
کے سُننے سے شیخ کی جانب سے حال منتقل مرید کی طرف ہوتا ہے اور یہ نہیں ہوتا
ہے مگر اُس مرید کے لئے جس نے اپنے نفس کو شیخ کے ساتھ روکا ہے اور اپنے نفس
کے ارادہ سے علیحدہ ہو گیا اور اپنے نفس کے ترک اختیار سے شیخ میں فنا اور گم
ہو گیا تو صاحب اور مصحوب کے درمیان تالیف الٰہی سے ایک میل اور پیوند نسبت
روحی اور طہارت خلقی کے باعث ہو جاتا ہے۔

بعد ازاں ہمیشہ مرید شیخ کے ساتھ بے اختیاری کے ساتھ باادب رہتا ہے
یہاں تک کہ شیخ کے ساتھ ترک اختیار سے اُس کو ترقی اللہ کے ساتھ ترک اختیار
کی حاصل ہو جاتی ہے اور وہ اللہ سے سمجھتا ہے جیسے وہ پہلے شیخ سے سمجھتا تھا،
اور اس خیر کل کا مبدا شیوخ کی صحبت اور ملازمت ہے اور خرقہ اس کا مقدمہ
اور آغاز ہے اور خرقہ پوشی جو سُنت ہے اس کی وجہ یہ ہے جو کہ بنت خالد نے
روایت کی ہے کہ نبی علیہ السلام کپڑے لائے کہ اُن میں ایک سیاہ چھوٹی کمبلی تھی،
پھر فرمایا تم کسے دیکھتے ہو کہ یہ مَیں پہناؤں، تو قوم خاموش ہوئی۔ پھر فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ام خالد کو میرے پاس لاؤ۔ کہا کہ مَیں سامنے لائی گئی تو وہ
مجھے اپنے ہاتھ سے پہنایا اور فرمایا کہ تُو پہن اور پھاڑ دو مرتبہ اس قول کو
دہرایا اور آپ اُس کمبل کے بوٹے زرد اور سُرخ کی طرف نگاہ کرتے تھے۔
اور فرماتے تھے یا اُم خالد یہ سناء ہے اور سناء حبشی کی زبان میں اچھی چیز کو
کہتے ہیں اور یہ چھپی بات نہیں ہے کہ اُس شکل پر خرقہ کا پہنانا جس کو شیوخ فی
زماننا معتمد رکھتے ہیں زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ تھا اور یہ صورت

اور جماؤ اُس کے لئے اور اُس کو شمار میں لانا شیوخ کے اچھا جاننے کے سبب سے ہے اور حدیث سے اُس کی اصل اُسی قدر ہے جن کی ہم نے روایت کی اور اس کے لئے شاہد بھی وہ تحکیم ہے جو ہم نے ذکر کی اور کون سی اقتدا۔ اور پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اور موکد زیادہ اور بڑھ کر اس سے ہے کہ اُس کی اقتدار اس میں ہو کہ خلق کو حق کی طرف دعوت کرے۔

اور ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام قدیم میں امت کی طرف سے حاکم کر دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرمایا ہے اور مرید کا شیخ کو حاکم کرنا اُس سنت تحکیم کا تازہ کرنا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :

فلا و ربك لا یومنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما -

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو قسم تیرے رب کی ہے وہ ایمان والے نہیں ہیں جب تک تجھے حکم اور منصف نہ بنائیں اس معاملہ میں کہ وہ باہم جھگڑا کرتے ہیں۔ بعد ازاں وہ اپنے دِلوں میں تنگی نہ پائیں اُس فیصلہ سے جو تو کر دے اور وہ قبول اور تسلیم اچھی طرح کر لیں۔

اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور ایک شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑا کرتے ہوئے ایک شراج کی بابت لے گئے اور شراج پانی کا بڑھانا نالی سے ہے وہ دونوں اُس سے کھجوروں کی آب پاشی کیا کرتے تھے تو نبی علیہ السلام نے زبیرؓ سے فرمایا۔ زبیر آب پاشی کر پھر اپنے ہمسایہ کے لئے پانی جانے دے تو وہ دوسرا شخص غصہ ہوا اور کہا رسول اللہ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی کے لئے فیصلہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی جس میں ادب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جان پڑتا ہے اور اُن پر تسلیم کی شرط آیت میں لگا دی اور وہ انقیاد ظاہری ہے اور تنگی کی نفی کی اور وہ انقیاد باطنی ہے اور یہ مرید کی شرط بعد تحکیم کے ہے۔

پس خرقہ کی پوشش اُس کے باطن سے التیام شیخ کو اُس کی تمام گردان میں

دُور کرتی ہے اور شیخوں پر اعتراض کرنے سے ڈراتی ہے اس واسطے کہ وہ مریدوں کے حق میں سم قاتل ہے اور یہ بات شاذ نادر ہے کہ باطن میں مرید شیخ پر اعتراض کرے پھر فلاح اور نجات پائے اور مرید اپنی مشکلات میں تصدیقاتِ شیخ کی نسبت قصّہ موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کے ساتھ یاد کرے کہ خضر سے کیا کیا تصدیقات صادر ہوئیں جن کو موسیٰ علیہ السلام انکار کرتے تھے، پھر جبکہ اُس کے معنی کھولے گئے تو موسیٰؑ کے لئے اس میں وجہ ثواب ظاہر ہوئی تو اسی طرح مرید کو سزاوار ہے کہ چاہئے شیخ سے ہر تصدیق جس کی جو مشکل ہو معلوم کرے تو شیخ کے پاس اُس کا بیان اور اُس کی صحت کی برہان موجود ہے اور شیخ کا ہاتھ خرقہ پہنانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کا نائب ہے اور مرید کی تسلیم اُس کے لئے بعینہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کے لئے تسلیم ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :

اِنّ الذین یبایعونك انما یبایعون اللّٰہ ید اللّٰہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ۔۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تحقیق جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔ پھر جو کوئی عہد شکنی کرے تو وہ اپنے ہی نفس کے لئے کرتا ہے اور شیخ شرائط خرقہ کا مرید سے عہد و فا لیتا ہے اور اسے خرقہ کے حقوق بتلاتا ہے۔

پس شیخ مرید کے لئے ایک صُورت ہے کہ مرید مطالبات الٰہی اور مرضیات نبوی اس صورت کے پیچھے دیکھتا ہے جس طرح جامۂ تنگ میں سے اُس طرف کی چیز کوئی دیکھتا ہے اور مرید کا یہ عقیدہ ہے کہ شیخ ایک دروازہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے آستانۂ کرم کی طرف کشادہ کر دیا ہے اُسی میں سے داخل ہوتا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہے اور شیخ کے ساتھ اُس کی وارداتیں اور مہمات دینی و دنیوی نازل ہوتی ہیں اور اعتقاد رکھتا ہے کہ شیخ خدائے کریم کے ساتھ نازل کرتا ہے وہ چیزیں جن کے ساتھ مرید نازل کیا جاتا ہے اور اس باب میں اللہ کی طرف مرید کے لئے رجوع کرتا ہے جس طرح کہ مرید اُس کی طرف رجوع کرتا ہے اور شیخ کے لئے بات چیت

کا دروازہ سوتے اور جاگتے کشادہ ہے تو شیخ اپنے ہوئی کے مرید میں تصرف نہیں کرتا تو وہ اللہ کی امانت اُس کے پاس ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف مرید کی حاجتوں کے لئے استغاثہ کرتا ہے جیسے اپنی ذات کے حوائج اور مہمات دین و دُنیا کے لئے کرتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور کسی آدمی کی حد نہیں ہے کہ اُس سے اللہ باتیں کرے مگر یہ کہ دل میں القا کرے یا پردہ کے پیچھے سے یا کسی رسول کو بھیجے تو رسول کا بھیجنا انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے اور اسی طرح وحی اور پردہ کے پیچھے سے کلام الہام اور ہاتف اور منام وغیرہ سے مشائخ اور راسخین فی العلم کے واسطے ہے۔ اور جان لے کہ مریدوں کے لئے شیخوں کے ساتھ ایک وقت شیر خواری کا ہے اور ایک وقت ترک شیر خواری کا ہے اور ولادت معنوی کی شرح پہلے ہو چکی اور شیر خواری کا وقت لزوم صحبت کا وقت ہے اور شیخ اُس کا وقت جانتا ہے تو مرید کے لائق نہیں ہے کہ وہ شیخ سے بلا اُس کی اجازت کے مفارقت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اُمت کے ادب دینے کے لئے فرمایا ہے کہ مومن وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور جب اُس کے ساتھ کسی امر جامع پر ہوں تو وہ نہیں چلے جاتے ہیں جب تک اُس سے اجازت نہ لے لیں۔ ہر آئینہ جو لوگ تجھ سے اذن مانگتے ہیں یہ وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان لاتے ہیں اور جب تجھ سے اپنے کسی کام کے لئے اجازت چاہیں تو جس شخص کو تُو چاہے اُن میں سے اجازت دے اور کون امر جامع امر دین سے بڑھ کر ہے؟

پس شیخ مفارقت کا حکم مرید کو نہیں دیتا مگر جبکہ وہ جانے کہ اس کا دُودھ چھڑانے کا وقت آپہنچا ہے اور مرید کو قدرت اس کی ہے کہ استقلال بنفسہ اُسے ہو اور استقلال بنفسہ اُس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کے لئے فہم کا

دروازہ کشادہ ہو۔ پھر جب مرید اُس رتبہ کو پہنچ جائے اور حوائج اور مہمات کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُتارے اور اس درجہ کو فائز ہو کر اللہ تعالیٰ سے تعریفات اور تنبیہات حق سبحانہ تعالیٰ اُس کے بندہ سائل محتاج کے لئے سمجھے تو واقعی اُس کے فطام اور دودھ چھوڑانے کا وقت آپہنچا اور وقت فطام سے پہلے جب وہ جُدا ہو جائے تو راستہ میں علتیں اُس کے لاحق ہوں گی کہ دُنیا کی طرف پھرے اور ہویٰ کی متابعت کرے جو ولادت طبعی میں غیر وقت کے دودھ چھڑائے ہوتے کو پہنچتے ہیں اور مشائخ کی صحبت کا یہ تلازم مرید حقیقی کے واسطے ہے اور مرید حقیقی خرقۂ ارادت پہنتا ہے۔ اور جاننا چاہیئے کہ خرقہ، دو خرقہ ہیں، خرقہ ارادت کا اور خرقہ تبرک کا، اور اصل خرقہ جس کا قصد مشائخ نے مریدوں کے لئے کیا ہے وہ خرقۂ ارادت ہے اور خرقۂ تبرک خرقہ ارادہ کا متشبہ ہے تو مرید حقیقی کے لئے خرقۂ ارادت ہے اور خرقہ تبرک متشبہ کے لئے اور جو شخص ایک قوم کا متشبہ ہُوا تو وہ اسی قوم سے ہے اور خرقہ کو سر اور بھید یہ ہے کہ جب طالب صادق شیخ کی صحبت میں درآیا اور اپنے نفس کو اُس کے تفویض کر دیا اور چھوٹے بچے کی طرح باپ کے ساتھ ہو گیا کہ اپنے علم سے شیخ اُس کی تربیت کرے جس میں اللہ تعالیٰ سے صدق افتقار اور حسن استغاثہ کے ساتھ مدد لی گئی ہے اور شیخ کے واسطے بصیرت نافذہ کے سبب اشراف اور واقفیت باطنوں پر ہوتی ہے تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرید موٹے کپڑے ایسے پہنتا ہے جیسے درویش قانع زاہد اور اس شکل میں لباس سے اُس کے نفس کے اندر ایک پوشیدہ ہوائے نفس ہے کہ زہد کی نظر سے دیکھا جائے تو اُس پر باریک نرم کپڑے کا پہننا بہت سخت اور دوبھر ہے اور اس کے نفس کی خواہش اور پسندیدگی اس میں ہے کہ بھوکے ٹکڑ گداؤں کا لباس اپنے ہوائے اور گمان کے موافق موٹا اور نرم جس کی آستین اور دامن کم اور زیادہ ہو پہنے تو ایسی صُورت کے چاہنے والے کو شیخ اُس قسم کے کپڑے پہنائے جس سے اُس کی ہویٰ اور غرض نفس کی شکست ہو اور کبھی مرید کے بدن پر باریک نرم کپڑے ہوتے ہیں یا پوشاک میں ایسی صورت ہوتی ہے جس کی طرف عادت

طبیعت ہو سکتی ہے تو شیخ اُس کو وہ پہناتا ہے جو نفس کو اُس کی عادت سے
اور ہوا سے خارج کر دے۔
پس کپڑے میں شیخ تصرف کرتا ہے جیسا کہ کھانے میں کرتا ہے اور جس
طرح مُرید کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے میں کرتا ہے اور جس طرح کہ اُس کے امر
دین میں تصرف کرتا ہے جیسی مصلحت دیکھے ہمیشہ ذکر کرنا اور نماز میں نفلوں کا پڑھنا
اور کلام اللہ پڑھنا اور خدمت کرنا اور جس طرح وہ تصرف کرتا ہے کہ مرید سے کسبِ
معاش کرائے یا فتوح پر یا اور خیر پر رکھے۔ پس شیخ کو اشراقِ باطن ہوتا ہے
اور اختلاف استعدادات پر اطلاع ہوتی ہے تو ہر ایک مرید کو معاش اور معاد
کے لئے حکم کرتا ہے جس میں اس کی اصلاح حال ہو اور طرح طرح کی استعدادوں کے
ہونے کے باعث دعوت کے مراتب بھی انواع و اقسام کے ہوتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا دعوت کر اور بلا اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت سے
اور پند سُودمند سے اور اُن سے مجادلہ کر اُن چیزوں کے ساتھ جو احسن ہوں۔ پس
حکمت دعوت میں ایک رُتبہ ہے۔ موعظت کا بھی یہی حال ہے اور مجادلہ کا بھی، پھر
جس کی دعوت حکمت کے ساتھ چاہیے اُس کو نصیحت اور پند سے مدعو نہ کیا جائے
اور جو نصیحت کے قابل ہو وہ حکمت کے ساتھ دعوت نہ کیا جائے۔
پس اسی طرح شیخ کو علم ہے کہ کون ابرار کی وضع پر ہے اور کون مقربین
کے ڈھنگ پر ہے اور کسے دوام ذکر کی صلاحیت ہے اور کس کو صلاحیت ہمیشہ
نماز پڑھنے کی ہے اور کون شخص ہے جو موٹے باریک کپڑے یا باریک نرم کپڑے
پہننا چاہتا ہے تو مرید کو اس کی عادت سے چھڑاتا ہے اور ہوائے نفس کی
تنگی سے نکالتا ہے اور اپنے اختیار سے اُسے دکھلاتا ہے اور اپنے اختیار سے
کپڑا پہناتا ہے جو اُس کے لائق ہو اور اُس ہیئت سے جو اُس کے لائق ہو اور
خاص خرقہ اور ہیئت سے اُس کے ہوئی کے مرض کی دوا کرے اور اس برتاؤ سے
مرید کے راضی برضا مولیٰ ہونے کا قصد کرے تو سچا مرید جس کا باطن آتشِ ارادت
سے مشتعل ہوا ابتدا ارکان اور شدت ارادت میں ایک سانپ ڈسے ہوئے کی

مثال ہے جو دوا دارو ہے جنتر منتر والے کا خواہاں اور حریص ہوتا ہے اور جب وہ کسی شیخ کو پا گیا تو شیخ کے باطن سے توجہ صادق اُس کے لئے برانگیختہ ہوتی ہے کہ وہ اس پر مطلع ہے اور مرید کے باطن سے صدق محبت خوشنما معلوم کرتا ہے اور یہ تالیف قلوب اور تقارب ارواح اور اُن میں جو سر ازلی ہے اُس کے ظہور کے باعث ان دونوں کے للہ اور فی اللہ اور باللہ یکجائی سے ہوتا ہے۔

پس وہ قمیص جو مرید کو وہ پہناتا ہے ایک خرقہ ہے کہ مرید کو بشارت اُس کی دیتا ہے کہ شیخ کی حسن توجہ اُس کے ساتھ ہے اور مرید کے لئے وہی کام کرتا ہے جو یوسف علیہ السلام کی قمیص نے یعقوب علیہ السلام کے لئے کیا تھا۔ اور منقول ہے کہ جب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو آپ کے بدن سے کپڑے اُتار لئے گئے اور برہنہ آتش میں جھونک دیئے گئے اس وقت جبرئیل علیہ السلام اُن کے لئے ایک کُرتہ بہشت کے حریر کا لائے اور انہیں پہنا دیا اور وہ کُرتہ ابراہیمؑ کے پاس رہا۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو حضرت اسحٰق علیہ السلام کو ورثہ میں ملا جب وہ مرے تو یعقوب علیہ السلام کے ورثہ میں آیا اور یعقوب علیہ السلام نے اس قمیص کو ایک تعویذ میں رکھا اور یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈال دیا تو یہ کبھی اُس کو اپنے سے جدا نہیں کرتے تھے۔ پھر جب وہ کنوئیں میں برہنہ ڈالے گئے تو حضرت جبرئیلؑ ان کے پاس آئے اور آپ کے پاس وہ تعویذ تھا تو کُرتے کو اُس میں سے نکالا اور وہ آپ کو پہنا دیا۔

اور مجاہد سے روایت ہے کہ یوسف علیہ السلام دانا تر اللہ کے ساتھ تھے اس سے کہ وہ نہ جانیں کہ کُرتا اُن کا یعقوب علیہ السلام کی بصارت کو پھیر لائے گا مگر یہ قمیص ابراہیم علیہ السلام کی تھی اور مجاہد نے بیان کیا جو ہم نے بیان کیا۔ کہا جبرئیل نے کہا آپ سے کہا کہ اپنا کُرتہ بھیج دو اس واسطے کہ بہشت کی اُس میں خوشبو ہے کسی گرفتارِ بلا یا مریض کو نہیں بھیجتے کہ اُسے صحیح اور تندرست نہ کر دے تو سمجھے مرید کے نزدیک وہ خرقہ اُس کے لئے جنت کی خوشبو سے بسا ہوا ہے بایں وجہ کہ اللہ صحبت کے ساتھ اُس کے شمار میں آیا ہے اور خرقہ کا پہننا

اس قبیل سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اُس پر ہے اور اُس کی طرف کا فضل ہے
ولیکن خرقہ تبرک کو جو وہ مانگتا ہے تو اُس کا مقصود ہے کہ اس قوم کے لباس
سے برکت حاصل کرے اور ایسا شخص شرائطِ صحبت کے ساتھ مطالبہ نہیں کیا جاتا
بلکہ حدودِ شرعی کے لزوم اور اس گروہ کے ملنے جُلنے کے لئے نصیحت کیا جاتا ہے تاکہ
اُن کے برکات اس شخص کو پہنچیں اور اُن کے آداب سے متجلّی ہو اور عنقریب
اس کو یہاں تک دے گا کہ خرقۂ ارادت کا اہل ہو جائے۔ اسی واسطے خرقہ تبرک
ہر ایک طالب کے لئے مبذول ہے اور خرقۂ ارادت ممنوع ہے الا صادق راغب
سے کہ اُس کو دیا جاتا ہے اور خرقہ میں نیلے رنگ کا پہننا مشائخ کے مستحبات
میں سے ہے۔

پس اگر شیخ کی یہ رائے ہو کہ مرید کو دوسرے رنگ کا پہنائے تو کسی کو
حق نہیں کہ اُس پر اعتراض کرے۔ اس واسطے کہ مشائخ کی رائیں اُن کے افعال میں
بحکم و تقاضائے وقت ہوتی ہیں اور ہمارے شیخ فرمایا کرتے کہ ایک فقیر تھا جو
چھوٹی آستینوں کا خرقہ پہنا کرتا کہ خدمت کرنے کے لئے اُس سے زیادہ مدد ملے۔
اور شیخ کے لئے جائز ہے کہ مرید کو بدفعات خرقے متعدد قسم کے پہنائے جس میں
مرید کے لئے مصلحت جس قدر دیکھے اور یہ مبنی اُس مسئلہ پر ہے جس کا ذکر ہم نے
معالجۂ ہوٰی سے لباس اور رنگ میں کیا ہے۔

پس نیلے رنگ کا پسند کرنا ہے اس واسطے کہ وہ فقیر کے لئے زیادہ ملائم
بایں وجہ ہے کہ وہ میل کو اُٹھاتا ہے اور زیادہ شست و شو کا اسی لئے محتاج
نہیں ہوتا تو یہی کافی ہے اور اس کے سوا جو وجوہ اس معاملہ میں بعضے صوفیہ بیان
کرتے ہیں وہ کلام امتناعی ہے کلام اہل تکلف اور اصنع سے کہ دین اور حقیقت سے
وہ کچھ بھی نہیں ہیں۔

شیخ سدید الدین ابو الفتح ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سُنا ہے کہ کہا میں
ابی بکر شراطی کے پاس بغداد میں تھا کہ ہماری طرف سے ایک فقیر اپنے گوشہ سے باہر
آیا۔ مَیلے چکٹ کپڑے پہنے ہوئے تھا تو بعض فقراء نے اُس سے کہا کہ کپڑے کس واسطے

نہیں دھوتے ہو ؟ کہا اے بھائی ! مجھے فرصت نہیں ہے ۔ پھر شیخ ابو الفخر ہمیشہ مزہ فقیر کے اس قول کا کہ مجھے فرصت نہیں ہے یاد کیا کرتے تھے اس واسطے کہ وہ فقیر اس قول میں صادق تھا تو اُس کے قول میں ایک لذت پاتا ہوں اور برکت حاصل کرتا ہوں جب اُسے مَیں یاد کرتا ہوں ۔

پس اس وجہ سے انہوں نے رنگین خرقہ اختیار کیا اس واسطے کہ وہ ایک رعایت وقت کی شاغل کے شغل میں ہے ورنہ جو لباس چاہے مرید کو پہناوے سفید ہو یا کسی رنگ کا ہو۔ پس شیخ کو اُس کا اختیار اُس کے حسن مقصد اور امور عمل سے حاصل ہے اور واقعی مَیں نے بہت مشائخ دیکھے کہ وہ خرقہ نہیں پہناتے اور بہت قوموں کے ساتھ وہ سلوک کرتے ہیں بدوں اس کے کہ خرقہ پہنتے ہوں اور اُس سے کرم اور آداب حاصل کرتے ہیں اور پہلے ایک طبقہ سلف کے صالحین سے تھا جو خرقہ کو نہیں جانتے تھے اور نہ مریدوں کو پہناتے تھے پھر جو اُسے پہناتا ہے تو اُس کے لئے مقصد صحیح اور اصل احیاء سنت سے اور شاہد شرع سے موجود ہے اور جو اُسے نہیں پہناتا تو اس کے لئے رائے اس کی ہے اور اس میں اس کے لئے مقصد صحیح ہے اور مشائخ کے تمام تصرفات راستی اور صواب پر محمول ہیں اور اس میں نیک نیتی ضرور ہوتی ہے اور اللہ تعالےٰ اُن کے ساتھ اور اُن کے آثار کے ساتھ نفع بخشے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔

تیرھواں باب

رباط یعنی خانقاہ کے باشندوں کی فضیلت میں ہے

قال اللہ تعالیٰ : فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو والآصال رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب والابصار ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' ان گھروں میں کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کا حکم دیا ہے کہ بلند کئے جائیں اور اُن میں اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے صبح اور شام اُن میں

اللہ کے واسطے تسبیح اور تہلیل وہ مرد کرتے ہیں جن کو نہ تجارت کھیل میں ڈالتی ہے، نہ بیع غافل کرتی ہے اللہ کے ذکر سے اور نماز کے پڑھنے اور زکوٰۃ کے دینے سے، خوف اُس دن سے کھاتے ہیں جس میں قلوب اور آنکھیں اُلٹ پلٹ جائیں گی۔
بعضے کہتے ہیں کہ یہ بیوت مسجد میں ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ مدینہ کے گھر میں اور بعض کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں۔ اور روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ان بیوت میں سے علی اور فاطمہ کا گھر ہے؟ فرمایا ہاں افضل اُن میں کا ہے اور جس نے کہا وہ زمین کے سب بقعہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سجدہ گاہ بنائی گئی تو اس بنا پر اعتبار مردان ذاکر کے ساتھ ہے نہ جگہوں کی چار دیواری کا اور جو بقعہ کہ مردوں کو اس صفت کے ساتھ احتوا اور انحصار کرے وہی گھر ایسے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کے رفیع ہونے کا حکم دیا ہے۔
انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کوئی صبح اور کوئی شام ایسی نہیں ہے مگر یہ کہ زمین کے بقعے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں آیا کوئی تیرے اوپر کوئی شخص گزرا جس نے تیرے اُوپر نماز پڑھی یا اللہ کا ذکر تیرے اوپر کیا، تو بعضے کہتے ہیں کہ ہاں اور بعضے کہتے ہیں کہ نہیں تو جس وقت کہا کہ ہاں تو یہ بقعہ جان لیتا ہے کہ اُس بقعہ کو میرے اُوپر اس وجہ سے فضل ہے اور کوئی بندہ نہیں جس نے زمین کے کسی ایک بقعہ پر اللہ کا ذکر کیا یا اللہ کے واسطے اُس پر نماز ادا کی۔ مگر یہ کہ وہ بقعہ اُس کی شہادت اُس کے لئے اُس کے پروردگار کے سامنے دے اور اُس پر مرنے کے روز روئے۔
اور بعض کا قول ہے کہ اس آیت میں فما بکت علیھم السماء والارض یعنی پس نہ روئے اُن پر آسمان اور زمین اہل اللہ تعالیٰ کی فضیلت میں اہل طاعت سے تنبیہ اور اشعار ہے اس واسطے کہ زمین اُن پر روتی ہے اور اُن لوگوں پر جو دُنیا کی طرف راغب اور ہوی کے تابع میں نہیں ہوتے تو اہل خانقاہ وہی رجال اور مرد ہیں اس واسطے کہ اُن لوگوں نے اپنے نفوس کو اللہ تعالےٰ کی

طاعت پر بند کر دیا ہے اور اللہ کی طرف ٹوٹ پڑے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے دُنیا کو خادمہ بنا دیا۔

عمران بن حصین نے روایت کی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اللہ کا ہو رہا اللہ تعالیٰ اُس کو مایحتاج معیشت میں کفایت کرتا ہے اور اُس کو روزی اس طرح دیتا ہے جس کا وہ حساب نہیں کرتا اور جو شخص دُنیا کا ہو رہا اُسے اللہ تعالیٰ اُسی دُنیا کے سپرد کرتا ہے۔ اور اصل رباط وہ ہے جس میں گھوڑے باندھے جائیں۔ پھر ہر ایک قلعہ اور دربند کے لئے رباط مستعمل ہوا کہ اُس کے باشندے اپنے اگلے پچھلے دشمنوں کو دفع کریں تو مجاہد مرابط اپنے آس پاس والے کو مدافعت کرتا ہے اور رباط کا رہنے والا اللہ کی طاعت پر ہے اُس کی ذات اور دُعا سے بلا بندگانِ خدا اور ملکوں سے دور ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آئینہ نیک مسلمان کے سبب اُس کے گھر کی اور ہمسایہ کے سو آدمیوں سے بلا دُور ہوتی ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ فرمایا۔ اگر اللہ کے بندے نماز پڑھتے اور بچے دُودھ پیتے اور مویشی چرتے نہ ہوتے تو ہر آئینہ تمہارے اُوپر اللہ عذاب سخت ڈالتا اور پھر خوب کُوٹتا اور پیستا۔ اور ابن عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ ایک مرد کی صلاح اور نیکوکاری سے اُس کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور گھر والوں اور پڑوسیوں کو صاحب صلاح و فلاح کرتا ہے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پناہ میں رہیں گے۔ جب تک یہ شخص اُن میں رہے گا۔

اور داؤد بن صالح نے روایت کی کہا کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھ سے کہا اے میرے بھتیجے کیا تُو جانتا ہے کہ یہ آیت اصبروا وصابروا و رابطوا۔ تم ثابت رہو اور مقابلہ میں مضبوطی کرو اور لگے رہو کس چیز کے حق میں نازل ہوئی ہے؟ میں نے کہا نہیں کہا اے میرے بھتیجے زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ میں ایسے غزوے اور

جہاد نہیں تھے جن میں گھوڑے باندھے جاتے مگر وہ انتظار ایک نماز کا دوسری نماز کے بعد تھا۔ پس رباط نفس کے جہاد کے لئے تھا اور باشندہ رباط کا مرابط مجاہدہ اپنے نفس کا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ، یعنی جہاد کرو اللہ کی راہ میں جو اُس کے جہاد کا حق ہے۔

عبداللہ بن مبارک نے کہا وہ مجاہدہ نفس اور ہوٰی کا ہے اور وہ حق جہاد ہے اور وہی جہاد اکبر ہے۔ اس روایت کے موافق جو حدیث شریف میں وارد ہے کہ ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ بعض غزوات سے واپس تشریف لائے کہا ہم نے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کی اور منقول ہے کہ ہر آئینہ بعض صالحین نے اپنے ایک بھائی کو لکھا جسے وہ غزوہ کے لئے بُلاتا تھا تو اُس کو لکھا بھائی میرے کل سرحد اور دربند میرے لئے ایک گھر میں جمع ہیں اور دروازہ مجھ پر بند ہے۔ جواب میں اس کے بھائی نے لکھا اگر کُل آدمی ایسے ہوتے کہ جو تُو نے اپنے اوپر لازم کیا ہے وہ بھی لازم پکڑتے تو مسلمانوں کے کاموں میں خلل پڑتا اور کافر لوگ غالب آتے۔ اس واسطے غزوہ اور جہاد سے چارہ نہیں ہے پھر اُس نے لکھا کہ اے میرے بھائی جس کام پر میں ہوں اُس کو اگر سب آدمی لازم پکڑتے اور اپنے اپنے گوشوں مصلوں کے اوپر اللہ اکبر کہتے تو قسطنطنیہ لے لیتے۔

بعضے حکماء نے کہا ہے عبادت خانوں میں نیک نیتی اور صفائی باطن کے ساتھ آوازوں کا بلند کرنا اُن عقدوں کو حل کر دیتا ہے جن کو افلاک دوار گھٹی میں ڈالتے ہیں تو ارباب ربط کا جماؤ بلاد اور عباد کو موجب برکات ہوتا ہے۔ جبکہ ٹھیک اُس طریقے پر ہو جس کے لئے ربط موضوع اور مقرر ہو اور ارباب ربط حسن معاملہ اور رعایت اوقات کے ساتھ ثابت ہوں اور اعمال کے تباہ کرنے والوں سے حفظ اور احوال کے اصلاح کرنے والوں پر اعتماد ہو۔

سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس آیت کے معنی میں اصبروا وصابروا ورابطوا کہ دنیا سے بامید سلامت صبر کرو اور لڑائی جہاد کے وقت ثبات اور استقامت کے ساتھ شکیبائی اور نفسِ امارہ کی ہوا و ہوس کی بندش کرو اور ندامت جو

تمہارے پیچھے آتی ہے اُس سے خوف کرو اور بچو شاید کہ بساط کرامت پر کل کے دن تم فلاح پاؤ اور یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ میری بلا پر صبر اور سکون کرو اور میری نعمتوں پر بازداشت نفس اور میرے دشمنوں کے گھر میں گھوڑے باندھو اور میرے غیر کی محبت سے بچو شاید کہ کل میری لقاء سے تم فلاح اور ظفر پاؤ اور رباط یعنی خانقاہ کے باشندوں کی شرطیں یہ ہیں۔ خلق کے ساتھ معاملہ الفت اور معاملہ کا حق کے ساتھ جاری کرنا اور حصول معاش کو مسبب الاسباب کے بھروسے پر چھوڑ دینا اور صحبتوں سے نفس کو باز رکھنا اور بُرے انجام سے پرہیز کرنا اور اپنے رات دن کو عاداتِ قدیم کے عوض عبادتِ نو سے وصل کرنا۔ اوقات کا بچانا اور ورد وظائف سے لگے رہنا اور نمازوں کا منتظر رہنا اور غفلت سے پرہیز کرنا تاکہ اُس کے سبب وہ مرابط مجاہد ہو جائے۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا مکروہات میں پورا کرنا اور قدموں کا مساجد کی طرف بڑھانا اور ایک نماز کا دوسری نماز کے بعد انتظار کرنا خطاؤں کو خوب ہی دھو ڈالتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے سُنو میں اس بات کی تمہیں خبر دیتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ تمہاری خطائیں معاف اور تمہارے درجے بڑھائے۔ صحابہؓ نے کہا ہاں یا رسولؐ اللہ! فرمایا:

اسباغ الوضوء فی المکارہ وکثرۃ الخطاء الی المساجد و انتظار الصلوٰۃ بعد الصلوٰۃ فذلکم الرباط فذلکم الرباط فذلکم الرباط۔

"یعنی تکلیفات میں اچھی طرح وضو کرنا اور مسجدوں کو زیادہ چلنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی راہ دیکھنی پس یہ رباط ہے پس یہ رباط ہے پس یہ رباط ہے یعنی جہاد کا اسمیں ثواب ہے۔

⁂

چودھواں باب

اہلِ صفہ سے خانقاہ والوں کی مشابہت کے بیان میں

قال اللہ تعالیٰ: لمسجد اسس علی التقوٰی من اول یوم احق ان تقوم فیہ فیہ رجال یحبون ان یتطہروا و اللہ یحب المطہرین۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر آئینہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ پہلے ہی دن سے اس کی مستحق تھی کہ اُس میں تُو قیام کرے۔ اُس میں ایسے مرد ہیں جو چاہتے ہیں کہ خوب ہی صاحبِ طہارت ہوں اور اللہ اہلِ طہارت کو دوست رکھتا ہے۔

یہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف ہے۔ اُن سے پوچھا گیا کہ تم لوگ کیا عمل کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف اس ثناء کے ساتھ کی؟ اُن صحابہ نے کہا کہ ہم ڈھیلوں کے لینے کے بعد آبدست لیتے تھے اور یہ اور اُس کے مثل جو آداب ہیں صُوفیہ کا روزمرہ ہی ربط کی ملازمت اور اُس کا عہد کرتے ہیں اور رباط اُن کا گھر اور خیمہ خرگاہ ہے اور ہر قوم کا ایک گھر ہے اور رباط اُن کا گھر ہے۔ اور ہر آئینہ اہلِ صفہ سے اس برتاؤ میں مشابہ ہو گئے ہیں اُس حدیث کے موافق جو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

کہا ایک شخص تھا کہ وہ جب مدینہ میں آتا اور مدینہ میں اُس کا کوئی شناسا ہوتا تو اُس کے یہاں اُترتا۔ پھر اگر وہاں کوئی جان پہچان نہ ہوتا تو صُفہ میں اترتا اور مَیں ان لوگوں میں سے تھا جو صفہ میں اُترتے تو قوم جو رباط میں تھی باہم اُن کے ربط ضبط تھا ایک ارادہ اور عزم اور یکساں احوال پر متفق تھے اور اس معنی کے خاطر ربط موضوع ہوا کہ باشندے اُس کے موصوف اس صفت میں ہوں جو اس آیت میں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور نکال دیا ہم نے اُن کے سینوں میں سے جو کینہ تھا بھائی بنا کر اُن کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہُوئے اور یہ مقابلہ باطن اور ظاہر کے برابر اور یکساں ہونے سے ہے اور جس نے

اپنے بھائی کے لئے دل میں کینہ رکھا تو وہ اس کے مقابل نہیں ہے اگرچہ مُنہ اس کا اُس کی طرف ہو۔

پس اہلِ صفہ اس طرح کے تھے وجہ یہ کہ کینہ اور حسد کا جوش وجودِ دُنیا ہے اور دنیا کی محبت کل خطاؤں کی اصل ہے تو اہلِ صفہ نے دُنیا کو ترک کر دیا اور وہ نہ کھیتی کرتے تھے اور نہ دُودھ کے جانور پالتے تھے۔ پس اُن کے باطنوں سے کینہ اور بُغض دور ہو گیا اور اسی طرح اہلِ ربط اپنے ظاہر اور باطن کے ساتھ متقابل اور اُلفت اور مودت پر متفق تھے اور کلام اور طعام کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں اور اجتماع کی برکت کو جانتے ہیں۔

وحشی بن حرث نے اپنے باپ سے اور اُس نے اپنے دادا سے روایت کی کہ ہر آئینہ اہلِ صفہ نے کہا یا رسول اللہ ہم کھاتے ہیں اور سَیر نہیں ہوتے۔ فرمایا شاید کہ تم علیحدہ علیحدہ اپنے کھانے پر بیٹھتے ہو تم جمع ہو اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اللہ تعالےٰ تمہارے لئے اس میں برکت دے گا۔

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خوان پر کھانا کھایا اور نہ چھوٹے پیالے میں اور نہ اُن کے لئے باریک چپاتی پکائی گئی تو پوچھا کہ کس چیز پر کھانا کھاتے تھے کہا کہ دسترخوان پر بس عباد اور زہاد نے تنہائی چاہی اس وجہ سے کہ اجتماع سے اُن پر آفت آئے گی اور اس سبب سے کہ اُن کے نفوس ہوا و ہوسوں کو جمع کرتے ہیں اور غیر مقصود چیزوں میں غور کرتے ہیں تو سلامتی انہوں نے تنہائی میں دیکھی اور صوفیہ نے اپنے قوتِ علم اور صحتِ حال کی وجہ سے اُس کو دُور اپنے سے کر دیا اور جماعت خانوں میں مصلّے پر جمع ہونا اچھا جانا۔

پس ہر ایک کا سجادہ اُس کا گوشہ ہے اور ہر ایک نے اپنے اپنے مقصود کے لئے قصد اور کوشش کی اور شاید ایک بھی اُن میں سے نہ ہو کہ قصد اُس کا اپنے سجادہ سے قدم نہ بڑھائے اور اُن کے لئے مصلّے اختیار کرنے میں ایک وجہ سنت سے ہے۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ کہا کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بوریا پوست خرما سے بنایا کرتی

جس پر آپ رات کی نماز پڑھا کرتے اور میمونہ

اور میمونہؓ زوجۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کی کہا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ وہ مسجد میں اپنے لئے کھجور کا چھوٹا مصلا بچھاتے تاکہ اُس پر نماز پڑھیں اور رباط میں جوان اور بوڑھے اور اہلِ خدمت اور اصحابِ خلق سب ہی قسم کے ہوتے ہیں تو مشائخ ضعیف گوشہ نشینی کے لئے زیادہ لائق ہیں اس نظر سے کہ نفس خواہشمند خواب اور آرام کا ہوتا ہے اور حرکات اور سکنات میں تنہائی اور تفرد چاہتا ہے تو نفس تفرد اور غیر تفرد کا مشتاق نہ رہے اور آسانی میں ہوتا ہے اور جوان کا جی جماعت خانہ میں بیٹھنے سے گھٹتا ہے اس سبب سے کہ اغیار کی نظر کے سامنے ہونا پڑتا ہے تاکہ اُس پر بہت سی نگاہیں پڑیں اور وہ مقید اور ادب آموز ہو اور یہ بات حاصل نہیں ہوتی الا جبکہ جماعت خانہ میں گروہ خانقاہ حفظ اوقات اور ضبط انفاس اور نگہداشت حواس کا اہتمام کرنے والے ہوں جیسے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ صلہ وسلم تھے: لکل امرایٔ منھم یومئذ شان یغنیہ یعنی آج کے دن اُن میں سے ہر ایک شخص کے لئے ایک شان ہے جو اُس کو بس ہے۔ اُن کو آخرت کے ارادہ سے وہ کام کرتے تھے جو باہمی اشتغال سے بے پروا اور فارغ تھے اور اہلِ صدق اور صوفیہ کے لئے ایسا ہی سزاوار ہے کہ اُن کا اجتماع اُن کے وقت کے لئے باعثِ مضرت نہ ہو اور جب جوانوں کی اوقات میں کھیل اور ہاسے ہوئے تحلیل انداز ہوا تو اولیٰ یہ ہے کہ جوان طالب تنہائی ہو اور گوشہ نشینی اپنے اوپر لازم کرے اور شیخ ایک گوشہ اور مکان خلوت جوان کو دے گا تاکہ جوان اپنے نفس کو ہوائے نفسانی اور نکمی باتوں میں دھیان دینے سے باز رکھے۔

اور شیخ جماعت خانہ میں رہے کہ حال اُس کا قوی ہے اور مدارات پر خلق پر صبر کر سکتا ہے اور صحبت و اختلاط کے بد انجام سے ایمن ہے اور جماعت میں اُس کا وقار موجود ہے تو غیر اُس سے انضباط حاصل کرتا ہے اور وہ مکدر نہیں ہوتا اور خدمت کی شرح یہ ہے کہ جو شخص خانقاہ میں داخل ہو اور معاملہ کا مزہ اُس نے

نہ چکھا ہو اور احوال نعتیہ سے وہ خبردار نہ ہُوا ہو تو اُس کی شان یہ ہے کہ خدمت پر مامور کیا جائے۔ تاکہ اُس کی عبادت اُس کی خدمت ہو اور حسنِ خدمت سے اہل اللہ کے قلوب کو اپنی طرف کھینچے اور متوجہ کرے تو اُس کی برکت اُس کے شامل حال ہوگی اور عبادت میں جو بھائی مشغول ہیں ان کو مدد دے گا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: المومنون اخوة یطلب بعضهم الی بعض الحوائج فیقضی بعضهم الی بعض الحوائج یقضی اللہ لهم حاجاتهم یوم القیامة۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب مومن بھائی ہیں اُن میں کا ایک دوسرے سے حاجت روائی چاہتا ہے تو وہ ایک دوسرے کی حاجت برلاتے ہیں۔ اللہ اُن کی حاجات کو قیامت کے دن روا کرے گا۔

دریں صورت بوسیلۂ خدمت بے کاری سے جو دِل کو مُردہ کرتی ہے محفوظ رہتا ہے اور قوم صوفیہ کی خدمت منجملہ اعمال صالح ہے اور یہ کامیابیوں کے طریقوں سے ایک طریق ہے کہ اوصافِ جمیلہ اور احوالِ حسنہ اُن کو حاصل کراتی ہے اور جو کوئی ان کی جنس سے نہیں ہے اور نہ خواہش مند راہ پر آنے کا اُن کی ہدایت سے ہے تو ایسے لوگوں سے خدمت لینا پسند نہیں کرتا۔

روثیق ابن الرامی سے روایت ہے کہ میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور وہ مجھ سے کہا کرتے کہ مسلمان ہو اس واسطے کہ اگر تو اسلام لے آتے تو مسلمانوں کی امانت میں تجھ سے مدد لوں۔ کیونکہ لائق نہیں ہے کہ اُن کی امانتوں کے کام میں اُس شخص سے امداد طلب کروں جو اُن میں سے یعنی مسلمان نہ ہو کہا کہ میں نے انکار کیا تو عمرؓ نے کہا کہ دین میں زبردستی نہیں ہے۔ جب اُس کی وفات کا وقت قریب آیا تو مجھے آزاد کر دیا اور کہا جا جہاں تیرا جی چاہے۔ تو قوم خدمت اغیار کو مکروہ جانتے ہیں اور اُن کی ابتر کاری سے بھی انکار کرتے ہیں۔ سبب اس کا یہ ہے کہ جو شخص ان کے طریق کو پسند نہیں کرتا تو اکثر اوقات ان کو دیکھ کے مضرت کا خواہاں ہو جاتا ہے بڑھ کر اُن منافع سے جو اُس کے سبب ملتے ہیں۔ اس واسطے کہ یہ حضرات بھی بشر ہیں اور اُن سے بہت امور

اقتضاء بشری سے ظاہر ہوتے ہیں اور غیر جس کو اگلے مقاصد کا علم نہیں ہے اُن سے انکار کرتا ہے۔ اور اعتراض جڑتا ہے ان حضرات کا اس وجہ سے کہ خلق پر اُن کو شفقت ہے انکار ہے۔ نہ اس راہ سے کہ وہ کسی ایک مُسلمان پر اپنا اعزاز اور علو مرتبہ جتلائیں اور طالب جوان نے جب اہل اللہ کی خدمت کی جو اُس کی طاعت میں لگے ہُوئے ہیں تو ثواب میں اُن کے شریک ہوتا ہے اور جہاں کہیں اُس کو اہلیت خدمت کی اُن کے احوال بلند اور روشن کے باعث نہ ہو تو جو اُن کی خدمت کا اہل ہے اس کی یہ خدمت کرے اس واسطے کہ خدمت اہلِ قرب کی نشانی اللہ تعالےٰ کی محبت کی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت تبوک سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو فرمایا مدینہ سے جب قریب ہُوئے کہ ہر آئینہ مدینہ میں بہت قومیں ہیں کہ تم نے کوئی سفر نہیں کیا اور نہ کوئی فراخ راستے پہاڑوں کے طے کئے مگر یہ کہ وہ قومیں تمہارے ساتھ تھیں۔ صحابہؓ نے کہا اور یہ بھی مدینہ میں موجود ہیں فرمایا ہاں اُن کو عذر نے روک لیا۔

پس قوم کا خدمت گزار قصور کے عذر اور نا اہلیت کے سبب قوم کے درجہ تک پہنچنے سے رُک گیا اُس کے بعد وہ سبزہ زار کے آس پاس چوطرفہ گھومنے لگا۔ اس حالت سے کہ خدمت میں وہ اپنی کوشش کرتا تھا جہاں شفقت کی نگاہ سے ممنوع آیا وہاں کام خدمت سے عذر خواہی اور معافی چاہتا تھا۔

پس اللہ تعالےٰ اُس پر اُسے جزا دیتا ہے جو بہت اچھی اور عمدہ ہے اور بہت بڑی عطا اُس کو ارزانی فرماتا ہے اسی طرح اہلِ صُفہ تقویٰ پر ایک دوسرے کی معاونت کرتے تھے اور دُنیا کے سارے اور مال وتن سے بھائیوں کی غم خواری پر اتفاق کرتے تھے۔

***

پندرھواں باب

ارباب ربط اور صوفیہ کے خصوصیات کے بیان میں ہے اور یہ اختصاص ان چیزوں میں ہے جس کا وہ باہم معاہدہ اور انکے ساتھ مخاصمہ اور مجادلہ کرتے ہیں

جان رکھو کہ اس خانقاہ کی بنا اس ملت ہادی مہدی کی زینت سے ہے اور اہلِ خانقاہ کے ایسے احوال ہیں جن کے باعث وہ غیر طوائف سے ممتاز ہو گئے ہیں اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے سیدھے راستے پر ہیں: قال اللہ تعالیٰ: اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے تو اُن کی ہدایت کی پیروی کر اور جو کچھ تصوّر ہمارے زمانہ کے بعضے لوگوں میں دیکھا جاتا ہے اور اُن کے سلف کے طریقہ سے خلاف پایا جاتا ہے اُس سے کوئی حرج اور اعتراض اُن کے اصل امر اور صحت طریق میں نہیں ہوتا اور اس قدر آثار گذشتہ سے باقی ہے اور صُوفیوں کا خانقاہ میں جماؤ اور جو کچھ کہ اُن کے لئے اللہ تعالیٰ نے نرمی اور لُطف سے مہیا کیا ہے وہ مشائخ سلف کے باطنوں کی جمعیت کی برکت اور عطاءِ حق کے آثار سے ہے جو اُن کے حق میں تھی اور اب جو خانقاہوں میں اجتماع طاعت حق اور آدابِ ظاہری کے رسوم پر ہے، وہ درحقیقت عکس اُس نورِ جمعیت کا ہے جو سلف کے باطنوں سے اور سلف کے طریق پر خلف کے سلوک سے رہ گیا ہے تو وہ خانقاہ میں ایسے ہیں کہ گویا جسدِ واحد اور اُس میں قلوب متفق اور عزم متحد ہیں اور یہ بات غیر گروہوں میں نہیں پائی جاتی۔

اللہ تعالیٰ نے مومنین کے وصف میں فرمایا ہے کانھم بنیان مرصوص یعنی گویا کہ ایک بُنیاد سیسہ پلائی ہُوئی مضبوط ہے اور اُس کے برخلاف دشمنوں کی تعریف کی ہے۔ فرمایا کہ تم یہ سمجھو کہ جمع ہیں اور حالانکہ دل اُن کے پراگندہ ہیں۔

نعمان بن بشیر نے روایت کی ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے مومن لوگ ایک آدمی ہی کے بدن کے مثل ہیں۔ جب ایک عضو میں اُس کے اعضاء سے درد ہو تو کُل بدن دردناک ہو جاتا ہے اور جب ایک مومن دردناک ہو تو سب مومن دردناک ہوں۔ پس صُوفیہ کے وظائف لازمی سے یہ ہے کہ جمعیت باطن کا حفظ کریں اور تفرقہ کو پراگندگی باطن کے ازالہ سے دُور کریں۔ اس واسطے کہ یہ لوگ ارواح کی نسبت سے مجتمع ہیں اور تالیف الٰہی کے رابطہ سے باہم متفق ہیں اور قلوب کے مشاہدہ سے موافق ہیں اور نفوس کی آراستگی اور قلوب کی صفائی کے لئے خانقاہ میں باہم بندھے اور ملے ہُوئے ہیں تو اُن کے لئے اُلفت اور ودّ اور خیر خواہی سے چارہ نہیں اور وہ ضروری اور لابد ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے فرمایا کہ مومن ملتا اور اُلفت کرتا ہے اور اُس سے دوسرا اُلفت کرتا ہے اور خیر اُس شخص میں نہیں ہے جو نہ دوسرے سے ملے اور نہ اُس سے دوسرا شخص ملے اور اُلفت کرے۔ اور حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ارواح جنود مجندہ یعنی لشکر مجتمعہ ہیں تو جو اُس میں سے جانتا پہچانتا ہے وہ اُلفت کرتا ہے اور جو انجان اجنبی ہے وہ الگ رہتا ہے۔ پس اُن کا یہ حال ہے کہ اپنی جمعیت سے اُن کے باطن مجتمع ہوتے ہیں اور نفوس اُن کے پابند ہوتے ہیں اس واسطے کہ بعضے اُن میں سے دیدبانی اور نگاہ رکھنے والے دوسرے بعض کے ہیں اس حدیث کے موافق کہ مومن آئینہ مومن کا ہے تو جب کبھی اُن میں سے کسی ایک کی طرف سے تفرقہ کا نشان ظاہر ہوتا ہے یہ لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں کیونکہ تفرقہ ظہور نفس سے ظاہر ہوتا ہے اور نفس کا ظہور وقت ناحق ضائع کرنے سے ہے۔

پھر جس وقت نفس فقیر کا ظہور کرتا ہے تو اُس سے وہ جان لیتے ہیں کہ جمعیت کے دائرہ سے ہر شخص باہر ہو گیا اور اُس پر حکم لگا دیتے ہیں کہ اُس نے وقت کا حکم تلف کیا اور سیاست اور حسن رعایت کو چھوڑ دیا تب وہ دائرہ جمعیت کی طرف تنافر

کے ساتھ کچھا جاتا ہے۔

محمد عبداللہ نے کہا کہ میں نے رویم کو کہتے سُنا ہے کہ صُوفیوں میں خیر جب تک ہے کہ وہ باہم تنافر رکھیں اور جبکہ صُلح کریں اور باہم مِل جائیں ہلاک اور تباہ ہو جاتے ہیں اور رویم سے یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ایک دُوسرے کی جاسوسی اور چوپانی رکھیں اس خوف سے کہ نفس ظہور کرے سکتے ہیں کہ جب باہم صُلح کرلیں اور اپنے درمیان سے منافرت کو دُور کریں تو خوف ہے کہ مبادا باطنوں میں مسائلت اور نمائش مل جائے اور آداب غامض کے ترک میں ایک دوسرے سے چشم پوشی اور درگزر کرے اور اس ذریعہ سے نفوس کا ظہور اور استیلا ہو اور ہر آئینہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہا کرتے کہ اللہ تعالےٰ اُس شخص پر رحم کرے جو مجھے میرے عیبوں کی طرف رہنمائی کرے۔ محمد بن نعمان نے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے مہاجرین اور انصار کی ایک مجلس میں کہا کہ خبر دو تم مجھے کہ اگر بعض امور کے ابتدا میں میں رخصت دوں تو تم کیا کرو؟ کہا کہ ہم خاموش ہو رہیں کہا پس اسے دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ خبر دو تم مجھے اگر میں بعض امور میں رخصت دوں تو تم کیا کرو؟ بشر بن سعد نے کہا اگر میں یہ کام کروں کہا تو مجھے ہم ہدف سہام طعن کا کریں۔ تب عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم اب تم ہو یعنی اپنی صفاتِ اعلےٰ مخصوصہ کے ساتھ قائم ہو۔

اور جب نفس صوفی عقب اور خصومت کے ساتھ اپنے بعضے بھائیوں کے ظہور کرے تو اُس کے بھائی کی شرط یہ ہے کہ اُس کے نفس کو اپنے قلب کے ساتھ مقابل کرے اس واسطے کہ نفس جب قلب کے ساتھ مقابل ہوتا ہے تو شر کا مادہ بیٹھ جاتا ہے اور جبکہ نفس کے مقابل نفس ہو فتنہ میں جوش آتا ہے اور عصمت چلی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بہت اچھی بات کے ساتھ تُو جواب دے۔ پس ناگاہ وہ شخص جس کے درمیان اور تیرے عداوت ہے گویا کہ وہ گہرا دوست ہے۔ اور یہ نہیں دیا جاتا مگر اُنھی لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں۔

پھر شیخ یا خادم کے پاس جب کوئی فقیر اپنے بھائی کی شکایت لے جائے تو اُسے پہنچتا ہے کہ اُن دونوں میں سے جس پر خفگی ظاہر کرے۔ پس زیادتی کرنے والے کو

کہے کہ کس واسطے تُو نے اُس پر تعدی کی؟ اور جس پر تعدی ہُوئی اُس سے کہے کیا تُو نے گناہ کیا تُو نے یہاں تک کہ میرے اُوپر اس پر تعدی کی اور میرے اوپر تسلّط کیا؟ اور آیا تُو نے اُس کے نفس کا مقابلہ اپنے قلب سے کیا بایں لحاظ کہ اپنے بھائی سے نرمی تو کرے اور فتوت اور صحبت کا حق ادا کرے تو ہر ایک اُن دونوں میں سے قصور وار اور دائرہ جمعیت سے خارج ہے تو وہ نفرت کے ساتھ دائرہ کی طرف پھیرا جاتا ہے تو وہ استغفار کرتا ہے اور اصرار کی راہ نہیں چلتا۔

حضرت عائشہؓ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ میرے اُن لوگوں میں سے مجھے کرکہ وہ جب بھلائی کریں تو خوش ہوں اور جب برائی کریں تو استغفار کریں تو استغفار ظاہر میں بھائیوں کے ساتھ اور باطن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوگی اور اللہ تعالیٰ کو وہ اپنے آپ کے استغفار میں دیکھتے ہیں تو اسی واسطے وہ صف نعال میں اپنے قدموں پر کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ سبب تواضع اور انکساری اور اپنے شیخ کو میں نے ایک فقیر سے کہتے ہُوئے سُنا جبکہ اُس کے اور اُس کے بعضے بھائی کے درمیان وحشت پیدا ہُوئی۔ اُٹھ اور استغفار کر، تو فقیر کہتا تھا مَیں اپنا باطن صاف نہیں پاتا اور نہ بغیر صفائی باطن کے استغفار کے لئے کھڑا ہونا اختیار کرتا ہُوں۔ پھر شیخ کہتا تھا کہ تُو اُٹھ تو تیری سعی اور قیام کی برکت سے صفائی تجھے روزی ہوگی تو وہ یہ پاتا تھا اور اُس کا اثر فقیر پر معلوم ہوتا تھا اور دل نرم ہوتے تھے اور وحشت دُور ہوتی تھی اور یہ اُسی گروہ کی خاصیت ہے کہ وہ رات کو نہیں سوتے اس حالت کے ساتھ کہ باطن اُن کے وحشت کے بھرے ہوں اور کھانے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ جب اُن کے دلوں میں وحشت ہو اور وہ جمعیت ظاہری کسی چیز سے اپنے امور میں نہیں پاتے جب تک کہ اُن کے باطن مجتمع نہ ہوں اور تفرقہ اور پراگندگی دُور نہ ہو۔ پھر جب استغفار کے لئے فقیر کھڑا ہو تو اُس کے استغفار کا ذکر کرنا کسی حال میں روا نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا رحم کرو تم رحم کئے جاؤ گے اور بخشو تمہاری بخشش ہوگی۔

اور صوفیہ کے لئے بعد استغفار شیخ کے ہاتھ چومنے میں ایک اصل سُنت سے ہے۔
عبداللہ بن عمرؓ نے کہا مَیں ایک سریہ یعنی جمعیت فوج قلیل میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھا تو لوگ یکسو ہُوئے اور پھر گئے اور مَیں انہی لوگوں میں سے تھا جو پھر گئے تھے تو ہم نے کہا ہم کیا کریں؟ حالانکہ ہم دشمن پر حملہ کرنے سے بھاگ گئے اور غضب میں پڑے۔ پھر ہم نے کہا کہ اگر ہم مدینہ میں داخل ہوں تو اُس میں توبہ کریں گے۔ پھر ہم نے کہا کہ اگر ہم اپنے تئیں رسولؐ اللہ کے سامنے پیش کریں۔ پس اگر ہماری توبہ قبول ہو تو بہتر ورنہ ہم کہیں چلے جائیں گے۔ پھر ہم نماز صبح سے پیشتر آپؐ کی خدمت میں پیش آئے۔ پس آپؐ باہر تشریف لائے اور فرمایا کون قوم ہو؟ ہم نے کہا کہ ہم بھگوڑے ہیں فرمایا کہ نہیں بلکہ تم لڑائی میں عکّار ہو، میں تمہارا گروہ ہوں ہم گروہ مسلمانان ہیں۔ عرب میں محاورہ ہے عکر الرجل پھر امر و جبکہ وہ شخص پھرے بعدازاں لوٹ کر حملہ کرے اور عکّار بمعنی عطاف اور رجاع بمعنی پھرنے والے اور لوٹنے والے کے ہے کہا پھر آپؐ کے پاس آئے اور ہاتھ چومے۔
اور روایت ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح جب وہ آئے تو حضرت عمرؓ نے ہاتھ چومے اور ابی مرثد غنوی سے روایت ہے کہ کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے پھر مَیں آپ کی طرف اُترا اور آپؐ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور یہ ہاتھ کے بوسہ دینے میں رخصت جواز ہے ولیکن صوفی کا ادب یہ ہے کہ جب اپنے نفس کو دیکھے کہ اس سے افتخار و تعزز کرے یا اپنے وصف کو ظاہر کرے تو اُس سے باز رہے اور اگر اُس سے محفوظ رہے تو مضائقہ نہیں کہ ہاتھ کو بوسہ دے اور بھائیوں سے گلے ملے بعدازاں کہ وہ استغفار کر چکے بایں وجہ کہ اُس نے وحشت سے اُلفت کی طرف رجوع کی اور تفرقہ کے سفر ہجرت سے جمعیت کے وطن میں آئے تو نفس کے ظہور سے وہ غریب الوطن اور بعید ہُوئے اور نفس کی غیبت اور استغفار سے لوٹ آئے۔
اور جس نے اپنے بھائی سے معافی چاہی اور اُس نے قبول نہ کیا تو خطا کی اور ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس کی بابت وعید آئی ہے۔ جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا جس شخص کے سامنے اُس کے بھائی نے معذرت کی اور اُس نے قبول نہ کی تو اُس پر وہی عائد ہو جو اُس شخص پر کہ اخراج کے لینے اور ربیع کے اندر تشویش پیدا کرے۔

اور جابرؓ نے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جس شخص سے کوئی معذرت اور بازگشت از گناہ کرے اور وہ قبول نہ کرے حوضِ کوثر پر وارد نہ ہوگا۔ اور سنت سے یہ وارد ہے کہ بعد استغفار بھائیوں کے لئے کچھ پیش کرے۔ روایت ہے کہ کعب بن مالکؓ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہر آئینہ میری توبہ سے یہ امر ہے کہ اپنے کُل مال سے الگ ہو جاؤں اور اپنی قوم کے گھروں کو ہجرت کروں جس میں مَیں نے گناہ کیا ہے تو نبی علیہ السلام نے اُس سے فرمایا ایک تہائی اس میں سے تجھے کافی ہے تب سے صُوفیہ کی یہ سنت ہوگئی کہ بعد از استغفار و منافرت کے تاوان کا مطالبہ کریں اور اُن کے یہ سب قصد تالف کی غرض سے ہیں تاکہ اُن کے باطن جمعیت پر ہوں جیسے کہ اُن کے ظاہر جمعیت سے ہیں اور یہ وہ امر ہے جس کے ساتھ حضرات صوفیہ متفرد اور یکتا طوائف اسلام سے ہو گئے ہیں۔

پھر سچے فقیر کی شرط جبکہ وہ خانقاہ میں سکونت کرے اور چاہے کہ اُس کے مال وقف سے کھائے یا اُس میں سے جو باشندگان خانقاہ کے لئے دریوزہ گری سے طلب کی جائے یہ ہے کہ اُس کے سامنے شغل باللہ سے ایسا ہو جس میں کسب کی گنجائش نہ ہو وگرنہ جو بیکاری اور امورِ غیر محض میں غور کرنے کے لئے اُس کو فرصت ہو اور جدّ وجُہد سے اہلِ ارادہ کے شرائط پر قائم نہ ہو تو اُس کو سزاوار نہیں ہے کہ وہ مال خانقاہ سے کھائے بلکہ اکتساب معاش کرے اور اپنی کمائی سے کھائے اس لئے کہ خانقاہ کا کھانا اُن لوگوں کے لئے ہے جن کا اللہ کے ساتھ شغل کامل ہو گیا ہے تو اُس کی خدمت اہلِ دُنیا اسلئے کرتے ہیں کہ وہ اپنے مولا کی خدمت میں مشغول ہیں الاّ یہ کہ وہ ایک شیخ کامل طریقت کے زیر سیاست ہو جس کی صحبت سے نفع حاصل ہو اور اُس کی ہدایت سے راہ راست پاتا ہے اور شیخ کی رائے ہو کہ مال خانقاہ سے

اُس کو کھانا ملے تو شیخ کا تصرف ضرور صحت بصیرت سے ہوگا اور منجملہ اُن منشاؤں کے جو اس معاملہ میں شیخ کو ہو یہ بھی ہے کہ نیت اُس کی ہو کہ اُس کو فقراء کی خدمت میں مشغول کرے۔ اس صورت میں جو وہ کھاتا ہے اُس کی خدمت کے عوض میں ہوگا۔

ابوعمرو الزجاجی سے روایت ہے کہ کہا مدت تک میں جنید کے پاس رہا تو مجھے کبھی ہرگز اُس نے نہ دیکھا مگر یہ کہ کسی قسم کی عبادت میں مشغول تھا اور مجھ سے نہ بولے حتیٰ کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ جماعت سے مکان خالی تھا تو میں اُٹھا اور کپڑے اپنے اُتارے اور مکان صاف کیا اور پاکیزہ کر دیا اور پانی اُس پر چھڑکا اور طہارت کی جگہ کو دھویا۔ پھر شیخ اِدھر آئے اور میرے اوپر گرد وغبار پڑا دیکھا تو میرے لئے دُعا کی اور کہا مرحبا جزاک اللہ اور کہا احسنت علیک بہا تین بار اور ہمیشہ مشائخ صوفیہ جوانان نوخیز کو خدمت کی طرف بلاتے ہیں تاکہ بیکاری سے وہ محفوظ رہیں اور ہر ایک کو ایک حصّہ معاملہ کا ملتا ہے اور ایک حصّہ خدمت کا۔

ابومحذورہ سے روایت ہے کہ کہا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہمارے واسطے اذان دینے کا کام مقرر کیا اور بنی ہاشم کے لئے پانی زمزم سے کھینچنا اور پلانا اور بنی عبدالدار کے واسطے دربانی اور اسی کی اقتدار خادموں نے کی تفریق میں فقراء پر کرتے ہیں اور کسی قسم کی خدمت کے ترک میں نہیں معذور ہوتا الا وہ شخص کہ اپنے وقت میں پورا مشغول ہو اور کامل الشغل سے بیماری مراد اعضاء و جوارح یعنی ہاتھ پاؤں سے نہیں ہے الا مقصود یہ ہے کہ ہمیشہ رعایت اور محاسبہ اور دل کے ساتھ اور جسم کے ساتھ ایک وقت اور دل کے ساتھ بدوں جسم کے دوسرے وقت مشغول ہو اور نقصان سے زیادت کی طلب ہو اس واسطے کہ فقیر کا حقوقِ وقت پر قائم ہونا شغل کامل ہے اور اسی سے نعمت فراغ اور نعمت کفایت کا شکر ادا ہوتا ہے اور بے کاری میں نعمت فراغ اور کفایت کی ناشکری ہے۔

حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ سے سُنا گیا کہ کہتے تھے جو شخص قدر نعمت نہیں جانتا ہے نعمت کا سلب اس طرح ہو جاتا ہے کہ اسے خبر نہیں ہوتی۔ اور کبھی شیخ یعنی پیر

اس شخص کے کھانا خانقاہ سے کھانے میں معذور ہوتا ہے جو کمانے سے عاجز ہے اور جوان معذور نہیں یہ بات علی الاطلاق قوم کے دونوں طریق کے شرط میں ہے۔ بایں تفصیل سے شرع کے فتویٰ کی حیثیت سے تو اگر وقفہ کی شرط ہو کہ متصوفہ کے لئے ہے اور جو متصوفہ کے لباس میں ہو اور اُن کا خرقہ پہنے ہو تو اُس کا کھانا اور فتویٰ اُن کے لئے جائز مطلق ہے اور اس مسئلہ میں رخصت پر قناعت ہے بغیر عزیمت کے جو اہلِ ارادت کا شغل ہے اور اگر وقت کی شرط یہ ہے کہ جو طریق صوفیہ عملاً اور حالاً رکھتا ہو تو اُس کا کھانا اُن کے لئے روا نہیں ہے کہ بے کار ہے اور تضیع اوقات کے مائل ہیں اور اہلِ ارادت کے طریق مشائخ صوفیہ کے نزدیک مشہور ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی مثال گھوڑے کی سی ہے میخ کی نسبت جولان کرتا ہے اور میخ کی طرف رجوع کرتا ہے اور ہر آئینہ مومن سہو کرتا ہے اور پھر ایمان کی طرف رجوع کرتا ہے تو تم اپنا کھانا پرہیزگاروں کو کھلاؤ اور مومنوں کو نیکی پہنچاؤ۔

سولھواں باب

سفر اور مقام میں احوال مشائخ کے اختلاف کے بیان میں ہے

مشائخ صوفیہ کے احوال مختلف ہیں بعضے ابتداء میں مسافرت کرتے ہیں اور نہایت میں مقیم ہوتے ہیں اور بعضے ابتدا میں مقیم اور انتہا میں مسافرت کرتے ہیں۔ اور بعضے مقیم ہیں کبھی سفر نہیں کرتے اور بعضے ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں اور ایک جگہ قیام نہیں کرتے اور ہم ہر ایک کے حال کی شرح کریں گے اور اُس کا مقصد بیان کریں گے جس کی طرف اُس کو رغبت ہے۔

تو جس نے ابتدا میں سفر اور انتہا میں اقامت کی ہے تو قصد اُس کے سفر کا بہت باتوں کے لئے ہے اُن میں سے یہ ہے کہ علم سے کچھ سیکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علم طلب کرو اگرچہ وہ چین میں ہو اور بعض نے کہا ایک شخص اگر شام سے اقصائے یمن تک ایک کلمہ کے لئے جو اُسے ہدایت پر لے جائے سفر کرے

تو اُس کا سفر ضائع نہیں ہے۔

اور نقل ہے جابرؓ بن عبداللہ نے مدینہ سے مصر کی طرف مہینے بھر میں ایک حدیث کے لئے سفر کیا اُسے یہ خبر پہنچی تھی کہ انسؓ اُس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کرتے ہیں اور ہر آئینہ رسول علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اپنے گھر سے علم کی طلب میں نکلا تو وہ جب تک واپس آئے اللہ کی راہ میں ہے اور اس قول اللہ تعالیٰ کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے السایحون کہ وہ لوگ طالبان علم ہیں اور ابی ہارون نے روایت کی ہے کہ کہا ہم ابا سعید کے پاس جاتے تو وہ کہتے مرحبا ہے۔ وصیت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہ ہر آئینہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگ تمہارے تابع ہیں اور زمین اطراف سے مرد تمہارے پاس آئیں گے کہ دین کو سیکھیں تو جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں خیر کے ساتھ یاد کرو اور نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے علم کا سیکھنا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے کہا میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے کہ جس شخص نے علم کی طلب میں سفر کیا اس کے لئے جنت کا راستہ سہل ہو گیا۔ اور ابتدار میں اُس کے مقاصد سے ایک یہ ہے کہ مشائخ اور سچے بھائیوں سے ملاقات کرے۔

پس مرید کے حق میں ہر ایک سچّے اور صادق کی ملاقات سے ترقی ہے اور کبھی مُردوں کا دیکھنا اُسے نفع دیتا ہے جیسے کہ اُس کو مردوں کا قول نفع کرتا ہے اور تحقیق بعضوں نے کہا ہے کہ جس شخص کا دیکھنا تجھے نفع نہ دے تو اُس کا کلام تجھے فائدہ نہ دے گا۔ اور اس قول میں دو وجہ ہیں، ایک یہ ہے کہ صدیق مراد ہے فعل کی زبان سے صادق قول کے ساتھ کلام اس سے زیادہ کرتا ہے جو قول کی زبان سے اُن کے ساتھ کلام کرے تو جب سچا آدمی اُس صدیق کی چلت پھرت کی طرف نگاہ کرے اُس کے جانے اور آنے اور اُس کی خلوت اور جلوت اور کلام اور سکوت میں کچھ اس پر نظر کرنے سے نفع حاصل ہو تو یہ فائدہ اُس کے دیکھنے کا ہے اور جس کے احوال اور افعال ایسے نہ ہوں تو اُس کا کلام بھی نفع نہیں

دیتا اس واسطے کہ وہ اپنے ہوٰی کے ساتھ کلام کرتا ہے اور قول کی نورانیت قلب کی نورانیت کے موافق ہوتی ہے اور قلب کی نورانیت اس قدر ہو گی جس قدر کہ اُس کو استقامت اور قیام واجب حق عبودیت اور اُس کی حقیقت پر ہو گی۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ علماء راسخ فی العلم اور مردان کامل کی نظر تریاق کامل ہے کہ اُن میں سے ایک بھی کسی سچے مرد کی طرف دیکھے تو اپنے چشمِ باطن کی تیز نگاہ سے پالیتا ہے کہ صادق کی حسن استعداد کیسی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطیاتِ خاص کی اہلیت اور قابلیت اُسے کس قدر ہے تو اُس کے قلب میں محبت صادق کے مریدوں سے پڑتی ہے اور اُس کی طرف دل سے بنظر محبت دیکھتا ہے اور یہ حضرات شکرِ الٰہی سے تو اپنی نظر سے احوالِ سینہ اور آثارِ مرضیہ جمع کرتے اور دیتے ہیں اور منکر قدرت الٰہی سے کیا انکار کر سکتا ہے؟ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح بعضے افعی سانپوں میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ جب اُس نے کسی ایک انسان کی طرف دیکھا تو اپنی نظر سے اُس کو ہلاک کر دیا۔ پس ایک خاصیت اپنے بعض خاص بندوں کی نظر میں رکھی کہ جب وہ کسی سچے طالب کی طرف دیکھے تو اُس کو ایک حال اور حیات عطا کرے۔

اور ہر آئینہ ہمارے شیخ علیہ الرحمۃ کا یہ حال تھا کہ وہ منٰی کی مسجد خیف میں پھرتے تھے اور ایک ایک کا مُنہ دیکھتے تھے۔ اس بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ جب انہوں نے کسی شخص کی طرف دیکھا تو اُس کو سعادت بخشی تو میں یہ طلب متواتر کرتا ہوں اور ابتداء کے مقاصد سفر سے یہ ہے کہ مالوفات سے انقطاع ہوتا ہے اور معلوم و معہود کی طرف جو میل نفس ہے اُس سے علیحدگی ہوتی ہے اور نفس کو دوستوں اور اہل اور وطن کی مفارقت کی تلخی پانے کی برداشت ہوتی ہے۔ پس جس کے لئے ان مالوفات پر صبر کیا کہ اُس کو اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے اجر ملے گا تو اُس نے بڑی فضیلت حاصل کی۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہا مدینہ میں ایک مرد نے وفات پائی۔ اُن میں سے جو وہیں مدینہ میں پیدا ہوئے جو اُن پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے نماز پڑھی۔ بعد اُس کے فرمایا کاش! اپنی پیدائش کے مقام کے سوا کہیں اور مرتا لوگوں نے کہا اور یہ کیوں یا رسولؐ اللہ؟ آپؐ نے فرمایا مرد جب پردیس میں مَرتا ہے تو اُس کے لئے اُس کے مولد سے اُس کے انتہا کے قدم تک جنّت سے اندازہ کیا جاتا ہے اور مقاصد سفر سے یہ ہے کہ نفوس کے دقیقے کُھل جاتے ہیں اور اُن کی رعونتیں اور دعوے نکلتے ہیں اس واسطے کہ اُس کی حقیقتیں بغیر سفر کے قریب انکشاف نہیں ہیں اور سفر کو اسی واسطے سفر کہتے ہیں کہ اخلاق کو وہ ظاہر کر دیتا ہے اور جب وہ اپنے مرض سے واقف ہُوا تو اُس کے علاج کو تیار ہوتا ہے اور کبھی سفر کا اثر مبتدی کے نفس میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ نوافل کا اثر نماز روزہ اور تہجّد وغیرہ سے ہوتا ہے اور یہ اس واسطے ہے کہ نفل خوان سیر و سفر کرنے والا اللہ کی طرف غفلت کے قربات کے مقام تک ہے اور مسافر مسافتیں قطع کرتا ہے اور دشت و بیابان میں اللہ تعالےٰ کے لئے اس نیت سے سیر الی اللہ خلاف ہُوئے اور لذاتِ دُنیا کرتا ہے۔

اور علی بن عبدالرحیم سے منقول ہے کہ مَیں نے نوری سے سُنا کہتے تھے کہ تصوف تمام حظوظِ نفسانی کا ترک ہے تو جب مبتدی حظ نفس کو چھوڑ کر سفر کرتا ہے تو نفس قرار پکڑتا ہے اور نرم ہوتا ہے جس طرح دوام نوافل سے ملائم ہوتا ہے اور سفر سے اُس کے لئے ایک دباعت ہوتی ہے جس سے سختی اور خشکی پیدائشی اور عفونت طبعی جاتی رہتی ہے جس طرح کہ جِلد کی صورت سے جلد کپڑے کی صورت ہو جاتی ہے نفس طغیان کی طبیعت سے ایمان کی طبیعت پاتا ہے اور سفر کے مقاصد سے بھی آثار اور عبرت کا دیکھنا اور فکروں کی چراگاہوں میں نظر کا پھرانا اور زمین اور پہاڑوں کے ٹکڑوں کا اور مَردوں کے قدم کا جولانگاہ دیکھنا اور جمادات کے ذرّوں سے سبحان اللہ کا سُننا اور اقطاع ہمسایہ کی زبان حال سے سمجھنا۔ ہر آئینہ آیاتِ عبرت ہائے مستودع کے تجدد سے بیداری اور ہوشیاری تازہ ہوتی ہے اور مواقف مشہود کے نظارہ سے شواہد اور دلائل بڑھ جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے قریب ہے کہ ہم اُنہیں دُنیا میں اور اُن کے نفوس میں اپنی نشانیاں

دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان کو کھل جائے کہ وہ حق ہے۔ اور ہر آئینہ صوفیہ کو سری سقطیؒ
فرمایا کرتے جس وقت جاڑے گئے اور بہار آئی اور درخت سرسبز ہوئے تو سیر و سفر
خوش ہے اور مقاصد سفر سے گمنامی کا قبول کرنا اور لطف قبول کا چھوڑنا ہے تو سچے
کا صدق پورا اچھی طرح ہوتا ہے اور خلق سے حسن اقبال نصیب اور کمتر ہے کہ ایک
سچا آدمی نجوا اخلاص کے دستہ کو مضبوط تھامے ہوئے اور دل اس کا آباد ہو مگر یہ کہ اس
کو اقبال خلق روزی ہوتا ہے یہاں تک کہ بعضے مشائخ سے میں نے سنا ہے کہ وہ
بعضے مشائخ سے حکایت کرتے تھے کہ اُس نے کہا میں اپنے پاس خلائق کا آنا
چاہتا ہوں نہ اس لئے کہ اپنے نفس کو ہوٰی سے بہرہ یاب کروں کیونکہ مجھے پرواہ
نہیں کہ وہ لوگ آویں یا جائیں ولیکن خلائق کا آنا ایک علامت ہے جو صحتِ حال
کی دلیل ہے تو جب اس میں مرید کو استیلاء ہو تو وہ اپنے نفس سے ایمن اس
طرف سے نہیں ہوتا کہ اُس پر توجہ اس طرح کرے جس طرح کہ خلق کی طرف مائل ہو۔
اور بسا اوقات اُس پر در مدارات کشادہ ہوتا ہے اور نکوئی کی راہ سے نفس
اُس کے سامنے آتا ہے یعنی میں ابرار سے ہوں تب خلق میری طرف رجوع لاتی ہے۔
اور اسباب محمودہ کے اندر آنے کے طریق سے پیش آتا ہے اور اُس میں وجہ مصلحت
اور فضیلت کی بندگانِ خدا کی خدمت اور صرف ما حضر میں اُسے دکھلاتا ہے اور حالانکہ
نفس اور شیطان اُس کے ہمراہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ دونوں سکون الی الاسباب
کی طرف اور قبولِ خلق کے مزہ لینے کی جانب اُسے کھینچتے ہیں اور اکثر وہ دونوں اُس
پر غالب ہو جاتے ہیں تو بناوٹ اور تصنع کی طرف کشش کرتے ہیں اور پیوند لگانے
والے پر فرق بڑھ جاتا ہے اور وہ اُسی سے نہیں ہو سکتا۔

اور بعضے صالحین کو میں نے سنا ہے کہ اُس نے اپنے ایک مرید سے کہا
اب تو ایسے مقام پر پہنچ گیا ہے کہ وہاں شیطان شرارت کی راہ سے تجھ تک نہیں
پہنچ سکتا مگر خیر کے طریق سے تیرے پاس تک پہنچے گا اور یہ بڑے قدم کے لئے کوشش
کی جگہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ہی سچے کی خبر لیتا ہے۔ جب وہ اس قسم کی کسی بات میں
مبتلا ہوتا ہے اور اپنی عنایت سابقہ اور رعایت لاحقہ سے سفر کی طرف اُس کو

اُکھیڑ لے جاتا ہے تو وہ آشناؤں سے اور اُس محال سے جہاں یہ دروازہ اُس پر کشادہ ہوتا ہے تو سفر میں نکلنے سے وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجرد اور منفرد ہو جاتا ہے اور یہ ایک نہایت اچھا مقصد ہے جو صادقین کو سفر میں حاصل ہوتا ہے۔

پس یہ تمام مقاصد وہ ہیں جو مشائخ کو علاوہ حج اور غزوہ اور زیارت بیت المقدس کی ابتداء میں مطلوب ہوتے ہیں۔ اور منقول ہے کہ ابن عمر بیت المقدس کے قصد سے باہر مدینہ سے نکلے اور اس میں پانچوں وقت کی نماز پڑھی پھر اُس کی صبح کو جلد مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ پھر جبکہ اللہ تعالیٰ ابتدائے امور کے استحکام سے صادق پر احسان کرے تو سفروں کی طرف اُس کا منہ پھیرتا ہے اور عبرت لینے کا حصہ اُسے عطا کرتا ہے اور وہ اپنی ضرورت کے موافق علم سے اپنا نصیب لیتا ہے اور صالحین کے قرب سے فائدہ اُٹھاتا ہے اور متقیوں کے حال مشاہدہ کرنے کے فائدے اُس کے دل میں نقش ہو جاتے ہیں اور مقربان درگاہِ الٰہی کی معرفت کی خوشبو سونگھنے سے باطن اُس کا معطر ہو جاتا ہے اور اہل اللہ اور خاصانِ بارگاہ کی نظر کی حمایت اور احوالِ نفس کے امتحان سے قلعہ میں ہو بیٹھتا اور سفر اُس کی عادات و اخلاق کے دفینہ اور مخفی خواہشیں ظاہر کر دیتا ہے اور خلق کی نظر اُس کے باطن سے ساقط ہو جاتی ہے اور وہ مغلوب ہو جائے گا غالب نہ رہے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام کی خبر دینے کے لئے فرمایا ہے۔ پس میں تمہارے پاس سے بھاگ گیا جب تم سے میں ڈرا تو مجھے میرے پروردگار نے حکم بخشا اور مجھے بنی مرسل بنایا۔

پس اب اُسے اللہ اُس کے مقام کی طرف پھیرتا ہے اور بڑی بخشش سے اُس کی امداد کرتا ہے اور متقین کا اُسے امام بناتا ہے جس کی اقتداء کی جائے اور مومنین کا پیشوا بناتا ہے جس سے ہدایت لی جائے اور جو کہ ابتداء میں مقیم اور انتہا کو سیاح مسافر ہوا۔ وہ ایسا شخص ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے اُس کے ابتدا حال میں صحبت میں میسر کر دیتا ہے اور ایک شیخ عالم اُس کے لئے مقرر کرتا ہے جس کی شہادت سے وہ چلتا ہے اور تحقیق کے منازل پر اُسے چڑھاتا ہے تب وہ

اپنی ارادت کے مقام کا التزام کرتا ہے اور جو اُسے عادت سے پھیرتا ہے
اُس کی صُحبت میں رہتا ہے اور ہر آئینہ شبلی علیہ الرحمتہ حصری کو کہا کرتے جبکہ اُس
کا امر ابتدائی تھا کہ تیرے دل میں اگر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اللہ تعالیٰ کے
سوا گزرے حرام ہے تیرے اوپر کہ تُو میرے پاس آئے تو جس کو ایسی صحبت نصیب
ہو اُس پر سفر حرام ہے اس واسطے کہ ہر ایک سفر اور فضیلت سے جو اُسے متصوّر ہے
اُس کے لئے یہ صحبت بہتر ہے اور ابوبکر زقاق سے مروی ہے فرماتے تھے کہ
مرید، مرید نہیں ہوتا جب تک کہ فرشتہ بائیں طرف کا بیس برس تک کچھ اُس کا نہ لکھے۔
پھر جس کو اُس شخص کی صحبت نصیب ہو جو ایسے اعلیٰ احوال اور مقاصد بلند کی
جانب بلائے اُس پر مفارقت اور سفر کرنا حرام ہے بعد اُس کے جبکہ ابتداء میں
لزومِ صحبت اور حسن اقتدار سے مطلب اُس کا مضبوط ہو گیا اور احوال سے
سیراب اور مردانِ خدا کے درجہ کو پہنچ گیا اور آبِ حیات کے چشمے اُس کے دِل
سے جاری ہُوئے اور نفس اُس کا سعادتوں کا لینے والا تو رحمتِ الٰہی کی خوشبو
اطرافِ شہر اور اکنافِ زمین میں سچّے بھائیوں کے سینوں سے سُونگھتا ہے ملاقاتوں
کی طرف گردن اُٹھاتا ہے اور دُنیا کی سَیر کے لئے اُٹھتا ہے اللہ تعالیٰ شہروں میں
سَیر کراتا ہے تاکہ بندگانِ خدا کو اُس سے فائدہ پہنچے اور اہلِ صدق کے اسرار
اُس کے حال کے مقناطیس سے نکلتے ہیں اور حق نمایوں کے مشتاقوں کی خواہشیں
کھلتی ہیں اور دِلوں کی زمین میں فلاح کا تخم بوتا ہے اور اہلِ صلاح اُس کے
کلام اور صحبت سے بکثرت ہو جاتے ہیں اور یہ مثال ہے اُس رہنمائے اُمت
کی جو انجیل میں ہے :

کزرع اخرج شطأہ فاٰزرہ فاستغلظ فاستوٰی علی سوقہ

یعنی جیسے کھیتی جس نے برگ و بار اپنے نکالے پھر اُس کی پُشت قوی کی پھر فربہ ہُوا
پھر اپنی ساقوں پر کھڑا ہُوا بعضے کی برکت بعضے کو پہنچتی ہے اور ایک کے احوال
دوسرے میں سرایت کرتے ہیں اور وِرثہ کا طریق آبادی اور فائدہ رسانی کا پھریرا
لہراتا ہے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر آئینہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے سیدھی راہ کی طرف بُلایا اُسے ثواب اُسی قدر ملتا ہے جتنے ثواب کہ تابعین کو ملیں اور اُن کے ثوابوں سے پھر ثواب کچھ نہیں گھٹتا اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا اُس پر گناہ اُس کے توابعین کے گناہوں کے برابر ہوتا ہے کہ یہ گناہ اُن کے گناہوں کو نہیں کم کرتا لیکن جو مقیم ہُوا اور سفر کیا ہی نہیں۔ یہ ایسا ایک شخص ہوتا ہے جسے حق تعالےٰ پرورش کرتا ہے اور دوست رکھتا ہے اور خیر کے دروازے اُس پر کھولتا ہے اور اپنی عنایت سے اُس کو کھینچتا ہے اور بہر آئینہ خبر میں وارد ہے کہ جذبات الٰہی سے ایک جذبہ دو جہان کے عمل کا مقابلہ کرتا ہے۔ ازاں بعد جبکہ اُس سے صدق معلوم ہو اور حاجت اُس کی ایسے شخص کی طرف دیکھے جس سے یہ نفع اُٹھائے کسی ایک صدیق کو اُس کی طرف رواں کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے کلام سے اُس کی مدد کرتا ہے اور اُس کا فوز اور تدارک اپنے دیکھنے اور باور کرنے اور قوت سے حل کرتا ہے اور اسے کمال اہلیت کے لئے تھوڑی صحبت صاحب اور مصحوب کی کافی ہو اور سنت الٰہی کا اجرار رسم حکمت قائم رکھنے کے لئے اسباب کے عطائے حق میں حاجت تھوڑی صحبت کی ہے۔ اور ہوشیار بیدار ہمت کے واسطے تھوڑی کے ساتھ ہو اور صحبتِ قلیل اُسے بہت سے مشاہدہ اور سیر و سفر سے مستغنی کر دے اور سفر ہائے دراز سے وہ خطِ وافر استفار پر اکتفا کرے اور آثار اور عبرات دیکھنے کو شعاع انوار سے بدلتا ہے جیسا کہ بعضوں نے کہا مثل ہے کہ آنکھیں کھولو اور دیکھو اور میں کہتا ہوں آنکھیں بند کرو اور دیکھو۔

بعضے صالحین کو یہ کہتے مَیں نے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بہت ایسے بندے ہیں جن کا طور سینا اُن کے گھٹنے ہیں زانوؤں پر اُن کے سر ہیں اور وہ قرب کے مقامات میں ہیں تو جس کی ظلمت تنہائی اور خلوت میں آبِ حیات اُس کے خاطر جوش کر رہا ہو وہ ظلمات میں جا کر کیا کرے اور جس کی شہود کی لپیٹ میں آسمانوں کے نو طبق سمائے ہوئے ہوں تو آسمانوں میں آنکھیں پھیر کر کیا کام بنائے اور جس کی آنکھ کی سیاہی نے آنکھوں کے متفرقوں کو جمع کر لیا بیا باتوں کے چھاننے سے اُس کو فائدہ کیا ملے اور جو اپنی فطرت کی خوبی سے ارواح کے جھمگٹوں میں جا پہنچا

اسے صورتوں کی زیارت کیا نفع بخشے۔

روایت ہے کہ ذوالنون مصری نے بایزید کے پاس ایک شخص بھیجا اور کہا اُس سے کہو یہ خواب اور راحت کب تک حالانکہ قافلہ کوچ کر گیا۔ بایزید نے قاصد سے کہا کہ میرے بھائی سے کہہ دو کہ مرد وہ ہے جو تمام رات سوتا رہے اور صبح قافلہ سے پیشتر منزل پر کرے۔ ذوالنون نے کہا اُسے مبارک ہو یہ وہ کلام ہے جس کو تمہارے احوال نہیں پہنچتے۔ اور بشر کہتے تھے اے قرا کے گروہ سیر سفر کرو۔ خوش رہو کہ پانی جب کہیں زیادہ ٹھہر جائے تو اُس میں تغیر آجاتا ہے۔ اور روایت ہے کہ بعض نے اس کلام پر کہا ہے دریا سمندر بن جاؤ تا کہ تغیر نہ آوے اور ہر گاہ کہ مرید سیر باطن کی مداوت نفس امارہ کے قطع مسافت سے کرے حتیٰ کہ اُسکے منازل آفات کو طے کرے اور اُس کے اخلاق مذمومہ کو محمودہ سے بدلے اور بصدق واخلاق اللہ تعالےٰ کے پیش آمد سے ملے تو اُس کے لئے سب متفرقات جمع ہوں گے اور سفر سے زیادہ حضر میں اسے فائدہ ہوگا۔ اس واسطے کہ سفر ماندگی اور زحمت اور تشویش اور حوادث اور مصائب سے خالی نہیں ہوتا کہ ناتوانوں کو اُن کی سیاستیں معلوم کہ کے ضعف از سر نو تازہ ہوتا ہے اور بجز تازہ و توانا لوگوں کے دوسرا شخص اس بات پر قادر نہیں ہوتا کہ سفر کے مصائب جدید پر علم کو مسلط کرے۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا جو ایک مرد کو اچھا جانتا تھا کیا اُسے صحبت پڑی ہے ایسے سفر میں جس کے ساتھ اُس کے اخلاقِ کریمہ پر استدلال کی جائے کہا نہیں۔ فرمایا تو میں تجھے نہیں سمجھتا کہ اُسے تو جانتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ جب اپنے بندہ کو اُس کے ابتدائی حال میں تشویشِ سفر سے بچائے اور ہمت باندھنے اور حسن اقبال سے حضر میں متمتع اور مستفید کرے اور مردان راہ سے ایسے شخص کو اُس کی طرف بھیجے جس سے صلاح حال سیکھے تو بس اُس پر احسان کیا اس قول اللہ تعالیٰ کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے: ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب کہ یہ وہی مرد اللہ کی طرف لوٹا ہوا ہے کہ اُسے کوئی مشکل امر دینی سے پیش آوے تو اللہ تعالیٰ اُسکے پاس ایسے شخص کو بھیج دیتا ہے جو اُسکی

مشکل حل کر دے۔ پس جبکہ شروع کی شرطوں پر اُس کا قدم جم گیا تو بغیر سفر کئے قیام گاہ میں انتہا کے ثمرات روزی ہوں گے۔ اس صورت میں حضر کے اندر مستقر اول اور آخر رہتا ہے اور اس مقام میں صالحین کی ایک جماعت ٹھہرائی گئی ہے اور جو شخص ہمیشہ سفر کرتا رہتا ہے تو اُس نے اپنے قلب کی اصلاح اور صحت حال اسی میں دیکھی ہے اس میں سے بعض کا قول ہے کہ اس میں توحید کرکہ ہر ایک رات کو تو ایک مسجد کا مہمان ہو اور توو فات نہ پائے مگر دو منزلوں کے درمیان میں۔

ابراہیم خواصؒ اسی طبقہ سے تھے کہ ایک شہر میں چالیس دن سے زیادہ قیام نہیں کرتے تھے اور اُن کا اعتقاد تھا کہ اگر چالیس دن سے زیادہ قیام کرے تو اُس کے توکل میں خرابی آئے۔ سو لوگوں کا علم اور اُن کی معرفت جو اُس سے تھی اُس کو سب دیکھتا اور جانتا تھا اور اُس سے حکایت ہے کہ میں ایک جنگل میں گیارہ دن بغیر کھانا کھائے رہا اور میرے نفس نے تاک لگائی کہ جنگل کی گھاس کھائیے تو میں نے سبزی کو دیکھا کہ میرے سامنے چلی آتی ہے۔ میں اُس سے بھاگا پھر مڑ کر دیکھا تو وہ مجھ سے پھر گئی تھی۔ اُن سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں اُس سے بھاگے تھے؟ کہا میرے نفس نے کہا تھا کہ وہ میری فریاد کو پہنچے گا تو یہ لوگ اپنے دین کے ساتھ بھاگنے والے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کے نزدیک غرباء ہیں۔ اصحاب نے پوچھا وہ غرباء کون ہیں؟ فرمایا جو اپنے دین کے ساتھ بھاگنے والے ہیں، جو عیسٰی بن مریم کے پاس قیامت کے دن جمع ہوں گے اور یہ سب احوال مختلف ہیں اور ان احوال کے آدمی وہ ہیں کہ صحت اور حسنِ نیت مع اللہ کی پیروی کی اور حسنِ نیت صدق کی مقتضی ہے اور صدق بعینہٖ محمود ہے چاہے کسی طرح احوال بدلے۔ پس جو کوئی سفر کرے اُسے چاہیئے کہ اپنے احوال کی تفتیش اور اپنی نیت کو صحیح کرے اور نیت کے خلوص پر آمیزشِ نفس سے کوئی قادر نہیں مگر جو شخص کہ علم کثیر اور تقویٰ کامل اور دُنیا میں زہد کا بڑا حصہ رکھتا ہو اور جو کوئی پوشیدہ ہوئی کو بغل میں دبائے ہوئے ہو اور زہد میں انتہا کو نہ پہنچا ہو وہ نیت کے

صحیح کرنے پر قادر نہیں اور سفر پر آمادہ خوشی اور حیلے نفسانی کرتی ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ داعیہ حق ہے اور داعیہ حق اور داعیہ نفس میں تمیز نہیں کرتا اور یہ شخص صحت نیت کے علم میں محتاج اُس علم کا ہے جس سے خطروں کو معلوم کرے اور خطروں کی شرح اور اُس کا علم ایک باب جُداگانہ کافی نفسہٖ محتاج ہے اور ہم آپ اُس کی طرف ایک رمز سے اشارہ کرتے ہیں جسے وہ شخص ادراک کرلے گا جسے اس میں سے کچھ پیش آیا ہوگا۔ اس واسطے کہ اکثر اُس کے علم اور معرفت سے دُور ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ ہم نے جو نشاط نفس کا ذکر کیا ہے وہ فقیر کے لئے اکثر امور میں پیش آتی ہیں۔ اس واسطے کہ کبھی کبھی فقیر باغ اور بیابانوں میں نکل جانے کے سبب آرام اور راحت پاتا ہے جو دوسرے وقت اُسے نظر ہوتی ہے اور ہر چند اُس کے لئے موجب خوشدلی کا ایک وقت میں ہو۔ اور سبب اس خوشدلی کا اس وقت یہ ہوتا ہے کہ نفس اپنی غرض پوری ہونے اور بیابان کی سیر اور تفریح ملنے سے پھیلتا اور پھُولتا ہے اور جس وقت وہ پھیلا اور پھولا تو وہ قلب سے دُور ہو جاتا ہے اور اُس سے قطع اپنی خواہشوں کی شرق میں کرتا ہے تو قلب کو تفریح ہوتی ہے نہ بیابان سے بلکہ اس وجہ سے کہ نفس اُس سے دُور ہوا ایسے شخص کی طرح جس کے پاس سے ہمنشین اُس کا جو اُس پر گراں تھا جدا ہو گیا۔ بعد ازاں جبکہ فقیر اپنے گوشہ کی طرف پھرا اور اپنے معاملہ کے دفتر کو کھولا اور اپنے حال کے قاعدہ کو جدا کیا تو نفس کو قلب کے پاس پایا ایک مزید گرانی کے ساتھ جو اُس کے ملال اور اُس سے عاجز ہونے کے موجب ہوتی ہے اور جس قدر اُس کی گرانی زیادہ ہوتی ہے اُسی قدر قلب مکدر ہوتا ہے اور سبب اُس کی زیادہ گرانی کا یہ ہے کہ اُس کو خواہشوں کے پالنے کے لئے چھوڑ دیا تو بیابان کی طرف جانا عین مرض ہو جاتا ہے اور فقیر یہ سمجھتا ہے کہ وہ تفریح اور دوا ہے۔ پس اگر تنہائی اور خلوت پر صبر کرتا تو نفس تو زیادہ گداز ہوتا اور سبک اور لطیف ہو جاتا اور قلب کے لئے ایک نیک مصاحب ہو جاتا جس کو یہ گراں نہ معلوم ہوتا اور اسی پر قیاس تفریح کا مسافرت کے ساتھ ہوتا ہے تو نفس کیلئے تفریحات کے وہم کی طرف جستیں اور کُود پھاند ہیں۔

تو جو اس نکتہ کو جانتا ہے تو وہ ایسے مستعار تفریحات پر جن کا انجام خراب ہے غرہ نہیں ہوتا اور نہ اُس کے گزند سے بے خوف رہتا ہے اور خطرۂ سفر کے ظہور پر ثابت قدم رہتا ہے اور اُس خطرہ کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ اُس کو نفس اور اُس کے نشاط پر بدظن کر کے بے التفاتی سے ترک کر دیتا ہے اور اسی قبیل سے ہے۔ واللہ اعلم

قول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ ہر آئینہ آفتاب شیطان کی دو شاخ کے درمیان سے طلوع کرتا ہے سو نفس کے لئے آفتاب نکلتے وقت جست اور اُچھل کود ہُوا کرتی ہیں اور یہ برجستگی اور برخاستگی ان کو ہوتی ہے جن کو تکیہ نفس سے مزاج اور طبیعت پر ہوتا ہے اور اُس کی شرح طولانی اور گہری ہے اور اسی قسم سے صبح کے وقت بیمار کے مرض میں خفت اور کمی ہوتی ہے بخلاف اوقات شام کے سو نفس کا اہتزاز اور ابتہاج قلب کی امنگ اور انگیز کی شکل پر ہو جاتا ہے اور بہت سے آفات اس قسم کے فقیر پر ہوتے ہیں اور اکثر مداخل میں اہتزاز نفس سے دخل پاتے ہیں اور گمان ہوتا ہے کہ یہ قلب کی جست وخیز کا حکم ہے اور اکثر اوقات اُسے دکھلائی پڑتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حملہ کرتا ہے اور اللہ کے ساتھ کہتا ہے اور اللہ کے ساتھ جنبش کرتا ہے۔ سو وہ حال یہ ہے کہ نفس کی جست اور خیز میں مبتلا ہوتا ہے اور یہ اشتباہ انہی کو واقع ہوتا ہے جو اہلِ قلوب اور اصحابِ احوال ہیں اور جو صاحب دل اور صاحبِ حال نہیں ہیں اور اس سے معزول ہیں اور یہ ایک قدم کی لغزش گاہ ہے کہ عوام کو نہیں بلکہ خواص کے ساتھ مختص ہے سو اس کو جان رکھو اور یہ ایسی بات ہے جس کا علم نادر اور نایاب ہے اور جنبش وسفر کی مبادی میں صحیح وجہ پانے کے لئے ادنیٰ مراتب فقراء سے یہ ہے کہ استخارہ کی نماز پہلے ادا کرے اور یہ نماز استخارہ کی متروک نہیں ہوتی اور اگر فقیر کے لئے خطرہ کی صحت یا سفر میں مصلحت کی وجہ ایک بیان کے ساتھ جو واضح رہے ظاہر ہو تو قوم کے لئے علم کے بیان میں بابت صحت خطرہ بہت مراتب ہیں اور اس قسم کے جو بڑھ کر اس سے ہیں تو ان سب میں نماز استخارہ نہیں فروگذاشت کی جاتی۔ اسی واسطے کہ یہ اتباعِ سنت ہے اور اس میں برکت ہے اور وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعلیم سے ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تعلیم استخارہ کی ہم کو دیا کرتے جس طرح کہ کلام اللہ کی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔ کہا جب تم میں سے کوئی کسی بات کا قصد کرے یا کسی بات کو چاہے تو دو رکعت سوا فرض کے پڑھے۔ پھر یہ کہے :۔

اللھم انی استخیرك بعلمك واستقدرك بقدرتك واسالك من فضلك العظیم فانك تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب۔ اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر یسمیہ بعینہ خیرا لی فی دینی و معاشی وعاقبۃ امری وقال عاجل امری وآجلہ فاقدرہ لی ثم بارك لی فیہ وان کنت تعلم شرا لی ذٰلك فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان ۔

سترھواں باب

اُن چیزوں کے بیان میں ہے جن کی طرف صُوفی کو فرائض اور فضائل سے سفر میں احتیاج ہے؟

سو فقہ کے مسائل گو کتبِ فقہ میں مذکور ہوئے ہیں اور اس کے لئے یہ کتاب موضوع نہیں ہے لیکن ہم اُن کو اس واسطے کہ احکامِ شرعیہ کے ذکر سے ہیں جو کہ جڑ بنیاد ہے برکت لینے کے لئے بسبیل اختصار بیان کرتے ہیں۔ صوفی مسافر کے لئے علم تیمم اور مسح موزہ اور قصر اور جمع نماز سے چارہ نہیں ہے لیکن تیمم مریض اور مسافر کے لئے جنابت اور حدث میں جبکہ پانی نہ ہو یا نفس یا مال کے تلف یا مرض کے بڑھنے کا خوف ہو بنا بر قول صحیح مذہب کے یا اُس کے یا اُس کی سواری یا رفیق کی پیاس کی وجہ سے ضرورت پانی کی ہو جائز ہے اور ان تمام احوال میں تیمم سے نماز پڑھے اور دوسری دفعہ اُس پر نماز واجب نہیں ہے اور جاڑے کا ڈر ہو تو تیمم سے نماز پڑھ لے اور صحیح تر یہ ہے کہ نماز دوبارہ پڑھے اور تیمم جائز نہیں مگر اس شرط سے کہ پانی کو

مواضع طلب میں ڈھونڈے اور مواضع طلب وہ جگہ ہیں جہاں مسافر اپنی منزل میں لکڑی اور گھاس کے ڈھونڈنے میں چلتا پھرتا ہے اور وقت کے آنے کے بعد طلب ہوتی ہے اور اس میں چھوٹا سفر بڑے سفر کی مثال ہے اور اگر تیمم سے آخر وقت میں پانی کے یقین پر پڑھ لے مذہب اصح کے موافق جائز ہے اور جب تیمم سے نماز ادا کی تو دوبارہ نہ پڑھے اور اگر وقت باقی ہو تو پانی ملنے کا وہم ہو تو اس وقت تیمم جاتا رہے گا مثلاً جبکہ کارواں وغیرہ آتا ہوا نظر پڑا اور اگر نماز کے درمیان پانی نظر آیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی اور نہ اُس پر اعادہ اُس کا ہے اور نماز سے اُس کا باہر آنا اور از سر نو نماز کا وضو سے ادا کرنا مذہب اصح کے رو سے مستحب ہے اور فرض کے لئے وقت کے آنے سے پہلے تیمم نہ کرے اور ہر فرض کے لئے تیمم کرے جب تک چاہے نوافل ایک تیمم سے پڑھے مگر نفل کے تیمم سے ادائے فرض جائز نہیں اور جو کوئی پانی اور مٹی نہ پائے تو نماز ادا کرے اور نماز کا اعادہ کرے جب کوئی چیز ان دونوں میں سے پائے مگر محدث یعنی بے وضو ہو تو کلام مجید کو نہ چھوئے اور اگر جنب ہو یعنی محتاج غسل ہو تو نماز میں قرآن کی قرأت نہ کرے بلکہ قرأت کے عوض ذکر اللہ تعالیٰ کا کریں اور تیمم نہ کرے مگر پاک مٹی سے جو ریت اور چونہ سے ملی نہ ہو اور غبار سے جو حیوان اور لباس پر پڑا ہو اُس سے تیمّم جائز ہے اور تیمم کے وقت بسم اللہ کہے اور نماز کے مباح ہونے کی نیت کرے قبل اس کے کہ مٹی پر ہاتھ مارے اور منہ پر ہاتھ پھیرنے کے لئے انگلیوں کو ملائے اور مسح سارے مُنہ پر کرے اس واسطے کہ اگر فرض کے محل سے کچھ بھی مسح سے باقی رہ جائے گا تو تیمم صحیح نہ ہو گا اور ایک تھپکی کھلی انگلیوں کے ساتھ ہاتھوں کے واسطے لگائے اور فرض کی جگہ سب مٹی سے ہاتھ پھیرے اور اگر بغیر دو مرتبہ یا زیادہ کے نہ ہو سکے جس طرح ممکن ہو۔

ضروری ہے کہ فرض کی جگہ مٹی کو پہنچائے اور مسح کرے جب فارغ ہو ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی سے حتیٰ کہ دونوں پر مسح ہو جائے اور داڑھی کے نیچے تک ہاتھ کو پھیرے بدوں اس کے کہ بال نکلنے کے مقاموں تک مٹی کو پہنچائے اور موزہ کا مسح تین دن رات سفر میں اور ایک دن رات حضر میں ہے اور مدت کی ابتدا

وضو جانے سے موزہ پہننے کے بعد ہے نہ کہ موزہ پہننے کے وقت سے ہے اور موزہ پہننے کے وقت نیت کی حاجت نہیں ہے بلکہ احتیاج کمال طہارت تک ہے تاآنکہ ایک موزہ اگر پہن لیا ہو قبل اس کے کہ دوسرا موزہ پہنے تو موزہ پر مسح درست نہیں ہے اور موزہ میں شرط ہے کہ پئے در پئے اُس پر چلنا ممکن ہو اور فرض کا محل چھپ جائے اور ہلکا مسح موزہ کے اوپر سے کافی ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ موزہ کے اوپر بلا تکرار نیچے مسح کرے اور جبکہ مدت کے گزرنے یا محل فرض زیادہ جگہ کھلنے سے مسح کا حکم جاتا رہے اگرچہ اُس پر لفافہ اور لپیٹ اور وہ باطہارت ہو تو دونوں پاؤں دھولے بنابر مذہب اصح کے بدوں اس کے کہ دوبارہ وضو کرے اور مسح والا سفر کے اندر کا اگر مقیم ہو جائے تو مسح ایسے ہی کرے کہ جیسے حضر میں کرے اور اسی طرح مقیم اگر سفر کرے تو مسافر کی طرح مسح کرے اور نمدا اگر جراب سے ملا ہو اور اُس پر جوتا پہن لیا تو مسح اُس پر جائز ہے اور بعینہ نکروہ کٹے ہوتے پر مسح درست ہے۔ اگر اس سے محل فرض چھپ جائے اور اوپر کی بناوٹ والے پر جس سے کچھ پاؤں ڈھکا اور باقی لفافہ ہو جائز نہیں ہے۔ لیکن قصر اور جمع تو ظہر اور عصر میں جمع دونوں سے ایک کے وقت کرے اور ہر ایک کے لئے تیمم کرے اور کلام وغیرہ سے اُن میں سے فصل نہ کرے اور اسی طرح مغرب اور عشاء میں جمع ہے اور مغرب میں کچھ قصر نہیں بلکہ اُن دونوں کو ایسے ہی ادا کرے جس طرح بلا قصر و جمع پڑھتے ہیں اور سنت مؤکدہ کو دو سنت میں جمع کرکے ظہر اور عصر کے فرائض سے پہلے پڑھے اور جب دونوں فرائض سے فارغ ہو تو جو ظہر کے فرض کے بعد پڑھتا ہے۔ دو رکعت یا چار پڑھے اور جب فرض مغرب اور عشاء پڑھ چکے تو اُس کی سنتیں مؤکدہ پڑھے اور دونوں کے بعد وتر ادا کریں۔

اور سواری پر فرض کا ادا کسی حال میں جائز نہیں ہے الا نمازی کے لئے جب کہ لڑائی برابر جاری رہے اور یہ سنن موکدہ اور نوافل میں بھی جائز ہے اور سواری کی پشت پر نماز باقی ہے اور رکوع اور سجود میں اشارہ اور سجود کا اشارہ رکوع سے زیادہ نیچے ہو الا جب کہ وہ تمکن پر قادر ہو مثلاً جبکہ کجاوہ میں ہو یا اور کسی چیز میں ہو اور

مُنہ اُس کا طریق کی طرف رو بقبلہ ہونے کے قائم مقام ہو اور راستہ کے سوا اُس کا مُنہ نہ کرے مگر قبلہ کی طرف حتیٰ کہ اگر سواری کو اس سمت سے جدھر کو متوجہ ہے موڑے کہ قبلہ کی جانب نہ ہو تو اُس کی نماز باطل ہو جائے گی اور پیدل سفر میں نفل پڑھے اور احرام کے وقت اسکو قبلہ رو ہونا کافی ہے احرام میں نہیں اور قبلہ رُخ ہونا اور رکوع وسجدہ کے لئے ایما اُسے کافی ہے اور سوار کے لئے احرام کے واسطے ہے رو بقبلہ ہونے کی حاجت نہیں ہے اور جب مسافر مقیم ہو بعد ازاں سفر کرے تو اُس پر اُس دن کے روزہ کا پُورا کرنا واجب ہے اور اسی طرح اگر مسافر اور بعد ازاں مقیم ہو اور سفر میں روزہ رکھنا نہ رکھنے سے افضل ہے اور نماز میں قصر پوری نماز سے افضل ہے سو اس قدر صوفی کے لئے سفر کے امور بابت حکم شرع سے جان لینا کافی ہے۔

باقی رہے مندوب اور مستحب تو یہ بات سزاوار ہے کہ اپنی ذات کے لئے راستہ کا رفیق تلاش کرے جو امر دین پر معین ہو اس واسطے کہ کہا گیا ہے اوّل رفیق بعد اُس کے طریق اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا آدمی کے سفر کرنے سے نہی فرمائی ہے الا جبکہ وہ صوفی ایسا ہو جو آفت نفس کا واقف کار ہو تنہائی کو بصیرت کی اُسے اپنے کام میں پسند کرتا ہو تو تنہائی کا سفر میں مضائقہ نہیں اور جب ایک جماعت ہوں تو سزاوار ہے کہ اُن میں ایک امیر سرغنہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم سفر میں کئی شخص ہوں ایک کو امیر بنالو اور جس کو صوفیہ پیشرو نام رکھتے ہیں وہی امیر ہے اور چاہیئے کہ امیر جماعت میں سب سے زیادہ دنیا سے کم رغبت اور سب سے زیادہ صاحب تقویٰ اور سب سے بڑھ کر مروت اور سخاوت میں اور سب میں زیادہ مہربان ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا ساتھیوں اہل صحبت میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو اُن میں سے بہتر اپنے ساتھی کے لئے ہو۔

عبداللہ مروزی سے منقول ہے کہ ابا علی رباطی اُس کے ساتھ سفر میں ہوا تو کہا کہ میرے ذمہ واجب ہے کہ میں امیر ہوں یا تم ؟ تو کہا بلکہ تم پھر وہ ہمیشہ اپنا اور ابا علی کا

زاد راہ اپنی پشت پر لادا کرتا اور ایک رات مینہ برسا تو تمام رات عبداللہ اپنے رفیق کے سر پر کھڑا رہ کر اُسے اپنی چادر کے ساتھ مینہ سے بچاتا تھا اور جب کبھی اباعلی کہتے کہ ایسا نہ کرو تو وہ کہتے کیا میں امیر نہیں ہوں اور تیرے اوپر میری اطاعت اور انقیاد واجب ہے لیکن اگر امیر چند فقرا کو اپنے ساتھ رکھے اس خواہش سے کہ وہ اسکی اطاعت کریں اور غرض سرداری اور تعزز ہو تاکہ اُن لوگوں پر جو خادم خانقاہ میں تسلط کرے اور اُس کا نفس اپنی مراد کو پہنچے تو یہ ارباب ہوئی کا طریق ہے جو جاہل ہیں اور صوفیہ اس طریق کے خلاف ہیں اور وہ ایسے شخص کا راستہ ہے جو دُنیا کا جمع کرنا چاہتا ہے تو اپنے نفس کے لئے رفیق لوگ حاصل کرتا ہے جو دُنیا کی طرف مائل ہیں جمع اس لئے ہوتے ہیں کہ نفس کے اغراض حاصل کریں اور اہلِ دنیا اور ظالموں پر دخول پیش نظر رکھتے ہیں کہ مطالب نفس کی تحصیل کا توسل ہو اور یہ اُن کا جمع ہونا خالی اس سے نہیں ہوتا کہ غیبت میں غور کریں اور مقامات مکروہ میں داخل ہوں اور خانقاہ کی آمدنی بڑھے اور فائدہ اور تفریح حاصل ہو اور جب کبھی خانقاہ میں غول زیادہ ہو تو مقام کو چوڑا چکلا بنا دیں ہر چند کہ دین کا سامان مشکل ہو اور جب کبھی آمدنی میں قلت ہو جائے تو خانقاہ سے سفر کرے اگرچہ دین کے اسباب آسان ہوں اور یہ صوفیہ کا طریق نہیں ہے۔

اور مستحبات سے ہے کہ اپنے بھائیوں کو رخصت اور وداع کریں جب وہ سفر کا ارادہ کریں اور اُن کے لئے وہ دُعا مانگیں جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ میں عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ مدینہ تک گیا پھر جب اُس سے مفارقت کرنا چاہا تو میری مشایعت کی یعنی تھوڑی دُور ساتھ چلے اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اے فرزند ہر آئینہ جب اللہ تعالےٰ کے سپرد کسی چیز کو امانتاً کیا تو اُس نے حفاظت اُس کی فرمائی اور میں اللہ کو تیرا دین اور امانت اور تیرے عمل کا خاتمہ سپرد کرتا ہوں۔

اور زید بن ارقم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ہر آئینہ آپ نے فرمایا ہے جب تم سے کوئی سفر کرے تو چاہیئے کہ اپنے بھائی کو

سپرد کردے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے برکت اُن کی دعا میں کرتا ہے اور یہ بھی رسول علیہ السلام سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ جب کسی کو وداع کرتے تو فرماتے خدا تیرا زادِ راہ تقویٰ کرے اور تیرے گناہ بخشے اور خیر کی طرف متوجہ کرے جس طرف تو توجہ کرے۔ اور سزاوار ہے کہ اُس کے بھائی اعتقاد اس کا کریں کہ جب اُن کے لئے وہ دُعا کرے اور اللہ تعالیٰ کے سُپرد کرے کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ اُس کی دُعا قبول کرتا ہے۔ سو روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ لوگوں کو عطیات دیتے تھے کہ ناگاہ ایک مرد اپنے بیٹے کو ساتھ لئے آیا اُس سے عمرؓ نے کہا جیسا یہ تیرے مشابہ ہے اور کسی کو مَیں نے مشابہ کسی کے نہیں دیکھا تو مرد نے کہا اُس کی حکایت میں امیرالمؤمنیں تجھ سے کہتا ہوں سفر کا میں نے ارادہ کیا اور یہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھا اُس کی ماں نے مجھ سے کہا کہ تُو جاتا ہے اور مجھے اس حالت میں چھوڑے جاتا ہے سو مَیں نے کہا اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں جو تیرے پیٹ میں ہے اور مَیں چلا گیا۔

پھر مَیں واپس آیا تو معلوم ہُوا کہ وہ مَر چکی تھی سو ہم بیٹھے باہم باتیں کر رہے تھے کہ یکایک آگ قبر پر روشن نظر آئی تو مَیں نے قوم سے کہا کہ یہ آگ کیا ہے؟ قوم کے لوگوں نے کہا یہ فلانی عورت کی قبر سے ہے جسے ہم ہر ایک رات دیکھا کرتے ہیں۔ سو مَیں نے کہا قسم ہے اللہ کی وہ عورت بڑی روزہ دار قائم اللیل تھی سو مَیں نے قبیلہ والوں کو ساتھ لیا یہاں تک کہ قبر تک پہنچے اور ہم نے اُسے کھودا تو کیا دیکھتے ہیں کہ یکایک ایک چراغ نظر آیا اور یکایک یہ لڑکا چلتا دیکھا تب کہا گیا کہ یہ تیری امانت ہے اور اگر اُس کی ماں کو ہمارے سُپرد کرتے تو اس کو بھی زندہ پاتے سو عمرؓ نے کہا ہر آئینہ وہ تیرے ساتھ مشابہ تر اس سے ہے کہ کوّا کوّے سے مشابہ ہو اور چاہیئے کہ جس منزل سے کوچ کرے دو رکعت کے ساتھ اُسے رُخصت کرے اور کہے:

اللّٰھم زدنی التقوٰی واغفرلی ذنوبی و وجھنی للخیر اینما توجھت۔

اور انس رضؓ بن مالک نے روایت کی ہے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کسی منزل میں نہیں اُترتے مگر یہ کہ دو رکعت کے ساتھ اُس کو وداع کرتے سو چاہیئے کہ ہر ایک منزل اور خانقاہ کو جن سے کوچ کرے دو رکعت کے ساتھ وداع کرے اور سوار مرکب پر ہو تو یہ کہے :۔

سبحان الذی سخر لنا هذا و ماکنا له مقرنین بسم الله والله اکبر توکلت علی الله ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم اللهم انت الحامل علی الظهر وانت المستعان علی الامور ۔

اور سنت یہ ہے کہ صبح کے وقت منزلوں سے کوچ کرے اور جمعرات کے دن سے شروع کرے۔

کعب بن مالک نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن کے سوا کمتر سفر کے لئے باہر جاتے اور آپ جب کبھی چاہتے کہ لشکر بھیجیں تو دن کے اوّل وقت میں روانہ فرماتے اور مستحب ہے کہ جب منزل کے قریب پہنچے تو یہ کہے :۔ اللهم رب السموات وما اظللن ورب الارضین وما اقللن ورب الشیاطین وما اضللن ورب الریاح وما ذرین ورب البحار وما جرین اسالك خیر هذا المنزل وخیر اهله واعوذ بك من شر هذا المنزل واهله ۔

اور جب اُترے تو دو رکعت نماز پڑھے اور جو مسافر کے ساتھ چار چیزیں چاہئیں اُن میں سے ایک طہارت کا برتن ہے۔ کہتے ہیں کہ ابراہیم خواص کے ساتھ چار چیزیں ہمیشہ سفر اور حضر میں رہتی تھیں۔ لوٹا، رسی، سوئی مع دھاگہ اور قینچی ۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کرتے تو پانچ چیزیں اپنے ساتھ رکھتے آئینہ اور سرمہ دانی اور استرہ، مسواک کنگھی اور ایک روایت میں ہے مقراض اور صوفیہ کے پاس سے عصاء بھی جدا نہیں ہوتا ۔ اور وہ بھی سنت سے ہے ۔

معاذ بن جبل سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے اگر میں نے منبر اختیار کیا ہے تو ابراہیمؑ نے اسے اختیار کیا ہے اور جو عصاء اختیار کروں تو ابراہیم اور موسیٰؑ نے اسے اختیار کیا ہے اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نبیؐ نے

فرمایا عصاء پر سہارا کرنا انبیاء کے اخلاق سے ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عصاء تھا جس پر آپؐ تکیہ لگاتے اور آپؐ عصاء پر تکیہ لگانے کا حکم دیتے اور لوٹا بھی سُنت سے ہے۔

جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہا اس درمیان میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے سے وضو کر رہے تھے کہ دفعتًا آپؐ کی طرف لوگوں نے جنبش کی یعنی سرعت اور شتابی کی اور اصل اُس کی گریہ وزاری ہے جیسے لڑکا ماں کے ساتھ ہو اور روتے وقت اُس کی طرف دوڑتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارا حال ہے ؟ تو عرض کی یا رسولؐ اللہ پانی ہمیں نہیں ملتا جسے ہم پئیں یا وضو کریں مگر آپؐ کے سامنے، تو آپؐ نے لوٹے پر ہاتھ اپنا رکھ دیا۔ پھر میں نے دیکھا تو آپؐ کی انگلیوں سے پانی چشمہ کی طرح اُبلتا تھا۔ پھر قوم نے اُس سے وضو کیا۔ میں نے پوچھا تم کتنے آدمی تھے ؟ کہا جو ہم لاکھ آدمی ہوتے تو ہمیں کفایت کرتا ۔ ہم حدیبیہ کی لڑائی میں پندرہ سو تھے اور صوفیہ کی سنت سے کمر کا باندھنا ہے اور وہ سنت سے ہے ۔

ابو سعیدؓ سے روایت کی ہے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپؐ کے صحابہ علیہم رضوان نے مدینہ سے مکّہ تک پیادہ پا حج کیا اور فرمایا کہ کمر بند سے اپنی کمریں باندھو تو ہم نے باندھیں اور آپؐ کے پیچھے دوڑتے ہوئے چلے اور ظاہر آداب صوفیہ سے یہ ہے کہ جب خانقاہ سے باہر جائیں تو دو رکعت نماز صبح سفر کے دن پڑھیں جیسا کہ ہم نے گھر سے رخصت ہونے کے وقت دو رکعت کا ذکر کیا ہے اور پہلے موزہ اپنے آگے رکھے بعد ازاں اول داہنی آستین پھر بائیں آستین پہنے، پھر میان بند یعنی پٹکا لے کر کمر اُس سے باندھے اور تھیلی نعلین کی لے اور اُسے جھاڑے اور وہاں پر آئے جہاں موزہ پہنا جائے اور دُہرا کر کے مصلّٰی بچھائے اور ایک جُوتے کا نعل دوسرے سے رگڑے اور بائیں ہاتھ میں جُوتا اور داہنے میں تھیلی پکڑے اور تھیلی میں جُوتے اس طرح رکھے کہ ایڑیاں اُس کی نیچے کی طرف رہیں اور تھیلی کا سر باندھ لے اور اپنے بائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں آستین سے جوتا داخل کرے

اور اپنی پیٹھ کے پیچھے اُسے رکھے پھر مصلے پر بیٹھے اور اپنے بائیں ہاتھ سے موزہ آگے رکھے اور اُس کو جھاڑے اور داہنے سے شروع کرے اور پہنے اور گیٹی اور پٹکہ سے زمین پر نہ گرنے دے۔ پھر دونوں ہاتھ دھوئے اور پھر اپنا مُنہ اس موضع کی طرف کرے جہاں سے وہ جاتا ہے اور حاضرین کو وداع کرے اور کوئی بھائی خانقاہ کے باہر تک لوٹا مشکیزہ لے چلے تو اُسے منع نہ کرے۔ اسی طرح عصا اور چھاگل اور جو ساتھ ساتھ بطور رخصت چلیں اُن کو وداع کرے۔ پھر مشکیزہ کو پکڑ لے اور داہنے ہاتھ سے اُٹھائے اور بائیں کو داہنی بغل کے نیچے سے نکالے اور بائیں طرف مشکیزہ کو باندھ لے اور داہنا شانہ اُس کا خالی رہے اور مشکیزہ کی گرہ داہنی طرف رہے پھر جبکہ راہ میں مقام بزرگ پر پہنچے یا بھائیوں کی جماعت پیشوائی کو آئے یا کوئی شیخ ایک جماعت کا پیشوائی کو آئے تو مشکیزہ کو کھولے اور رکھ دے اور اُن کا استقبال کرے اور سلام علیک اُن سے کرے۔ پھر جب اُن سے علیحدہ ہو تو مشکیزہ باندھے اور جب منزل کے قریب پہنچے خانقاہ ہو یا اور جگہ ہو تو مشکیزہ کو کھول ڈالے اور بائیں طرف کی بغل میں دبالے اور اسی طرح عصاء اور چھاگل کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے لے۔

اور ان رسوم کو خراسان کے اور پہاڑ کے فقراء نے مستحسن جانا ہے اور عراق اور شام اور مغرب کے اکثر فقراء اُس کے پابند نہیں ہوتے اور اُن کی رعایت کے باب میں فقراء کے درمیان تکرار ہے تو جو لوگ اس کے پابند نہیں کہتے ہیں کہ یہ رسوم غیر لازم ہیں اور اس کے التزام سے صورتوں کے ساتھ توقف ہے اور حقائق سے غفلت ہے۔ اور جو اس کے پابند ہیں وہ کہتے ہیں یہ آداب ہیں کہ متقدمین نے ان کو وضع کیا ہے اور جب ایسے شخص کو دیکھتے ہیں کہ جو ان سب یا بعض سے خالی ہیں تو عیب لگانے کی اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہ صوفی نہیں ہے اور دونوں گروہ انکار میں حد سے متجاوز ہیں اور صحیح اس میں یہ ہے کہ جو کوئی اس کی پابندی کرتے ہیں اُس پر کوئی انکار نہیں کرتا تو شرع میں منکر نہیں ہُوا اور وہ ایک اچھا ادب ہے اور جو کوئی پابندی اس کی نہیں کرتا تو اس

پر کوئی انکار نہیں کرتا تو شرع میں واجب ہے اور نہ مستحب ہے اور کوہستان اور خراسان کے بہت سے فقرا ان رسوم کی رعایت میں اس حد تک مبالغہ کرتے ہیں کہ افراط کے درجہ تک نکل جاتے ہیں اور عراق اور شام اور مغرب کے بہت سے فقرا، اس سے علیحدگی اُس حد تک کرتے ہیں کہ وہ تفریط تک پہنچ جاتے ہیں اور سزاوار تر یہ بات ہے کہ جس چیز کو شرع انکار کرے اور برا جانے وہ مُنکر ہے اور جس کو وہ انکار نہ کرے تو وہ منکر نہیں اور بھائیوں کے تصرفات کے لئے عذرداریاں کی جائیں جب تک کہ اُن میں منکر نہ ہو یا مستحب میں خلل نہ پیدا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق بخشنے والا ہے۔

اٹھارھواں باب

سفر سے آنے اور خانقاہ کے داخلہ اور اُسکے ادب کے بیان میں ہے

فقیر کو چاہیئے کہ جب سفر سے واپس آئے تو مقام کے آفات سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگے جس طرح سفر کی سختی سے پناہ مانگتا ہے اور دعا ماثورہ یہ ہے :۔

اللّٰھم انی اعوذبک من وعثاء السفر وکابۃ المنقلب وسوء المنظر فی الاھل والمال والولد ۔

اور جب اس شہر کے قریب جس میں ٹھہرنے کا ارادہ ہو پہنچے تو اہلِ شہر پر زندہ اور مُردہ سے سلام علیک کہے اور قرآن شریف سے جو آسان ہو پڑھے اور زندہ اور مُردہ لوگوں کے لئے اُس کو ہدیہ بنائے اور اللہ اکبر اللہ اکبر کے ساتھ تکبیر کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر آئینہ روایت کی گئی ہے کہ آپؐ جب غزوہ یا حج سے رجوع فرماتے تو زمین کی ہر بلندی پر تین بار تکبیر کہتے تھے اور فرماتے :

لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ ۔ اور جب شہر نظر آئے تو یہ پڑھے : اللھم اجعل لنا بھا قرارا و رزقا حسنا ۔

اور اگر غسل کرے بہتر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا سے کہ آپؐ نے دخول مکہ کیلئے

غسل فرمایا تھا اور یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ غزوہ احزاب سے واپس آئے اور مدینہ میں فروکش ہوئے تو اپنی زرہ اُتاری اور غسل کیا اور حمام گئے ورنہ وضو تازہ کرے اور سفید کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے اور اس سے بھائیوں کی ملاقات کے لئے تیار ہو اور زندہ مُردہ جو یہاں ہیں اُن سے برکت حاصل کرنے کی نیت کرے اور اُن کی زیارت کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد گھر سے باہر نکلا کہ اپنے بھائی کی زیارت فی اللہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے راستہ میں ایک فرشتہ بٹھلا دیا اور اُس نے کہا کہ کہاں کا تیرا ارادہ ہے؟ کہا کہ فلانے کی زیارت کا کہا قرابت کے سبب کہا نہیں کہا نعمت کے شکرانہ کے لئے جو تجھے اس سے ملی ہے؟ کہا نہیں۔ کہا پھر کس واسطے؟ کہا اُسے میں فی اللہ دوست رکھتا ہوں کہا میں ہر آئینہ تیری طرف اللہ کا بھیجا ہُوا ہوں اس پیام کے ساتھ کہ اللہ تجھے دوست رکھتا ہے اُس دوستی کے سبب جو تُو اس سے رکھتا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہؓ نے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی کہ ہر آئینہ آپؐ نے فرمایا ہے جب ایک مرد اپنے بھائی کی عیادت یا زیارت فی اللہ کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے فرماتا ہے خوش رہو اور خوش تیرا چلنا ہے اور جنت سے ایک مکان رہنے کو ملے گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں پہلے تمہیں قبور کی زیارت سے منع کرتا تھا تو اُن کی زیارت کرو اس لئے کہ وہ آخرت کو یاد دلاتی ہے تو اس سے فقر کے لئے فائدہ زندوں اور مُردوں کا ہے پھر جب شہر میں داخل ہو تو مساجد سے کسی ایک مسجد میں پہلے دو رکعتیں پڑھے اگر جامع مسجد کا قصد کرے تو اور زیادہ اعلیٰ اور افضل ہے اور ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں داخل ہوتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔ بعد ازاں گھر میں جاتے اور فقیر کے لئے خانقاہ ہی گھر کے برابر ہے پھر خانقاہ کا قصد کرے اور خانقاہ کا قصد سُنت سے ہے اُس روایت کے موافق جو طلحہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہا ایک شخص تھا کہ جب مدینہ آتا اور اُس کا کوئی شناسا ہوتا تو اُس کے پاس اُترتا اور جو

نہ ہوتا تو صفہ میں آتا سو میں نے لوگوں سے ہوں جو صفہ میں آتے پھر جب خانقاہ میں اُترے تو اُس طرف جائے جہاں موزہ اُتارے پھر پٹکا کھولے اور وہ کھڑا ہو پھر تھیلی کو بائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں آستین سے نکالے اور تھیلی کا مُنہ داہنے ہاتھ سے کھولے اور بائیں ہاتھ سے جُوتا نکالے پھر جُوتے کو زمین پر رکھے اور پٹکا لے کر تھیلی میں ڈالے تب بایاں موزہ اُتارے پھر اگر وضو سے ہو تو دونوں پاؤں دھوڈالے۔ موزہ اُتارنے کے بعد کہ راستہ کی مٹی اور پسینہ دُور ہو اور جب مصلّے پر آئے تو مصلّے کو بائیں طرف سے لپیٹے اور لپٹے ہُوئے کے ساتھ دونوں پاؤں کو پونچھے پھر قبلہ رو ہو اور دو رکعت پڑھے پھر سلام پھیرے اور مصلّے کے سجدہ کی جگہ کو پاؤں پڑنے سے بچائے اور یہ وہ رسوم ظاہری ہیں جن کو بعض صوفیہ نے مستحسن جانا ہے جو اُن کا پابند ہو۔ اس پر انکار نہیں کیا جاسکتا اس واسطے کہ یہ مشائخ کے استحسان سے ہے اور اُن کی ظاہری نبت اس میں یہ ہے کہ مرید کو ہر ایک بات میں صورت خاص کے ساتھ مقید کیا جائے تاکہ وہ ہمیشہ اپنی حرکات کا متفحص رہے اور بلا قصد و ہزیمت اور ادب کے کسی حرکت کا مرتکب نہ ہو اور فقرا سے جو کوئی اُس کی کسی چیز میں خلل ڈالے تو اُس پر انکار نہ کیا جائے یعنی نہ کہا جائے کہ وہ بُرا کرتا ہے جب تک کہ واجب یا مستحب کا وہ مخل نہ ہو اس واسطے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوفیہ کی اکثر رسوم کے مقید نہ تھے اور جو ان آدمی جو ان رسوم کے ساتھ اعتراض اُن پر کرنا بدوں اس کے کہ اشیاء پر نبت پر اُن کی نظر کریں چاہتے ہیں غلط ہے۔

سو شاید خانقاہ میں فقیر بغیر آستین چڑھائے داخل ہو اور ہر آئینہ سفر میں وہ آستینیں بغیر چڑھائے تھا تو آگاہ کردے اس بات سے کہ اُس نے تناول اُس کا لوگوں کے دیکھنے کے واسطے نہیں کیا جیسے کہ شرعی مستحب میں خلل نہیں ڈالا اور دُوسرے کا آستین چڑھائے ہونا قیاس پٹکا باندھنے پر کرے اور پٹکا باندھنا سنت ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفر میں جو مدینہ اور مکہ کے درمیان تھا کمریں باندھی تھیں۔ پس آستینوں کا چڑھانا اسی کے معنی میں ہے کہ چلنے میں اُس سے سبکی اور نرمی ہے تو جو کوئی کمر باندھے آستینیں چڑھائے

خانقاہ میں داخل ہو ایسا ہی ہے اور جو سفر میں کمر باندھے نہ ہو یا سوار بغیر کمر باندھے ہو تو صدق اسی میں ہے کہ ایسا ہی داخل ہو اور کمر کے باندھنے اور آستینوں کے چڑھانے کا لوگوں کے دکھانے کو قصد نہ کرے اس واسطے کہ یہ ایک تکلف ہے اور خلق کی طرف نظر ہے اور تصوف کی بناء صدق اور نظر خلق سے گرنے پر ہے اور متصوفہ پر جن باتوں میں انکار کیا جاتا ہے ازاں جملہ ایک یہ ہے کہ یہ لوگ جب خانقاہ میں داخل ہوتے ہیں تو ابتدا سلام سے نہیں کرتے اور منکر کہتا ہے کہ یہ خلاف مندوب و مستحب ہے اور انکار کرنے والے کو یہ نہیں سزاوار ہے کہ وہ انکار بغیر اُن کے مقاصد جانے کرے جن میں اُن کا اعتماد ہے اور سلام اُن کا چھوڑ دینا بہت وجوہ کو محتمل ہے ایک یہ ہے کہ سلام اسماء الٰہی سے ایک اسم ہے اور ہر آئینہ عبداللہ بن عمرؓ نے روایت کی ہے کہا کہ حضرت نبی علیہ السلام کے پاس سے ایک شخص گزرا جبکہ آپؐ پیشاب کرتے تھے اُس نے آپؐ کو سلام کیا۔ یعنی السلام علیکم کہا۔ آپ نے جواب اُسے نہ دیا یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ شخص آنکھوں سے اوجھل ہو جائے۔ پھر آپؐ نے دیوار پر ہاتھ مارا اور اُس سے اپنے مُنہ پر مسح کیا۔ پھر دوسری دفعہ مارا اور اُس سے اپنے دونوں ہاتھوں پر مسح کیا غرض یہ کہ تیمم کر لیا۔ اس کے بعد اُس شخص کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ ہر آئینہ مجھے سلام کے جواب سے بجز اس کے اور کسی چیز نے نہیں روکا کہ میں طہارت سے نہ تھا۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ آپؐ نے سلام کا جواب نہیں دیا جب تک کہ وضو نہیں کیا۔ پھر اُس سے معذرت کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا طہارت کے بغیر مجھے مکروہ معلوم ہُوا۔

اور کبھی ایک جماعت فقراء سے سفر میں صبح کرتے ہیں اور کسی کو اُن میں سے وضو نہیں ہوتا تو اگر باوضو سلام کرے اور بے وضو چپ ہو رہے اس کا حال کھل جائے اس واسطے سلام ترک کیا جاتا ہے تاکہ جسے وضو کرنا ہو وضو کر لے اور پاؤں دھوئے جسے دھونے ہوں تاکہ بے وضو کا حال معلوم نہ ہو جب تک کہ اُن کا سلام طہارت سے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا ہے اور کبھی مقیم

بھی طہارت سے نہیں ہوتے تو سلام کے جواب کے لئے طہارت سے مستعد ہو اس واسطے کہ سلام ایک اسم اسماء الٰہی سے ہے اور یہ وجہ عمدہ تر دیگر وجوہات سے ہے جو بیان کی جاتی ہیں اور اُن وجوہ سے یہ بھی ہے کہ جب کوئی سفر سے آتا ہے تو بھائی اُس سے بغل گیر ہوتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ راستہ اور سفر کے آثار گرد و غبار اُس پر پڑا ہوتا ہے جو مکروہ معلوم ہوتا ہے تو وضو اور پاکیزگی سے وہ مستعد ہوتا ہے اور پھر سلام اور معانقہ کرتا ہے اور یہ بھی ایک وجہ ہے کہ خانقاہ کے لوگ صاحب مراقبہ واحوال ہیں تو دفعتہً اگر اُن سے کوئی کہے السلام علیکم تو مراقبہ والا اُس سے چونک اُٹھتا ہے اور محافظ قلب مشوش ہو جاتا ہے اور سلام پر مقدم ہے کہ خانقاہ میں پاؤں کے دھونے اور وضو کرنے اور دو رکعت پڑھنے سے اُنس اور آرام پاوے یعنی سب جان لیں کہ فلاں صاحب سفر سے آئے ہیں تو سب کوئی اس کے لئے تیار ہو جائیں جس طرح کہ وہ خانقاہ پہنچ ہاتھ منہ دھو وضو کر نماز پڑھ کر اُن کے لئے تیار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: حتی تستانسوا یعنی تاکہ تم آپس میں استیناس کرو۔

اور ہر ایک قوم کا استیناس اُن کے حسب حال ہے اور یہ بھی وجہ ہے کہ وہ اپنے گھر کے سوا کہیں داخل ہوا اور نہ اُن کی نسبت وہ مسافر ہے بلکہ وہ اُس کے بھائی بند اور دوست اُس نسبت باطنی کے سبب ہیں جو ایک راہ میں سب کو جمع کرنے والی ہے اور گھر اُس کا گھر اور گاؤں اُس کا گاؤں ہے تو برکت اس میں دیکھتا ہے کہ خلق کے معاملہ میں پہلے اللہ کے معاملہ سے گھر کو کھولے اور جس طرح اُن کی معذرت ترک سلام میں کی گئی تو اُن کو چاہیئے کہ جو شخص گھر میں آتے ہی اسلام علیک کرے اُس کا انکار نہ کریں اور بُرا نہ جانیں۔ سو جس طرح سلام نہ کرنے والے کے واسطے ایک نیت ہے اُس شخص کے لئے بھی جو سلام اُس کو کرے ایک نیت ہے۔

اور قوم کے لئے آداب اور قواعد ہیں کہ شرع نے جاری کئے اور بعض آداب اُن میں سے وہ ہیں جن کو مشائخ نے مستحسن رکھا تو جو شرع میں آئے اُس کا ہم نے بیان کر دیا کہ کمر باندھے اور عصا اور لوٹا لے اور داہنے سے موزہ پہنے اور بائیں سے اُتارے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جوتا پہنو تو ہمیشہ داہنے سے اور جوتا اتارو تو ہمیشہ بائیں سے یا دونوں کو ساتھ اُتارو یا دونوں کو ساتھ پہنو۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داہنے سے پہلے بایاں جوتا اُتارا کرتے اور بائیں سے پہلے داہنے پاؤں میں پہنتے اور مصلّی بچھاتے جو سُنت ہے اور ہم نے اُسے بیان کیا ہے اور دوسرے کے مصلّے پر ایک کانہ بیٹھنا مشروع اور مسنون ہے اور ہر آئینہ ایک بڑی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آدمی دوسری جگہ اپنے اختیار سے امام نہ ہو اور نہ اس کے اہل میں اور نہ اُس کی تعظیم کی جگہ بیٹھے الا جبکہ وہ اجازت دے اور جب بھائیوں کو سلام کرے تو یہ اُن سے اور وہ اس سے بغلگیر ہوں کہ ہر آئینہ جابر بن عبداللہ رضؓ نے روایت کی ہے کہا جبکہ جعفر مُلک حبشہ سے آئے تو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے معانقہ دیا اور اگر بوسہ دے اُنہیں تو اُس کا مضائقہ نہیں ہے۔

روایت ہے کہ جب جعفر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دیا اور فرمایا کہ جعفر کے آنے سے جتنا میں خوش ہُوا اس سے بڑھ کر فتح خیبر سے خوش نہیں ہُوا۔

اور اپنے بھائیوں سے مصافحہ کرے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے مسلمان کا بوسہ اپنے بھائی کے لئے مصافحہ ہے۔ اور انس بن مالک رضؓ نے روایت کی ہے کہا کہ کہا گیا یا رسولؐ اللہ آدمی اپنے دوست اور بھائی سے ملے تو اُس کے لئے جھکے فرمایا کہ نہیں کہا گیا اُس سے لپیٹے اور چُومے فرمایا کہ نہیں کہا گیا کہ مصافحہ کرے۔ فرمایا کہ ہاں اور خانقاہ کے باشندہ فقیروں کی مشیخت ہے کہ فقرا سے ملاقات مرحبا کہنے سے کریں۔

عکرمہ رضؓ نے روایت کی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دن آپؐ کی خدمت میں آیا دو بارہ فرمایا مرحبا بالراکب المهاجر یعنے سوار ہجرت کرنے والے کو مرحبا ہے یعنی فراخی کو پہنچے۔ اور اگر اُس کے لئے کھڑے ہوں تو مضائقہ

نہیں اور وہ مسنون ہے اور جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپؐ جعفرؓ کے لئے کھڑے ہوئے جس دن وہ آئے ۔ اور آنے والے کے لئے کھانا پیش کرنا مستحب ہے ۔

لقیط بن صبرہؓ نے روایت کی کہا پیغام لے کر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپؐ سے ہم آپؐ کے مکان پر نہ ملے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ملاقات کی تو آپ نے حریرہ کا حکم دیا اور ہمارے واسطے وہ بنوایا گیا اور ایک قناع میں ہم کو دیا گیا اور قناع طبق ہے ۔ پھر ہم نے اُسے کھایا ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ، آپؐ نے فرمایا تمہیں کچھ ملا ؟ ہم نے کہا ہاں یا رسولؐ اللہ ! اور آنے والے پر مستحب ہے کہ فقرا کے سامنے حق قدوم سے کچھ پیش کرے ۔

حدیث میں وارد ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں آئے تو اُونٹ ذبح کئے تھے اور جو بعد میں کسی آنے والے کا آنا مکروہ جانتے ہیں اس کی وجہ سنت سے ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے چلنے سے منع کیا ہے اور صوفیہ عصر کے بعد آمادہ اور مستعد رات کے استقبال کو طہارت کے ساتھ اور ذکر و استغفار پر جھکنے کو ہوتے ہیں ۔

جابر بنؓ عبداللہ نے روایت کی ہے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کوئی تم میں کا سفر سے آئے تو رات کو اپنے اہل کے پاس نہ جائے ۔ اور کعب ابن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے نہیں آتے مگر دن کو دوپہر کے وقت تو دن چڑھتے آنے کو مستحب جانتے تھے ۔ اگر وہ وقت جاتا رہے کہ ہر آئینہ کبھی چلنے میں ضعف کے سبب دیر ہو جاتی ہے یا اُس کے سوا اور کچھ ہو تو عصر تک فقیر کے لئے باقی دن کا عذر ہے اس واسطے کہ تعویق کا احتمال ہے اور جب عصر کا وقت آجائے تو اس کی طرف اہتمام سنت میں قصور کی نسبت ہوتی ہے جو چڑھتے دن کا آنا ہے اس واسطے کہ یہ لوگ عصر کے بعد آنے کو مکروہ جانتے ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ عالم ہے ۔

پھر جب عصر کا وقت آجائے تو التوا رصبح پر کرے تاکہ چڑھتے دن آنے

کی سُنت پر عمل ہُوا اور اس میں ایک بات اور بھی ہے اور یہ ہے کہ عصر کے بعد نماز مکروہ ہے اور ادب یہ ہے کہ آنے والا دو رکعت نماز ادا کرے اسی واسطے عصر کے بعد آنا مکروہ جانتے ہیں اور کبھی آنے والے فقرا، سے کم خانقاہ میں آنے سے واقف ہوتے ہیں اور سراسیمہ و متحیر ہو جاتے ہیں تو سنت یہ ہے کہ اُس کے پاس آکر بیٹھیں اور بہت دوستانہ اور ہنسی خوشی سے ملیں تاکہ اس کا دل کھل جائے اور اُس کی سراسیمگی دفع ہو کہ اس میں بڑی فضیلت ہے۔

ابو رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا آپؐ اس وقت خطبہ پڑھتے تھے تو ہم نے عرض کی یا رسول اللہ یہ ایک شخص مسافر آیا ہے اپنے دین کا سوال کرتا ہے اور نہیں جانتا اُس کا دین کیا ہے؟ کہا کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے تشریف لائے اور خطبہ اپنا چھوڑ دیا پھر کُرسی لائے جس کے پائے لوہے کے تھے تب آپؐ بیٹھے بعد ازاں مجھے تعلیم کرنا شروع کیا اُس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے اُن کو سکھلایا تھا۔ بعد اُس کے آپؐ خطبہ پر متوجہ ہوئے اور اُس کے آخر کو تمام اس پر کیا کہ جو فقرا کے عمدہ اخلاق میں مسلمانوں کے ساتھ نرمی سے سُننے اور دیکھے مکروہات کا تحمل کرنا۔

اور کبھی فقیر خانقاہ میں آتا ہے اور متصوفہ کے بعض مراسم چھوڑ دیتا ہے تو وہ جھڑکا اور رد کیا جاتا ہے اور وہاں سے خارج کیا جاتا ہے اور یہ بڑی خطا ہے اس واسطے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اکثر اولیاء اور صلحاء ان ظاہری رسوم سے واقف نہیں ہوتے اور نیک نیتی سے خانقاہوں کا ارادہ کرتے ہیں تو جب ان کو مکروہات کا سامنا ہو تو اندیشہ ہے کہ ایذا سے اُن کے باطن مشوش ہوں اور جو شخص منکر اُن کا ہو اُس کے دین اور دُنیا کو نقصان پہنچے تو اس سے پرہیز کرنا لازم ہے اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر نظر کرے اور آپؐ کی مدارات اور نرمی جو آپؐ کا برتاؤ خلق کے ساتھ تھا اور ہر آئینہ بروایت صحیح یہ حدیث ہے کہ :-

ایک اعرابی یعنی دیہاتی مسجد میں آیا اور اُس نے پیشاب کر دیا تو آپؐ نے حکم دیا کہ ایک پانی بھرا ڈول لائے اور اُس جگہ پر ڈالا اور اعرابی کو نہ جھڑکا بلکہ

اُس کے ساتھ رعایت کی اور نرمی اور ملائمیت سے جو واجب تھا اُسے بتلایا اور سختی اور ہشت ہشت اور غلبہ مسلمانوں پر قول اور فعل سے کرنا نفوسِ خبیثہ کا کام ہے اور وہ حال متصوفہ کے خلاف ہے اور جو اُن لوگوں میں سے کوئی ایسا شخص خانقاہ میں آوے کہ دراصل وہاں ٹھہرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو بعد ازاں کہ اُس کے لئے کھانا لایا جائے اور اُس سے اچھی طرح گفتگو کی جائے بہت خوبی کے ساتھ وہاں سے واپس کر دیا جائے تو یہ ہے جو اہل خانقاہ کے لائق ہے اور جس کا برتاؤ فقراء مسافر کے ہاتھ پاؤں دبانے سے کرتے ہیں تو وہ خوش خوئی اور نیک معاملگی حدیث میں آئی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپؐ کا ایک حبشی غلام آپؐ کی پیٹھ دبا رہا تھا تو میں نے کہا، یا رسولؐ اللہ آپ کا کیا حال ہے ؟ تو فرمایا کہ اُونٹنی نے مجھے گرا دیا تو اس کے ساتھ رضامندی اچھی معلوم ہوتی ہے جو اُس کے سفر سے آنے اور تھک جانے کے وقت ہاتھ پاؤں دباتا ہے ولیکن جو کوئی اس کی عادت کرے اور ہاتھ پاؤں دبانے کو دوست رکھے اور اُس سے نیند آنے کی خواہش کرے اور اُسے برقرار رکھے جب تک کہ نیند نہ آوے۔ تو یہ فقراء کے مناسب حال نہیں ہے اگرچہ شرع میں جائز ہو۔ اور فقراء میں سے ایسا ایک شخص تھا کہ جب ہاتھ پاؤں دبواتا اور اُس سے لذت اُٹھاتا اور اُس کی خواہش سے احتلام اُسے ہو جاتا تو اس احتلام کو پاؤں دبوانے کی عقوبت جانتا تھا۔

اور اہلِ عزیمت کے لئے وہ امور ہیں جس میں گنجائش میلان کی رخصت اور جواز کی طرف نہیں ہے اور آداب فقیر سے ہے کہ سفر سے آنے کے بعد جب وہ ٹھہرے اور بیٹھے تو خود کلام میں ابتدا نہ کرے سوا اس کے دوسرا اس سے بات کرے۔ اور مستحب ہے کہ تین روز توقف کرے اور مُلاقات کا ارادہ نہ کرے۔ نہ مجلس وغیرہ میں جائے جو شہر میں جانے سے اُسے مقصود ہے حتیٰ کہ سفر کی تکان جاتی رہے اور اُس کا باطن اپنی حالت پر آ جائے۔ اس واسطے کہ سفر اور اُس کے عوارض سے طبیعت

میں اُس کی فرق آجاتا ہے اور تکدر اُس میں سماجاتا ہے تاآنکہ تین روز میں حواس اُس کے ٹھکانے سے ہوجاتے ہیں اور اُس کا باطن صلاحیت پر آئے اور نور باطن سے مشائخ کی ملاقات اور زیارتوں کے لئے مستعد ہو جائے اس واسطے کہ جب اُس کا باطن روشن ہو تو خیر کا پورا حظ ہر ایک شیخ اور بھائی سے جن کی وہ ملاقات کرے حاصل کرتا ہے۔

اور میں اپنے شیخ سے سُنا کرتا جب وہ یاروں کو نصیحت کرتے اور کہتے کہ ان اہلِ طریق سے بجز ایسے وقت کے جو صافی ہو باتیں مت کرو اور اس میں بہت بڑا فائدہ ہے اس واسطے کہ کلام کا نور قلب کے نور کے موافق ہے اور سماعت کا نور قلب کے نور کے مقدار ہے اور جب شیخ یا بھائی کے پاس آئے اور اُس سے ملاقات کرے تو اُسے چاہیئے کہ جب معاودت کا ارادہ کرے تو اجازت مانگے اس واسطے کہ ہر آئینہ عبداللہ بن عمر نے روایت کی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے ملاقات کرے اور اُس کے پاس بیٹھے تو ہر گز بغیر اجازت وہاں سے نہ اُٹھے۔ اور اگر نیت ہو کہ چند روز قیام کرے اور اُس کے وقت میں وسعت ہے اور اُس کے نفس کو بیکاری اور خالی بیٹھے رہنے کا شوق ہے تو خدمت کی درخواست کرے جس کو وہ بجالائے اور جو اپنے پروردگار کے لئے ہمیشہ کام کرتا ہو تو اُس کو عبادت کا شغل کافی ہے اس واسطے کہ اہلِ عبادت کی خدمت عبادت کے قائم مقام ہے اور خانقاہ سے بغیر وہاں کے شیخ یا سجادہ نشین کی اجازت کے باہر نہ نکلے اور نہ کوئی کام بغیر اُس کی رائے کے کرے۔ پس یہ تمام اعمال ہیں جن کا برتاؤ ارباب خانقاہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں توفیق اور تادیب میں ترقی بخشے۔

اُنیسواں[۱۹] باب

صُوفی متسبب کے حال کے بیان میں ہے

صُوفیہ کے احوال مختلف ہیں کہ اسباب کے ساتھ گذر کریں یا اسباب سے

کریں تو بعضے وہ ہیں جو فتوح پر رہتے ہیں تو وہ مال کے مائل ہیں نہ کسی پیشہ سے اور نہ سوال سے سبب معاش کا کرتے ہیں اور بعضے اُن میں سے پیشہ کرتے ہیں۔ اور بعضے وہ ہیں کہ فاقہ کے وقت سوال کرتے ہیں اور ہر ایک طرز میں اُن کو ایک ادب اور حد ہے جس کی وہ رعایت کرتے ہیں اور اُس سے تجاوز نہیں کرتے اور جب کہ فقیر علم کے ساتھ اپنے نفس کی سیاست کرے تو اللہ تعالیٰ سے اُس کو فہم اس شئے میں حاصل ہوتی ہے جس میں وہ سبب یا ترکِ سبب سے داخل ہوتا ہے۔

پس فقیر کو نہیں چاہیئے کہ حتی الوسع سوال کرے اس واسطے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ترکِ سوال پر ترغیب اور ترہیب سے برانگیختہ کیا ہے سو ترغیب یہ ہے کہ جو ثوبان نے روایت کی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری ایک بات قبول کرے میں اُس کے لئے جنت کا ذمہ دار ہوں۔ ثوبان نے کہا کہ میں نے کہا میں، فرمایا لوگوں سے کوئی چیز نہ مانگ۔ پھر ثوبان کا یہ حال تھا کہ اگر اُس کے کوڑے کا ڈور اگر پڑتا تو کسی سے نہ کہتا کہ اُسے اُٹھا دینا وہ آپ اُترتے اور اُس کو اُٹھا لیتے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر کوئی تم میں سے ایک رسّی لے اور اُس سے ایک لکڑی کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر لادے پھر اُس کے حاصل سے کھائے اور صدقہ دے تو اس سے بہتر ہے کہ کسی شخص کے پاس آئے اور اُس سے سوال کرے خواہ وہ اُسے دے یا نہ دے۔ پس ہر آئینہ اُونچا ہاتھ نیچے سے بہتر ہے۔

ہلال بن حفیص رضؓ سے روایت ہے کہا میں مدینہ آیا اور ابی سعید کے یہاں اُترا اور ہم اور وہ دونوں ایک جگہ بیٹھے تو اُس نے حکایت کی کہ ایک روز مجھے صبح ہوئی کہ ہمارے پاس کھانے کو نہ تھا اور میں نے اپنے پیٹ سے بھوک کے سبب پتھر باندھ لیا تو مجھ سے میری بی بی نے کہا رسول اللہ کے پاس جاؤ کہ آپؐ کے پاس فلانا آیا تو اس کو دے دیا اور فلانا آیا اور اُس کو دیا۔ کہا کہ میں آپؐ کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ میں کچھ مانگوں تو مانگنے کے لئے میں گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپؐ اُس وقت خطبہ پڑھتے تھے اور فرما رہے تھے:۔ من یستعفف عنہ یعفہ اللہ

ومن یستغن یغنہ اللّٰہ ومن سالنا شیئًا فوجد ناہ اعطیناہ و واسیناہ ومن استعف عنہ واستغنی فہواحب الینا ممن ساء لنا - یعنی جو عفو چاہے اُس کو اللہ بخشتا ہے اور جو غنا چاہے اُس کو اللہ غنی کرتا ہے اور جو ہم سے کچھ مانگے اگر ہمیں وہ چیز ملے تو ہم اُسے دیں اور غم خواری اُس کی کریں اور جو کوئی اُسے چھوڑے اور بے پرواہی کرے تو وہ ہمیں زیادہ عزیز اُس سے ہے جو ہم سے سوال کرے"۔

کہا میں اُلٹا پھر آیا اور اُس سے کچھ نہیں مانگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے رزق دیا یہاں تک کہ میں انصار کے صاحبِ خانہ کو نہیں جانتا جو مجھ سے مال میں زیادہ ہو۔ ولیکن ترہیب اور تخویف کی راہ سے تو وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی کہ آپ نے فرمایا ہمیشہ تمہارے ایک کے ساتھ سوال رہے گا یہاں تک کہ وہ اللہ سے ملے اس حالت میں کہ اُس کے منہ میں گوشت کا ٹکڑا ہو۔

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین وہ شخص نہیں ہے جس کو ایک لقمہ اور دو لقمہ اور ایک چھوارہ اور دو چھوارے پہنچیں مگر وہ شخص مسکین ہے جو لوگوں سے سوال نہ کرے اور مکان اُس کا نہ جانا ہو کہ اُسے دیا جائے یہ ہے حال سچے فقیر اور حقیقی متصوف کا کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگے۔ اور ان فقرا سے بعضے ایسے ہیں کہ ادب کو لئے ہوئے ہیں حتیٰ کہ اُس حال کو وہ ادب پہنچا دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بھی شرماتا ہے کہ دُنیا کی چیز اُس سے مانگے یہاں تک کہ جب سوال کا نفس ارادہ کرے تو ہیبت اُسے ہٹا دے اور سوال کے اقدام کو جرأت سمجھے تو اس حالت میں اللہ تعالےٰ بغیر سوال اُس کو دیتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہر آئینہ آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور اُس وقت وہ ہوا میں تھے قبل اس کے کہ آپ تک پہنچیں تو کہا آیا تجھے کوئی حاجت ہے۔ آپ نے کہا کہ کیا تیری طرف تو نہیں ہے؟ پھر آپ سے کہا کہ تُو اپنے رب سے ہی سوال کر۔ کہا میرے سوال سے اُس کا علم میرے حال سے کفایت ہے۔

اور کبھی اس کے مثل سے ضعیف ہونا اور اکسانا ہے تو اللہ تعالےٰ سے

بندگی مانگتا ہے اور مخلوق سے سوال کرنا نہیں تجویز کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف بلا سوال مخلوق کے روزی بھیجتا ہے۔

بعضے صالحین سے ہمیں معلوم ہُوا ہے کہ اُنھوں نے کہا جب فقیر نفس کے مطالبہ کو کسی چیز کے لئے پائے تو یہ مطالبہ خالی اُس سے نہیں کہ اُس رزق کا ہے جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُس کے پاس پہنچائے۔ پس نفس کو اُس کی اطلاع ہو سو بعض فقراء کے نفوس انتظار اُس کا کرتے ہیں جو عنقریب پیدا ہو اور گویا کہ نفس اُس چیز کی خبر دیتا ہے جو ہونے والی ہے یا یہ کہ وہ عقوبت کسی گناہ کی ہے جو اُس سے پایا گیا۔

پس جبکہ فقیر یہ بات معلوم کرے اور مطالبہ پر نفس الحاح کرے تو اُسے چاہیئے کہ اُٹھے اور اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے اور کہے یارب اگر یہ مطالبہ گناہ کی عقوبت ہے تو مَیں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں اور جو اس رزق کے لئے ہے جو اُسے تُو نے مقدر کیا ہے تو جلد اُسے میرے پاس پہنچا دے۔ پس اللہ تعالیٰ اُس کے پاس پہنچا دے گا اگر اُس کا رزق اور نصیب ہے ورنہ اُس کے باطن سے مطالبہ اور خواہش جاتی رہے گی۔

پس فقیر کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی حاجتیں کہے پھر یا تو اُسے کوئی چیز دے گا یا صبر یا اُس مطالبہ کو اُس کے قلب سے دُور کر دے گا۔ اس واسطے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے لئے طریق حکمت کے بہت دروازے ہیں اور طریق قدرت کے بہت دروازے ہیں تو طریق حکمت سے کوئی دروازہ کھول دے گا ورنہ قدرت کے طریق سے کوئی دروازہ مفتوح کرے گا اور اُس کے پاس کوئی خرق عادت سے پہنچ سکے جس طرح سے کہ مریم علیہا السلام کے پاس آتے تھے:

کلما دخل علیہا زکریا المحراب وجد عندھا رزقا قال یامریم انی لک ھذا قالت ھو من عند اللہ۔ یعنی جب کبھی زکریا علیہ السلام اُن کے پاس آتے محراب میں تو اُن کے پاس کھانے کی چیز پاتے تو کہتے اے مریمؑ! یہ کہاں سے تجھے ملیں وہ کہتیں یہ اللہ کے پاس سے آئی ہیں۔

بعضے فقراء سے نقل ہے کہ ایک دن مَیں بھُوکا تھا اور حال میرا یہ تھا کہ

میں کسی سے نہ مانگوں۔ پھر میں بغداد کی بعض جگہ گذر کرتا ہُوا اور سامنے ہوتے ہُوئے آیا کہ شاید اللہ تعالےٰ کوئی چیز اپنے بعض بندوں کے ہاتھ سے دلوائے تو کچھ تقدیر میں نہ تھا پھر میں بھوکا سو رہا اور خواب میں ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ فلانی جگہ جاؤ اور وہ جگہ بتلادی۔ پھر وہاں ایک نیلگوں خرقہ ہے جس میں روٹیاں ہیں انہیں تو نکال اور اپنے کام میں لا۔

پس حال یہ ہے کہ جو کوئی مخلوقات سے علیحدہ اور اللہ تعالےٰ ہی کا ہو رہے وہ غنا میں یکتا ایسا ہے کہ اُسے کوئی چیز نہیں ہراتی حکمت کے اور قدرت کے دروازہ جیسے چاہے کھل جاتے ہیں اور نفس سے جو سوال کرے بہتر اُس میں سے یہ جو کہ صبر جمیل کا اُس سے سوال کرے اس واسطے کہ سچے آدمی کا کہنا نفس اُس کا مان لیتا ہے اور ہمارے شیخ نے اللہ اُن پر رحمت بھیجے حکایت بیان کی کہ میرے پاس ایک دن میرا بیٹا آیا اور کہا مجھے دانے چاہئیں۔ مَیں نے اُس سے کہا دانے کیا کرو گے ؟ تو چاہتی چیز بیان کی کہ وہ دانے سے خریدوں گا۔ پھر کہا تیری اجازت ہو تو جاؤں۔ اور دانے قرض لوں۔ مَیں نے کہا ہاں اپنے نفس سے تو اُس قرض کو مانگ کہ یہ بہتر اُس سے ہے کہ جس سے قرض لے۔ اور بعضوں نے صوفیہ سے اس مضمون کو نظم کیا ہے اور کہا اگر تیری خواہش ہے کہ تنگی کے ایام میں مال قرض لے تاکہ نفس کے مشتہیات میں اس کو توصرف کرے تو نفس سے سوال کر کہ وہ صبر کے خزانے تیرے لئے خرچ کرے۔ جب آسودگی کا زمانہ آئے تو اُس کے ساتھ نرمی کرے۔ پھر اگر نفس یہ کام کرے تو غنی ہے اور اگر انکار کرے تو ہر ایک بخیل بعدازاں بہت معذرت کرتا ہے۔

پس ہرگاہ فقیر بعدازاں کوشش انتہا کو پہنچا دے اور ضعف و ناتوانی کے قریب اور ضرورت کا ثبوت ہو اور اپنے مولیٰ سے مانگے اور وہ اس کے لئے کچھ تقدیر نہ رکھے اور حال یہ کہ اپنے حال کے مشغولی سے اُس کا وقت پیشہ کے لئے نہ بچے تو اُس وقت سبب کا دروازہ کھٹکھٹائے اور سوال کرے اس واسطے کہ بتحقیق فاقہ کے وقت بعضے صالحین ایسا کیا کرتے تھے۔

ابی سعید فراز سے نقل ہے کہ فاقہ کے وقت ہاتھ پھیلاتے تب کہتے شئی للہ اور ابی جعفر حداد سے منقول ہے جو جنید کے استاد تھے کہ وہ مغرب اور عشاء کے درمیان باہر آتے اور ایک یا دو دروازہ پر سوال کرتے اور یہ ایک یا دو دن کے بعد بقدر حاجت اُن کی جائداد ہو جاتی۔

اور ابراہیم بن ادھمؒ سے منقول ہے کہ وہ بصرہ کی جامع مسجد سے معتکف تھے اور تین رات میں ایک رات کو روزہ کھولتے اور افطار کی رات کو دروازوں سے مانگتے تھے۔

اور سفیان ثوریؒ سے نقل ہے کہ حجاز سے صنعاء یمن سے سفر کرتے اور راستہ میں مانگتے اور کہا آپ نے میں اُن سے ضیافت کی حدیث بیان کرتا تو میرے لئے کھانا لایا جاتا تو میں حاجت کی قدر لیتا اور باقی چھوڑ دیتا۔

اور ہر آئینہ حدیث میں وارد ہوا ہے جو شخص بھوکا ہوا اور نہ مانگا پھر مر گیا تو جہنم میں داخل ہوا۔ اور جو شخص صاحبِ علم ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُس کو حاصل ایک حال ہے تو اس قسم کی بات کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ وہ علم کے ساتھ سوال کرتا ہے اور علم کے ساتھ سوال سے باز رہتا ہے۔

اور ہمارے بعض مشائخ نے ایک شخص کی حکایت بیان کی جو مقر گناہوں پر تھا پھر بیدار ہوا اور توبہ کی اور اُس کی توبہ بہت اچھی ہوئی اور اس کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایک حال پیدا ہو گیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ قافلہ کے ساتھ میں حج کروں اور یہ میں نے نیت کر لی کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں اور اس پر اکتفا کی کہ اللہ تعالیٰ کو میرے حال کا علم ہے کہا کہ چند روز میں راستہ میں رہا تو اللہ تعالیٰ نے حاجت کے وقت توشہ اور پانی بھیجا پھر توقف امر میں ہوا اور کچھ مجھے نہ پہنچا تو میں بھوکا اور پیاسا رہا حتیٰ کہ میرے بدن میں طاقت ذرا نہ رہی اور چلنے سے باز رہا۔ اور کچھ کچھ قافلہ سے بچھڑتا گیا یہاں تک کہ قافلہ آگے بڑھ گیا تو یہ میں نے اپنے دل میں کہا اب میری طرف سے نفس کا ہلاکت میں ڈالنا ہے اور اللہ تعالےٰ نے اس سے منع کیا ہے اور یہ اضطرار کا مسئلہ ہے سوال کروں۔ پھر جب سوال کا ارادہ

کیا تو میرے اندر سے انکار اُس کا اُٹھا اور مَیں نے کہا جو عہد مَیں نے اللہ تعالےٰ سے کیا ہے اُسے مَیں نہ توڑوں گا اور میری عہد شکنی سے پہلے موت میرے اوپر آ پہنچی۔ تب ایک درخت مَیں نے تاکا اور اُس کے سایہ میں بیٹھا اور سر اپنا ڈھلکا دیا جس طرح کوئی مرنے کے لئے ڈال دیتا ہے اور قافلہ چل دیا۔ اس درمیان میں کہ میں اس حالت میں تھا کہ اچانک ایک جوان گلے میں تلوار ڈالے آیا اور مجھے ہلایا تو میں اُٹھا اور اُس کے ہاتھ میں ایک برتن تھا جس میں پانی تھا پھر مجھ سے کہا کہ پی تو مَیں نے پیا پھر میرے سامنے کھانا رکھا اور کہا کہ کھا تو مَیں نے کھایا۔ بعدازاں مجھے کہا تو کیا قافلہ چاہتا ہے؟ مَیں نے کہا مجھے کون قافلہ تک پہنچائے گا؟ اب کہ وہ چلا گیا اور بڑھ گیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ اُٹھ اور میرا ہاتھ پکڑ اور میرے ساتھ تھوڑے قدم چلا پھر مجھے کہا کہ بیٹھ کہ قافلہ میرے پاس آتا ہے۔ مَیں ایک ساعت بیٹھا رہا پھر اچانک مَیں قافلہ کے آگے تھا جو میری طرف آتا تھا۔ یہ شان اُس شخص کی ہے جو اپنے مولا کے ساتھ صدق سے معاملہ کرے۔

اور شیخ ابو طالب مکی رحمتہ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ بعض صوفیہ نے قول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کو کہ سب سے حلال زیادہ کھانا مومن کا اپنے ہاتھ کے کسب کا ہے اس طرح تاویل کیا ہے کہ وہ مسئلہ فاقہ کے وقت ہے اور شیخ ابو طالب نے اس تاویل سے انکار کیا جو اس صوفی نے کی اور ذکر کیا کہ جعفر خلدی اس تاویل کو ایک شیخ صوفیہ سے نقل کرتا تھا اور میرے دل میں یہ پڑا اور اللہ داناتر ہے کہ شیخ صوفی نے ہاتھ کے کسب سے وہ مراد نہیں لی جس سے ابو طالب نے انکار کیا ہے بلکہ ہاتھ کے کسب سے مراد ہاتھ کا اللہ کی طرف عند الحاجت اُٹھانا ہے تو وہ سب سے زیادہ حلال ہے اُس میں سے جس کو مومن کھاتا ہے جب اُس کے سوال کو اللہ تعالےٰ قبول کرے اور رزق اُس کی طرف روانہ کرے اور اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے حکایتاً فرمایا ہے رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر۔ یعنی اے پروردگار تُو جو اُتارے میری طرف اچھی چیز اُس کا مَیں محتاج ہوں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات اُس

وقت کہی کہ ساگ کی سبزی اُس کے پیٹ میں لاغری کے سبب دکھلائی پڑتی تھی اور محمد باقر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ بات اُس وقت کہی جبکہ وہ ایک چھوارے کی ٹکڑے کی تھی اور مطرف سے روایت ہے کہ ہر آئینہ اُس نے کہا خبردار ہو واللہ اگر نبی اللہ کے پاس کچھ بھی ہوتا تو عورت کے پیچھے نہ جاتے لاجہد نے اُسے اُس کام پر برانگیختہ کیا۔ اور شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی نے نصیر آبادی سے ذکر کیا کہ اُس نے اپنے قول میں کہا ہے۔ انی لما انزلت الی من خیر فقیر۔ موسیٰ علیہ السلام نے خلق سے یہ سوال نہیں کیا بلکہ اُس کا سوال حق سے تھا اور نفس کی غذا نہیں مانگی بلکہ سکونِ قلب مانگا۔ اور ابو سعید فراز نے کہا ہے کہ خلق اُس چیز کے درمیان جو اُن کے لئے ہے اور اُس چیز کے جو اُن کی طرف ہے متردد ہیں سو جس نے نظر اُس کی طرف کی جو اُس کے لئے ہے تو زبان فقر کے ساتھ کلام کیا اور جس نے نظر اُس کی طرف کی جو اُس کی طرف ہو ناز اور افتخار کی زبان سے بات کی۔ کہا تم نہیں دیکھتے کلیم علیہ السلام کا حال کہ جب خواص اُن اشیاء کا دیکھا جس کے ساتھ حق نے اُس سے خطاب کیا کس طرح کہا" ارنی انظر الیک" اور جب اپنے نفس کی طرف دیکھا کیسا فقر ظاہر کیا اور کہا انی لما انزلت الی من خیر فقیر۔

اور ابن عطاء نے کہا ہے اُس نے عبودیت سے نظر ربوبیت کی طرف کی تو خشوع اور خضوع کیا اور نیازمندی کی زبان سے کلام کیا بایں وجہ کہ اُس کے سر پر انوار نازل ہُوئے اور نیازمندی وہ جو غلام کو اپنے مولیٰ کی طرف ہر حال میں ہوتی ہے نہ وہ نیازمندی جو سوال اور طلب کی ہوتی ہے اور حسین نے کہا ہے کہ محتاج ہوں اس وجہ سے کہ تُو نے مجھے علم الیقین سے مخصوص کیا ہے اس بات کا کہ تُو مجھے عین الیقین اور حق الیقین تک ترقی بخشے اور میرے دل میں آتا ہے اور اللہ تعالےٰ دانا تر ہے اس قول کے معنے میں لما انزلت الی من خیر فقیر کہ ہر آئینہ اُتارنا اُس کا مشعر ہے کہ اُس کا مرتبہ حقیقتِ قرب سے بعید ہو گیا تو اس صورت میں اُتارنا عین الفقر ہوتا ہے۔

پس منزل پر قناعت نہیں کی اور ارادہ کیا کہ اُتارنے والے کا قرب

حاصل ہوا اور جس شخص کا فقر صحیح ہو گیا تو اُس کا فقر اُس کے آخرت کے امر میں ہے جس طرح فقر اُس کا اُس کے دُنیا کے امر میں ہے اور رجوع اُس کے دارین میں اُس کی طرف ہے اور اُسی سے دونوں گھر کی حاجتیں مانگتا ہے اور اُس کے نزدیک دونوں حاجتیں برابر ہیں۔ پس کوئی شغل اللہ تعالےٰ کے سوا دو جہانوں میں اس کا نہیں ہے۔

بیسواں باب

اُس شخص کے بیان میں ہے جو فتوح سے کھاتا ہے

جب صوفی کا شغل اللہ تعالیٰ کے ساتھ کامل ہو جائے اور زہد اُس کا اُس کے تقویٰ کے سبب پُورا ہو تو وقت کا حکم اُس کے لئے یہ ہے کہ سبب بنانے کو چھوڑ دے اور صریح توحید اور صحیح کفالت منجانب اللہ الکریم اُسے کشف ہو جائے تو اُس کے باطن سے اقسام اقسام کے اہتمام دور ہو جاتے ہیں اور اس کا مقدمہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے مقابلہ کے طور پر ایک دروازہ معرفت کا فتوح کرتا ہے ہر ایک فعل پر جو اُس سے صادر ہو حتیٰ کہ اگر کوئی صغیرہ گناہ بھی اُس کے حال کے موافق یا مطلق گناہ اُس قسم کا صادر ہو جو شرع میں ممنوع ہو تو اُس کا انجام اُس وقت یا اُس دن پائے گا۔

بعض صُوفیہ کا قول ہے کہ ہر آئینہ میں اپنا گناہ اپنے لڑکے کی خلقی میں جانتا ہوں اور کہتے ہیں کہ ایک صوفی کا موزہ چُوہے نے کاٹ ڈالا سو جب اُسے دیکھا تو مغموم ہُوا اور کہا اگر تو قبیلہ مازن سے ہوتا میری سواری کے اُونٹ کو ہلاک نہ کرتا۔ قبیلہ ذہل بن شیبان کا تو لڑکا راستہ میں کا ہے کو پڑا ہُوا ہے اس سے اشارہ ہے اس کی طرف کہ آنے والے نے اُس پر مقابل اُس کے کسی شئے پر یہ واجب اُس پر کر دیا تو ہمیشہ اُس کے ساتھ مقابل ہوتے ہیں جو تعریفاتِ الٰہیہ کے متضمن ہوتے ہیں یہاں تک کہ محاسبہ اور صدق مراقبہ کے سبب حقوقِ عبودیت کی تضئیع اور حکم وقت کی مخالفت سے محفوظ و مصئون رہتا ہے اور فعل الٰہی کا

حکم اُس کے لئے رہ جاتا ہے اور ماسوا اللہ کے افعال اُس کے نزدیک مِٹ جاتے ہیں۔ پس اللہ سبحانہٗ کو ذوقاً اور حالاً معطی اور مانع جانتا ہے نہ کہ علماً اور ایماناً۔ پھر حق تعالیٰ اُس کی مددگاری کرتا ہے اور صریح توحید اور صرف فعل الٰہی کی اُسے توفیق دیتا ہے۔

جیسا کہ بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ اس کے دل میں خطرہ رزق کے اہتمام کا آیا تو وہ کسی جنگل کو نکل گیا تب ایک پرند قنبرہ دیکھا جو اندھا، لنگڑا اور ضعیف تھا اسی تعجب میں آکر وہاں ٹھہر گیا اس فکر میں کہ کیا وہ کھاتا ہے حالانکہ اُڑنے اور چلنے اور آنکھوں سے عاجز ہے۔ وہ اسی حالت میں تھا کہ اچانک زمین شق ہوگئی اور اس میں سے دو سکورے نکلے ایک میں صاف تِل تھے اور دوسرے میں صاف پانی تھا۔ اُس نے تِل کھائے اور پانی پیا پھر زمین شق ہوئی اور دونوں سکورے غائب ہو گئے۔ کہا جب میں نے یہ دیکھا تو میرے دل سے وہ اہتمام رزق کا جاتا رہا پھر جب کہ حق تعالیٰ نے اپنے بندہ کو اس مقام پر ٹھہرایا تو اُس کے باطن سے اہتمام و اقسام دُور کر دیتا ہے اور سبب پیدا کرنے اور سوال وغیرہ سے حاصل کرنے کو عوام کا رتبہ جانتا ہے اور وہ خود مسلوب الاختیار ناواقف از اغیار اللہ کے فعل کا نظارہ کرنے والا، اللہ تعالیٰ کے حکم کا راہ دیکھنے والا ہو جاتا ہے تو قسمتیں اُس کی طرف رواں اور درِ عطا اُس کے کشادہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فعل کا دوام ملاحظہ اور امرِ الٰہی کے حوادث کے طاق سے اس کو تجلیاتِ الٰہی بطریق افعال کشف ہوتے ہیں اور تجلی بطریق احتمال ایک مرتبہ قرب کا ہے اور اُس سے تجلی بطریق الصفات کو ترقی پاتا ہے اور اس سے تجلی ذات تک پہنچتا ہے۔

اور ان تجلیات میں اشارہ ہے مراتب کا یقین میں اور مقامات کا توحید میں کہ ایک شئے دوسری شئے پر فائق ہے اور ایک شئے دوسری سے صاف تر ہے تو تجلی بطریق الافعال رضا و تسلیم کی صفائی پیدا کرتی ہے اور تجلی بطریق صفات ہیبت اور اُنس عطا کرتی ہے اور تجلی بالذات فنا اور بقا بخشتی ہے اور کبھی ترکِ اختیار اور اللہ تعالیٰ کے فعل سے ٹھہراؤ جو ہوتا ہے اُس کا نام

فنا ہے کہ جس سے فناء الارادہ والھوٰی مراد لیتے ہیں اور ارادہ اقسام ہوٰی میں لطیف تر ہے اور یہ فنا وہ فنا ظاہر ہے ولیکن فناء باطن یہ ہے کہ نور شہود کے چمکنے پر آثار وجود مٹ جائیں وہ تجلّی ذات میں ہوتی ہے اور وہ دُنیا میں اقسام یقین سے اکمل ہے مگر تجلی حکم ذات کی بجز آخرت کے نہیں ہوتی اور وہ ایسا مقام ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اُس سے حصّہ لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے لن ترانی کے ساتھ ممنوع ہُوئے۔

پس جاننا چاہیئے کہ ہمارا قول تجلّی کے مسئلہ میں ایک اشارۂ یقین اور رویت بصیرت کے حظ مراتب کی طرف ہے تو بندہ جب اقسام تجلی کے مبادی تک پہنچتا ہے اور وہ فعل الٰہی کا فعل ماسوا سے خالی دیکھتا ہے تو فتوح کے اقسام کو پہنچتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے جس شخص کی طرف اس رزق میں سے بغیر سوال اور قرب کے کچھ بھی رُخ کرتا ہے تو چاہیئے کہ اُسے لے اور چاہیئے کہ اُس کے رزق کو اُس سے وسعت دی جائے اور اگر اُسے بے پرواہی ہو تو اُس کو دے جو اُس سے زیادہ حاجت مند ہو اور اس میں دلالت ظاہر اس پر ہے کہ بندہ کو قدر حاجت سے زیادہ لینا جائز ہے اس نیّت سے کہ دُوسرے کو دے اور وہ کیوں نہ لے۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فعل کو دیکھ رہا ہے ازاں بعد جب کہ اُس نے لے لیا تو اُن میں سے بعض وہ ہیں کہ وہ محتاج کو دے دیتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو خرچ کرنے میں توقف کرتے ہیں اُس وقت تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کو علمِ خاص وارد ہو تاکہ اُس کا لینا بھی حق کے ساتھ ہو اور اس کا خرچ کرنا بھی حق کے ساتھ ہو۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہا کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم مجھے عطیات دیا کرتے تو میں آپؐ سے کہا کرتا یا رسولؐ اللہ جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو اُسے دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا لے اُسے خود اپنے پاس رکھ یا صدقہ کر اور جو تیرے پاس یہ مال آیا درحالیکہ تو نہ اس سے علو و شرف چاہتا ہے اور نہ تو سائل ہے تو اسے لے لے اور جو تیرے پاس نہ آئے اُس کے پیچھے

تیرا نفس نہ جائے ۔

سالم نے کہا پس اسی سبب سے ابن عمرؓ نہ کسی سے سوال کیا کرتے اور نہ کسی چیز کو رد کرتے جو اُن کو دی جاتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے احکام سے اصحاب کو اس درجہ تک پہنچا دیا تھا کہ وہ افعالِ الٰہی جل شانہٗ کو دیکھتے تھے اور تدبیرِ نفس سے حسنِ تدبیرِ الٰہی کی طرف جاتے تھے ۔ سہلؒ بن عبداللہ تستری سے سوال کیا گیا کہ علم حال کیا ہے ؟ کہا وہ ترکِ تدبیر ہے اور اگر یہ کسی میں ہو تو وہ اوتارِ زمین سے ہے ۔

اور زید بن خالد نے روایت کی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس کے پاس بغیر مانگے اور بغیر طمع نفس کے اُس کے بھائی کی طرف سے پہنچے تو اُسے چاہیئے کہ قبول کرے۔ اس واسطے کہ وہ اس کے سوا نہیں کہ اللہ تعالےٰ کا رزق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اُس کے پاس بھیجا ہے اور یہ بندہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قیام اور وقوف کئے ہُوئے ہے اللہ کی بھیجی ہوئی چیز کے قبول میں مامون اُس سے ہے جس کا خوف اُس کی نسبت ہو خوف اُس شخص کے لئے ہے جو رد کرتا ہے اس واسطے کہ جو شخص ایک چیز کو رد کرتا ہے اس بات سے امین نہیں ہے کہ نفس اُس پر متسلط بایں وجہ ہو کہ زہد کی نگاہ سے دیکھے اور اُس کے لینے میں نظرِ خلق سے گر جاتا ہے اس لحاظ سے کہ صدق و اخلاص کے ساتھ متحقق ہے اور دوسرے کو اس چیز کے دینے میں ثابت کرنا اس کی حقیقت کا ہے یعنی کہ وہ ایک چیز واقفیت کے ساتھ ہے تو وہ ہمیشہ دونوں حال میں ایسا زاہد ہے جیسے غیر شخص بنظر رغبت دیکھتا ہے اس لئے کہ اُس کے حال کا علم کم ہے اور اس مقام میں زہد کے اندر زہد متحقق ہوتا ہے اور اہلِ فتوح سے بعضے وہ ہیں جن کو فتوح اُس کے پاس آنے کا علم ہوتا ہے اور بعضے وہ ہیں جو نہیں چاہتے کہ فتوح اُن کے پاس آتی ہے۔ پھر اُن میں سے بعضے وہ ہیں جو فتوح کو کام میں نہیں لاتے مگر اُس وقت کہ پیشتر سے اُن کو اللہ تعالیٰ کے معلوم کرانے سے علم اُس کا ہو گیا ہو اور بعضے اُن میں سے وہ ہیں کہ لے لیتے ہیں بدوں اس کے کہ پیشتر سے علم ہونے کا نہیں

انتظار اور نگرانی ہو۔ اس طرح پر کہ اُس کے لئے خالی ایک فعل ہے اور جو شخص پہلے علم ہونے کا اُسے انتظار نہ ہو اُس سے بڑھ کر ہے جو تقدم علم کا منتظر ہو اس وجہ سے کہ اُس کی بیعت اللہ کے ساتھ پوری ہے اور ترک اختیار ہیں وہ اپنے ارادہ اور علم حال سے بالکل میرا اور مسلخ ہو چکا ہے۔ اور اُن میں سے بعضے وہ ہیں جن کے پاس فتوح بدوں اس کے آتی ہے کہ اُنہیں پہلے سے علم ہو یا اللہ تعالےٰ کی طرف سے خالی فعل دیکھیں ولیکن اُسے محبت کا جرعہ جام دوست کامی سے بطریق دید نعمت نصیب ہوتا ہے اور کبھی یہ جرعۂ نعمت معہودہ کے تغیر سے مکدر بھی ہو جاتا ہے اور یہ حال پہلے دو حالوں کی نسبت ضعیف جو اس واسطے کہ وہ صدیقوں کے نزدیک محبت میں ایک علت ہے اور صدق میں ایک بطالہ ہے اور حاجت فتوح کبھی صرف کرنے میں بھی منتظر علم کا رہتا ہے جس طرح کہ لینے میں انتظار کیا کرتا ہے اس واسطے خرچ میں نفس تردد پکڑتا ہے۔ جس طرح لینے میں قوت پاتا ہے اور اس سے کامل زیادہ وہ ہے جو خرچ کرنے سے مختار اور اُس کے لینے میں مختار ہو بعد ازانکہ تصرف کی صحت اُسے تحقیق ہو گئی ہو اس دلیل سے کہ انتظار علم دینی ہوتا ہے جہاں اتہام نفس کا موقع ہو اور وہ تعبیہ ہوٰی کے ساتھ موجود ہے۔ پھر جبکہ صریح علم کے ہوتے ہُوئے اتہام جاتا رہا تو وہ بلا علم جدید کی محتاجی کے لیتا ہے اور خرچ کرتا۔

اور یہ اُس شخص کا حال ہے کہ قول رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ متحقق ہُوا ہو کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے بطور حکایت ہے۔ جب میں اسے دوست رکھتا ہوں تو اُس کا میں کان اور آنکھ ہو جاتا ہوں تو وہ مجھ سے سُنتا ہے اور مجھ سے دیکھتا ہے اور مجھ سے بات کہتا ہے پھر ہر گاہ اُس کا تعرف صحیح ہو گیا تو اُس کا تصرف بھی ٹھیک ہو گیا اور یہ کبریت احمر سے بھی زیادہ نایاب احوال میں ہے۔ اور ہمارے شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی رحمہ اللہ شیخ حماد دوسی سے حکایت کرتے ہیں کہ وہ ہر آئینہ کہا کرتے کہ میں فضل کے کھانے کے سوا دوسرا کھانا نہیں کھاتا تو خواب میں ایک شخص کو دیکھا کرتے کہ وہ اُن کی طرف کوئی چیز بھیجتا ہے اور خواب دیکھنے والے

کو خواب میں بتلا دیتا کہ حماد کے پاس یہ اور وہ بھیج دو۔ اور مشہور ہے کہ ایک عرصہ تک وہ اپنے واقعہ یا خواب میں دیکھا کئے کہ تیرے لئے فلانے شخص کے اوپر فلاں اور فلاں چیز اُتاری گئی ہے اور انھی سے نقل کی گئی ہے کہ وہ کہا کرتے جو بدن فضل کی غذا سے پرورش پاتا ہے اُس پر وباء مسلط نہیں ہوتی اور طعام الفضل سے وہ چیز مراد رکھتے تھے جو فتوح حق سے صحت حال اُس کے لئے موجود ہوئی ہو اور جو شخص کہ اُس کی یہ حالت ہو وہ غنی باللہ ہے۔

واسطیؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا محتاج ہو کر رہنا مریدوں کے درجوں میں سے اعلیٰ درجہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ غنی ہونا صدیقوں کے مراتب سے اعلےٰ مرتبہ ہے۔ اور ابوسعید خراز نے کہا ہے کہ جو اُس کی تدبیر کا عارف اور جاننے والا ہے تدبیرِ حق میں محو اور فنا ہو گیا۔ پس واقف مع الفتوح واقف مع اللہ ناظر الی اللہ ہے اور اس بارے میں جو کچھ حکایتیں ہیں اُن سب میں بہت اچھی حکایت یہ ہے کہ بعض صوفیہ نے نوریؒ کو دیکھا کہ وہ اپنا ہاتھ پھیلاتے اور لوگوں سے بھیک مانگتے کہا میں نے اس امر کو اُس سے امر عظیم سمجھا اور اس کی نسبت اچھا نہ جانا تو میں جنیدؒ کے پاس گیا اور اُسے خبر دی کہا کہ یہ امر چاہیئے کہ تجھے بھاری نہ معلوم ہوا اس واسطے کہ نوری لوگوں سے نہیں مانگتا مگر اس لئے کہ اُن کا سوال آخرت وہ پورا کرے تب وہ اجر پائیں گے اس طرح پر کہ اُس کو ضرر نہ پہنچائے اور جنیدؒ کا یہ قول لیعطیھم تاکہ اُن کو وہ دے۔ ایسا ہے جیسا کہ بعض صوفیہ کا یہ قول "الید العلیا ید الآخذ لانہ یعطے الثواب" یعنی اوپر والا ہاتھ لینے والے کا ہاتھ ہے اس واسطے کہ وہ ثواب دیتا ہے۔ کہا بعد ازاں جنیدؒ نے کہا ترازو لاؤ تب سو درم وزن کئے پھر ایک مٹھی بھر درم لئے اور اس سیکڑے میں ڈال دیئے پھر کہا کہ اُس کے پاس یہ لے جا تو میں نے دل میں کہا وزن صرف اس لئے ہوتا ہے کہ اُس کی مقدار معلوم ہو۔ پھر غیر وزن کئے درم وزن کئے ہوؤں میں کیونکر ملا دیئے حالانکہ وہ مرد حکیم ہے اور مجھے شرم آئی کہ اُس سے دریافت کروں۔ پھر میں تھیلی نوری کے پاس لے گیا تو اُس نے کہا لاؤ ترازو تب سو درہم اُس نے تولے اور کہا اُس کے پاس لوٹا

لے جا اور اُس سے کہہ دے کہ میں تجھ سے کچھ قبول نہیں کرتا اور جو سو درہم پر بڑھا وہ لے لیا کہا تو مجھے اور زیادہ تعجب ہُوا پھر میں نے آپ سے یہ ماجرا پوچھا تو کہا کہ جنید مرد حکیم ہے اُس کا یہ ارادہ تھا کہ رسی کو اُس کے دونوں طرف سے پکڑے۔ سو درہم کو اپنی ذات کے لئے تولا کہ ثواب حاصل ہو اور اُس پر ایک مٹھی درہم اللہ کے واسطے ڈال دیئے، تو میں نے وہ لے لئے جو اللہ تعالیٰ کے واسطے تھے اور جو اپنے نفس کے واسطے دیئے وہ پھیر دیئے کہا پھر اُسے میں جنید کے پاس لے گیا تو وہ روئے اور کہا اپنا مال لے لیا اور ہمارا مال پھیر دیا اور جو لطائف میں نے اپنے شیخ کے اصحاب سے سُنا اُن میں سے یہ ہے کہ شیخ نے ایک روز اپنے یاروں سے کہا کہ ہم کسی قدر مال کے حاجت مند ہیں تو تم اپنے اپنے خلو مکانوں میں جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جو اللہ تعالیٰ تم کو عطا کرے میرے پاس لے آؤ سو اُن سب نے ایسا ہی کیا۔ بعد ازاں ایک شخص اُن میں سے آیا جو اسماعیل بطائحی کے نام سے مشہور تھا اور ایک کاغذ لایا جس پر تیس دائرے تھے اور کہا یہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے واقعہ میں عطا فرمایا ہے تو شیخ نے وہ کاغذ لے لیا ایک ہی ساعت گزری تھی کہ اچانک ایک شخص آیا اور سونا لایا اور شیخ کے سامنے رکھ دیا۔ پھر کاغذ کھولا اور دیکھا کہ اُس میں تیس اشرفی تھیں۔ سو ہر ایک اشرفی کو دائرہ پر رکھا اور کہا یہ شیخ اسماعیل کی فتوح ہے یا ایک کلام جس کے یہ معنی ہیں۔

اور میں نے سُنا ہے کہ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ نے ایک شخص کے پاس آدمی بھیجا اور کہا فلانے کا تیرے پاس غلّہ اور سونا ہے اُس میں سے اس قدر غلّہ اور اس قدر سونا مجھے دے دو۔ اُس شخص نے کہا میں کس طرح اُس امانت میں جو میرے سپرد ہے تصرّف کروں اور اگر آپ سے استفتاء کروں تو آپ تصرف میں فتویٰ نہ دیں گے۔ تو شیخ نے اُس کے ساتھ اُس کا الزام دیا۔ پھر اُس نے شیخ کی نسبت حسن ظن کیا اور جو مانگا تھا اُس قدر حاضر کیا۔ پھر جب اس میں سے تصرف ہُوا تو صاحب امانت کا ایک خط آیا اور بعض اطراف عراق میں تھا کہ شیخ عبدالقادر کے پاس اس قدر غلہ اور اس قدر سونا پہنچا دے اور یہ وہی مقدار تھی جو شیخ

عبدالقادر نے معین کی تھی تب شیخ نے اُس کے توقف پر عتاب کیا اور کہا تو نے فقراء کی نسبت یہ ظن کیا کہ اُن کے اشارات صحیح اور معلوم نہیں ہوتے تو بندہ جب کہ اللہ تعالٰے کے ساتھ صحیح ہُوا اور اپنی ہوئی کو رضاء الٰہی کے لئے فنا کر دیا تو اللہ تعالیٰ اُس کے باطن سے دُنیا کے غم رفع کر دیتا ہے اور استغنا اُس کے قلب میں دیتا ہے اور نرمی کے دروازے اُس پر کھول دیتا ہے اور جس قدر رنج اور فکر کہ بعضے فقراء پر متسلط ہوتے ہیں اس سبب سے ہیں کہ اُن کے قلوب اس باب میں تکمیل کو نہیں پہنچے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہوں اور حقائق بندگی کی رعایت میں کوشش اور اہتمام کریں۔

پس جس قدر کہ غم اور ہم الٰہی سے خالی ہوتے ہیں اسی قدر دُنیا کے غم وہم میں مُبتلا رہتے ہیں اور جو ہم الٰہی سے وہ مملو ہوتے تو دنیا کے غم وہم نہ پچھتے بلکہ قناعت اور ترقی کرتے۔

روایت ہے کہ عوف ابن عبداللہ مسعودی کے تین سو ساٹھ دوست صدیق تھے اور وہ ہر ایک کے پاس ایک دن رہتے اور دوسرے کے تیس دوست تھے تھے۔ ہر ایک کے پاس ایک دن رہتے اور ایک کے سات بھائی تھے مہینہ میں ایک دن ایک کے پاس رہتے۔ پس بھائی اُن کے اُن کا مال تھا اور مال جب اسی اللہ ناظر الی اللہ کے لئے قائم کرے جو توحید میں کامل ہو وہ ایک نعمت خوشگوار ہو جاتی ہے۔ شیخ ابی مسعودؒ کے پاس ایک شخص آیا جو صاحب احوال سینہ تھا اور اشیاء میں فعل الٰہی کے ساتھ واقف اپنے حال میں متمکن اپنے اختیار کا تارک اور شاید کہ بہت سے متقدمین سے ترک اختیار کی تحقیق میں وہ سبقت لے گیا ہو اور ہم نے اس سے دیکھے اور مشاہدہ احوال صحیحہ کئے جو قوت اور تمکین سے تھے تو اُس سے ایک شخص نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تیری کچھ مدد کروں۔ ہر روز روٹیاں تیرے پاس بھیجوں۔ مگر بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ مال نجس ہوتا ہے۔ شیخ نے کہا ہم نہیں کہتے کہ مال نجس ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے واسطے صاف کر دیتا ہے اور اُس کے فعل کو ہم دیکھتے ہیں۔ پس جو ہمارے حصہ میں دیتا ہے اُسے ہم مبارک

جانتے ہیں اور نجس نہیں سمجھتے۔

ابا بکر کتانیؒ سے روایت ہے کہ کہا میں اور عمرو المکی اور عیاش بن المهدی تیس برس ساتھ رہے کہ صبح کی نماز عصر کے وضو سے پڑھا کرتے اور مکہ میں مجرد انہ بیٹھے رہتے۔ زمین پر ہمارے پاس کوئی مال پیسہ برابر نہ تھا اور بسا اوقات ہماری مصاحب ایک دن اور دو اور تین اور چار اور پانچ دن بھوک رہتی تھی اور کسی سے ہم سوال نہ کرتے اور ہمارے لئے اگر کوئی شئے ظاہر ہوتی اور اُس کی وجہ ہم بغیر سوال اور پیسے کے جانتے اُسے لے لیتے اور اُسے کھا لیتے نہیں تو بھوکے رہتے۔ اور جب بھوک زیادہ لگتی اور ہمیں خوف اپنی جانوں پر فرائض کے نقصان کا ہوتا تو ابا سعید خراز کے پاس جاتے وہ ہمارے لئے طرح طرح کے کھانے لاتے اور اس کے سوا یہ دوسرے پاس جاتے اور کسی سے منشرح ہوتے اس وجہ سے کہ ہم اُس کے اور ورع سے واقف تھے۔

اور بایزید سے کہا کہ ہم آپ کو کوئی پیشہ کرتے نہیں دیکھتے پھر کہاں سے آپ کی معاش ہے؟ تو کہا میرا مولا کُتّے اور سُور کو روزی دیتا ہے جو تو دیکھتا ہے کیا بایزید کو روزی نہ دے گا۔

سلمی نے کہا ہے کہ میں نے ابا عبداللہ رازیؔ سے سُنا ہے کہ کہتا تھا میں نے مظفر القرمیسی سے سُنا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ فقیر وہ ہے جسے اللہ کی طرف بھی حاجت نہ ہو اور بعض صوفیہ سے کہا گیا کہ فقیر کیا چیز ہے؟ کہا حاجت کا قلب پر ٹھہرنا اور ماسوا اللہ سے اُس کا محو ہونا اور بعض صوفیہ نے کہا ہے فقیر کا خیرات لینا اُس شخص سے ہے جو اُسے دیتا ہے نہ اُس شخص کی طرف سے جس کے ہاتھ سے ملتا ہے اور جس نے وسائط اور درمیانی سے لیا تو وہ رسمی فقیروں کے واسطے ہے کہ اُس کی ہمت پست ہے۔ ابا سلیمان درانی سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے زاہدوں کا اخیر قدم اول قدم متوکلین کا ہے۔ روایت ہے کہ بعض نے عابدوں سے زہد کیا اور اپنے زہد سے اس حد کو پہنچا کہ لوگوں سے جدا ہو گیا اور شہروں سے نکل گیا اور کہا میں کسی سے کچھ نہ مانگوں گا یہاں تک کہ میرا رزق میرے پاس آوے اور سفر

کرنے لگا۔ پھر ایک پہاڑ کے نیچے سات دن رہا کہ اُس کو کوئی شے نہ ملی حتیٰ کہ قریب تھا
کہ ہلاک ہو جائے تب کہا اے پروردگار! اگر تُو نے مجھے زندگی دی تو مجھے میرا رزق
دے جو میری قسمت میں دیا ہے اور نہیں تو اپنی طرف مجھے کھینچ لے تو اللہ تعالےٰ
نے اُس کے قلب میں الہام کیا کہ مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم ہے مَیں تجھے
رزق نہ دوں گا جب تک تُو شہروں میں نہ جائے اور لوگوں میں نہ رہے سہے۔
تب شہر میں آیا اور آدمیوں کے درمیان قیام کیا تو ایک آیا کہ یہ کھانا حاضر ہے
اور یہ پانی موجود ہے پھر اُس نے کھایا اور پیا پھر اپنے دل میں اس سے خوف
کیا تو ہاتف سے سُنا کہ تُو نے ارادہ کیا تھا کہ اس کی حکمت کو اپنے زہد سے دُنیا
میں باطل اور معطل کرے کیا تُو نہیں جانتا کہ وہ جو بندوں کو بندوں کے ہاتھ سے
رزق دیتا ہے یہ بات اُسے زیادہ محبوب اور مرغوب ہے کہ اُن کو قدرت کے ہاتھوں
سے رزق دے۔

پس جو کہ فتوح کے ساتھ ڈٹا ہُوا ہے اُن کے نزدیک آدمیوں کے ہاتھ اور
قدرت کے ہاتھ اور فرشتوں کے ہاتھ برابر ہیں اور اُس کے نزدیک قدرت اور
حکمت برابر ہے اور رُوکھے ٹکڑے چاہنا اور قطع اسباب کی طرف جانا گرویدہ
اسباب کے روبہ کا ہونا ہے اور جب توحید صحیح ہو گئی تو انسان کی آنکھ میں اسباب
خود متلاشی اور معدوم ہو جاتے ہیں۔

یحیٰی بن معاذ رازی سے مسموع ہے کہ وہ کہتے تھے جس نے معاش کے
دروازہ کو بلا قدرت کی کلید کے کھولنا چاہا وہ مخلوقات کے سپرد ہو گیا۔ بعضے
منقطعین نے کہا ہے مَیں ایک بڑا پیشہ ور تھا تو مجھ سے ترک اُس کا چاہا گیا
تو میرے سینہ میں یہ بات کھٹکی کہ پھر کہاں سے معاش آئے گی ہ تب ہاتف نے
غیب سے آواز دی جسے مَیں نہیں دیکھتا تھا میری طرف قطع کر کے آتا ہے اور
اپنے رزق کی بابت میرے اوپر تہمت رکھتا ہے۔ میرے ذمہ ہے کہ تیرا خادم
ایک دوست کو اپنے دوستوں سے کر دوں یا ایک منافق کو اپنے دشمنوں سے تیرا
مسخر اور محکوم کروں۔ تو جب صوفی کا حال صحیح ہو گیا اور اپنی طمعوں سے جُدا

اور ہر ایک شوق اور جھانک تاک سے باز رہا اُس کی خدمت دُنیا کرے گی اور دُنیا اُس کی اچھی خادم بن جائے گی اور جو اُس سے راضی اُس کی مخدوم ہو گئی۔
پس صاحبِ فتوح نفس کی جنبش کو شوق کے ساتھ جنایت اور گناہ سمجھتا ہے۔
روایت ہے کہ احمد بن حنبل ایک دن باب الشام کے راستہ پر نکلے پھر آٹا انہوں نے خرید کیا اور یہاں پر کوئی اُس کا اُٹھانے والا نہ تھا پھر ایوب حمال ملا اور اُسے اُٹھا کر لے گیا اور احمد نے اُسے اُجرت دے دی۔ پھر جبکہ گھر میں آیا بعد ازاں کہ اذن پایا۔ اتفاق سے گھر والوں نے روٹی پکا رکھی تھی آٹے کی جو گھر میں موجود تھا اور روٹیاں تخت پر رکھی تھیں تاکہ پھریری ہو جائیں تو ایوب نے اُسے دیکھا اور وہ صائم الدہر تھا۔ پس احمد نے اپنے بیٹے صالح سے کہا کہ ایوب کو روٹی دو۔ اس نے دو گردہ روٹی کے دیئے اُس نے دونوں پھیر دیں۔ پھر احمد نے کہا دونوں رکھ دے۔ بعد ازاں تھوڑی دیر ٹھہرا پھر کہا کہ دونوں روٹی لے اور ایوب کو دے جا کر پھر وہ ملا اور دونوں روٹی اُس نے لے لیں۔ صالح تعجب کرتا ہوا الٹا پھرا۔ احمد نے اُس سے کہا کہ اُس کے پھیرنے اور لینے سے تجھے تعجب ہوا کہا ہاں کہا یہ مرد صالح ہے کہ روٹی دیکھی اور نفس اُس کا روٹی کی طرف بڑھا جب ہم نے اُسے چاہت کے ساتھ دیا تو اُس نے پھیر دیا پھر وہ مایوس ہو گیا تو ہم نے پھر ناامیدی کے بعد دوبارہ دیں۔
پس کہا گیا ہے کہ یہ ارباب صدق کا حال ہے کہ اگر سوال کیا تو علم کے ساتھ سوال کیا اور اگر باز رہے تو حال کے ساتھ باز رہے اور اگر قبول کیا تو علم کے ساتھ قبول کیا تو جس کو فتوح کا حال نصیب نہیں ہوتا تو اُس کے لئے سوال اور پیشہ کا حال بشرطِ علم ہے ولیکن جو سائل کہ بلا وقت ضرورت حاجت سے زیادہ چاہے وہ صوفیہ سے بالکل نہیں ہے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سائل کو سُنا کہ وہ مانگ رہا تھا تو جو اُن کے پاس تھا اُس سے کہا کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا کہ سائل کو کھانا دے۔ اُس نے کہا کہ دے تو دیا تب عمر نے نظر کی دیکھا کہ اُس کی بغل کے نیچے ایک جھولی روٹی

سے بھری ہوئی تھی، اُس وقت عمرؓ نے کہا کہ آیا تیرے کنبہ ہے؟ تو کہا نہیں۔ پس کہا کہ تو سائل نہیں ہے مگر سوداگر ہے۔ پھر اُس کی جھولی اہلِ صدقہ کے آگے جھاڑی اور اُسے دُرّے مارے۔

اور علیؓ بن ابی طالب سے روایت ہے کہا کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ کے لئے اُس کی خلق میں فقر کے ثواب اور فقر کے عذاب ہیں۔ تو فقرار کی علامت جب کہ وہ ثواب کے ساتھ ہو یہ ہے کہ اُس کے خُلق نیک ہوں اور اپنے رب کی اطاعت کرے اور اپنے حال کی شکایت نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر اپنے فقر پر کرے۔ اور فقر کی علامت جبکہ وہ عذاب کے ساتھ ہو یہ ہے کہ خلق اُس کے بُرے ہوں اور اپنے رب کی نافرمانی کرے اور شکایت بہت زبان پر لائے اور قضا کی نسبت غصہ کرے۔ پس حال صوفیہ سوال ہیں حسن ادب سے اور فتوح اور صدق مع اللہ سے ہر حال میں جس طرح بدلے۔

اکیسواں باب

متجرد اور متاہل صوفیہ اور انکے صحت مقاصد کے بیان میں ہے

صوفی اللہ تعالیٰ کے واسطے نکاح کرتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے واسطے متجرد رہتا ہے۔ پس اُس کے تجرد کا ایک مقصد اور وقت ہے اور نکاح کرنے کے لئے ایک مقصد اور وقت ہے اور صادق تجرد اور تاہل کا وقت جانتا ہے اس واسطے کہ صوفی کی سرکش طبیعت علم کے دہانہ سے لگام دی ہوئی ہے جب اس کے لئے تجرد بہتر ہو تو اُس پر طبیعت نکاح کی جلدی نہیں کرتی اور ازدواج پر اقدام نہیں کرتی الا جبکہ نفس میں صلاحیت آوے اور نرمی کرنے کا اُسے استحقاق ہو اور یہ جب ہے کہ نفس مطیع و منقاد ہو اور جو اُس سے چاہا جائے اس کو قبول کرے۔ جیسے ایک لڑکا کہ وہ خوش آئندبات کو کرے اور نقصان کی چیز سے باز رہے تو جب نفس محکوم اور مطیع ہو جائے امر الٰہی کی طرف وہ رجوع کرتا ہے اور قلب کی لڑائی سے بےزار ہو تو دونوں میں انصاف کے ساتھ صُلح کرائی جائے اور دونوں کے

معاملہ میں عدل سے نظر کی جائے اور صوفیہ سے جس نے تجرد پر صبر کیا یہ صبر اُس وقت تک ہے کہ کتاب اپنی مدت کو پہنچ جائے یعنی وقت مقدر پورا ہو۔ پھر اُس کے لئے بیوی انتخاب کی جائے اور اللہ تعالیٰ اُس کا مددگار اور اسباب مہیا کرے اور ایک رفیق کے ساتھ جس سے وہ نکاح کرے زندگی خوش بسر کرے اور رزق اس کی طرف بھیجا جائے اور جب مرید جلدی کرے اور طبیعت اس کی مخوف کم اور خیانت اس کو شامل ہو اس سبب سے کہ شہوت کا دھواں اُٹھے جو علم کی شعاع کو بجھاتا ہے اور اوجِ ہزیمت سے جو اُس کے مال کا تقاضا اور اُس کی ارادت کا موجب ہے اور اُس کے صدق طلب کی شرط ہے رخصت کے نشیب میں جا پڑے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت عام خلقت کے لئے ہے نقصان کے ساتھ اُس پر حکم کیا جاتا ہے اور خسارت کی اس پر شہادت ہوتی ہے اور اس طرح کی عجلت مردوں کے لئے حضیض ہے۔

سہل بن عبداللہ تستری نے کہا ہے جب مرید کا ایسا حال ہو جس سے زیادتی کی امید ہو تو اُس پر ابتلار آ پہنچا اور اُس کی رجوع ابتلا میں ایسے حال کی طرف جو اس سے ادنیٰ درجہ کا ہے نقصان ہے اور حدث ہے اور بعضے فقرار سے میں نے سنا ہے جبکہ اُس سے پوچھا کہ نکاح کیوں نہیں کرتے؟ تو کہا عورت مردوں ہی کے واسطے لائق ہے اور مردوں کے درجہ کو میں نہیں پہنچا ہوں پھر میں کس طرح نکاح کروں۔

پس صادقوں کے لئے بلوغ کا ایک وقت ہے جس کے آنے کے وقت نکاح کرتے ہیں اور ہر آئینہ احادیث متعارضی اور بنیاد مل جل گئے کہ تجرید افضل ہے یا نکاح افضل ہے۔ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام احوال کے موافق اقسام و انواع کا ہے۔ تو بعضے اُن میں سے تجرید کی فضیلت میں ہیں اور بعضے تاہل کی فضیلت میں اور یہ سب تعارض اُس شخص کے حق میں ہے کہ اُس کی آتشِ شہوت اُس کے کمال تقویٰ اور قہر ہوٰی کے سبب ٹھنڈک اور سلامتی میں ہے اور اس کے سوا جو اور مرد ہے کہ اُس پر فتنہ کا خوف ہے نکاح اُس پر واجب ہے جس حال میں کہ شہوت غالب ہو اور ائمہ میں خلاف

اُس شخص کے حق میں ہے جس میں غلبہ شہوت کا نہ ہو، تو صوفی جب بی بی والا ہو گیا تو بھائیوں پر اس کی مدد ایثار اور درگزر کرنے میں زیادہ طلبی سے مقرر اور واجب ہے جب وہ ضعیف الحال قاصر رتبۂ رجال سے نظر آئے جیسے کہ ہم نے پہلے وصف کیا ہے اُس صبر کا جس نے صبر کیا حتیٰ کہ وہ فتح یاب اُس کے لئے ہُوا کہ اُس کی کتاب اپنی مدد کو پہنچی۔

عوف بن مالک سے روایت ہے کہا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب آپؐ کے پاس غنیمت کا مال آتا تو اُسی دن اُس کو بانٹ دیتے۔ پس متاہل کو دو حصّہ اور مجرد کو ایک حصّہ عطا فرماتے۔ سو ہم بلائے گئے اور میں عمار بن یاسرؓ کے ذریعے سے طلب ہُوا تو مجھے دو حصّے دیئے اور اسے ایک حصہ سو وہ غصّہ ہوئے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے بشرہ سے جان لیا اور اُن لوگوں سے جو حاضر تھے اُس وقت آپؐ کے پاس سونے کی ایک لڑی باقی تھی سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسے اپنے عصاء کی نوک سے اُٹھاتے تھے اور وہ گر جاتی تھی اور آپؐ فرماتے تھے کہ تمہارا اس روز کیا حال ہوگا جب تمہارے لئے اس کی کثرت ہو گی تو کسی نے آپؐ کو جواب نہ دیا۔ پھر عمارؓ نے کہا ہم دوست رکھتے ہیں یا رسولؐ اللہ اس بات کو کہ ہمارے لئے اُس سے زیادتی اور کثرت ہو تو ازواج۔ اور اولاد سے تجرد زیادہ فقیر کے لئے وقت پر مددگار اور اس کے قصد کے لئے موجب جمعیت اور اُس کی زندگی کے لئے زیادہ باعث لذت ہے اور فقر کے لئے ابتدا فقر میں بہتر ہے کہ علائق کو قطع کرے اور موانع کو مٹائے اور سفر و سیاحت کرتا رہے اور خطروں پر چڑھے اور اسباب سے الگ ہو اور حجاب کی چیزوں سے باہر جائے اور نکاح کرنا عزیمت اور اولوالعزمی سے رخصت اور سہولت میں کرنا ہے اور راحت سے تلخ عیشی کی طرف پھرنا ہے اور ازواج اور اولاد کے ساتھ قیدی بننا ہے اور کجروی کے موافق کے گرد پھرنا ہے اور زہد کے بعد دنیا کی طرف متوجہ ہونا اور طبیعت وعادت کے موافق ہوای کے رُخ مڑنا ہے۔

ابو سلیمان دارانی نے کہا ہے تین چیزیں ہیں، جس نے وہ طلب کیں وہ ہر آئینہ

دُنیا کی طرف مائل ہُوا جس نے معاش طلب کی یا کسی عورت سے نکاح کیا یا حدیث کو لکھا۔ اور کہا کسی کو مَیں نے اپنے یاروں سے نہیں دیکھا کہ اُس نے نکاح کیا اور پھر اپنے مرتبے پر ثابت رہا ہو۔

حضرت اُسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے مَیں نے اپنے بعد عورات سے زیادہ کوئی فتنہ نہیں چھوڑا کہ مَردوں کو زیادہ مضر ہو۔ اور رجاء بن حیوۃ نے معاذ بن جبلؓ سے روایت کی ہے کہا ہم سختی اور گزند میں مُبتلا ہوئے تو ہم نے صبر کیا اور نرمی اور فائدہ میں ہم مبتلا ہُوئے تو ہم سے صبر نہ ہو سکا اور ہر آئینہ خوف ناک زیادہ اُن میں سے جن کا تمہارے لئے مجھے خوف ہے وہ عورات کا فتنہ ہے جس وقت کہ سونے کے کنگن اور شام کی ایک بڑی چادر اور یمن کی سُرخ سنجاب پہنیں اور مالدار کو رنج میں اور فقیر کو تکلیف میں ڈالیں اُس چیز کے لئے جو وہ پہنائے۔ اور بعضے حکماء نے کہا ہے کہ تجرد کا علاج عورات کے علاج سے بہتر ہے۔ اور سہل بن عبداللہ سے عورات کے بارے میں سوال کیا تو کہا الصبر عنھن خیر من الصبر علیھن والصبر علیھن خیر من الصبر علی النار۔ یعنی عورتوں سے صبر کر بیٹھنا بہتر ہے کہ اُن پر صبر کرے اور زحمتیں اُٹھائے اور اُن پر صبر کرنا بہتر ہے اس سے کہ دوزخ کے اُوپر صبر کرے اور اُس کا عذاب جھیلے اور اس آیت کی تفسیر میں خلق الانسان ضعیفاً یعنی انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عورتوں سے صبر نہیں کر سکتا۔ اور اس آیت کے معنی میں ربنا ولا تحملنا مالا طاقۃ لنا۔ یعنی اے ہمارے پروردگار اور نہ اُٹھوا ہم سے وہ چیز جس کی ہمیں طاقت نہیں ہے۔ مراد غلبۂ شہوت ہے پس فقیر اگر مقابلہ نفس پر قادر ہو اور معالجہ نفس میں حسن معاملہ سے علم وافر نصیب ہو اور عورتوں سے صبر کرے تو درحقیقت پورا فضل حاصل کیا اور عقل کو کام میں لایا اور سہل کام کی طرف راستہ پایا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو سو برس کے بعد تمہارے درمیان سے بہتر مرد خفیف الحاذ ہیں۔ کہا یا رسول اللہ خفیف الحاذ کیا چیز ہے؟ فرمایا

وہ شخص ہے جس کے نہ بی بی ہو نہ اولاد ہو۔ اور بعض فقراء نے کہا جبکہ اُس سے کہا گیا کہ نکاح کر لو کہ میں حاجت مند اپنے نفس کے طلاق دینے کی طرف زیادہ تر اس کی نسبت ہوں کہ میں نکاح کرنے کی طرف حاجت مند ہوں اور بشر بن حرث سے کہا گیا کہ لوگ آپ کے حق میں کلام اور گفتگو کرتے ہیں۔ کہا کیا کہتے ہیں کہا گیا کہ یہ کہتے ہیں کہ آپ تارک السنّت ہیں یعنی نکاح نہیں کرتے اُس پر کہا کہ اُن سے کہہ دو کہ مَیں فرض میں سنت سے مشغول ہوں اور وہ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ایک مُرغی میری عیال ہو تو مجھے خوف ہے کہ مَیں پل پر جلاد ہوں اور صوفی نفس اور اُس کے مطالبہ کا مبتلا ہے اور وہ ایک شغل میں ہے جو اُس کے نفس سے بے شغل اور فارغ کرتا ہے اور جب اُس کے مطالبوں پر بیوی کے مطالبے اور اضافے ہوں گے تو اُس کی طلب بھی المضاعف ہو جائے گی اور اُس کی ارادت تھک جائے گی اور اُس کی عزیمت میں فتور آئے گا اور نفس نے جب طمع کی تو بس طمع ہی کی اور جو قناعت کی تو بس قناعت ہی کی تو جوان آدمی جو خواہش نکاح کے مادہ دور کرنے کی رکھتا ہے تو ہمیشہ روزہ داری سے مدد چاہے اس واسطے کہ نفس کے قلع قمع میں اور اُس کے مغلوب کرنے میں روزہ کا اثر ظاہر ہے۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر جوانوں کی ایک جماعت پر ہوا اور وہ پتھر اُٹھاتے تھے تو فرمایا اے گروہ جوانان جو تم میں سے نکاح کا مقدور رکھے وہ چاہیئے کہ نکاح کرے اور جسے مقدور نہ ہو اُسے چاہیئے کہ روزہ رکھے اس واسطے کہ روزہ اُس کے لئے وجاء ہے۔ اصل وجاء کی خصیوں کا کوفت کوب اور ریزہ ریزہ کرنا ہے۔ عرب لوگ بکرے کو خصی کرتے ہیں تاکہ اُس کی فحولت اور نری جاتی رہے اور موٹا تازہ ہو جائے۔

اور اسی سے حدیث ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے موٹے خصی قربانی کئے اور کہا گیا ہے کہ وہ نفس ہے اگر تُو اسے مشغول نہ رکھے گا تو وہ تجھے مشغول کرے گا تو جب مرید جوان ہمیشہ عمل میں مشغول رہے گا اور اُس کا عبادت میں گزارہ ہو گا تو نفس کے خطرات اُس کے کم ہو جائیں گے اور اس کا

عبادت میں گزار ہو گا تو نفس کے خطرات اُس کے کم ہو جائیں گے اور اُس کا عبادت میں مشغول رہنا اُس کو یہ ثمرہ دے گا کہ معاملہ کی جلادت اور اُس سے زیادہ عمل کی محبت ہو گی اور سہولت کے دروازہ اس پر کشادہ ہوں گے اور عمل میں زندگی بسر کرنا اس پر آسان ہو گا۔

پس وہ اپنے حال اور وقت پر اُس کی غیرت کرے گا کہ زوجہ سے اُن میں کدورت آئے اور تجرد میں مرید کے حسن ادب سے یہ بات ہے کہ عورتوں کے خیالات کو اپنے باطن میں جگہ نہ دے اور جب کبھی اُس کے دل میں عورت اور شہوت کا خطرہ گزرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف حسن امانت کے ساتھ گریز کرے۔ پس اب حق تعالیٰ قوت عزیمت سے اس کا تدارک فرمائے گا اور نفس کی مخالفت کے ساتھ اُس کی تائید کرے گا بلکہ اُس کے نفس پر نور اُس کے قلب کا عکس ڈالے گا کہ یہ ثواب اُس کے اچھی توبہ اور رجوع کا ہے پھر مطالبہ سے نفس سکون کریگا بعد ازاں اُس کے نفس پر ظاہر وہ باتیں کی جائیں جو نکاح سے اُس پر عائد ہوتی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ بُرے مقاموں میں جائے جو ذلت اور خواری کو پہنچائیں اور ایک چیز کو بے وجہ حاصل کرے اور جو قطع رحم کرنے والوں سے امید کی جائے اس وجہ سے کہ خاطر ملتفت بی بی اور اس کی حراست کی طرف ہے اور بہت سی کلفتیں ہیں جن کے شمار نہیں ہو سکتے۔

اور عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ جہد بھلا کیا چیز ہے ؟ کہا کہ کثرت عیال کی اور قلت مال کی اور بعضوں نے کہا ہے کہ کثرت عیال کی دو فقریں سے ایک ہے اور قلت عیال دو تونگری میں سے ایک ہے۔ اور ابراہیم بن ادھمؒ کہتے تھے کہ جو عورت کی رانوں کا عادی ہو وہ فلاح اور نجات نہ پائے گا اور اس میں شک نہیں کہ عورت رفاہیت اور تن آرائی کی طرف بلاتی ہے اور مشغول باللہ ہونے کے قیام اور رات اور دن کے روزہ سے باز رکھتی ہے اور باطن پر مفلسی کا خوف اور مال جمع کرنے کی محبت غالب ہو جاتی ہے اور یہ سب مجرد سے دُور ہے۔ اور ہر آئینہ وارد ہُوا ہے کہ جب دو سو برس کے بعد زمانہ آئے تو میری اُمت کے لئے تجرد مباح ہے پھر

اگر فقیر کے دل میں نکاح کے خطرے متواتر آئیں اور باطن اس کا علی الخصوص نماز اور ذکر اور تلاوت میں دور اور زائل ہو تو چاہیئے کہ اول اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے۔ پھر مشائخ اور بھائیوں سے اور اُن سے اپنے حال کی شرح کہے اور اُن سے خواہش کرے کہ وہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے حسن اختیار کی دُعا مانگیں اور زندہ اور مُردے اور مساجد اور مشاہدوں میں گھومتا رہے اور اُس کو بڑا کام جانے اور اس میں قلت توجہ اور پرواہ سے نہ آئے اس لئے کہ ایک بڑے فتنہ اور خطر عظیم کا دروازہ ہے اور ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر آئینہ تمہاری بیبیاں اور تمہاری اولاد تمہارے دشمن ہیں تو اُن سے تم ڈرو اور اللہ تعالیٰ سے بہت عجز اور ضراعت کرے اور اُس کے سامنے خلوت میں خوب روئے اور استخارہ مکرر کرے اور ہر چند قوت اور صبر اُسے نصیب ہووے تاکہ صاف فضلِ الٰہی سے بھلائی اُس میں ظاہر ہو جائے تو یہ کمال ہے کہ ہر آئینہ اللہ تعالےٰ اُس کا کشف سچے پر کر دیتا ہے خواہ ممانعت ہو یا اجازت خواب میں ہو یا جاگتے میں یا اُس کی زبان پر جس کے دین اور حال کا اُسے وثوق ہو کہ وہ جب اشارہ کرتا ہے تو نہیں کرتا مگر چشمِ دل کی بصیرت سے اور جب وہ حکم کرے تو نہیں کرتا مگر حق کے ساتھ تو اس وقت اُس کا نکاح کرنا ایسا ہوتا ہے جس میں تدبیر اور مدد ہوتی ہے۔

اور ہم نے سُنا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلیؒ کو کسی نے صالحین سے کہا کہ نکاح کس واسطے کیا ہے؟ آپ نے کہا میں نے تو نکاح نہیں کیا جب تک کہ مجھ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کہا کہ نکاح کر۔ پس آپؒ سے اُس شخص نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رخصت کا حکم دیتے ہیں اور قوم کا طریق التزام عزیمت ہے تو میں نہیں جانتا کہ شیخ نے اُس کے جواب میں کیا کہا الامین کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رخصت کا حکم دیتے ہیں اور اس کا حکم زبان شرع پر ہے مگر جس نے التجا جناب الٰہی میں کی اور اس کی طرف نیازمندی کی اور اُس سے استخارہ کیا تو اُس کو اللہ تعالیٰ کشف کر دیتا ہے ایک آگاہی کے ساتھ جو خواب کے اندر ہوا اور اُس کا یہ امر امر رخصت نہیں ہوتا بلکہ وہ ایسا امر ہے جس کا اتباع اربابِ عزیمت کرتے

ہیں۔ اس واسطے کہ یہ علم حال سے ہے نہ علم حکم سے اور جو مجھے دل میں واقع ہُوا اُس کی صحت پر یہ دلیل ہے جو آپ سے منقول ہے کہ فرمایا میں زوجہ چاہتا تھا ایک مدت تک اور تزوج پر جرات نہیں کرتا تھا اس خوف سے کہ وقت مکدر ہو گا پھر مَیں نے صبر کیا یہاں تک کہ کتاب اپنی مدت کو پہنچ گئی اللہ تعالیٰ نے چار بیبیاں مجھے بھیجیں اُن میں کوئی ایسی نہیں مگر یہ کہ وہ ارادہ اور رغبت میرے اوپر صرف کرتی ہے۔ پس یہ کامل صبر جمیل کا ثمرہ ہے تو جب فقیر صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے کشود مانگتا ہے اس کو کشود اور راستہ ملتا ہے۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔ یعنی اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اُس کے لئے راستہ بناتا ہے اور رزق دیتا ہے اُسے اس جگہ سے کہ وہ نہ جانتا ہو"۔

سو ہر گاہ فقیر بہت زیادہ تضرع اور دُعا کے بعد نکاح کرے اور اُس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی وارد اذن کے ساتھ نازل ہو تو یہ غایت اور نہایت معتصمی ہے اور اگر اذن کے پہنچنے تک صبر نہ کر سکے اور اس کی کوشش دعا وزاری میں ہو چکے تو یہ حصّہ اُس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو گا اور اُس کی نیک نیتی اور صدق مطلب اور حسن رجاء اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرنے کے باعث تائید اُس کی ہو گی۔

اور عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہا جوان کی عبادت پوری تب ہی ہوتی ہے کہ وہ نکاح کرے اور مشائخ خراسان سے ایک شیخ کا ذکر ہے کہ وہ نکاح بہت کیا کرتے تھے کہ دو یا تین بی بی سے خالی نہ رہتے تو اس پر صوفیوں نے اس بابت طعن کی تو کہا آیا کوئی تم میں سے جانتا ہے کہ وہ اپنے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک جلسہ بیٹھا یا ایک وقفہ ٹھہرا اور پھر اُس کے قلب پر خطرۂ شہوت کا گذرا تو اُن صوفیہ نے کہا کہ ہمیں کبھی ایسا ہوتا ہے تب کہا اگر مَیں راضی اپنی تمام عمر میں تمہارے سے حال کے ساتھ ہوں ایک وقت میں تو مَیں ہرگز نکاح نہ کرتا ولیکن میرے قلب میں شہوت کا خطرہ کبھی نہیں گزرتا کہ میرے حال سے مجھے غافل کر دے مگر یہ کہ مَیں اُس کا نفاذ کر دیتا ہوں تاکہ اُس سے مجھے راحت ملے اور اپنے شغل کی طرف رجوع کروں۔

اُس کے بعد کہا کہ چالیس برس ہوئے کہ میرے قلب پر گناہ کا خطرہ نہیں گزرا۔
پس سچے لوگ نکاح کے کام میں نہیں در آئے الّا بصیرت سے اور اُن لوگوں نے مرادِ نفس کا انقطاع کرنا چاہا ہے اور کبھی توانا اور علماء راسخ فی العلم کے لئے ایسے احوال نکاح کرنے میں حاصل ہوتے ہیں کہ وہ مختص انہی کے ساتھ ہیں اور وہ یہ ہے کہ نفوس اُن حضرات کے بہت بڑے مجاہدوں اور مراقبوں اور محنتوں کے بعد مطمئن ہو جاتے ہیں اور قلوب ان کے اقبال کرتے ہیں اور قلوب کے لئے اقبال اور ادبار ہے۔ بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ ہر آئینہ قلوب کے واسطے اقبال و ادبار ہے تو جب وہ پلیٹھ پھیرتے ہیں نرمی کے ساتھ راحت پاتے ہیں اور جب وہ پیش آتے ہیں تو میثاق کی طرف پھیرے جاتے ہیں۔ دریں صورت اُن کے قلوب ہمیشہ اقبال کو تھوڑے وقت کے لئے کرتے ہیں اور اُن کا اقبال دوام نہیں رکھتا مگر اس لئے کہ نفوس اُن کے طمانیت کے ساتھ ہیں اور منازعت سے رُکے ہوئے اور قلوب میں مداخلت چھوڑے ہوئے ہیں تو جب نفوس مطمئن ہوں اور اپنی خطار و سُکی اور وحشت اور بدخوئی سے ٹھہر جاتے ہیں تو نفوس کے بہت حقوق قلوب پر عائد ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات اُن کے حقوق سے اُن کے حظوظ ہو جاتے ہیں اس لئے ادا رحق میں قناعت ہے اور اخذ حظ میں وسعت ہے اور یہ صوفیہ کے علمِ دقیق سے ہے۔ اس واسطے کہ یہ حضرات نکاح مباح سے حظوظ نفس کے پہنچانے میں وسعت پاتے ہیں۔ کیونکہ وہ نفس مخالفت ہوا کرتا ہے حتیٰ کہ مرض اُس کا دوا اُس کی ہو جاتا ہے اور اُس کی مباح شہوات اور شروع لذات اس کو مضر نہیں ہوتیں اور اس کی عزیمتوں اور ارادوں میں مخل نہیں ہوتیں بلکہ جب کبھی نفوس زکیہ اپنے حظوظ سے ملتے ہیں تو قلب میں زیادہ انشراع اور اتساع ہوتا ہے اور قلب و نفس میں موافقت ہو جاتی ہے کہ ایک دوسرے پر عطوفت کرتا ہے اور ہر ایک جو ان دونوں میں سے جو حصہ پائے دوسرے کو زیادہ ہوتا ہے۔
سو جب کبھی اللہ تعالیٰ سے قلب اپنا حصہ لیتا ہے تو نفس کو طمانیت کا خلعت پہناتا ہے اس وقت قلب کو زیادہ اطمینان اس وجہ سے ہوتا ہے کہ نفس

کو زیادہ اطمینان ہوتا ہے اور یہ شید پڑھتا ہے ؎

آسمان پوشاک جب بدلے تو پھر بدلے زمین
خوب پوشاکیں جو خود ابر بہاری نے بنیں

اور جب کبھی نفس اپنا حظ اٹھاتا ہے تو قلب خوش ہوتا ہے کہ ہمسایہ کی راحت سے ہمسایہ شفیق راحت پاتا ہے۔ بعض فقراء کو میں نے کہتے سُنا ہے کہ نفس قلب سے کہتا ہے کہ تو میرا شریک کھانے میں ہو میں تیرا شریک نماز میں ہوں گا۔ اور یہ کمیاب احوال سے ہے جو عالم ربانی کے سوا دوسرا اُس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور بہت سے مدعی ہیں جو اپنی ذات سے اُس کا زعم کر کے ہلاک ہوتے ہیں اور ایسا بندہ نکاح سے ترقی پاتا ہے اور اُس کو نقصان نہیں پہنچتا ہے اور بندہ جب اس کا علم کمال کو پہنچے تو وہ اشیاء سے اخذ کرتا ہے اور اُس کی اشیاء نہیں اخذ کرتیں۔ اور جنیدؒ کا یہ حال تھا کہ کہتے تھے میں بی بی کی احتیاج اُسی قدر رکھتا ہوں جیسے غذا کی مجھے احتیاج ہے۔

اور بعض علماء نے بعضے لوگوں کو صوفیوں کے حق میں طعن کرتے ہوئے سُنا تو کہا اے عجب وہ کیا چیز ہے تو تیرے نزدیک اُن میں کیا نقصان کی بات ہے تو کہا یہ لوگ کھاتے بہت ہیں سو کہا اور تو بھی اگر بھوکا ہو جیسے وہ بھوکے ہوتے ہیں تو ایسے ہی کھائے جیسے وہ کھاتے ہیں۔ بعدہ کہا اور نکاح بہت کرتے ہیں۔ سو کہا اور تو بھی اگر شرمگاہ کا حفظ کرے جیسے وہ حفظ کرتے ہیں تو بھی نکاح کرے جیسے وہ نکاح کرتے ہیں کہا اور کچھ اور بھی کہا کہ گانا سنتے ہیں تو کہا اور تُو بھی اگر نظر کرتا جیسے وہ نظر کرتے ہیں تو سُنتا جیسے وہ سُنتے ہیں۔

اور سفیان بن عیینہؒ کہا کرتے بیبیوں کی کثرت دنیا سے نہیں ہے۔ اس واسطے کہ علی مرتضٰے رضی اللہ عنہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے زیادہ زاہد دُنیا کے کم رغبت کرنے والے تھے اور اُن کی چار بیبیاں تھیں اور سترہ لونڈیاں اُن کی حرم تھیں اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے اس امت میں سب سے بہتر وہ ہے جس کی بیبیاں بہت ہوں۔ اور اخبار الانبیاء میں مذکور ہے کہ ایک

عابد دنیا سے عبادت کے لئے قطع تعلق کر کے بیٹھا یہاں تک کہ اپنے اہلِ زمانہ پر فوقیت لے گیا اُس کا ذکر زمانہ کے نبی کے سامنے ہُوا تو کہا اچھا آدمی ہے۔ اگر وہ سنت سے کوئی چیز ترک نہ کرتا۔ پھر عابد تک یہ بات پہنچی اور اُسے اندوہ میں ڈالا اور کہا مجھے کیا فائدہ عبادت سے ہے جو مَیں سُنت کا تارک ہوں۔ پھر نبیؑ کے پاس آیا اور اُن سے پوچھا کہا ہاں تُو نکاح کا تارک ہے۔ کہا مَیں نے اس واسطے نہیں ترک کیا کہ اُسے مَیں حرام جانتا ہوں اور مَیں صرف اس وجہ سے باز رہا ہوں کہ مَیں فقیر ہوں کچھ میرے پاس نہیں ہے اور مَیں خود لوگوں پر بار ہوں کہ ایک بار مجھے یہ کھلاتا ہے اور ایک بار مجھے وہ کھلاتا ہے تو مجھے یہ مکروہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت سے نکاح کروں جو سختی اور بلا میں اُسے ڈالوں اور خواہ مخواہ اُسے تنگ کروں۔ تب نبی علیہ السلام نے اُس سے کہا اور تجھے یہی امر مانع ہے کہا ہاں! آپ نے فرمایا مَیں تجھ سے اپنی بیٹی بیاہتا ہوں اور اپنی بیٹی سے انھوں نے اس کا نکاح کر دیا۔

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے جو میری عمر میں دس دن ہی باقی رہیں تو مجھے یہ بات محبوب و مرغوب ہے کہ مَیں نکاح کروں اور مجرد اللہ تعالیٰ سے نہ ملوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نہیں ذکر کیا مگر انہی انبیاء کا جو بی بی والے ہیں۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ یحییٰ بن زکریا علیہما السلام نے نکاح کیا اس سبب سے کہ وہ سنت ہے اور بی بی کے پاس نہیں جاتے تھے۔ اور بعضوں کا قول ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قریب ہے کہ وہ نکاح کریں جب وہ زمین پر اُتریں گے اور ان کے اولاد ہو گی۔ اور بعضوں کا قول ہے کہ بی بی والے کی ایک رکعت مجرد کی ستّر رکعت سے بہتر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نکاح میری سنت ہے۔ پس میری سنت پر جس نے عمل نہیں کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ پس تم لوگ نکاح کرو اس واسطے کہ مَیں تم سے اُمت کو زیادہ کرنے والا ہوں اور جو ذی مقدور ہو تو چاہیئے کہ وہ نکاح کرے اور جو ایسا نہ ہو تو

اُس پر روزہ لازم ہے۔ اس واسطے کہ روزہ اُس کے دجاءہیں یعنی خصی کرنا ہے اور ریا ہے۔ مرد کو چاہیئے کہ زوجہ کے ساتھ زیادہ خلط اور صحبت کرنے سے پرہیز کرے تابحدیکہ درود و وظائف اور انتظام اوقات سے جاتا رہے۔ اس واسطے کہ اس میں افراط کرنے سے نفس اور اُس کا لشکر قوی ہوتا ہے اور اُس کی علو ہمت میں فتور پڑتا ہے اور ریاء ہے آدمی کے لئے بی بی کے سبب دو آفت ہیں ایک آفت اُس کے عام حال کے سبب ہے اور ایک آفت اُس کے خاص حال سے تو اُس کے حال کی آفت یہ ہے کہ اسباب معیشت میں اُسے زیادہ اہتمام کرنا ہوتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کہا کرتے واللہ اُس مرد کی کسی دن صبح نہیں ہوئی جو اپنی بی بی کی اطاعت اُس کی خواہش اور فرمائش کے اندر کرتا ہو مگر یہ کہ اللہ اُس کو منہ کے بل دوزخ میں اوندھا ڈال دے۔ اور خبر میں ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مرد کی موت زوجہ اور ماں باپ اور اولاد کے ہاتھوں ہوگی جو اُسے مفلسی کے ساتھ شرمائیں گے اور اُسے تکلیفیں اُن چیزوں کی دیں گے جس کی طاقت اُسے نہ ہوگی تو وہ ایسے ٹھکانوں میں جائے گا جن میں اُس کا ایمان جاتا رہے تب وہ ہلاک ہوگا۔

اور روایت ہے کہ یونس علیہ السلام کے پاس ایک قوم آئی تو آپ نے اُن کی ضیافت کی اور آپ اپنے گھر میں آتے اور جاتے تھے۔ پس ان کی بی بی ان کو ستاتی تھی اور اُس پر ظلم اور زیادتی کرتی اور آپ خاموش تھے تو قوم کو اس سے تعجب ہُوا اور اُن سے پوچھتے ہُوئے ڈرتے تھے۔ آپ نے کہا تم اس سے تعجب نہ کرو اس واسطے کہ اللہ تعالےٰ سے مَیں نے دُعا مانگی ہے کہ اے میرے پروردگار کہ جو آخرت میں میرے اوپر عذاب کرے وہ دُنیا ہی میں مجھے دے تو حکم ہُوا کہ تیرا عذاب فلاں شخص کی بیٹی ہے اُس سے تو بیاہ کرلے سو مَیں نے اس سے نکاح کرلیا اور جو تم دیکھتے ہو اُس پر مَیں صابر ہوں۔

پس ہرگاہ کہ فقیر نے افراطِ رعایت اور مدارات میں کی تو بیشتر وجوہ معیشت میں حدِ اعتدال سے بڑھ جائے گا تاکہ بی بی کی خوشی اور رضامندی حاصل کرے۔ پس اُس کے عام حال کی یہ آفت ہے اور آفت اس کے خاص حال کی یہ ہے کہ اُس کے

ساتھ خلط اور صحبت رکھے گا۔ تب نفس اعتدال کی قید سے آزاد ہو جائے گا اور
غرض کا بندہ ڈور کے بڑھانے سے ہوگا۔ پھر قلب پر اُس کی سبب سہو اور غفلت
غالب ہو جائے گی اور وہ سستی اور درنگ کی جگہ میں بیٹھنا چاہے گا۔ پھر اوراد کی
قلت سے واقعات اور واردات کم ہو جائیں گے اور شروط اعمال کے اہمال سے
حال اُس کا مکدر ہوگا اور اُن دونوں آفات سے پچھلی آفت زیادہ لطیف ہے
جو اہلِ قرب وحضور کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ اس واسطے کہ نفوس کے لئے ملاپ
ہے اور ملاپ کے لگاوے نفس قوی بازوزور آور ہو جاتا ہے اور اُس کی افسردہ
طبیعت نمناک اور اُسکی بجھی ہوئی آگ شعلہ زن ہوتی ہے تو اس آفت کی دوا
اور علاج یہ ہے کہ بی بی کی صحبت اور مجالست میں اُس کے باطن کی دو آنکھیں ہوں
جن سے وہ اپنے مولیٰ کو دیکھتا ہے اور دو ظاہر کی آنکھیں جو اپنے ہویٰ کے طریق
میں استعمال کرے اور اس کو رابعہ نے نظم کیا ہے جن کا ترجمہ یہ ہے ؎

تجھے مَیں نے دل میں کیا ہم نشین ‏ ‏ رہے جسم میں چاہے جو یار ہو
مرا جسم ہے یار کا غم گسار ‏ ‏ وہ دل میں ہے جس سے دلی پیار ہو

اور ان میں سے دوسری آفت زیادہ لطیف ہے جس سے متال ڈرتا ہے
اور وہ یہ ہے کہ روح کو لطیف جمال سے آفت کی طلب ہوتی ہے اور راہ استراحت
روح پر موقوف ہے اور جب روح میں جو حضرت الوہیتہ کے تعلق کے ساتھ مخصوص
ہے وہ دخیل اور بطابنہ بن جاتا ہے تو روح میں حلاوت اور عبادت آجاتی ہے
اور فتوح کی ترقی کا سدباب ہوتا ہے اور اس بلاوت کا شعور اور امتیاز روح کے
اندر کمتر ہوتا ہے تو چاہیئے کہ تم ڈرو اور حذر کرو اور اس قبیل کی آفت ایک گروہ
میں پھیل گئی ہے جو مشاہدہ کے قابل ہوئی ہے اور جبکہ باب حلال میں ایک بطانہ
حب کا ہو جس سے روح کی حلاوت وظائف جب بارگاہِ الٰہی کے قیام میں پیدا ہو
تو کیا تمہارا ظن اُس شخص کے حق میں ہے جو باب غیر مشروع میں دعویٰ کرتا ہے اس
کو سکون نفس مغرور اور مفتون کرتا ہے اور یہ گمان اُس کو ہے کہ سر گروہ از قبیل ہوئی
ہوتا تو نفس کو سکون ہوتا اور حال یہ ہے کہ نفس اس میں ہمیشہ ساکن نہیں ہوتا بلکہ روح

سے وہ وصف سلب کرتا ہے اور اُسے اپنی طرف اس صورت سے اخذ کرتا ہے کہ
مَیں اُن باتوں سے بچ گیا ہوں جن میں اور لوگ مشاہدہ سے مفتوں اور مغالطہ میں
پڑے ہوتے ہیں تو مَیں نے صورت فسق سے جو اُس کے نزدیک شراب شہوت کی جھگ
اور کف ہیں محفوظ اور مصئون امر حاصل کیا ہے اس واسطے کہ اگر علت شراب کی
جاتی رہتی تو جھگ اور کف باقی نہ رہتی تو اس سے قطعاً حذر کرنا چاہیئے اور جو اس
میں حال اور صحت میں دعویٰ کرے اُس کی بات نہیں سُننی چاہیئے اس واسطے کہ وہ
جھوٹا مدعی ہے اور اسی بات کے واسطے طبیبوں نے کہا ہے کہ جماع عشق کے ہیجان
کو سکون دیتا ہے ہر چند غیر معشوق سے ہو۔

پس جاننا چاہیئے کہ اُس کی مستند اس کی شہوت ہے اور جو حال کا اُس
میں دعویٰ کرے جھُوٹا ہے اور یہ متاہل بی بی والے کی آفتیں ہیں اور مجرد بن بیاہے
کی آفت عورات کا اس کی خاطر میں گزرتا ہے اور اس کے خیال میں آتا ہے۔
اور جس کے باطن میں طہارت دی گئی ہے تو اس کا باطن شہوت کی خطرات سے
مَیلا نہیں ہوتا اور اُس کے دل میں خطرہ آئے تو حسن توبہ اور پناہ فقرا سے
اُسے مٹاتا ہے اور جب فکر نے افسانہ گوئی کی تو خطرہ کثیف اور پُر کار ہو
جاتا ہے اور قلب سے نکل کر سینہ تک پہنچتا ہے اور اس حالت میں خطرے
کے ساتھ عضو کے احساس سے خوف کرے تو یہ پوشیدہ عمل ہے۔ اور کیا
ہی بُری بات ہے اُس سچے آدمی کے لئے جو حضوری اور بیداری کی
طرف تاک لگا رہا ہو۔

پس یہ حال فاحشہ ہے اور بے شک یہ قول کہا گیا ہے کہ خیال
فاحشہ کا عارفوں کے قلب میں گزرنا ایسا ہی ہے جیسے فعل اُن لوگوں کا
جو اُسے کرتے ہیں۔

واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب

❖

بائیسواں باب

قول کی بابت ہے جو سماع میں قبول اور اختیار کے رُو سے ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے پس خوشخبری میرے اُن بندوں کو دے جو قول کو سُنتے ہیں پھر اُس میں سے جو احسن اور بہت اچھا ہو اُس کی پیروی کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور یہ لوگ صاحب عقل و دانش ہیں۔ بعضے صوفیہ نے کہا ہے کہ احسن کے معنی یہ ہیں کہ جو زیادہ ہدایت اور ارشاد کرے اور حق عزّوجل نے فرمایا ہے اور جس وقت اُس چیز کو سُنا جو رسول پر اُتاری گئی ہے اُن کی آنکھوں کو دیکھے گا کہ آنسو بہا رہے ہیں اُن چیزوں سے جو انہوں نے سچی سچی جانی ہیں یہ منادی حق سنائی جس میں اہل ایمان دو آدمی بھی اختلاف نہیں کرتے اُس کے سُننے والے کے لئے حکم کیا گیا ہے کہ وہ صاحب ہدایت اور ذی عقل ہے اور یہ سماع اپنی حرارت کو یقین کی برودت پر وارد کرتا ہے تو آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اس واسطے کہ وہ آنسو کبھی رنج اور غم کے سبب جوش کرتا ہے اور رنج و حزن گرم ہے اور کبھی شوق کے سبب جوش کرتا ہے اور شوق گرم ہے اور کبھی ندامت سے جوش کرتا ہے اور ندامت گرم ہے تو جس وقت سماع ان صفات کو جوش میں لایا ایسے صاحب دل جو یقین کی برودت سے مملو ہے تو اُس کو رُلاتا ہے اور آنسوؤں کو جاری کرتا ہے اس واسطے کہ حرارت اور برودت جب آپس میں ٹکراتی ہیں تو وہ دونوں پانی ٹپکاتے ہیں تو جب قلب میں سماع نازل ہوتا ہے کبھی تو اُس کا نزول خفیف ہوتا ہے تو اُس کا بدن میں اثر ظاہر ہوتا ہے اور بدن کی جِلد کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تقشعر منه جلود الذین یخشون ربهم۔ یعنی اُس سے اُن لوگوں کی کھال پر بال کھڑے ہوتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور کبھی اس کا وقوع اور ورود عظیم ہوتا ہے اور اثر اُس کا سمت دماغ کے اُوپر گرتا ہے اُس چیز کے مثال جو عقل کی خبر دینے والی ہو تو ایک حادث چیز کا گرنا عظیم

معلوم ہوتا ہے۔ پھر اُس سے آنکھ آنسو گراتی ہے اور کبھی اُس کا اثر روح کی طرف رگرتا ہے اور اُس سے روح ایسی تموج سے لہراتی ہے کہ قالب کا میان بند قریب ہوتا ہے کہ اُس سے تنگ ہو جائے اور اس میں نہ سمائے تب اس سے چیخ نکلتی ہے اور رمی تب پیدا ہوتا ہے اور یہ سب احوال ہیں جن کو اصحاب حال سے اہل حال پاتے ہیں اور کبھی ہوائے نفس کی دلالت سے اُس کی نقل جھوٹے لوگ اُتارتے ہیں۔

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر اپنے ورد میں کسی ایک آیت سے گزرتے تو آنسو اُن کا گلا دبا تا تھا اور آپ گر پڑتے اور ایک اور دو دن کھڑے رہتے حتیٰ کہ لوگ اُن کی عیادت کو آتے اور وہ بیمار سمجھے جاتے تھے۔ پس سماع اللہ کریم سے رحمت کو کھینچتا ہے۔ زید بن اسلم نے روایت کی ہے کہا کہ ابی بن کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے قرآت کلام مجید کی پڑھی تو سب کو رقت ہوئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رقت کے وقت دعا کو غنیمت جانو۔

اور ام کلثومؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے بندہ کے بدن پر بال کھڑے ہو جائیں تو اُس سے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جس طرح کہ سوکھے درخت سے پتے جھڑتے ہیں اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے بدن پر بال کھڑے ہو جائیں اللہ تعالےٰ اُس کو دوزخ پر حرام کر دیتا ہے اور یہ سب وہ ہیں جس سے انکار نہیں کیا جاتا اور نہ اُس میں اختلاف ہے۔ مگر اشعار الحان کے ساتھ سُننے میں اور اس میں بہت کثرت سے اقوال ہیں اور احوال جدا جدا ہیں بعضے منکر اُسے فسق سے ملاتے ہیں۔ اور بعضے مریض اُس کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ حق واضح ہے اور یہ دونوں افراط اور تفریط کی طرف کھینچتے ہیں۔

ابوالحسن بن سالم سے پوچھا گیا کہ سماع کا انکار کس طرح کرتے ہو حالانکہ جنیدؒ اور سری سقطیؒ اور ذوالنون اُسے سُنا کرتے تھے تو کہا میں کیونکر سماع کا انکار کروں حالانکہ اُس شخص نے جائز رکھا ہے اور سُنا ہے جو مجھ سے بہت بہتر ہے۔

ہر آئینہ جعفر طیار سنا کرتے تھے اور منکر وہی ہے جو لہو و لعب سماع میں ہو اور یہ قول صحیح ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہر آئینہ ابو بکر اُن کے پاس آئے اس حال میں کہ آپ کے پاس دو لونڈیاں گا رہی اور دف بجا رہی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر اوڑھے ہوئے تھے تو اُن لونڈیوں کو ابو بکرؓ نے جھڑکا اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ کھولا اور فرمایا ابو بکرؓ ان دونوں کو چھوڑ دو کہ ہر آئینہ عید کے دن ہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ مجھے اپنی چادر میں چھپا لیتے اور میں اُن حبشیوں کی طرف دیکھتی جو مسجد میں کھیلتے تھے حتیٰ کہ تھک جاتے ۔ اور شیخ ابو طالب مکی رحمہ اللہ نے اُس کا ذکر کیا ہے جو اُس کے جائز رکھنے کی دلالت کرتی ہے اور بہت سے سلف صحابی اور تابعین وغیرہم سے نقل کی ہے ۔ اور شیخ ابو طالب مکی کا قول معتبر ہے کہ علم وافر اور کمال حال اُن کو تھا اور سلف کے احوال جانتے تھے اور ورع و تقویٰ اُن میں تھا اور اصوب اور اولیٰ کو سوچتے اور شائستہ کرتے تھے اور اُس نے کہا ہے کہ سماع حرام ہے اور حلال ہے تو جس نے اُسے نفس کے مشاہدہ شہوت اور ہوٰی سے سُنا وہ حرام ہے اور جس نے اُس کے معقول کو مباح صفت پر لونڈی یا زوجہ سے سُنا وہ مشتبہ ہے اس لئے کہ لہو اُس میں داخل ہے اور جس نے اُسے قلب سے سُنا جو ایسے معانی کا مشاہدہ کرتا ہے کہ اُس کو دلیل پر پہنچاتا ہے اور اس کے شاہد طرقات جلیل ہیں تو وہ مباح ہے اور یہ شیخ ابی طالب مکی کا قول ہے اور وہ صحیح ہے ۔

پس اب اُس کے منع اور تحریم پر اطلاق قول نہیں ہوتا اور نہ اُس کے سننے والے پر انکار کا ہوتا ہے جیسا کہ اُس کے انکار میں مبالغہ کرنے والے قاری لوگ زاہد بنے ہوا کرتے ہیں اور نہ اُس میں علی الاطلاق وسعت دی جاتی ہے جیسا کہ ہنسی باز اُس کے ساتھ چھوڑنے والے اُس کے شروط اور آداب کے جمنے والے اصرار پر کرتے ہیں اور ہم تفصیل وار اُس میں جو امر ہے اس کو بیان کریں گے اور تحریم اور تحلیل سے اُس کی ماہیت کو واضح کریں گے ۔

پس دف اور ربانہ اُن دونوں میں ہر چند مذہب شافعی کے موافق وسعت ہے مگر اُن دونوں کا ترک اور احوط کا لینا اور خلاف سے نکلنا اولیٰ ہے اور اس کے سوا اگر قصائد بہشت اور دوزخ کے ذکر اور آخرت کی ترغیب اور ملک جبار کی نعمتوں کی توصیف اور عبادات کے تذکرہ اور خیرات کی طرف شوق دلانے میں ہوں تو انکار کی کوئی سبیل نہیں ہے اور اسی قبیل سے ہیں۔ غازی اور حاجی لوگوں کے قصیدہ سے جہاد اور حج کی تعریف میں جن سے غازیوں کے دبے ہُوئے عزم اور حاجیوں کے ٹھنڈے شوق جوش میں آئیں مگر جو قصائد ایسے ہوں جن میں ذکر قد اور رخسار اور عورتوں کے حسن وجمال کا ہو تو ایسے سماع کے لئے جماعۂ اہل دیانات کے لائق نہیں ہے اور اگر ایسے ہوں جن میں ذکر جدائی اور وصل اور قطع اور منع کا اُس قسم سے ہو کہ جس کا محمول امور حق سبحانہ وتعالیٰ پر کرنا قریب ہو اور وہ مریدوں کے احوال بدلتے رہنا اور طالبین کے سر پر آفات آتی ہے اور جو اُس کو سُنے اور اُس کے نزدیک ایک حادثہ ہو گذشتہ پر نادم ہو یا اس کے نزدیک امور آئندہ کا عزم تازہ ہو تو اُس کے سماع پر کیونکر انکار کیا جائے اور ہر آئینہ کہا گیا ہے کہ بعض اہلِ وجد سماع سے رزق اور قوت پاتے ہیں اور اُس سے طے اور وصال کے روزوں کے لئے تقویت حاصل کرتے ہیں اور سماع کے وقت شوق جوش کرتا ہے کہ اس سے بھوک کی سوزش جاتی رہتی ہے پھر جب بندہ ایک بیت شعر کی سُنتا ہے اور اُس کا قلب اُس میں حاضر ہوتا ہے تو گویا وہ ساربان حدی خوان سے سُنتا ہے جو کہتا ہے۔ مثلاً ؎

الٰہی توبہ کرتا ہوں کہ مَیں نے   خطا کی اور ہوئے افزوں معاصی
مگر لیلےٰ کے عشق اور اسکے ملنے   اور اُس کے دیکھنے سے توبہ کب کی

اور اس کا دل خوش ہوتا ہے کیونکہ وہ اس میں ایک قوت عزم کی پاتا ہے جس سے آخر وقت تک امر حق پر ثابت قدم رہے وہ اس سماع میں ذکر الٰہی کرنے والا ہوتا ہے۔ ہمارے بعض اصحاب نے بیان کیا ہے کہ ہم اپنے یاروں کے وجدوں کو تین چیزوں میں پہچانا کرتے تھے سوال کے وقت، غصہ کے وقت اور

سماع کے وقت۔

اور جنیدؒ کا قول ہے کہ اس گروہ پر تین جگہ رحمت نازل ہوتی ہے، کھانے کے وقت اس واسطے کہ وہ فاقہ کے بعد کھانا کھاتے ہیں، اور جب باہم مل کر ذکرِ الٰہی کرتے ہیں اس واسطے کہ وہ وقت سماع صدیقین اور احوال انبیاء ہیں قیام و اعتکاف کرتے ہیں اس واسطے کہ یہ لوگ وجد اور حال سے سماعت کرتے ہیں اور حق کے سامنے حاضر ہوتے ہیں اور رویم سے صوفیہ کے وجد عند السماع کی بابت پوچھا گیا تو کہا کہ یہ لوگ اُن معانی سے آگاہ ہوتے ہیں جو اور غیر لوگوں سے چھپے ہوئے ہیں ۔ پس اُن کی طرف اشارے وہ معانی کرتے ہیں کہ یہاں آؤ یہاں آؤ اور اس سے خوشی کے باعث لطف اور حظ اُٹھاتے اور ناز و نعمت سے متمتع ہوتے ہیں اور وقت پر حجاب آجاتا ہے تب یہ خوشی پلٹ کر زاری ہو جاتی ہے پھر بعضے تو ان میں سے کپڑے پھاڑتے ہیں اور بعضے اُن میں سے روتے ہیں اور بعضے چیخیں مارتے ہیں۔

محمد بن سلیمانؒ سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے صاحب سماع استتار اور تجلی کے درمیان ہے تو استتار سوزش کا ثمرہ دیتا ہے اور تجلی مزید نور کا فائدہ دیتی ہے تو استتار سے حرکات مریدین کے پیدا ہوتے ہیں اور وہ ضعف اور عجز کا محل ہے اور تجلی سے واصلین کو سکون حاصل ہوتا ہے اور وہ محل استقامت اور تمکین کا ہے اور اسی طرح محل حضرت ہے کہ اس میں بجز اس کے کہ موارد ہیبت بس لاٹھیاں کھایا کرے اور کچھ نہیں ہے اور عبد الرحمٰن سلمی نے کہا کہ میں نے اپنے دادا سے سنا ہے وہ کہتے تھے مستمع کو چاہیئے کہ دل زندہ اور نفس مردہ سے سماع کو سُنے اور جس کا دل مُردہ اور نفس زندہ ہو اُس کے لئے سماع حلال نہیں ہے اور اس قول اللہ تعالیٰ کے معانی میں یزید فی الخلق ما یشاء ۔ کہا گیا ہے کہ صوت حسن اور آواز خوش ہے اور حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے اللہ خوش آواز آدمی سے قرآن کو اُس سے بڑھ کر سُنتا ہے جو کوئی مالک اپنی لونڈی کی بات سُننے کی طرف کان لگا کر سُنتا ہے۔ جنیدؒ سے نقل ہے کہ خواب میں ابلیس کو میں نے دیکھا تو اُس

سے کہا کہ ہمارے یاروں سے کسی چیز سے ظفریاب ہوتا ہے یا اُن سے تجھے کچھ ملتا ہے تو جواب دیا کہ میرے اوپر اُن کا کام دشوار ہے اور میرے اوپر یہ بڑی مہم ہے کہ اُن سے مَیں کچھ پاؤں مگر یہ کہ دو وقت میں مَیں نے کہا کہ کس وقت؟ کہا ایک سماع کے وقت اور نظر کے وقت کہ اُن سے اس میں چرا لیتا ہوں اور اُس سے اُن پر مَیں پہنچتا ہوں۔ کہا مَیں نے اپنا خواب بعض مشائخ سے کہا تو انھوں نے جواب میں کہا کہ اگر مَیں اُسے دیکھتا تو اُس سے کہتا کہ اے احمق جس نے اُس سے سماع کیا جبکہ سماع کیا اور جس نے نظر اُس کی طرف کی جبکہ اُس نے نظر کی تو اس سے تجھے کچھ راحت ملتی ہے یا اُس سے تو کچھ اڑا سکتا ہے؟ تو مَیں نے کہا آپ نے سچ کہا۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میرے پاس ایک کنیز تھی کہ مجھے گانا سنا رہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ بدستور گاتی رہی۔ پھر عمرؓ آئے تو وہ بھاگ گئی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے تو عمرؓ نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ کس چیز سے آپؐ کو ہنسی آئی؟ تو آپؐ نے اُن سے کنیز کی بات کہی تو عمرؓ نے کہا کہ مَیں یہاں سے نہ ہٹوں گا جب تک کہ مَیں وہ سُن نہ لوں جو رسولؐ اللہ نے سنا ہے۔ تب حضرت علیہ السلام نے اُس کنیز کو حکم دیا اور اُس نے گانا سنایا۔

اور شیخ ابو طالب مکیؒ نے ذکر کیا ہے کہ عطار کے یہاں دو کنیزیں تھیں جو گایا کرتیں اور اُس کے بھائی ان کنیزوں کے پاس جمع ہوتے تھے اور کہا مَیں نے ملاقات ابو مروان قاضی سے کی ہے اور اُس کے یہاں کنیزیں تھیں جو گانا سنایا کرتیں کہ صوفیہ کے لئے تیار کی تھیں۔ اور یہ قول جو مَیں نے نقل کیا ہے شیخ ابو طالب مکی کا ہے پھر کہا اور میرے عندیہ میں اس سے اجتناب صواب اور بہتر ہے اور وہ نہیں قبول کیا جاتا مگر اس شرط سے کہ قلب ظاہر ہو اور آنکھ بند ہو اور قول اللہ تعالےٰ کے شرط کا وقار ہے: یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور۔ اور یہ قول شیخ ابو طالب مکی سے نہیں ہے مگر عجیب اور غریب اور اس کے مثل سے منزہ صحیح ہے۔

اور حدیث میں حضرت داؤد علیہ السلام کی مدح کے اندر وارد ہے کہ وہ خوش آواز اپنے اوپر نوحہ اور زبور کے پڑھنے میں تھے یہاں تک کہ انس و جن اُن کی آواز سُننے

سے کے لئے جمع ہو جاتے اور ہزاروں جنازے اُس کی مجلس سے اُٹھائے جاتے تھے۔
اور ابی موسیٰ اشعری کی تعریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر آئینہ وہ آل داؤد کی مزامیر سے ایک مزمار عطا کیا گیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے ان من الشعر لحکمۃ۔ یعنی ہر آئینہ شعر حکمت ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور آپ کے پاس ایک قوم بیٹھی قرآن پڑھ رہی تھی اور ایک قوم شعر پڑھتی تھی تو اُس شخص نے کہا یا رسولؐ اللہ قرآن اور شعر؟ آپ نے فرمایا: من ھذا مرۃ ومن ھذا مرہ۔ یعنی ایک دفعہ اس سے اور ایک دفعہ اس سے۔ اور نابغہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیتیں پڑھیں جن میں کی یہ ہیں ؎

ولا خیر فی حلم اذا لم یکن لہ　　بوادر تحمی صفوۃ ان یکدرا

ولا خیر فی امر اذا لم یکن لہ　　حکیم اذا ما اورد الامر اصدرا

یعنی اُس حلم میں کوئی خیر و خوبی نہیں ہے جبکہ اُس کو یہ بات حاصل نہیں ہے کہ خطا اور غلطی کو اس کی صفائی کدورت سے حفاظت نہ کرے اور نہ کوئی خوبی اس بات میں ہے کہ اُس کے لئے کوئی ایسا حکم نہ ہو کہ جب وہ کسی امر کو وارد کرے تو اس کا اصدار بھی کرے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کہا یا ابا لیلی اللہ تیرے مُنہ کی آواز بند نہ کرے۔ بعد ازاں وہ سو برس تک زندہ رہا اور وہ سب آدمیوں سے زیادہ خوبصورت اور خوشنما اُس کے دانت اُگے کے تھے۔

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسان کے لئے مسجد میں منبر رکھواتے تو وہ منبر پر کھڑے ہو کر ان لوگوں کی ہجو کرتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتے تھے اور آپؐ فرماتے کہ روح القدس حسان کے ساتھ ہے جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لڑائی لڑتے ہیں۔

اور ابو العباس خُضر کو بعض صالحین نے دیکھا کہا کہ مَیں نے اُس سے کہا سماع کی بابت کیا کہتے ہو جس میں اصحاب اختلاف کرتے ہیں کہا وہ صاف آب زلال ہے

کہ اُس پر کوئی نہیں ٹھہرتا مگر علماء کا قدم -

اور ممشاد دینوری سے منقول ہے کہ کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپ اس سماع سے کچھ انکار کرتے ہیں ؟ فرمایا کہ میں اس سے انکار نہیں کرتا مگر اُن سے کہہ دے کہ اُس سے پہلے قرآن پڑھیں اور اُس کے بعد قرآن پڑھیں - سو میں نے کہا یا رسولؐ اللہ وہ لوگ مجھے ایذا دیتے اور خوش ہوتے ہیں - آپؐ نے فرمایا کہ اُن سے تحمل کر یا ابا علی کہ وہ تیرے اصحاب ہیں - پس ممشاد فخر کرتے اور کہتے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنیت بخشی - مگر وجہ انکار کی اُس میں یہ ہے کہ ایک مریدوں کی جماعت مبادی ارادت میں در آئے اور صدق مجاہدہ پر اُن کے نفوس مشاق نہیں ہوئے تاکہ صفات نفس کے ظہور اور احوال قلب کا علم اُن کو پیدا ہوا اور اُن کی حرکات کو قانون علم سے منضبط کریں اور وہ جان لیں کہ اُن کے فائدہ کی باتیں کیا ہیں ؟ اور اُن کے نقصان کی باتیں کیا ہیں -

حکایت ہے کہ جب ذوالنون بغداد میں آئے تو ایک جماعت اُن کے پاس آئی اور اُن کے ساتھ ایک قوال تھا - پھر آپ سے اُن لوگوں نے اجازت مانگی اور آپ نے کہا اچھا - اُس وقت قوال نے یہ اشعار کہے ؎

صغیر هواك عذبنی فكیف به اذا احتنكا
وانت جمعت من قلبی هوی قد كان مشتركا
اما ترثی لمكتئب اذا ضحك الخلی بكا

پھر ان کا دل خوش ہوا اور کھڑے ہو گئے اور وجد کیا اور پیشانی کے بل گر پڑے اور اُن کی پیشانی سے خون ٹپکتا تھا اور زمین پر نہیں گرتا تھا پھر اُن لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا سو اُس کی طرف ذوالنون نے دیکھا اور کہا خوف اور اندیشہ کر اُس سے جو تجھے دیکھتا ہے جبکہ تو کھڑا ہوتا ہے پھر وہ شخص بیٹھ گیا اور اُس کا بیٹھنا اس کے صدق اور علم کے سبب تھا کہ وہ کامل الحال نہیں ہے تواجد کے ساتھ کھڑے ہونے کے لائق اور قابل نہیں ہے - پس اُن میں سے ایک شخص بغیر سوچے اور بغیر جانے

اپنے قیام کے کھڑا ہو جاتا ہے اور یہ اس سبب سے ہوتا ہے کہ جب اُس نے ایک موزوں لحن راگ کے سُننے اور نفس کا حجاب جو طبیعت کے انبساط سے منشرح ہے۔ قلب کے چہرہ پر لٹک پڑتا ہے اور طبیعت سے جو خوشی پیدا ہوتی ہے اُس کے خوف کو کم کر دیتی ہے تو پھر وہ اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور موزونیت کے ساتھ رقص کرتا ہے جو تصنع سے ملا ہوا ہوتا ہے اور وہ اہلِ حق کے نزدیک حرام ہے اور وہ گمان کرتا ہے کہ اُسے قلب کی خوشی ہے اور حالانکہ اُس نے نہ وجہ قلب کو اور نہ اُس کی خوشی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دیکھا ہے اور مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ وہ قلب کی خوشی ہے ولیکن قلب نفس کے رنگ سے رنگا ہُوا ہے جو ہوئی کی طرف مائل اور ہلاکت کے لئے موافق ہے نہ وہ حرکات میں حسن نیت کی طرف راہ پاتا ہے اور نہ وہ صحت ارادت کی شرائط کو پہچانتا ہے اور ایسے ہی رقص کے لئے کہا گیا ہے کہ الرقص نقص - یعنی رقص نقصان ہے اس واسطے کہ طبیعت سے صادر ہوا ہے نیت صالح کے مقرون نہیں ہے علی الخصوص جبکہ اُس کے حرکات کی آمیزش صریح نفاق اور دورنگی کے ساتھ تو دو اور تقرب بعض حاضرین سے جا ملی ہو بغیر اُس کے کہ نیت ہو بلکہ نشاط نفس کی دلالت سے اور وہ یہ ہے کہ وہ معانقہ کرتا ہے اور ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیتا ہے اور اس کے سوا اور حرکات جن پر متصوفہ سے کوئی بجز اُن کے اعتماد نہیں کرتا جس کو تصوف سے سوا لباس اور صورت محض کے اور کچھ حاصل نہیں ہے ۔ یا کہ قوال اور مرد ہو جس کے دیکھنے کی طرف نفوس متجذب ہوتے ہیں اور اُس سے لذت حاصل کرتے ہیں اور دل میں بڑے بڑے خطرے آتے ہیں کہ عورات کا سر مجلس قرب ہو اور باطن جو ہوئی سے بھرے ہُوئے ہیں حرکات اور رقص اور اظہار تواجد کی سفارت سے مراسلت اور خط و کتابت کرتے ہیں تو یہ عین فسق ہے جس کی حرمت پر اجماع و اتفاق ہے تو اس وقت پچھلے لوگ یعنی جن کا آخر میں ذکر ہُوا زیادہ کی امید کے قابل از روے حال ان لوگوں سے ہیں جن کا یہ منصوبہ اور یہ حرکتیں ہیں اس واسطے کہ وہ ان کا فسق دیکھتے ہیں اور یہ اُن کو نہیں دیکھتے اور اُسے عبادت ظاہر اُس شخص پر کرتے ہیں

جو نہیں جانتا کہ اُس نے اہلِ دیانات سے ایک کو تہمت لگائی اُس پر راضی ہوتا ہے اور اُس کو بُرا نہیں جانتا۔ تو اس وجہ سے منکر کے لئے انکار پہنچا اور وہ معذرت کا مستحق ہے۔ سو بہت سی حرکتیں سخت عداوت کی موجب ہوتی ہیں اور بہت سی برانگیختیاں وقت کو بے رونق کر دیتی ہیں۔

پس منکر کا مرید طالب پر انکار ایسی حرکتوں سے اُس کو روکتا ہے اور ایسے مجالس سے اُسے ڈراتا ہے اور یہ انکار صحیح ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعضے صادق سچے آدمی ایک بے تک اور وزن کے سبب رقص کرنے لگتے ہیں بدوں اس کے کہ وجد اور حال کا اظہار کریں اور اس میں وجہ اس کی نیت کی یہ ہوتی ہے کہ وہ بسا اوقات حرکت میں بعضے فقرا سے موافقت کرتا ہے۔ پھر وہ ایک موزوں حرکت کے ساتھ جنبش کرتا ہے بدوں اس کے کہ وجد اور حال کا اظہار کریں اور اس میں وجہ اس کی نیت پھیری جاتی ہے اس واسطے کہ وہ حرکت ہر چند شرع کے حکم میں حرام نہیں ہے مگر وہ بحکم حال حلال نہیں ہے اس وجہ سے کہ اُس میں لہو ہے تو اس کی حرکات اور رقص ان مباحات کی قبیل سے ہو جاتی ہیں جو اُس پر ہنسی اور کھیل اور بی بی اور اولاد کے کھلانے سے گزرتے ہیں اور بہ خوش دلی کے باب سے داخل ہوتے ہیں اور یہ اکثر حسن نیت کے سبب حادث ہو جاتا ہے جب اُس سے نیت ہو کہ نفس کے تکان دُور کرے۔

جیسے کہ حضرت ابی درداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہر آئینہ آپ نے کہا کہ میں ایک باطل شئے سے اپنے نفس کی تکان دُور کرتا ہوں تاکہ یہ مددگار میرے لئے حق پر ہو اور آرام کے مقام پر نماز کا اوقات میں پڑھنا مکروہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کام کرنے والے آرام پائیں اور نفوس اپنے بعض مقاصد کے ساتھ ترک عمل سے مدارات کئے جائیں اور مہلت کی جگہ خوش آئند معلوم ہوں اور اپنی ترکیب مختلف اور پیدائش کی ترتیب سے آدمی ہر ہر قسم کا اپنے اصول خلقت کے اقسام سے ہوتا ہے اور اس کی شرح دوسرے کسی باب میں گزر چکی ہے اُس کے قوی حق محض پر صبر کرنے کو وفا نہیں کرتے تو ایسی باتوں میں جن کا ہم نے ذکر

کیا ہے وسعت کا دُنیا اس قسم کے مباح سے ہے جو لہو کی طرف باطل نہیں ہے کوشش کرے اُس سے حق پر مدد لی جائے اس واسطے کہ مباح اگرچہ حقیقت شرع میں باطل نہیں ہے اس واسطے کہ مباح کی تعریف یہ ہے کہ اُس کے دونوں طرف برابر ہوں اور دونوں جانب اُن کے معتدل ہوں مگر یہ کہ وہ احوال کی نسبت باطل ہے۔

اور مَیں نے سہل بن عبداللہ کے بعضے کلام میں دیکھا ہے کہ وہ صادق کے وصف میں کہتے ہیں کہ صادق کا جہل اُس کے علم کے لئے زیادت اور اُس کا باطل اُس کے حق کے لئے مزید اور اُس کی دُنیا اُس کی آخرت کے لئے مزید ہے اور اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عورتیں محبوب جائز کی گئیں تاکہ یہ اُس کے نفس شریعت کا حظ اُس کی طہارت اور تقدس کے مقام کے لئے ہو جس کو اُس کے حظوظ عطا کئے ہیں اور اُس پر حقوق اُس کے بڑھائے گئے ہیں تو جو کچھ باطل صرف کا نصیب غیر کے حق میں مباحات مقبولہ برخصت شرعی حدود بعزیمت حال سے ہو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں عبادات کے نقش اور نشانات سے منقش اور مزین ہو اور ہر آئینہ نکاح کی فضیلت میں ایسا کچھ وارد ہُوا ہے کہ وہ دلالت اس پر کرتا ہے کہ نکاح عبادت ہے اور اسی سے بطریق قیاس اُس کا اشتمال دین و دُنیا کی مصلحتوں کو ہے اُس بناء پر کہ اُس کی شرح میں فقہاء نے طول مسئلہ تخلی لنوافل العبادات (خلوت میں نوافل کا پڑھنا) میں دیا ہے۔

پس اب یہ رقص کرنے والا اس نیت کے ساتھ حال کے دعویٰ سے الگ ہونے والا اس میں انکار منکر سے خارج ہوتا ہے لہٰذا رقص اُس کا نہ اُس کے لئے مضر ہے اور نہ اُس کے لئے مُفید ہے اور بسا اوقات حسن نیت کے سبب تزویج میں عبادت ہو جاتی ہے خصوصاً جبکہ وہ اپنے نفس میں اپنے پروردگار کے ساتھ خوشی کو مضمر کرلے اور اُس کی رحمت اور عطوفت کے عام ہونے پر نظر کرے لیکن مشائخ اور اُن کے اقتدا کرنے والوں کے لائق رقص نہیں ہے اس وجہ سے کہ اس میں لہو کی مشابہت ہے اور لہو اُن کے منصب کے سزاوار نہیں ہے اور اس قسم کی بات متمکن کے حال کے خلاف اور مباین ہے اور وجہ اُس کی

کہ سماع میں انکار ممنوع ہے یہ ہے کہ جو شخص مطلق سماع کا منکر ہے بدوں اُسکے
کہ تفصیل کرے تین باتوں میں ایک بات سے خالی نہ ہو گا یا تو وہ سنن اور احادیث
سے جاہل اور ناواقف ہے یا کہ وہ فریفتہ اُن اعمال اخیار پر ہُوا ہے جو اُس کے
لئے مقدر ہوئے ہیں اور یا وہ طبیعت کا غبی ہے کہ اُسے ذوق ہی نہیں جو انکار
پر اصرار کرتا ہے اور ہر ایک ان تینوں میں سے مقابل اُس کے کرے جو اُس کے
آگے قریب آتا ہے۔ پہلے جو حدیثوں اور آثار سے ناواقف ہے وہ اُس سے
واقف ہو جو ہم حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیان کر چکے ہیں اور اخبار و آثار
جو اس باب میں وارد ہیں۔

اور بعضے جنبش کرنے والوں کی جنبش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی رخصت کو جان گیا جو جلشہ کے لئے رقص میں تھی اور اُن کی طرف عائشہ رضؓ نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا یہ اُس وقت ہے کہ حرکت اور جنبش ان
مکروہات سے بچے ہوئے ہوں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور ہر آئینہ روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تُو مجھ سے
ہے اور مَیں تجھ سے ہوں۔ اس پر وہ اُچھلے اور کُودے اور جعفر رضؓ سے آپؐ
نے فرمایا کہ تُو مجھ سے خلق اور خُلق میں مشابہ ہے تو وہ اُچھلے اور کُودے۔
اور زید رضؓ سے فرمایا کہ تُو ہمارا بھائی ہے اور ہمارا مولا ہے تو وہ اُچھلے اور
کُودے۔ اور جعفرؓ اپنے بیٹے حمزہ کے قصّے میں اُچھلے اور کودے تھے جس میں
علیؓ اور جعفرؓ اور زیدؓ باہم جھگڑے تھے اور جو منکر کہ اس پر مغرور ہو کہ اعمال
اخیار اُس کے مقدر کئے گئے اُس سے کہا جائے آپؐ کا تقرب الی اللہ عبادت
کے سبب اس واسطے ہے کہ تیرے اعضاء و جوارح عبادت میں لگے ہُوئے
ہیں اور اگر تیری نیت قلب کی نہ ہوتی تیرے جوارح یعنی ہاتھ پاؤں اُسکے
عمل کے لئے قدرنہ ہوتی اس واسطے کہ اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں اور ہر
ایک شخص کے لئے وہی ہے جو اُس نے نیت کی اور نیت اس وجہ سے ہے
کہ تو اپنے رب کی طرف خوف اور رجار کی نظر سے دیکھتا ہے تو جو کوئی شعر

سے ایک بیت کا سُننے والا ہے تو اُس سے وہ معنی اخذ کرتا ہے جو اُس کو یاد اُس کے رب کی دلاتا ہے خوشی سے یا غم سے یا عاجزی سے یا نیازمندی اور محتاجی سے۔ کس طرح اس قسم کے احوال میں جبکہ قلب جبکہ وہ اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے اُلٹ پلٹ ہوتا ہے اور اگر کسی پرند کی آواز سُنی یہ آواز سن کر خوش ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں فکر کرتا ہے کہ پرندہ کا گلہ کیسا اچھا بنایا ہے اور اُس کا حلق اُس کے بس میں کر دیا ہے اور کس طرح اُس کے حلق سے آواز نکلتی ہے اور کانوں تک پہنچتی ہے اس تمام فکر میں وہ تسبیح اور تقدیس کرنے والا ہے، پھر وہ جب آدمی کی آواز سُنتا ہے اور اس طرح کی فکر اُس کے سامنے موجود ہوئی اور اُس کا باطن ذکر اور فکر سے بھر گیا تو کیونکر اس کا انکار کیا جائے۔

بعضے صالحین نے حکایت کی ہے کہ میں دریا کے کنارے جدہ کی مسجد میں معتکف تھا تو ایک روز میں نے ایک قوم دیکھی کہ اُس کے ایک طرف وہ لوگ کچھ پڑھ رہے تھے تو اپنے دل میں میں نے اُسے بُرا جانا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے ایک گھر میں شعر خوانی کرتے ہیں۔ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اُسی رات دیکھا اور آپؐ اُسی قرب وجوار میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ کے برابر ابوبکرؓ تھے اور اُس وقت ابوبکرؓ کچھ گنگنا رہے تھے اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی طرف کان لگائے سُن رہے تھے اور اپنا ہاتھ سینے پر اس طرح رکھتے تھے جیسے کوئی اُن سے وجد کرتا ہو۔ تب اپنے دل ہی دل میں میں نے کہا کہ مجھے یہ سزاوار نہیں ہے کہ اُن لوگوں کو جو سُن رہے تھے بُرا جانوں۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سُن رہے ہیں اور ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ آپؐ کے برابر گنگنا رہے ہیں۔

اُس وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا اور آپؐ فرما رہے ہیں کہ یہ حق بحق یا حق از حق ہے۔ ہاں جس وقت کہ یہ آواز امرد کی ہو جس کی طرف دیکھنے سے فتنہ کا خوف یا عورت غیر محرم کی ہو اگرچہ اذکار اور افکار سے

جو ہم نے ذکر کئے پایا جائے سُننا اُس کا فتنہ کے خوف سے حرام ہے نہ کہ صرف آواز کی وجہ سے مگر صورت کا سماع حریم فتنہ گردانا جاتا ہے اور ہر ایک حرام کا ایک حریم ہے جس پر مصلحت کی وجہ سے ممانعت کا حکم کھینچتا ہے جیسے بوسہ جوان روزہ دار کے لئے کہ مجامعت حرام کا حریم بنایا گیا اور جیسے نامحرم عورت کے ساتھ خلوت میں ہونا اور اُس کے سوا جو ہے۔

پس اس بناء پر مصلحت اُس کی مقتضی ہے کہ سماع سے منع کیا جائے جبکہ سُننے والے کا حال اور اُس بات کا جس کی طرف اس کو سماع اس کا پہنچاتا ہے سمجھ لیا جائے پس اس طرح حریم حرام ممنوع ہوتا ہے۔

اور کبھی سماع کا انکار وہ شخص کرتا ہے جس کی طبیعت جامد یعنی بستہ اور افسردہ ہو کہ اُسے ذوق ہی نہیں ہے تو اُس کو نامرد کہا جاتا ہے جس کو لذتِ جماع سے واقفیت نہیں ہے اور اندھے کو جمال فائق سے نفع نہیں اور جو مصیبت میں نہ پڑا ہو وہ استرجاع (انا للہ و انا الیہ راجعون) نہ کہے گا پھر کیا انکار اُس دوست سے کیا جائے جس کا باطن شوق اور محبت سے پرورش یافتہ ہے اور وہ اپنی روح پرندہ کو نفسِ امارہ کے پنجرہ کی ضیق میں بند دیکھتا ہے۔ اُس کی رُوح کو جھونکے حبِ وطن کی ہَوا کے لگتے ہیں اور معرفت کی فوج کے طلایہ اُسے نظر آتے ہیں اور وہ نفس کے سبب پردیس میں ہے جدائی کے پیالے گھونٹ لے لے کر پی رہا ہے۔ مجاہدہ کے بار کے نیچے دبا ہے اور مشاہدہ یعنی عالم شہادت کی سوانح اُس سے نہیں اُٹھائی جاتیں اور ہر چند کثرتِ اعمال سے نفس کے منازل طے کرتا ہے مگر کعبۂ وصال کے پاس نہیں پہنچتا اور اُس کے لئے لٹکے ہوئے پردے نہیں کھولے جاتے تو لمبی لمبی سانس لے کر خوش ہوتا ہے اور سختی اور گزند کی شدت سے ہلاکت کے ساتھ راحت پاتا ہے اور نفس اور شیطان سے جو دونوں موانع اُس کے ہیں مخاطب ہو کر کہتا ہے :-

ایا جبلی نعمان باللہ خلیا | نسیم الصبا یخلص الی نسیمها
فان الصبا ریح اذا ما تبست | علی قلب محزون تجلت همومها
احد بردها او نشف منی حرارة | علی کبد لم یبق الا صمیمها
الا ان دائی بلیلی قدیمة | واقتل داء العاشقین قدیمها

ترجمہ :- نعمان کے دو جبل واللہ چھوڑ دو ۔ باد صبا کو مجھ تک آنے دو جھوم جھوم کر ۔ باد صبا عجب ہے جبکہ وہ چلے ۔ میرے دل حزیں پہ تو جاتے رہیں ہموم ۔ ٹھنڈک مجھے ملے کہ تشفی جگر کو ہو ۔ گرمی سے جس میں مغز رہ کھائیں نے تھام تھوم ۔ میرے مرض قدیم ہیں لیلے کے عشق کے ۔ ہو جو مرض قدیم مچاتا وہی ہے دھوم ۔"

اور شاید کہ منکر کہے محبت نہیں ہے مگر حکم کا بجالانا اور انہیں اس کے سوا کچھ جان پڑنا اور یہاں نہیں الا خوف اللہ تعالیٰ کا اور اُس محبت خاص کا وہ انکار کرتا ہے جو علماء راسخ اور ابدال مقرب کے ساتھ مختص ہے اور ہر گاہ اُس کے فہم قاصر میں یہ بات قرار پا چکی کہ محبت استدعا مثال اور خیال اور اجناس اور اشکال کی کرتی ہے تو قوم صوفیہ کی محبت سے اُس نے انکار کیا اور حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ قوم صوفیہ کے حضرات انیمان کے مرتبہ میں محسوس سے بھی کامل تر کو پہنچ گئے ہیں اور نفوس و ارواح کو کشف و اعیان کی شدت سے تصدق اور قربان کر دیا ۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آپؐ نے ایک لڑکے کا ذکر کیا جو پہاڑ پر بنی اسرائیل میں تھا ۔ اُس نے اپنی ماں سے کہا اماں آسمان کس نے پیدا کیا ؟ وہ بولی کہ اللہ نے ، کہا زمین کس نے پیدا کی ؟ وہ بولی کہ اللہ نے ، کہا پہاڑ کس نے پیدا کئے ؟ وہ بولی کہ اللہ نے ، بولا کہ ابر کس نے پیدا کیا ؟ وہ بولی کہ اللہ نے ۔ پھر اُس نے کہا کہ میں اللہ کے لئے ایک شان اور حال سنتا ہوں اور پہاڑ کے اُوپر سے گر پڑا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ۔

پس جمال ازلی الٰہی ارواح کے لئے منکشف ہے جو عقل کے لئے کمیت نہیں ہے اور نہ فہم کے لئے مفسر ہے ۔ اس واسطے کہ عقل عالم شہادت کی موکل اور مفوض ہے وہ اللہ سبحانہ سے راستہ نہیں پاتی ہے مگر وجود محض ملک اور شہود کے حریم

کی طرف اُس کو راہ نہیں ملتی جو غیب کے پردہ میں تجلی کرنے والی رواح کے لئے ظاہر ہونے والا ہے اور مطالبۂ جمال سے یہ مرتبہ خاص مرتبہ ہے اور عالم تر اُس سے جو مرتبۂ محبت خاص کے عام چھوڑ کر ہیں۔ وہ جمال کمال کا دیکھتا ہے کبریاء اور جلال سے اور عطیات و نوال کے استقلال سے اور اُن صفات سے جو منقسم اُن اشیاء کی طرف ہیں جو ظاہر اُن سے ابدوں میں ہوئیں اور ازلوں میں ذات کی لازم ہیں

پس کمال کا ایک جمال ہے جو حواس سے ادراک اور قیاس سے اُس کا استنباط نہیں ہوتا اور اس جمال کی دید میں محبین کے ایک گروہ نے شروع کیا جو تجلی صفات سے مخصوص ہیں اور اُس کے موافق اُن کو ذوق اور شوق اور وجد اور سماع میں حاصل ہے اور اولین کو تجلی ذات سے ایک حصّہ عطا ہُوا تو اُن کا وجد علی قدر وجود ہے اور سماع ان کا بحد شہود ہے۔

اور بعضے مشائخ سے حکایت ہے کہ ہم نے ایک جماعت اُن لوگوں کی دیکھی جو پانی اور ہوا پر چلتے ہیں سماع سُننے میں اور اُس پر وجد کرنے میں اور سماع کے وقت وہ دیوانے مست ہو جاتے ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ہم ساحل پر تھے تو ہمارے بعض بھائیوں نے سُنا تو وہ پانی پر تبصرف آمد و رفت کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ وہ اپنے مکان کو واپس آئے۔ اور نقل ہے کہ بعضے ان حضرات سے سماع کے وقت آگ پر لوٹتے تھے اور اُس سے اُن کو خبر نہیں ہوتی تھی اور نقل ہے کہ بعض صُوفیہ کو سماع کے وقت وجد پیدا ہُوا تو شمع لی اور اپنی آنکھ میں کر لی۔ ناقل نے کہا کہ مَیں اُس کی آنکھ کے قریب ہُوا کہ دیکھوں تو مَیں نے آگ یا نور کو دیکھا کہ اُس کی آنکھ سے نکلتا تھا اور شمع کی آگ کو رد کرتا تھا۔

اور شیخ ابو طالب مکّی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ ہم اگر سماع سے مجمل مطلق غیر مقید مفصل انکار کریں تو ستر صدیق کے اوپر انکار ہوتا ہے اور اگرچہ ہم جانتے ہوں کہ انکار قرار اور عباد کے قلب سے اقرب ہے مگر ہم ایسا نہ کریں گے اس واسطے کہ ہم وہ جانتے ہیں جو وہ نہیں جانتے اور ہم نے سلف کے صحابہ اور تابعین سے وہ سُنا ہے جس کو وہ نہیں سُنتے اور یہ قول شیخ کا اس سبب سے ہے کہ

اُن کو احادیث اور آثار کا بڑا علم تھا جس کے ساتھ ہی اجتہاد اور تحری صواب کا مرتبہ حاصل تھا مگر ہم اہل انکار کے لئے زبانِ معذرت کھولتے ہیں اور ہم اُن کے لئے توضیح سے کہتے ہیں کہ فرق کیا ہے اُس سماع میں جو اختیار کیا جائے اور اس سماع میں جن سے انکار کیا جائے۔ اور شبلی نے ایک کو یہ گاتے ہوئے سُنا ؎

سلمیٰ کو پوچھتا ہوں ہے مخبر کوئی بھی یاں جس کو یہ علم ہو کہ اترتی وہ ہے کہاں

تو شبلی رحمہ اللہ نے ایک نعرہ مارا اور کہا نہیں واللہ کوئی مخبر اُس کا دو عالم میں نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وجد صفات باطن کا سر ہے جس طرح کہ طاعت صفات ظاہر کا سر ہے۔ اور ظاہر کی صفات حرکت اور سکون ہے اور باطن کی صفات احوال اور اخلاق ہیں۔ اور ابو نصر سراج نے کہا ہے کہ اہل سماع کے تین طبقہ ہیں۔ پس ایک قوم وہ ہے جو اپنے سماع میں جو وہ سُنتے ہیں اُس میں اپنی نسبت مخاطباتِ حق کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ایک قوم وہ ہے کہ اُن چیزوں سے جو سُنتے ہیں اپنے احوال اور مقام اور اوقات کے مخاطبات کی طرف رجوع کرتے ہیں تو یہ لوگ علم سے ارتباط اور صدق سے مطالبہ رکھنے والے اُن چیزوں میں کہ وہ اللہ کے لئے اُس سے اشارہ کرتے ہیں اور ایک قوم وہ فقراء مجرد ہیں جنہوں نے علائق قطع کر ڈالے اور اُن کے قلوب محبت دُنیا اور جمع و منع سے ملوث نہیں ہوئے۔ سو یہ لوگ اپنے قلب کے خوش کرنے کے لئے سُنتے ہیں اور اُن کے لئے سماع لائق ہو اس واسطے کہ وہ سب آدمیوں کی نسبت زیادہ سلامت کے قریب ہیں اور سب سے زیادہ فتنہ سے بچے ہوئے ہیں اور جو لوگ دنیا کی محبت میں ملوث ہیں تو اُن کا سماع طبیعت اور تکلّف کا سماع ہے۔

اور بعضے صوفیہ سے سوال کیا گیا ہے کہ سماع میں تکلّف کیا چیز ہے تو کہا کہ یہ دو قسم کا ہے۔ ایک تکلف سُننے والے میں طلب جاہ یا نفع دنیوی کے لئے ہے اور یہ فریب اور خیانت ہے اور ایک تکلف اُس میں حقیقت کی طلب کے لئے ہے۔ جیسا کہ کوئی وجد کو تواجد سے طلب کرے اور وہ بمنزلہ اُس کے ہے کہ بہ تکلف گریہ جائز کرے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ ہیئت اجتماع بدعت ہے

اُسے جواب دیا جائے کہ بدعت محذور اور ممنوع وہ بدعت ہے کہ کسی سنت مامور کو مزاحم ہو اور جو اس صفت کی نہ ہو تو وہ جائز ہے اور یہ ایسا ہے کہ جس طرح کوئی آنے والے کے لئے اُٹھ کھڑا ہو سو یہ قیام پہلے نہ تھا اور عرب کی عادت میں اس کا ترک تھا۔ یہاں تک کہ منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور آپؐ کے واسطے قیام نہیں کیا جاتا اور جن شہروں اور ملکوں میں کہ یہ قیام اُن کی عادت ہے تو جب مدارات و قلوب خوش کرنے کے لئے یہ قیام قصد کیا جائے تو جائز ہے۔ اس واسطے کہ ترک اُس کا دلوں کو وحشت دلاتا ہے اور سینوں کو غصہ سے بھرتا ہے پس یہ قیام عشرت اور حسن صحبت کے قبیل سے ہو گا اور ایسی بدعت جائز ہو گی اس واسطے کہ وہ کسی سنتِ مامورہ کی مزاحمت نہیں کرتی ۔

تئیسواں[۲۳] باب

اُن سماع کے بیان میں جو ردّ اور انکار کی رُو سے ہے

ہم صحت سماع کی وجہ بیان کر چکے ہیں اور جو اہلِ صدق کے لائق اُس سے ہے اور جہاں فتنہ اُس کے طریق میں پھیل گیا اور عصمت اُس میں جاتی رہی اور حرص کے مارے بہت اقوام نے اُس کا اہتمام کیا جن کے اعمال تھوڑے ہیں اور احوال اُن کے بِگڑ گئے ہیں اور سماع کے لئے بہت اجتماع کثرت سے کئے اور اکثر اوقات اُس جماؤ کے لئے کھانے پکائے جاتے ہیں جس کے لئے نفوس اس حال کے طلب کرتے ہیں نہ اس لئے کہ اُن کے دلوں میں سماع کی رغبت ہے جیسا کہ صادقین کی سیرت اور عادت تھی تو سماع معلول ہو جاتا ہے کہ نفوس اُس کی طرف مائل اس لئے ہوتے ہیں کہ کھانے خوب کھائیں اور لہو و لعب اور غفلت کے مقام میں مزے اُڑائیں اور یہ عملدرآمد مرید کے اوپر ترقی کی خواہش کو قطع کرتی ہے اور اُس کے طریق سے اوقات کا ضائع کرنا اور عبادات سے کم فائدہ اٹھانا ہے اور اس اجتماع میں رغبت اس واسطے ہوتی ہے کہ طبیعت کی چہیتی چیزیں ملیں اور عیش و عشرت اور لہو و طرب سے خوش ہوں اور پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ اجتماع اہلِ صدق کے نزدیک

مردود ہے اور مشہور قول ہے کہ سماع عارف کے سوا دوسرے کے لئے صحیح نہیں ہے اور مبتدی مرید کے لئے مباح نہیں ہے۔ اور جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جب تم مرید کو دیکھو کہ وہ سماع چاہتا ہے تو جان لو کہ اس میں بطالت کا بقیہ ہے۔

اور کہتے ہیں کہ جنیدؒ نے سماع کا سُننا چھوڑ دیا تو اُنہیں کہا گیا کہ پہلے آپ سُنا کرتے تھے تو کہا کس کے ساتھ؟ اُس نے کہا کہ اپنے نفس کے لئے آپ سُنتے تھے تو فرمایا کہ کس سے اس واسطے نہیں سُنتے تھے مگر اہل سے اور اہل کے ساتھ سُنتے تھے جب کہ بھائی گم اور ناپید ہو گئے تو چھوڑ دیا۔ پس سماع کو اختیار نہیں جہاں اُس کو اختیار کیا مگر شرائط اور قیود اور آداب کے ساتھ کہ اُس آخرت کو یاد کرتے تھے اور بہشت کی رغبت کرتے اور دوزخ سے ڈرتے تھے اور اس سے زیادہ اُن کی طلب ہوتی تھی اور اس سے ان کے احوال سنورتے تھے اور یہ ان کو بعض اوقات اتفاق ہوتا تھا نہ یہ کہ اس کو عادت اور معمول بنا دیں حتیٰ کہ بڑے بزرگوں نے اوراد کو چھوڑ دیا۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ کتاب قضا میں کہا ہے کہ راگ لہو و گمراہی ہے کہ باطل سے مشابہ ہے اور کہا جس نے اُس کی کثرت کی وہ نادان سبک عقل ہے اُس کی شہادت ردّ کی جائے۔ اور اصحاب شافعی نے اُس پر اتفاق کیا ہے کہ غیر محرم عورت سے سماع کا سُننا جائز نہیں ہے خواہ وہ آزاد ہے یا لونڈی ہو مُنہ کھولے ہو یا کہ حجاب میں ہو۔

اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ لکڑی سے آواز نکالنے کو مکروہ جانتے تھے اور فرماتے کہ زندیقوں نے اُس کو ایجاد کیا ہے تاکہ قرآن سے اُس کے ساتھ مشغول ہوں اور کہا اس کا مضائقہ نہیں کہ الحان اور خوش آوازی کے ساتھ قرآن پڑھیں جس طرح پر ہو اور مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ ہے جب ایک شخص لونڈی خریدے اور اس کو گا بن پایا تو اُس کے لئے جائز ہے کہ اس عیب کے سبب واپس کر دے اور وہ کل اہلِ مدینہ کا مذہب ہے اور اسی طرح امام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ اور راگ سُننا داخلِ گناہ ہے اور اس کو چند فقہاء نے مباح کیا ہے

اور جن فقہاء نے اُسے مباح کیا ہے وہ بھی بہ اعلان اُس کا مساجد اور بزرگ مقامات میں سُننا نہیں درست سمجھتے اور اس تفسیر میں کہا گیا ہے: ومن الناس من یشتری لھوالحدیث ۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ وہ راگ اور اُس کا استماع ہے۔ اور اس آیت کے معنی میں کہا گیا ہے وانتم سامدون ۔یعنی تم گانے والے ہو۔

عکرمہؓ نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے ہے کہ لغت حمیر میں وہ راگ ہے اہل یمن بولتے ہیں سمد فلانؒ ۔جبکہ اُس نے گانا گایا اور قول اللہ تعالےٰ واستفزز من استطعت منھم بصوتک ۔اس میں مجاہد نے کہا کہ راگ اور مزامیر ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے ابلیس نے پہلے پہل نوحہ کیا ہے اور اوّل اوّل گانا گایا۔

اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس کے سوا نہیں کہ دو آواز بدکار سے نہی کیا گیا ہوں ایک آواز جو خوشی کے وقت ہو اور ایک آواز جو مصیبت کے وقت ہو۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے نہیں گایا اور نہ میں نے استماع کیا اور نہ عضو کو میں نے داہنے ہاتھ سے چھُوا اُس وقت سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ راگ دل میں نفاق اُگاتا ہے۔

اور روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنی قوم پر گزرے جبکہ احرام حج باندھے ہُوئے تھے اور اُن میں ایک شخص گاتا تھا تو آپ نے کہا خبردار اللہ تعالیٰ تمہاری نہ سُنے گا۔ اور روایت ہے کہ قاسم بن محمدؒ سے ایک شخص نے راگ کی بابت سوال کیا تو کہا میں اُس سے تجھے روکتا ہوں اور تیرے لئے اسے میں مکروہ جانتا ہوں۔ کہا کہ کیا وہ حرام ہے؟ کہا کہ اے شخص دیکھ جب اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل الگ کر دیا ہے اُن میں سے کس میں غنا گردانا جائے۔ اور فضیل بن عیاضؒ نے کہا ہے کہ راگ زنا کا منتر ہے۔ اور ضحاک سے ہے کہ غنا قلب کا بگاڑنے والا

ہے اور پروردگار کا غصّہ دلانے والا ہے۔

اور بعض صوفیہ نے کہا ہے غنا، سے اپنے تئیں بچاؤ کہ وہ شہوت بڑھاتا ہے اور مروت کو کھوتا ہے اور وہ شراب کی نیابت کرتا ہے اور کرتا ہے وہ کام جو نشہ کرتا ہے اور یہ جو قائل نے کہا ہے صحیح ہے اس واسطے کہ موزوں طبیعت راگ اور وزن سے ہوش میں آتی ہے اور طبیعت دار آدمی راگ کے وقت وہ چیزیں پسند کرتا ہے جس کو وہ پسند نہیں کرتا تھا۔ چٹکی بجانا، تالی دینا اور ناچنا اور اُس سے فعل ایسے صادر ہوتے ہیں جو سبک عقلی پر دلیل ہیں۔

اور خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ فرمایا ان مسلمانوں کے طریق سے نہیں ہے۔ اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ حضرت نے شعر سُنے ہیں وہ راگ کے مباح ہونے پر دلالت نہیں کرتا اس واسطے کہ شعر ایک کلام منظوم ہے اور جو شعر نہ ہو وہ کلام منثور ہے۔ پس اُس کا اچھا اچھا ہے اور بُرا اس میں کا بُرا ہے اور غنا تب ہی ہوتا ہے کہ الحان سے ہو اور اگر منصف انصاف اور اہلِ زمان کے اجتماع میں اور گوئیے کے دف سمیت بیٹھنے اور غزل خوان کی شباہت میں غور اور فکر کرے اور اپنے دل میں تصوّر کرے کہ آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اس نشست کی مثل کبھی ہوئی ہے اور آیا قوال غزل خوان کو اس مجلس میں بلایا اور اُس کے سننے کے لئے جمع ہو کر بیٹھے ہیں تو اس میں شک نہیں ہے کہ وہ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے اس کا انکار کرے گا اور اس میں اگر کوئی فضیلت ہوتی جو طلب کی جاتی تو اسے نہ چھوڑتے۔ پس جو اشارہ کرتا ہے کہ وہ فضیلت ہے کہ طلب کی جائے اور اس کے لئے اجتماع ہو وہ شخص معرفت احوال رسول اللہؐ اور صحابہ و تابعین کے ذوق سے بے بہرہ ہے۔

اور بعض متاخرین کے حال سے راحت حاصل کرتے ہیں اور اکثر لوگ اس میں غلطی کرتے ہیں اور جب کبھی اُن پر سلف ماضیہ سے حجّت اٹھائی جاتی ہے تو وہ متاخرین کی دلیلیں پیش کرتی ہیں اور حالانکہ سلف کے لوگ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تھے اور ان کی ہدایت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے مشابہ تر ہے۔

اور اکثر فقرا قراۃ قرآن میں بلا غلبہ بہت چیزیں ظاہر کرتے ہیں۔

عبداللہ بن عروہ بن زبیر نے کہا کہ میں نے اپنی دادی اسماء بنت ابی بکرؓ سے پوچھا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے جب اُن کے سامنے قرآن پڑھا جاتا تھا تو کہا کہ وہ تھے اُس حالت میں جیسا کہ اُن کا اللہ تعالیٰ نے وصف کیا ہے کہ آنکھیں اُن کی آنسو بہاتی ہیں اور بدن پر اُن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کہا کہ میں نے کہا آج کے زمانہ میں جب قرآن لوگوں کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ان میں کوئی شخص غش کھا کر گرتا ہے۔ میری دادی نے کہا کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ط۔

اور روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اہل عراق سے ایک شخص پر گزرے کہ وہ گرا پڑتا ہے کہا اس کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ جب اُس کے آگے قرآن پڑھا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر سُنتا ہے تو وہ گر پڑتا ہے تو ابن عمرؓ نے کہا ہم ہر آئینہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور گرتے نہیں ہر آئینہ شیطان ان میں سے ایک کے پیٹ میں دلہ آتا ہے ایسا نہیں اصحاب رسول اللہ کیا کرتے تھے۔

اور ابن سیرینؒ کے آگے اُن لوگوں کا ذکر کیا گیا جو گر پڑتے تھے اس وقت کہ قرآن پڑھا جاتا تو کہا ہمارے اور اُن کے درمیان ایک شخص ان میں کا گھر کی چھت پر دونوں پاؤں اپنے پھیلا کر بیٹھے پھر اُس کے آگے قرآن اول سے آخر تک پڑھا جائے پھر وہ اگر اپنے کو گرا دے تو وہ سچا ہے اور یہ دل اُن سے انکار مطلق نہیں ہے اس واسطے کہ بعضے شیخوں کو اس کا اتفاق پڑا ہے مگر یہ کہ اُس بناوٹ کے باعث ہے جو اکثروں کے حق میں متوہم ہوتا ہے کہ کبھی ایسا تکلف اور ریاد کے سبب بعضوں سے ہوتا ہے اور بعضوں سے بایں وجہ ہوتا ہے کہ علم اُن کو کم ہے اور جہل اُن کا ہوئی سے ملا ہوا ہے۔ وجد سے تھوڑا سا اُن پر نازل ہوتا ہے۔ پھر اُسکی پیروی فضولیات سے کرتا ہے نہیں جانتا کہ یہ بات اُس کے دین کو ضرر پہنچاتی ہے اور کبھی وہ نہیں جانتا کہ یہ نفس کی طرف سے ہے لیکن استراق سمع مخفی طور پر کرتا ہے کہ وجد کو اُس حد سے باہر کرتا ہے جس پر سزاوار تھا کہ وہ ٹھہرا ہے اور یہ صدق کے خلاف ہے۔

نقل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو وعظ کیا تو ایک شخص نے اُن میں سے اپنا قمیض پھاڑ ڈالی تو موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ کُرتے والے سے کہہ دو کہ اپنا کُرتہ نہ پھاڑے اور اپنے قلب کو شرح وبسط دے۔ ولیکن جبکہ سماع کے شامل یہ ہو کہ کسی امرد لڑکے سے سُنے تو اُس وقت آفت پہنچتی ہے اور اہل دیانات پر اس کا انکار مقرر ہو گیا۔ بقیہ بن ولیدؒ نے کہا کہ کراہت کیا کرتے تھے اس بات سے کہ لڑکے امرد خوبصورت کی طرف دیکھیں۔ اور عطاؒ نے کہا ہر ایک نظر کہ قلب کو اس کی ہوئی ہو تو اُس میں خیر نہیں ہے۔ اور بعضے تابعین نے کہا ہے میں جوان تائب کے لئے اس قدر درندہ جانور ضرر رساں سے نہیں ڈرتا جس قدر کہ مجھے خوف اُس کے لئے غلام امرد سے ہے کہ اُس کے تئیں پہنچے۔

اور بعضے تابعین نے یہ بھی کہا ہے کہ لوطیہ تین قسم ہیں۔ ایک قسم وہ ہیں جو نظر کرتے اور دیکھتے ہیں اور ایک قسم ہے جو مصافحہ کرتے ہیں اور ایک قسم ہیں جو یہ عمل کرتے ہیں۔

پس طائفہ صوفیہ پر واجب ہے کہ ایسی جماعتوں سے پرہیز کریں اور تہمت کی جگہوں سے علیحدہ رہیں۔ اس واسطے کہ تصوف کل صدق ہے اور کل جد ہے۔ بعضے صوفیہ کا قول ہے کہ تصوف سراسر جد ہے اس میں کوئی چیز ہزل اور بے ہودگی کی نہ ملاؤ۔

پس یہ آثار سماع سے اجتناب اور پرہیز کرنے پر دلالت کرتے ہیں اور پہلا باب اُن بیانوں کے ساتھ جو اس میں ہے اُس کے جواز پر دلالت کرتا ہے، اپنے شرائط کے ساتھ اور اُن مکروہات سے دور ہونے کے ساتھ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور ہم نے قول فیصل کر دیا ہے اور قصائد اور غنا وغیرہ میں تفریق کی ہے۔ اور ایک جماعت صالحین سے تھی کہ وہ نہیں سُنتے تھے اور اُس کے ساتھ اُس شخص پر انکار نہیں کرتے تھے جو نیک نیتی سے سُنتا تھا اور ادب کی اُس میں رعایت کرتا تھا۔

⁂

چوبیسواں باب[۲۴]

قول فی السماع کے بیان میں جو علو اور استغنا کی رُو سے ہے

معلوم کرو کہ وجد اور حال سابقہ کو بتلاتا ہے جو مفقود ہو گیا ہو تو جس نے مفقود نہیں کیا تو وہ پائے گا بھی نہیں اور کھو بیٹھنا باہں علت ہے کہ بندہ کا وجود صفات کے وجود اور اُس کے بقایا کے سبب مزاحمت کرتا ہے۔ پس اگر بندہ خالص ہُوا تو آزاد خالص ہو گیا۔ اور جو آزاد خالص ہو گیا وہ شرک وجد سے رخصت اور الگ ہو گیا تو وجد کا شرک بقایا کا شکار کرتا ہے اور وجود بقایا کا عطیات کے کسی شَے کی مخالفت سے ہوتی ہے۔

اور حضرمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ کیا ہی دون اور پست اُس شخص کا حال ہے جو محتاج اُس کا ہو جو اُس کو جگہ سے اُکھیڑے تو وجد سماع محق کے حق میں اس نظر سے کہ وہ واجد کو جگہ سے ہلا دیتا ہے اور باطن میں اثر کرتا ہے اور ظاہر پر اُس کا اثر پیدا ہوتا ہے اور بندہ کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف بدل دیتا ہے ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ مبطل کے حق میں ہے اور اس کے سوا نہیں کہ محق اور مبطل کے حال میں اختلاف ہوتا ہے یعنی مبطل وجود ہوٰی کی وجہ سے وجد کرتا ہے اور محق ارادہ قلب کے وجود سے وجد کرتا ہے اور اسی واسطے کہا گیا ہے کہ سماع قلب میں کوئی چیز پیدا نہیں کرتا اور وہ فقط اُسی چیز کو جُنبش دیتا ہے جو قلب میں ہے۔

پس جو شخص کہ اُس کا باطن ماسوا اللہ سے متعلق ہے اُس کو سماع جنبش دیتا ہے تب وہ ہوٰی کے ساتھ وجد کرتا ہے اور جو شخص کہ اس کا باطن اللہ کی محبت سے متعلق ہے وہ ارادہ قلب سے وجد کرتا ہے تو مبطل حجاب نفس کے ساتھ محجوب ہے اور محق حجاب قلب سے محجوب ہے اور حجاب نفس ارضی تاریک ہے اور حجاب قلب آسمانی نورانی ہے اور جو شخص ایسا ہے کہ اُس نے سابقہ کو شہود کے ساتھ ہمیشہ ہونے کی وجہ سے نہیں مفقود کیا ہے اور وجود کے دامنوں سے لغزش سے نہیں پڑا ہے وہ نہ سماع سُنتا ہے اور نہ وہ وجد کرتا ہے اور اسی لحاظ سے بعض صوفیہ نے کہا ہے میں پورا سدیا جوج ہوں کہ کوئی قول میرے

اندر نفوذ اور اثر نہیں کرتا۔

اور ممشاد دنیوری رحمہ اللہ علیہ کا ایک قوم پر گزر ہوا جن میں ایک قوال تھا جب ان کو دیکھا تو چپ ہو رہے۔ تب آپ نے کہا کہ پھر جاؤ اُس چیز کی طرف جس میں تم تھے واللہ اگر دُنیا کے تمام کھیل میرے کان میں بھر جاتے میرے ارادہ کو باز نہ رکھتے اور نہ وہ بعض علت کو شفا دیتے جو میرے ساتھ ہیں۔

پس وجد روح گرفتار نفس کا چیخنا اور چلّانا ہے کبھی مبطل کے حق میں اور گرفتار قلب کا کبھی محق کے حق میں ہے تو وجد کا منبع روح روحانی محق اور مبطل کے حق میں اور وجد کبھی تو معانی کے سمجھنے سے ظاہر ہوتا ہے اور کبھی محض نغمات اور الحان سے تو جو معانی کے قبیل سے ہو مبطل کے لئے سماع میں نفس شریک روح ہوتا ہے اور محق کے لئے قلب شریک اُس کے ہوتا ہے اور جو محض نغمات کے قبیل سے ہو سماع کے لئے روح مجرد ہوتی ہے مگر مبطل کے لئے نفس استراق سمع کرتا ہے اور محق کے لئے قلب استراق سمع کرتا ہے اور وجہ اس کی کہ روح نغموں سے لذت حاصل کرتی ہے یہ ہے کہ عالم روحانی حسن اور جمال کا مجمع ہے اور وجود تناسب موجودات میں قولاً اور فعلاً مستحسن ہے اور شکل وصورت میں تناسب کا ہونا روحانیت کی میراث ہے تو جب رُوح نے نغماتِ لذیذ اور الحان متناسب سُنے تو بوجہ جنسیت اُس سے اثر قبول کیا۔ پھر یہ شرع کے ساتھ مصالح عالم حکمت کی وجہ سے مقید ہو گئے اور بندہ کے لئے دُنیا اور دین میں حدود کی رعایت میں مصلحت ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ روح نغمات سے اس لئے لذت پاتی ہے کہ نغمات کے ساتھ رُوح سے نفس نے ایماء خفی سے بات چیت ایسے رمز و اشارہ سے کی جیسے دو عاشق معشوق میں ہوتی ہے اور نفوس و ارواح میں تعاشق اصلی ہے جو نفس کے مؤنث ہونے اور روح کے مذکر ہونے کی طرف کھینچتا ہے اور مذکر اور مؤنث میں معاشقہ بالطبع واقع ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وجعل منها زوجها ليسكن اليها۔ اور بنایا اس سے جوڑا اُس کا تا کہ اُس سے آرام پائے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے قول میں اشعار

اور ابناء باہمی تلازم اور میل کی طرف ہے جو ائیلاف اور تعاشق کا موجب ہے اور نغمات سے رُوح لذت پاتی ہے۔ اس واسطے کہ دو متعاشق کے درمیان وہ چپتے فریبندہ بات کا کہنا ہے اور جس طرح عالم حکمت میں حوّا آدم سے پیدا ہوئیں۔ عالمِ قدرت میں روح روحانی سے نفس پیدا ہُوا تو یہ تالف اس اصل سے ہے اور یہ اس لئے ہے کہ نفس روح حیوانی ہے روح روحانی کے قرب سے مجلس ہوگیا اور اُس کی ہم جنسی اس طرح ہے کہ جنسِ حیوان کی ارواح سے ممتاز ہوگیا اس سبب سے کہ روح روحانی سے اُس کو شرف قرب تھا تو وہ نفس ہوگیا۔ پھر جبکہ نفس روح روحانی سے عالم قدرت میں پیدا ہُوا جس طرح کہ آدم حوا سے عالم حکمت میں پیدا ہوئیں۔

پس یہ تالف اور عشق ہمدیگر نسبت مؤنث و مذکر ہونے کے یہاں سے ظاہر ہُوا اور اس طریق سے رُوح نغمات سے خوش ہوتی ہے اس واسطے کہ وہ دو متعاشق ہیں مراسلات ہیں اور اُن دونوں کے بیچ میں مکالمہ ہے اور ایک قائل نے کہا ہے ؎

تکلم منا فی الوجود عیوننا   فنحن سکوت والھوٰی یتکلم

؎ بتلائیں آنکھ ہماری طرف سے وجود میں   ہم چُپ ہیں اور عشق ہے باتیں بتارہا

پھر جب رُوح نے نغمہ سے لذت اٹھائی تو نفس جس میں ہوٰی کی علت ہے اُس نے وجد کیا اور عارضی حدوث سے جنبش اُن چیزوں کے ساتھ کی جو اُس میں تھیں اور قلب نے جو ارادہ کا ملتجی تھا اُن چیزوں کے ساتھ حرکت کی جو اُس میں تھیں اس وجہ سے کہ روح میں ایک عارض موجود ہُوا ؎

شربنا واھرقنا علی الارض جرعۃ   وللارض من کاس الکرام نصیب

؎ میکشی کی اور زمین پر جرعہ ریزی ہم نے کی   ہے زمین کے واسطے جام کرامت سے نصیب

تو نفس مبطل اُس کے فلک قلب کے لئے زمین ہے اور قلب محق اُس کی روح کے آسمان کے لئے زمین ہے۔ پس مردوں کے مقام پر پہنچا ہوا اور صاحب جوہر جو اغراض احوال سے مجرد اور خالی ہے اس نے وادی مقدس میں نفس اور قلب کی

دونوں جوتیاں اُتار ڈالیں اور صدق کی بیٹھک میں بادشاہ صاحب اقتدار کی حضور میں قرار پکڑا اور خوشی منائی اور نورعیان سے اکان کے احرام کو جلا پھونک دیا اور اُس کی روح جو اپنے محبوب کے آثار دیکھنے میں مشغول ہے اپنے خالق کے ہر آئینہ و مبازی کی طرف مائل نہیں ہوئی تو جو کوئی حیران مشتاق ہو وہ دادخواہی عشاق کی فریادرسی کی فرصت نہیں رکھتا اور جس کا یہ حال ہو اُس کے سر کو سماع جنبش نہیں دیتا۔ یعنی گراں اور مکروہ جانتا ہے اور ہر گاہ حال یہ ہے کہ الحان یا وجود اپنے لطیف کانا پھوسی اور جینی فریبندہ باتوں کی اس روح کو پاتی اور اس سے نہیں جاملتی تو کس طرح اُسے سماع پاسکتا اور اس سے مل سکتا ہے اس طریق سے کہ معانی سمجھے جاویں اور وہ بہت بھدّا اور کثیف ہے اور جو کوئی اشارات لطیف کے اُٹھانے سے زاری کرے تو وہ عبارات کے بارِ گراں کا تحمل کس طرح ہوسکتا ہے اور اس سے قریب تر ایک عبارت ہے جو قریب الفہم ہے۔

وجد ایک وارد حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو اللہ کا ارادہ کرے تو اُس چیز پر قناعت نہیں کرتا جو من عنداللہ ہو اور جو شخص محل قرب میں متحقق بقرب ہُوا نہ اُس کو کھیل کھلاوے اور نہ اُس کو جنبش دیتی ہے وہ چیز کہ من عنداللہ ہو اس واسطے کہ وارد من عنداللہ بعد اور مسافت کی خبر دیتا ہے اور قرب یابندہ ہے وہ وارد کو لے کر کیا کرے اور وجد آتش ہے اور رب پانے والے کا قلب نوری اور نور آتش سے کہیں لطیف تر ہے اور کثیف لطیف کے اوپر متسلط نہیں ہے۔

پس جب تک کہ مرد رسیدہ اپنی راہِ استقامت پر ہمیشہ برابر چلتا ہے وجود کے جھگڑوں اور کشاکش کے سبب اپنے طریق معہود سے منحرف نہ ہو اُس کو وجد سماع نہیں پاتا۔ پھر اگر فتور اُس میں آیا اور اسے کسی قصور نے روکا اس باعث کہ ممتحن محسن کی طرف سے اس کا امتحان اور ابتلاء ہُوا تو وہ ابتلا کی طرح طرح کی محنتوں سے موافقت اور سازگاری کرتا ہے یعنی اُس پر ایک وجود پہنچتا ہے جس کو واجد پاتا ہے اس سبب سے کہ آزمائش اور ابتلا کے

وقت بندہ حجاب قلت کی طرف عود کر آتا ہے تو جو شخص حق کے ساتھ ہے جب اُسے لغزش ہو تو قلب پر گرتا اور تنزل کرتا ہے جو شخص قلب کے ساتھ ہے جب وہ پھسلے تو نفس پر واقع اور تنزل ہوتا ہے اپنے بعضے مشائخ سے مَیں نے سُنا ہے کہ وہ بعض صُوفیہ سے حکایت کرتے ہیں کہ ہر آئینہ سماع سے اُن کو وجد ہُوا تو اُن سے پوچھا کہ کہاں تمہارا حال اور کہاں یہ وجد۔ جواب دیا کہ ایک داخل ہمارے اوپر آیا کہ ہمیں اس گھاٹ پر اُتار دیا۔ بعضے اصحاب سہل نے بیان کیا کہ برسوں میں سہل کے ساتھ رہا کبھی مَیں نے ان کو نہیں دیکھا کہ کسی چیز سے متغیر ہوئے ہوں جو ذکر اور قرآن سے سُنا کرتے۔ پھر جبکہ اُن کی عمر آخر کو پہنچی اُن کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی: لا یوخذ منکم فدیۃ یعنی تم سے کوئی فدیہ نہ لیا جائے گا تو آپ کپکپائے اور قریب تھا کہ گر پڑیں تو مَیں نے اُس کا حال پوچھا۔ کہا مجھے ضعف آگیا تھا۔ اور ایک دفعہ یہ آیت سُنی تھی: الملک یومئذن الحق للرحمٰن، آج کے دن بادشاہت حق رحمٰن ہے تو آپ پڑھنے لگے تو ابن سالم نے آپ سے سوال کیا جو آپ کے یار تھے کہا ہر آئینہ مجھے ضعف آگیا۔ پھر آپ سے کہا گیا کہ اگر یہ ضعف ہے تو قوت کیا ہے؟ کہا قوت یہ ہے کہ ہر آئینہ کامل اُس پر کوئی وارد نہیں آتا مگر یہ کہ اپنی قوت حال سے اس کو بچاتا ہے۔

پس اُس کو کوئی وارد متغیر نہیں کرتا اور اسی قبیل سے ہے قول ابی بکرؓ کا۔ ہکذا کنا حتیٰ قست القلوب یعنی ایسے ہی ہم تھے حتیٰ کہ دل سخت ہو گئے جب کہ ایک شخص کو قرآن کے پڑھتے وقت روتے دیکھا اور قول آپ کا قست یعنی سخت اور صلب ہو گیا اور قرآن کی سماعت خمیر میں پڑ گئی اور اُس کے انوار سے مالوف اور مانوس ہو گئے۔ پس کوئی نئی چیز وہ نہیں پاتے تاکہ متغیر ہوں اور صاحبِ وجد اُس کی مثال ہے جس کو نئی چیز معلوم ہو اور اسی واسطے بعضے صوفیہ نے کہا ہے ہمارا حال نماز کے پہلے جیسے ہمارا حال نماز کے اندر ہے اشارہ اس سے ہے کہ حال شہود کو استمرار ہے۔ پس اسی طرح سماع میں ایسا ہے جیسا سماع سے پہلے تھا۔

اور جنیدؒ نے کہا کہ وجد فضل علم کے ساتھ مضر نہیں ہے اور فضل علم فضل وجد سے بہت پورا ہے اور شیخ حماد رحمہ اللہ سے ہمیں پہنچا ہے کہ وہ کہا کرتے کہ اگر یہ بقیہ وجود سے ہے اور یہ سب قریب المعنیٰ قول ہیں۔ مگر اُس شخص کے لئے جو اُس معنی میں اشارہ جانتا ہو اور سمجھتا ہو اور ایسا شخص نادر الفہم اور نادر الوجود ہے اور معلوم کرو کہ گریہ کرنے والوں کے لئے مختلف موجد سماع کے وقت ہیں اُن میں سے بعضے خوف سے روتے ہیں اور بعضے شوق کے مارے روتے ہیں۔ اور کوئی ایسا ہے کہ وہ خوشی کے افراط سے روتا ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎

طفح السرور علی حتیٰ انسنی | من عظمہ ما قد سرنی ابکانی
اُمڈا ہے تن بدن میں سرور اسقدر کہ میں | عظمت سے اُسکی جس نے کیا خوش تھا رو دیا

شیخ ابوبکر کنانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عوام کا سماع طبیعت کی متابعت سے ہے اور مریدوں کا سماع خوف و رجاء سے ہے اور اولیاء کا سماع نعمتوں اور آلاء کے دیکھنے سے ہے اور عارفوں کا سماع مشاہدہ سے اور اہلِ حقیقت کا سماع کشف اور عیان سے ہے اور اُن میں سے ہر ایک کے لئے ایک مصدر اور مقام ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ موارد اُترنے میں پھر ایک شکل سے یا ایک موافق سے ملتے ہیں تو جو وارد شکل سے ملا اُس سے مل گیا اور جو وارد موافق سے ملا ہے ٹھہرا دیا اور یہ سب ارباب سماع کے مواجید اور احوال ہیں اور جس کو ہم نے ذکر کیا اس شخص کا حال ہے جو سماع سے بلند اور مرتفع ہے اور یہ اختلاف اقسام بکا کے اختلاف پر واقع ہے جس کو ہم نے خوف اور شوق اور فرح سے بیان کیا ہے اور اُن میں سے اعلیٰ درجہ کا بکاء فرح ہے جیسے کوئی شخص آئندہ مدت کے بعد بعد اپنے گھر میں آتا ہے تو اہل کے دیکھنے کے وقت خوشی کی کثرت اور قوت سے روتا ہے اور گریہ میں ایک اور مرتبہ ہے جو اس سے بھی نایاب تر ہے اُس کا بیان نادر ہے اور اس کی شرح بھی نادر ہے اور اُس کا بیان اس وجہ سے کہ فہم اس کے ادراک سے قاصر ہے بڑا معلوم ہوتا ہے تو اکثر اس کا بیان انکار کے مقابلہ میں ہوتا اور غرور سے اُس پر جفا ہوتی ہے اِلّا

اُسے جانتا ہے جو اُسے قدماً و وصولاً پاتا ہے یا اُس کو بڑی بحث اور مثالوں سے سمجھتا ہے اور وہ بکاء وجدان بکاء فرح کے علاوہ ہے اور وہ حق الیقین کے بعض مواطن میں پیدا ہوتا ہے اور دنیا میں حق الیقین سے تھوڑے اوتار ہیں تو اُس کے بعض مواطن میں بکا پایا جاتا ہے۔ اس وجہ سے کہ محدث اور قدیم میں تفائر اور بتائن ہوتا ہے۔

پس بکا ایک ترشح ہوتا ہے جو حدوث کے وصف سے ہے اس سبب سے کہ عظمت رحمٰن کی سطوت شعلہ زنی کرتی ہے: ویقرب من ذٰلک مثلا فی الشاھد قطرالغمام بتلاقی مختلف الاجرام۔ اور یہ وجد ہر چند عزیزالوجود ہے بقیہ پر مشعر ہے جو فناء صرف کے قدح کرتا ہے۔ ہاں کبھی فنا میں بندہ اس حال سے متحقق ہوتا ہے کہ آثار سے بالکل پاک اور منزہ ہو اور انوار میں ڈوبا ہو اور ازاں بعد اس سے مقام بقا کو ترقی کرے اور اُس کو ایسا وجود پھر دیا جائے جو مطہر ہو تو بکا کے اقسام اُس کی طرف عائد ہوتے ہیں خوف اور خوشی سے اور شوق سے اور وجدان سے کہ صورت میں اُن کے مشاکل اور مبائن ان کے حقائق سے ہو۔ ایک فرق لطیف کے ساتھ جس کو اُسے لوگ ادراک کرتے ہیں اور اس صورت میں سماع سے بھی ایک قسم اُس پر عود کرآتی ہے اور یہ قسم اُس کے لئے مقدور ہے اور اُس کے ساتھ مقہوری لیتا ہے اُسے جب وہ چاہتا ہے اور ردّ کرتا ہے جب چاہتا ہے اور یہ سماع متمکن سے اُسی نفس کے ساتھ ہوتا ہے جو مطمئن ہو اور روشن ہو اور اپنی طبیعت کی مبائن ہو اور طمانیت اپنی حاصل کی ہو اور روح نے اُسے ایک معنی اُس میں سے سکھلا دیئے ہیں تو اس کا سماع نفس کے لئے ایک قسم کا تمتع اور انتفاع ہے جس طرح لذات اور شہوات سے تمتع حاصل کرتا ہے نہ کہ یہ اُس کا نفس ایسا ہوتا ہے کہ بیٹا باپ کی گود میں کہ اُس کو بعض اوقات بعضی خواہشوں میں خوش کر دیتا ہے۔

اور اسی قبیل سے ہے یہ نقل کہ آیا محمد الراشی اپنے یاروں کو سماع میں مشغول کرتے اور آپ اُن سے ایک طرف گوشہ میں جا کر نماز پڑھتے تو ہر آئینہ ان نغمات

نے ایسا ہی راستہ پایا ہے جیسا کہ اُس مصلی نے پایا ہے تو اُسے نفس خوش اس سے ہو کر مل بیٹھا اس واسطے روح کا مورد انس میں صفائی کے سبب اُس وقت زیادہ ہوتا ہے کہ روح نے نفس اپنی تمتع اور انتقاع میں دوا ہے کیونکہ نفس باوجود ظلمانیت کے اپنی جبلت اور بناوٹ کے سبب موصوف با جنبیت ہوتا ہے اور اُس کے بعد میں فتوح سے اقسام روح اور اُس کے حصے وافر ہو جاتے ہیں اور اُس کے کان میں نماز کے وقت الحان کا راہ پانا اُس کی اور اُس کی حقیقت مناجات اور کلام تنزیل کے ختم میں درمیان مکر اور حیلہ کرنے والا نہیں ہے اور وہ اقسام بلا مزاحمت اپنے اپنے محل تک پہنچ جاتے ہیں اور کوئی مزاحمت نہیں ہے اور یہ سب اسی وجہ سے ہے کہ ایمان کے ساتھ کی سینہ کی شرح کو وسعت ہے۔ اور اللہ تعالےٰ محسن اور منان ہے۔

اور اسی واسطے کہا گیا ہے کہ سماع ایک قوم کے لئے مثل دوا ہے اور ایک قوم کے لئے مثل غذا اور ایک قوم کے لئے پنکھے کے مثل ہے اور اقسام بکا کے عود سے جو مروی ہے یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُبی سے فرمایا کہ کلام مجید پڑھ۔ انہوں نے عرض کی میں آپؐ کے سامنے پڑھوں اور حالانکہ آپؐ کے اوپر نازل ہوا ہے تو حضورؐ نے فرمایا مجھے رغبت ہے کہ اُسے میں اپنے غیر سے سُنوں۔ پھر سورۃ النساء پڑھنی شروع کی۔ یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچے: فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ھولاء شہیدا۔ یعنی پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر ایک امت سے ایک ایک گواہ بلائیں اور تجھے ان سب پر شہادت کے لئے بلائیں تو یکایک حضرتؐ کی دونوں آنکھیں اشک ریزاں تھیں۔

اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کے سامنے آئے اور ہاتھ سے اُس کو مَلا اور پھر اپنے دونوں لب اُس پر رکھ کر دیر تک روتے رہے اور کہا اے عمرؓ! یہاں اشک گرا کرتے ہیں اور متمکن جو ہے اس کی طرف اقسام بکاء عود کرتے ہیں اور اس میں ایک فضیلت ہے جس کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا ہے اور فرمایا: اللھم ارزقنی عینین ھطالتین یعنی اے اللہ!

میری روزی مجھے کر دو آنکھیں جو بہت اشک ریزاں ہوں اور بکاء فی اللہ ہو پھر للہ اور پھر باللہ ہو اور وہ اتم ہے کہ یہ اُس کی طرف ایک وجود جُدا گانہ کے ساتھ جو اُس کو کریم منان سے مقام بقا میں عطا کیا گیا ہے اس کی طرف عود کرتا ہے۔

پچیسواں باب[۲۵]

قول فی السماع کے بیان میں ادب اور توجہ کیساتھ ہے

اور یہ باب آداب سماع اور حکم جامہ دری اور اشارات مشائخ پر جو اسمیں ہیں اور جو چیزیں کہ اس میں ماثور منقول اور معذور ممنوع سے ہے اُن سب پر مشتمل ہے کہ بناء تصوف جملہ احوال میں صدق پر ہے اور وہ جد یعنی درستی اور کوشش بالکل ہی صادق کے سزاوار نہیں ہے کہ وہ ایسی مجلس میں جانے کا ارادہ کرے جس میں راگ ہوتا ہو مگر جبکہ اللہ تعالیٰ کے لئے نیت کرلے اور اپنی ارادت اور طلب میں اُس کی ترقی کی امید ہو اور نفس کے کسی ہویٰ کی طرف مائل ہونے سے پرہیز کرے پھر استخارہ پہلی مجلس میں جانے کے لئے کرے اور اللہ تعالےٰ سے برکت کا اس میں سوال کرے جبکہ وہ جانا چاہے اور جب مجلس میں آئے تو صدق اور وقار کو ہاتھ اور پاؤں کے سکون سے لازم رکھے۔

ابوبکر کتانی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے مستمع پر واجب ہے کہ وہ اپنی سماع میں اس سے راحت ایسی حاصل نہ کرے جس سے سماع اُس کے وجد یا شوق یا غلبہ وارد کو برانگیختہ کرے اور وارد اُس کا ہر ایک حرکت اور سکون اُس سے کھودے تو صادق وجد سے بچے اور اُس میں حرکت سے پرہیز کرے جب تک ہو سکے علی الخصوص جب کہ شیخوں کی حضوری میں ہو۔

حکایت ہے کہ ایک جوان جنیدؒ کی صحبت میں رہتا تھا اور جب کبھی کوئی چیز سُنی نعرہ مارا اور متغیر ہو گیا تو آپ نے اُس سے ایک روز کہا کہ آج کے بعد اگر تجھ سے کوئی چیز ظاہر ہوئی تو میری صحبت میں مت بیٹھ، تو اُس کے بعد وہ اپنے تئیں ضبط کرتا اور بسا اوقات اُس کے ہر ایک بال سے عرق کے قطرے ٹپکا کرتے۔ پھر جبکہ

ایک دن ان دنوں سے آیا ایک سخت نعرہ مارا اور رُوح اس کی نکل گئی تو صدق سے نہیں ہے کہ بلاوجد نازل وجد کا اظہار یا حال کا دعویٰ بغیر حال کے حاصل کرے اور یہ عین نفاق ہے۔ مشہور ہے کہ نصیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سماع کے بڑے حریص تھے تو اس میں لوگ بہت غصہ کرتے، کہا ہاں وہ اس سے بہتر ہے کہ ہم بیٹھیں اور غیبت کریں۔ تو ان سے ابوعمرو بن مجید وغیرہ اُن کے بھائیوں نے کہا افسوس ہے ابا القاسم سماع کی لغزش بدتر ہے اتنی اور اتنی برسوں سے کہ ہم لوگوں کی غیبت کرتے ہیں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ سماع کی لغزش اشارہ اللہ تعالےٰ کی طرف ہے اور کھلے جھوٹ سے حال کا مزوج اور معطر کرنا ہے اور اس میں کئی گناہ ہیں ایک تو اُن میں سے یہ ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ پر جھوٹ لگاتا ہے کہ اُس کو اللہ تعالیٰ نے ایک چیز بخشی ہے اور حالانکہ بخشی نہیں۔ اور اللہ پر جھوٹ لگانا سب گناہوں سے بدتر ہے اور ایک اُن میں سے یہ ہے کہ بعض حاضرین کو فریب دینا ہے کہ اس کی نسبت حسن ظن کریں اور فریب دینا خیانت یعنی دوغلی اور ناراستی ہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ہمیں فریب دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے اور ایک اُن میں سے یہ ہے کہ ہرگاہ وہ مبطل ہے اور چشم صلاح سے اپنے کو دکھلاتا تو عنقریب اُس سے ظاہر وہ امر ہو جائے گا جو اہلِ اعتقاد کے عقیدہ کو فاسد کر دے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اور لوگوں کی نسبت جو اُس کے امثال ہیں اس کا اعتقاد خراب ہو جائے گا۔

پس اہلِ صلاح کے حق میں فساد عقیدہ کا سبب پیدا کرنے والا ہو گا اور اس سے نقصان اُس شخص کو پہنچے گا جو حسن ظن رکھتا ہے اور اس سے صالحین کی مدد بند ہو جائے گی اور اس سے بہت کچھ آفتیں پیدا ہوں گی جس سے اُس شخص پر مشکل پڑے گی جو اس سے بحث کرے گا اور ایک اُن میں سے یہ ہے کہ حاضرین کو اُن کے قیام اور قعود میں موافقت کی ضرورت پیش آئے گی تو وہ اپنے جھُوٹ سے لوگوں کا بتکلف تکلیف دینے والا ٹھہرے گا اور جماعت میں وہ شخص موجود ہو کہ نورِ فراست سے دیکھتا ہے کہ وہ جھُوٹا ہے اور اپنے نفس پر مجلس کی

موافقت کو مدارات سے اُٹھاتا ہے اور گناہوں کی شرح اس میں بہت ہوتی ہے تو چاہیئے کہ اپنے اللہ پروردگار سے خوف کرے اور جنبش نہ کرے مگر جبکہ اُس کی جنبش رعشہ دار کی سی ہو جو بند کرنے کی راہ اسے نہ ملے یا چھینکنے والے کی مثل جس کو اس کی قدرت نہیں ہے کہ چھینک آئی ہوئی کو روک دے اور اُس کی جنبش سانس کی طرح قہرًا اور جبرًا ہو جس کو داعیہ طبیعت مقتضی ہے۔

سریؒ نے کہا ہے نعرہ اور فریاد میں صاحب وجد کی شرط ہے کہ وجد اُس حد کو پہنچ جاتے کہ اُس کے مُنہ پر اگر تلوار ماری جائے تو اُس کو خبر نہ ہو کہ درد ہے اور یہ اہلِ وجد کی نوبت شاذ نادر ہی ہوتی ہے اور کبھی اس رتبہ کو غیبت سے صاحب حال نہیں پہنچتا مگر اُس کی آواز ایسی نکلتی ہے جیسے کسی کو تنفس ہو اور وہ ایک قسم کے ارادہ سے ہوتا ہے جو اضطرار سے ملا ہُوا ہے اور یہ ضبط حرکات کی رعایت اور نعروں کی رُو سے ہے اور کپڑوں کے پھاڑ ڈالنے میں زیادہ مؤکد ہے اس واسطے کہ یہ مال کا اتلاف اور خرچ باطل ہے اور اسی طرح سرابندہ کی طرف خرقہ کا پھینکنا ہے سزاوار اُس کے نہیں کہ یہ فوت کیا جائے الاجب کہ اُس کی نیّت ایسی موجود ہو کہ اس میں تکلف بناوٹ اور ریا کاری نہ ہو اور جب کہ نیت نیک ہے تو قوال کی طرف خرقہ کے پھینکنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

کعب بن زہیرؓ سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور ابیات پڑھیں جن کی اول بیت یہ ہیں

ع بانت سعاد فقلبی الیوم تبولٗ

یعنی سعاد محبوبہ جدا ہوگئی تو آج میرا دل ہوش سے گیا ہوا ہے "یہاں تک کہ وہ اس بیت تک پہنچا ؎

ان الرسول لسیف یستضاء بہ مہند من سیوف اللہ مسلول

یعنی رسول اللہؐ ایک شمشیر ہیں کہ اُس سے روشنی اور ضیاء حاصل کی جاتی ہے۔ اللہ کی تلواروں میں سے ایک کھچی ہوئی تلوار ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے کہا کہ تو کون ہے سو کہا۔ اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد رسول اللہ۔ میں

کعب بن زبیر ہوں تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی طرف ایک چادر جو اوڑھے ہوئے تھے پھینک دی جب زمانہ معاویہؓ کا تھا تو اُس کے پاس آدمی بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر ہمارے ہاتھ دس ہزار کو بیع کر دے۔ اُس کو واپس معاویہؓ کی طرف یہ کہہ کر بھیج دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا کسی کو نہیں دے سکتا۔ جب وہ مر گیا تو معاویہؓ نے اُس کی اولاد کے لئے بیس ہزار بھیجے اور چادر لیلی اور وہ چادر آج کے دن امام ناصر الدین کے پاس موجود ہے کہ اُس کی برکات اُس کے ایام رخشندہ پر پہنچی اور متصوفہ کے آداب ہیں کہ اُن کا التزام یہ حضرات کرتے ہیں اور اُس کا لحاظ صحبت اور معاشرت میں ہوتا ہے اور سلف کے بہت لوگ اُس کے مقید نہیں ہوتے تھے مگر ہر ایک بات کو اُن لوگوں نے پسند کیا اور اُس کے اُوپر اتفاق کیا ہے اور نہ اُن پر شرع کا انکار ہے کوئی وجہ انکار کی اُس میں نہیں ہے تو اُس میں سے ایک یہ ہے کہ اُن لوگوں میں سے اگر کوئی سماع میں متحرک ہُوا اور اُس سے خرقہ گر پڑا یا وجد اُس پر نازل ہُوا اور اُس نے اپنا عمامہ قوال کی طرف پھینک دیا تو مستحسن اُن کے نزدیک یہ ہے کہ حاضرین سر برہنہ کرنے میں اس کے ساتھ موافقت کریں جبکہ یہ امر سر گروہ اور شیخ سے ہو اور اگر فعل شیخوں کی حضور میں جوانوں سے ہو تو شیخوں پر واجب نہیں ہے کہ اس میں جوانوں کی موافقت کریں اور بقیہ حاضرین پر جوانوں کے لئے ترک موافقت حکم مشائخ پہنچتا ہے۔

پھر جب سماع سے خاموش ہوں صاحب حال کو خرقہ واپس دیا جاتا ہے اور حضار مجلس عماموں کے اُٹھانے سے اُس کا ساتھ دیتے ہیں پھر انہیں فوراً سروں کی موافقت کے لئے پہنتے ہیں اور جب خرقہ قوال کی طرف پھینکا جائے تو وہ قوال کا ہے جبکہ اُس نے ارادہ اس کے عطا کا کیا ہو اور اگر قوال کو عطا کرنے کا قصد نہیں کیا تو بعضے نے کہا ہے کہ وہ قوال کا ہو چکا اس واسطے کہ اس کا محرک وہی قوال ہے اور اُسی کی طرف سے وہ موجب صادر ہُوا کہ خرقہ کو پھینک دے اور بعض کا قول ہے کہ وہ مجلس بھر کے لئے ہے کہ ازاں جملہ قوال ہے کہ اس میں

محرک قول قوال کا برکت جماعت کے ساتھ ہے کہ وجد پیدا ہُوا اور احداث وجد قوال کے گانے پر متصوّر نہیں ہے پس قوال اُن میں سے ایک ہو گا۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر کے روز کہا جو شخص ایسی جگہ ٹھہرے اُس کے لئے یہ درجہ ہے اور جو مارا جائے اُس کے لئے یہ اجر ہے اور جو قید ہو اُس کے لئے یہ ثواب ہے تو جوان لوگ شتابی کر گئے اور بوڑھے اور سردار کھڑے نیزوں اور جھنڈوں کے پاس ہوئے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی تو جوانوں نے خواستگاری کی کہ یہ فتح ہمارے نام ہے اور بوڑھے لوگوں نے کہا کہ ہم تمہارے یار اور پشتی تھے۔ پس مالِ غنیمت ہم سے الگ الگ نہ لے جاؤ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول۔ یعنی تجھ سے مالِ غنیمت کا سوال کرتے ہیں کہہ دے کہ مالِ غنیمت اللہ اور رسول کے واسطے ہے۔

پھر حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سب پر برابر مالِ غنیمت تقسیم کر دیا اور بعض کا قول ہے کہ اگر گانے والا قوم میں سے ہو تو وہ ایک کے مثل تو گنا جائے گا اور قوم سے نہ ہو تو جو اُس کی قیمت ہو اُسے دی جائے اور جو فقراء کے خرقوں سے ہو اُن سب کے درمیان تقسیم کیا جائے۔ اور کہا گیا کہ اگر قوال اجرت پر آیا ہو تو اُس کو کچھ اُس میں سے نہ ملے گا اور اگر وہ شئے بے اُجرت ہو تو اُس کو دیا جائے گا اور یہ سب باتیں اُس وقت ہیں کہ وہاں شیخ نہ ہو جو حکم دے اور وہاں پر شیخ موجود ہو جس کی بزرگ داشت اور اس کے امر کا امتثال ہو تو شیخ اس میں حکم دے گا جو اس کی رائے میں آوے کہ ہر آئینہ اس میں مختلف احوال ہوتے ہیں اور شیخ کے لئے اجتہاد حاصل ہے تو جو اُس کی رائے میں آئے کرے اُس پر کسی کو اعتراض نہیں اور بعض احباب اور بعض حضار نے اُس کا فدیہ اور معاوضہ دے دیا اور قوال و قوم اس پر راضی ہو گئی اور ہر ایک شخص اُن میں سے اُس کے خرقہ کی طرف پھرا تو جائز ہے اور اگر ایک نے اُن میں سے ایثار اور دے دینے پر اصرار کیا اس وجہ سے کہ اُس نے اُس کی

نیت سے اُتارا ہے تو قوال کو اُس کا خرقہ دیا جائے گا مگر پھٹے ہوئے خرقہ کا چاک کرنا جس کو سچے صاحبِ حال نے ایسے غلبہ کے سبب پھاڑ ڈالا ہے جس سے وہ بے اختیار ہو گیا جس طرح کہ نفس کو غلبہ ہُوا کرتا ہے۔ پھر جو کوئی اس کے روکنے کا قصد کرے تو سب اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے بانٹ لیتے ہیں تبرک بالخرقہ ہے اس واسطے کہ وجد فضل حق کے آثار سے ایک خرقہ ہے اور خرقہ کا چاک کرنا آثار وجد سے ایک اثر ہے تو خرقہ میں اثر ربانی آگیا اُس کا حق ہے کہ سب لوگوں کو دیا جائے اور اعزاز و اکرام کے لئے سر پر رکھا جائے ؎

تفوع ارواح بخد من ثیابھم　　　یوم القدوم تقرب العھد بالدار

؎ ارواح نجد میں ہے مہک اُنکے جامہ سے　　　آنیکے دن کہ وصل کا وعدہ قریب ہے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابر کا استقبال فرمایا کرتے اور اُس سے برکت حاصل کرتے اور فرماتے کہ نئی تازی چیز ہے جس کا وعدہ پروردگار نے کیا تھا۔ پس پھٹا ہُوا خرقہ تازہ وارد عہد کا ہے تو حکم پھٹے خرقہ کا یہ ہے کہ حاضرین کو بانٹ دیا جائے اور جو ثابت خرقہ اس کے تابع ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ شیخ اُس کے حق میں حکم جاری کرے۔ اگر بعضے فقرا کو مخصوص اس کے حصّے سے کر دے، تو اُس کو اختیار ہے اور اگر اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تو بھی اُس کو اختیار ہے اور یہ اعتراض اس پر نہ ہوگا کہ یہ تفریط اور خرچ فضول ہے۔ اس واسطے کہ چھوٹے خرقہ سے اُس کے موقع پر وہی فائدہ حاصل ہوتا ہے جبکہ حاجت ہو جیسا کہ بڑا خرقہ فائدہ دیتا ہے۔

اور امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک حلہ حریر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ آیا تو وہ میرے پاس بھیج دیا میں وہ پہن کر باہر آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ جو میں اپنی ذات کے لئے مکروہ جانتا ہوں اس سے تیرے لئے راضی نہیں۔ پھر آپؐ نے اُس کے ٹکڑے کرکے عورتوں کے لئے اوڑھنیاں بنا دیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میں آپؐ کے پاس آیا اور کہا کہ میں اس کو

کیا کروں ؟ آیا میں اسے پہن لوں۔ فرمایا کہ نہیں لیکن اس کی اوڑھنیاں فواطم کے لئے بنادو مقصود فاطمہؓ بنت اسد اور فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فاطمہؓ بنت حمزہ اُن سے ہیں۔ اور اس روایت میں ہے کہ ہدیہ ایک حلہ حریر کا دوہرا سلا ہُوا تھا اور یہ وجہ کپڑے کے پھاڑنے اور اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں سنت کے اندر ہے۔

حکایت ہے کہ نیشاپور کے مقام پر ایک دعوت میں فقیہ اور صوفیہ جمع ہُوئے اور خرقہ گر پڑا اور وہاں شیخ الفقہا ابو محمد جوینی اور شیخ الصوفیہ ابوالقاسم قشیری تھے اور اپنی عادت کے موافق خرقہ کو تقسیم کر لیا تو شیخ ابو محمد نے بعض فقہاء کی طرف توجہ کی اور چپکے سے کہا کہ یہ اسراف اور اتلاف مال ہے تو ابوالقاسم قشیری نے سُن لیا اور کچھ نہ کہا یہاں تک کہ تقسیم ہو چکی۔ پھر خادم کو بُلایا اور کہا مجلس میں دیکھو جس کے پاس پھٹا پرانا مصلےٰ ہو تو اُسے میرے پاس لے آ۔ تب وہ مصلّٰی لایا۔ پھر ایک شخص آگاہ واقف کار کو حاضر کیا اور کہا یہ مصلے کتنے پر زیادہ سے زیادہ خریدو گے ؟ کہا ایک دینار پر۔ کہا اور ایک ہی قطعہ ہوتا تو کتنے کا ہوتا ؟ کہا نصف دینار کا۔ پھر شیخ ابو محمد کی طرف متوجّہ ہُوئے اور کہا اس کا نام مال تلف کرنا نہیں ہے اور پھٹا ہُوا خرقہ سب حاضرین پر تقسیم ہوتا ہے خواہ ہم جنس ہوں یا غیر جنس جبکہ قوم کی نسبت اُن کو حسن ظن ہو اس اعتقاد سے کہ خرقہ سے برکت حاصل ہوتی ہے۔

طارق بن شہاب نے روایت کی کہ اہل بصرہ نے اہل نہاوند سے محاربہ کیا اور ان کی امداد اہلِ کوفہ نے کی اور عمار بن یاسر اہلِ کوفہ کے سردار تھے اور فتحیاب ہوئے اور اہلِ بصرہ نے چاہا کہ غنیمت سے کوفہ کے لوگوں کو کچھ نہ بانٹیں۔ بنی تمیم سے ایک شخص نے عمار سے کہا کہ اے اجدع یعنی خصومت کرنے والے تُو چاہتا ہے کہ ہماری غنیمتوں میں تو شریک ہو۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ حضرت نے جواب لکھا کہ غنیمت اس کے لئے ہے جو لڑائی میں موجود ہو اور بعضے اس طرف گئے ہیں کہ پھٹا خرقہ مجلس پر تقسیم ہو اور جو اس میں ثابت ہو قوال کو دیا جائے۔

اور استدلال اس روایت سے ابی قتادہؓ کے ساتھ کیا گیا ہے کہ کہا جب حنین کے دن لڑائی میں اپنے اوزار رکھ دیئے اور قوم سے ہم کو فرصت ملی تو رسول اللہ

نے کہا جس شخص نے کسی مقتول کو مارا اُس کا لباس مارنے والے کا حق ہے اور یہ اس کے لئے وجہ صحیح خرقہ میں ہے اور پھٹا خرقہ جو ہو اُس کا حکم ہے کہ حاضرین کے حصّہ کر کے بانٹ دیئے جائیں اور اگر مجلس میں تقسیم کے وقت داخل ہو جو حاضر پہلے نہ تھا اسے بھی حصّہ ملے گا۔

ابو موسیٰ اشعری رحمہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تین دن بعد جنگِ خیبر سے آئے تو ہمارے حصّہ لگائے گئے اور کسی کو حصہ نہیں دیا گیا جو ہمارے سوا فتح میں موجود نہ تھا اور قوم صوفیہ کے لئے سماع میں اُن کے پاس غیر جنس کا موجود ہونا مکروہ معلوم ہوتا ہے جیسے متعبد جس کو ذوق اس کا کچھ نہیں تو وہ انکار کرتا ہے اُس کا جو منکر نہیں ہے یا دنیا دار جو تکلّف اور مدارات کا محتاج ہو یا وجد میں تکلیف کرنے والا جو اپنے تواجد سے حاضرین کو تشویش وقت دیتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ اچانک حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا یا رسولؐ اللہ ہر آئینہ تیری اُمت کے فقراء دولت مندوں سے پہلے آدھے دن یعنی پانچسو برس پیشتر بہشت میں داخل ہوں گے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے۔ اور فرمایا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو ہمارے لئے اشعار پڑھے تو ایک بدوی نے کہا ہاں یا رسولؐ اللہ تو فرمایا لاؤ تو اعرابی نے پڑھا ؎

لقد لسعت حیة الھوی کبدی   فلا طبیب لھا ولا راقی

الا الحبیب الذی شغفت بہ   فعندہ رقیتی و تریاقی

ترجمہ:۔ ہر آئینہ عشق کے سانپ نے میرے جگر میں کاٹا ہے کہ اُس کا نہ کوئی طبیب ہے نہ منتر پڑھنے والا ہے مگر وہ ہے حبیب کہ جس کا میں شیفتہ اور فریفتہ ہُوا ہوں اُس کے پاس میرا منتر ہے اور زہر مہرہ ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجد کیا اور آپؐ کے ساتھ صحابہ نے بھی وجد کیا۔ یہاں تک کہ ردائے مبارک آپؐ کے شانے سے گر پڑی۔ پھر جب فارغ ہوئے ہر ایک شخص اُن میں سے اپنی اپنی جگہ

آئے۔ معاویہؓ بن ابی سفیان نے کہا اچھا آپ کا لعب ہے یا رسولؐ اللہ! تو آپؐ نے فرمایا آہ یا معاویہ وہ شخص کریم نہیں ہے جسے ذکر حبیب کے سُننے پر اہتزاز اور جنبش نہ ہو۔ پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کے چار سو ٹکڑے کر کے حاضرین کو بانٹ دیئے۔ اور یہ حدیث ہم نے سند سے وارد کی ہے جیسا کہ ہم نے سُنا اور پایا اور بہر آئینہ اُس کی صحت میں اہلِ حدیث نے کلام کیا ہے اور ہم نے کوئی چیز ایسی نہیں پائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو اور وہ ہم شکل اہلِ زمان کے وجد اور اُن کی سماع و اجتماع اور اُن کی ہیئت کے ہو مگر یہ حدیث اور کیا اچھی حجت اہلِ صوفیہ اور اہلِ زمان کے واسطے ہے اُن کی سماع اور اُن کے خرقہ چاک کرنے اور اُس کے بانٹ لینے میں اگر وہ صحیح ہو اور اللہ تعالےٰ بہتر داناہے اور میرے دل میں کھٹکتی ہے۔ یہ بات کہ وہ صحیح نہیں ہے اور اُس میں ذوق اس کا نہیں پاتا ہوں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ یہ کیا ہو اور اُن خبروں پر وہ اعتماد کرتے ہیں بناء بریں اُس کے جو ہمیں اس حدیث میں پہنچا ہے اور دل اُس کے قبول سے انکار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب تر جاننے والا اُس کا ہے۔

چھبیسواں باب

اُن چلّوں کے بیان میں جن کا التزام صُوفیہ کرتے ہیں

چلّے سے قوم صوفیہ کا کوئی خاص مطلب نہیں ہے جس کے سوا وہ اس کی طلب نہ کرتے ہوں لیکن جبکہ حکم اوقات کی مخالفتیں اُن میں دخیل ہوتی ہیں تو چلّے کے ساتھ وقت کا مقید کرنا ان کو محبوب اور مرغوب ہُوا اس امید سے کہ چلّے کا حکم ان کے تمام زمانے پر جاری ہو جائے گا تو وہ اپنی جمیع اوقات اُسی ہئیت سے رہیں جو چلّے میں ہوتی ہے بناء اس کی یہ ہے کہ چلّا ذکر کے ساتھ مخصوص ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس نے چالیس دن اللہ تعالیٰ کے واسطے خالص کر دیئے حکمت کے چشمے اُس کے قلب سے زبان پر اُس کے ظاہر ہوتے ہیں اور بہر آئینہ اللہ تعا

نے چلّے کو ذکر کے ساتھ قصّہ موسیٰ علیہ السلام میں مخصوص فرمایا ہے اور چلّے کے ساتھ تخصیص امر الٰہی مزید ترک دنیا کے لئے ہے۔ قال اللہ تعالےٰ :

وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلة واتممناها بعشر فتم میقات ربه اربعین لیلة ۔ اور ہم نے موسیٰؑ سے تیس رات کا وعدہ کیا تھا اور اُس کو دس رات کے ساتھ پُورا کیا اس کے پروردگار کا میقات اور زمانہ پورا چالیس رات کا ہُوا۔

اور قصّہ اُس کا یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا جبکہ وہ مصر میں تھے کہ اللہ تعالیٰ جب اُن کے دشمنوں کو ہلاک اور اُن کے دُشمنوں کے ہاتھوں سے خلاص کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے پاس سے ایک کتاب اُن کے ساتھ لائے گا جس میں حلال اور حرام اور حدود اور احکام کا واضح بیان ہو گا۔ پھر جبکہ اللہ تعالیٰ نے وہ کام کیا اور فرعون کو ہلاک کر ڈالا تو موسےٰؑ نے اپنے پروردگار سے کتاب مانگی تب اُس کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تین دن روزہ رکھے اور وہ ذیقعد ہے۔ پھر جبکہ تیس راتیں پُوری ہوئیں تو اُن سے مُنہ کی بدبو پوری معلوم ہوئی تو خرنوب جنگلی درخت کی لکڑی سے مسواک کی تب اُس سے فرشتوں نے کہا کہ ہم تیرے منہ سے مُشک کی خوشبو سونگھتے تھے تُو نے اُسے مسواک سے کھو دیا۔ پھر اُس کو اللہ تعالیٰ نے ذی الحجہ کے اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کیا تُو نہیں جانتا کہ روزہ دار کے مُنہ کی بدبو مجھے مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ معلوم ہوتی ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا روزہ یہ نہ تھا کہ دن کو کھانا چھوڑ دیں اور رات کو کھائیں بلکہ چالیس دن بغیر کھائے طے کر گئے۔

اس سے معلوم ہُوا کہ معدہ کا کھانا سے خالی ہونا ایک بڑی اصل اس بات میں ہے یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام اُس کے محتاج ہُوئے جبکہ مکالمہ الٰہی کے لئے وہ مستعد ہوئے تھے اور علوم لدنی اُن لوگوں کے دل میں جو اللہ تعالےٰ کی طرف دُنیا سے قطع تعلق کئے ہوتے ہیں ایک قسم کا مکالمہ ہے اور جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کی طرف چالیس دن خالص طور پر ہو گیا اس طرح کہ اپنے نفس سے معاہدہ معدہ ہلکا رکھنے کا کیا ہو تو اللہ اُس پر علوم لدنی کھولتا ہے جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے اُس کی خبر دی الا یہ امر کہ مدت چالیس دن کا تعیین قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں اور اس امر میں جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس کا حکم دیا اور چالیس دن سے قید اور حد لگا فی ایک حکمت کے واسطے ہے اور اس کی حقیقت پر کوئی مطلع نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معلوم کرا دیا یا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے سوا اُس کے معلوم کرانے سے مخصوص کر دیا اور اُس کی پوشیدگی میں ایک معنی چمک رہے ہیں اور اللہ تعالےٰ بہتر دانا ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو مٹی سے پیدا کرنا چاہا تو خمیر کی مدت اس قدر تعداد سے مقرر کی جیسا کہ وارد ہوا ہے خمر طینۃ آدم بیدہ اربعین صباحا۔ یعنی آدمؑ کی سرشت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے چالیس دن خمیر کیا تو آدم جبکہ دارین کی آبادی کے لئے صلاح خواہ تھا اور اللہ تعالےٰ نے اُس سے دُنیا کی آبادی چاہی جس طرح کہ بہشت کی آبادی اُس سے چاہی مٹی سے اس ترکیب کے ساتھ اُس کو پیدا کیا جو عالم حکمت اور شہادت اور اس دار دنیا کے مناسب تھی اور قانون حکمت کے موافق اُس سے دنیا کی آبادی بن نہ آتی جس حالت میں کہ سفلی اجزاء زمین سے وہ مخلوق نہ ہوتا۔

پس مٹی سے اُس کو پیدا کیا اور چالیس دن اُس کی سرشت کو خمیر کیا تاکہ اس چالیس دن کے تخمیر سے چالیس حجاب حضرت الٰہی سے دُور ہو جائے اور بارگاہِ الٰہی اور مقاماتِ قرب سے ٹھٹک رہے اس واسطے کہ اس حجاب سے رُک نہ جاتا تو دُنیا معمور نہ ہوتی تو عالم حکمت کی آبادی اور زمین میں خلیفۃ اللہ ہونے کے لئے بُعد از مقام قرب نے اُس میں جڑ پکڑ لی۔

پس ہر روز اللہ تعالےٰ کی طاعت کے لئے دنیا سے انقطاع کرنا اور اُس کے سامنے آنے اور امر معاش کی طرف نور سے کھینچتا ایک حجاب سے نکالتا ہے جو ایک معنی ہے کہ اس میں امانت رکھا ہوا ہے اور ہر ایک حجاب کے اُٹھنے کے موافق منجذب ہونا اور منزل حاصل کرنا ہے۔ قرب حضرت الٰہی جو مجمع علوم اور

اُن کا مصدر ہے۔

پھر جبکہ چلّہ پُورا ہو گیا تو پردے دُور ہو جاتے ہیں اور علوم و معارف اُس پر خوب ریزش کرتے ہیں۔ بعدازاں علوم و معارف جو اعیان ہیں انوار سے بدل جاتے ہیں اس سبب سے کہ نور عظمت الٰہی کی اکسیر سے متصل ہوتے ہیں۔ اس وقت اعیان حدیث نفس کے علوم الہامیہ بن جاتے ہیں اور حدیث نفس کے احرام انوار عظمت کے قبول کرنے کو پیش آتے ہیں۔

پس اگر وجود نفس اور اُس کی حدیث نہ ہوتی تو علوم الٰہیہ ظاہر نہ ہوتے اس واسطے کہ حدیث نفس قبول انوار کے لئے ظرف وجودی ہے اور قلب میں بالذات قبول علم کے لئے کوئی شئے نہیں ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ اُس کے قلب سے حکمت کے چشمے اُس کی زبان پر ظاہر ہوں گے۔ اشارہ اس کی طرف ہے کہ قلب کا ایک رُخ نفس کی طرف ہے اس وجہ سے کہ توجہ اُس کی عالم شہادت کی طرف ہے اور ایک رخ اُس کا روح کی طرف اس اعتبار سے ہے کہ اُس کی توجہ عالم غیب کی طرف ہے تو جو علوم نفس میں پیدا کئے گئے ہیں اُن سے قلب مدد چاہتا ہے اور زبان جو اُس کی ترجمان ہے اُس کے حوالے کرتا ہے تو علوم نفس میں پیدا کئے گئے ہیں اُن سے قلب مدد چاہتا ہے اور زبان جو اُس کی ترجمان ہے اُس کے حوالہ کرتا ہے تو علوم ظہور قلب سے ہے اس واسطے کہ علوم اُس میں جڑ پکڑے ہوئے ہیں تو قلب اور روح کے لئے قرب الٰہی سے وہ مراتب حاصل ہیں جو الہام کے رُتبوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔

پس بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف جُھک پڑنے اور لوگوں سے یکسُو ہونے کے سبب اپنی مسافت ہائے وجود کو قطع کرتا ہے اور اپنے نفس کے معادن سے جواب علوم کو نکالتا ہے اور ہر آئینہ حدیث میں وارد ہے: الناس معادن کمادن الذہب والفضۃ خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا یعنی آدمی سونے چاندی کی سی کھان ہیں جو جاہلیت میں اُن میں کے اچھے ہیں وہی اسلام میں اُن کے بہترین ہیں جبکہ وہ فقیہ ہوں تو ہر روز اللہ تعالیٰ کے واسطے عمل میں خلوص کرنے

کے سبب وہ ایک طبقہ کیمیا بی پیدائشی طبقات سے دُور کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے اُس کو دُور رکھتا ہے یہاں تک کہ چلّے کے چالیس دن پُورے کرنے سے چالیسوں طبقوں کو ایک دن پیچھے ایک طبق طبقات حجاب سے دُور کر دیتا ہے اور اس بندے کی صحت کی نشانی اور چلّے سے اُس پر اثر پڑنے کی علامت اور اخلاص کی شرطوں کا پورا کرنا یہ ہے کہ چلّے کے بعد دُنیا سے کم رغبت کرے اور فریب کے گھر سے الگ ہو جائے اور دار البقا کی طرف رجوع کرے اس واسطے کہ دُنیا میں زہد کرنا ظہور حکمت سے ضرورت سے ہے اور جو دنیا میں زہد نہ کرے تو اُس کو حکمت نصیب نہ ہو گی اور جو حکمت چلّے کے بعد بہرہ مند نہ ہو تو ظاہر ہو جائے گا کہ اُس نے شرائط میں کچھ خلل ڈالا ہے اور اللہ تعالےٰ کے لئے خالص نہیں ہُوا اور جو اللہ تعالیٰ کے واسطے خالص نہیں ہُوا تو اُس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اخلاص کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ ہم کو محال کا حکم دیا قال اللہ تعالےٰ وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین۔ اور وہ لوگ نہیں حکم دیئے گئے مگر اس واسطے کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کریں اس طرح کہ دین کو اس کے لئے خالص کریں۔ صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہو گا اخلاص اور شرک دونوں گھٹنوں کے بل پروردگار عزّوجل کے سامنے حاضر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ اخلاص کو حکم دے گا کہ تُو اپنے اہل اخلاص کے ساتھ جنت کو جا اور شرک کو حکم دے گا کہ تُو اپنے اہل شرک کے ساتھ دوزخ میں جا۔

اور اس اسناد سے سلمی نے کہا علی بن سعید سے میں نے سُنا اور اس سے پُوچھا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ اُس نے کہا ابراہیم شقیقی سے مَیں نے سُنا اور اس سے پوچھا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ اُس نے کہا محمد بن جعفر الخصاف سے مَیں نے سُنا اور اس سے پوچھا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ اُس نے کہا احمد بن بشار سے مَیں نے سوال کیا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ اُس نے کہا ابا یعقوب الشرطی سے مَیں نے سوال اخلاص کا کیا کہ کیا چیز ہے؟ اُس نے کہا احمد بن غسان سے مَیں نے

پوچھا کہ اخلاص کیا چیز ہے اُسنے کہا کہ احمد بن علی الہجیمی سے مَیں نے پوچھا کہ اخلاص کیا چیز ہے اس نے کہا میں نے عبد الواحد بن زید سے پُوچھا کہ اخلاص کیا چیز ہے ؟ اُس نے کہا کہ حسن سے مَیں نے پوچھا کہ اخلاص کیا چیز ہے ؟ اُس نے کہا کہ مَیں نے حذیفہؓ سے سوال کیا کہ اخلاص کیا چیز ہے ؟ اُس نے کہا کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اخلاص کیا چیز ہے ؟ آپؐ نے فرمایا میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اخلاص کیا چیز ہے ؟ جبرائیلؑ نے کہا کہ مَیں نے ربّ العزت جل جلالہ سے سوال کیا کہ اخلاص کیا چیز ہے ؟ حکم ہُوا کہ وہ میرے اسرار سے ایک سر ہے جس کو مَیں نے اُن لوگوں کے قلب میں رکھا ہے جن کو مَیں اپنے بندوں سے دوست رکھتا ہوں تو بعضے آدمی خلوت میں مخالفت نفس پر داخل ہوتے ہیں اس واسطے کہ نفس بالطبع خلوت سے کراہت کرنے والا ہے خلق کی مخالفت کی طرف بہت ہی مائل ہے ۔

پس جبکہ اُس کو اُس کی عادت کے قرار گاہ سے اُکھیڑا اور اللہ تعالےٰ کی اطاعت میں قید کیا تو اُس کے قلب میں حلاوت بعد اُس تلخی کے آتی ہے جو اُس پر داخل ہوتی ہیں ۔ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مَیں نے کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جو خلوت سے بڑھ کر باعث اخلاص پر ہو اور جس نے خلوت کو درست رکھا تو ہر آئینہ اُس نے اخلاص کے گھر کا ستون پکڑ لیا اور ارکانِ صدق سے ایک رکن پر فتحیاب ہو گیا اور شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے کہا جس نے وصیت آپ سے چاہی تھی وحدت کو لازم اپنے اُوپر کرے اور قوم سے اپنے نام کو مٹا دے اور دیوار کی طرف منہ رکھ جب تک کہ تو مرے ۔

اور یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ وحدت یعنی تنہائی صدیقین کی آرزو ہے اور انسانوں میں سے جس کے باطن سے فراغت خلوت آوے اور اس کی طرف نفس کھینچے تو یہ اتم و اکمل اور بڑی دلیل اُس کے کمال استعداد کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حال روایت کیا گیا جو اُس پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا پہلے پہل جو وحی سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع ہوئی وہ خواب میں رویائے صادقہ ہے تو آپ رویا نہیں

دیکھتے تھے مگر اس طرح پر کہ جیسے صبح عمود ظاہر ہوتا ہے۔ پھر آپ کو خلوت پسند آئی اور حرا میں آپؐ تشریف لاتے تھے اور اُس میں کئی رات برابر عبادت اور خلوت کیا کرتے اور اس کے لئے توشہ تیار ہُوا کرتا۔ پھر حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے۔ پھر اُس کے مثل کے لئے آپ تیاری فرماتے۔ پس اچانک حق آن پہنچا اور آپ غارِ حرا میں تھے اس میں ایک فرشتہ آپ کے پاس آیا اور کہا اقرا یعنی پڑھ سو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا میں قاری اور پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پھر مجھے اُس نے پکڑا اور دبوچا یہاں تک کہ وہ اپنی غایت کو پہنچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھ تو میں نے کہا کہ میں قاری نہیں ہوں پھر مجھے پکڑا اور دوبارہ دبوچا حتی کہ وہ اپنی انتہا کو پہنچا پھر مجھے چھوڑا اور کہا کہ پڑھ تو میں نے کہا میں قاری یعنی خواندہ نہیں ہوں تو اُس نے مجھے پھر پکڑا اور تیسری بار دبایا یہاں تک کہ اپنی غایت کو وہ پہنچا۔ پھر مجھے چھوڑ دیا پھر کہا :

اقراء باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق۔ یعنی پڑھ اپنے رب کے اسم سے جس نے کہ پیدا کیا انسان کو خون بستہ سے یہاں تک کہ مالم یعلم تک پہنچا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے ساتھ واپس آئے اس حالت میں کہ اُس کے دفعتہً ظاہر کرنے سے لرزتے تھے یہاں تک کہ حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے اور فرمایا زملونی زملونی یعنی کملی مجھے اُڑھاؤ کملی مجھے اوڑھاؤ تو آپؐ کو کملی اوڑھا دی یہاں تک کہ آپؐ سے خوف جاتا رہا اور خدیجہؓ سے کہا میرے واسطے کیا صلاح ہے اور اُن کو خبر دی پھر فرمایا میں اپنی عقل پر ڈرتا ہوں۔ خدیجہؓ نے کہا نہیں ہرگز نہیں خوش ہو۔ اللہ کی قسم ہے کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ غمگین ابد تک نہ کرے گا۔ اس واسطے کہ آپؐ صلۂ رحم کرتے ہیں اور بات سچ کرتے ہیں اور بار اُٹھاتے ہیں اور معدوم کو کسب کرتے ہیں اور یتیموں کی ضیافت کرتے ہیں اور جو مصیبتیں پہنچتی ہیں اُسمیں اعانت کرتے ہیں۔

پھر حضرت خدیجہؓ آپؐ کو ساتھ لے کر چلیں یہاں تک کہ ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور وہ ایک شخص تھا کہ جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا اور وہ کتاب عربی لکھتا تھا اور انجیل میں سے وہ عربی لکھتا جو اللہ تعالےٰ چاہتا کہ اُس کو لکھے

اور ایک بوڑھا بزرگ آدمی تھا کہ نابینا ہو گیا تھا تو اُس میں خدیجہؓ نے کہا اے چچا اپنے بھتیجے کی بات سُن ورقہ نے کہا اے میرے بھتیجے کیا تُو دیکھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو خبر دی تو اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یہ وہی ناموس ہے جس کو موسیٰؑ پر نازل کیا کاش میں جوان ہوتا کاش میں زندہ اُس وقت ہوتا جب قوم تجھے خارج کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کیا وہ مجھے نکالنے والے ہیں۔ ورقہ نے کہا ہاں اس واسطے کہ کوئی ایسی چیز جو تُو لایا ہرگز نہیں لایا مگر یہ کہ وہ عداوت اور ایذا سے ستایا گیا اور تیرا دن اگر مجھے ملے گا تو میں تیری بھاری مدد کروں گا۔

اور جابر بن عبداللہ نے روایت کی کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے اور قطع وحی کا ذکر کرتے تھے۔ پس کہا اپنی حدیث میں کہ اس درمیان میں کہ میں چلا جاتا تھا، آسمان کی طرف سے ایک آواز سُنی میں نے سر اٹھایا اچانک ایک فرشتہ دیکھا جو حرا میں آیا اور وہ زمین و آسمان کے درمیان ایک کُرسی پر بیٹھا ہُوا ہے اور خوف سے میں پھر گیا اور پلٹ آیا اور میں نے کہا۔ زملونی زملونی ، فدثرونی ۔ تب اللہ تعالیٰ نے نازل کیا: یا ایھا المدثر قم فانذر تا والرجز فاھجر ۔ اور یہ آئینہ نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہا گئے تاکہ پہاڑ کی چوٹیوں سے اپنی جان کھودیں تو جب کبھی آپؐ پہاڑ کی بلندی پر پہنچے تاکہ اُس سے اپنے تئیں گرا دیں۔ جبرئیل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور کہتے یا محمد انک لرسول اللہ حقاً ۔ یعنی اے محمدؐ! آپ سچے رسول اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ اس سے دل آپؐ کا ٹھہر جاتا اور جب قطع وحی کو طول ہوتا اور اسی طرح پھر ہوتا تو جبرئیل علیہ السلام اور اسی کے مثل کہتے تو یہ اختیار امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے خبر دینے والی اصل ہیں۔ اس معاملہ میں کہ مشائخ نے مریدوں اور طالبوں کے لئے خلوت پسند کی اس واسطے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خلوت خالص ہو گئی تو اللہ تعالیٰ اُن پر وہ باتیں کشود کرتا ہے جو اُس کی مانوس خلوت میں ہوں یہ کہ یا معاوضہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کے لئے

اُن چیزوں کا ہے جو اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے واسطے چھوڑ دیں۔ بعد ازاں قوم کی خلوت ستھری اور چلّہ اور اُس کے تکملہ کا اثر ظاہر ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی بشارتوں کے مبادی اور اُس کے عطایائے سینہ ظاہر ہوں۔

ستائیسواں باب

فتوح اربعین کے بیان میں ہے

اور ہر آئینہ طریق خلوت اور اربعین میں ایک قوم نے غلطی کی ہے اور کلمات کو اُن کی جگہ سے تحریف اور تبدیل کر دیا اور شیطان اُن پر داخل ہوا اور غرور و فریفتگی کا دروازہ اُن پر کھول دیا اور خلوت میں بلا اصل مستقیم جو اخلاص کو حقِ خلوت پہنچاتا ہے داخل ہوئے اور اُن لوگوں نے یہ سُن لیا کہ مشائخ اور صوفیہ کے لئے خلوتیں تھیں اور اُن کے لئے واقعات ظاہر ہوتے اور مکاشفہ غرائب اور عجائب کے ساتھ اُن کو ہوا تو اس کے حاصل کرنے کے لئے یہ لوگ خلوت میں گھس گئے اور یہ محض اعتلال و ضلال ہے۔ ہاں صحیح یہ ہے کہ قوم نے خلوت اور وحدت دین کی سلامتی اور نفس کے احوال کی جستجو اور اللہ تعالیٰ کے واسطے عمل کرنے کے لئے اختیار کی۔

ابی عمر و الاغاطی سے نقل ہے کہ اُس نے کہا ہرگز صاف نہ ہوگا عاقل کے لئے انجام مگر یہ کہ اُن باتوں کو مضبوط کر لے جو اُس پر واجب ہیں۔ یعنی حال اول کی اصلاح اور اُن مقامات کی اصلاح کہ اُن کی معرفت سزاوار ہے خواہ زیادہ ہوا یا ناقص ہوا ہو تو اُس پر واجب ہے کہ خلوت کے موضع تلاش کرے تاکہ اُس کے معارض کو کوئی مشاغل نہ ہو۔ پس اگر معارض ہو تو وہ چاہتا ہے وہ بگڑ جائے گا۔

ابا تمیم مغربی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں جو خلوت کو صحبت پر ترجیح دے تو سزاوار ہے کہ وہ تمام افکار سے بجز ذکرِ الٰہی عزّوجل کے خالی ہو اور جمیع مرادات سے بجز مراد اپنے رب کے سے خالی ہو اور نفس جو تمام اسباب میں مطالبہ کرتا ہے اُس سے خالی ہو اگر ان صفات کے ساتھ نہ ہو تو اُس کی خلوت یا بلا میں اُس کو ڈالے گی۔ ایک شخص ابی بکر رزاق رح کی زیارت کو آیا اور کہا کہ مجھے وصیت کیجئے۔ فرمایا میں نے

دُنیا و آخرت کی بھلائی خلوت اور قلت میں اور اُن دونوں کی برائی کثرت اور اختلاط میں پائی تو جو شخص خلوت میں کسی سبب اور بہانہ سے بیٹھا تو شیطان اُس پر داخل ہُوا اور ہر طرح کی نافرمانی کو اُس کے لئے مزین اور آراستہ کرتا ہے اور وہ جھُوٹے اور دھوکے کی باتوں سے مملو ہو گیا اور سمجھا کہ میرا حال اچھا ہے۔ فتنہ اُس قوم میں آ پہنچا جو خلوت میں بدوں شرائط خلوت کے داخل ہُوئے اور کسی ایک ذکر افکار سے یہ متوجہ ہُوئے اور اپنے نفوس کی ماندگی اور تکان کو گوشہ نشینی کے ساتھ خلوت سے اُتارا اور مشغولیوں کو حواس سے باز رکھا جس طرح کہ راہب ترسا اور برہمن اور فلسفہ کا عمل ہے اور جمع ہمت میں جو وحدت ہے اُس کی صفاء باطن میں مطلقاً بڑی تاثیر ہے تو جو چیزیں کہ ان میں سے حسن سیاست شرعی اور صدق مطابقت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہیں اُن کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قلب روشن ہو جاتا ہے اور دنیا سے کم رغبتی ہوتی ہے اور ذکر میں حلاوت آتی ہے اور جو معاملہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو اُس میں اخلاص ہوتا ہے جیسے نماز اور تلاوت وغیرہ۔

اور جو اُن میں سے ایسے ہوں کہ سیاست شرع اور متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس میں نہ ہو تو اُن سے نفس میں صفائی ہوتی ہے جس سے علوم ریاضی کے حصول میں مدد حاصل ہوتی ہے کہ اُن کی طرف فلاسفہ اور دہریہ اللہ تعالیٰ اُن کو شرمندہ اور خوار کرے متوجہ ہوتے ہیں اور جس قدر کہ اُس کی کثرت ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ سے دُور ہوتا ہے اور جو شخص اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہے شیطان اُن چیزوں کے وسائل سے جو علوم ریاضیہ وہ حاصل کرتا ہے یا اُن اشیاء سے کہ صدق خاطر وغیرہ سے اُس کو نمودار ہوتا اور نظر آتا ہے گمراہی چاہتا ہے یہاں تک کہ میل تمام اُس کی جانب کرتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ وہ مقصود کو پہنچ گیا اور نہیں جانتا کہ یہ فن نصاریٰ اور برہمنوں کے لئے فائن سے غیر ممنوع ہے اور حکومت سے سے مقصود نہیں۔

اُن میں سے بعضے کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ استقامت تجھ سے چاہتا ہے اور تُو کرامت کا طلب گار ہے اور کبھی خرق عادات صدق فراست سے صادقین پر کھل

جاتا ہے اور آنے والے بات ظاہر ہو جاتی ہے اور کبھی نہیں کھلتی اور اُس کا نہ ہونا
اُن کے حال میں اعتراض پیدا نہیں کرتا گو اعتراض اُن کے حال میں پیدا کرتا ہے تو
وہ صرف الخراف حدِ استقامت سے ہے۔ پھر جو کچھ صادقین پر اُن میں سے کشف
ہوتا ہے اُن کے مزید یقین کا سبب ہو جاتا ہے اور صدق مجاہدہ و معاملہ اور دُنیا
کی بے رغبتی اور اخلاقِ حمیدہ سے متخلق ہونے کی طرف مائل کرتا ہے اور جو کچھ
اس میں سے اُس شخص پر مکشوف ہوتا ہے جو سیاست شرع سے خارج ہے۔ اس
کے واسطے مزید بعد اور غرور اور حماقت کا اور لوگوں سے تکبّر اور خلق کے عیب لگانے
کا باعث ہوتا ہے اور یہ حالت اُس کی رہتی ہے حتیٰ کہ اسلام کے سلسلہ کا حلقہ اُس کی
گردن سے نکل جاتا ہے اور وہ حدود و احکام اور حلال وحرام سے انکار کرتا ہے
اور اُس کا گمان ہوتا ہے کہ عبادات سے مقصود اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور متابعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کر دیتا ہے۔ پھر بعد ازاں رفتہ رفتہ اس سے ملحد
اور زندیق ہوتا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہم گمراہی سے پناہ مانگتے
ہیں۔ اور کبھی اقوام کو خیالات پیدا ہوتے ہیں جن کو وہ لوگ وقائع تصوّر کرتے ہیں
اور مشائخ کے وقائع سے ان کو تشبیہ دیتے ہیں بدوں اس کے کہ حقیقت کا اس
کے علم ہو تو جو کوئی اس کی تحقیق چاہے تو اُسے جان لینا چاہیئے کہ ہر آئینہ جب ایک
بندہ اللہ تعالےٰ ہی کا خاص ہو گیا اور اپنی نیت کو اُس نے درست کیا اور چالیس
دن یا زیادہ خلوت میں بیٹھا تو اُن میں سے بعضے وہ ہیں کہ اپنے باطن کو صفائی یقین
دیتا ہے اور اپنے قلب سے حجاب کو اُٹھاتا ہے اور ایسا ہو جاتا ہے کہ جیسا اُن
میں سے بعضوں نے کہا ہے دیکھا ہے میرے قلب نے میرے پروردگار کو۔ اور
کبھی اس مقام کو ایک دفعہ اس طرح پہنچتا ہے کہ اپنے اوقات کو اعمالِ صالحہ سے
آباد اور اعضاء جوارح کو امور ممنوعہ سے باز رکھے اور تقسیم اوراد و وظائف اور
تلاوت اور ذکر سے اوقات پر کرے اور ایک بار اُسے حق تعالےٰ اُس کے مقام
صدق اور قوت استعداد پر بلا کسی عمل کے پہنچا دیتا ہے جو اُس سے صادر ہُوا۔
اور ایک بار اُس درجہ کو اذکار سے ذکر واحد کے التزام سے پاتا ہے اس واسطے

کہ وہ ہمیشہ اس ذکر کی تکرار اور تردید کرتا ہے اور اُس کو کہتا ہے اور اُس کی عبادت پانچوں وقت کی نماز فریضہ اور سنت مؤکدہ فقط ہوتی ہے اور اُس کے تمام اوقات ذکر واحد سے خالی نہیں رہتے اس طرح پر کہ اُس کے اندر کوئی فتور نہیں آتا اور نہ اُس میں کوئی اُس کی طرف سے قصور ہوتا ہے اور برابر ہمیشہ اس ذکر کو دُہرانا بالالتزام ہے حتیٰ کہ وضو اور کھانے کے وقت میں بھی اس سے نہیں چھوٹتا۔ اور مشائخ کی ایک جماعت نے ذکر سے کلمہ لا اِلٰہ الا اللہ کو قبول کیا ہے اور اس کلمہ کی ایک خاصیت نور باطن اور قصد کی جمعیت دینے میں ہے جبکہ کوئی مخلص صادق اُس کی مداومت کرے اور وہ اس امت کے لئے عطیاتِ الٰہی سے ہے۔

اور اُس میں ایک خاصیت اُس امت کے لئے ہے اُس بات میں ہے جس کی روایت عبدالرحمٰن بن زید نے کی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے کہا اے میرے رب مجھے اس امتِ مرحومہ سے خبر دے۔ فرمایا امت محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ہیں علما۔ گوشہ نشین پارسا بردبار گزیدہ دانا راست کار گویا کہ وہ انبیاء ہیں، تھوڑی عطا پر مجھ سے رضامند اور تھوڑے عمل پر میں اُن سے خوش ہوں اور لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ کے ساتھ ہیں اُن کو بہشت میں داخل کروں گا۔ اے عیسٰے وہ اکثر بہشت کے رہنے والے ہیں اس واسطے کہ کسی قوم کی ہرگز زبان نے لا اِلٰہ الا اللہ کی اطاعت نہیں کی جیسی کہ اُن کی زبانوں نے کی اور نہ قوم کی گردنیں ہرگز سجدہ میں جھکیں جیسی کہ ان کی گردنیں جھکیں۔

اور عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہر آئینہ یہ یہ آیت توریت میں لکھی ہوئی ہے:۔

یا ایھا النبی ارسلناك شاھدًا ومبشرا ونذیرا وحرزا للمومنین و کنزا لامیین انت عبدی ورسولی سمیتك المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ ولا صخاب فی الاسواق ولا یجزی بالسیئة السیئه ولکن یعفو ویصفح ولن اقبضه حتی تقام به الملة المعوجة بان یقولوا لا الٰہ الا اللہ ویفتحوا اعینا عمیا واذنا صماد

قلوبا غلفا۔ یعنی اے نبی ہم نے تجھے بھیجا ہے شہادت اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا مومنوں کے لئے پناہ اور ناخواندہ لوگوں کے لئے خزانہ تو میرا بندہ ہے اور تو میرا رسول ہے نام تیرا امین نے متوکل رکھا جو نہ دل اور بات کا سخت اور کڑا ہے اور نہ بازاروں میں چیخنے چلانے والا ہے اور نہ وہ برائی کا بدلہ برائی سے کرتا ہے الا یہ کہ وہ معاف اور درگزر کرتا ہے اور میں اُس کی روح قبض نہ کروں گا جب تک کہ اُس کے سبب ٹیڑھی ملت سیدھی نہ ہو جائے اس طرح کہ کہیں وہ کہ لا الٰہ الا اللہ ، اور کھولیں اندھی آنکھیں اور بہرے کان اور جو غلاف میں لپٹے ہوئے دل ہیں۔

پھر ہمیشہ خلوت میں بندہ اس کلمہ کو موافقت دل کے ساتھ اپنی زبان پر بار بار لاتا ہے یہاں تک کہ کلمہ قلب میں جڑ پکڑتا اور حدیث نفس کو دُور کرتا ہے کہ اس کے معنی قلب میں حدیث نفس کے قائم مقام ہو جاتے ہیں پھر جبکہ کلمہ غائب ہو گیا اور زبان پر آسان ہُوا تو قلب اُس کو کھینچتا اور پی جاتا ہے۔ پھر اگر زبان چپ رہی تو قلب نہیں چپ رہتا۔ پھر وہ کلمہ قلب میں جوہر بن جاتا ہے اور اُس کے جوہر بن جانے سے دل میں نور یقین قرار پکڑ لیتا ہے حتیٰ کہ جب دل اور قلب سے صورت کلمہ دُور ہو جاتی ہے تو اُس کا نور جوہر ہو کر رہ جاتا ہے اور ذکر کو عظمت مذکور یعنی حق سبحانہ وتعالےٰ کے ساتھ لیتا ہے اور اُس وقت ذکر ذکرِ ذات ہو جاتا ہے۔ اور یہی ذکر مشاہدہ اور مکاشفہ اور معائنہ ہے یعنی ذکر ذات کا نور ذکر کے جوہر ہونے سے اور یہ خلوت سے اعلیٰ درجہ کا مقصد ہے اور یہ کبھی خلوت سے حاصل ہوتا ہے نہ کلمہ کے ذکر سے بلکہ تلاوت قرآن مجید سے جب کثرت سے تلاوت کرے اور زبان کے ساتھ قلب کی موافقت میں جدوجہد ہو یہاں تک کہ تلاوت زبان پر جاری ہو جائے اور کلام کے معنی حدیث نفس کے قائم مقام ہو جائے اور اس وقت بندہ کو تلاوت اور نماز میں سہولت پیدا ہوتی ہے اور اس سہولت سے تلاوت اور نماز میں باطن روشن اور نورانی ہو جاتا ہے اور قلب میں نور کلام کا جوہر بن جاتا ہے اور اُسی سے ذکر ذات بھی ہوتا ہے اور قلب میں نور کلام جمع ہوتا ہے جس کے ساتھ کلام کرنے والے پاک کی بزرگی نظر آتی ہے اور اس عطیہ کے سوا علوم الہامی

لذلی بندہ پر مکشوف ہوتے ہیں اور اس قدر حقیقت ذکر اور تلاوت پر بندہ کے پہنچنے تک جبکہ اُس کا باطن صاف ہو جاتا ہے۔ وہ کبھی کمال انس اور حلاوت ذکر سے ذکر میں گم ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ ذکر میں غائب ہونے کے اندر سونے والے میں مل جاتا ہے اور گویا سوتا ہے۔

اور کبھی حقائق اُس کو خیال کے پیرایہ میں جلوہ گر ہوتے ہیں جس طرح کسی نے خواب میں دیکھا کہ اُس نے ایک سانپ مارا تو اُس کو تعبیر دینے والا کہتا ہے کہ تو دشمن پر فتح یاب ہو گا۔ پھر اُس نے دشمن پر فتح پائی اور وہ کشف ہے جس کا حق تعالےٰ نے مکاشفہ کرایا اور یہ فتح روح مجرد ہے کہ خواب کے فرشتہ نے اُس کے لئے ایک بدن اس روح کے لئے سانپ کے خیال سے ڈھال دیا تو روح جو کشف ظفر ہے حق کا خبر دینا ہے اور خیال جو بدن کے مانند ہے ایک صورت مثالی ہے جو خواب دیکھنے والے کے نفس سے پیدا ہو گئی۔ اس وجہ سے کہ بیداری میں قوت وہمی اور خیالی باہم ملی ہوئی ہیں۔ پس کشف ظفر کی روح سانپ کے بدن مثالی سے مرکب ہو جاتی ہے اس واسطے تعبیر کی حاجت پڑی اس واسطے کہ اگر کشف اُس حقیقت کا ہوتا جو روح ظفر کی ہے تعبیر اُس صورت مثالی کی جو بدن کے مانند ہے تو احتیاج تعبیر کی نہ ہوتی اور ظفر کو ہی دیکھتا اور ظفر صحیح ہوتی۔

اور کبھی بیداری کے وہم و خیال کے اشتمال سے خواب بیں بغیر حقیقت کے خیال مجرد اور خالی ہوتا ہے اُس وقت وہ خواب پریشان ہوتا ہے جیسے اضغاث احلام کہتے ہیں اور اُس کی تعبیر نہیں ہوتی اور صاحب خلوت کے لئے کبھی ایک خیال مجرد ہوتا ہے جو اُس کی ذات سے بدوں اس بات کے کہ وہ کسی حقیقت کا ظرف ہو پیدا ہوتا ہے تو اس پر کوئی بنا نہیں رکھی جاتی اور نہ اُس کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ پس یہ واقعہ نہیں ہے اور وہ فقط خیال ہے اور ہر گاہ کہ ایک سچا آدمی اللہ تعالےٰ کے ذکر میں غائب ہو گیا یہاں تک کہ محسوس سے بھی وہ غائب ہو گیا اس طرح پر کہ اگر کوئی آدمی اُس کے پاس جائے تو اُس کو خبر اس کی نہیں اس وجہ سے کہ وہ ذکر کے اندر گم ہے اور اس حالت میں ابتداءً اُس کے نفس سے مثال اور خیال پیدا ہوتا

ہے جن میں روح کشف کی پھونکی جاتی ہے۔ پھر جبکہ وہ اپنی غیبت سے عود کرتا اور اُس کو افاقہ ہوتا ہے تو یا یہ ہوتا ہے کہ اُس کی تفسیر اُس کے باطن سے آتی ہے جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک عطا ہے اور یا اُس کی شارح۔

شیخ اُس کا ہے جس طرح کوئی معتبر خواب کی تفسیر کہتا ہے اور یہ واقعہ ہوتا ہے اس واسطے کہ وہ ایک حقیقت کا کشف مثال کے لباس میں ہے اور صحت واقعہ کی شرط اولاً ذکر میں خلوص ہے دوسرے ذکر میں اُس کا مستغرق ہونا ہے اور اُس کی علامت یہ ہے کہ دُنیا سے بے رغبتی اور تقویٰ کی ملازمت ہو اس واسطے کہ اللہ تعالےٰ نے واقع میں اس کو امر مکشوف کا سبب مورد حکمت بنایا ہے اور حکمت زہد اور تقویٰ کا حکم کرتی ہے اور کبھی ذاکر کے لئے حقائق مجرد بلا لباس مثال کے ہوتے ہیں اور یہ کشف اور خبر دینا من جانب اللہ تعالیٰ اُس کے لئے ہے اور یہ کبھی دیکھنے سے ہوتا ہے اور کبھی سُننے سے اور کبھی اپنے باطن سے سُنتا ہے اور کبھی وہ ہوا سے گرتا ہے نہ اُس کے باطن سے جیسے ہاتف کہ وہ فرشتہ غیب مشہور ہے کہ اس سے وہ ایک امر کو جس کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ اُس کے یا غیر کے لئے چاہتا ہے جان لیتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا خبر اُس کو دینا اُس کے ساتھ اُس کے یقین زیادہ ہونے کا ہوتا ہے۔ یا خواب میں ایک شئے کی حقیقت کو دیکھتا ہے۔

بعض صوفیہ سے نقل ہے کہ اُس کے لئے شربت ایک پیالہ میں لایا تھا اور اُس نے اپنے ہاتھ سے اُسے رکھ دیا اور کہا ہر آئینہ عالم میں ایک حادثہ پیدا ہوا اور مَیں اُس کو نہ پیئوں گا جب تک کہ جان لوں کہ وہ کیا ہے؟ پھر اُس پر کشف ہُوا کہ ایک قوم مکّہ میں داخل ہوئی اور اُس میں قتل کیا۔

اور ابا سلیمان خواص سے حکایت ہے کہ کہا ایک دن میں سوار ایک گدھے پر تھا اور اُسے ایک مکھی ستا رہی تھی اور وہ اپنے سر کو نیچے کی طرف جُھکاتا تھا تو مَیں اُس کے سر پر لکڑی جو میرے ہاتھ میں تھی مارتا تھا، گدھے نے اپنا سر میری طرف اُٹھایا اور کہا مار کہ تُو اپنے سر پر مارتا ہے اُن سے پوچھا کہا کہ اے ابا سلیمان یہ تیرا واقعہ ہے یا اُس کو تُو نے سُنا ہے؟ کہا میں نے اُس سے سُنا ہے

جیسا کہ تم نے مجھ سے سُنا۔

اور حکایت ہے احمد بن عطاء روزباری سے کہا مجھے طہارت کے امر میں بہت احتیاط تھی تو ایک رات استنجا کرتا رہا یہاں تک کہ ایک تہائی رات گزر گئی اور میرا دل خوش نہ ہُوا اور جی میرا گھٹا پھر میں رویا اور کہا میں نے یا اللہ العفو تو ایک آواز سُنی اور کسی کو نہ دیکھا وہ کہتا تھا اے ابا عبداللہ عفو علم میں ہے۔

اور کبھی اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر آیات اور کرامات کا کشف اُس کی تربیت اور تقویت یقین اور ایمان کے لئے کرتا ہے۔

روایت ہے کہ جعفر خلدی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک قیمتی نگینہ تھا اور وہ ایک دن کشتی میں دجلہ پر سوار تھا تو اُس نے ارادہ کیا کہ ملاح کو پیسے دے اور کپڑا کھولا تو نگینہ دجلہ ندی میں گر پڑا اور اُن کے پاس ایک دُعا مجرب کھوئی چیز کی تھی اور اُس کے ساتھ دُعا کیا کرتے۔ پس نگینہ کو ورقوں کے درمیان پایا جن کو وہ اُلٹ رہے تھے اور دُعا یہ ہے کہ کہے: یاجامع الناس لیوم لا ریب فیہ اجمع علی ضالتی۔

اور میں نے اپنے شیخ سے ہمدان میں سُنا ہے کہ ایک شخص کی حکایت اُن کے سامنے کی گئی کہ بعض خلوت میں اس پر کشف ہُوا کہ لڑکا اس کا کہ جیحوں میں تھا قریب ہی کہ وہ کشتی سے پانی میں گر پڑے کہا میں نے اس کو جھڑکا اور وہ نہ گرا اور یہ شخص ہمدان کے نواح میں تھا اور بیٹا اس کا جیحون میں تھا پھر جب وہ لڑکا آیا تو اُس نے خبر دی کہ میں پانی میں گرا چاہتا تھا اور عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں منبر پر یاساریۃ الجبل کہا اور لشکر نہاوند میں تھا تب لشکر نے آڑ پہاڑ کی طرف پکڑی اور دشمن پر فتح پائی۔ تب لشکر سے کہا گیا کیونکہ تم نے یہ جانا تو کہا ہم نے عمرؓ کی آواز سُنی اور وہ کہتے تھے یاساریۃ الجبل!۔

ابن سالم کا قول تھا کہ ایمان کے چار رکن ہیں ایک رکن ایمان بالقدرۃ ہے اور ایک ایمان بالحکمۃ اور ایک رکن قوت اور طاقت سے بری ہونا اور ایک رکن اللہ عزوجل سے سب چیزوں میں مدد مانگنا سو اُس سے سوال کیا گیا کہ ایمان بالقدرت کے کیا معنی ہیں تو جواب دیا کہ وہ یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اور انکار مت

کرو اس بات سے کہ ایک بندہ اللہ کا مشرق میں داہنی کروٹ سوتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی عنایت اور کرم سے یہ ہو کہ اس کو قوت ایسی بخشے کہ وہ داہنی کروٹ سے جو بائیں کروٹ لے تو وہ مغرب میں ہو تم اُس کے جواز کا اور اُس کے ہونے کا ایمان رکھو۔

اور مجھ سے ایک فقیر کی حکایت کی گئی کہ وہ مکہ میں تھا اور ایک شخص بغداد میں تھا جس کی موت کی خبر مشہور ہوئی کہ وہ مر گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُس کو مکاشفہ ایک آدمی کے ساتھ اُس حال میں کہ سوار تھا کرایا کہ وہ بغداد کے بازار میں چلتا پھرتا ہے تو فقیر نے اُس کے دوستوں کو خبر دی کہ وہ نہیں مرا اور ایسا ہی تھا یہاں تک کہ مجھ سے اُس شخص نے ذکر کیا کہ ہر آئینہ وہ اس حالت میں کہ مکاشفہ شخص کا سوار کی حالت میں کیا گیا کہا کہ میں نے اُسے بازار میں دیکھا اور میں اپنے گاؤں کے لوہار کے ہتھوڑے کی آواز بغداد میں بازار میں سُنتا تھا اور یہ سب مواہب اور عطیاتِ الٰہی ہیں۔ اور کبھی ایک قوم کو ان واقعات کا مکاشفہ کرایا جاتا ہے اور یہ مرتبہ عطا ہوتا ہے اور کبھی ان لوگوں سے بڑھ کر وہ شخص ہوتا ہے جس کو ان کشف اور کرامات سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ یہ تقویت یقین کے اسباب ہیں اور جو شخص کہ اُس کو یقین شرف عطا کیا گیا اُس کو حاجت ان چیزوں سے کسی چیز کی نہیں ہے۔

پس یہ کُل جتنے کہ آیات فروتر اس سے ہیں جس کا ہم نے ذکر کیا کہ قلب میں ذکر جوہر بن جاتا اور جڑ پکڑ لیتا ہے اور ذکر ذات کا موجود ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ اس حکمت میں مریدوں کی تقویت اور سالکوں کی تربیت ہے تاکہ اُن کو زیادہ یقین اُن کا ہو جس کے سبب وہ لوگ نفس کی جنگ جوئی اور لذت دُنیا کی فراموش کرنے کی طرف منجذب ہوں اور اس کے سبب اُن کا عزم آرمیدہ اُن سے قربات کے ساتھ اوقات کی بربادی کے لئے برانگیختہ ہو۔

پس اس سے یہ لوگ خوش ہوں اور رفتہ رفتہ اُس شخص کے طریق پر چلیں جو اس سے یقین صرف کے ساتھ مکاشفہ کیا گیا اس وجہ سے کہ نفس اُس کا سریع الاجابت اور سہل الانقیاد اور کامل استعدادی اور اولین کے لئے اُسے وہ چیزیں نرم ہوگئیں

جو سخت نہ تھیں اور جو باتیں پوشیدہ تھیں وہ مکشوف ہوئیں۔

اور کبھی اس کی صورتیں ترساؤں اور برہمنوں سے جو سبیل ہدیٰ پر نہیں چلتے اور ہلاکت کے طریق پر چلتے ہیں عدو کی اور باز رکھی نہیں جاتیں تاکہ یہ معاملہ اُن کے حق میں مکر اور استدراج ہو جائے اور اپنے حال کو مستحسن جانیں اور دُوری اور راندگی کے قرارگاہ میں ٹھہرے رہیں اس غرض سے کہ وہ اس پر باقی رہیں اُس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ وہ اندھے ہوں اور گمراہ اور ہلاکت و وبال میں مبتلا رہیں اور سالک تھوڑی بات جو اُس کے لئے حاصل ہو جائے اس پر فریفتہ نہ ہو اور سمجھے کہ اگر وہ پانی پر چلے اور ہوا میں اُڑے تو یہ اُس کو مانع نہیں ہے حتیٰ کہ حق تقویٰ اور زہد کو ادا نہ کرے مگر جو شخص کہ ایک خیال میں اُلجھا یا غلط پر قناعت کی اور خلوت کی بنیاد کو اخلاص سے مستحکم نہ کیا وہ مکر سے خلوت میں جلتا ہے اور غرور سے نکلتا ہے پھر وہ عبادات کو ترک کرتا اور اُن کو حقیر سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ معاملہ کی لذت اُس سے سلب کر لیتا ہے اور اُس کے دل سے شریعت کی دہشت جاتی رہتی ہے اور دُنیا و آخرت میں فضیحت ہوتا ہے۔

پس مرد صادق کو جان لینا چاہیئے کہ خلوت سے مقصود تقرب حق تعالےٰ ہے اس طرح پر کہ اوقات نیک حسنہ سے قریب ہوں اور اعضا و جوارح کو مکروہات سے باز رکھے۔ ارباب خلوت کی قوم کے لئے اور اُن کی مداومت اور تقسیم اُس کی اوقات پر لائق ہے۔ اور ایک قوم کو ذکر واحد یعنی فقط ایک ذکر کا التزام مناسب اور ایک قوم کے لئے مراقبہ کی ہمیشگی اور ایک گروہ کے لئے ذکر سے اوراد و وظائف کی طرف نقل کرنا اور ایک گروہ کے واسطے وظائف سے ذکر کی طرف جانا اور اس کے مقدار کی معرفت شیخ کی صحبت اُس کو سکھلاتی ہے جو نوعیت اور اختلاف اوضاع پر مطلع ہے کہ وہ اُمت کا خیر خواہ اور اس گروہ کا مہربان ہے۔ مرید کو اللہ تعالیٰ کے واسطے چاہتا ہے نہ اپنے نفس کے لئے آزاد ہوا ہے نفس سے دوست ہے استتباع کا اور جو شخص محب استتباع کا ہو اور ایسا شخص اصلاح زیادہ کرے امور افساد اُس سے کمتر ہوتے ہیں۔

⁂

اٹھائیسواں باب

اربعین میں داخل ہونے کے بیان میں

روایت ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام خطاء میں مبتلا ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے لئے چالیس رات اور دن سجدہ میں گرے رہے یہاں تک کہ اُس کے پروردگار کی طرف سے معافی اور مغفرت آئی اور بہر آئینہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تنہائی اور گوشہ نشینی اصل امر اور دستاویز اہلِ صدق کی ہے پھر جس کی اوقات اس پر مستمر رہے تو اُس کی تمام عمر خلوت ہے اور اُس کا دین درست اور محفوظ ہر عیب اور آفت سے ہے۔ پھر اگر یہ بات اُس کو میسر نہ ہو اور وہ پہلے اپنے نفس اور پھر اہل و اولاد میں پھنسا ہوا تو تو چاہیئے کہ اُس کے نفس کے لئے اس سے ایک حصّہ ہو۔

سفیان ثوریؒ سے منقول ہے اُس روایت میں جو احمد بن حرث نے خالد بن زید رضی اللہ عنہ سے کی ہے کہ کہا یہ کہا جاتا تھا کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے چالیس روزہ اخلاص بجا نہ لایا مگر یہ کہ اللہ سبحانہٗ نے حکمت کو اُس کے دل میں جمایا اور دُنیا سے بے رغبت اور آخرت کا راغب کر دیا اور دنیا کے مرض اور دوا کو دکھلا دیا۔ پس بندہ اپنے نفس سے دس دن میں ایک دفعہ تعہد اُس کا کرتا ہے اور مرید طالب جب خلوت میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو اس میں سب سے کامل یہ امر ہے کہ دنیا سے متجرد اور خالی ہو اور جن چیزوں کا وہ مالک ہے اُن کو خارج اور دفع کرے اور غسل کامل کرے جبکہ پوشاک اور جانماز کی احتیاط پاکیزگی اور طہارت سے کر لی ہو اور دو رکعت نماز پڑھے اور گریہ و عاجزی و فروتنی اور خشوع سے اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور باطن اور ظاہر کو یکساں بنائے اور دغا فصل اور حسد و کینہ و خیانت میں نہ پلٹے۔ پھر اپنی خلوت کی جگہ بیٹھے اور وہاں سے بجز نماز جمعہ اور نماز جماعت کے دوسرے کام کے لئے نہ نکلے اس واسطے کہ نماز جماعت کا خیال چھوڑ دینا غلطی اور خطا ہے اور اگر باہر نکلنے میں تفرقہ پائے تو ایک شخص اُس کے لئے ایسا ہو جو اُس کے ساتھ خلوت میں نماز ادا کرے اور قطعاً سزاوار نہیں ہے کہ اکیلے نماز پڑھنے پر راضی

ہو کہ جماعت کے ترک میں اُس پر آفتوں کا خوف ہے اور ہم نے دیکھا ہے ایسے شخص کو جس کی عقل خلوت میں مشوش ہوگئی اور شاید کہ یہ جماعت کی نماز چھوڑنے پر اصرار کی نحوست سے ہو سو اس کے سزاوار ہے یہ کہ اپنی خلوت سے نماز جماعت کے لئے باہر آئے اور اقرار کرے ایسا کہ ذکر میں اُس کے فتور نہیں آتا اور جو دیکھے کثرت سے نگاہ اُسکی طرف نہ دوڑائے اور جو سُنے اس کی سماعت نہ کرے اس واسطے کہ قوتِ حافظہ اور متخیلہ ایک لوح کے مثل ہے جس میں ہر ایک چیز دیکھی اور سُنی ہوئی نقش پکڑتی ہے تو اس سے وسواس اور خبث باطن اور خلل زیادہ بڑھتا ہے اور اس بات کی کوشش کرے کہ جماعت میں ایسے پہنچے کہ امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ میں شریک ہو۔ پھر جب امام سلام پھیرے اور وہاں سے اُلٹا پھرے تو یہ اپنی خلوت کو چلا آوے اور اپنے باہر آنے میں اس بات سے پرہیز کرے کہ لوگ اُس کی طرف گھوریں اور خلوت میں اس کے بیٹھنے کو جانیں اس واسطے کہ کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک منزلت کی طمع مت رکھ جبکہ تُو لوگوں کے سامنے اپنی منزلت چاہتا ہے۔

اور یہ ایک اصل ہے جس سے بہت اعمال فاسد اور تباہ ہو جاتے ہیں جبکہ اس میں کوئی فروگذاشت کرے اور بہت احوال اُس سے سُدھر جاتے ہیں جبکہ کوئی اُس کا اعتبار و پاس لحاظ رکھے اور خلوت میں اپنے وقت کو اللہ تعالیٰ کے لئے ایک چیز دی ہوئی کرے اُن فعلوں کی مداومت سے جو اُس کی رضا کے ہوں یا تلاوت یا ذکر یا نماز یا مراقبہ اور جب کسی وقت ان اقسام سے تکان ہو تو سو رہے۔ پس اگر چاہے تو تھوڑی تھوڑی شمار رکعتوں کی یا تلاوت اور ذکر کی مقرر کرے۔ اور اگر چاہے کہ حکم وقت کے ساتھ رہے تو ان اقسام سے جو قسم اُن کے دل پر ہلکی اور آسان معلوم ہو اس پر اعتماد اور قرارداد کرے اور جب اُس سے سستی معلوم ہو سو رہے اور جو چاہے کہ ایک سجدہ یا ایک رکوع یا ایک دو رکعت میں ایک ساعت یا ایک دو ساعت ٹھہرا رہے تو ایسا ہی کرے اور خلوت میں ہمیشہ باوضو رہنے کا التزام کرے اور سوئے نہیں جب تک کہ نیند کا غلبہ نہ ہو بعد اس کے کہ نیند کو کئی بار اپنے سے ٹال دیا ہو اور یہ شغل اُس کا رات دن رہے اور جب کلمہ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ کا ذاکر ہو اور نفس زبان سے ذکر کرتے کرتے

تھک جائے تو اُسے دل سے کہے بدوں اس کے کہ زبان کو جنبش ہو اور سہل بن عبداللہ نے کہا ہے جب تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہے تو کلمہ کو کھینچے اور قدم حق کی طرف نظر کر، پھر اُس کو ثابت کر اور اُس کے ماسوا کو باطل اور چاہیئے کہ جانے ہر آئینہ امر زنجیر کے مانند ہے جو حلقہ حلقہ کو چاہتا ہے تو فعل رضا کے ساتھ لزوم دائمی پر رہے۔

اور جو شخص اربعین اور خلوت میں بیٹھے تو بہتر ہے کہ روٹی اور نمک پر قناعت کرے اور ہر رات ایک رطل بغدادی عشاء آخر کے بعد کھائے (رطل کا وزن قریب آدھ سیر کے بارہ اوقیہ ہے اور اوقیہ چالیس درہم۔ پس رطل چار سَو اسّی درہم کا ہے اور درہم کا وزن اٹھائیس جَو کے برابر ہے اور اس درہم شرعی کی سات مثقال کے حساب سے رطل تین سَو چھتیس مثقال کے برابر ہے) اور اگر اس کو نصفا نصف تقسیم کرے تو اول شب نصف رطل اور آخر شب نصف رطل کھائے کہ یہ معدہ کے لئے سبک اور قیام شب اور اُس کے ذکر اور نماز سے زندہ رکھنے کے لئے معین اور مددگار ہے۔ اور اگر چاہے کہ سحری تک آخر اختیار کرے تو اختیار ہے اور اگر نان خورش یعنی سالن تیون لگائے بغیر صبر نہ آئے تو اُسے کھائے اور اگر وہ ایسی چیز ہو جو روٹی کے قائم مقام ہو تو اُس کے موافق روٹی میں سے کم کر دے اور اگر اس مقدار سے بھی قلت کرنی چاہے تو ہر رات ایک لقمہ سے کم گھٹائے اس طرح سے کہ اُس کی قلت عشرۂ آخر میں اربعین سے آدھے رطل تک پہنچے اور اگر قوی ہو تو نفس کو قانع اول اربعین سے آدھے رطل پر کرے اور ہر رات تھوڑا تھوڑا گھٹائے یہاں تک کہ افطاری اُس کی عشرۂ آخر میں چوتھائی رطل کو پہنچے اور مشائخ صوفیہ کا اتفاق اس پر ہے کہ بناء اُن کے امر کی چار چیزوں پر ہے: کم کھانا، کم سونا، کم بولنا اور لوگوں سے گوشہ میں رہنا۔

اور بھوک کے دو وقت بنائے ہیں۔ ایک اُن دونوں میں چوبیس ساعت کا آخر ہے تو ایک رطل سے دو ساعت پیچھے ایک اوقیہ ایک بار کھانے کا ہے کہ اُس کو بعد نماز عشاء کھائے یا اُس کو دو دفعہ کے کھانے میں تقسیم کرے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور دُوسرا وقت بہتر ساعت کے شروع پر ہے۔ پس دو رات طے اور تیسری رات افطار ہے اور ہر ایک دن رات کے لئے رطل کا ایک تہائی ہو گا اور ان

دونوں وقتوں کے درمیان ایک وقت ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر دو رات سے ایک رات کو افطار کرے اور ہر ایک دن رات کے لئے نصف رطل ہے اور یہ سزاوار ہے کہ عمل میں آئے جب یہ کوئی تھکاوٹ اور تنگ دلی اُس پر اور انقباص وافسردگی ذکر میں نہ پیدا کرے اور جبکہ اُن میں سے کچھ بھی پائے تو چاہیئے کہ ہر رات افطار کرے اور ایک رطل دو وقت میں یا ایک ہی وقت میں تناول کرے ۔ پس نفس جبکہ ایک رات کو دو رات سے افطار کرنا شروع کرے اور پھر ایک رات کا افطار چاہے تو قناعت کرے اور اگر ہر رات کے افطار سے سہولت کی جائے رطل پر قناعت نہ کرے اور نا نخورش اور دل خواستہ چیزیں نفس طلب کرے گا اور اسی پر قیاس کر لو ۔ پس اگر لالچ دیا جائے تو وہ للچائے اور اگر قناعت کرایا جائے تو قناعت کرے ۔

اور بعضے صوفی ہر رات کو گھٹاتے تھے حتیٰ کہ نفس کو بہت ہی کم قوت پر لا کر رکھا اور صالحین سے بعض ایسے تھے جو غذا چھوارے کی گٹھلیوں سے وزن کرتے اور ہر رات ایک گٹھلی برابر کم کرتے اور بعضے اُن میں سے غذا گیلی لکڑی سے وزن کرتے اور خشکی کے بقدر ہر رات گھٹا دیتے اور بعضے ہر شب روٹی کے ساتویں حصہ کی ایک چوتھائی کھاتے کہ اٹھائیسواں حصہ ہے یہاں تک کہ ایک روٹی مہینے میں کم ہو جاتی ۔ اور بعضے ان میں ایسے تھے کہ کھانے میں تاخیر کرتے اور تقلیل غذا کا عمل نہ کرتے مگر اُس کی تاخیر میں رفتہ رفتہ عمل کرتے حتیٰ کہ ایک شب سے دوسری شب میں در آتے ۔ اور ایک گروہ نے یہ عمل تحقیق کیا ہے کہ ان کا طے اور بھوکا رکھنا اپنے کو سات دن اور دس دن اور پندرہ دن اور چالیس دن تک پہنچ گیا ہے ۔ اور ہر آئینہ سہل بن عبداللہ سے کہا گیا کہ یہ شخص جو چالیس دن اور اُس سے زیادہ دن کے بعد کھاتا ہے تو اُس کی بھوک کی سوزش اُس سے کہاں چلی جاتی ہے ؟ کہا اُس کو نور بجھا دیتا ہے اور بعضے صالحین سے اُس کا سوال کیا گیا تو مجھ سے یہ کلام کیا گیا ایسی عبادت کے ساتھ کہ وہ اس بات پر دلالت کرتی تھی کہ وہ شخص ایک فرحت اپنے پروردگار سے پاتا ہے جس کے ساتھ آتش گرسنگی منطفی ہو جاتی ہے اور یہ بات خلقت میں موجود ہے کہ ایک آدمی میں فرحت آتی ہے اور وہ بھوکا تھا تو اُس سے بھوک جاتی رہتی ہے اور ایسا ہی خوف

کی راہ میں یہ بات ہو جاتی ہے اور جس نے یہ کام کیا اور اپنے نفس کو ان اقسام سے جن کا ہم نے ذکر کیا کسی میں کھپا دیا تو یہ امر اُس کے عقل کے نقصان اور اُس کے جسم کے اضطراب میں اثر نہیں کرتا جبکہ وہ صدق اور اخلاص کی حمایت میں ہوتا ہے۔ البتہ یہ بات اور دوام ذکر اُس شخص کے لئے خوف کا باعث ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے واسطے اخلاص حاصل نہیں کیا ۔

اور ہر آئینہ کہا گیا ہے کہ بھوک کی حد یہ ہے کہ بھوکا روٹی وغیرہ میں جو کھانے کی چیزیں ہیں تمیز نہ کرے اور جب نفس نے روٹی کی تعیین کی تو وہ بھوکا نہیں ہے اور یہ بات کبھی تین دن بعد دو حدوں کے آخر میں پائی جاتی ہے اور یہ صدیقوں کی بھوک ہے اور اس وقت غذا کا طلب کرنا اس ضرورت سے ہوتا ہے کہ بدن بنا رہے اور فرائض بندگی کے قائم رہیں اور یہ حد ضرورت اُس شخص کے لئے ہے جو بتدریج تقلیل غذا میں اجتہاد نہ کرے مگر جس نے کہ اُس میں اپنے نفس کو کھپا دیا تو وہ اُس سے زیادہ پر چالیس روز تک صبر کرتا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ بھوک کی حد یہ ہے کہ وہ تھوکے اور جب اُس کے تھوک پر مکھی نہ بیٹھے تو یہ اُس پر دلیل ہے کہ معدہ اُس کا چکنائی سے خالی ہے اور اُس کے تھوک میں ایسی صفائی ہے جیسے پانی میں کہ مکھی اُس کا ارادہ نہیں کرتی ۔

روایت ہے کہ سفیان ثوری اور ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تین تین دن بھوکے رہتے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سات دن بھوکے رہتے۔ اور ہمارے دادا محمد بن عبداللہؒ مشہور رعمویہ کا حال مشہور ہے اور وہ احمد اسود دینوری کے یار تھے کہ وہ چالیس روز تک بھوکے اور اس معاملہ میں انتہا درجے کا طے جو ہمارے کانوں تک پہنچا یہ ہے کہ ایک شخص تھا جس کا زمانہ ہم نے پایا اور اُس کو دیکھا نہیں ابہر میں رہتا تھا زاہد خلیفہ کے نام سے ایک مہینے میں ایک بادام کھاتا اور ہم نے نہیں سُنا کہ اس امت میں کوئی شخص طے اور تدریج کو اس حد تک پہنچا ہو اور ابتدا میں اُس کی حالت جیسا کہ منقول ہے یہ تھی کہ وہ غذا کو لکڑی کے سُکھانے سے گھٹاتا تھا پھر وہ بھوکا رہتا حتیٰ کہ چالیس دن میں ایک بادام تک اُس کی نوبت آگئی پھر

یہ راہ کبھی ایک جماعت صادقین کی چلتے ہیں اور کبھی یہ راہ غیر صادق بھی چلتے ہیں اسی سبب سے کہ ہوٰی اُن کے باطن میں پوشیدہ ہے کہ وہ غذا کے ترک اُن پر آسان کر دیتی ہے۔ جبکہ اُس کو خلائق کے بغور دیکھنے کی طلب ہوتی ہے اور یہ عین نفاق ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم اس سے پناہ مانگتے ہیں اور صادق اکثر اوقات طے پر قادر ہوتا ہے۔ جب اُس کے حال سے کوئی واقف نہ ہو اور اکثر اوقات اس معاملہ میں عزیمت اُس کی ضعیف ہو جاتی ہے جبکہ اُس کے طے سے لوگ واقف ہو جائیں اس واسطے کہ صدق اُس کا طے میں اور نظر اُس کی اُس اللہ کی طرف جس کے لئے وہ بھوکا رہتا ہے طے کو اُس پر آسان کر دیتی ہے۔ پس جب کسی کو اُس کا علم ہوا تو اس میں عزیمت اس کی ضعیف ہو جاتی ہے اور یہ صادق کی علامت ہے۔

اور جب کبھی اُس نے اپنے نفس میں دریافت کیا کہ وہ اس بات کو دوست رکھتا ہے کہ کمتر بینی کی نظر سے دیکھا جائے تو نفس کو چاہیئے کہ متہم کرے اس واسطے کہ نفاق کی آمیزش اُس میں ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے واسطے طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے عوض روحانی اُس کے باطن میں فرحت عطا کرتا ہے کہ اُس کو کھانا فراموش ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں بھولتا مگر اُس کا قلب انوار سے بھر جاتا ہے کہ وہ فرحت روحانی کی جاذب کو قوی کرتا ہے اور اس کو اُس کے مرکز اور قرارگاہ کی طرف عالم روحانی سے کھینچتا ہے اور اُس کے سبب شہوت نفسانی کی زمین سے نفرت کرتا ہے ولیکن اثر جذبۂ روح کا جذبۂ مقناطیس سے جو لوہے پر ہوتا ہے بہت بڑھ کر ہے جبکہ جذبہ نفس کا مخالف روح کے ہو اُس حالت میں کہ نفس مطمئنہ اور اُس پر روح کے انوار قلب منور کے واسطے سے منعکس ہوتے ہوں اس واسطے کہ مقناطیس لوہے کو جذب ایک روح کے سبب کرتا ہے جو مقناطیس کی ہم شکل لوہے میں ہے تو جنسیت خاص کی وجہ سے اُس کو کھینچتا ہے۔

پس جبکہ نفس ہم جنس روح کا اُس نور روح کے عکس سے ہو جاتا ہے جو اُس کو قلب کے واسطے سے پہنچتا ہے تو نفس میں ایک روح حاصل ہوتی ہے کہ قلب اُس کی استمداد روح سے اور ایصال اُس کا نفس کو کرتا ہے اس واسطے کہ روح

نفس کو اُس رُوح کی جنسیت سے جو اُس میں پیدا ہو گئی ہے کھینچتی ہے پھر دُنیا کے کھانے اور حیوانی خواہشیں حقیر ہو جاتی ہیں اور اُس کے نزدیک اس قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی متحقق ہو جاتے ہیں۔ ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی میں رات گزارتا ہوں اپنے رب کے پاس کہ مجھے وہ کھانا کھلاتا ہے اور پانی پلاتا ہے، اور اس حالت پر جس کی میں نے تعریف کی نہیں قدرت رکھتا مگر وہ بندہ جس کے اعمال اور اقوال اور تمام احوال ضرورت ہو جائیں۔

پس کھانا بھی بضرورت کھاتا ہے اور اگر فی المثل وہ کلمہ غیر ضرورت کہے تو اُس میں بھوک کی آتش بھڑک اُٹھے جس طرح آگ لکڑی میں جلتی ہے اس واسطے کہ نفس خوابیدہ ہر ایک چیز سے جاگ اُٹھتا ہے جو اُس کو جگا دے اور جب وہ جاگ اُٹھا تو وہ اپنے ہویٰ کی طرف کھینچتا ہے۔ پس بندہ جو اُس کے ساتھ مراد ہے اگر سیاست نفس کو جانتا ہے اور اُس کو علمِ روزی ہوا ہے اُس پر طے آسان ہے اور تائیدِ الٰہی اُس کو پہنچتی ہے خصوصاً جب کہ عطیاتِ الٰہی سے کسی چیز کا اُس کو کشف ہو گیا اور مجھ سے ایک فقیر نے حکایت کی کہ اُس کو بھوک شدت سے معلوم ہوئی اور وہ نہ مانگتا تھا اور نہ کوئی اُس کا پیشہ تھا کہا جب انتہا درجہ کو بھوک عرصہ کے بعد پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے سیب عطا کیا تو میں نے وہ سیب لیا اور چاہا کہ اُسے میں کھاؤں جب اُسے میں نے توڑا تو ایک حور اُس میں سے نکلی کہ توڑنے کے بعد اُس سے میں نے کھایا پھر مجھے ایسی خوشی اس سے حاصل ہوئی کہ بہت دنوں تک میں کھانے سے مستغنی ہو گیا اور مجھ سے ذکر کیا کہ حور سیب کے درمیان سے نکلی اور ایمان بالقدرت ایمان کے ارکان سے ایک رکن ہے۔ پس یہ حکایت تسلیم کی گئی اور اُس سے انکار نہیں کیا گیا۔

اور سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جس نے چالیس دن طے کیا اُس کے لئے ملکوت سے قدرت ظاہر ہوئی اور کہا جاتا تھا کہ بندہ زہد حقیقی جس میں کچھ آمیزش نہ ہو نہیں کرتا مگر اُس وقت کہ قدرت کا مشاہدہ ملکوت سے کر لے۔ اور شیخ ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ہم نے ایسے شخص کو معلوم کیا جس نے

تاخیر قوت میں نفس کی ریاضت چالیس دن کا طے کیا اور اُس کا حال یہ تھا کہ وہ افطار
کو ہر شب چودھویں حصّہ رات تک تاخیر میں ڈالتا یہاں تک کہ آدھے مہینے میں
طے لیل کرتا۔ پھر اربعین کو ایک سال اور چار مہینے طے کرتا تب ایام ولیالی یعنی دن
اور رات مندرج ہو جاتے اور سما جاتے تا آنکہ اربعین ایک دن کے برابر ہو جاتا۔
اور میرے سامنے ذکر ہوا کہ جس شخص نے یہ کہا اُس کے لئے عالم ملکوت سے آیات
ظاہر ہوئے اور قدرت جبروت کے معنی اُسے مکشوف ہوئے جن کے ساتھ اللہ تعالےٰ
نے تجلی اُس کے واسطے کی جس طرح چاہی۔

اور جاننا چاہیئے کہ طے اور قلت غذا اگر عین فضیلت ہوتی تو کسی نبی سے
فوت نہ ہوتی اور ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقصی نماز کو پہنچتے اور اس میں شک
نہیں کہ اُس کے لئے ایک فضیلت ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا الاعطیات الٰہی
اس میں منحصر نہیں اس واسطے کہ کبھی وہ شخص جو سارے دن کھایا کرے اُس سے
افضل ہوتا ہے جو اربعین کی طے کرتا ہے اور کبھی وہ شخص جس کو معانی قدرت سے
کچھ بھی منکشف نہیں افضل اُس سے ہوتا ہے جس کو وہ معانی کشف ہوتے ہوں جبکہ
صرف معرفت سے اُس کو اللہ تعالیٰ نے کشف دیا ہو۔ پس قدرت ایک اثر قادر سے ہے۔

اور جو شخص قرب قادر کا اہل ہو گیا اس کو قدرت سے کسی چیز کا تعجب اور
انکار نہیں ہوتا اور وہ قدرت کو دیکھتا ہے کہ عالم حکمت کے اجزار کے پردے
سے جلوہ کر رہی ہے تو جبکہ بندہ اللہ تعالےٰ کے لئے چالیس دن خالص ہوا اور
کسی حال کے ضبط میں انواع عمل اور ذکر اور قوت وغیرہ سے جن کا ہم نے
ذکر کیا ہے کوشش اور جہد کی اس اربعین کی برکت اُس کے تمام اوقات وساعات
پر پہنچتی ہے۔ اور وہ ایک اچھا طریقہ ہے جس پر ایک گروہ صالحین نے اعتماد کیا
ہے اور صالحین کی ایک جماعت تھی جو اربعین کے لئے ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ
کے اختیار کرتے تھے اور وہ موسیٰ علیہ السلام کا اربعین ہے۔

حجاج نے مکحول سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے جس نے اللہ تعالےٰ کے لئے چالیس دن عبادت خالص کی اُس کے دل سے

حکمت کے چشمے اُبلے اُس کی زبان سے جاری ہُوئے ۔

اُنتیسواں باب

اخلاق صوفیہ اور شرح خلق کے بیان میں ہے

حضرات صوفیہ اقتدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور لوگوں سے زیادہ حصّہ لئے ہوئے ہیں اور بڑے مستحق سب سے اُس کے احیاء سنت کے ہیں اور اخلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متخلق ہونا حسن اقتدار اور احیاء سنت سے ہے اس بناء پر کہ جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے میرے فرزند! اگر تو اُس کی قدرت رکھے کہ تو صبح اور شام اس طرح پر کرے کہ تیرے دل میں کسی کی طرف سے میل نہ ہو تو ایسا کر پھر فرمایا اے فرزند اور یہ میری سنت سے ہے اور جس نے میری سُنت کو زندہ کیا تو ہر آئینہ اُس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا ۔

پس صوفیہ نے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کیا اس واسطے کہ وہ اپنے شروع میں آپؐ کے اقوال کی رعایت کی توفیق دیئے گئے اور اپنے حال کے درمیان آپؐ کے اعمال کی اقتدار کی اور اس کا ثمرہ اُن کو یہ ملا کہ وہ آپ کے اخلاق کے ساتھ اپنے نہایات میں متحقق ہُوئے اور اخلاق کی درستی اور تہذیب نہیں ہوتی ۔ مگر جبکہ پہلے نفس کا تزکیہ اور تصفیہ ہو اور تزکیہ کا طریق سیاست شرع کے اذعان اور رمان لینے سے ہے اور ہر آئینہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے ۔ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خلق عظیم ۔ یعنی اور ہر آئینہ تُو بڑے خُلق ہے ۔

ہرگاہ کہ آپؐ اشرف الناس اور زیادہ پاکیزہ نفس تھے تو خلق میں بھی اُن سب سے احسن تھے ۔ مجاہد نے کہا علی خلق عظیم سے مراد ہے علی دین عظیم اور دین اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کا مجموعہ ہے ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کیا گیا فرمایا کہ آپؐ کا خلق قرآن تھا ۔ قتادہؓ نے

تھا وہ یہ ہے کہ امر الٰہی کے ساتھ آپ امر کرتے اور نہی الٰہی کے ساتھ نہی کرتے تھے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول میں کان خلقہ القرآن بڑا سر ہے اور علم غامض و پوشیدہ ہے جس کے ساتھ آپ نے کلام نہیں کیا مگر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی آسمانی اور صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اور اس کلمہ سے کہ خذوا شطر دینکم من ھذہ الحمیرا یعنی حاصل کرو دین کا ایک حصہ اس حمیرا سے مخصوص کیا اور یہ اس وجہ سے کہ نفوس انواع و اقسام کی سرشت اور طبائع کے پیدا کئے گئے ہیں کہ یہ اُن کے لوازم اور ضروریات سے ہیں۔ بعضے مٹی سے پیدا کئے گئے اور اُن کی اُس کے موافق ایک طبع ہے اور بعضے پانی سے اور اُن کی اُس کے موافق طبیعت ہے اور اسی طرح حمأ مسنون یعنی کالی مٹی سڑی ہوئی سے اور صلصال یعنی کچی کھنکھناتی مٹی سے جو مثل فخار یعنی پکے ہوئے سفال کے ہے اور ان اصول کے موافق جو اُن کے پیدائش کے مبادی یعنی سازوسامان میں صفات بہیمی و سبعی اور شیطانی حصہ کہ صفت شیطنت کی انسان میں حاصل ہوئی جس کی طرف اشارہ قول اللہ تعالیٰ سے ہے من صلصال کالفخار۔ بایں وجہ کہ آگ سفال اور پکے برتن میں داخل ہوئی ہے اور مقرر اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وخلق الجان من مارج من نار اور جن کو پیدا کیا آگ کے شعلہ سے جس میں دھواں نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پوشیدہ لُطف اور بڑی عنایت سے شیطان کا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کھینچ لیا اور الگ کر دیا۔

اس روایت کے موافق جو حلیمہ بنت الحرث کی حدیث طویل میں وارد ہے کہ اس درمیان میں کہ ہم اپنے گھروں میں تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رضاعی یعنی دودھ شریک بھائی کے ساتھ ہماری بھیڑ بکریوں میں تھے کہ اُن کا بھائی ہمارے پاس دوڑتا ہوا آیا اور کہا میرے اس قریشی بھائی کے پاس دو آدمی آئے کہ سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اُن کو لٹا دیا اور اُس کے پیٹ کو چاک کیا تو میں اور میرا باپ دونوں اُس کے پاس دوڑتے ہوئے گئے اور آپ کو ہم نے کھڑا پایا کہ رنگ اُن کا خوف سے بدلا ہوا تھا۔ پھر آپ کو باپ نے گلے لگایا

اور کہا اے فرزند کیا تیرا حال ہے ؟ کہا دو شخص میرے پاس آئے سفید کپڑے پہنے ہوئے۔ پھر مجھے لٹایا اور میرا پیٹ چاک کیا تب اُس میں سے کچھ نکالا اور اُس کو پھینک دیا۔ پھر اُس کو ویسا ہی کر دیا جیسا تھا اُس کے بعد آپؐ کو ہم لے کر چلے آئے۔ پھر اُس کے باپ نے کہا کہ اے حلیمہ مجھے ڈر معلوم ہوا کہ میرے اس بیٹے کو کچھ صدمہ نہ پہنچے ہمارے ساتھ چلو تاکہ ان کو قبل اس کے کہ کوئی بات ایسی ظاہر ہو جس سے ہم ڈرتے ہیں اُس کے کنبے قبیلے میں پہنچا آویں۔ حلیمہ نے کہا کہ ہم نے آپؐ کو اُٹھا لیا اور اُس کی ماں کے پاس پہنچایا پیشتر اس سے کہ وہ خائف ہو اُس کی ماں نے کہا کہ کس سبب سے تم لے آئے اور حالانکہ تم کو بڑی محبت اور حرص اُس کے رکھنے کی تھی ؟ ہم نے کہا کہ واللہ کوئی دکھ نہیں ہے الا یہ کہ اللہ تعالےٰ نے ہر آئینہ ہم سے ان کا حق ادا کر دیا اور ہم نے اس بات کو پورا کر دیا جو ہمارے ذمہ واجب تھا۔ اور ہم نے کہا کہ ہم آپؐ کے ہلاک ہونے اور کوئی برائی پیدا ہونے سے ڈرتے ہیں اس لئے ہم آپؐ کے گھر پہنچائے دیتے ہیں۔ آپ کی ماں نے کہا کہ وہ کیا چیز تمہارے پاس ہے جس سے تصدیق تمہاری اس حالت کی ہو۔ پھر ہم کو نہ چھوڑا جب تک کہ ہم نے اس کی خبر نہ دے دی۔

آپ نے کہا کہ تم شیطان کی طرف سے اُس کے واسطے ڈرے حاشا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ اس کی طرف شیطان کی راہ نہیں ہے اور ہر آئینہ میرے اس بیٹے کے لئے ایک شان ظاہر ہونے والی ہے۔ کیا میں تمہیں اُس کی خبر سے آگاہ کروں؟ ہم نے کہا ہاں۔ آپ نے کہا میں اُن کی حاملہ ہوئی اور اس سے خفیف تر کوئی حمل مجھے نہیں ہوا۔ پھر جب اُن کے حمل سے میں تھی تو مجھے خواب میں دکھلایا گیا کہ گویا مجھ سے ایک نور پیدا ہوا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ پھر جب میں نے جنا تو اس طرح واقع ہوا کہ اس طرح کوئی مولود نہیں گرا کہ اپنے ہاتھوں پر ٹھہرا ہوا سر اپنا آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھا تو خیر تم اس کو یہاں چھوڑ دو۔

بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو شیطان کے حصّہ سے پاک اور مطہر کیا تو نفس زکی نبوی نفوس بشری کی حد پر باقی رہا کہ اُن کے لئے صفات و اخلاق کے

ساتھ ظہور ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر باقی رکھی گئیں اور اس سے مقصود رحمت خلق کے حق میں ہے اس واسطے کہ ان صفات کی اصول اور جڑ بنیاد نفوس رس اُمت میں ظلمتِ مزید کے ساتھ موجود ہیں سبب یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال میں اور امت کے حال میں تفاوت ہے۔ سو ان صفات نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے ظہور کے ساتھ باقی رکھی گئیں اُن کے مقابلہ میں آیات محکمات کی تنزیل سے اعانت چاہی کہ اُن صفات مظلمہ کا استیصال کریں اللہ تعالےٰ کی طرف سے تا دیباً کہ رحمت خاص اُس نبی کے لئے اور رحمتِ عام اُمت کے لئے ہو جو ساعات اور اوقات پر ظہور صفات سے کے ہنگام منقسم نزول آیات کے ساتھ ہیں:

قال اللہ تعالیٰ وقالوا لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ کذلك لنثبت بہ فوادك ورتلناہ ترتیلا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور کہنے لگے وہ لوگ جو منکر ہیں کیوں نہ اُترا اُس پر قرآن سارا ایک ساتھ اسی طرح اُتارا تھا تا کہ اُس سے تیرے دل کو ہم ثابت رکھیں اور ٹھہر ٹھہر اُسے پڑھ سنایا اور دل کا ثابت کرنا اُس وقت ہے کہ نفس کی حرکت سے جو ظہور صفات کے ساتھ ہو وے اُس کو اضطراب ہو اس واسطے کہ قلب اور نفس کے درمیان ایک ارتباط اور تعلق ہے اور ہر ایک اضطراب کے وقت ایک آیت کا نزول ہے جس میں ایک خلق صالح اور نورانی موجود ہو خواہ تصریحاً اور کھلا کھلا ہو یا کہ تعریفاً اور کنایتہً ہو جیسے نفس شریفہ نبویہ کو اُس وقت حرکت ہوئی کہ آپؐ کے دندان شریف زخم کے صدمہ سے منکسر ہوئے اور خون تھا کہ آپؐ کے چہرۂ مبارک پر بہتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خون کو ملتے تھے اور فرماتے تھے کہ کس طرح وہ قوم فلاح پائے گی جس نے اپنے نبیؐ کے چہرہ کو سرخ رنگ کر دیا اور حالانکہ وہ اُن کے پروردگار کی طرف اُن کی دعوت کرتا ہے"۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: لیس لك من الامر شئی۔ اور اُس پر قلب نبویؐ نے صبر کا جامہ پہن لیا تاکہ اضطراب کے بعد قرار حاصل ہو۔ پس جبکہ آیات قرآنی مختلف اوقات میں ظہور صفات پر متفرق نازل ہوئیں تو قرآن سے

اخلاق نبوی صاف ہو گئے تاکہ آپؐ کا خلق قرآن ہو اور نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے اندر اُن صفات کے ابقاء میں معنی اس حدیث شریف کے حاصل ہوں انما انا بشر
انسی کما تنسون۔ یعنی مَیں بھی تو آدمی ہوں بھلا دیا جاتا ہوں جیسے تم بھُولتے ہو تو آپؐ
کے نفس شریف کے صفات کا ظہور اُس وقت میں کہ نزول آیات کی خواہش تھی اسواسطے
تھا کہ نفوس امت ادب حاصل کریں اور مہذب ہوں سبب اُس کا صرف رحمت اُن کے
حق میں ہے تاکہ اُن کے نفوس پاک اور اخلاق اُن کے شریف ہو جائیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اخلاق اللہ تعالےٰ کے پاس خزانہ میں رکھے ہُوئے
ہیں تو جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اُس خزانہ سے
اُس کو ایک خلق عنایت کرتا ہے اور حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ مَیں اسی
واسطے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کو پورا اور مکمّل کروں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت ہے کہ ہر آئینہ اللہ تعالےٰ کے واسطے ایک سو کئی دہائی خلق ہیں کہ
جس کسی کو اُن میں سے ایک بھی عطا فرمائے تو وہ شخص جنت میں داخل ہُوا۔

پس اُس کا شمار اور اُس کا حصر نہیں ہو سکتا مگر وحی آسمانی سے جو کسی رسول
اور نبی کے واسطے ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسماء حسنیٰ اپنے خلق پر ظاہر کئے جو
صفات الٰہی سے خبر دیتے ہیں اور یہ اُن کے لئے ظاہر نہیں کئے مگر اس مقصود
سے کہ اُن کو ان اسماء کی طرف بلائے اور اگر نہ ایسا ہو تاکہ تخلق باخلاق اللہ کی
صفت قوائے بشری میں رکھتا تو اُن اسماء صفات کو اُن کے لئے نہ ظاہر کرتا تاکہ
اُن کی طرف دعوت خلق کرے اور جس کو چاہے اپنی رحمت سے مختص کرے بعید نہیں اور آگے
خدا جانے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول جو کان خلقہ القرآن ہے اُس میں
ایک رمز غامض اور ایما خفی اخلاق ربانی کی طرف ہو تو اس بات کے صاف
اور صریح کہنے میں کہ ذات رسول اللہ متخلق باخلاق اللہ تھی حضرت الٰہی سے ڈریں۔
پس اُس معنی کو اپنے اس قول کہ کان خلقہ القرآن تعبیر اور بیان کیا انوار جلال
کے شرم سے اور لطف مقال سے حقیقت حال کا پردہ رکھا اور یہ اُن کے وفور
علم اور کمال ادب سے تھا اور اس میں ولقد آتیناک سبعًا من المثانی والقرآن

العظیم۔ اور اس آیت وانک لعلیٰ خلق عظیم کے درمیان ایک مناسبت ہے جو قول عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ کان خلقہ القرآن ہے مشعر ہے جنید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ آپؐ کا خلق عظیم کے ساتھ موسوم اس لئے ہوا کہ آپؐ کو اللہ تعالےٰ کے سوا اور ہمت نہ تھی۔

اور واسطی رحمہ اللہ نے کہا اُس کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ نے حق تعالیٰ کے بدلے دونوں جہاں کو دے دیا اور اُن سے کچھ سروکار نہ رکھا۔ اور یہ بھی بعض کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق سے لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت کی اور اپنے قلب کے ساتھ اُن سے علیحدہ رہے اور یہ وہ مطلب ہے جو بعضے صوفیہ نے تصوفیہ نے تصوف کے معنی میں کہا ہے کہ تصوّف خلق کے ساتھ خلق اور حق کے کے ساتھ صدق ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ آپؐ کا خلق اس وجہ سے عظیم ہے کہ مخلوقات آپ کی نظر میں خالق کے مشاہدہ کے سبب صغیر ہو حقیر ہو گئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا خلق عظیم اس واسطے ہے کہ اس میں مکارم اخلاق اور بزرگ خصائل جمع تھے۔ اور ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کی دعوت حسن خلق کی طرف اُس حدیث میں فرمائی ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "تم میں سے زیادہ تر محبوب اور میرا مجلس میں قریب تر قیامت کے دن وہ شخص ہے کہ جو تم میں سے اخلاق کے اندر احسن ہو گا اور تم میں سے زیادہ تر بغض اور مجھ سے دور تر مجلس میں قیامت کے دن وہ لوگ ہیں جو ثرثارون اور متشدقون اور متفیہقون ہیں۔" صحابہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ثرثارون اور متشدقون کو تو ہم سمجھے، متفیہقوں کون لوگ ہیں؟ فرمایا کہ وہ متکبّر ہیں اور ثرثار مکثار یعنے ترتر باتیں کثرت سے کرنے والے اور متشدق وہ لوگ ہیں جو کلام میں لوگوں پر گردن اُٹھا کر جور کرنے والے ہیں۔

واسطی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ خلقِ عظیم یہ ہے کہ نہ یہ کسی سے خصومت کرے اور نہ کوئی اُس سے خصومت کرے اور یہ بھی کہا کہ وانک لعلی خلق عظیم یعنی اور ہر آئینہ تُو بڑے خلق پر ہے اس سبب سے کہ تُو نے اپنے سر کے دیکھنے کی حلاوت

پائی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اس سبب سے کہ تُو نے طرح طرح کی نعمتیں جو تجھے میں نے دی ہیں اُن کو بہت اچھی طرح سے قبول کیا ہے اُن انبیاء کی نسبت جو تجھ سے پہلے تھے۔ اور حسین نے کہا ہے اس سبب سے کہ جفاء خلق تیرے اندر مطالعہ حق کے ساتھ اثر نہیں کرتا۔

اور کہا گیا ہے خلق عظیم لباس تقوی اور تخلق باخلاق اللہ ہے اس واسطے کہ اُس کے ہوتے ہُوئے خطرہ عوضوں کے لئے نہیں باقی رہا۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ یہ قول اللہ تعالیٰ کا پورا اور اکمل ہے۔ ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین۔ یعنی اور اگر بنالاتا ہم پر کوئی بات تو ہم اُس کا داہنا ہاتھ پکڑتے اس واسطے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بایں طور فرمایا انک اے اور البتہ تو بڑے خلق پر ہے تو حضرت کو حاضر کیا اور جب آپؐ کو حاضر کیا تو آپ کو غفلت اور حجاب میں رکھا اور یہ قول اللہ تعالیٰ کا پُورا اور اتم ہے لاخذنا اے ہم اُس کا داہنا ہاتھ پکڑتے اس واسطے کہ اس میں فنا ہے اور اس قائل یعنی توجیہ و تفسیر کرنے والے کے قول میں نظر اور بحث ہے تو کیوں نہیں کہا اگر اس میں فنا ہووے تو اُس کے قول و انک میں بقا ہے اور وہ بقار بعد فنا ہے اور بقار فنار سے اتم و اکمل ہے اور یہ منصب رسالت کے لئے سزاوار تر ہے۔

اس واسطے کہ فنار کو اسی واسطے اعزاز ہے کہ وہ وجود مذموم کے مزاحم ہے پھر جبکہ مذموم کو وجود سے نکال ڈالا اور نعوت و صفات بدل گئے تو پھر کون عزت فیمابین باقی رہ گئی ؟ پس حضوری اُس کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے نہ کہ اُس کے نفس کے ساتھ۔ پھر اب کون سے حجاب یہاں باقی رہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ جو کوئی خلق عظیم دیا گیا پس وہ بزرگ ترین مقامات پر لایا گیا اس واسطے کہ مقامات کے لئے ارتباط عام ہے اور خلق ایک ارتباط لنعوت اور صفات کے ساتھ ہے۔

اور جنیدؒ نے کہا ہے کہ اس میں چار چیزیں جمع ہیں سخا اور اُلفت اور نصیحت اور شفقت۔

اور ابن عطاؒ نے کہا ہے کہ خلق عظیم یہ ہے کہ اُس کو کوئی اختیار نہ ہو اور

اور وہ فناء نفس اور فناء مالوفات کے ساتھ محکوم ہو۔

اور ابو سعید قرشی کا قول ہے کہ عظیم اللہ ہے اور اُس کے اخلاق سے جود ہے اور کرم اور صفح اور عفو اور احسان ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے حضرت علیہ السلام کے قول کی طرف کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ایک سو کئی د ہائی خلق ہیں جس میں ایک بھی خلق اُن میں کا ہے تو وہ بہشت میں داخل ہو گا۔ پس ہر گاہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے ساتھ آپ متخلق ہوئے تو اس قول کے ساتھ وانک لعلی خلق عظیم۔ ثناء حاصل کی اور بعض کا یہ قول ہے کہ آپ کا خلق اس واسطے عظیم ہُوا کہ آپ اخلاق کے ساتھ راضی نہ ہوئے اور آگے بڑھے اور سیر کی اور نعوت پر نہ ٹھہرے یہاں تک کہ تُو ذات تک پہنچا اور بعضے کہتے ہیں کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حجاز کی طرف بھیجا تو اُس کے سبب لذات اور شہوات سے روکا اور آپ کو غربت اور کربت میں ڈالا۔ پھر جبکہ اس کے ذریعہ سے صاف پاک بھلے اخلاق سے ہُوئے تو آپ کے واسطے فرمایا انک لعلی خلق عظیم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلّم فرمایا کرتے کہ مکارم اخلاق دس ہیں جو آدمی میں ہوتے ہیں اور اُس کے بیٹے میں نہیں ہوتے اور بیٹے میں ہوتے ہیں اور اُس کے باپ میں نہیں ہوتے اور غلام میں ہوتے ہیں اور اُس کے مالک میں نہیں ہوتے اُس کی تقسیم اللہ تعالےٰ اس شخص کے لئے کرتا ہے جس کے حق میں سعادت چاہتا ہے۔ سچ بولنا اور دنیا سے سچی نا اُمیدی اور یہ کہ آپ پیٹ نہ بھر کر کھائے اور اُس کا ہمسایہ اور اُس کے ساتھی بھُوکے ہوں اور سائل کو دُنیا اور نیکیوں کا بدلہ دینا اور امانت کو محفوظ رکھنا اور رشتہ داروں سے سلوک کرنا اور اہل صحبت کے ساتھ عاجزی اور مہمان کی ضیافت اور ان سب کی چوٹی کی چیز حیا ہے۔

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ زیادہ لوگ وہ کون ہیں کہ جو بہشت میں جائیں گے؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور حسن خلق۔ اور سوال کیا گیا کہ دوزخ میں زیادہ کون لوگ جائیں گے؟ فرمایا کہ غم اور خوشی۔ غم تو دنیا کے حظوظ

جاتے رہنے کا ہے اس واسطے کہ یہ غصّہ اور تنگ دلی کو متضمن ہے اور اُس میں اللہ تعہ پر اعتراض اور قضا سے ناراضامندی ہے اور خوشی وہ ہے جو دُنیا کے حظوظ ممنوع سے حاصل ہو اس آیت کریمہ کے موافق لکیلا تاسوا علی ما فاتکم و لا ما اصابکم یعنی تاکہ تم گئی ہُوئی چیزوں پر غمناک نہ ہو اور اُن چیزوں کے ساتھ جو تم کو ملی ہیں خوش نہ ہو اور یہ وہ خوشی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اذ قال لہ قومہ لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین یعنی جس وقت قارون کو اُس کی قوم نے کہا کہ تُو خوش مت ہو کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ خوشی کرنے والوں کو خوش نہیں رکھتا جبکہ دیکھا اُس کی کنجیوں کو زور آور گروہ مشکل سے اُٹھاتے تھے لیکن جو خوشی از قسم اُخروی ہیں تو وہ محمود ہیں کہ اُن میں حمد کیا جاتا ہے۔ اللہ تعہ نے فرمایا ہے کہو اللہ کے فضل اور رحمت سے تو اُس کے ساتھ چاہیئے کہ خوش ہوں۔

اور عبداللہ بن مبارک نے حسن خلق کی تفسیر کی ہے اور کہا کہ وہ کشادہ اور شگفتہ روئی اور بھلائی کا خرچ کرنا اور ایذا سے رُکنا ہے تو صوفیہ نے اپنے نفوس کو مرتاض مجاہدوں اور سختیوں سے کیا تا آنکہ تہذیب اخلاق کو قبول کیا اور بسا نفوس ہیں جو اعمال کی اجابت کرتے ہیں مگر اخلاق کی اجابت نہیں تو عباد کے نفوس نے اعمال کی اجابت کی اور اخلاق سے سرکشی اور روگردانی کی اور نفوس زہاد نے بعض اخلاق کی اجابت کی اور بعض کی نہیں کی اور نفوس صوفیہ نے کل اخلاق کریمہ کی اجابت کی۔

ابوبکر کتانیؒ سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے تصوف خلق ہے تو جو تیرے اوپر خلق میں زیادہ ہُوا وہ تیرے اوپر تصوف میں زیادہ ہُوا۔ پس جو عابد لوگ ہیں اُنھوں کے نفوس نے اجابت اعمال کی اس واسطے کہ وے نور اسلام کے ساتھ چلتے تھے اور جو زاہد ہیں اُن کے نفوس نے بعضے اخلاق کی اجابت کی۔ اس واسطے کہ وہ نور ایمان کے ساتھ چلتے ہیں اور صوفیہ اہلِ قرب ہیں وہ نور احسان کے ساتھ چلتے ہیں۔ پھر جس وقت اہلِ قرب اور صوفیہ کے باطنوں نے نورِ یقین حاصل کیا اور یہ اُن کے بطنوں میں جڑ پکڑ گیا تو قلب کو صلاحیت ہر ایک اطراف

اور جوانب کی پیدا ہوئی۔ اس واسطے کہ قلب کا بعض حصّہ نور اسلام سے سفید اور روشن ہوتا ہے اور بعض حصّہ نورِ ایمان سے اور کل قلب نور احسان اور ایقان سے نورانی ہوتا ہے۔ پس جبکہ قلب روشن اور منوّر ہوگیا اُس کا نور نفس پر منعکس ہُوا اور قلب کا ایک رخ روح کی طرف ہے اور نفس کا ایک رُخ قلب کی جانب اور ایک رُخ طبیعت اور سرشت کی جانب ہے اور جبکہ قلب کل روشن نہ ہو روح کی طرف کل نہیں متوجّہ ہوتا اور اُس وقت وہ دو وجہیں یعنی دو رُخا ہونا ہوتا ہے ایک رُخ روح کی طرف اور ایک رخ نفس کی طرف اور جبکہ کل قلب روشن نہ ہو روح کی طرف کل نہیں متوجہ ہوتا ہے پھر اُس کو روح پاتی اور پہنچتی ہے اور نور و اشراق میں زیادہ ہوتی ہے اور جب کبھی قلب روح کی طرف منجذب ہوتا ہے نفس قلب کی طرف کھینچتا ہے اور جب کبھی وہ منجذب ہُوا تو قلب کی طرف متوجّہ ہُوا اسی رخ کی طرف سے جو اُس کے قریب ہے اور نفس منوّر ہو جاتا ہے اس واسطے کہ وہ قلب کی طرف متوجّہ اُسی رخ سے ہوتا ہے جو قلب کے نزدیک ہے اور اُس کی نورانیت کی علامت اُس کی طمانیت ہے۔

قال اللہ تعالےٰ : یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیۃ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے نفس مطمئنۃ اپنے پروردگار کی طرف خوش اور پسندیدہ رجوع کر اور چمک اُس کے رُخ کی جو قلب کے قریب ہے ایسے ہی ہے کہ جیسے سیپ کے ایک رُخ کی ہوتی ہے کہ موتی سے حاصل ہو اور جو کچھ ظلمت کہ نفس پر باقی رہ جاتی ہے وہ اُس کے ایک رخ کے باعث ہوتی ہے جو سرشت اور طبیعت کے نزدیک ہوتی ہے جس طرح کہ سیپ کے باہر کا رُخ ایک قسم کی کدورت اور نقصان رکھتا ہے جو اُس کے اندر کی نورانیت کے برخلاف ہے اور جبکہ نفس کے دو رُخ میں سے ایک رخ منور ہو گیا تو وہ تہذیب اخلاق اور تبدیل صفات کی طرف ملتجی ہوا اور اسی واسطے ابدال، ابدال کے نام سے موسوم ہوئے اور بڑا بھید اس میں یہ ہے کہ صوفی کا قلب جو ہمیشہ توجہ الی اللہ اور ذکر قلب اور لسان سے کرتا ہے تو وہ ذکر ذات کی جانب ترقی کرتا ہے اور اس

وقت وہ مثل عرش ہو جاتا ہے۔ عرش عالم خلق وحکمت میں قلب کائنات ہے
اور قلب عالم امر و قدر میں عرش ہے۔

اور سہل بن عبداللہ تستری نے کہا ہے قلب عرش کے مثل اور سینہ کرسی کے
مثل ہے اور حق تعالے کی طرف سے وارد ہے میری سمائی میری زمین اور میرے
آسمان میں نہیں ہے اور میری وسعت میرے مومن بندہ کے قلب میں ہے پھر
جبکہ قلب ذکرِ ذات کے نور سے سرمہ آلود اور قرب کی ہوا سے بحر موج زن ہو گیا
تو نعوت اور صفات کی صفائی اخلاق نفس کی نہروں میں جاری ہوئیں اور اخلاق
اللہ تعالیٰ سے تخلق ثابت ہو گیا۔

شیخ ابو القاسم گرگانی سے مروی ہے کہ اُس نے کہا ہر آئینہ ننانوے اسماء
حسنیٰ بندہ سالک کے لئے اوصاف ہو جاتے ہیں اور پھر بھی یہ شخص سلوک میں
در اصل نہیں ہے۔ اور شیخ کی مراد اس سے یہ ہے کہ بندہ ہر ایک اسم سے ایک وضوح
حاصل کرتا ہے اور بشر کے ضعف حال اور اُس کے قصور کے مناسب ہے۔ مثلاً وہ
اسم اللہ تعالے سے الرحیم کو بمعنی رحمت بقدر قصور بشر کے لئے اور مشائخ کے کل
اشارات اسماء و صنعات میں جو اُن کے علوم میں سب سے زیادہ بزرگ ہیں اسی
معنی اور تفسیر کی بنا ر پر ہیں اور جس کسی نے اس سے توہم حلول کا کچھ بھی کیا وہ
زندیق اور ملحد ہو گیا اور ہر آئینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو ایک
وصیت فرمائی جو محاسن اخلاق کو جامع ہے فرمایا اُسے اے معاذ میں تجھے وصیت
کرتا ہوں خوفِ خدا اور صدق کلام اور وفا عہد اور ادائے امانت اور ترک
خیانت اور حفظ ہمسایہ اور رحم یتیم اور نرمی کلام اور سلام اور حسن عمل اور قصر
امل اور قصد عمل اور لزوم ایمان اور قرآن میں تفقہ اور محبت آخرت اور اضطراب
از حساب اور تواضع اور اجتناب دشنام حلیم اور تکذیب صادق اور اطاعت گنہگار
اور امام عادل کی نافرمانی یا خرابی زمین کی میں وصیت کرتا ہوں تجھے کہ اللہ سے
ڈرو ہر ایک پتھر اور درخت اور کلوخ کے نزدیک اور توبہ کو ہر ایک گناہ سے
پوشیدہ کے پوشیدہ سے اور ظاہر کے ظاہر سے اس کے اللہ تعالے نے اپنے بندوں

کو ادب دیا ہے اور اُن کو مکارم اخلاق اور محاسن آداب کی طرف دعوت کی ہے۔
اور معاذؓ نے یہ بھی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے کہ اسلام مکارم اخلاق اور محاسن آداب سے ڈھکا ہُوا ہے۔

اور ابودردا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ کوئی چیز اُن میں سے جو میزان میں رکھی جائے گی ان تر حسنِ خلق سے نہیں ہے اور حسن خلق والا اُس کے سبب درجۂ نمازی اور روزہ دار کو پہنچتا ہے۔
اور ہر آئینہ اخلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا کہ آپ سب سے زیادہ سخی تھے کہ رات کو آپؐ کے پاس نہ دینار رہتا تھا اور نہ ایک درہم اور اگر بڑھا اور کسی ایسے شخص کو نہ پایا کہ اُس کو آپؐ عطا فرمائیں اور رات ہو جاتی تو آپؐ اپنے گھر مراجعت نہ فرماتے جب تک کہ اُس سے بری نہیں ہو جاتے اور دنیا سے نیل مرام نہ کرتے تھے اور آپؐ کی قوت عام اکثر چھوارے اور جَو سے تھی جو بہت ہلکے اور کم قیمت ہیں اور اس کے سوا جو ہوتا وہ فی سبیل اللہ دیتے اور کوئی چیز آپؐ سے نہ مانگی جاتی کہ آپؐ عطا نہ فرماتے۔

پھر اپنی قوت عام کی طرف رجوع کرتے اور اُس میں سے آپؐ اس قدر لیتے کہ اکثر اوقات سال تمام ہونے سے پہلے ختم ہو چکتی اور آپ جُوتا گانٹھتے اور کپڑوں میں پیوند لگاتے اور خدمت اہل خانہ میں مشغول رہتے اور اُن کے ساتھ گوشت کاٹا کرتے۔ اور آپؐ حیا میں سب سے زیادہ تھے اور سب سے زیادہ متواضع تھے۔ اللہ تعالےٰ کی رحمت ہو آپؐ کے اوپر اور آپؐ کے آل و اصحاب سب پر ہو۔

تیسواں باب

اخلاقِ صُوفیہ کی تفصیل میں ہے

اخلاقِ صوفیہ میں سب سے اچھا خلق تواضع ہے اور بندہ کے لئے اس تواضع سے افضل کوئی لباس نہیں۔ اور جس کو تواضع اور حکمت کا خزانہ ہاتھ لگ گیا وہ

اپنے نفس کو ہر ایک شخص کے سامنے ایک اندازہ پر رکھتا ہے جس کو وہ جانتا ہے کہ اُس کو قائم رکھتا ہے اور وہ ہر ایک شخص کو اپنے نفس کی طرف سے اُس اندازہ پر جو اُس کے نزدیک ہے قائم رکھتا ہے اور جس کو یہ بات نصیب ہوئی تو ہر آئینہ وہ آرام سے رہا اور دوسرے کو آرام سے رکھا اور نہیں جانتے اس کو مگر وہ لوگ کہ جو عالم ہیں ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آئینہ اللہ تعالی نے وحی میرے پاس بھیجی کہ تواضع کرو تم اور ایک دوسرے پر بغاوت یعنی گردن کشی اور ظلم نہ کرو ۔ اور حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی ۔ یعنی کہو اگر تم اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو میری پیروی کرو نہ کوئی اور تقویٰ اور خوف اور ذلتِ نفس میں ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع سے یہ بات تھی کہ آپؐ آزاد اور غلام سب کی دعوت قبول کرتے اور ہدیہ اُن کا لیتے اور اگرچہ وہ ایک ہی گھونٹ دودھ کا ہوتا یا کہ خرگوش کی ران ہوتی اور اُس کی مکافات کرتے اور اُس کو نوش فرماتے اور آپؐ کنیز اور مسکین کی اجابت پر غرور نہ کرتے ۔

اور سلیمان بن عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تواضع کی چوٹی کی یہ بات ہے کہ جس سے تو ملے اس کو پہلے سلام کرے اور جو تجھے سلام کرے اُس کا تو جواب دے اور مجلس میں ادنیٰ مقام پر بیٹھنے میں تو راضی ہو اور یہ بات ہے کہ اپنی تعریف اور تزکیہ اور نکوئی کو دوست نہ رکھے ۔ اور آپؐ سے یہ بھی روایت ہے کہ خوشی ہو اُس شخص کو جس نے تواضع بلا نقص کی اور اپنے نفس میں تذلل بغیر مسکنت کیا ۔

جنیدؒ سے سوال تواضع کی نسبت کیا گیا کہا بازو کا جھکانا اور پہلو کا نرم کرنا ہے ۔ اور فضیلؒ سے تواضع کا سوال کیا گیا تو کہا کہ حق کے لئے خضوع اور اُس کی انقیاد کرے اور جو حکم دیا اُس کو قبول کرے اور اُس کی سماعت کرے ۔ اور یہ بھی کہا کہ جو شخص اپنے نفس کی قیمت کا اعتقاد کرے تو اس کے لئے تواضع

میں حصہ نہیں ہے اور وہب بن منبہ نے کہا کتاب اللہ میں لکھا ہوا ہے کہ میں نے پشتِ آدم سے ذریات کو نکالا سو کوئی قلب تواضع میں بڑھ کر قلب موسیٰؑ سے نہ پایا۔ اسی واسطے اُس کو میں نے برگزیدہ کیا اور اُس سے کلام کیا۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ جس نے اپنے نفس کے امور تنہائی کو جانا اور پہچانا اُس نے بلندی اور شرف میں طمع نہیں کی اور تواضع کی راہ چلتا ہے تو وہ خصومت اس شخص سے نہیں کرتا جو اُس کی مذمت کرے اور اللہ تعالےٰ کا شکر کرتا ہے اُس کی نسبت جو اُس کی تعریف کرے۔

اور ابو حفص نے کہا جو شخص اس بات کو محبوب رکھے کہ اُس کا قلب تواضع کرے تو چاہیئے کہ صالحین کی صحبت میں رہے اور التزام اُن کی حرمت کا کرے۔ پس اُن کی شدت تواضع سے جو اُن کے نفس میں ہے ان کی اقتدا کرے گا اور تکبر نہ کریگا۔

اور لقمان علیہ السلام نے کہا ہے کہ ہر ایک شئے ایک سواری ہے اور عمل کی سواری تواضع ہے۔

اور ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے پانچ نفوس دُنیا میں عزیز ترین خلق ہیں۔ عالمِ زاہد، فقیہِ صوفی، غنیِ متواضع، فقیرِ شاکر اور شریفِ روشن۔ اور جلاء نے کہا ہے اگر شرف تواضع کا نہ ہوتا تو ہم جب چلتے تو خطرہ میں پڑتے۔

اور یوسف بن اسباط نے کہا جبکہ غایت تواضع سے سوال کیا گیا کہ اگر تُو اپنے گھر سے باہر نکلے تو کسی سے نہ ملے مگر یہ کہ تُو اُسے اپنے سے بہتر خیال کرے اور میں نے اپنے شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب کو دیکھا جب کہ میں اُس کے ساتھ شام کی طرف سفر میں تھا اور ہر آئینہ بعض اہل دُنیا نے آپ کے پاس اسیران فرنگ کے سروں پر کھانا فرنگ سے بھیجا اور وہ لوگ اُن کے قید میں تھے پھر جب دسترخوان بچھایا گیا اور قیدی لوگ برتنوں کے لئے منتظر تھے کہ وہ برتن خالی ہوں۔ آپ نے خادم کو فرمایا کہ قیدیوں کو حاضر لاؤ تا کہ دسترخوان پر فقراء کے ساتھ بیٹھیں۔ خادم اُن کو لایا اور دسترخوان پر ایک صف میں اُن کو بٹھایا اور شیخ اپنے مصلے سے اُٹھے اور ٹہلتے ہوئے اُن کی طرف آئے اور اُن کے بیچ میں اس طرح بیٹھے کہ گویا ایک اُن

میں سے وہ تھے بعدازاں آپ نے کھانا کھایا اور اُن سب نے کھایا اور ہمیں آپ کے چہرہ پر وہ بات ظاہر ہوئی جو آپ کے باطن نے تواضع للہ اور انکسار فی نفسہ اور اُن پر مکر کرنے سے علیحدگی اپنے ایمان اور علم اور عمل سے نازل کی۔

اور ابوالحسین فارسی سے مسموع ہے کہ کہتے تھے میں نے حریری سے سُنا ہے کہ کہتے تھے اہلِ معرفت کی صحیح یہ بات ہوئی ہے کہ دین کے لئے سرمایہ ہے پانچ ظاہر میں اور پانچ باطن میں ہیں۔ پس جو ظاہر میں ہیں وہ صدق زبان اور سخاوت میں، اور تواضع ابدان میں اور اذیت سے رکنا اور اذیت کا بلا عذر اُٹھانا اور باطن کے یہ ہیں محبت وجود سید اپنے کی اور خوف فراق اپنے سید کا اور امید وصول اپنے سید کی اور اپنے فعل پر ندامت اور حیا اپنے رب سے۔

اور یحییٰ بن معاذ نے کہا ہے کہ تواضع خلق میں اچھی ہے مگر دولتمندوں میں زیادہ اچھی ہے اور تکبر خلق میں بُرا ہے اور فقراء میں بدتر ہے۔ اور ذوالنون کا قول ہے کہ تواضع کی علامات سے تین یہ ہیں۔ نفس کی تصغیر اور عیب کی شناخت اور لوگوں کی تعظیم توحید کی حرمت سے اور امر حق اور نصیحت کا ہر شخص سے قبول کرنا اور بایزید سے کہا گیا آدمی کب متواضع ہوتا ہے؟ کہا جب اپنے نفس کے لئے کوئی حق نہ دیکھے اور نہ کوئی حال اپنے علم سے اس وجہ سے کہ نفس شریر اور عیب دار ہے اور خلق میں کسی کو آپ سے زیادہ شریر نہ اعتقاد نہ کرے۔

بعضے حکماء نے کہا ہے کہ ہم نے تواضع جہل اور بخل کے ساتھ محمود اور عمدہ تر اُس کبر سے پائی جو ادب اور سخاوت کے ساتھ ہے۔ اور بعضے حکیموں سے پوچھا گیا کہ تو کوئی ایسی نعمت جانتا ہے جس پر حسد نہ ہو اور ایسی بلا کہ صاحب بلا پر کوئی رحم نہ کرے کہا ہاں وہ نعمت تو تواضع ہے اور وہ بلا کبر ہے اور تواضع کی اصل حقیقت کا کھول دینا یہ ہے کہ تواضع رعایت اعتدال کی کبر اور ضعۃ میں ہے۔

پس کبر انسان کا اپنے نفس کو اپنے مرتبہ سے زیادہ اُونچا کرتا ہے اور ضعۃ انسان کا اپنے نفس کو ایسی جگہ رکھنا جس سے بٹہ اور عیب لگتا ہوا اپنے حق کے ضائع کرنے تک پہنچا ہے اور بہرآئینہ اکثر اشارات مشائخ سے جو شرح تواضع میں بہت چیزیں مفہوم

ہوئی ہیں اُس حد تک کہ تواضع کو جس میں ضو کی جگہ قائم کیا ہے اور اُس میں ہوا بلندی افراط سے تفریط کی پستی میں داخل ہوتی ہے اور حد اعتدال سے انحراف متوہم ہوتا ہے اور اس میں اُن کا قصد مبالغہ مریدوں کے استیصال نفس میں ہے اس خوف سے کہ مبادا عجب اور کبر تک نوبت پہنچے۔

پس کمتر یہ بات ہے کہ مرید ابتدار ظہور سلطان حال میں عجب سے علیحدہ ہو کہ ہر آئینہ بزرگوں کی ایک جماعت سے ایسے کلمات نقل کئے گئے ہیں جو مودی اور مفضی غرور تک ہوتے ہیں اور جس قدر کلمات اس قبیل کے جو مشائخ سے نقل کئے گئے ہیں تو اس سبب سے ہیں کہ اُن میں سکر بقایا موجود ہے اور شکر حال کے ضیق میں محصور ہیں اور اپنی ابتدار امر میں میدان صحو دہوشیاری تک نہیں برآمد ہوئے۔ اور یہ بات جبکہ صاحب بصیرت اپنی نظر کو تیز کر کے دیکھے تو اُسے معلوم ہو گا اس سبب سے ہے کہ نفس استراق سمع کرتا ہے یعنی چھپے ہوئے سُنتا ہے جبکہ کوئی وارد قلب پر نازل ہوتا ہے اور نفس نے جب استراق سمع کیا اس وقت کہ قلب پر کوئی وارد ظاہر ہوا تو وہ اپنی صفت کے ساتھ اس طور سے ظہور کرتا ہے کہ وہ وقت اور رفعت حال پر گراں نہیں ہوتا تو اُسی سے کلمات اس قسم کے جو تکبر تک پہنچتے ہیں پیدا ہوتے ہیں جیسے کہ بعض کا یہ قول ہے کہ کون میرے برابر نیلگوں آسمان کے نیچے ہے اور بعض کا یہ قول ہے کہ میرا قدم سب اولیاء کی گردن پر ہے اور جیسے بعض کا قول کہ زین کھینچی اور لگام دی میں نے اور زمین کے کناروں پر میں پھرا اور کہا ہے کوئی جنگ آور تو میرے سامنے کوئی نہیں آیا۔

اس سے اشارہ اس کی طرف ہے کہ وہ اپنے وقت میں یکتا اور منفرد ہے اور جس کسی پر یہ بات مشکل معلوم ہو اور اس بات سے واقف نہ ہو کہ یہ سب کچھ استراق سمع اور قلب کی وارداتپر کان لگانے سے ہے تو چاہیئے کہ اُس کا وزن میزان احوال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کرے کہ اُن میں کیسی تواضع تھی اور کس قدر اس قسم کے کلمات سے پرہیز کرتے تھے اور اُس کو بعید جانتے تھے کہ بندہ کے ایسی چیز کے ساتھ غلبہ اور افتخار کرے۔ الا صادقین کے کلام کے لئے

ایک وجہ صحت میں بتائی جاتی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اوبال اُن کا سکر حال میں ہے
اور متوالے لوگوں کا کلام گمان کیا جاتا ہے تو ان مشائخین نے جو صاحب تمکین ہیں جب
جان لیا کہ یہ مرض نفوس میں گڑا ہوا ہے تو تواضع کی شرح میں انہوں نے مبالغہ یہاں
تک کہ اُس حد کو پہنچا دیا کہ وہ تواضع شامل درجہ ضعہ کے ہوگئی تاکہ مریدوں کی دوا
علاج اُس سے کریں اور تواضع میں اعتدال یہ ہے کہ انسان راضی اس پر ہو کہ جس
مقام پر وہ مستحق ہے اُس سے کسی قدر فروتر جگہ اختیار کرے اور اگر کوئی شخص نفس
کی سرکشی سے امین ہووے تو وہ اُس حد پر ٹھہرے جس کا وہ مستحق ہے بدوں اس کے
کہ کچھ اس میں زیادتی یا کمی ہو مگر جبکہ گردن کشی نفس کی جبلت میں ہے اس واسطے
کہ پیدا ہُوا ہے صلصال سے جو مثل فخار کے ہے یعنی سُوکھی مٹی سے جو مثل پکے برتن
کے کھنکھتی ہے تو اُس میں ایک نسبت آتشی ہے اور بالطبع مرکزِ آتش کی طرف اُس
کو استعلاء کی خواہش ہے تو اُس کے علاج کے لئے تواضع کی احتیاج ہوئی اور
جس جگہ کا وہ مستحق ہے اُس سے کسی قدر نیچے درجہ پر ٹھہرنے کی ضرورت ہے
تاکہ اُس میں کبر کو راستہ نہ ملے۔

پس کبر انسان کا ظن ہے کہ وہ دوسرے سے بہت بڑا ہے اور تکبّر اس کے
اظہار کا نام ہے اور یہ ایک صفت ہے جس کا مستحق کوئی سواء اللہ تعالیٰ کے نہیں ہے
اور مخلوقات سے جس کسی نے اُس کا دعویٰ کیا وہ جھُوٹا ہے اور کبر اعجاب سے پیدا
ہو اور اعجاب حقیقت محاسن کے جہل سے پیدا ہُوا اور جہل درحقیقت انسانیت سے
باہر ہوتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شان کبر کے عظمت فرمائی ہے اپنے
اس قول سے کہ ہر آئینہ اللہ تعالے مستکبرون کو دوست نہیں رکھتا اور فرمایا ہے
کیا دوزخ میں متکبرین کا مسکن و ماویٰ نہیں ہے اور ہر آئینہ وارد ہُوا ہے کہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کہ کبریا میری چادر ہے اور عظمت میری شلوار ہے تو جو مجھ سے کسی ایک میں
ان دونوں سے نزاع کرے تو مَیں اُس کو توڑ کر الگ کر دوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اُسے دوزخ کے باب میں پھینک دوں اور حق
عزّوجل نے انسان کو طغیان میں اُس کی حد پر پھیرنے کے لئے فرمایا ہے اور زمین

پر اترا کر مت چل اس واسطے کہ تو زمین کو نہیں پھاڑ سکتا اور نہ پہاڑوں کے طول میں پہنچ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

پس چاہیئے کہ انسان اُس چیز کی طرف نظر کرے جس سے وہ پیدا ہُوا ہے وہ آب جہندہ سے پیدا ہُوا ہے اور اس سے بلیغ تر قول اللہ تعالیٰ کا یہ ہے:۔ قتل الانسان ما اکفرہ من اىّ شئ خلقه من نطفة خلقه فقدرہ۔ مارا جائے انسان کیا ہی ناشکرا ہے کس چیز سے اُس کو پیدا کیا نطفہ سے پیدا کیا پھر اُس کا انداز ہ کیا۔ اور بعض صوفیہ نے بعض متکبّرین سے یہ کہا۔ آغاز تیرا نطفۂ ناپاک ہے اور انجام تیرا مردار گندہ ہے اور تُو ان دونوں کے درمیان ہے کہ گندگی کا حامل ہے اور اس مضمون کو ایک شاعر نے نظم کیا ہے ؎

کیف یزھو من رجیعه ابد الدھر ضجیعه

؎ کیونکر اترائے وہ غلیظ کے سات ہووے ہم خواب جو کہ دن اور رات

اور جب تواضع قلب سے جاتی رہی اور غرور نے اُس میں جگہ کی تو اُس کا اثر بعض اعضاء میں پھیلتا ہے اور برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اُس میں ہوتا ہے سو کبھی اثر اُس کا گردن میں کجی سے ظاہر ہوتا ہے اور کبھی رخسارہ میں ٹیڑھے پن سے پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور لوگوں کے واسطے رخسارہ اپنا ٹیڑھا نہ کر۔

اور کبھی وہ سر میں نفس کی گردن کشی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: پھیرا انہوں نے اپنے سروں کو اور دیکھا اُن کو تُو نے کہ اعراض اور انحراف کرتے ہیں اُس حال میں کہ مغرور ہیں اور جس طور سے کہ غرور جوارح اور اعضاء میں منقسم ہوتا ہے اور اُس سے شاخیں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طور سے بعض اُن میں کے بعض سے کثیف اور بھاری ہوتے ہیں جیسے درز اور نازش اور عزت وغیرہ مگر یہ کہ عزت کبر سے مشابہ صُورت میں ہے اور حقیقت کی رُو سے مختلف ہے جس طرح تواضع ضعہ کے مشابہ ہے اور تواضع محمود اور ضعہ مذموم ہے اور کبر مذموم ہے اور عزت محمود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور اللہ تعالےٰ ہی کے لئے اور اُس

کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے عزت[1] ہے اور مومن کے لئے نہیں روا ہے کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے اس واسطے کہ عزت یہ ہے کہ انسان اپنی حقیقت نفس کو پہچانے اور اُس کا اکرام اس طرح کرے کہ اُس کو دنیا کے اغراض جاننے کے لئے خوار نہ کرے جیسے کبر انسان کا اپنے نفس سے جاہل رہنا اور اُس کا منزلت اُس کے سے اُتارنا ہے۔

بعضے صوفیہ نے کہا جن سے ما اعظمك فی نفسك کہا گیا یعنی کیا ہے تو اپنے نفس میں عظیم کہا کہ میں عظیم تو نہیں مگر عزیز ہوں اور عزت ہر گاہ مذموم نہ تھی اور وہ کبر کے ہم شکل ہے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا زمین پر بغیر حق کے استکبار اور غرور کرتے ہیں اس میں ایک پوشیدہ اشارہ ہے اس کے ثبوت کے لئے کہ حق کے ساتھ عزت ہے۔ پس حد تواضع پر ٹھہرنا بدوں اس کے کہ ضعہ کی طرف میل اور انحراف ہو یہ ٹھہرنا صراطِ عزت پر ہے جو کبر کی دوزخ میں بنائی ہوئی ہے اور اس میں تائید نہیں پاتے اور نہ اس پر قائم ہوتے ہیں۔ مگر انہی کے قدم جو علماء راسخ اور مقتدا مقربین اور رئیس ابدال اور صدیقین ہیں۔ بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ جس نے تکبر کیا تو اُس نے اپنے نفس کی فرومائیگی سے خبر دی اور جس نے تواضع کی اُس نے کرم طبع کو ظاہر کیا۔

اور ترمذی نے کہا ہے کہ تواضع دو قسم کی ہے۔ اوّل یہ کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کے لئے تواضع اور فروتنی کرے اس واسطے کہ نفس اپنی راحت طلب کرنے کے لئے اُس کے امر سے بچتا اور ہٹتا ہے اور شہوت کے سبب جو اُس میں ہے اس کی نہی میں خواہش کرتا ہے۔ پس جبکہ نفس اُس کا امر و نہی الٰہی سے شیر خوار ہوا تو یہ تواضع ہے اور قسم دوم یہ ہے کہ اپنے نفس کو عظمتِ الٰہی کے لئے پست کرے تو اگر اُس کا نفس کسی چیز کو مانگے اُن چیزوں میں سے جو اُس کے لئے چھوڑی گئیں کسی قسم کے اقسام سے ہو اُس کو یہ روکتی ہے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ

---

[1] تکبر نفس کو اس کے استحقاق سے بلندی پر جاننا، اور ضعہ دنیاوی اعزاز میں درجہ مستحق سے خوار کرے ۔ ۱۲

اُس کی مشیت مشیتِ الٰہی پر چھوڑ دی جائے۔ اور معلوم کرو کہ بندہ تواضع کی حقیقت کو پہنچتا ہے مگر اُس وقت کہ اُس کے قلب میں نور مشاہدہ کا چمکے۔

پس اس وقت نفس اُس کا گداز میں آتا ہے اور اُس کے گداز میں اُس کی صفائی کبر و عجب سے ہے اس وقت وہ ملائم ہوتا ہے اور حق و خلق کا مطیع بنتا ہے اس واسطے کہ آثار اُس کے مٹ جاتے ہیں اور اُس کا التہاب اور غبار بیٹھ جاتا ہے اور تواضع کا حظ وافی ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے قرب کے مقامات میں تھا۔ اُس حدیث میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے۔ کہا ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس نہ تھے تو مجھے غیرت آئی جو عورات کو ہوتی ہے کہ اس بات کی کہ آپؐ کسی اور کے پاس ازواج سے گئے ہوں گے تو میں نے آپؐ کی ازواج کے حجروں میں تلاش کیا اور نہ پایا۔ پھر مسجد میں آپؐ کو سجدہ کرتے ہوئے پایا جیسے پرانا کپڑا ہو اور آپؐ سجدہ میں کہہ رہے تھے تیرے لئے میرے سواد دل اور خیال نے سجدہ کیا اور میرا دل تیرے اُوپر ایمان لایا اور میری زبان نے تیرا اقرار کیا اور اب میں تیرے حضور میں حاضر ہوں اے عظیم اور اے بڑے گناہوں کے بخشنے والے۔

اور قول حضرت علیہ السلام کا سجدہ تیرے لئے میرے سویدا۔ دل اور خیال نے کیا انتہا درجہ کی تواضع ہے کہ آثار وجود کو مٹاتی ہے اس واسطے کہ ایک ذرّہ فی الحقیقت سجدہ سے نہیں کیا نہ ظاہر میں نہ باطن میں اور ہر گاہ صوفی کو بہرہ تواضع خاص سے بساط قرب پر نہ ہوا تو خلق کی تواضع سے بھی بہرہ اندوز نہ ہوگا اور یہ ایک سعادت ہے جبکہ وہ پیش آتی ہے تو پوری پوری آتی ہے اور تواضع صوفیہ کے بڑے شریف اخلاق سے ہے اور اخلاقِ صوفیہ سے مدارات اور خلق سے اذیت کا اُٹھانا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ہے کہ ہر آئینہ آپؐ نے ایک شخص کو اپنے صحابہ سے یہودیوں کے درمیان مقتول پایا اور اُن پر تاوان نہ ڈالا اور امر حق پر افزونی نہیں کی بلکہ دیت یعنی خون بہا اُس کا سو اونٹ عربی کے ساتھ اپنی طرف سے ادا کیا حالانکہ آپؐ کے اصحاب کو ایک اُونٹ کی حاجت تھی

جس سے وہ قوت حاصل کریں۔ اور آپ کے حسن مدارات سے یہ ہے کہ کھانے کی مذمت نہیں کی اور نہ خادم کو جھڑکی دی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس برس خدمت کی تو کبھی مجھے اُف تک نہ کیا اور کسی شئے کی نسبت جو میں نے کی نہیں کہا کہ کس واسطے اُسے کی اور نہ اُس چیز کے لئے جو میں نے ترک کی فرمایا کہ کیوں نہیں کی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلق میں اچھے آدمیوں سے تھے اور نہ میں نے ہرگز خز کو یا حریر کو یا اور کسی چیز کو چھُوا اور ہاتھ لگایا جو زیادہ نرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے ہو اور نہ قطعاً میں نے مشک سُونگھا اور نہ کوئی دوسرا عطر جو زیادہ خوشبودار عرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو تو ہر ایک کے ساتھ اہل اور اولاد ہمسایہ اور اصحاب اور خلق تمام سے مدارات کرتے اخلاقِ صوفیہ سے ہے اور اذیت اُٹھانے سے جوہر نفس کا کھلتا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ ہر ایک چیز کا جوہر ہے اور انسان کا جوہر عقل اور عقل کا جوہر صبر ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مومن جو لوگوں کی صحبت میں رہے اور اُن کی اذیت پر صبر کرے بہتر اُس شخص سے ہے جو اُن سے اختلاط نہ کرے اور نہ اُن کی اذیت پر صبر کرے۔

اور حدیث میں ہے کہ آیا تم سے کوئی ایسا ہے جو مثل ابو ضمضم کے ہو؟ پوچھا کہ ابو ضمضم کیا کرتا تھا؟ فرمایا کہ وہ تھا کہ جب صُبح کو اُٹھتا تو کہتا الٰہی میں نے آج کے دن عرض و آبرو اپنی اُس شخص پر تصدق کی جو میرے اوپر ظلم کرے تو جو کوئی مجھے مارے میں اُسے نہ ماروں گا اور جو مجھے گالیاں دے میں اُسے نہ گالیاں دونگا اور جو میرے اوپر ظلم کرے اُس پر میں ظلم نہ کروں گا۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اذن مانگا کہ اندر آؤں؟ اور میں آپؐ کے پاس تھی۔ آپؐ نے فرمایا بُرا ہے ابن عشیرہ یا اخو العشیرہ یعنی بیٹا یا بھائی کنبہ

قبیلہ کا۔ پھر آپؐ نے اجازت آنے کی دی۔ پھر باتوں میں ملامت کی۔ پھر جب وہ چلا گیا تو مَیں نے کہا یا رسولؐ اللہ آپ نے جو کہا تھا سو کہا تھا۔ پھر آپؐ نے نرم گفتگو کی فرمایا اے عائشہؓ ہر آئینہ شریر آدمیوں سے وہ شخص ہے جس کو آدمی ترک کریں یا اس کو راندہ کریں اس واسطے کہ اُس کے فحش سے وہ محفوظ رہیں۔

اور ابوذرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے تُو خوف کر جہاں کہیں تُو ہو اور بُرائی کے بعد نیکی کر جو اُس کو مٹا دے اور لوگوں سے بحسن خلق پیش آ اس واسطے کہ کوئی شئے نہیں ہے جس کے ساتھ استدلال قوت عمل اور وفور علم وحلم ہر ایک شخص پر ہو سکے جیسا کہ حسن مدارات ہے اور نفس ہمیشہ اُس شخص سے منقبض ہوتا ہے جو اُس کی مراد کے برخلاف کرتا ہے اور غیظ اور غضب کو نیک کرتا ہے اور مدارات سے گرمی نفس کا قطع اور طیش اور نصرت اُس کی رد ہوتی ہے۔ اور تحقیق وارد ہُوا ہے کہ جس نے غصہ کو کھایا اور وہ طاقت غصہ چلانے کی رکھتا تھا تو اُسے اللہ تعالےٰ قیامت کے دن تمام خلق کے سامنے بلائے گئے تا کہ اس کو اختیار دے کہ کس حور کو چاہتا ہے۔

اور جابرؓ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خبردار آگاہ ہو مَیں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ دوزخ کس پر حرام ہے ہر ایک آسان نرم سہل قریب آدمی پر۔ اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی علیہ السلام ایک شخص کے پاس گئے اور اُس سے بتلایا تو وہ کانپا تب فرمایا کہ ڈرو مت کہ مَیں بادشاہ نہیں ہوں بلکہ مَیں صرف قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو سُوکھا گوشت کھایا کرتی۔ اور بعض صوفیہ نے صوفیہ کی ملائمت کی جانب میں ابیات کہے ہیں جن کا یہ ترجمہ ہے :-

ابیات ؎

سبک ہیں اور ملائم ہیں تو انگر ہیں سہولت کے کرامت اور کرم کے ہیں محافظ اہل دولت ہیں

نہیں بکتے ہیں وہ گالی نہ کہتے فحش جب بولیں　اگر اُن سے کوئی جھگڑے نہ وہ صاحب خصومت ہیں
کسی سے تو اگر ان میں ملے سمجھے کہ ہے سردار　ستارہ ہے کہ چلتے دیکھ اُسے اہل سیاحت ہیں

اور ابوداؤدؓ نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا جو شخص کہ اُس کو رفق اور نرمی کا بہرہ عطا ہُوا ہو تو ہر آئینہ خیر سے اُس کو بہرہ عطا کیا گیا اور جو رفق کے حصّہ سے محروم رکھا گیا اُسے حصّہ خیر سے نہیں ملا۔

عبداللہ بن ابی بکرؓ نے عرب کے ایک شخص سے حدیث روایت کی کہا روزِ حنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے زحمت پہنچی میرے پاؤں میں بھاری جُوتا تھا اور میرا پاؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پر پڑ گیا۔ آپؐ نے میرے ایک کوڑا مارا جو ہاتھ میں تھا اور فرمایا اللہ کے نام کی قسم ہے کہ تُو نے مجھے تکلیف دی۔ کہا مَیں رات کو اپنے نفس پر ملامت کرتا رہا کہ تُو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دردمند کیا۔ کہا پھر مَیں نے رات بسر کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو اُس کا علم ہے۔ پھر جب مجھے صُبح ہوئی تو ناگاہ ایک شخص تھا کہ وہ کہتا تھا فلاں شخص کہاں ہے ؟ مَیں نے کہا یہ ہوں واللہ وہ شخص کہ مجھ سے کل ماجرا گزرا کہا مَیں چلا ڈرتا ہُوا پھر کہا تحقیق تُو نے اپنے جُوتے سے کل میرا پاؤں کُچلا اور مجھے دُکھ دیا تو مَیں نے تیرے کوڑا مارا پس یہ اَسّی بھیڑیں ہیں ان کو لے جا۔

اور اخلاق صوفیہ سے ایثار اور مواسات ہے اور اس پر فرطِ شفقت اور رحمت اُن کو برانگیختہ کرتی ہے جو طبیعت سے اور شرعاً قوتِ یقین سے ہوتی ہے وہ موجود کو خرچ کر ڈالتے ہیں اور مفقود پر صبر کرتے ہیں۔

ابو یزید بسطامیؒ نے کہا ہے میرے اوپر کسی نے غلبہ نہیں کیا جیسا کہ بلخ کے ایک شخص نے غلبہ کیا۔ وہ میرے پاس مباحثہ کو آیا اور کہا اے بایزید آپ کے نزدیک زہد کی تعریف کیا ہے ؟ مَیں نے کہا کہ جب ہم نے پایا تو کھایا اور جب ہمیں کچھ نہ ملا تو صبر کیا۔ اس پر کہا ایسے تو ہمارے نزدیک بلخ کے کتے ہیں۔ تو مَیں نے اُس سے کہا تمہارے نزدیک زہد کی تعریف کیا ہے ؟ تو کہا کہ جب ہم کو کچھ نہ ملا تو شکر کیا اور جب ہم کو ملا تو خرچ کر ڈالا۔

اور ذوالنونؒ کا قول ہے کہ زاہد جس کا سینہ کشادہ ہے اُس کی تین علامتیں ہیں۔ جمع کا خرچ کرنا، مفقود کا نہ مانگنا اور قوت کا خرچ کرنا۔

عبداللہ بنؓ عباس نے روایت کی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے نضیر کے دن فرمایا اگر تم چاہو تو مہاجرین کو اپنے مال اور مِلک سے بانٹ دو اور اس غنیمت کے مال میں تم اُن کے شریک ہو اور جو تم چاہو تو تمہارا ملک اور مال تمہارے پاس رہے اور ہم غنیمت کے مال سے تمہیں کچھ نہ بانٹیں گے۔ تب انصار نے کہا بلکہ ہم اُن کو اپنا مال اور زمین بانٹ دیں گے اور غنیمت کا مال اُنہیں دیں گے اور ہم اس میں شریک نہ ہوں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ویوثرون علی انفسھم ولوکان بھم خصاصۃ۔ یعنی اور اپنی جانوں پر ایثار اور اختیار کرتے ہیں ہر چند کہ اُن کو احتیاج ہو۔"

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس حال میں کہ اُسے رنج پہنچا تھا اور کہا یا رسولؐ اللہ مَیں بھوکا ہوں مجھے کچھ کھلاؤ تو آپ نے اپنی ازواج کے پاس بھیجا کہ تمہارے پاس کھانا کچھ موجود ہے؟ تو سب نے کہلا بھیجا اُس کی قسم ہے جس نے تجھے حق کے ساتھ نبی کیا ہے کہ ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، ہمارے پاس کچھ نہیں جو تجھے آج کی رات کھلاویں۔ پھر فرمایا جو اس کو آج کی رات کھانا کھلائے اللہ تعالیٰ اُس پر رحم کرے گا۔

اس وقت انصار میں سے ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا یا رسولؐ اللہ میں، پھر اُسے اپنے گھر لے گیا اور اپنی بی بی سے کہا کہ یہ مہمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تو اس کا اعزاز اور اکرام کر اور اُس سے کوئی چیز کی دریغ نہ رکھ۔ اُس نے کہا ہمارے پاس تو سوائے بچوں کی خوراک کے نہیں ہے۔ کہا کہ اُٹھ اُن کو کھانے کی طرف سے ٹال بال دے تاکہ وہ سو جائیں اور کچھ نہ کھائیں۔ پھر چراغ روشن کر پھر جبکہ مہمان کھانا شروع کرے اُٹھ گویا کہ چراغ کی بتی تیز کر رہی ہے اور اُس کو بجھا دے اور چلی آ ہم اپنی زبانوں کو اس طرح چلائیں کہ کھانا چبا رہے ہیں۔ مہمان رسولؐ اللہ کی

خاطر یہاں تک کہ اُس کا پیٹ بھر جائے۔

پس وہ بی بی اُٹھی اور لڑکوں کو بہلایا حتیٰ کہ وہ بغیر کھائے سو گئے اور کچھ نہیں کھایا پھر وہ اُٹھی اور ثرید بنایا اور چراغ جلایا پھر جبکہ مہمان نے کھانا شروع کیا وہ اُٹھی گویا کہ چراغ کی بتی چاق کرتی ہے اور اُس کو بجھا دیا اور ان دونوں میاں بی بی نے مُنہ چلانا شروع کیا مہمان رسول اللہ کے لئے اور مہمان نے گمان کیا کہ وہ دونوں اس کے ساتھ کھا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مہمان نے پیٹ بھر کھا لیا اور یہ دونوں بھُوکے سو رہے۔ پھر جب صبح ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے۔ پس جبکہ اُن کی طرف دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم کیا۔ بعد ازاں فرمایا کہ ہر آئینہ آج کی رات اللہ تعالےٰ نے تعجب کیا فلاں اور فلانہ سے اور نازل یہ آیت کی :

ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ۔

اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بعضے اصحاب نے نبی علیہ السلام کے لئے بکری کی سری بھُنی ہوئی ہدیہ کی اور وہ تکلیف میں تھے اور اُس نے اسے لے کر اپنے ہمسایہ کے پاس بھیجا اور اُس نے دوسرے کے پاس اور دوسرے نے تیسرے کے پاس اور سات آدمیوں نے دست بدست یوں ہی پھرایا۔ پھر اول کے پاس گھوم کر وہ کھانا آیا تو اُس کے لئے وہ آیت نازل ہوئی۔

اور ابوالحسن انطاکی نے روایت کی ہے کہ اُس کے پاس تیس آدمی سے زیادہ جمع ہُوئے۔ ایک گاؤں میں جو رَے کے قریب تھا اور اُس کے پاس تھوڑے گردے روٹیوں کے تھے کہ پانچ آدمیوں کا بھی اُن میں سے پیٹ نہ بھرتا تو روٹیوں کو توڑا اور چراغ کو بجھا دیا اور کھانے کے لئے بیٹھے۔ پھر جب کھانا بڑھایا تو دیکھیں تو وہ کھانا بدستور موجود ہے کہ اُن میں سے نہ کھایا تھا اس سبب سے کہ ہر ایک نے اپنے نفس پر دوسرے کو اختیار اور ایثار کیا۔

اور حذیفہ عدوی سے حکایت ہے کہ میں یرموک کے دن اپنے چچیرے بھائی کی تلاش میں چلا اور میرے پاس تھوڑا پانی تھا اور میں کہتا تھا کہ اگر اس میں کچھ رمق حیات کی ہے تو اُس کو میں پلاؤں اور اُس کا مُنہ پونچھوں تو اچانک مجھے وہ ملا میں نے

کہا کہ تجھے مَیں پانی پلاؤں اُس نے اشارہ کیا کہ ہاں تو ناگاہ ایک شخص تھا کہ آہ آہ کہہ رہا تھا تب میرے بھائی نے کہا کہ یہ پانی اُس کے پاس لے جا تب اُس کے پاس لے گیا اور وہ ہشام بن عاص تھا۔ مَیں نے کہا کہ تجھے پانی پلاؤں تو ہشام نے دوسرے کو سُنا کہ آہ آہ کہہ رہا تھا۔ پس اُس نے کہا کہ اُس کے پاس لے جا۔ مَیں اُس کے پاس لے گیا اچانک دیکھا کہ وہ مَر چکا تھا۔ پھر مَیں ہشام کی طرف اُٹھ کر آیا تو دیکھا کہ وہ بھی مَر گیا تھا تب مَیں اپنے بھائی کی طرف پھرا تو وہ بھی مَر گیا تھا۔

اور ابوالحسن بوشنجی سے سوال کیا گیا کہ فتوت کیا ہے؟ تو کہا میرے نزدیک فتوت وہ ہے جس کے ساتھ وصف اللہ تعالیٰ نے انصار کا اس آیت میں کیا ہے: والذین یتوؤا الدار والایمان۔ یعنی اور وہ لوگ جو گھروں کو اور ایمان کو پکڑے ہُوئے ہیں۔ ابن عطار نے کہا ہے یوثرون علی انفسھم جودا وکرما ولوکان بھم خصاصۃ۔ یعنی جو غنا و فقراء اپنے نفسوں پر جود اور کرم کو اختیار کرتے ہیں اور اگرچہ اُس کو احتیاج بھوک اور مفلسی کی ہو۔

ابوحفص نے کہا ایثار وہ ہے کہ بھائیوں کے حظوظ کو دُنیا اور آخرت کے کام میں اپنے حظوظ پر مقدم رکھے۔ اور بعض کا قول ہے کہ ایثار اختیار سے نہیں ہوتا بلکہ ایثار وہ ہے کہ کل خلائق کے حقوق کو اپنے حق پر تو مقدم رکھے اور اس میں تو امتیاز نہ کرے کہ یہ بھائی اور یہ ساتھی اور یہ جان پہچان ہے۔

یوسف بن حسین کا قول ہے کہ جس نے اپنے نفس کے لئے ملکیت اعتقاد کی اُس سے ایثار صحیح نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ وہ اپنے نفس کو زیادہ مستحق اُس چیز کا سمجھتا ہے اس واسطے کہ اُسے اپنی ملک سمجھتا ہے بلکہ ایثار اُس شخص سے آتا ہے جو تمام اشیاء کو اللہ کی سمجھے۔ پس جو کوئی اُس کو پہنچا وہی اُس کا مستحق ہے۔

پس جب کوئی چیز اُس میں سے اُس کے پاس آئے تو وہ اپنے نفس اور ہاتھ کو امانت دار اعتقاد کرے کہ اُس چیز کو اُس کے مالک کے پاس پہنچا دے یا اُس کو ادا کرے۔ اور بعضوں نے کہا حقیقت ایثار یہ ہے کہ آخرت کا حصہ تو اپنے بھائیوں پر ایثار کرے اس واسطے کہ دُنیا تھوڑی مالیت کی ہے اس سے کہ

کوئی محل یا ذکر اُس کے ایثار کے لئے ہو اور اسی قبیل سے ہے جو منقول ہے کہ بعض صُوفیہ نے اپنے ایک بھائی کو دیکھا اور زیادہ شگفتہ روئی اُس کے مقابل ظاہر نہ کی۔ پس اُس کے بھائی نے یہ بات اُس سے بُری سمجھی تو کہا اے بھائی مَیں نے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب دو مسلمان باہم ملاقات کریں تو اُن پر سو رحمت نازل ہوتی ہیں اُن میں سے نوّے رحمت اُس شخص کے لئے جو زیادہ شگفتہ رو ہو اور دس رحمت اُس کے لئے جو اُس سے کم ہو تو مَیں نے چاہا کہ مَیں کم تجھ سے شگفتگی میں ہوں تا کہ تیرے واسطے زیادہ حصّہ رحمت کا ہو۔

ابوالقاسم رازی سے منقول ہے کہ مَیں نے ابوبکر بن سعدان سے سُنا ہے کہ وہ کہتا تھا جو کوئی صُوفیہ سے صحبت رکھے تو چاہیئے کہ بلا نفس اور بلا قلب اور بلا ملک صحبت رکھے۔ پس جبکہ وہ کسی چیز کی طرف اپنے اسباب سے نظر کرے گا تو یہ بات اُس کو حصولِ مقاصد سے قطع کرے گی۔

اور سہل بن عبداللہ صُوفی نے کہا ہے کہ صوفی وہ ہے جو اپنے خون کو حلال اور مِلک اپنی کو مباح سمجھے۔ اور رویم کا قول ہے کہ تصوّف تین خصلتوں پر مبنی ہے فقر اور افتقار کو پکڑے رہے اور بذل و ایثار سے متحقق ہو اور تعرض اور اختیار کو ترک کر دے۔

روایت ہے کہ جب صُوفیہ کی بُرائی اور غمازی کی گئی اور جنید فقر کے باعث جُدا ہوئے اور شمام و رقام و نوری پکڑے گئے اور ان کی گردن مارنے کے لئے نطع بچھایا گیا تو نوری نے سبقت کی تو اُس سے پوچھا گیا کہ کیوں تُو نے مبادرت کی تو کہا کہ مَیں اپنے بھائیوں کو ایک ساعت زیادہ حیات پسند کرتا ہوں۔

اور منقول ہے کہ رودباری اپنے بعض یاروں کے گھر پر آیا اور اُسے موجود نہ پایا اور دروازہ اُس کے گھر کا بند پایا۔ تب آپؒ نے فرمایا کہ صُوفی اور اُس کا دروازہ بند توڑ ڈالو۔ اُس کے دروازہ کو تو لوگوں نے توڑ ڈالا اور حکم دیا کہ جو کچھ اُس کے گھر میں ملے اسے بیچ ڈالو تو تعمیل کے لئے اسباب بازار لے گئے اور نرم قیمت لی اور گھر میں بیٹھ رہے۔ پھر صاحب خانہ آیا اور کچھ نہ کہا اور اُس کی بی بی آئی اور

چادر اوڑھے ہوئے تھی اور گھر کے اندر آئی اور چادر کو پھینک دیا اور یہ کہا یہ بھی بقیہ گھر کے اسباب کی ہے اور اُسے بیچ ڈالو۔ میاں نے اُس سے کہا کہ یہ تکلف اپنے اختیار سے تُو نے کیوں کیا؟ وہ بولی کہ خاموش مثل شیخ ہم پر دست درازی اور تسلط کرے اور ہمارے اُوپر حکم کرے اور باز رکھے اور پھر ہمارے پاس کوئی چیز باقی رہے کہ اُسے سینت رکھیں۔

اور حکایت ہے کہ قیس بن سعد بیمار ہوا تو اُس کے بھائیوں نے اُس کی عیادت میں دیر کی تو اُن کا حال پُوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ اس سے شرمائے ہیں کہ تیرا قرض اُن کے ذمّہ ہے۔ کہا اللہ تعالیٰ مال کو رسوا اور خوار کرے جو بھائیوں کو ملاقات سے باز رکھتا ہے۔ پھر ڈگی والے کو حکم دیا کہ وہ ڈگی پیٹ دے کہ جس پر قیس کا مال قرض ہو وہ اُس کو حلال ہے تب تو اُس کے گھر کی دہلیز ٹوٹ گئی اتنی کثرت اُس کی عیادت کرنے والوں کی ہوئی۔ اور نقل ہے کہ ایک شخص جو اُس کا دوست تھا آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو جب وہ باہر آیا تو کہا تُو کس لئے میرے پاس آیا؟ کہا چار سو درہم کے لئے جو میرے اُوپر قرض ہیں تو گھر میں گیا اور چار سو درہم تولے اور اُس کو دے دیئے اور گھر میں روتا ہُوا گھُس گیا اُس کی بی بی نے کہا کیوں نہیں بہانہ کر دیا جبکہ تیرے اُوپر دینا گراں معلوم ہُوا۔ کہا میں اس لئے روتا ہوں کہ اُس کے حال کی پرسش نہیں کی تا آنکہ وہ محتاج اس بات کا ہُوا کہ میرے پاس اُس کے لئے آیا۔ اور ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اشعرئین جب لڑائی میں بے توشہ ہو جاتے ہیں اور اُن کے عیال کا کھانا کم ہو جاتا ہے تو وہ جمع کرتے ہیں جو کچھ اُن کے پاس ہوتا ہے۔ پھر اُس کو ایک برتن سے بانٹ دیتے ہیں تو وہ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں۔

اور جابرؓ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل کی ہے کہ آپؐ جب جہاد کا ارادہ کرتے فرماتے اے گروہ مہاجرین وانصار کے ہر آئینہ ایک قوم تمہارے بھائیوں میں سے ایسی ہے کہ نہ اُن کے پاس مال ہے اور نہ اسباب ہے تو چاہیئے کہ ہر ایک آدمی تم میں سے اپنے شامل ایک اور دو اور تین کو کرلے اور

تم میں سے ہر ایک کو اپنے اونٹ کی سواری باری سے ایسی ہی ملے جیسے کہ اُن میں سے ایک ایک کو اپنی باری سے ملے کہا میں نے اپنے شریک دو یا تین کو کہا کہ میری نوبت سواری میں نہیں تھی مگر جس قدر کہ اُن میں سے ایک کی نوبت تھی۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب عبدالرحمٰن بن عوف مدینہ میں آئے تو اُس کے مواخات اور بھیا چارہ نے سعد بن ربیع سے کہا۔ پھر سعد نے کہا میں اپنا مال آدھوں آدھ تجھے بانٹ دیتا ہوں اور میری دو بی بی ہیں ایک کو اُن میں سے طلاق دیتا ہوں۔ جب اُس کے ایامِ عدت گزر جائیں تو اس سے نکاح کر لے۔ تب عبدالرحمٰن نے اُس سے کہا اللہ تجھے تیرے اہل اور مال میں برکت دے۔

پس ایثار پر صوفی کو اُس کے نفس کی طہارت اور اُس کے سرشت کے شرف نے ہی برانگیختہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ اُسے صوفی اس وقت بناتا ہے کہ جب اُس کی سرشت کو اس صفت کے لئے تیار اور مستعد کر لیا اور جس کسی کے خمیر میں سخاوت ہو اور سخی قریب ہے کہ صوفی ہو جائے اس واسطے کہ سخاوت طینت کی صفت ہے اور اُس کے مقابلہ میں شُحّ یعنی بخل ہے اور شُحّ صفت نفس کے لوازم سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جو اس نفس کے حرص و بخل سے محفوظ و مصئون ہیں وہ صاحبِ فلاح و نجات کے ہیں۔ فلاح کا حکم اُس کے ساتھ دیا کہ وہ بخل سے بچیں اور فلاح کا حکم اُس کے لئے فرمایا جو بذل و انفاق کریں سو کہا :

ومما رزقنا هم ينفقون اولئك على هدى من ربهم

واولئك هم المفلحون ۔

یعنی اور اُن چیزوں سے جو ہم نے روزی کی ہیں دیتے اور خرچ کرتے ہیں وہ لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے سیدھے راستہ پر ہیں اور وہ صاحب فلاح ہیں"۔

اور فلاح سعادتِ دارین کے لئے اسم جامع ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے قول سے آگاہ کر دیا تین مہلکات ہیں اور تین منجیات ہیں۔ پھر مہلکات سے ایک شُحّ مطاع یعنی بخل پذیر فتنہ گردانا ہے اور خالی بخل کو نہیں فرمایا کہ وہ مُہلک ہے

بلکہ وہ مہلک اُس وقت ہوگا کہ وہ مطاع ہو مگر اُس کا غیر مطاع نفس میں ہونا سو وہ انکار نہیں کیا جاتا۔ اس واسطے کہ وہ لوازم نفس سے ہے کہ اس کی اصل پیدائش خاکی سے مدد پانے والا ہے اور مٹی میں قبض و امساک ہے اور یہ آدمی سے کچھ تعجب نہیں اور وہ جبلی اور پیدائشی ہے اور تعجب ہے تو اُس کا ہے کہ سخاوت کا وجود سرشت میں ہو اور وہ نفوس صوفیہ کے لئے حاصل ہے کہ جو اُن کو بذل و ایثار کی طرف بلاتا ہے اور سخاوت جود سے کامل تر اور تمام تر ہے۔

پس جود کے مقابل بخل ہے اور سخا کے مقابل شحّ ہے اور جود و بخل کی طرف سے عادت کے طریق سے اکتساب راہ پاتا ہے برخلاف شحّ اور سخا کے جبکہ وہ دونوں سرشت میں داخل ہیں۔ پس جتنے سخی ہیں وہ سب جواد ہیں اور ہر ایک جواد سخی نہیں ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ سخا کے ساتھ موصوف نہیں ہوتا اس واسطے کہ سخا نتائج سرشت اور طبیعت سے ہے اور اللہ تعالیٰ سرشت و طبیعت سے پاک اور منزہ ہے اور جود میں ریا کو دخل ہوتا ہے اور انسان اس کو عمل میں لاتا ہے اس حالت میں کہ وہ خلق اور حق سے عوض پانے پر تاک لگاتا ہے خواہ لوگوں کی ثناء وغیرہ ہو خواہ اللہ تعالیٰ سے ثواب ہو اور سخا میں ریا کو دخل نہیں ہوتا اس واسطے کہ وہ پیدا اس نفس سے ہوتی ہے جو پاک صاف اور دنیا و آخرت کے بدلہ سے بلند تر ہے اس واسطے کہ عوض کا چاہنا بخل کی خبر دیتا ہے اس واسطے کہ اس کی علت طلب عوض ہے۔

پس جو چیز کہ خالص محض ہے وہ سخا ہے دریں صورت سخا اہلِ صفہ کے لئے ہے اور ایثار اہلِ انوار کے واسطے ہے اور جائز ہے کہ قول اللہ تعالیٰ میں: انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاءً ولا شکورا۔ یعنی اس کے سوا نہیں ہے کہ ہم تمہیں خالص اللہ کے واسطے کھانا کھلاتے ہیں نہ تم سے ہمیں خواہش جزاء اور بدلے کی ہے اور نہ تم سے شکریہ چاہتے ہیں نفی عوض مانگنے کے لئے ہے جیسے کہ فرمایا لانرید بعد اس قول لوجہ کے تو جو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے تو عوض چاہنے کا اشعار نہیں کرتا بلکہ سرشت اپنی طہارت کے سبب مراد حق کی طرف منجذب ہوتی ہے نہ کہ

عوض کے لئے اور یہ کامل تر سخا پاکیزہ تر سرشتوں سے ہے۔

اسماء بنت ابی بکرؓ نے روایت کی ہے کہا میں نے کہا یا رسولؐ اللہ میرے پاس کچھ نہیں ہوتا مگر اسی قدر کہ زبیرؓ مجھے دیتا ہے پھر میں دیتی ہوں فرمایا کہ ہاں تو مت بند کر ورنہ تیرے اوپر دنیا بند کر دے گا۔ اور اخلاق صوفیہ سے درگزر اور عفو ہے اور برائی کا مقابلہ بھلائی سے ہے۔

سفیانؒ کا مقولہ ہے احسان اُس کو کہتے ہیں کہ جو تیرے ساتھ برائی کرے اُس کے ساتھ تو بھلائی کرے اس واسطے کہ محسن پر احسان کرنا تجارت ہے۔ جیسے بازار کی نقدی ہے کہ ایک چیز لے اور ایک چیز دے۔

اور حسنؒ کا قول ہے کہ احسان وہ ہے کہ عام پر ہو نہ یہ کہ خاص ہو، جیسے آفتاب اور ہوا اور ابر ہے۔

انسؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے محلات ایسے دیکھے کہ جو بہشت میں بلند تھے۔ میں نے کہا اے جبرائیلؑ! یہ کس کے لئے ہیں؟ کہا غصہ پینے والوں اور لوگوں سے عفو کرنے والوں کے لئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہر آئینہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک شخص آیا اور ابوبکرؓ کے حق میں برا بھلا کہنے لگا اور وہ خاموش تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے تھے۔ پھر ابوبکرؓ نے بعضی باتیں جو اُس نے کہی تھیں اُلٹ کر اُس کو کہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہوئے اور اُٹھے۔ آپؐ کے ساتھ ابوبکرؓ ہوئے اور کہا یا رسولؐ اللہ! اُس نے مجھے گالیاں دیں اور آپؐ مسکراتے رہے۔ پھر میں نے اُسے الٹ کر کہا جو اُس نے مجھے کہا تھا تو آپؐ غصے ہوئے اور اُٹھ پڑے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب تک خاموش تھا تیرے ساتھ ایک فرشتہ تھا کہ اُس کو اُلٹ کر کہتا تھا پھر جب تو بولا شیطان نے برا بھلا کہنا شروع کیا۔ پھر مجھے یہ نہ تھا کہ ایسی جگہ بیٹھوں جہاں شیطان ہو۔ اے ابوبکرؓ تین باتیں ہیں جو سب حق ہیں: کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جس پر ظلم کسی طرح کا کیا جائے اور وہ اُسے عفو کرے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اُس کی بڑی مدد

کرے اور کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ سوال کا دروازہ کھولے جس سے وہ کثرت کا ارادہ کرے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اُس کے افلاس کو زیادہ کرے اور کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ وہ بخشش یا انعام کا دروازہ کھولے جس کے ساتھ اُس کی طلب خیرات اللہ تعالیٰ کی ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے کثرت سے ترقی کرتا ہے۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر جائی مت ہو کہ کہو تم اگر لوگ احسان کریں تو ہم احسان کریں اور ظلم کریں تو ہم ظلم کریں مگر اپنے نفسوں کو ٹھہراؤ اگر لوگ احسان کریں تو تم احسان کرو اور اگر وہ برائی کریں تو تم ظلم نہ کرو۔

اور بعض صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص ہے جس پر میرا گذر رہوتا ہے تو وہ نہ میری دعوت کرتا ہے اور نہ مجھے مہمان رکھتا ہے تو جب میرے پاس آئے تو اُس کے عوض کروں یعنی نہ کھلاؤں نہ مہمان رکھوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں تو اُس کی دعوت کر۔

اور فضیلؒ نے کہا ہے کہ فتوت بھائیوں کی لغزشوں سے درگزر اور مسامحت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے واصل رحم وہ نہیں ہے جو مکافات کرے یعنی جیسا کہ دوسرا کرتا ہے ویسا وہ بھی کرے۔ لیکن واصل وہ ہے کہ جب قطع رحم دوسرا کرے تو یہ اُس کا وصل کرے۔

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مکارمِ اخلاق سے یہ ہے کہ تو عفو اُس شخص سے کرے جو تیرے اُوپر ظلم کرے اور تو وصل کرے اُس شخص سے جو قطع کرے اور جو تو اُسے عطا وے جو تجھے محروم رکھے اور اخلاقِ صوفیہ سے کشادہ روئی اور طلاقت وجہ ہے۔ صوفی کا بقا اُس کی خلوت میں ہے اور بشر اور شگفتگی پیشانی اُس کی لوگوں کے ساتھ ہے سو اُس کے چہرہ پر بشاشت اُس کے انوارِ قلب کے آثار سے ہے اور ہر آئینہ باطن صوفی منازلات الٰہیہ اور مواہب قدسیہ میں نزول کرتا ہے جس سے قلب تر و تازہ ہوتا ہے اور فرح و سرور سے لبریز ہو جاتا ہے۔ کہو اللہ تعالے کے فضل و رحمت سے سو اُس کے ساتھ چاہیئے

کہ خوش ہوں اور سرور جبکہ متمکن ہوا قول سے اُس کے آثار صورت پر پہنچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وجوہ یومئذ مسفرۃ یعنی کتنے ہی چہرے آج کے دن روشن چمکتے ہوئے بشارت پانے والے ہیں یعنی خوش ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ چہرے روشن اس سبب سے ہوئے کہ مدتوں راہِ خدا میں غبار آلودہ ہوئے تھے اور نور چہرہ پر پہنچنے کی دل سے مثال ایسی ہے کہ جس طرح چراغ کا نور شیشہ اور چراغدان پر گرتا ہے۔

پس چہرہ مشکاۃ یعنی چراغدان ہے اور قلب شیشہ ہے اور رُوح چراغ ہے تو جب دل مزہ دار ہمرازی سے خوش ہوتا ہے تو بشاشت چہرہ پر ظاہر ہوتی ہے: قال اللہ تعالیٰ: تعرف فی وجوھھم نضرۃ النعیم یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُن کے چہروں میں نضرت نعیم کو پائے گا۔ یعنی تازگی اور چمک اُس کی پائے گا۔ محاورۂ عرب میں کہا جاتا ہے نضر النبات۔ جس وقت سبزہ ہرا بھرا اور کلیاتا ہے۔ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ یعنی کتنے ہی چہرے اُس دن تازہ اور شگفتہ ہیں کہ اپنے پروردگار کی طرف دیکھنے والے ہیں۔ پس جبکہ انھوں نے دیکھا تو بس تروتازہ ہو گئے۔ سو صوفیہ سے جو اہلِ مشاہدہ ہیں اُن کی چشم دل نور مشاہدہ سے روشن ہو گئیں اور اُنکے قلوب کے آئینہ صیقل ہو گئے اور انہیں جمال ازلی کا نور منعکس ہوا اور جب آفتاب صیقل کئے ہوئے آئینہ پر چمکتا ہے تو دیواریں روشن اور درخشاں ہو جاتی ہیں قال اللہ تعالیٰ: سیماھم فی وجوھم من اثر السجود۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نشانی اُن کی اُن کے چہروں میں سجدہ کے اثر سے ہے اور جبکہ ظلال کے یعنی قالبوں کے سجدہ سے چہرہ اثر پذیر ہوا۔ قول الٰہی میں وظلالھم بالغدو والآصال تو کیونکر بشہود جمال سے وہ اثر پذیر نہ ہو گا۔

جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر ایک معروف اور نیکی صدقہ ہے اور معروف سے یہ بھی ہے کہ تو اپنی کشادہ روئی کے ساتھ ملاقات کرے اور یہ کہ اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈالے۔

اور سعد بن عبدالرحمٰن زبیدی نے کہا کہ مجھے بھاتا ہے فقرا سے ہر ایک شخص ملائم شگفتہ رو ہنسوڑ لیکن جو شخص کہ تو اُس سے کشادہ روئی سے ملاقات کرے اور وہ تجھ سے ترش روئی سے ملے گویا تیرے اُوپر احسان کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ

فقراء میں اُس کے مثل زیادہ نہ کرے اور اخلاقِ صوفیہ سے ہے سہولت اور جھکنا اور لوگوں سے اُن کے اخلاق اور طبائع کی طرف میل اور نزول کرنا اور تکلف اور بے پرواہی ہے۔ اور ہر آئینہ اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخبار اور احادیث ہیں اور اخلاق صوفیہ اخلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چربہ اُتارتے اور حکایت کرتے ہیں۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے ہاں میں مزاح کرتا ہوں اور نہیں کہتا ہوں مگر جو حق بات ہو۔

روایت ہے کہ ایک شخص تھا جسے زائر بن حرام کہتے تھے اور وہ گنوار بدوی تھا اور حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ آتا مگر ایک تحفہ کے ساتھ جس کو وہ ہدیہ رسول اللہ کرتا سو وہ ایک دن آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے مدینہ کی بازار میں پایا کہ اپنے لئے کچھ سودا خریدتا تھا اور وہ اُس دن آپؐ کے پاس نہیں آیا تھا تو آپؐ نے اُسے پیچھے سے دونوں ہاتھ سے گچھے میں بھر لیا تو وہ پیچھے کی طرف پھرا تو نبی علیہ السلام کو دیکھا اور آپؐ کے دونوں ہاتھ کو بوسہ دیا تب نبی علیہ السلام نے فرمایا کون ہے جو اس بندہ کو خریدتا ہے؟ اُس نے کہا کہ کون لے گا یا رسولؐ اللہ مجھ کھوٹے کو تو فرمایا مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک فائدہ والا ہے۔ پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہر اہلِ شہر کے لئے ایک بادیہ یعنی صحرانشین ہے اور بادیہ آل محمدؐ کا زائر بن حرام ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسولؐ اللہ مجھے اُونٹ پر سوار کرائیے۔ آپؐ نے فرمایا تجھے ہم اُسی کے بچے پر سوار کرائیں گے۔ اُس نے کہا کہ مَیں کہتا ہوں مجھے اُونٹ پر سوار کراؤ اور آپؐ کہتے ہیں کہ اُونٹنی کے بچے پر، تو آپؐ نے فرمایا کہ اُونٹ بچہ اُونٹنی کا ہے۔

اور حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مَیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آیا اور آپؐ کے سامنے کھجوریں تھیں کہ نوش کر رہے تھے تو فرمایا اس کھانے میں سے کھاؤ سو مَیں بھی کھجوریں کھانے لگا۔ پھر آپؐ نے فرمایا تو کھجوریں

کھاتا ہے اور حالانکہ تو رمد یعنی آنکھ کا درد مند ہے۔ میں نے کہا اب میں دوسری طرف چباتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک دن فرمایا اے دو کان والے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح رہتے جبکہ وہ گھر میں اکیلے ہوتے۔ کہا سب آدمیوں سے زیادہ ملائم اور مُسکراتے ہوئے ہنستے ہوئے۔ اور آپ نے روایت کی ہے کہ مجھ سے آپؐ سبقت لے گئے، پھر میں سبقت لے گئی، پھر آپؐ سبقت لے گئے بعد اس کے پھر سبقت لے گئی۔ بعد ازاں فرمایا کہ یہ سبقت تیری ہے۔

اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے اختلاط کرتے یہاں تک کہ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے یا ابا عمیر ما فعل النغیر یعنی ابا عمیر کیا کیا نغیر نے ؟ اور نغیر چھوٹی چڑیا ہوتی ہے۔

اور روایت ہے کہ عمرؓ سبقت زبیرؓ سے لے گئے رضی اللہ عنہما پھر زبیرؓ سبقت لے گئے اور کہا رب کعبہ کی قسم ہے میں تجھ سے سبقت لے گیا پھر عمرؓ نے سبقت کی اور عمرؓ نے کہا مجھے رب کعبہ کی قسم ہے کہ تیرے اوپر میں سبقت لے گیا۔

اور عبداللہ بن عباسؓ نے کہا عمرؓ نے مجھ سے کہا آؤ میں تجھ سے پانی میں مناقشہ کروں کہ ہم دونوں میں سے کون زیادہ لمبی سانس کا ہے اور ہم محرم تھے۔

اور بکر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ خربوزہ کا تبادح کرتے تھے اور جس وقت کہ حقائق ہوتے تو وہ رجال ہو جاتے تھے، عرب کے محاورہ میں بدح یبدح کہتے ہیں جبکہ ایک چیز کو پھینکا یعنی خربوزہ ایک دوسرے پر پھینکتے تھے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کے لئے میں حریرہ لائی جو اُن کے واسطے میں نے پکایا تھا اور سودہؓ سے کہ میرے اور اُس کے بیچ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے کہا کہ کھا اُس نے انکار کیا، پھر اُس سے میں نے کہا

کہ کھا پھر اُس نے انکار کیا پھر مَیں نے اُس سے کہا کہ البتہ ضرور کھا ورنہ تیرے مُنہ کو اُس سے آلودہ کر دوں گی پھر اُس نے انکار کیا تب تو مَیں نے اپنا ہاتھ حریرہ سے بھرا اور اُس کا مُنہ اُس سے خوب آلودہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے پھر آپؐ نے ران اپنی اس کے واسطے جُھکا دی اور سودہؓ سے کہا کہ تُو اُس کو آلودہ کر دے تو اُس نے میرا مُنہ اُس سے آلودہ کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ دروازہ پر گزرے اور پکارا یا عبداللہ یا عبداللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گمان ہُوا کہ قریب ہے وہ گھر میں چلے آویں تو کہا تم دونوں اُٹھو اور اپنے منہ دھو ڈالو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مَیں ہمیشہ عمر کی بزرگی اس واسطے کرتی تھی کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم اُن کو مانتے تھے۔

اور بعضوں نے ابن طاؤس کی تعریف کی ہے اور کہا وہ بچّے کے ساتھ بچے تھے اور بوڑھے کے ساتھ بوڑھے اور اُس میں مزاح اور چہل تھی جبکہ وہ نہیں ہوتے۔

اور معاذ بن عبدالکریم سے مروی ہے کہا ہم محمد بن سیرینؒ کے آگے تذکرہ شعر کا کیا کرتے اور ود کہتے اور ہم اُس کے سامنے ہنسی کرتے اور ہم سے وہ مزاح کرتے اور ہم اُس کے پاس سے ہنستے ہُوئے اُٹھتے اور جب ہم حسن کے پاس جاتے جب اُس کے پاس سے اُٹھتے تو قریب تھا کہ ہم رو دیتے۔ بس یہ اخبار اور آثار اُس کی دلیل ہیں نرمی سے جُھکنا اچھی چیز ہے اور احوالِ صُوفیہ صحت کے ساتھ ہیں اور اخلاق اُن کے اچھے ہیں ان باتوں کی وجہ خانقاہ میں مزاح سے وہ اعتماد کرتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ اُن کے حال کے موافق برتاؤ کرتے ہیں اس سبب سے کہ اُن کی نظر رحمت الٰہی کی وسعت پر ہے۔ پھر جب وہ اکیلے ہوتے ہیں تو رجال کے مقام پر کھڑے ہوتے ہیں اور اعمال و افعال کی پوشاک کو زیب بدن کرتے ہیں اور اس معاملہ میں حدِ اعتدال پر بجز صوفی کے دوسرا نہیں ٹھہرتا جو کہ نفس کے لئے قاہر زبردست اور اُس کے اخلاق اور طباع عالم اپنے وفور حلم سے اُس کا نگہداشت کرنے والا ہو تا آنکہ اس میں وہ صراط اعتدال پر افراط و تفریط کے درمیان ٹھہرے اور مریدان مبتدی کے لئے اس سے کثرت

مناسب نہیں اس واسطے کہ اُن کو علم اور معرفت نفس کی کم ہے اور ایسا نہ ہو کہ حدِ اعتدال سے تجاوز کر جائیں اس واسطے کہ نفس کے لئے ان موقعوں پر کود پھاند ہے جو فساد کی طرف منجر ہوتی ہے اور عناد کی طرف میل کرنے لگیں ۔

پس لوگوں کی طبائع کی طرف اُترنا اُسی شخص کے لئے زیبا ہے جو اُن سے بڑھا چڑھا ہوا اور اُس نے حال اور مقام کی بلندی کے باعث ترقی کی ہو تو وہ اُن کی طرف اُترے اور اُن کی طبیعتوں کی طرف میل کرے جبکہ وہ علم کے ساتھ نزول کرے مگر جو شخص اپنی صفاء حال پر اُن سے بلند نہ ہُوا ہو اور اس میں بعینہ اُن کے طبائع اور نفوس کا امتزاج ہو جو سرکش اور امارہ اور فرمان وہ بُرے کاموں کے ہیں جب ان کی محافل اور مجالس میں در آئیں تو نفس اپنا حظ اُٹھائے گا اور اپنے مطالب کو غنیمت کرے گا اور رخصت اور جوانہ کی طرف راحت طلب کرے گا۔ اور رخصت کی طرف اُتر آنا اکثر اوقات اُس شخص کو پسند آئے گا جو عزمیت کے اُوپر سوار ہے اور یہ مبتدی کی شان نہیں ہے ۔

پس صوفیہ صاحبِ علم کے لئے اُن باتوں میں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے ترویح اور تفریح ہے کہ وہ دل کی حاجت کو اسی کی مِلک جانتے ہیں ایک چیز جبکہ حاجت کے لئے رکھی جائے تو بقدر حاجت اندازہ کیا جائے اور مقدار حاجت کی محک و میعار اس معاملہ میں ایک باریک علم ہے جو ہر ایک شخص کے لئے تسلیم نہیں کیا جاتا۔ سعد بن العاص رضؓ نے اپنے بیٹے سے کہا تو اپنے مزاح میں اعتدال رکھ اس واسطے کہ افراط اُس میں قدر کھوتا ہے اور نادان تیرے اوپر جرأت کر سکے اور اس کا ترک اہلِ انس و محبّت کو غصہ دلاتا ہے اور ہم نشینوں کو وحشت میں ڈالتا ہے ۔

اور بعض نے کہا کہ مزاح قدر بہا کا سلب کرنے والا اور برادری کا قطع کرنے والا ہے اور جس طرح کہ معرفت اعتدال اس میں صعب اور مشکل ہے اسی طرح سے اعتدال کا ہنسی میں پہچاننا دشوار ہے اور ہنسی انسان کے خصائص سے ہے اور انسان کو جنسِ حیوان سے تمیز کرتی ہے اور ہنسی نہیں آتی مگر تعجب کے سبب جو پہلے سے ہو اور تعجب فکر کو چاہتا ہے اور فکر انسان کا شرف ہے اور

خاصیت ہے اور اعتدال کی معرفت اس میں ہے شان ایک ایسے شخص کی ہے جس کا قدم علم میں راسخ ہو اور اسی واسطے یہ قول زبان زد ہے : ایاك وكثرة الضحك فانه يميت القلب ۔ یعنی بچو کثرت ضحک سے اس واسطے کہ وہ دل کو مردہ کر دیتی ہے اور بعض کا قول ہے کہ کثرت ضحک کی رعونت سے ہے ۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے روایت ہے کہ ہر آئینہ اللہ تعالےٰ بہت ہنسنے والے سے بغض رکھتا ہے بغیر اس کے کہ اس میں عُجب ہو اور سخن چین کو جو بے حاجت ہو اور بداعیہ اور مزاح میں فرق بیان کیا گیا ہے کہ بداعیہ وہ ہے جس کے جد غضب نہ دلائے اور مزاح وہ ہے جس کے جد غصّہ دلائے ۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قہقہہ کو نماز میں گناہ قرار دیا ہے اور وضو کے بطلان پر اُس سے حکم کیا اور کہا گناہ قائم مقام خروج خارج کے ہے ۔ یعنی جیسے خروج بول و براز سے بطلان وضو ہوتا ہے ایسے ہی قہقہہ سے جو نماز میں گناہ ہے وضو باطل ہو جاتا ہے ۔

پس مزاح اور ضحک میں اعتدال نہیں حاصل ہوتا ہے الا اُس وقت کہ خوف اور قبض اور ہیبت کے تنگ مقام سے خلاص اور خارج ہو جائے اس واسطے کہ وہ ان مضائق سے ہر ایک مضیق میں بعض تقویم کو قائم کرتا ہے تو اُس میں حال کو اعتدال ہو جاتا ہے اور مستقیم ہو جاتا ہے ۔ پس بسط اور رجاء دونوں مزاح اور ضحک کو پیدا کرتے ہیں اور خوف و قبض اُس میں عدل کے ساتھ حکم کرتے ہیں ۔

اور اخلاق صوفیہ سے ترک تکلّف ہے اور یہ اس واسطے کہ تکلف بناوٹ ہے اور تعمل اور نفس پر ظلم لوگوں کے سبب ہوتا ہے اور یہ احوال صوفیہ کے مبائن اور خلاف ہے ۔ اور بعضے تکلف میں مقدرات سے منازعت اور قسمت ازلی سے نارضامندی پوشیدہ ہے اور کہا گیا ہے کہ تصوف ترک تکلّف ہے اور تکلف مخالفت ہے اور صادقین کے راستہ سے مخالف ہے ۔

انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے ولیمہ میں

حاضر ہُوا کہ اس میں روٹی نہ تھی اور نہ گوشت تھا۔ اور جابرؓ سے مروی ہے کہ اُس کے پاس چند آدمی اس کے اصحاب سے آئے تو اُن کے لئے روٹی اور سرکہ لائے اور کہا کھاؤ کہ مَیں نے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے اچھا ہے نانخورش سرکہ کا۔

اور سفیان بن سلم سے روایت ہے کہا میں سلمان قاری کے پاس گیا تو میرے لئے روٹی اور نمک نکالا اور کہا کھاؤ کاش اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو منع نہ کرتے اس سے کہ کوئی تکلف کسی کے واسطے نہ کرے تو میں تمہارے لئے تکلف کرتا اور تکلف سب چیزوں میں مذموم ہے جیسے پوشاک میں تکلف لوگوں کے دکھلانے کو بدوں اس کے کہ کوئی نیت اُس میں ہو اور کلام میں تکلف کرنا اور زیادہ خوشامد تملق کرنا جو اہلِ زمانہ کا قاعدہ ہے تو بعید ہے کہ اس سے سلامت اور محفوظ رہا ہو مگر ایک دو اور بہت خوشامدی ایسے ہوتے ہیں کہ جان نہیں پڑتا کہ وہ تملق کرتے ہیں اور وہ تملق سمجھ میں نہیں آتا اور مقرر ایک شخص تملق کرتا ہے اُس حد تک، کہ صریح نفاق تک پہنچا دیتا ہے اور وہ حال صوفی کے خلاف ہے۔

اور ابی امامہؓ نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا حیا اور عی یعنی کلام میں درماندگی دونوں شاخ ایمان کی ہیں اور بذاء اور بیان نفاق کے دو شعبہ ہیں۔ بذای فحش ہے اور بیان سے یہاں مراد کثرت کلام اور تکلف کرنا لوگوں کی خاطر جس میں زیادہ خوشامد اور تعریف اُن کی اور اپنی فصاحت کا اظہار ہو اور یہ شان اہلِ صدق سے نہیں ہے۔

اور ابی وائل سے حکایت ہے کہا میں اپنے ایک ہمراہی کے ساتھ سلمان کی ملاقات کو گیا تو ہمارے لئے جَو کی روٹی اور جوکوب نمک پیش کیا تب میرے ساتھی نے کہا کاش اگر اس نمک میں پودینہ ہوتا تو اور اچھا اور خوشبودار ہو جاتا تو سلمان باہر گیا اور لوٹا گروی رکھا اور پودینہ لیا۔ پھر جب ہم کھا چکے تو میرے ساتھی نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے ہم کو قانع اُس چیز پر رکھا جو ہمیں روزی کیا۔ اُس پر سُلمان نے کہا کہ اگر تُو قانع اپنی روزی پر ہوتا تو میرا لوٹا رہن نہ ہوتا اور اس حکایت میں سلمان کی طرف سے قولاً اور فعلاً ترکِ تکلف ہے۔

اور یونس نبی علیہ السلام کی حدیث میں ہے کہ اُن کے بھائی آپ کی زیارت کو آئے تو آپ نے ایک ٹکڑا جَو کی روٹی کا اُن کے سامنے رکھا اور اُن کے لئے ساگ کاٹا جو آپ نے بویا تھا پھر کہا اگر نہ اللہ تعالےٰ تکلّف کرنے والوں پر لعنت کرتا تو مَیں تمہارے لئے تکلّف کرتا۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ جب تُو زیارت کے لئے جانے کا قصد کرے تو جو حاضر ہو اُسے سامنے رکھ اور جب تُو کسی دوسرے کی زیارت کی خواہش کرے تو باقی مت چھوڑ۔

اور زبیر بن العوام سے روایت ہے کہ منادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ڈُگی پِٹی کہ الٰہی اُن لوگوں کی بخشش کر جو میری اُمت کے مُردوں کے لئے دُعا کرتے ہیں اور وہ تکلف نہیں کرتے آگاہ ہو کہ مَیں تکلف سے بری ہوں اور میری اُمت کے صالحین بھی بری ہیں۔

اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: فانبتنا فیھا حبا وعنبا وقضبا وزیتونا ونخلا وحدائق غلبا وفاکھۃً وابّا۔ یعنی پس ہم نے اس میں پیدا کیا غلّہ اور انگور اور گیارہ سپت کہ جانوروں کو فربہ کرے اور زیتون اور درخت خرما اور باغات گھنے ہجوم آور وہ میوہ اور آب کو۔ پھر کہا یہ سب ہم نے جان لیا۔ پس کہا کیا چیز ہے؟ کہا راوی نے کہ عمرؓ کے ہاتھ میں عصا تھا اُسے زمین پر مارا پھر کہا یہ قسم اللہ کی تکلّف ہے تو اے لوگو! جو تمہارے لئے بیان کیا جائے۔ پس جو کچھ تم جانو اُس پر عمل کرو اور جو تم نہ جانو اُس کے علم اللہ تعالیٰ کے اوپر حوالے کر دو۔

اور اخلاق صوفیہ سے اتفاق ہے بدوں اس کے کہ کمی اس میں کرو اور ذخیرہ جمع نہ کرو اور یہ اس واسطے ہے کہ صوفی فضل حق کی خرابی دیکھتا ہے تو وہ ایسا ہے کہ کوئی دریا کے کنارے کھڑا ہو اور دریا کے کنارے کھڑا ہونے والا پانی اپنی مَشک اور پکھال میں نہیں بھرتا اور جمع کرتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے کوئی دن ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ دو فرشتے ہیں جو ندا کرتے

اور پکارتے ہیں۔ ایک اُن میں سے کہتا ہے الٰہی خرچ کرنے والے کو بیشتر عطا کر اور دوسرا کہتا ہے کہ الٰہی بخیل کو تلف کر۔

اور حضرت انسؓ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی شئے دُوسرے دن کے لئے جمع اور ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔ اور روایت ہے کہ ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تین پرند ہدیہ لے آئے۔ آپؐ کے خادم نے ایک پرند کھلایا۔ جب دوسرا دن ہُوا اُس کو آپؐ کے سامنے پکا کر لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا مَیں نے تجھے نہیں منع کیا کہ کوئی چیز دوسرے دن کے لئے مت سنبھال رکھ کہ اللہ تعالیٰ ہر صبح کو روزی دیتا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بلالؓ کے پاس آئے اور اُس وقت ایک ڈھیری چھواروں کی اُس کے پاس تھی سو آپؐ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے اے بلال کہا یا رسول اللہ اس کو ذخیرہ کرتا ہوں فرمایا کیا تُو نہیں ڈرتا جس نے بلالؓ کو نفقہ دیا اور تُو نہیں ڈرتا خدائے صاحبِ عرش سے کہ وہ کمی کرے۔

اور روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام درخت کھایا کرتے اور بالوں کا کپڑا پہنا کرتے اور جہاں شام ہوتی وہاں رات کو رہتے اور اُن کے اولاد نہ تھی کہ وہ مرے اور نہ گھر تھا کہ اُجڑتا اور کچھ صُبح کے لئے سنبھال رکھتے۔

اور صوفی کا یہ حال ہے کہ اُس کے کل دفینہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں ہیں۔ اس سبب سے کہ اُس کا توکل اور اعتماد اپنے رب کے اُوپر صحیح اور صادق ہے۔ پس دُنیا صوفی کے لئے ایک مسافر خانہ کے مثال ہے کہ نہ اُس میں دھرنا دیکھتا ہے اور نہ اُس کے لئے اس سے بڑھاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جیسا کہ حق توکل ہے اللہ تعالےٰ تمہیں رزق اسی طرح دے جس طرح کہ پرندوں کو دیتا ہے صبح کو بھُوکا اٹھاتا ہے اور شام کو سیر کر دیتا ہے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز کبھی کوئی چیز نہیں مانگی گئی کہ کہا ہو نہیں۔ ابن عبیدؓ نے کہا کہ جب آپؐ کے پاس کوئی چیز نہ

ہوتی تو وعدہ نہ ہوتا۔

عبدالعزیز بن محمد نے ابن اخی زہری سے روایت کی ہے کہا ہر آئینہ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ زمین کے پردہ پر کوئی کنبہ قبیلہ گھروں سے نہیں مگر یہ کہ میں اُن میں پھرا ہوں تو میں نے کسی کو زیادہ بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مال کا خرچ کرنے والا نہیں پایا اور اخلاقِ صوفیہ سے دنیا سے تھوڑی چیز پر ہی قناعت ہے۔

ذوالنون مصریؒ نے کہا ہے کہ جس نے قناعت کی اُس نے اہلِ زمانہ سے آرام پایا اور اپنے ہمسروں پر غالب آیا اور بشر بن حارث نے کہا ہے کہ اگر قناعت میں بجز عزت کے اور کوئی فائدہ نہ ہوتا تو صاحب قناعت کے لئے کافی تھا۔ اور بنان بن حمال نے کہا ہے ؎

الحر عبد ما طمع والعبد حر ما قنع

ترجمہ نظم :-

؎ آزاد ہو غلام اگر وہ طمع کرے اور ہو غلام حر جو قناعت کا دم بھرے

اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اپنی حرص سے قناعت کے ساتھ انتقام لے جس طرح کہ تُو اپنے دشمن سے قصاص کے ساتھ بدلہ لیتا ہے۔ اور ابوبکر مراعی نے کہا ہے کہ عقلمند وہ شخص ہے جس نے دنیا کی تدبیر قناعت اور توقف سے کی اور امرِ آخرت کی تدبیر حرص اور تعجیل سے کی۔

اور یحییٰ بن معاذ نے کہا جس نے رزق کے ساتھ قناعت کی تو وہ آخرت کو کما لے گیا اور زندگی اُس کی خوش اور اچھی ہوئی۔

اور امیرالمومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قناعت ایک تلوار ہے کہ وہ زخم سے بغیر کام کئے نہیں اچٹتی۔ عبدالرحمٰن بن ابی سعید نے اپنے باپ سے روایت کی کہا ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے اُس وقت کہ آپؐ منبر پر تھے فرمایا جو قلیل اور کافی ہو بہتر اُس سے کہ زیادہ ہو اور لہو ولعب میں مشغول کرے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ہر آئینہ

فرمایا ہر آئینہ نجات پائی اُس شخص نے جو اسلام لایا اور کفاف اُس کا رزق ہو پھر اُس پر اُس شخص نے صبر کیا۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا مانگی اور کہا الٰہی آل محمدؐ کا رزق قوت کر۔ اور جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قناعت ایک مال ہے جو کبھی نہیں ہو چکتا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا تم کتاب اللہ کے ظروف اور علم کے چشمے بن جاؤ اور اپنے نفسوں کو مُردوں میں شمار کرو اور اللہ تعالیٰ سے روز کے روز مانگا کرو اور تمہیں مسرت نہ ہوگی ایسی کہ وہ زیادہ نہ ہو۔

اور عبداللہ بن محیض نے اپنے باپ سے نقل کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے امن سے گھر میں صبح کی اور اُس کا بدن درست ہے اور اُس کے پاس ایک دن کی روزی ہو تو گویا دُنیا اُس کے احاطہ میں آگئی۔ اور اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے۔ فلنحیینه حیاتا طیبة۔ یعنی پس البتہ ہم اس کو زندہ رکھیں گے ایسی حیات سے جو طیب اور خوش آئند ہے کہ وہ قناعت ہے۔

پس صوفی عدل سے اپنے نفس پر غالب ہے اور نفس کے طبائع کا واقفکار ہے اور قناعت کے فوائد حاصل کرنے کا ماہر ہے اور نفس سے اُس کے استخراج کی طرف واصل ہے اس واسطے کہ وہ جانتا ہے کہ اُس کا مرض کیا ہے اور اس کی دوا کیا ہے۔ ابو سلیمان درانی نے کہا ہے کہ قناعت رضا سے حاصل ہوتی ہے جیسے ورع زہد سے۔ اور اخلاقِ صوفیہ سے ہے جھگڑے مٹانا اور غصّہ کو چھوڑنا مگر حق کے ساتھ ہو اور نرمی اور بردباری پر بھروسہ کرنا اور یہ اس واسطے ہے کہ نفوس اُچھلتے کُودتے ہیں اور جھگڑا لوگوں میں ظاہر ہوتا ہے اور صوفی نے اپنے یار کے نفس کو ظہور کرتے ہُوئے دیکھا تو اس کے مقابلہ قلب کا ساتھ کرتا ہے اور جب نفس قلب سے مقابل کیا گیا تو وحشت جاتی رہتی ہے اور فتنہ منطفی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنی تعلیم کے لئے فرماتا ہے: ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینك وبینه عداوة کانه ولی حمیم۔ یعنی جواب میں تو اُسے بہت اچھی بات کہہ پھر اچانک

وہ شخص کہ تیرے اور اُس کے درمیان عداوت ہے ایسا ہو جائے گا کہ گویا بڑا گہرا یار ہے۔ اور مراء یعنی ستیزہ اور جدل نہیں نکالا جاتا مگر اُن نفوس ذکیہ پاکیزہ سے کہ کینہ اُن سے نکل گیا اور نفوس میں وجود کینہ ستیزہ باطل ہے اور جب باطن سے ستیزہ جاتا رہا تو ظاہر سے بھی جاتا رہا اور کبھی کینہ نفس میں اُس شخص سے ہوتا ہے جو اُس کے مماثل اور مشاکل باہمی حسد کے باعث ہوتا ہے اور جو شخص کہ نفس کی گذارش میں زہد کی آتش سے دُنیا میں انتہا درجہ کو پہنچا کینہ اُس کے باطن سے مٹ جاتا ہے اور اس میں حسد دنیوی حظوظ فانیہ میں جاہ و مال سے باقی نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے متقین اہلِ جنت کے وصف میں فرمایا ہے: ونزعنا مافی صدورھم من غل۔ یعنی ہم نے دُور کر دیا جو کچھ کہ کینہ سے اُن کے سینوں میں تھا۔

ابوحفص کا قول ہے کہ کینہ کس طرح باقی رہ سکتا ہے اُن قلوب میں جن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایتلاف ہے اور جو اُس کی محبت میں جمے ہوئے ہیں اور اُس کی مودت پر ڈٹے ہوئے ہیں اور اُس کے ذکر میں اُنس پکڑے ہوئے ہیں اس واسطے کہ یہ قلوب ہواجس نفسانی سے صاف اور طبائع کی تیرگی سے پاک ہیں بلکہ نور یقین سے سرمہ آلود ہیں تو وہ باہم بھائی بھائی ہو گئے ہیں۔ پس ایسے اہلِ تصوّف کے قلوب اور اُن لوگوں کے ہیں جو ایک کلمہ پر مجتمع اور تُلے ہوئے ہیں اور شرائط طریق کا التزام کیا ہے اور تحقیق کے ساتھ فتح یابی پر جھکے ہوئے ہیں۔ اور آدمی دو مرد ہیں ایک وہ مرد ہے جو طالب اُن چیزوں کا ہے جو اللہ تعالےٰ کے پاس ہیں اور جو چیزیں اللہ تعالےٰ کے پاس ہیں اُن کی طرف اپنے نفس اور دوسرے کی دعوت کرتا اور بلاتا ہے۔

پس صوفی محقق کو ان مراتب کے ہوتے ہوئے کیا حسد اور ستیزہ اور کینہ ہوگا۔ اس واسطے کہ یہ اُس کے ساتھ ایک طریق اور ایک جہت میں ہے اور اُس کا بھائی اور اُس کا مددگار ہے اور مومنین دیوار بُنیاد کے مثال ایک دوسرے کو قوت اور استواری دیتے ہیں اور ایک شخص ہے جب وہ اور مال اور ریاست اور خلق کی نمائش پر مفتون ہے تو اُس کے ساتھ صوفی کو کیا حسد ہو سکتا ہے؟ اس

واسطے کہ اُس نے زہد اور بے رغبتی اُن چیزوں میں کی ہے جن میں وہ راغب ہے۔
پس شان صوفی سے یہ ہے کہ ایسے شخص کی طرف رحمت اور شفقت کی نظر سے دیکھے جہاں کہیں اُسے مجحوب مفتون دیکھے۔ پس اُس کے لئے کینہ پر نہ پیچ کھائے گا اور نہ کسی چیز پر ظاہر میں اُس سے جھگڑے گا۔ اس وجہ سے وہ جانتا ہے کہ نفس اُس کا ظہور کر رہا ہے جو کہ بُرائی کا حکم دینے والا لڑائی اور جھگڑے میں ہے۔
ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے فرمایا مت جھگڑا کر اپنے بھائی سے اور نہ اُس سے ایسا وعدہ کہ جس کے تو خلاف کرے اور حدیث میں ہے جس نے جھگڑا ٹنٹا چھوڑ دیا حالانکہ وہ مبطل ہے اُس کے لئے جنت کے کنارے ایک گھر بنایا جائے گا اور جس نے جھگڑا ترک کیا حالانکہ وہ محقق ہے تو اُس کے لئے بہشت کے وسط میں گھر بنایا جائے گا اور جس کا خلق نیک ہے اُس کے لئے اور زیادہ بلندی پر مکان تیار ہو گا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے علم کو اس لئے حاصل کیا ہے تاکہ علماء پر مباہات اور افتخار کرے یا نادانوں سے اُس کے ذریعہ سے جھگڑے یا اُس کا یہ ارادہ ہو کہ اشراف لوگ اُس کی طرف رجوع کریں اور حاضر آئیں اللہ تعالےٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا۔ دیکھو کس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ ابن جبل کے مجادلہ کو دخول نار کا سبب گردانا ہے اور یہ اس سبب سے ہے کہ اُن کے نفوس قہر و غلبہ کے طلب میں ظہور کرتے ہیں۔ اور قہر و غلبہ شیطنت کی صفات سے آدمی میں ہیں۔
بعض صوفیہ کا قول ہے کہ خصومت اور ستیزہ کرنے والا اپنے نفس میں جبکہ وہ جدال میں غور کرتا ہے یہ بات ٹھان لیتا ہے کہ کسی شئے پر قناعت نہ کرے اور جو قناعت نہ کرے مگر اس بات پر کہ وہ قناعت نہ کرے تو قناعت کی طرف اُس کی راہ کیا ہے۔ پس نفس صوفی نے اُس کی صفات بدل ڈالیں اور اُس سے صفت شیطانی اور درندگی زائل ہو گئی اور نرمی اور رفق اور سہولت اور

طمانینت سے مبدل ہوگئیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا قسم ہے اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی بندہ مسلمان نہیں ہے جب تک کہ اُس کا قلب اور زبان سلیم نہ ہو اور نہیں ہے کوئی مومن جب تک کہ اُس کا ہمسایہ امن میں اُس کے ستم سے نہ ہو۔ دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سہولت قلب و زبان کو شرط اسلام گردانا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ہر آئینہ آپؐ نے ایک قوم پر گزر کیا اور لوگ ایک پتھر اُٹھا رہے تھے۔ فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ وہ بھاری پتھر اُٹھا رہے ہیں۔ فرمایا خبردار ہو میں اس سے بھاری چیز کی خبر دیتا ہوں۔ ایک آدمی تھا کہ اُس کے اور اُس کے بھائی کے درمیان غضب تھا۔ پس اُس کے شیطان اور اُس کے بھائی کے شیطان نے غلبہ کیا پھر اُس نے اس سے کلام کیا۔

اور روایت ہے کہ ہر آئینہ ایک لڑکا ابی ذرؓ کے پاس آیا اور اُس کی بکری کا پاؤں ٹوٹا ہُوا تھا۔ ابوذرؓ نے کہا کہ اس بکری کا پاؤں کس نے توڑ ڈالا تو کہا کہ میں نے کہا کیوں تُو نے یہ کام کیا؟ کہا میں نے قصداً یہ کام کیا۔ کہا پھر کیوں کہا میں تجھے غصہ دلاؤں گا تو مجھے تُو مارے گا۔ پس تُو گناہ گار ہو گا۔ اس پر ابوذرؓ نے کہا البتہ میں غصہ ہوں گا جب تُو مجھے غصہ سے برانگیختہ کرے گا۔ پس اُسے آزاد کر دیا۔

اصمعی نے ایک اعرابی سے روایت کی ہے کہا جب تیرے اُوپر کوئی کام مشکل ہو کہ تُو نہیں جانتا کہ اُن دونوں میں سے کون سا امر رشد کے ساتھ زیادہ ہے تو اُن میں سے جو تیری ہوا اور خواہش کے قریب تر ہو اس کی مخالفت کر اس واسطے کہ اکثر خطا اُسی کام میں ہوتی ہے جس میں ہوا کی متابعت ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین منجیات ہیں اور تین مہلکات ہیں سو منجیات یہ ہیں: اللہ تعالےٰ کا خوف ظاہر و باطن میں اور رضامندی اور غصہ کے وقت حق کے

ساتھ حکم دینا اور مفلسی اور تونگری کے وقت میانہ روی ۔ اور مہلکات یہ ہیں:
شُحِ مطاع اور ہوی متبع اور آدمی کا غرور اپنے نفس کے ساتھ ۔پس حق کے ساتھ حکم
غضب اور رضا کے وقت دنیا نہیں بن آتا مگر اُس شخص سے جو عالم ربانی اور حاکم اپنے
نفس پر ہے کہ اُس کو عقل حاضر اور قلب بیدار کے ساتھ پھیرے اور اللہ تعالےٰ کی
طرف بامید ثواب نظر کرے ۔نقل ہے کہ صوفیہ ایذار مسلم سے ہاتھ دھوتے اور اُس
کو ترک کرتے تھے ۔بعض نے اُن میں سے کہا کہ اگر میں کلمہ خلیشہ سے ہاتھ دھوؤں
تو یہ مجھے زیادہ مرغوب ہے اس سے کہ خوش آئند کھانے سے ہاتھ دھوؤں۔

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ حدث دو حدث ہیں، ایک
حدث تیری فرج سے اور ایک حدث تیرے مُنہ سے سو وقار اور علم کی گوٹ کو نہیں
کھولتا ہے اور غصہ اور انصاف کی حد سے دشمنی کی طرف تجاوز حد سے خارج کرتا ہے
پس غصہ سے قلب کا خون جوش کرتا ہے ۔پس اگر غصہ اُس شخص پر ہو جو اُس سے
اُوپر ہے اُن لوگوں میں سے جس پر غصہ چلانے سے عاجز ہے تو خون باہر کی جلد
سے جاتا ہے اور قلب میں جمع ہوتا ہے اور اُس سے غم اور حزن اور اندوہ پنہانی پیدا
ہوتا ہے اور صوفی ایسی بات پر ملتفت نہیں ہوتا اس واسطے کہ وہ حوادث اور
اغراض کو اللہ تعالیٰ سے دیکھتا اور اعتقاد کرتا ہے اس واسطے وہ غم و اندوہ میں
نہیں پڑتا اور صوفی صاحب رضا صاحب روح و امقہ ہے اور حضرت نبی علیہ السلام
نے خبر دی ہے کہ ہم اور حزن شک اور غصہ کے اندر ہیں ۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال بابت غم اور غضب کے کیا گیا کہا
دونوں کا نکاس ایک جگہ سے ہے اور لفظ مختلف ہیں۔پس جس نے نزاع اُس شخص
سے کی جس پر وہ قوت رکھتا ہے وہ غضب کو ظاہر کرتا ہے اور جو ایسے شخص سے
نزاع کرے جس پر وہ قابو نہیں رکھتا اُس کو حزن کے ساتھ پوشیدہ کرتا ہے
اور حزن بھی غضب ہے مگر استعمال اس وقت کیا جاتا ہے کہ اُس پر کوئی غضب
اور غیظ کرے اور اگر غضب ایسے شخص پر ہو جو اُس کے برابر کا ہو کہ اُس سے انتقام
لینے میں تردد کرتے تو قلب کا خون انقباض اور انبساط میں آتا جاتا ہے اور

غل و حقد اُس سے پیدا ہوتا ہے اور قلب صوفی میں ایسی چیز نہیں رہتی۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا ہے اور نکال ڈالا ہم نے کینہ جو کچھ اُن کے سینوں میں تھا۔ اور صوفی کی صلاحیت قلب اور حال عداوت اور کینہ کے کف اس طرح باہر پھینکتا ہے جس طرح سمندر اس سبب سے کہ انس اور ہیبت کی لہریں متلاطم ہیں اور اگر غصہ ایسے شخص پر ہے جو اُس سے کم درجہ کا ہے کہ انتقام اُس سے لے سکتا ہے تو خون دل جوش کرتا ہے اور قلب جب اُس کا خون جوش کرتا ہے تو وہ سُرخ اور سخت وصلب ہو جاتا ہے۔ اور نرمی اور سپیدی اُس سے دُور ہو جاتی ہے اور اُسی کے سبب دونوں رخسارہ سُرخ ہو جاتے ہیں اس واسطے کہ خون نے دل میں جوش کیا اور غلبہ چاہا اور اُس سے رگیں پھُول گئیں تو اُس کا عکس رخسارہ پر ظاہر ہو گیا اور اس وقت مار پیٹ اور گالی گفتار کے ساتھ حد سے تجاوز کرتا ہے اور یہ بات صوفی میں نہیں ہوتی مگر اس وقت کہ آبرو ریزی اور غصہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو ورنہ دوسری صورت میں تو صوفی غصہ کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف نظر کرتا ہے پھر اُس کا تقویٰ اُسے برانگیختہ اُس پر کرتا ہے کہ اُس کی حرکت اور قول کو میزان شرع و عدل میں وزن کرے اور نفس پر تہمت اُس کی لگائے کہ قضاءِ الٰہی پر راضی نہیں ہے۔

بعض صوفیہ سے سوال کیا گیا ہے کہ آدمیوں سے کون شخص زیادہ نفس پر قہر کرنیوالا ہے؟ جواب دیا کہ جو مقدرات پر زیادہ راضی ہو۔ اور صوفیہ سے بعضوں نے کہا ہے کہ صبح مجھے ہوئی حالانکہ میرے لئے کوئی خوشی کی چیز نہیں مگر قضائے منازعات کے مواقع ہیں سو جب صوفی نے نفس کو متہم کیا جبکہ وہ غصہ میں بھرا ہُوا ہے تو اس کا تدارک علم نے کیا اور جس وقت علم کا نیزہ چمکا قلب قوی اور نفس ساکن ہو گیا اور قلب کا خون اپنے مقام اور مقر کی طرف واپس آ گیا اور حال معتدل ہُوا اور رخسارہ کی سُرخی جذب ہو گئی اور علم کی فضیلت ظاہر ہوئی۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روش نیک اور دوستی میانہ روی نبوت کے چوبیس جزوں میں سے ایک جزو ہے۔

اور حارثہ بن قدامہ نے روایت کی ہے کہ کہا میں نے یا رسولؐ اللہ مجھے

وصیت کرو اور وہ قلیل ہو کہ شاید مجھے وہ یاد رہے۔ آپؐ نے فرمایا غصہ مت کر، پھر اُسی کا آپؐ نے اعادہ کیا اور فرماتے تھے کہ لاتغضب۔

اور حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر آئینہ غضب دوزخ کی ایک چنگاری ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ دونوں آنکھیں اُس کی سُرخ ہو جاتی ہیں اور رگیں اس کی پھُول اُٹھتی ہیں۔ پھر جس کو تم میں سے غصہ آوے تو اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور جو بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیخ بن عبدالعنس کو کہ ہر آئینہ تیرے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے۔ علم اور درنگ اور اخلاق صوفیہ سے ہے کہ تُودد اور موالفت اور موافقت بھائیوں سے کرے اور مخالفت کو چھوڑ دے۔

اللہ تعالیٰ نے اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فرمایا ہے:

اشداء علی الکفار رحماء بینھم یعنی وہ صحابہ کفار پر سخت اور شدید ہیں اور باہم ایک دوسرے پر مہربان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم۔ یعنی اگر تو وہ سب کچھ خرچ کر ڈالتا جو زمین میں ہے تو بھی اُن کے دلوں کو ملا نہ سکتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو باہم الفت اور پیوند دے دیا۔ اور تودد اور تالف ارواح کے ایتلاف سے حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ اُس حدیث میں وارد ہُوا ہے جو ہم کہہ چکے ہیں سو جن کے باہم تعارف ہو گیا اُن کے آپس میں اُلفت ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فاصبحتم بنعمتہ اخوانا یعنی پس اُس کی نعمت کی وجہ سے تم آپس میں بھائی ہو گئے اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا یعنی اللہ تعالیٰ کے عہد و پیمان کو اکٹھے ہو کر مضبوط پکڑو اور متفرق مت ہو۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المؤمن الف مالوف ولا خیر فیمن لا یالف ولا یؤلف یعنی مومن الفت کرنے والا ہے اور مالوف

ہے اور جو کوئی الفت نہ کرے نہ مالوف ہو اُس میں بھلائی نہیں ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومنوں کے مثل جب وہ دونوں ملاقات کریں دو ہاتھ کے مثل ہے کہ اُن دونوں میں سے ایک دوسرے کو دھوتا ہے اور دو مومن آپس میں کبھی نہیں ملتے مگر یہ کہ اُن دونوں میں سے ایک دوسرے سے بھلائی حاصل کرتا ہے۔

اور ابوادریس خولانی نے معاذ سے کہا کہ میں تجھے فی اللہ دوست رکھتا ہوں تو کہا خوش ہو اور پھر خوش ہو اس واسطے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپؐ فرماتے تھے آدمیوں کے ایک گروہ کے واسطے عرش کے اِرد گِرد قیامت کے روز کرسیاں رکھی جائیں گی جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کے مثل ہوں گے۔ لوگ گھبراتے ہوں گے اور وہ نہیں گھبرائیں گے اور وہ اولیاء اللہ ہیں کہ نہ اُن پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ یارسولؐ اللہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ لوگ فی اللہ محبت کرنے والے ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر آدمی باہم محبت رکھتے اور محبت کے اسباب بالیک دوسرے کو دیتے تو اُس کے باعث عدالت سے مستغنی ہوتے۔ اور کہا گیا ہے کہ عدالت خلیفہ محبت کا ہے جو مستحکم اس مقام میں ہوتی ہے جہاں محبت نہیں پائی جاتی۔

اور بعض کا قول ہے کہ طاعت محبت کے خوف کی طاعت سے افضل ہے اس واسطے کہ محبت کی طاعت اندر سے ہے اور خوف کی اطاعت باہر سے ہے اور اس وجہ سے حضرات صوفیہ کی صحبت بعض سے مؤثر بعض میں ہے اس واسطے کہ ہر گاہ انہوں نے فی اللہ باہم محبت کی تو محاسن اخلاق سے انہوں نے باہم نصیحت کی اور اُن کے درمیان محبت کے سبب قبول ظاہر ہوا۔

پس اس سبب سے مرید شیخ سے اور بھائی بھائی سے نفع اٹھاتا ہے اور اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مساجد میں ہر روز سب آدمی پانچ وقت جمع ہوں جتنے ایک کھاتے اور ایک محلہ میں ہوں اور جامع مسجد میں ہفتہ کے

اندر ایک بار جتنے شہر کے رہنے والے ہوں اور جتنے نواح شہر کے رہنے والے ہوں وہ عیدین میں ایک سال کے اندر دو دفعہ جمع ہوں اور متفرق شہروں کے باشندے عمر بھر میں ایک بار حج کے لئے جمع ہوں۔ یہ سب کچھ کامل حکمتوں کے باعث ہے جس میں سے ایک تاکید مومنوں کی الفت اور مودت کی ہے۔

اور حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مومن، مومن کے لئے دیوار کی مثال ہے کہ ایک دوسرے کو مضبوطی دیتا ہے۔

نعمانؓ بن بشیر نے کہا سنا میں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ ہو کہ مومنین کی مثل محبت اور مودت باہمی میں مثل بدن کے ہے کہ جب ایک عضو بیمار اُس میں کا ہو تو اور سب اعضاء اُس کے ساتھ بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور الفت اور محبت اسباب صحت کی مؤکد ہے اور نیکوں کی صحبت ضرور مؤثر ہے اور ہر آئینہ کہا گیا ہے کہ بھائیوں کی ملاقات بارور کرتی ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ باطن بارور ہوتے ہیں اور بعضے بعض سے قوت حاصل کرتے ہیں بلکہ اہلِ اصلاح کی طرف صرف دیکھنا اثر صلاح دیتا ہے اور صورتوں میں نظر کرنا اخلاق پر ڈالتا ہے جو مناسبت اُس شخص کے ساتھ رکھتے ہیں جس کو کہ دیکھتا ہے جس طرح سے کہ ہمیشہ محزون کی طرف دیکھنے سے حزن حاصل ہوتا ہے اور مسرور کی طرف ہمیشہ دیکھنے سے مسرت حاصل ہوتی ہے۔

اور ہر آئینہ کہا گیا ہے کہ من لا ینفعک لحظہ لا ینفعک لفظہ یعنی جو شخص کہ اُس کا دیکھنا تجھے فائدہ نہ دے اُس کی بات تجھے فائدہ نہ دے گی اور شتر وحشی شتر رام کی مقارنت سے رام ہو جاتا ہے۔

پس مقارنت کی تاثیر حیوانات میں اور نباتات اور جمادات میں ہوتی ہے اور آب و ہوا دونوں فاسد ہو جاتی ہیں مردار کی مقارنت سے اور کھیتی باڑی طرح طرح کے لوگوں سے جو زمین میں ہیں پاک صاف ہوتے ہیں اور گھاس بُری زمین کی مقارنت سے ہوتی ہے اور ہرگاہ کہ ان چیزوں میں مقارنت مؤثر ہے تو نفوس شریف بشری میں زیادہ تاثیر مقارنت کرے گی اور انسان کا نام انسان اسی

واسطے دکھایا گیا کہ وہ مانوس ہر ایک چیز سے ہو جاتا ہے جس کو وہ دیکھتا ہے خواہ وہ چیز بھلی ہو یا بُری ہو۔ اور الفت اور مودت ترقی اور زیادتی کو جاذب ہے اور عزلت و وحدت جس کی تعریف کی جاتی ہے سو وہ بہ نسبت ارذل آدمی اور اہل شہر کے ہے اور جو اہلِ علم و صفا و وفا اور اخلاقِ حمیدہ کے ہیں اُن کی مقارنت مغتنم ہوتی ہے اور اُن کے ساتھ انس حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس کرنا ہے جس طرح کہ اُن کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اور اُن کے ساتھ جمع کرنے والا رابطہ حق ہے اور اُن کے غیر کے ساتھ رابطہ طبیعت کا ہے تو صوفی غیر جنس کے ساتھ موجود مبائن ہے اور جنس کے ساتھ موجود معائن ہے اور مومن آئینہ مومن کا ہے۔ جب اپنے بھائی کی طرف دیکھتا ہے تو اُس کے اقوال اور اعمال اور احوال کے اُس طرف تجلیات الٰہی کی جانب جھانکتا ہے اور تعریفات و تلویحات جو اللہ کریم کی طرف سے ہیں مخفی ہیں کہ اغیار سے غائب ہیں اور اُن کو اہلِ انوار ادراک کرتے ہیں اور اخلاقِ صوفیہ سے محسن کا شکر احسان پر کرنا ہے اور اُس کے لئے دُعا ہے اور یہ فعل اُن کی طرف سے باوجودیکہ ان کو کمال توکل اور اعتماد اپنے پروردگار پر ہے اور اُن کی توحید صافی ہے اور اعتبار سے انہوں نے قطع نظر کی ہے اور نعمتوں کو منعم جبار سے دیکھتے ہیں اس واسطے کہ اس میں اقتدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ بنا بر اُس حدیث کے جو وارد ہوئی ہے کہ ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا :-

"کوئی نہیں ہے آدمیوں سے زیادہ تر احسان کرنے والا میرے اوپر صحبت اور مال خرچ کرنے میں بیٹے ابو قحافہ یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اگر میں دوست خلیل قبول کرنے والا ہوتا تو ابوبکر کو قبول کرتا اور فرمایا کہ کسی مال نے مجھے نفع نہیں دیا جتنا کہ ابوبکرؓ کے مال نے دیا۔" پس خلق بخل اور عطا کے خلق کے سبب اللہ تعالیٰ سے محجوب ہو گئی۔ سو صوفی پہلے ہی خلق سے فانی ہو جاتا ہے اور سب اشیاء اللہ کی طرف سے دیکھتا ہے اس طرح کہ توحید اس کے ناصیہ سے ٹپکتی ہے اور اُس پردہ کو چاک کر دیا جو خلق کو توحید خالص سے روکتا ہے اور خلق کے

لئے وہ ثابت نہیں کرتا نہ بخل کو اور نہ عطا کو اور اس کو حق حجاب خلق کا ہو جاتا ہے
اور جبکہ وہ توحید کے اُونچے کنگورہ پر چڑھا تو شکر حق کے بعد شکر خلق کرتا ہے اور اُن
کا وجود منع اور عطا میں ثابت کرتا ہے بعدازاں کہ وہ مسبب کو اول دیکھ لیتا ہے
اور یہ اُس کے علم کی وسعت اور معرفت کی قوت کے سبب وسائط کو ثابت کرتا ہے۔
پس اُس کے لئے خلق حجاب حق نہیں ہے جیسے کہ عام مسلمانوں کو ہے اور نہ
اُس کے لئے حق حجاب خلق ہے جیسے مرید ارباب ارادت اور مبتدی ہوتے ہیں۔ سو
اُس کا شکر حق تعالیٰ کے واسطے ہے اس واسطے کہ وہ نعمت دینے والا اور عطا کرنے
والا ہے مسبب ہے اور شکر خلق کا اس واسطے کرتا ہے کہ وہ واسطہ اور سبب ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پہلے پہل جو بہشت کی طرف بلائے
جائیں گے وہ لوگ حمادون ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حمد نفع اور نقصان میں کرتے ہیں۔
اور حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص چھینکا یا ڈکار لی اور اُس نے
کہا الحمدللہ علی کل حال تو اللہ تعالےٰ اُس سے ستر بیماریاں دور کرتا ہے کہ جن میں
سے ادنیٰ بیماری جذام ہے۔
اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے: مامن عبد ینعم علیه بنعمة فحمد الله الا کان الحمد افضل
منها۔ یعنی نہیں ہے کوئی بندہ جس کو ایک نعمت عطا کی گئی اور اس نے حمد الٰہی ادا
کی مگر یہ کہ حمد اس کی افضل اس سے ہو گی۔
پس قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، کان الحمد افضل منها اس بات کا احتمال
رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس سے راضی شکر کے سبب ہُوا اور احتمال ہے کہ حمد نعمت میں
افضل اُس سے ہے۔ پس نعمت حمد کی افضل اُس نعمت سے ہو گی جب یہ اُس نے
حمد کی پھر جبکہ انہوں نے منعم اول یعنی حق تعالیٰ کا شکر کیا تو جو کوئی آدمیوں سے
واسطہ منعم کا ہو اُس کا شکر کرتے ہیں اور اُس کے لئے دُعا کرتے ہیں۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب کبھی قوم
کے پاس روزہ افطار کیا تو فرمایا روزہ داروں نے تمہارے یہاں روزہ کھولا اور

ابرار نے تمہارا کھانا کھایا اور تمہارے اوپر سکینہ و رحمت نازل ہوئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کسی نے اپنے بھائی سے کہا جزاک اللہ خیراً تو ہر آئینہ اُس نے تعریف اور ثناء پوری کی۔ اور اخلاقِ صوفیہ سے بھائیوں اور مسلمانوں کے گروہ کے لئے مرتبہ کا بذل اور خرچ کرنا ہے۔

پس جب ایک شخص کثیر العلم اور نفس کے عیوب اور آفات وشہوات کا بصیر اور بینا ہو تو چاہیئے کہ حاجات اہلِ اسلام کے روا کرنے کی طرف متوجہ ہو بذل جاہ سے اور اصلاح ذات البین یعنی صلح مصالحہ کی مدد دینے میں مصروف ہو اور اس معاملہ میں زیادہ علم کی حاجت ہے اس واسطے کہ وہ ایسے امور ہیں جو خلق کے متعلق ہیں اور اُن کے میل جول اور باہم صحبت داری سے علاقہ رکھتے ہیں اور نہیں سزاوار ہے لاصوفی کے لئے جو کامل الحال اور عالم ربانی ہو۔

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ہر آئینہ فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک نبی انبیاء میں سے تھے کہ بادشاہ کی رکاب پکڑ اُس کی موالفت اس ذریعہ سے حاجات خلق کے واسطے کیا کرتے تھے۔

اور عطاء نے کہا ہے کہ ایک شخص اگر برسوں ریار اور نمائش کرے اور ایک مرتبہ اور جاہ پائے جس میں مومن زندگی بسر کرے تو وہ اتم اور اکمل ہے اس سے کہ وہ اپنے نفس کی نجات کے لئے خالص عمل کرے۔ اور یہ ایک بار یک مسئلہ ہے جس سے ایمن جاہل لوگ فتنہ سے نہیں ہوتے جو دعوے دار ہوتے ہیں اور یہ امر نہیں سزاوار ہے مگر ایک ایسے بندہ کے لئے جس کو اللہ تعالیٰ نے اُس کے باطن سے آگاہ کیا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے کسی طرح کی رغبت کسی شئے کی طرف جاہ اور مال سے نہیں ہے اور بالفرض اگر بادشاہ روے زمین کے اُس کی خدمت میں کھڑے ہیں تو وہ حد سے تجاوز نہ کرے اور نہ وہ تکبر کرے۔ اور اگر کسی آتشدان کی طرف جائے جو کہ جلتا اور بھڑکتا ہو تو اس کا نفس صاف انکار اس حالت سے نہ کرے اور یہ امر نہیں شائستہ ہے مگر ایک وہ شخص کے لئے خلائق سے اور چند

فرد کے لئے جو صادقین سے ہوں کہ اپنے ارادوں اور اختیارات سے الگ ہو گئے ہیں اور اُن کو اللہ تعالٰے کشف کر دیتا ہے جو کچھ مراد اُس کی اُن لوگوں سے ہے سو وہ اشیاء میں اللہ تعالیٰ کی مراد سے داخل ہوتے اور در آتے ہیں۔ پھر جس وقت کہ اُن کو معلوم ہو کہ حق تعالٰے اُن سے چاہتا ہے کہ وہ لوگ میل جول کریں اور قدر و منزلت بخشیں تو اُس میں در آتے ہیں۔ اس طرح پر کہ صفات نفس غائب ہوتے ہیں اور یہ قومیں مرگئیں پھر جی اُٹھیں اور فناء کے مقام کو انہوں نے مستحکم کیا۔ پھر اس کے بعد بقاء کے مقام پر چڑھیں تو اُن کے لئے ہر ایک در آمد بر آمد کے مقام میں ایک دلیل ہے اور بیان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن اور فرمان ہے اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے بصیرت پر ہیں کہ ان میں صاحب دل کے لئے کسی طرح کا شک نہیں ہے اُسے مکاشفہ ہے صریح مراد کا جو مخفی خطاب میں ہے اور وہ اشیاء سے ہمیشہ اپنا وقت لیتا ہے اور اشیاء نے اُس کے وقت سے کچھ حاصل نہیں کیا اور یہ کسی طرف سے اطراف سے نہیں ہوتا الا ایک شخص واحد جو اس حال کے ساتھ متحقق ہو۔

ابو عثمان حمیری نے کہا ہے کہ مرد کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اُس کا دل چار چیز یعنی منع اور عطا اور عزت اور ذلت میں نہ ہو اور اس صفت کا آدمی جو ہو اُس کے لئے زیبا ہے کہ بذل جاہ کرے اور اُن چیزوں میں داخل ہو جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

اور سہل ابن عبداللہ نے کہا ہے کہ انسان ریاست کا مستحق نہیں ہوتا جب تک کہ اُن میں تین خصلت نہ ہوں اپنے جہل کو لوگوں سے پھیرے اور لوگوں کا جہل اُٹھائے اور جو کچھ اُن کے قبضہ میں ہے اُس کو ترک کرے اور جو کچھ اُس کے قبضہ میں ہے اُن کے لئے خرچ کرے اور یہ ریاست اس ریاست کی در آئی ہے جس میں کہ اُس نے زہد کیا ہے اور زہد کا اُس میں تعین بضرورت اُس کے صدق اور سلوک کے ہے۔ اور ہر آئینہ یہ ایک ایسی ریاست ہے جس کو حق تعالٰے نے قائم کیا ہے تاکہ اُس کی خلائق کی اصلاح ہو سو وہ اس ریاست میں اللہ تعالٰی کے

ساتھ قائم اُس کے حق واجب کے ساتھ ہوتا ہے اور اُس نعمت ریاست کے شُکر کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادا کرتا ہے۔

اکتیسواں باب

ادب اور مکان ادب کے بیان میں ہے جو تصوّف سے ہے

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ہر آئینہ فرمایا ہے آپؐ نے کہ میرے پروردگار نے مجھے ادب دیا ہے پھر اچھی طرح سے میری تادیب فرمائی سو ادب ظاہر اور باطن کی تہذیب اور آراستگی ہے پھر جبکہ بندہ کا ظاہر اور باطن آراستہ اور پیراستہ ہو گیا تو وہ صوفی اور ادیب ہو گیا اور دسترخوان کا نام مادبہ اس واسطے رکھا گیا کہ وہ بہت سی اشیاء پر مشتمل ہے اور بندہ میں ادب کامل نہیں ہوتا مگر کمال مکارم اخلاق سے اور مکارم اخلاق بالکل تحسین اور تہذیب خلق سے ہے۔ سو خلق صورت انسان ہے اور خُلق اُس کے معنی ہیں۔

پس بعضوں نے اُن میں سے کہا کہ خلق میں تغیر کی راہ نہیں ہے جیسے خلق میں نہیں ہے اور شک نہیں کہ وارد ہُوا ہے: فرغ ربکم من الخلق والخلق والرزق والاجل یعنی فارغ تمہارا پروردگار ہوا خلق سے اور خلق سے اور رزق سے اور اجل سے' اور یہ بھی فرمایا ہے کہ لا تبدیل لخلق اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے خلق کے لئے تبدیل نہیں ہے اور صحیح تر یہ ہے کہ اخلاق کی تبدیل برخلاف خلق کے ممکن ہے جس پر قدرت اور اختیار ہے۔

اور ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے اپنے اخلاق کی تم تہذیب اور تحسین کرو اور یہ اس واسطے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا اور اُس کو صلاح اور فساد کے قبول کرنے کے لئے مہیا اور مستعد کیا اور اُس کو ادب اور مکارم اخلاق کے واسطے لائق اور اہل کیا ہے اور اُس میں اہلیت کا وجود ہے جس طرح کہ چقماق میں آگ اور گٹھلی اور کھجور موجود ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے انسان کو الہام سے مشرف کیا اور اپنی اصلاح

پر قادر تربیت سے گرداناحتیٰ کہ گٹھلی کھجور کا درخت ہوجائے اور چقماق کو استعمال اور رکرتب سے حتیٰ کہ اُس میں سے آگ نکلے اور جس طرح انسان کے نفس میں بحالتِ اصلاح اور فساد کے خیر کی صلاحیت رکھی ہے اسی طرح اُس میں شر کی صلاحیت رکھی ہے تو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے فرمایا: ونفس وما سواھا فالھمھا فجورھا و تقوھا ۔ یعنی قسم نفس کی اور جیسا اُسے ٹھیک بنایا پھر سمجھ دی اُس کو ڈھٹائی کی اور بچ چلنے کی ۔ تو اُس کا ٹھیک بنانا اُسی میں ہے کہ ان دونوں چیزوں کی اُس میں صلاحیت ہو ۔ پھر فرمایا اُس نے بڑی اُس کی شان ہے: قد افلح من زکھا و قد خاب من دسھا یعنی مُراد کو پہنچا جس نے اُسے سنوارا اور نامراد ہُوا جس نے اُسے خاک میں ملایا ۔ پھر جبکہ نفس پاک ہو گیا تو عقل کے ساتھ عاقبت اندیشی کی اور اُس کے احوال ظاہری و باطنی مستقیم اور ٹھیک ہو گئے اور اخلاق آراستہ اور آداب پیدا ہُوئے ۔

پس ادب فعل میں لانا اُن چیزوں کا ہے جو قوت میں ہے اور یہ اُس شخص کی خاطر ہے جس میں سجیہ نیک کی ترکیب دی گئی ہے اور سجیہ فعل حق کا ہے کہ اُس کے پیدا کرنے پر بشر کو قدرت نہیں ہے جس طرح کہ چقماق میں آگ کی پیدائش ہوتی ہے اس واسطے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اُس کا نکالنا آدمی کے کسب اور طلب و گرد آوری میں ہے اسی طرح آداب کا چشمۂ عادات اور سجایاء صالحہ اور عطیات الٰہیہ ہیں ۔

اور ہر گاہ اللہ تعالےٰ نے صوفیہ کے باطنوں کو اُن عادات اور سجایاء کی تکمیل کے لئے مستعد اور مہیا کیا ہے جو اُن میں ہیں تو انھوں نے حسن عادات اور ریاضت کے ساتھ اُن چیزوں کے نکالنے اور اُبھارنے میں جو اللہ تعالےٰ کی پیدائش سے نفوس میں مرکوز اور دبے ہُوئے ہیں پیوستگی کی ۔ اور وہ مہذب اور مؤدب ہو گئے اور بعض آدمیوں کے حق میں آداب بدوں زیادہ مشق اور ریاضت کے حاصل ہوتے ہیں اُس شئے کی قوت سے جو اللہ تعالیٰ نے اُن کی طینت اور سرشت میں رکھ دی ہے ۔ جیسا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ادب دیا مجھے میرے

رب نے سو اپُوچھا ادب دنیا میرا ۔ اور بعضے آدمیوں میں وہ ہے جن کو زیادہ مشق اور مزاولت کی حاجت ہوتی ہے ۔ اس سبب سے کہ سرشت میں اصل قوی اُن کے ناقص ہیں تو اس وجہ سے مریدوں کو صحبت مشائخ کی حاجت ہوئی تاکہ صحبت اور آموزش سے اُن چیزوں کے اُبھارنے میں مدد حاصل ہو جو اُن کی طبیعت میں ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے ۔

ابن عباسؓ نے کہا کہ اُن کو فقہ سکھاؤ اور اُن کو تم ادب دو اور دوسری لفظ میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ادب دیا مجھے رب میرے نے ۔ سو بہتر ہے ادب دنیا میرا پھر مجھے حکم بزرگ اخلاق کے ساتھ کیا اور فرمایا : خذالعفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاھلین یعنی تُو بخشش کو اختیار کر اور حکم کر ساتھ نیک کام کے اور جاہلوں سے مُنہ پھیر لے ۔

یوسف بن الحسین نے کہا ادب سے علم سمجھ میں آتا ہے اور علم سے عمل صحیح ہوتا ہے اور عمل سے حکمت ملتی ہے اور حکمت سے زہد قائم کیا جاتا ہے اور زہد سے دنیا متروک ہوتا ہے اور دُنیا کے ترک سے آخرت کی رغبت حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں رغبت ہونے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک رتبہ حاصل ہوتا ہے ۔

منقول ہے کہ جب ابوحفصؒ عراق میں وارد ہُوئے جنیدؒ اُن کے پاس آئے اور اصحاب ابی حفص کو دیکھا جو سیدھے کھڑے تھے اور وہ اس کے امر کی تعمیل اس طرح کرتے تھے کہ اُن میں سے کوئی خطا نہیں کرتا تھا تب جنید نے کہا اے اباحفص تُو نے اپنے اصحاب کو ایسا ادب دیا ہے جو بادشاہوں کا ہوتا ہے تو کہا نہیں اے ابا القاسم مگر حسن ادب ظاہر کا عنوان باطن کے ادب کا ہے ۔

ابوالحسین ثوریؒ نے کہا اللہ تعالیٰ کے واسطے اُس کے بندہ میں کوئی مقام نہیں نہ کوئی حال ہے اور نہ کوئی معرفت ہے جس کے ساتھ آداب شریعت ساقط ہو جائیں اور آداب شریعت حلیہ ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ جوارح کا بے کار ہونا اس بات سے نہیں جائز رکھتا کہ وہ محاسن آداب سے محلی اور آراستہ ہوں ۔

عبداللہ بن مبارک کا قول ہے کہ خدمت کا ادب خدمت سے بزرگ تر ہے ۔

ابی عبید القاسم بن سلام سے منقول ہے کہا میں مکہ میں داخل ہوا اور اکثر اوقات میں کعبہ کے مقابل بیٹھا کرتا تھا اور اکثر اوقات میں لیٹ رہتا اور اپنے پاؤں پھیلا دیتا تو عائشہ مکیہ آئیں اور کہا اے ابا عبید مشہور ہے کہ تو علماء سے ہے مجھ سے ایک کلمہ قبول کر مت بیٹھ اُس کے پاس مگر ادب سے وگرنہ دیوان قرب سے تیرا نام مٹ جائے گا۔ ابو عبیدؓ نے کہا کہ وہ عارفہ تھی۔

اور ابن عطاء نے کہا ہے کہ نفس بے ادبی پر مجبول اور مخلوق ہے اور بندہ ادب کی ملازمت اور ہمراہی پر مامور ہے اور نفس اپنی طینت اور سرشت کے ساتھ مخالفت کے میدان میں چلتا ہے اور بندہ اُسے حسن مطالبت کی طرف کوشش کر کے پھیرتا ہے۔ پس جس شخص نے کوشش سے منہ پھیرا تو ہر آئینہ نفس کی باگ اُس نے چھوڑ دی اور رعایت اور نگہداشت سے غفلت کی اور جس وقت کہ اعانت کی تو یہ اُس کا شریک ہوا۔

اور جنید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس نے اپنے نفس کی ہوا میں اعانت کی ہر آئینہ اپنے نفس کے قتل میں شریک ہوا۔ اس واسطے کہ عبودیت ملازمت ادب اور طغیان سوء ادب ہے۔ اور جابرؓ بن سمرہ سے روایت ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنی اولاد کو ادب دینا آدمی کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ صدقہ صاع کے ساتھ دے۔ انہوں نے یہ بھی روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی باپ نے اپنی اولاد کو ایسی بخشش نہیں کی جو نیک ادب سے بہتر اور افضل ہو۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے اولاد کا حق باپ پر یہ ہے کہ اُس کا نام اچھا رکھے اور اچھی طرح اُسے رکھے اور ادب اُس کو اچھا کرے۔ اور ابو علی دقاق کا قول ہے کہ بندہ اپنی طاعت سے جنت میں پہنچتا ہے اور اپنی طاعت میں ادب سے اللہ تعالیٰ کو پہنچتا ہے۔

ابو القاسم قشیری رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ استاد ابو علی کبھی چیز سے تکیہ لگا کر نہیں

بیٹھتے تھے۔ ایک روز ایک مجلس میں وہ تھے، مَیں نے ارادہ کیا کہ اُن کی پیٹھ کے پیچھے تکیہ رکھ دوں اس واسطے کہ مَیں نے بے سہارا ان کو دیکھا تو وہ تکیہ سے کسی قدر ایک طرف کو پھر بیٹھے۔ مجھے وہم ہُوا کہ وہ تکیہ سے بچے اس واسطے کہ اُن کے پاس خرقہ یا مصلا نہ تھا تو انہوں نے کہا کہ سہارا لگانا مَیں نہیں چاہتا۔ پھر مَیں نے اس کے بعد غور کیا اور جانا کہ وہ ہمیشہ کسی چیز کا کبھی سہارا لگا کر نہیں بیٹھتے۔

جلالی بصؔری نے کہا کہ توحید موجب ایمان ہے تو جس کو ایمان نہیں توحید نہیں اور ایمان موجب شریعت ہے تو جس کو شریعت نہیں اُسے ایمان نہیں اور نہ توحید ہے اور شریعت موجب ادب ہے تو جس کو ادب نہیں اُسے نہ شریعت ہے نہ ایمان ہے اور نہ توحید ہے۔ اوؔر بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ ادب کو ظاہر اور باطن میں ساتھ رکھ۔

پس کوئی ادب ظاہر میں نہیں بگڑا مگر یہ کہ وہ ظاہر اشکنجہ میں کھینچا گیا اور نہ کوئی ادب باطن جاتا رہا مگر یہ کہ باطن میں اُس کو عقوبت کی گئی۔ بعضے صوفیہ نے کہا جو دقاق کا غلام تھا کہ مَیں نے ایک امرد لڑکے کی طرف نظر کی تو دقاق نے میری طرف دیکھا اور مَیں اُس کی طرف دیکھ رہا تھا تو کہا ضرور تو اس کے سبب اندوہ میں پڑے گا۔ اگرچہ برسوں بعد ہو۔ کہا بیس برس بعد مَیں اندوہ و رنج میں پڑا کہ مَیں قرآن مجید بھُول گیا۔ اوؔر سریؒ نے کہا کہ مَیں نے ایک رات کو راتوں میں سے اپنا وظیفہ پڑھا اور پاؤں اپنا محراب میں پھیلایا تو مجھے آواز دی گئی کہ اے سریؔ اسی طرح بادشاہوں کے سامنے تُو بیٹھتا ہے تو مَیں نے پاؤں سکیڑ لئے۔ اس کے بعد مَیں نے کہا مجھے تیری عزت کی قسم ہے کہ مَیں اپنے پاؤں کبھی نہ پھیلاؤں گا۔ جنیدؒ نے کہا کہ پھر ساٹھ برس وہ زندہ رہے اور کبھی دن کو یا رات کو اپنا پاؤں نہیں پھیلایا۔

عبداللہ بن المبارک نے کہا کہ جس نے ادب کو حقیر جانا اُسے حرمان سنت کی عقوبت ملی اور جس نے سنتوں کو حقیر جانا وہ فرائض کے حرمان سے شکنجہ میں ڈالا گیا اور جس نے فرائض میں تہاون کیا اور سُبک اور حقیر سمجھا اُس کو حرمان معرفت کا عذاب ہُوا۔

اوؔر سریؒ سے سوال کیا گیا کہ صبر کیا چیز ہے؟ تو اُس میں وہ بیان کرنے

لگا اور ایک بچھو اُس کے پاؤں پر چلنے لگا اور اُسے اپنے ڈنگ سے تکلیف دینے لگا۔ اُس وقت آپ سے کہا گیا کہ کیوں نہیں اُس کو دفع اپنے نفس سے کرتے۔ کہا مَیں اللہ تعالیٰ سے شرماتا ہوں کہ ایک حال کا بیان کروں اور اُس کے خلاف کروں جو اُس کی بابت مَیں جانتا ہوں۔

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب سے ذکر کیا گیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ مجھے زمین دکھلائی گئی پس مجھے اُس کے مشارق اور مغارب دکھلائے گئے اور آپؐ نے یہ نہ فرمایا کہ مَیں نے دیکھا اور انس بن مالک نے کہا ہے کہ عمل میں ادب علامت ہے قبول عمل کی۔

اور ابن عطاء نے کہا کہ ادب وقوف مستحنات کے ساتھ ہے۔ پوچھا گیا کہ اس کے معنی کیا ہیں ؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ادب کے ساتھ ظاہر اور باطن میں تعامل اور برتاؤ کرے۔ پھر جب تُو ایسا ہو جائے تب ادیب ہوگا اور اگرچہ عجمی ہو پھر یہ پڑھا ؎

اذا نطقت جاءت بکل ملیحۃ   و ان سکنت جاءت بکل ملیح

ترجمہ نظم :

جب کہ بولا کلام شیریں ہے   گر نہ بولا تمام شیریں ہے

اور حریری رحمہ اللہ علیہ نے کہا بیس برس سے مَیں نے خلوت میں پاؤں اپنا نہیں پھیلایا۔ اس واسطے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ حسن ادب احسن اور اولیٰ ہے۔

اور ابو علیؒ نے کہا ادب کا ترک موجب راندگی کا ہے۔

پس جس شخص نے بے ادبی بساط پر کی تو وہ دروازے تک رد کیا گیا اور جس نے دروازے پر بے ادبی کی وہ مواشی کی سیاست تک پہنچایا گیا۔

❖

بتیسواں باب

بارگاہ الٰہی کے آداب کے بیان میں جو اہل قرب کے واسطے ہیں

تمام آداب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کئے گئے ہیں اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر اور باطن میں مجمع آداب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے حسن ادب سے کلام اللہ میں اپنے قول سے خبر دی ہے مازاغ البصر وماطغی یعنی بہکی نہیں نگاہ اور حد سے نہیں بڑھی۔ اور یہ آداب کے غوامض سے ایک نازک اور باریک چیز ہے جس کے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخصوص ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اعراض واقبال میں قلب پاک کے اعتدال سے خبر دی کہ آپؐ نے ماسوا اللہ سے مُنہ پھیرا اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی۔ اور آپؐ نے پیٹھ کی طرف زمین اور دار دنیا کو اُن کے حظوظ سمیت اور آسمان اور دار آخرت کو اس کے حظوظ سمیت چھوڑ دیا اور جن چیزوں سے آپؐ نے اعراض کیا ان کی طرف پھر التفات نہیں کی اور نہ آپؐ کو افسوس ہُوا ان چیزوں کا جو آپ کے اعراض سے غائب ہوگئیں اور ہاتھ سے جاتی رہیں۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: لکیلا تاسوا علی ما فاتکم یعنی تاکہ تم ناامید نہ ہو اُس کے اوپر جو تم سے فوت ہوگئی۔

پس یہ خطاب عام کے لئے اور مازاغ البصر حال نبی علیہ السلام سے خبر دینا ایک وصف کے ساتھ ہے جو خاص ہے اُس معنی سے جس کے ساتھ عام کو خطاب کیا ہے پس مازاغ البصر آپ کا حال طرف اعراض میں ہے اور طرف اقبال میں ملا اُس سے جو اُس پر وارد قاب قوسین کے مقام میں روح اور قلب کے ساتھ ہُوا پھر اللہ تعالےٰ سے شرما کر خوف اور بزرگی کے سبب آپؐ نے گریز کی اور اپنے اس گریز سے آپ نے انکسار اور افتقار کی شکنوں اور پیچیدگیوں میں اپنے نفس کو لپیٹا تاکہ نفس

پاؤں نہ پھیلائے اور طغیان نہ کرے اس واسطے کہ طغیان استغناء کی حالت میں نفس کا وصف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کوئی نہیں آدمی سر چڑھتا ہے اس سے کہ دیکھے آپ کو محظوظ اور نفس اُس وقت کہ روح اور قلب پر عطیات وارد ہوتے ہیں۔ استراق سمع یعنی پوشیدہ کان لگاتا اور سُنتا ہے اور ہر گاہ بخشش کے ایک حصّہ کو پہنچ جاتا ہے مستغنیٰ اور طاعی ہوتا ہے کہ مزید انبساط اُس سے ظاہر ہوتا ہے اور بسط کے افراط اور طغیان نفس سدّباب ترقی کا ہو جاتا ہے اس واسطے کہ ظرف اُس کا مواہب اور بخششوں سے تنگ اور کم ہے۔

پس موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت احدیت میں طرفین ماذاغ البصر سے ایک طرف ٹھیک اور صحیح اُتری اور اُنھوں نے التفات اُس کی طرف نہیں کی جو فوت ہوئے اور اپنے حسن ادب سے اُس پر تاسف کر کے طغیان نہیں کی ولیکن بھر گئے وہ نعمتوں اور بخششوں سے اور نفس نے چوری سے اُن کو سُن لیا اور اپنے حصّہ اور حظ کی طرف جھینکی لگائی اُس کے بعد کہ نفس حصّہ پا چکا تو مستغنی ہو گیا اور جو اُسے پہنچا چھلکنے لگا اور سمائی اُس کی نہ ہوئی گویا کہ اُس کا ٹپکا تنگ ہو گیا تو وہ فرط انبساط کے باعث حد سے تجاوز کر گیا اور کہا کہ دکھلا مجھے اپنے تئیں کہ تیری طرف میں نظر کروں تب وہ روکے گئے اور ترقی کے میدان میں نہیں چھوڑے گئے اور ظاہر وہ فرق ہو گیا جو حبیب اور کلیم علیہما السلام سے ہے۔ اور ایک دقیقہ اُن کے واسطے ہے جو ادبابِ قرب اور صاحب احوال سنیہ ہیں۔

پس ہر فیض ایک عقوبت پایا جاتا ہے اس واسطے کہ ہر ایک فیض باب الفتوح کے مقابل ایک سد اور رکاوٹ ہے اور عقوبت بالفیض افراط بسط کو واجب کرتی ہے اور اگر بسط میں اعتدال حاصل ہوتا تو عقوبت بالفیض واجب ہوتی اور بسط میں اعتدال اُس عطیہ کے ایقاف اور ٹھہرانے سے ہوتا ہے جو روح اور قلب پر نازل ہوتی ہے اور ایقاف روح اور قلب اُس چیز کے سبب ہوتا ہے جو ہم سے نبی علیہ السلام کے لئے ذکر کیا گیا ہے کہ آپؐ نے نفس کو انکار

کے لپیٹ میں پوشیدہ کر دیا اور یہ گریز اللہ سے اللہ کی طرف ہے اور وہ انتہا کا ادب ہے جس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حظ اُٹھایا۔

پس جو چیز فیض سے مقابل ہُوئی تو اُس کی ہمیشہ ترقی ہوتی رہی اور رہ گیا فرق دو کمان کا میانہ یا اُس سے نزدیک تر اور اُس شرح کے ہم شکل اور مماثل ہوتا ہے جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔

قول ابی العباس بن عطاء کا آیت مازاغ البصر و ماطغیٰ میں کہا نہیں اس کو دیکھا طغیان کے ساتھ جو کسی طرف کو میل کرے بلکہ دیکھا اُسے اس شرط پر کہ قوی میں اعتدال ہو۔

اور سہل بن عبداللہ تستری نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع نہیں کی اپنے نفس شاہد کی طرف اور نہ اُس کے مشاہدہ کی طرف اور اس کے سوا نہیں کہ آپ بالکل اپنے پروردگار کا مشاہدہ کرنے والے تھے دیکھتے تھے اُن چیزوں کو جو آپ پر ظاہر ہوتی تھیں۔ صفات سے جنہوں نے اس محل میں ثبوت کو واجب کر دیا اور یہ کلام اُس شخص کے لئے جو غور کرے موافق ہے اُس چیز کے جس کو ہم نے ایک رمز کے ساتھ اس مسئلہ میں سہل بن عبداللہ سے بیان کیا ہے اور اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جو ہمارے شیخ جناب ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی نے بروایت ابی محمد جریری رح سے کی ہے کہا کہ علم انقطاع کے ادراک حاصل کرنے میں فائق ہوتا وسیلہ اور سبب ہے اور درماندگی کی حد پر توقف کرنا نجات ہے اور علم قرب سے گریز کرنے کے ساتھ پناہ لینی وصلہ و پیوستگی ہے اور جواب نہ ملنے کی استمداد ذخیرہ ہے اور خطاب سُننے کے داعیے قبول کرنے سے باز رہنا تکلف ہے اور اندیشہ اُن چیزوں کے علم میں جو فصاحت فہم سے اقبال کے مکان میں منطوی ہیں گناہ ہے اور اُن چیزوں کے ملنے کی طرف مائل ہونا جو پیچھے اپنے معدن سے علیحدہ ہوں گی بُعد اور دُوری ہے اور سامنے ہونے کے وقت گردن جُھکانا جرأت اور محل انس میں انبساط فریفتگی اور مغروری ہے اور یہ سب کلمات آداب حضرت سے مقربین

کے لئے ہیں۔ اور اس قول میں اللہ تعالےٰ کے ما زاغ البصر و ما طغیٰ ایک اور بھی وجہ ہے جو وجوہ گذشتہ سے لطیف تر ہے۔ ما زاغ البصر یعنی بھکی نہیں نگاہ اس طرح کہ بصیرت اور بینش دل سے پچھڑی ہو اور نہ ٹھٹکی اور ما طغیٰ یعنی بصر نے بصیرت سے سبقت نہیں کی کہ اپنی حد سے بڑھ جائے اور اپنے مقام سے تجاوز کرے بلکہ بصر بصیرت کے ساتھ برابر اور مستقیم رہی اور ظاہر باطن کے سنگھ اور قلب قالب کے ساتھ اور نظر بہ قدم اس واسطے کہ نظر کی پیشی قدم پر طغیان ہے اور نظر سے مقصود علم ہے اور قدم سے مراد قالب کا حال ہے سو قدم سے نظر نہیں بڑھی کہ وہ طغیان ہو اور نہ قدم نظر سے ٹھٹک رہا کہ وہ پچھلاہٹ ہو سو جبکہ احوال میں اعتدال ہوا اور قلب اُس کا قالب اور قالب اُس کا قلب کے مثال ہو گیا اور ظاہر اُس کا جیسا باطن اور باطن اُس کا جیسا ظاہر اور بصر اُس کی بصیرت سے اور بصیرت اُس کی بصر سے اس طرح پر کہ جہاں اُس کی نظر اور علم پہنچا اُس کے ساتھ ہی قدم اُس کا اور حال اُس کا بھی پہنچا اور اسی معنی کے لئے حکم اُس کے معنی کا منعکس ہو گیا اور نُور اُس کا ظاہر پر اُس کے جھلکا اور ایک ایسا براق لایا گیا جس کا قدم وہاں پڑتا تھا جہاں اُس کی نظر پہنچتی تھی نہ اُس کا قدم وہاں سے پچھڑتا تھا جہاں کہ اُس کی نظر پڑتی تھی جیسا کہ حدیث معراج میں آیا ہے تو براق اُس کے قالب کے ساتھ مشابہ اور مشاکل اُس کے معنی سے تھا اور اس کی صفت کے ساتھ متصف بوجہ اس کی قوت حال اور اُس کے معنی کے تھا۔

اور حدیث معراج میں مقامات انبیاء کی طرف اشارہ کیا اور ہر ایک آسمان پر بعضے انبیاء کو دیکھا اس رمز سے کہ اُس کی پیش قدمی اور اُس کے پایہ سے ہٹے اور پیچھے رہ گئے اور موسیٰؑ کو بعضے آسمانوں میں دیکھا سو جو شخص کہ بعضے آسمانوں میں ہو اُس کا یہ قول ادنی انظر الیک یعنی دکھا مجھے اپنے تئیں کہ تیری طرف میں نظر کروں ایک تجاوز نظر کا حد قدم سے اور قدم کا پچھڑنا نظر سے ہوتا ہے اور یہی ایک فروگذاشت ہے ایک وصف کی اُن دو وصفوں میں سے جو اس قول میں اللہ تعالےٰ کے ہیں ما زاغ البصر و ما طغیٰ لہٰذا رسول اللہ قدم اور نظر

جوڑ کر حیا اور تواضع کے خانہ عروسی میں در آئے اس انداز سے کہ ناظر پر قدم اور قادم اپنی نظر بھی اور اگر حیا و تواضع کے خانۂ عروسی سے باہر جاتے اور حد قدم سے تجاوز کر کے نظر کو بڑھاتے تو بعضے آسمانوں پر وہ بھی رہ جاتے جیسے کہ آپ کے سوا انبیاء سے اور نبی رہ گئے ۔

پس ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خانۂ عروسی میں حال کے ادب سے شرمائے ہوئے بیٹھے رہا کرتے ۔ یہاں تک کہ آسمانوں کے حجاب پھٹ گئے اور گوناگوں قرب کے چھتری آپ کے اوپر خوب لگی اور ایک ایک کر کے حجابوں کے بادل آپ کے اوپر پراگندہ ہوتے اور کھل گئے حتیٰ کہ آپ ما زاغ البصر و ما طغیٰ کے صراط پر مستقیم ہوئے تب آپؐ کوندتی ہوئی بجلی کی طرح وصل اور لطائف کے گنجینہ کی طرف گزرے اور غایت ادب کی ہے اور نہایت کامرانی کی ہے ۔

ابو محمد بن رویم نے کہا جبکہ مسافر کے ادب سے سوال کیا گیا کہ مسافر کا ارادہ اُس کے قدم سے آگے نہ بڑھے سو جہاں مسافر کا قلب ٹھہرے وہیں مسافر اُترے ۔ ہمارے شیخ ضیاء الدین ابو النجیب نے وساطت رواۃ کے ساتھ ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی : ربّ ارنی انظر الیک فرمایا کہ کہا اے موسیٰؑ مجھے کوئی شخص حیات میں نہ دیکھے گا الا جبکہ وہ مر جائے اور نہ خشک مگر جبکہ وہ زمین ٹوٹے اور نہ تر الا جبکہ وہ پراگندہ ہو جائے اس کے سوا نہیں کہ مجھے وہ اہل جنت دیکھیں گے جن کی آنکھیں نہیں مرتیں اور نہ اُن کے اجسام پُرانے ہو کر جاتے رہتے ہیں ۔

اور آداب حضرت سے وہ ہے جو شبلیؒ نے بیان کیا کہ بات کے ساتھ انبساط اور کشادہ روئی ترک ادب ہے اور یہ بعض احوال اور اشیاء کے ساتھ سوا بعض کے مختص ہے علی الاطلاق نہیں ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے دُعا کرنے کا حکم فرمایا ہے اور رُک رہنا قول ہی میں ہے جس طرح کہ موسیٰؑ مقاصد

اور حاجاتِ دنیوی کے طلب میں انبساط سے رُک رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے قرب کے ایک مقام میں اس کو اُٹھالیا اور انبساط میں اُسے اجازت دی اور فرمایا کہ مجھ سے مانگ اگرچہ نمک تیرے خمیر کے لئے ہو۔

پس جبکہ اُس کو کھولا تو وہ کھُل گیا اور کہا رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر یعنی رب میرے مَیں واسطے اُس چیز کے کہ تُو طرف میرے اُتارے بھلائی سے محتاج ہوں اس واسطے کہ وہ آخرت کی حاجتیں مانگتے تھے اور درگاہِ الٰہی کو بزرگ تر اس سے جانتے تھے کہ دُنیا کی حقیر حاجتیں مانگیں اور وہ شرمگینی کے حجاب میں حقیر چیزوں کے مانگنے سے تھا اور اُس کے واسطے ظاہر میں ایک مثال ہے کہ سلطان معظم سے بڑی چیزوں کا سوال کیا جاتا ہے اور حقیر چیزوں کے طلب کرنے میں شرم اور لحاظ ہوتا ہے پھر جبکہ حشمت کا پردہ اُٹھ گیا تو قرب کے مقامِ خاص میں ہو رہا۔ چھوٹی چیز کو اسی طرح مانگتے تھے جیسے کہ بڑی چیز کو مانگتے تھے۔

ذوالنونؒ مصری نے کہا ہے کہ عارف کا ادب سب ادب کے اُوپر ہے اس واسطے کہ معروف اُس کا تادیب کرنے والا اُس کے قلب کا ہے۔

اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص کو مَیں نے لگادیا ہے کہ وہ میرے اسماء وصفات کے ساتھ قیام کرے تو اُس کے ساتھ مَیں نے ادب کر دیا ہے اور جس شخص پر مَیں نے اپنی حقیقت ذات سے کشف کیا ہے اُس کے لوازم سے ہلاکت کو کر دیا تو جو چاہے وہ پسند کرے ادب یا ہلاکت۔ اور یہ قول قائل کا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اسماء وصفات ایسے وجود کے ساتھ ٹھہرتے ہیں جو ادب کا محتاج ہے اس واسطے کہ رسوم بشریت اور حظوظِ نفس اس میں باقی ہیں اور عظمت ذات کے نور چمکنے پر وہ آثار انوار کے ساتھ نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور ہلاکت کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ فناء کے ساتھ متحقق اور راست و درست ہو گیا اور یہ انتہا درجہ کا مطلب ہے

اور ابو علی دقاق نے اس قول میں اللہ تعالیٰ کے بیان کیا ہے وایوب اذ نادے ربہ انی مسنی الضر و انت ارحم الراحمین یعنی اور ذکر کر ایوبؑ کا کہ

جب پکارا رب اپنے کو کہ مجھے نقصان نے چھو لیا اور تو رحم کرنے والا رحم کرنے والوں سے زیادہ ہے فرمایا کہ ارحمنی نہیں کہا اس واسطے کہ ادب خطاب کا اُس نے فقط کیا اور عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ان کنت قلتہ فقد علمتہ یعنی اگر میں اُس کو کہتا تو البتہ تو اُس کو جان لیتا اور نہ کہا کہ میں نے نہیں کہا سو اس واسطے کہ بارگاہِ الٰہی کے ادب کی رعایت کی۔

اور ابونصر سراج نے کہا ہے کہ اہلِ دین سے اہلِ خصوصیت کا ادب قلوب کی طہارت اور اسرار کی نگہداشت اور پیمانوں کی وفا اور وقت کی حفاظت اور خواطر اور عوارض اور ہدایتیں اور موانع کی طرف کم توجہی اور ظاہر باطن کی یکسانی ہے اور حُسن ادب مواقع طلب اور مقامات قرب اور اوقات حضوری میں ہے۔ اور ادب دو ادب ہیں ادب قول کا اور ادب فعل کا تو جس نے اللہ تعالےٰ سے تقرب اپنے ادب فعل سے کیا اُس کو محبت قلوب عطا فرمائی۔

اور ابن مبارک کا قول ہے کہ ہم تھوڑے ادب کے زیادہ تر محتاج ہیں بہ نسبت اُس کے کہ کثرت علم کی ہم کو حاجت ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ عارف کے لئے ادب ایسا ہے کہ مبتدی کے لئے توبہ ہے اور ثوری کا مقولہ ہے کہ جو شخص وقت کے لئے متادب یعنی ادب یافتہ نہیں ہے تو وقت کو دشمن بناتا ہے۔

اور ذوالنون رح نے کہا کہ جب مُرید استعمال ادب کی حد سے باہر نکل جائے تو ہر آئینہ وہ مراجعت اُسی طرف کو کرے گا جس طرف سے آیا ہے اور ابن مبارک رح نے بھی کہا ہے کہ ادب کے بارے میں لوگوں نے بہت کچھ کہا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ وہ معرفت اور شناسائی نفس کی ہے اور یہ اُس کی طرف سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ نفس جہالتوں کا چشمہ اور منبع ہے اور ادب کا ترک کرنا جہل کی آمیزش سے ہے تو جب نفس کو پہچان لیا تو معرفت کے نُور کو پہنچا اس بناء پر کہ جس نے نفس کو پہچانا اُس نے اپنے پروردگار کو پہچانا اور اس نُور کے لئے نفس جہالت کے ساتھ ظہور نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ صریح علم کے ساتھ استیصال اُس کا کر ڈالتا ہے اور تب وہ صاحبِ ادب ہو جاتا ہے اور جو کوئی درگاہِ الٰہی کے ادب کی مداومت

کرتا ہے تو وہ اُس کے غیر کے ساتھ زیادہ مستحکم اور اُس پر زیادہ قادر ہے ؎

تینتیسواں ۳۳ باب

طہارت اور اُس کے مقدمات کے آداب میں

اللہ تعالیٰ نے اصحابِ صُفّہ کی تعریف میں فرمایا ہے فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین یعنی اُس میں وہ مرد ہیں کہ دوست رکھتے ہیں پاک ہونے کو اور اللہ تعالےٰ دوست رکھتا ہے پاک ہونے والوں کو" اور بعض تفسیروں میں بیان کیا گیا ہے کہ "دوست رکھتے ہیں پاک ہونے کو بے وضو اور غسل کی حاجتوں اور ناپاکیوں سے جو پانی کے ساتھ ہو ۔ کلبیؒ نے کہا ہے کہ وہ پانی سے مقعدوں کا دھونا ہے اور عطاؒ نے کہا ہے کہ وہ پانی سے استنجا کرتے تھے اور رات کو جنابت یعنی حاجتِ غسل کے ساتھ نہیں سوتے تھے ۔

روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ قبار کے لوگوں سے کہا جبکہ یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے طہارت میں تمہاری ثناء و صفت کی ہے تو وہ کیا ہے؟ اُن لوگوں نے کہا کہ ہم پانی سے استنجا کرتے ہیں اور پہلے یہ بات تھی کہ اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء سے آوے تو چاہیئے کہ تین پتھروں سے استنجا کرے اور اسی طرح ابتدا میں استنجا تھا یہاں تک کہ اہلِ قبار کے حق میں آیت نازل ہوئی ۔

سلمانؓ سے لوگوں نے کہا کہ تم کو ہر ایک چیز تمہارے نبی نے سکھلا دی حتیٰ کہ قضائے حاجت بھی بتلائی ۔ سلمانؓ نے جواب دیا کہ ہاں ہم کو منع اس سے کر دیا ہے کہ قبلہ رُخ پاخانہ پھریں یا پیشاب کریں یا داہنے ہاتھ سے استنجا کریں یا ہم سے کوئی تین پتھر سے کم کے ساتھ استنجا کرے یا کہ سرگین یا ہڈی سے استنجا کرے ۔

ہمارے شیخ ضیاء الدین ابو النجیب نے بواسطۂ رواۃ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں تمہارے لئے باپ کے برابر ہوں کہ میں تمہیں تعلیم دوں ۔ سو جبکہ تم سے کوئی قضائے حاجت کو جائے تو قبلہ

کی طرف مُنہ نہ کرے اور نہ اُس کی طرف پیٹھ کرے اور نہ داہنے ہاتھ سے طہارت کرے اور آپ تین پتھر کے ساتھ امر کرتے تھے اور سرگین اور گلی ہڈی سے باز رکھتے تھے۔

اور فرض استنجا میں دو چیزیں ہیں پلیدی کا دُور کرنا اور دُور کرنے والی چیز کا پاک ہونا اور وہ یہ ہے کہ وجیع نہ ہو اور وہ سرگین ہے اور نہ وہ دوبارہ مستعمل ہو اور نہ رمہ ہو اور رمہ مردہ کی ہڈّی ہے اور استنجا کا طاق ہونا سُنّت ہے۔ سو یا تو تین پتھر ہوں یا پانچ یا سات ہوں اور پانی سے پتھروں ڈھیلوں کے بعد آبدست کا لینا سنت ہے۔

اور آیت کے معنی میں بعضوں نے کہا ہے جو یحبون ان یتطھروا ہے اور جب اُن لوگوں سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم پتھروں کے بعد پانی لیتے تھے۔ اور بائیں ہاتھ سے استنجا کرنا سُنت ہے اور استنجے کے پیچھے مٹی سے ہاتھ کا ملنا سُنت ہے اور اس طرح جنگل میں ہوتا ہے جبکہ زمین پاک ہو اور مٹی پاک ہو اور استنجے کی چگونگی یہ ہے کہ پتھر کو یا ڈھیلے کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے اور اُس کو مخرج اور نکاس کے اول کے سرے پر رکھے قبل اس کے کہ وہ نجاست سے ملے اور اُس کو مُلتے ہوئے کھینچے اور اس کھنچائی میں پتھر کو پھیرے تاکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کو نجاست سرک کر نہ لگے ایسے کرتا رہے یہاں تک کہ مخرج اور نکاس کے آخر سرے تک پہنچے اور دوسرا پتھر یا ڈھیلا لے کر اُسے آخر کے سرے پر اسی طرح رکھے اور اول کے سرے تک مسح کرے اور تیسرا پتھر لے اور اُسے مبرز کے گرد پھیرے اور اگر تکونے پتھر کے ساتھ استنجا کرے تو جائز ہے۔

اور استبرا یعنی استنجا بول میں جبکہ بول ہو چکے تو عضو کو تین بار اُس کی جڑ سے حشفہ یعنی سرے تک نرمی سے کھینچے تاکہ بقیہ بول کا نہ اُچھلے۔ پھر تین بار اُس کو جھاڑے اور استبرار میں استنقار کے ساتھ احتیاط کرے اور وہ یہ ہے کہ تین دفعہ گلا روشن کرے یعنی کھنکارے اور مٹھارے اس واسطے کہ حلق سے عضو تک رگیں پھیلی ہوئی ہیں اور کھنکارنے سے وہ جنبش کرتی ہیں اور جو کچھ بول کے راستے میں ہو اُس کو پھینک دیتی ہیں۔ پھر اگر چند قدم مشی کرے اور چلے

اور تنخنح اور کھنکارنے میں بیشی کرے تو جائز ہے۔ لیکن حد علم کی رعایت کرے اور وسوسہ سے شیطان کو اپنی طرف راہ نہ دے کہ وہ وقت کو ضائع کرے۔ پھر تین بار یا زیادہ تین بار سے عضو کو مالش و مسح کرے یہاں تک کہ رطوبت نہ پائے۔

اور بعض صوفیہ نے عضو کو پستان شیر سے تشبیہ دی ہے اور کہا کہ ہمیشہ اُس میں سے رطوبت ظاہر ہوتی ہے جب تک کہ اُس کا امتداد رہے تو اُس میں رعایت کی حد کرے اور طاق کا لحاظ اس میں بھی کرے اور مالش مسح پاک زمین یا پاک پتھر پر کرے اور اگر پتھر لینے کی حالت میں اُس کے چھوٹے ہونے کے سبب احتیاج ہو تو پتھر کو داہنے ہاتھ میں اور عضو کو بائیں میں لے اور پتھر سے مالش کرے اور بائیں سے جنبش ہو نہ داہنے سے تاکہ داہنے سے استنجا کرنے والا نہ ہو اور جب پانی کا استعمال چاہے تو دوسری جگہ بدلے اور پتھر پر قناعت اس وقت تک کرے کہ بول حشفہ یعنی سر عضو پر نہ پھیلے۔

اور استبراء میں استنقاء کے ترک میں وعید ہے جو وارد اُس حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے تو فرمایا کہ یہ دونوں عذاب کئے جاتے ہیں اور یہ دونوں کسی کبیرہ سبب سے عذاب میں نہیں ہیں مگر یہ کہ استبرا نہیں کرتا تھا یا کہ بول سے استنزاہ اور طہارت بول سے نہیں کرتا تھا اور یہ کہ دوسرا لگایا بجھایا کرتا تھا اور ایک کے سامنے دوسرے کی سخن چینی کرتا تھا۔ پھر آپؐ نے ایک تر چھڑی منگوائی اور اُس کے دو ٹکڑے کئے بعد ازاں ایک اُس کے اُوپر اور ایک اُس کے اوپر رکھ دی اور فرمایا کہ شاید ان دونوں سے تخفیف عذاب ہو جب تک کہ وہ خشک نہ ہوں۔ اور جب ایسے جنگل میں ہو تو آنکھوں سے دُور ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ جب کبھی نبی علیہ السلام براز کا ارادہ کرتے تو آپ چلے جاتے یہاں تک کہ آپؐ کو کوئی نہ دیکھتا تھا۔ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہا میں ایک سفر میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا سو نبی علیہ السلام قضائے حاجت کو گئے اور چلتے چلتے دُور نکل گئے۔

اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام اپنی قضائے حاجت کے لئے نزول فرماتے تھے جیسے کوئی شخص گھر میں آتا ہے۔ اور آپؐ پردہ کرتے کسی دیوار یا زمین کے ٹیلے یا پتھر کے انبار سے۔ اور جائز ہے کہ آدمی جنگل میں اپنے کجاوہ سے پردہ کرے یا اپنے دامن سے جبکہ کپڑے کو چھینٹ سے حفاظت ہو اور پیشاب نرم زمین میں یا ڈھالو مٹی پر کرنا مستحب ہے۔

ابو موسیٰؓ نے کہا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا سو آپؐ نے پیشاب کرنا چاہا سو ایک دیوار کی جڑ میں نرم زمین پر گئے اور پیشاب کیا۔ بعد اُس کے فرمایا جب تم میں سے کوئی پیشاب کرنا چاہے تو چاہیئے کہ نرم زمین پر ڈھالو تلاش کرے اور سزاوار یہ ہے کہ قبلہ کو نہ مُنہ کرے نہ اس کو پیٹھ کرے اور نہ سُورج اور چاند کے سامنے مُنہ ہو اور مکانات میں قبلہ رو ہونا مکروہ نہیں ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ اس سے پرہیز کرے اس سبب سے کہ بعضے فقہاء اُس کی کراہت کی طرف مکان میں بھی گئے ہیں اور نہ کپڑے کو اپنے اُٹھائے اور نہ سمیٹے جب تک کہ بیٹھتے وقت زمین کے پاس نہ ہو جائے اور ہوا کے رخ سے چھینٹ نہ پڑنے کے لئے اجتناب کرے۔

کسی شخص نے بعض صحابہ سے جو اعراب سے یعنی بدوی تھے کہا اُس حال میں کہ اُس سے جھگڑا کرتا تھا کہنے لگا کہ میں تجھے نہیں گمان کرتا کہ اچھی طرح سے قضائے حاجت کرتا ہو کہا ہاں تیرے باپ کی قسم میں اس میں خوب زیرک و صادق ہوں کہا تو اس کی صفت اور شرح کر تو کہا کہ انسان سے دور ہو اور ڈھیلے رکھ اور گھاس کی طرف مُنہ اور ہوا کی طرف پیٹھ کر اور اکڑوں ہرن کی بیٹھک بیٹھ اور شتابی قضائے حاجت شتر مُرغ کی طرح کر یعنی درندہ وغیرہ گھاس کی طرف رُخ کر اور ہوا کی طرف پشت کر تاکہ چھینٹ سے بچے اور اقعاء کے معنی یہاں یہ ہیں اُکڑوں پنجوں کے بل بیٹھے اور اجفال یہ ہے کہ اپنی سرین کو اُونچا کرے

اور استنجے سے فراغت کے وقت کہے : اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ الرِّیَاءِ وَحَصِّنْ فَرْجِیْ مِنَ الْفَوَاحِشِ یعنی اللہ میرے درود بھیج محمدؐ اور آل محمدؐ پر ریا سے میرے دل کو پاک کر اور فواحش یعنی حد سے زیادہ بد زنا وغیرہ سے میرے فرج کو محفوظ رکھ اور غسل خانہ اور نہانے کی جگہ آدمی کو پیشاب کرنا مکروہ ہے ۔

عبداللہ بن مغفل نے روایت کی ہے کہ ہر آئینہ نبی علیہ السلام نے منع کیا ہے اس سے کہ آدمی اپنے حمام میں پیشاب کرے اور کہا اس سے وسواس عام ہے اور ابن مبارک نے کہا ہے کہ حمام میں جبکہ اُس میں پانی جاری ہو تو پیشاب کرنے کی وسعت اس میں دی جائے اور جبکہ عمارت اور مکان میں بیت الخلا ہو تو اُس میں داخل ہونے کے لئے پہلے بایاں پاؤں رکھے اور اندر جانے سے قبل کہے : بِسْمِ اللّٰہِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ میں پلیدی اور پلید چیزوں سے پناہ مانگتا ہوں ۔

ہمارے شیخ شیخ الاسلام ابوالنجیب سہروردی نے بواسطۂ رواۃ کے حضرت زید بن ارقم سے روایت کی ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ ہر آئینہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ یہ حشوش محتضرہ ہیں تو جب تم سے کوئی قضائے حاجت کو جائے تو یہ کہنا چاہیئے کہ اعوذ باللہ من الخبث والخبائث اور حشوش سے کف یعنی آڑ چاہیئے ہے اور حش کی اصل گھنے درخت خرما کے جھنڈ ہیں جن میں قضائے حاجت کرتے تھے اُس وقت میں کہ گھروں کے اندر بیت الخلا نہ بنے تھے۔

اور قول آپؐ کا محتضرہ یعنی شیاطین اُس میں حاضر و موجود رہتے ہیں اور قضائے حاجت کے لئے نشست میں پاؤں پر زور دے اور اپنے ہاتھ زمین میں نہ ٹکائے اور نہ بیٹھتے ہوئے زمین پر لکیریں کھینچے اور نہ دیوار پر اور نہ اپنی شرمگاہ کی طرف زیادہ نظر نہ کرے مگر جب کہ اُس کی حاجت ہو اور نہ بات کرے ۔ کہ ہر آئینہ حدیث میں وارد ہے تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نہ نکلیں دو مرد قضائے حاجت کے لئے اس حالت میں کہ وہ اپنی شرمگاہیں

کھولے ہوئے باہم باتیں کرتے ہوں اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کو اُس سے عداوت ہے اور بیت الخلا سے نکلتے وقت کہے الحمد للہ الذی اذہب عنی ما یوذینی وابقی علی ما ینفعنی یعنی اُس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اذیت دینے والی چیز مجھ سے دُور کی اور جو چیز مجھے فائدہ دیتی ہے اُس پر مجھے باقی اور قائم رکھا۔ اور اپنے ساتھ ایسی چیز نہ لے جائے سونے اور انگوٹھی وغیرہ سے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ہو اور نہ ننگے سر جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپؓ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سے شرماؤ کہ میں ہر آئینہ بیت الخلار بن جاتا ہوں، تو اپنے رب عزّ وجل سے شرما کر اپنی پیٹھ جُھکا لیتا ہوں اور اپنا سر ڈھک لیتا ہوں۔

چونتیسواں باب

وضو اور اُس کے اسرار کے آداب میں

جب وضو کرنا چاہے تو مسواک سے شروع کرے۔ ہمارے شیخ ابوالنجیبؒ نے رواۃ کے واسطہ سے زید بن خالد جہنی سے روایت کی ہے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں اپنی امت پر دشوار تر نہ جانتا تو عشاء کی نماز تہائی رات تک مؤخر کرتا اور اُن کو میں ہر فرض کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسواک مُنہ کی پاک کرنے والی اللہ تعالےٰ کی خوشنود کرنے والی ہے اور حذیفہ رضؓ سے منقول ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ جب آپؐ رات کو تہجد کے لئے اُٹھتے تھے تو مسواک سے اپنے مُنہ کو پاک و پاکیزہ کرتے۔

اور شوص مالش کو کہتے ہیں اور ہر ایک نماز اور ہر ایک وضو کے وقت مسواک کرنا مستحب ہے۔

اور ہر ایک دفعہ کہ لب بند رہنے وغیرہ سے مُنہ کے مزہ میں تغیر آوے اور

اصل ازم کے دانتوں کا ایک دُوسرے پر ٹھہرانا ہے اور سکوت کے لئے ازم کہا گیا ہے اس واسطے کہ دانت تلے اوپر منطبق ہو جاتے ہیں اور اس سے مُنہ کا مزہ متغیر ہو جاتا ہے اور روزہ دار کے لئے بعد از زوال مکروہ ہے اور زوال کے قبل اُس کے لئے مستحب ہے اور غسل جمعہ کے ساتھ اور تہجد کے وقت اُس کا استحباب زیادہ ہے۔ اور سوکھی مسواک کو پانی سے تر کرے اور طول و عرض میں دانتوں کے مسواک کرے اور اگر اقتصار کرے تو عرض میں کرے۔ پھر جب مسواک سے فارغ ہو تو اُسے دھوتے اور وضو کے لئے بیٹھے اور اولیٰ یہ ہے کہ قبلہ رو ہو اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ابتدا کرے اور کہے : رب اعوذ بك من همزات الشياطين و اعوذ بك رب ان يحضرون۔ اور ہاتھ دھونے کے وقت کہے : اللّٰهم انی اسألك اليمن والبركة و اعوذ بك من الشوم و الهلكة۔ اور کلی کرنے کے وقت کہے : اللّٰهم صل علىٰ محمدٍ وعلىٰ آلِ محمدٍ واعنی علی تلاوة كتابك وكثرة الذكر لك۔ اور ناک میں پانی ڈالنے اور دھونے کے وقت کہے : اللّٰهم صل علىٰ محمدٍ وعلىٰ آلِ محمدٍ واوجدنی رائحة الجنة وانت عنی راضٍ۔ اور ناک نسکنی کے وقت کہے : اللّٰهم صل علىٰ محمدٍ وّعلىٰ آلِ محمدٍ و اعوذ بك من روائح النار وسوء الدار۔ اور منہ دھونے کے وقت کہے : اللّٰهم صل علىٰ محمدٍ وعلىٰ آلِ محمدٍ و بیض وجهی یوم تبیض وجوه اولیائك ولا تسود وجهی یوم تسود وجوه اعدائك۔ اور داہنے ہاتھ کے دھوتے وقت اللّٰهم صل علىٰ محمدٍ وعلىٰ آلِ محمدٍ و اتنی کتابی بیمینی وحاسبنی حسابًا یسیرًا۔ اور بائیں ہاتھ کے دھوتے وقت : اللّٰهم انی اعوذ بك ان تؤتینی کتابی بشمالی او من وراء ظهری اور سر کے مَسح کے وقت : اللّٰهم صل علىٰ محمدٍ وعلىٰ آلِ محمد واغشنی برحمتك وانزل علیّ من برکاتك واظلنی تحت ظل عرشك یوم لا ظل الا ظل عرشك۔ اور دونوں کانوں کے مَسح کے وقت : اللّٰهم صل علىٰ محمدٍ وعلىٰ آلِ محمد واجعلنی ممن یستمع القول فیتبع احسنه اللّٰهم اسمعنی منادی الجنة مع الابرار۔ اور گردن کے مَسح کے وقت : اللّٰهم فك رقبتی من النار و اعوذ بك من السلاسل والاغلال۔ اور داہنے پاؤں کے

دھونے کے وقت اللھم صلّ عَلیٰ محمدٍ و علیٰ آل محمد و ثبت قدمی علی الصراط مع اقدام المومنین۔ اور بائیں پاؤں کے دھونے کے وقت کہے :
اللّٰھم صل علیٰ محمدٍ و علیٰ آلِ محمدٍ و اعوذ بك ان تزل قدمی عن الصراط یوم تزل فیه اقدام المنافقین۔

اور جب وضو سے فارغ ہو تو آسمان کی طرف سر اُٹھائے اور کہے :

اشھدان لا اله الا الله وحده لا شریك له و اشھدان محمدًا عبدهٗ ورسوله سبحانكَ اللّٰھم و بحمدك لا اِله الا انت عملت سوء وظلمت نفسی استغفرك واتوب الیك فاغفرلی وتب علی انك انت التواب الرحیم اللّٰھم صلّ علیٰ محمدٍ و علیٰ آل محمد و اجعلنی من التوابین و اجعلنی من المتطھرین واجعلنی صبورًا وشکورًا واجعلنی اذکرك کثیرًا واسبحك بکرة و اصیلًا۔

اور فرائض وضو کے، نیت مُنہ دھونے کے وقت اور مُنہ کا دھونا اور مُنہ کی حد مُنہ کی پہنائی کے شروع سے ٹھوڑی کی انتہا تک اور جو کچھ ڈاڑھی سے ظاہر اور جو کچھ لٹکی ہو اور ایک کان سے دوسرے کان تک عرض میں اور منہ دھونے کے داخل وہ سفیدی ہے جو دونوں کان اور ڈاڑھی کے درمیان ہے اور پیشانی کی جگہ جہاں بال نہ ہوں اور جہاں کہ بالوں سے کھلی ہوئی جگہ ہو اور وہ دونوں چکر سر سے پیشانی کے دونوں طرف ہیں اور اُن دونوں کا مُنہ کے ساتھ دھونا مستحب ہے اور تحذیف کے بالوں تک پانی پہنچایا جائے اور بال تحذیف کے اس قدر ہیں کہ عورتیں اُن کو مُنہ سے دُور کرتی ہیں اور عنفقہ یعنی ریش بچہ اور بروت اور ابرو اور دونوں طرف کے خط ریش میں پانی پہنچایا جاتے اور سوا اس کے واجب نہیں ہے۔ پھر ریش اگر ہلکی ہو تو بشرہ یعنی مُنہ کے پوست تک پانی پہنچائے اور ہلکی ریش کی حد یہ ہے کہ اُس کے نیچے سے صورت نظر پڑے اور اگر گھنی ہو تو واجب نہیں ہے اور آنکھ کے کوئے سے اکٹھے ہوئے سرمہ کو صاف کرنے میں کوشش کرے۔

تیسرا واجب دونوں ہاتھ کا کہنیوں تک دھونا ہے اور کہنیوں کا غسل میں
داخل کرنا واجب ہے اور آدھے آدھے بازوؤں تک ہاتھوں کا دھونا مستحب ہے
اور اگر ناخن اس قدر بڑھے ہوں کہ انگلیوں کے سرے سے باہر نکل گئے ہیں تو
اندرونی رُخ اُن کا دھونا قول اصح کے موافق واجب ہے۔
چوتھا واجب سر کا مسح ہے اور وہ اُسی قدر کافی ہے جس پر مسح کا نام بولا
جاتا ہے یعنی سر کے جزو پر اور پورے سر کا مسح کرنا سُنت ہے اور وہ یہ ہے کہ داہنے
اور بائیں ہاتھ کی اُنگلیوں کو ملائے اور سر کے آگے کے رُخ پر رکھے اور گدی تک
اُن کو کھینچے، پھر اُن دونوں کو اُس جگہ تک پھیر لائے جس سے شروع کیا تھا اور
دونوں پنجوں کی تری کو آگے اور پیچھے آدھوں آدھ کر دے۔
اور پانچواں واجب دونوں پاؤں کا دھونا ہے اور دونوں ٹخنوں کا غسل
یعنی دھونے میں داخل کرنا واجب ہے اور آدھی آدھی پنڈلیوں تک اُن دونوں کا
دھونا مستحب ہے اور دونوں پاؤں کو ٹخنے تک دھونے پر قناعت کی جاتی ہے
اور ملی ہوئی انگلیوں میں خلال کرنا واجب ہے تو بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے پاؤں
کی اندرونی جگہ میں خلال کرے اور داہنے پاؤں کی چھنگلیا سے شروع اور بائیں
پاؤں کی چھنگلیا پر ختم کرے اور اگر پاؤں میں درزیں اور بوائیں ہوں تو اُن کے اندر
پانی پہنچانا واجب ہے اور جو کچھ خمیر یا چکنائی میں سے اُس میں چھوڑی گئی ہو تو اُس
چیز کو دُور کرنا واجب ہے۔
چھٹا[۶] واجب ترتیب ہے اس طرح پر کہ جیسے وہ کلام اللہ میں مذکور ہے۔
ساتواں[۷] واجب تتابع جو شافعی کے قول قدیم میں ہے اور اس تفریق کی حد
جو تتابع اور پے در پے ہونے کو قطع کرے یہ ہے کہ اعتدال ہوا کے وقت عضو
کی تری سُوکھ جائے۔
اور وضو کی سنتیں تیرہ[۱۳] ہیں۔
بسم اللہ کہنا اول طہارت میں اور دونوں ہاتھ کا کلائی تک دھونا اور کُلّی اور
استنشاق یعنی ناک میں پانی دینا اور اُن دونوں میں مبالغہ یعنی تمامی کو پہنچنا پھر

کلی میں تین غرغرے کرے حتیٰ کہ حلقوم کے سرے تک پانی اُلٹ آوے اور استنشاق
میں پانی کو سانس کے ساتھ ناک کی بیخ تک کھینچے اور اگر روزہ دار ہو تو اُس میں رفق
اور نرمی کرے اور گھنی ڈاڑھی کا خلال اور کھلی انگلیوں کا خلال اور داہنے طرف سے
ابتدا اور غرغرے کی درازی اور پُورے سر کا مسح اور دونوں کان کا مسح اور تین تین
بار ہر عضو کا دھونا اور قول جدید میں تتابع ہے اور اس کا اجتناب کرے کہ تین بار
سے ہر چیز میں زیادہ نہ ہو اور وضو کے درمیان نہ ہاتھ کو جھاڑے اور نہ کوئی
بات کرے اور نہ پانی کا چھپکا مُنہ پر مارے اور وضو کا تازہ کرنا مستحب ہے اس
شرط سے کہ اُسی وضو سے نماز پڑھے جو سہل ہو ورنہ مکروہ ہے۔

پینتیسواں[۳۵] باب

وضو کے اندر آدابِ خواصہ اور صوفیہ کے بیان میں ہے

صوفیوں کا ادب بعد ازاں ہے کہ معرفت احکام پر قائم ہو جائے۔ اُن کا ادب
وضو میں حضورِ قلب کے اعضاء کے دھونے میں ہے۔ بعضے صالحین کو میں نے کہتے
سُنا ہے کہ جب وضو میں قلب حاضر ہو تو نماز میں بھی حاضر ہو گا اور جب اُس میں
دخل پایا تو نماز میں بھی وسوسہ داخل ہو گا۔

اور صوفیہ کے آداب سے ہمیشہ باوضو رہنا ہے اور وضو مومن کا سلاح ہے
اور جبکہ اعضاء وضو کی حمایت میں ہوں جو اثر شرعی ہے تو اُن میں شیطان کی
روش کمتر ہو گی۔

عدی بن حاتم نے کہا ہے کہ اُس وقت سے کہ میں مسلمان ہوں کبھی نماز کی
جماعت نہیں کھڑی ہوئی مگر یہ کہ میں باوضو تھا اور انس بن مالکؓ نے کہا ہے کہ نبی
علیہ السلام مدینہ میں تشریف لائے اور اُس وقت میں آٹھ برس کا تھا تو مجھ سے آپؐ
نے فرمایا اے فرزند! اگر تجھ سے ہو سکے کہ ہمیشہ طہارت یعنی وضو سے رہے تو کر
اس واسطے کہ آہستہ جس شخص کی موت آتی ہے اور وہ شخص وضو سے ہو تو شہادت
عطا کی جاتی ہے سو عقلمند کا یہ کام ہے کہ ہمیشہ موت کے لئے مستعد رہے اور

استعداد و طیاری میں سے با وضو رہنا ہے۔

اور حصری سے حکایت کی گئی ہے کہ البتہ اُس نے کہا ہے کہ جب کبھی میں رات کو جاگتا تو میرے اوپر حملہ نیند نہیں کرتی مگر بعد اس کے کہ میں اُٹھا اور تازہ وضو کر لیا تا کہ ایسا نہ ہو کہ دوبارہ مجھے نیند آوے اور میں باوضو نہ ہوں اور شیخ علی بن ہیتمی کے یاروں سے میں نے سُنا ہے کہ ہر آئینہ وہ تمام رات بیٹھا رہتا سو اگر اُن پر نیند غلبہ کرتی تو بھی اُسی طرح بیٹھے رہتے تھے اور جب کبھی جاگتے تو کہتے کہ میں ایسا نہیں کہ سوءِ ادب کروں۔ سو وہ اُٹھتے اور تازہ وضو کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے وقت بلال رضؓ سے فرمایا کہ اے بلال رضؓ مجھ سے بڑی امید دلانے والے عمل کا ذکر کر جو تُو نے اسلام کی حالت میں کیا ہو اس لئے کہ میں نے بہشت میں تیرے نعلین کی آواز اپنے آگے سُنی تھی۔ اُنھوں نے عرض کی کہ میں نے اسلام میں سب سے بڑھ کر امید دلانے والا عمل اپنے نزدیک اس سے نہیں کیا کہ میں نے رات یا دن کے کسی وقت میں وضو نہیں کیا مگر یہ کہ اپنے خدائے عزّوجل کے لئے اُس وضو سے نماز نہ پڑھی ہو جس قدر کہ میرے لئے مقرر کر دی کہ میں نماز پڑھوں۔ اور ادب صوفیہ سے طہارت میں پانی کے اسراف کا ترک ہے اور حدِ علم پر قائم ہونا ہے۔

اور ابن کعب نے روایت حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے کہ آپ نے ہر آئینہ فرمایا ہے کہ وضو کے لئے ایک شیطان ہے جس نے ولہان کہتے ہیں تو پانی کے وسوسوں سے ڈرو اور بچو۔

اور ابو عبد اللہ رودباری نے کہا کہ ہر آئینہ شیطان کوشش اس بات کی کرتا ہے کہ بنی آدم کے تمام اعمال سے اپنا حصہ لے سو وہ نہیں پرواہ کرتا اپنے حصہ لینے میں اس کے ساتھ کہ مامورات میں زیادتی کریں یا کمی اور وہ سب کمی بیشی اُس کے حصے میں ہے۔

اور ابن کرینی سے منقول ہے کہ اُسے ایک شب غسل کی حاجت ہو گئی اور

اُس کے بدن میں ایک مرقع سخت پر کالہ تھا سو دجلہ پر گیا اور جاڑا خوب کڑکڑاتا
ہُوا اپڑتا تھا سو اُس کا نفس پانی کے اندر جانے سے کسمساتا تھا اس واسطے
کہ شدت سے ٹھنڈک تھی تو اُس نے اپنے تئیں اُس مرقع سمیت پانی میں ڈال دیا پھر
پانی سے نکلا اور کہا کہ میں نے قول و پیمان کر لیا کہ اس کو میں بدن سے نہ اتاروں گا
جب تک کہ بدن میں وہ خشک نہ ہو جائے سو میں نے پھر اُس قول کے موافق وہ
مرقع اُس کے بدن میں رکھا اس واسطے کہ وہ بہت سخت اور بہت موٹا تھا اُس
عمل کے ساتھ اُس نے اپنے نفس کو ادب دیا اس وجہ سے کہ وہ حکم اللہ تعالے
کی تعمیل سے کسمسایا تھا۔

اور روایت ہے کہ سہل بن عبداللہ اپنے یاروں کو زیادہ پانی پینے اور زمین
کے کم گرنے پر برانگیختہ کرتے تھے اور اُن کا یہ منشاء تھا کہ پانی زیادہ پینے سے
نفس کو ضعف اور شہوات کی موت اور قوت کی شکستگی ہوتی ہے۔ اور افعالِ
صوفیہ سے ہے کہ وضو کے لئے پانی موجود رکھنے میں احتیاط کریں۔

نقل ہے کہ ابراہیم خواجہ کبھی جنگ میں جاتے تو اُن کی صرف ایک مَشک
پانی کی جاتی تھی اور لبسا اوقات پانی نہ پیتے مگر قدرے قلیل اور وضو کے لئے بچا
رکھتے اور کہتے ہیں کہ وہ مکّہ سے کوفہ کو جاتے اور اُنہیں تیمّم کی حاجت نہ ہوتی۔
اس واسطے کہ وضو کے لئے پانی محفوظ رکھتے اور تھوڑے پانی پر پینے کے لئے
قناعت کرتے۔ اور کہا گیا ہے کہ جب تم صوفی کو دیکھو کہ اس کے پاس مشک یا کوزہ
نہیں ہے تو جاننا چاہیئے کہ اُسنے نماز کے ترک کا عزم کرنا چاہا یا انکار کیا۔

اور بعضے صوفیہ کی حکایت ہے کہ انھوں نے اپنے نفس کی تادیب طہارت میں
کی ہے اس حد تک کہ اُس نے ایک ساعت فقراء کے پیٹھ پیچھے کتنے ہی روز قیام کیا
اور وہ ایک گھر میں جمع تھے سو کسی نے اُن میں سے نہیں اُس کو دیکھا کہ وہ بیت الخلاء
میں گیا اس واسطے کہ وہ قضائے حاجت اُس وقت کرتا جبکہ اُس جگہ کوئی نہ ہوتا۔
نفس کی تادیب کا ارادہ کرتا۔

اور مذکور ہے کہ خواص نے رَیّ کی مسجد جامع میں پانی کے اندر وفات

کی اور یہ اس سبب سے ہُوا کہ اس کو اسہال کا عارضہ تھا اور جب کہ وہ اُٹھتا تو پانی میں جاتا اور اپنے تئیں غسل دیتا۔ سو ایک بار پانی میں گیا اور اس میں مر گیا۔ یہ سب کچھ اہتمام وضو اور طہارت کی حفاظت کے لئے تھا۔

اور منقول ہے کہ ابراہیم ادھمؒ بھی قیام اور نگہداشت کرنے والے وضو اور طہارت کے تھے سو ایک رات میں کچھ اوپر ستّر دفعہ اُٹھتے اور ہر دفعہ تازہ وضو کرتے تھے اور دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اور مذکور ہے کہ بعضے صُوفیہ نے اپنے نفس کو ادب دیا یہاں تک کہ اُس سے ریح خارج نہ ہوتی مگر براز کے وقت ادب سے خلوت میں کرتا تھا۔ اور وضو کے بعد اعضاء کا پُونچھنا ایک گروہ نے مکروہ جانا ہے اور کہا ہے کہ وضو کا پانی وزن کیا جائے گا۔ اور بعض صوفیہ نے اس کو جائز رکھا ہے اور ان کی دلیل وہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیوند لگا ہُوا کپڑا تھا کہ اُس سے وضو کے بعد آپؐ اعضا کا پانی خشک کیا کرتے تھے۔"

اور معاذ بن جبلؓ نے روایت کی ہے کہا میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ جب آپؐ وضو کرتے تو اپنے مُنہ کو اپنے کپڑے کے کنارہ سے مَلتے تھے۔ اور نہایت درجہ کوشش صُوفیہ کی باطنوں کی طہارت میں صفات ریا اور اخلاق ذمیمہ سے ہے نہ حد درجہ کی کوشش طہارت ظاہر میں اُس مرتبہ تک کہ حد علم سے باہر نکل جائے اور حال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصرانیہ کے گھڑے سے وضو کیا ہے باوجودیکہ وہ لوگ شراب سے پرہیز نہیں کرتے اور جریان امر ظاہر اور در اصل طہارت پر کیا ہے۔

اور اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بغیر مصلّے کی نماز پڑھا کرتے اور ننگے پاؤں راہوں میں چلتے پھرتے تھے اور ہر آئینہ سوتے وقت اپنے اور مٹی کے درمیان کسی چیز کو حائل نہ کرتے اور استنجے میں بعض اوقات صرف ڈھیلے اور پتھروں پر اقتصار کرتے تھے اور ان کا کام ظاہری طہارت میں تساہل اور

سہل انگاری پر ہوتا تھا اور باطنی طہارت میں بڑی جد و جہد کرتے تھے اور ایسا ہی صوفیہ کا شغل ہے اور کبھی کبھی بعض اشخاص میں بڑی شدت طہارت کی ہوتی ہے اور اُس کی وجہ نفس کی رعونت ہوتی ہے۔

پس اگر اس کا کپڑا میلا ہو گیا تو وہ تنگ دل ہوتا ہے اور وہ پرواہ اُس کی نہیں کرتا جو اُس کے باطن میں کینہ اور بُغض اور کبر و غرور اور ریار اور نفاق ہے اور شاید اُس شخص کو جو ننگے پاؤں زمین پر پھرتا ہے بُرا جانتا ہے حالانکہ شرع نے اُس کی اجازت دی ہے اور اُس کو بُرا نہیں سمجھتا کہ وہ غیبت کا کلمہ کہے جس سے دین اُس کا خراب خستہ ہوتا ہے اور یہ سب اس وجہ سے ہے کہ علم کم ہے اور اُن سچّوں کی صحبت سے ادب کا سیکھنا چھوڑ دیا ہے جو علمائے راسخ ہیں اور کثرت مالش کو استبرار میں مکروہ جانتے ہیں اس واسطے کہ وہ اکثر رگوں کو سُست کرتی ہے اور پیشاب کو بند نہیں کرتی درحالیکہ افراط سے قطرے اُس سے پیدا ہوتے ہیں اور وضو و طہارت میں حکایات متصوفہ سے یہ ہے کہ ابو عمر زجاجی مکّہ میں تیس برس مجاور رہے اور وہ کبھی حرم میں قضائے حاجت نہ کرتا اور بیرون حرم جایا کرتا اور اقل درجہ دورہ ڈھائی کوس تھا۔

اور کہتے ہیں کہ بعضوں کے مُنہ پر زخم تھا جو بارہ برس تک نہیں بھرا اور اچھا نہ ہُوا اس سبب سے کہ پانی اُس کو مضر تھا اور باوجود اس کے وہ تازہ وضو کرنا ہر فرض کے وقت نہ چھوڑتا تھا۔

اور بعضے اُن میں ایسے تھے کہ اُن کی آنکھ میں پانی اُتر آیا اور لوگ اُن کے پاس طبیب کو لاتے اور اُس کے لئے بہت سامان خرچ کیا تاکہ اُس کی دوا کرے تو طبیب نے کہا کہ دوا بہت دنوں تک ترک وضو کی محتاج ہے اور پیٹ کے بل لیٹا رہے۔ پس دوا نہیں کی اور بینائی کا جاتا رہنا ترک وضو پر اختیار کیا ہے۔

❋

چھتیسواں باب

فضیلت نماز اور اُس کی بزرگی شان کے بیان میں ہے

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر گاہ اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو پیدا کیا اور اس میں وہ چیزیں پیدا کیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سُنا اور نہ کسی بشر کے دل میں مخطور ہوئیں۔ اُس سے فرمایا کہ اے جنت کلام کر تو اُس نے تین بار کہا : قد افلح المومنون الذین هم فی صلوٰتهم خاشعون۔ یعنی البتہ چھٹکارا پایا اُن مومنوں نے جو نماز اپنی میں عاجزی کرنے والے اور گڑگڑانے والے ہیں" اور نمازیوں کی فلاح میں کلام مجید کی شہادت ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئے جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آفتاب چھپنے کے وقت اور میرے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی اور بعضوں نے کہا ہے کہ صلوٰۃ مشتق صلی سے ہے اور وہ آتش ہے اور ٹیڑھی لکڑی جبکہ اُس کے سیدھا کرنے کا ارادہ کریں تو اُس کو آگ دکھلاتے ہیں پھر وہ سیدھی ہوتی ہے اور بندہ میں کجی اُس کے نفس کے سبب سے ہے جو برائی کا حکم دیتا ہے اور انوار ذاتِ الٰہی جل شانہٗ کے ایسے ہیں کہ اگر اُس کے پردے کھولے جائیں تو جو پائیں اُس کو جلاویں اُن سے مصلی شعلۂ سطوت الٰہی اور عظمتِ ربانی سے وہ سینک پاتے ہیں جس سے اُن کی کجی دُور ہوتی ہے بلکہ اُس کی بدولت معراج اُس کا متحقق ہوتا ہے تو مصلی کی وہی مثل ہے جیسے آگ سے کوئی سینکتا اور تاپتا ہے اور جس شخص نے صلوٰۃ کی آتش سے سینک حاصل کی اور اُس کے سبب اُس کی کجی زائل ہوگئی وہ جہنم کی آتش پر عرض نہیں کیا جائے گا مگر یہ کہ قسم پوری ہو جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق عزوجل کہتا ہے کہ میں نے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نماز کو آدھوں آدھ تقسیم کر دیا تو جس وقت بندہ کہتا ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ عزوجل

فرماتا ہے مجھے میرے بندہ نے بزرگ گردانا اور عظمت و مجد میری کی۔ پھر جب اُس نے کہا الحمدللہ رب العالمین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی۔ پھر جب کہا الرحمٰن الرحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اوپر میرے بندہ نے ثنا کی۔ پھر جب کہا مالک یوم الدین تو فرماتا ہے میرے بندہ نے میرے تفویض اور سپرد اپنے تئیں کیا۔ پھر جب کہا ایاک نعبد و ایاک نستعین اللہ تعالیٰ کہتا ہے یہ معاملہ میرے اور میرے بندے کے بیچ میں ہے۔ پھر جب کہا اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندے کے واسطے ہے اور میرے بندے کے لئے سب کچھ ہے جو وہ مانگے۔

پس نماز رب اور بندے کے درمیان ایک جوڑ اور وصل ہے اور جو چیز اُس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان صلہ اور پیوند ہو تو بندہ کا حق یہ ہے کہ وہ خاشع اور گڑگڑانے والا ربوبیت کے دبدبہ سے بندگی پر ہو اور ہر آئینہ وارد حدیث شریف میں ہُوا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی شئے کے لئے تجھ سے فرماتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خضوع اور منتی کرتا ہے، اور جو شخص نماز میں وصال کے ساتھ متحقق ہُوا اس کے لئے افق سے نکلتی ہوئی تجلّی چمکتی ہے تو وہ خشوع اور فروتنی کرتا ہے اور نجات و رستگاری اُنہی لوگوں کے لئے ہے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں اور خشوع کے زوال سے فلاح کا بھی زوال ہو جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اور کھڑا ہو تو میرے ذکر کے لئے اور جب نماز ذکر کے لئے ہو گی اُس میں کیونکر بھُول اور نسیان واقع ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے نماز کے پاس نہ جاؤ اُس حال میں کہ تم متوالے ہو یہاں تک کہ جانو تم کہ تم کیا کہتے ہو؟

پس جو شخص ایسا ہو کہ جو کہے اور اپنے کہے کو جانتا نہ ہو تو وہ کیا نماز پڑھنے کے قابل ہے درحالیکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے سو متوالا ایک شئے کہتا ہے کہ عقل اس میں حاضر نہیں اور غافل نماز پڑھتا ہے کہ اُس میں بھی عقل حاضر نہیں تو وہ ایک متوالے کی مثال ہے اور غرائب تفسیر میں بعض نے بیان کیا ہے اس قول الٰہی کے معنی میں فاخلع نعلیك انك بالواد المقدس طوی کہ مراد نعلیک سے تیرا قصد اپنی

زوجہ اور گوسپند کے ساتھ ہے تو غیر اللہ کے ساتھ اہتمام در حقیقت نماز میں ایک نشہ ہے اور منقول ہے کہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آنکھیں نماز میں آسمان کی طرف اُٹھاتے تھے اور داہنے بائیں دیکھتے تھے پھر جبکہ یہ آیت نازل ہوئی: الذین ھمْ فی صلوٰتھم خاشعون تو انہوں نے اپنے مُنہ اس طرف کر لئے کہ جس طرف سجدہ کرتے تھے اور اسکے بعد پھر نہیں روایت کی گئی کہ اُن میں سے کوئی دیکھتا ہے مگر زمین کی طرف۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہا کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہو تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے سو جب اُس نے کسی کی طرف التفات و توجہ کی تو اُسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کس کی طرف تو پھرا کیا وہ اے پسر آدم بہتر مجھ سے تیرے لئے ہے میری طرف مُنہ کر کہ میں تیرے حق میں بہتر ہوں اس شخص سے جس کی طرف مُڑتا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو دیکھا کہ وہ نماز میں ڈاڑھی سے کھیل رہا تھا تو فرمایا کہ اگر اس شخص کا قلب خشوع کرتا تو اُس کے جوارح بھی خشوع کرتے۔ اور ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس وقت تو نماز پڑھے تو صلوٰۃ مودع پڑھ۔

پس مصلی اپنے قلب سے اللہ تعالیٰ کی طرف سیر کرنے والا ہے کہ اپنی بیوی اور اپنی دُنیا اور ہر ایک شئے ماسوی اللہ کو وداع کرتا ہے اور صلوٰۃ نعت میں دعا ہے تو نماز پڑھنے والا اللہ تعالیٰ سے وہ تمام اعضاء و جوارح کے ساتھ کرتا ہے تو اُس کے سب اعضاء زبان بن جاتے ہیں جن کے ساتھ بندہ ظاہراً اور باطناً دعا کرتا ہے اور ظاہر شریک باطن عاجزی اور سائل محتاج متضرع کی ہے خوشامدی صورت بدنی میں ہو جاتا ہے۔

پس جبکہ بتمامہ دُعا کرتا ہے تو اس کا مالک قبول کرتا ہے اس واسطے کہ اُس نے وعدہ اُس کا فرمایا ہے اور کہا ہے کہ مجھ سے دُعا مانگو میں تمہارے لئے قبول کروں گا۔ خالد ربعی کہا کرتا کہ مجھے اس آیت اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ نے تعجب

میں ڈالا اور خوش کیا کہ اُن کو دُعا کے لئے حکم دیا اور اُن سے اجابت کا وعدہ کیا کہ اس کے درمیان کوئی شرط نہیں ہے اور استجابت اور اجابت بندہ کی دُعا کا نفوذ اور جاری ہونے والا ہے۔

پس جو سچا دُعا مانگنے والا اُس شخص کو جو سے وہ دُعا مانگتا ہے چاہنے والا ہو اس کے نور تعین سے دُعا پردوں کو چاک کر ڈالتی ہے اور اللہ تعالےٰ کے حضور میں حاجت کا تقاضا کرتی ہوئی جا کھڑی ہوتی ہے۔ اور اس امت کو اللہ تعالیٰ نے فاتحۂ کتاب یعنی سورۃ الحمد کے نازل کرنے کے ساتھ مخصوص کیا اور اُس میں دعا پر ثناء کو تقدیم ہے تا کہ وہ قبول جلد ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم اپنے بندوں کو دُعا کی کیفیت ہے اور فاتحۃ الکتاب وہ سبع المثانی یعنی سات آیات دوبار نازل شدہ اور قرآن عظیم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ۔ بعضوں نے کہا ہے کہ مثانی اس واسطے نام اُس کا رکھا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو مرتبہ نازل ہوئی۔ ایک بار مکہ میں اور ایک بار مدینہ میں اور ہر ایک بار کہ وہ نازل ہوئی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دوسرا ہی فہم تھا بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہر بار کہ اُس کو دوہرا کر دیر تک پڑھا کرتے تھے ایک اور ہی فہم ہوتا تھا اور یہی حال اُن محقق نمازیوں کا آپؐ کی اُمت میں سے ہے کہ اُن کو عجیب اسرار اُن کے منکشف ہوتے ہیں اور ہر ایک دفعہ اُن کے لئے موتی اُس کے دریا کے پھینکے اور دیئے جاتے ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ مثانی اُس کا نام اس واسطے رکھا گیا ہے کہ وہ دوسرے رسولوں سے استثناء کی گئی اور اُن کو نہیں عطا ہوئی اور وہ سات آیات ہیں۔ اور ام رومان رضؓ نے روایت کی کہا ابو بکر رضؓ نے مجھے دیکھا اور اُس وقت میں نماز میں جھکتی تھی تو مجھے بہت جھڑکا قریب تھا کہ میں اپنی نماز سے پھر آؤں۔ پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپؐ فرماتے تھے جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو چاہیئے کہ اُس کے اطراف یعنی ہاتھ پاؤں یہودیوں کی طرح خم نہ ہوں۔ ہر آئینہ اطراف کا سکون نماز کے تکملہ اور تمامی سے ہے اور

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خشوع نفاق سے پناہ مانگو عرض کی گئی کہ خشوع نفاق کیا چیز ہے ؟ آپؐ نے فرمایا کہ بدن کا خشوع اور قلب کا نفاق ہے اور یہود کا جھکنا سو کہا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے ظاہر امور کا تعامل کرایا کرتے تھے اُس چیز کی قلت سے کہ جو اُن کے باطن میں تھی تو وہ امور کی ہیبت دلاتے اور اُن کی عظمت کراتے تھے اور اسی وجہ سے اُس کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ توریت کو طلا سے محلی اور مذہب کیا جائے اور میرے قلب میں یہ القا ہوا اور اللہ تعالےٰ زیادہ دانا ہے کہ موسیٰ عزیز اُس کی نماز میں اور مناجات کے محل میں واردات نازل ہوتی تھی تو اس کے سبب باطن اُس کا تموج کرتا تھا جیسے ایک سمندر ہو ٹھہرا ہوا کہ اُس پر ہَوا چلے تو لہریں تلاطم کرتی ہیں ۔ سو موسیٰ علیہ السلام کا جھکنا اور زخم کرنا دریائے قلب کی لہروں کا تلاطم تھا جبکہ اُس پر فضل اور مہربانی کی ہَوائیں چلتی ہوں اور بسا اوقات روح حضرت الٰہی کی طرف جھانکتی ہے تو وہ اُوپر کو ہمکتی ہے اور قالب کو اُس سے ہتھ جوڑی اور میل جول ہے اس واسطے قالب بے قرار ہوتا اور تلملاتا ہے اور پیچ و تاب کھاتا ہے ۔ سو یہود نے اُس کے ظاہر کو دیکھا تو وہ جھکنے اور لچکنے لگے بدوں اس کے کہ باطنوں کو اُن کے اس کیفیت سے بہرہ ہو اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انکار کرتے ہوئے اُن لوگوں پر جو وسوسہ والے ہیں کہ اسی طرح اللہ تعالےٰ کی عظمت بنی اسرائیل کے دلوں سے جاتی رہی یہاں تک کہ اُن کے بدن حاضر رہے اور دل اُن کے غائب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نہیں قبول کرتا اُس شخص کی نماز کو جس میں اُس کا قلب حاضر نہ ہو جس طرح کا اُس کا بدن حاضر ہوتا ہے اور بہر آئینہ آدمی ہمیشہ نماز پڑھا کرتا ہے اور اُس کے لئے دسواں حصہ بھی نہیں لکھا جاتا جبکہ اُس کا دل بھولا ہوا اور کھیلتا ہوا ہو ۔

اور جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور بہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز ستون دین کا ہے تو جس نے نماز کو چھوڑ دیا تو وہ کافر ہو گیا تو نماز سے بندگی اور عبودیت کی تحقیق اور اثبات ہے

اور حق ربوبیت اور تمام عبادات کا ادا کرنا سر صلوٰۃ کی تحقیق کے وسائل ہیں۔
سہل بن عبداللہ نے کہا ہے کہ بندہ سنین موکدہ کا تکمیل فرائض کے لئے محتاج ہے اور تکمیل سُنن کے لئے نوافل کا اور تکمیل نوافل کے لئے آداب کا محتاج ہے اور ادب سے ایک ترک دنیا ہے۔ اور جو چیز کہ اُس کا ذکر سہل نے کیا ہے وہ معنی اس قول کے ہیں جو عمرؓ نے منبر پر کہا ہے کہ آدمی اپنے بال اسلام میں سفید کر دیتا ہے اور حالانکہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اُس نے نماز کو کامل نہیں کیا سوال کیا گیا کہ یہ کیونکر اور کیا بات ہے؟ فرمایا کہ نماز میں اُس کا خشوع اور تواضع اور اللہ تعالیٰ کی طرف اُس کی رجوع پوری اور کامل نہیں ہوتی۔
اور احادیث میں ہر آئینہ وارد ہُوا ہے کہ جب نماز میں بندہ کھڑا ہو تو اللہ تعالیٰ اُس حجاب کو جو اُس کے اور اُس کے درمیان ہے اُٹھا دیتا ہے اور اپنے وجہ کریم سے اُس کے مواجہہ ہوتا ہے اور ملائکہ اُس کے دونوں شانوں کے پاس سے ہوا کی طرف کھڑے ہوتے ہیں اور اُس کی صلوٰۃ کے ساتھ صلوٰۃ پڑھتے ہیں اور اُس کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور مصلی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ قبولیت اور خوشنودی آسمان کے اوپر سے اُس کے سر پر نثار کی جاتی ہے اور اُس کو منادی پکارتا ہے کہ اگر نمازی کو معلوم ہوتا کہ کس کے ساتھ مناجات اور سرگوشی کرتا ہے تو وہ التفات نہ کرتا اور وہ مُنہ پھیرتا۔ اور ہر آئینہ نمازیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک رکعت میں جمع کیا ہے اُن چیزوں کو جو اہل آسمانوں پر تقسیم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے واسطے بہت سے ملائک ہیں رکوع میں کہ وہ جب سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو پیدا کیا ہے قیامت تک رکوع سے نہیں اُٹھے اور اسی طرح سجدہ میں اور قیام اور قعود میں ہیں اور بندہ حاضر اور آگاہ بیدار اپنے رکوع میں ان میں سے راکعین کی صفت سے متصف ہوتا ہے اور سجدے میں ساجدین کی صفات سے اور ہر ایک ہئیت میں یہی اُس کا حال ہے اور وہ بندہ گویا اُن فرشتوں میں سے ایک در اُن کے درمیان میں ہوتا ہے اور غیر فریضہ میں مصلی کے سزاوار ہے کہ وہ اپنے رکوع میں مکث اور درنگ کرے رکوع سے لذت اٹھاتا ہوا رفع سے غیر متہم ہو اگر ماندگی بحکم خلقت

اور بشریت اُس میں راہ پائے تو اُس سے استغفار کرے اور اس ہئیت کی استدامت اور استمرار کرے اور تاک میں اس کے رہے کہ خشوع کا مزہ چکھے جو اس ہئیت کے لائق ہے تاکہ اُس کا قلب ہئیت کے رنگ پر آجائے اور بسا اوقات سچے رکوع کرنے والے کو اپنے تئیں دیکھ پڑتا ہے کہ اُس کا قصد رکوع اور سجود کی حالت میں اس پر سبقت لے گیا ہے کہ اس رکوع یا سجود سے اُٹھے جب تک کہ وہ ہئیت خاص اپنا پورا حق کرے تو اُس کا قصد کرتا اس ہئیت میں مستغرق اس میں ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ مشغول رہتا ہے فارغ اُن ہئیتوں سے جو اس ہئیت کے سوا ہیں تو اُس سے زیادہ حظ اُس کو ہر ایک ہئیت کی برکت سے مزید ہوتا ہے اس واسطے کہ عجلت جس کا تقاضا طبیعت کرتی ہے باب فتوح کو بند کر دیتی ہے اور نفحاتِ الٰہیہ کے مہکنے کے مقامات میں قرار پاتا ہے یہاں تک کہ بندہ کا نصیب اور حظ پورا اور کامل ہو جاتا ہے اور اُس وقت اُس کے آثار حسن موانست جوئی سے محو ہو جاتے ہیں اور وصال کے مقام میں قرار پاتا ہے۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ نماز میں چار ہئیت ہیں اور چھ ذکر ہیں۔ سو چار ہئیت قیام اور قعود اور رکوع اور سجود ہیں اور چھ ذکر یہ ہیں تلاوت، تسبیح حمد استغفار دعا درود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تو یہ سب عشرۂ کاملہ ہوئے کہ یہ دس ملائکہ کی دس صفوں پر منقسم ہیں کہ ہر ایک صف دس ہزار کی ہے۔ پس دو رکعتوں میں وہ چیزیں جمع ہوتی ہیں جو ایک لاکھ فرشتوں کو تقسیم ہیں۔

سینتیسواں باب

اہلِ قرب کی نماز کے وصف میں

اور اس فصل میں ہم نماز کی کیفیت اس کی ہئیتوں اور شرطوں اور آداب ظاہری اور باطنی کے ساتھ پوری پوری اُس انتہا درجہ تک کہ ہمارا فہم و علم اُس کو علی الوجہ پہنچا ہے ہر ایک چیز میں اس سے نقل اقوال سے قطع نظر کر کے بیان کریں گے اس واسطے کہ اس میں کثرت ہے اور حد ایجاز و اختصار سے مقصود باہر نکل جائے گا

اور اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ توفیق ہے۔

بندہ کو سزاوار ہے کہ نماز کے لئے اُس کے وقت آنے سے پہلے وضو کی طہارت کرے اور وضو کو نماز کے وقت آنے پر نہ ڈالے اس واسطے کہ یہ امر نماز کی محافظت سے ہے اور وقت کے پہچان میں زوال اور تفاوت اقدام کی پہچان کی حاجت ہو گی۔ اس واسطے کہ دن کبھی بڑا ہوتا ہے اور کبھی چھوٹا ہوتا ہے اور زوال معتبر اس طرح ہے کہ سایہ جب تک کم ہوتا رہے تو وہ نصف اول دن کا ہے اور جب سایہ میں کمی شروع ہوئی تو زوال نصف آخر دن کا ہے اور ہر آئینہ سورج ڈھل گیا یہ قاعدہ زوال کی پہچان کا ہے اور جب زوال پہچانا گیا اور یہ کہ سورج کتنے قدم پر ڈھلتا ہے تو وقت کا اول اور اُس کا آخر اور عصر کا وقت پہچانا جائے گا اور منازل کی شناخت کی حاجت ہوتی ہے تاکہ فجر کا طلوع معلوم ہو اور اوقات شب کے دریافت ہوں اور شرح اس کی طولانی ہے اور اس کی ضرورت ہو گی کہ اُس کے لئے ایک باب جداگانہ ہو۔

سو جب نماز کا وقت آوے پہلے سنت مؤکدہ پڑھے اس میں سر اور حکمت ہے، یہ امر اور اللہ زیادہ دانا ہے اس لئے کہ بندہ کے باطن میں پراگندگی اور اُس کی اُمنگ بھٹکی ہو جاتی ہے جبکہ لوگوں کے ساتھ میل جول یا معاش کے کاموں میں مشغولی یا بھول چوک جو خلقی طور پر رہے یا عادت کے موافق کھانے یا سونے کی طرف ہمت اُس کی مصروف ہو اُس کو مبتلا کرے۔ سو جبکہ پہلے سنت پڑھے گا تو اُس کا باطن نماز کی طرف کھینچتا ہے اور مناجات کے لئے وہ آمادہ ہوتا ہے اور سنت مؤکدہ سے اثر اس کی غفلت اور کدورت کا باطن سے جاتا رہتا ہے اور باطن میں صلاحیت آجاتی ہے اور فرض کے لئے مستعد اور آمادہ ہو جاتا ہے تو سنت ایک مقدمہ صالحہ ہے جس سے برکات اُتاری جاتی ہیں اور نفحات کو راہ ملتی ہے اُس کے بعد فرض کے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ توبہ نئے سرے سے کرے ہر گناہ سے جو اُس نے کیا ہو اور گناہوں سے عام ہیں اور خاص ہیں سو عام تو کبیرہ اور صغیرہ ہیں جن کی طرف شرع نے اشارہ کیا ہے اور کلام اللہ اور حدیث میں آیا ہے اور خاص حال شخص کے

گناہ ہیں۔ پس ہر شخص خواہ کوئی ہو اُس کے حال کی صفائی کے موافق کچھ گناہ اس کے ہوتے ہیں کہ جو اُس کے حال کو چھوڑ جاتے ہیں اور ان کو صاحب حال جانتا ہے اور کہا گیا ہے کہ ابرار لوگوں کے حسنات مقربین کے سیات ہیں۔ پھر نماز جماعت بغیر نہ پڑھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جماعت کی نماز منفرد کی نماز سے ستائیس درجہ فضیلت میں زیادہ ہے۔ پھر قبلہ کی طرف ظاہر میں مُنہ کرے اور درگاہِ الٰہی کی طرف باطن میں توجّہ کرے اور قل اعوذ برب الناس پڑھے اور اپنے دل میں آیت توجہ کہے یعنی اِنِّی وَجَّهتُ وَجهِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضَ حَنِیفًا وَّمَا اَنَا مِنَ المُشرِکِینَ۔ اور یہ توجہ نماز سے پہلے ہے اور یاری اور کشود گی طلب اُس کے ظاہر کے مُنہ کے لئے قبلے کی طرف پھرنے کے ساتھ ہے اور تخصیص اُس کے جہت کی توجہ کے ساتھ نماز کی جہت کے علاوہ ہے۔ بعد ازاں دونوں ہاتھ اپنے دونوں شانوں کے برابر اُٹھائے اس طرح سے کہ اُس کی دونوں ہتھیلیاں برابر اُس کے دونوں شانوں کے ہوں اور اُس کے دونوں انگوٹھے اس کے دونوں کان کی لَو کے پاس ہوں اور انگلیوں کے سرے کانوں کے ساتھ ہوں اور اُنگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہوں اور جو اُن کو کھُلی ہوئی رکھے تو بھی جائز ہے۔ اور ملانا اولیٰ ہے اس واسطے کہ بعضوں نے کہا ہے کہ نشر کھولنا ہتھیلی کا ہے کہ نہ انگلیوں کا کھولنا ہے اور تکبیر کہے اور اکبر کی ب اور ر کے بیچ میں الف کو نہ لائے اور اکبر کو جزم سے کہے اور اللہ کی لفظ میں مد کرے اور اُسے بڑھائے اور اللہ کے لفظ میں پیش کو زیادہ نہ بڑھائے اور تکبیر شروع نہ کرے الا اُس وقت کہ دونوں ہاتھ دونوں شانوں کے برابر ٹھہر جائیں اور ان دونوں ہاتھ کو تکبیر کے جھٹکے بغیر چھوڑے۔

سو وقار یہ ہے کہ جب قلب کو سکون و قرار ہو جائے تو اُس کے ساتھ اعضاء اور جوارح قلب کی شکل بن جائیں اور اولی اور اصوب کے ساتھ قوت پائیں اور نماز کی نیت اور تکبیر کو اس طرح ملائے اور جمع کرے کہ تکبیر کی حالت میں اُس

کے قلب سے یہ بات جاتی نہ رہے کہ وہ یہ نماز البتہ پڑھتا ہے۔

جنیدؒ سے حکایت کی گئی ہے کہ اُس نے کہا ہر ایک شئے کے لئے ایک خالص اور برگزیدہ اُس کا ہے اور نماز کا صفوہ تکبیر اولیٰ ہے اور وجہ اس کی کہ تکبیر اولیٰ صفوہ ہے اس کے سوا نہیں کہ وہ محل نیت اور ابتدائے نماز ہے۔

ابونصر سراجؒ کا قول ہے کہ میں نے سالم سے سُنا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ نیت اللہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے واسطے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور آفتیں جو بندہ کی نماز میں نیت کے پیچھے دشمن اور دشمن کے حصہ کی اگرچہ کتنی ہی زیادہ ہوں اُس نیت کے ہم وزن نہیں ہوتیں جو اللہ تعالیٰ کے واسطے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوں اور ہر چند وہ کتنی ہی قلیل ہوں۔

اور ابوسعید خرازؒ سے پوچھا گیا کہ نماز میں کس طرح داخل ہونا چاہیئے تو اُس نے کہا کہ تُو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح آوے کہ قیامت کے روز اُس کے سامنے حاضر ہو اور اللہ تعالیٰ کے روبرو اس طرح کھڑا ہو کہ تیرے اور اُس کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہو اور وہ تیرے سامنے ہو اور تو اس سے بات چیت کرے اور تُو جانے کہ جس کے سامنے تُو کھڑا ہے وہ بڑا بادشاہ ہے۔

اور بعضے عارفوں سے پُوچھا گیا کہ آپ کس طرح تکبیر اولیٰ کہتے ہیں تو کہا جب تُو اللہ اکبر کہے تو چاہیئے کہ تیرے ساتھ لفظ اللہ میں تعظیم الف کے ساتھ اور ہیبت لام کے ساتھ اور مراقبہ و قرب ہا کے ساتھ ہو۔ اور جاننا چاہیئے کہ آدمیوں میں سے بعضے وہ ہوتے ہیں کہ جب اُس نے کہا اللہ اکبر تو وہ عظمت اور کبریا میں غائب ہو گیا اور نور سے اُس کا باطن معمور ہو گیا اور تمام دُنیا اس کے شرح سینہ کی فضا میں ایک رائی کے دانہ کے برابر ہو گئی جو کہ دشت و بیان کی زمین میں ہو۔ پھر وہ رائی کا دانہ چھٹکا دیا گیا تو وہ کیا وسوسہ اور حدیث نفس سے ڈرے گا اور کیا وہ دل میں دُنیا سے خیال کرے گا جو رائی برابر ہو گئی پھر وہ چھٹکا دی گئی۔

پس ایسے بندے کو وسوسے اور حدیث نفس سے ڈرے گا اور کیا وہ دل میں مطالعہ و عظمت اور اس میں ربودگی وجود نیت سے عنٹ پٹ ہو گئی ماسوا اس کے

کہ کمال لطافت حال سے روح مطالعۂ عظمت کے ساتھ مختص ہوتی ہے اور قلب نیت کے ساتھ متمیز ہوتا ہے تو نیت اپنی بہت لطیف صفات کے ساتھ موجود ہوتی ہے کہ نور عظمت میں ایسی مندرج ہوتی ہے کہ جیسے ستارے آفتاب کے نور میں مندرج ہوتے ہیں۔ پھر اپنے داہنے ہاتھ سے بایاں ہاتھ اپنا پکڑے اور اُن دونوں کو سینہ اور ناف کے درمیان اور داہنے کو اُس کی کرامت کے سبب بائیں کے اُوپر رکھے اور کلمہ کی اُنگلی اور بیچ کی اُنگلی کو کلائی پر کھینچے اور دونوں طرف سے تینوں باقی اُنگلیوں کے ساتھ بائیں ہاتھ کو پکڑے۔

اور ہر آئینہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ فرمایا ہے کہ وہ داہنے ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر سینہ کے نیچے ہے اور یہ اس لئے کہ سینے کے نیچے کو عرفاً ناحر کہتے ہیں یعنی اپنا ہاتھ ناحر پر رکھ۔

اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ وانحر یعنی قبلہ کی طرف اپنے پیش سینہ سے رُخ کر اور اس میں ایک راز مخفی ہے جو پردہ ہائے غیب سے اُس طرف مکشوف ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت لطیف کے ساتھ آدمی کو پیدا کیا اور اُس کو شرف دیا اور بزرگ کیا اور اُس کو اپنی نظر کا محل اور وحی کا ورود گاہ بنایا اور اپنی زمین و آسمان کی مخلوقات کا زبدہ اور انتخاب کیا۔ روحانی ہے اور جسمانی ارضی ہے اور سماوی راست قامت اور مرتفع صورت۔

سو اُس کے اوپر نصف دل کی حد سے ہے جس میں اسرار سماوی امانت رکھے گئے ہیں اور اُس کے نیچے کا نصف سو اس میں زمین کے اسرار رکھے ہوئے ہیں سو اُس کے نفس کا محل اور مرکز نصف اسفل ہے اور اُس کی روح روحانی اور قلب کا محل نصف اعلیٰ ہے تو روح کے جذبات نفس کے جذبات سے مقابلہ اور محاربہ کرتے ہیں اور اُن کی مدافعت اور اُن کے باہم غالب مغلوب ہونے کے اعتبار سے فرشتہ اور شیطان کی آمد اور قربت ہوتی ہے اور نماز کے وقت زیادہ تطارد اور مقابلہ ہوتا ہے اس واسطے کہ ایمان اور طبیعت میں باہم کشش ہوتی ہے اس حالت میں نمازی جس کا قلب سماوی ہو گیا ہے فناء اور بقاء کے درمیان آمد و شد

کرنے والا مکاشف ہوتا ہے اس سبب سے کہ نفس کے جذبے اپنے مرکز سے بلندی کو جاتے ہیں اور جوارح اور اُن کی گردش اور حرکت کے لئے باطن کے معانی کے ساتھ ارتباط اور موازنہ ہے۔

پس داہنے ہاتھ کے بائیں پر رکھنے سے نفس کا اپنے جاذبوں کی اونچی چڑھائی سے باز رہنا اور رُک جانا ہے اور اس کا نشان وسوسہ کے دفع ہونے اور حدیث نفس کے موقوف ہونے سے نماز میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر جبکہ رُوح کے جذبے غالب ہوتے ہیں اور وہ سر سے پاؤں تک مالک بن جاتی ہے اس وقت کہ اُنس کامل اور آنکھوں کی ٹھنڈک مقرر اور سلطان مشاہدہ غالب ہو تو نفس مقہور مذلل ہو جاتا ہے اور روح نور سے اُس کا مرکز تاباں اور روشن ہو جائے اور اُس وقت نفس کی کششیں جاتی رہتی ہیں اور جتنا کہ نفس کا مرکز نورانی ہوتا ہے اُس قدر عبادت کی گرانی اور ماندگی دور ہو جاتی ہے اور اس وقت نفس کے مقابلہ سے اور داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر نفس کے جذبے روکنے سے بے پرواہ ہو جاتا ہے تو اُس وقت نمازی اسبال کرتا ہے یعنی ہاتھ چھوڑ دیتا ہے اور شاید اسی واسطے اور اللہ دانا تر ہے وہ حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے کہ ہر آئینہ آپؐ نے نماز پڑھی ہاتھ چھوڑ کر اور وہ مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ پھر پڑھے: وجہت وجہی الایہ اور یہ توجہ اور رخ کرنا قلب کے منہ پاک صاف کرنے کے لئے ہے اور وہ توجہ جو نماز سے پہلے تھی قالب کے منہ کے لئے تھی۔ بعدازاں کہے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ فَاِنَّهٗ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا فَاِنَّهٗ لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ فَالْخَيْرُ كُلُّهٗ بِيَدَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

اور اپنے قیام میں اپنے سر کو جھکائے رکھے اور نظر اُس کی سجدہ کی طرف رہے

اور قیام قد کے سیدھے ہونے سے پورا اور کامل ہوتا ہے اور تھوڑا جھکاؤ بھی جو دونوں زانو اور تہی گاہ اور بدن کے موڑ توڑ کے مقاموں میں ہو وہ سب دور کرے اور ایسا کھڑا ہو کہ گویا اپنے تمام بدن سمیت زمین کی طرف دیکھ رہا ہے۔ سو یہ تمام بدن اجزاء کے خشوع سے ہے اور قلب کے خشوع ہونے سے بدن میں خشوع پیدا ہوتا ہے اور دونوں قدم کے درمیان چار انگلیوں کے برابر فرق رکھے اس واسطے کہ دونوں ٹخنوں کا مل جانا صفد اور قید ہے جو ممنوع ہے اور دو پاؤں میں سے ایک کو نہ اٹھائے اس واسطے کہ وہ صفن ہے جس سے منع کیا ہے (صفن گھوڑے کا تین پاؤں پر کھڑا ہونا اور چوتھے پاؤں کا سم زمین پر ٹکانا) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفن اور صفد سے نہی فرمائی اور ہرگاہ صفن ممنوع ہے تو ایک پاؤں پر بوجھ دینے میں ایک معنی صفن کے پائے جاتے ہیں۔

پس اعتدال کی رعایت پوری دونوں پاؤں پر بوجھ دینے میں ہے اور اشتمال صماء بھی مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ نمازی اپنے ہاتھ کو اپنی چھاتی کی طرف نکالے اور سدل سے اجتناب کرے اور وہ یہ ہے کہ اپنے جامہ کے کناروں کو زمین کی طرف لٹکائے کہ اس میں تکبّر کے معنی ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ یہ ہے کہ نمازی اپنے تئیں کپڑوں میں لپیٹے اور ہاتھ اپنے جامہ کے اندر کرے پھر رکوع کرے اور سجدہ کرے ایسا ہی ہے اور اسی میں داخل ہے جبکہ اپنے دونوں ہاتھ قمیص اور کرتہ میں کر لے اور کف سے پرہیز کرے اور وہ یہ ہے کہ اپنے لباس کو سجدہ کے وقت اپنے دونوں ہاتھ سے اُٹھاتے اور اختصار مکروہ ہے اور اختصار اپنے ہاتھ کا تہی گاہ پر رکھنا ہے۔ اور صلب مکروہ ہے اور وہ دونوں تہی گاہ یعنی کوکھوں پر دونوں ہاتھوں کا پورا رکھنا ہے اور دونوں بازو پسلیوں سے علیحدہ کرے سو جبکہ نماز میں کھڑا اس ہئیت سے ہو جس کا ہم نے ذکر کیا سب مکروہات سے بچا ہوا تو ہر آئینہ قیام پورا اور کامل کیا پھر توجہ کی آیت اور دُعا پڑھے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے بعد اُس کے کہے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اور اُسے ہر ایک رکعت میں قرأت سے پہلے کہے اور سُورۂ فاتحہ پڑھے اور مابعد فاتحہ کا پڑھے قلب کے حضور اور

قصد کی جمعیت اور دل و زبان کی موافقت سے جس میں حظ وافر قرب اور وصل اور ہیبت اور عاجزی اور خوف اور تعظیم اور وقار اور مشاہدہ اور سرگوشی سے ہو اور جب وہ امام ہو اور فاتحہ اور مابعد فاتحہ کے دوسرے سکوت میں یہ پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَنَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ۔

تو بہتر ہے اور اگر اُس کو پہلے سکوت میں پڑھے تو بہتر ہے۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے اس کو فرمایا ہے اور اگر نمازی اکیلا ہو تو اسے قرأت سے پہلے پڑھے اور بندہ سمجھے کہ اُس کی تلاوت زبان کی گویائی ہے اور اُس کے معنی دل کی گویائی ہیں اور ہر ایک مخاطب جو کسی ایک شخص سے اپنی زبان میں کلام کرتا ہے اور اُس کی زبان اس بات کی تعبیر کرتی ہے جو اُس کے دل میں ہے اور اگر متکلم کو اس شخص کا سمجھانا جس سے وہ کلام کرتا ہے دوسری زبان میں ممکن ہے تو ایسا کرتا ہے ولیکن جہاں فہمائش بغیر کلام کے متعذر ہو تو زبان کو ترجمان کرتا ہے سو جبکہ زبان سے کہے اور قلب اس کے موافق نہ ہو تو زبان اُس کی ترجمان ہے اور نہ قاری متکلم ہے جس کا یہ قصد ہو کہ اللہ تعالےٰ کو اپنی حاجت سنادے اور نہ وہ اللہ سبحانہٗ کی طرف کان رکھنے والا ہے جس سے کہ وہ اس مطلب کو سمجھے جس کا اُسے مخاطب کرنا ہے اور اُس کے پاس زبان کی حرکت کے سوا اور کچھ نہیں ہے ایسے قلب کے ساتھ جو غافل اُس مطلب کے قصد سے ہے جو وہ کہتا ہے تو یہ سزاوار ہے کہ وہ کلام کرنے والا سرگوشی کے ساتھ ہو یا کہ سُننے والا یاد رکھنے والا ہو۔ پس نماز میں خصوصیت والوں کا کم سے کم مرتبہ یہ ہے کہ تلاوت یعنی قرآن خوانی میں دل اور زبان دونوں جمع اور متحقق ہوں اور اس کے سوا اور احوال بھی خواص لوگوں کے ہیں جن کی شرح دراز ہے۔ بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ میں کبھی نماز میں نہیں مشغول ہوا کہ اپنی قرأت کے سوا کسی دوسری چیز نے مجھے بے آرام کیا ہو۔

اور عامر بن عبداللہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نماز میں دُنیا کے کاموں سے کچھ پاتے ہیں تو کہا اگر نیزوں کی نوک میرے چبھوئی جائیں تو مجھے زیادہ اس سے

لگتی ہیں کہ وہ ویں پاؤں جو تم نماز میں پاتے ہو۔

اور بعضے ایسے لوگ ہیں کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف نماز میں متوجہ ہوتے ہیں تو انابت کے معنی کو پہنچتے اور اُس صفت کے مصداق ہوتے ہیں اس واسطے کہ اللہ تعالےٰ نے انابت یعنی رجوع الی الحق کو مقدم کیا ہے اور فرمایا ہے مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَ اتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس طریقہ سے کہ وہ ماسوی اللہ سے بری اور بیزار ہوتا ہے اور ایسے سینہ سے جو اسلام کے ساتھ منشرح اور ایسے قلب کے ساتھ جو نور انعام سے کشادہ ہے نماز پڑھتا ہے۔ سو ایک کلمہ قرآن کا اُس کی زبان سے نکلتا ہے اور اُس کے تئیں اپنے دل سے سُنتا ہے پھر وہ کلمہ ایسے قلب کی فضا میں گرتا ہے جہاں اُس کے سِوا دوسری کوئی چیز نہیں ہے تب اس کا مالک قلب حسن فہم اور نعمت سماعت کی لذت سے بن جاتا ہے اور حلاوت استماع اور یادداشت کامل سے اُس کو مزے لیکر پی جاتا ہے اور اس کے معنی لطیف اور فحوای شریف کا ادراک کرتا ہے اور وہ ایسے معانی ہیں جو تفصیل ذکر سے لطیف تر ہیں اور فکر خفی کے ساتھ مشکل ہوتے ہیں اور معنی قرآن کا ظاہر قوتِ نفس ہو جاتا ہے سو نفس مطمئنہ معانی قرآن کے ساتھ اپنی حدیث کا عوض اور بدل حاصل کرتا ہے۔ سو اسواسطے کہ وہ معانی قرآن معانی ظاہرہ ہیں جو عالم حکمت اور شہادت کی طرف متوجہ ہیں جس کی مناسبت نفس سے قریب ہے جو رسم حکمت کے قائم کرنے کے لئے بنایا گیا ہے اور قرآن کے معانی باطنی جس کے ساتھ کشف عالم ملکوت ہوتا ہے قوت قلب ہے اور روح مقدس کو عظمت متکلم کے مطالعہ کے سبب چھڑا کر پردہ ہائے جبروت تک پہنچاتے ہیں اور ایسے ہی مطالعہ کے باعث استغراق کمال دریا ہائے اشواق میں ہوتا ہے۔

جیساکہ مسلم بن یسار سے منقول ہے کہ اُنھوں نے ایک روز مسجد بصرہ میں نماز پڑھی اُس وقت مسجد کا ایک ستون گر پڑا جس کے گرنے کی آواز بازار والوں نے سنی اور وہ نماز میں کھڑے تھے اور انھیں کچھ علم اس کا نہ ہُوا۔ بعد ازاں جبکہ رکوع کا ارادہ کیا تو قرأت میں سے رکوع میں جائیں بعد ازاں قد کو جھکاتے ہوئے رکوع کریں تو اس وقت آدھا نیچے کا بدن قیام میں بدستور اپنی حالت پر رہے بغیر اس کے کہ دونوں

زانوؤں میں کچھ خمیدگی اور جھکاؤ ہو اور دونوں کہنیوں کو علیحدہ اپنے دونوں پہلوؤں سے کرے اور گردن کو اپنی پیٹھ سے دراز کرے اور اپنی ہتھیلیاں اپنے دونوں زانوں پر انگلیاں کھولکر رکھے مصعب بن سعد نے روایت کی ہے کہ میں نے سعد بن مالک کے برابر نماز پڑھی تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں اور رانوں کے بیچ میں رکھے اور اُن دونوں کو ملا دیا تو میرے ہاتھوں پر ضرب دی اور کہا اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں زانوں پر رکھ اور کہا اے فرزند ہم بھی ایسے ہی کرتے تھے تو ہمیں حکم دیا گیا کہ گھٹنوں پر ہاتھوں کو رکھیں اور کہیں سبحان ربی العظیم تین بار اور وہ کمال اور پورے کا ادنیٰ درجہ ہے۔ اور پورا کامل یہ ہے کہ گیارہ بار کہے اور جس قدر پڑھے تو اُس وقت پڑھے کہ رکوع متمکن اور جائے گرفتہ ہو جائے اور بدوں اس کے کہ سر اٹھانے کے ساتھ اُس کے آخر کو ملائے اور رکوع میں جانے کے لئے اور رکوع سے سر اُٹھانے کے لئے رفع یدین کرے[1] یعنی دونوں ہاتھ اپنے اُٹھائے اور اپنے رکوع میں اپنے دونوں قدموں کی طرف دیکھتا رہے اس واسطے کہ وہ خشوع سے اقرب اُس کی نسبت ہے کہ سجدہ گاہ کی طرف دیکھے اور سجدہ کے مقام کو اُسی وقت دیکھے کہ جب وہ قیام کرے اور تسبیح یعنی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کے بعد کہے: اَللّٰھُمَّ لَکَ رَکَعْتُ وَلَکَ خَشَعْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ خَشَعَ لَکَ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَعَظْمِیْ وَمُخِّیْ وَعَصَبِیْ اور قلب اس کا رکوع میں رکوع کے معنی کے ساتھ متصف ہو جو تواضع اور فروتنی ہے۔ بعد ازاں سر اُٹھائے کہتے ہوئے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اس حالت سے کہ اپنے دل میں اُس چیز کو جانتا ہو جو کچھ کہ وہ کہتا ہے۔ پھر جبکہ وہ پورا کھڑا ہو جائے تو جہر کرے اور کہے رَبَّنَا لَکَ مِلْاَ السَّمٰوٰاتِ وَمِلْاَءِ الْاَرْضِ وَمِلْاَءِ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ۔ بعد ازاں کہے اھل الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد اور اگر نوافل میں قیام کو رکوع سے سر اُٹھا کر طول دے تو چاہیئے کہ یہ کہے لربی الحمد دوبارہ اور سہ بارہ جب تک کہ چاہے مگر جماعت میں طول میں زیادہ حد سے نہ دے اور رکوع سے سر اُٹھانے

---

[1] فقہ حنفی میں رفع یدین نہیں کیا جاتا، فقہ حنفی کے مطابق نماز کا طریقہ کتابوں میں مذکور ہے مثلاً "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز" (از ناشر)

میں اس پر قناعت کرے کہ اعتدال تمام کے ساتھ پیٹھ سیدھی کرے۔

حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ ہر آئینہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کی طرف نہیں دیکھتا ہے جو رکوع و سجود کے بیچ میں اپنی پیٹھ سیدھی نہ کرے۔ پھر سجدہ کرتے ہوئے گرے اور اس گرنے میں وہ تکبیر کہتا ہُوا بیدار حاضر خشوع کرتا ہُوا خبردار اُس چیز سے جس میں وہ گرتا ہے اور جس کی طرف وہ گرتا ہے اور جس کے واسطے گرتا ہے۔

پس سجدہ کرنے والوں میں سے بعضے وہ ہیں جن کو کشف اس کا ہوتا ہے کہ وہ حدود زمین کی طرف گرتا ہے ملک کے اجزار میں ناپید ہوتا ہے اس سبب سے کہ قلب اس کا حیاء اور شرم سے بھرا ہُوا ہے اور روح اُس کی کبریائے الٰہی سے آگاہ ہے جیسے کہ وارد ہُوا ہے کہ ہر آئینہ جبرئیل علیہ السلام مشرق میں اپنے بازو سے چھپ رہتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ اللہ تعالےٰ سے شرماتے ہیں۔ اور بعضے سجدہ کرنے والوں میں سے وہ ہیں جن کو مکاشفہ اُس کا ہوتا ہے کہ وہ اپنے سجدہ سے بساط کون و مکان کو طے کرتا ہے اور قلب اُس کا کشف و عیان کی فضا میں آزادانہ سیر کرتا پھرتا ہے اور اس کے گرنے سے آسمانوں کے طبق نیچے گرتے ہیں اور اُس کی قوت شہود سے دُنیا کی صورتیں محو ہو جاتی ہے اور وہ ردائے عظمت کے کنارہ پر سجدہ کرتا ہے اور یہ مرتبہ انتہا کا درجہ اُس کا ہے جس کی طرف ہمت بشری کا پرند پہنچتا ہے اور جس کو پہنچنے کے لئے قوائے انسانی وفا کرتی ہیں اور انبیاء اور اولیاء مراتب عظمت اور اُس کی کنہ کی آگاہی میں متفاوت ہیں ہر ایک کو اُن میں سے اپنے مرتبہ کے بقدر اُس سے حظ حاصل ہوتا ہے اور ہر ایک صاحب علم کے اوپر ایک علیم ہے۔

اور سجدہ کرنے والوں میں سے بعضے وہ ہیں جس کا ظرف وسیع ہے اور اس کی روشنی پھیلتی ہے اور دونوں قسم سے بہرہ مند ہوتا ہے اور دونوں بازوؤں کو کھولتا ہے پھر وہ اپنے قلب سے اجلالاً تواضع کرتا ہے اور اپنی روح کے ساتھ کرامت و افضال سے بلند ہوتا ہے۔ سو اس کے لئے انس اور ہیبت اور حضور اور غیبت اور فرار وقرار اور اسرار و جہار مجتمع ہو جاتے ہیں۔ سو وہ اپنے سجدہ میں دریائے شہود رانی

میں شناوری کرتا ہے ایک بال اس سے سجدہ میں نہیں پھرتا جیسا کہ سید البشر نے اپنے سجدہ میں کہا سجد لک سوادی وخیالی و للہ یسجد من فی السمٰوات والارض طوعًا وکرھًا۔ طوع یعنی انقیاد اور فرمانبرداری روح اور قلب کے لئے ہے اُس اہلیت اور قابلیت کے سبب سے جو اُن دونوں میں ہے اور کرہ یعنی رنج اور ناخوشی نفس کی طرف سے اس سبب سے کہ اُس میں بیگانگی ہے اور اپنے سجدہ میں کہے تین بار سبحان ربی الاعلیٰ دس بار تک کہ وہ کمال ہے اور سجدہ میں کشادہ چشم رہے۔ اس واسطے کہ وہ دونوں چشم سجدہ کرتی ہیں اور گرنے میں اپنے دونوں گھٹنے رکھے۔ پھر دونوں ہاتھ اپنے رکھے پھر ماتھا اپنا اور پھر ناک اپنی رکھے اور سجدہ میں اپنی ناک کی چوٹی کی طرف دیکھتا رہے اس واسطے کہ وہ سجدہ کرنے والے کے لئے زیادہ خشوع کا درجہ ہے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں خاص مصلّے پر رکھے کپڑے میں اُن کو نہ لپیٹے اور دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں اُس کا سر ہو اور دونوں ہاتھ اُس کے دونوں شانوں کے مقابل رہیں نہ اُن کے داہنے طرف اور نہ بائیں طرف اور تسبیح یعنی سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد کہے اللھم لک سجدت وبک آمنت ولک اسلمت سجد وجھی للذی خلقه وصوره وشق سمعه وبصره فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

اور امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ان کو کہا کرتے تھے اور اگر سبوح قدوس ربنا ورب الملائکة والروح کہے تو اچھا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے کہ ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سجدہ میں کہا کرتے تھے۔

اور اپنی دونوں کُہنیاں سجدہ میں اپنے دونوں پہلوؤں سے جدا رکھے اور اپنی اُنگلیوں کا رُخ سجدہ میں قبلہ رو رکھے اور اپنے دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں انگھوٹھے کے ساتھ ملائے اور اپنے دونوں ہاتھ زمین پر نہ بچھائے۔ بعد ازاں تکبیر کہتے ہوئے سر کو اُٹھائے اور اپنے بائیں پاؤں کے اوپر بیٹھے اور داہنے پاؤں کو کھڑا رکھے اس طرح پر کہ انگلیوں سے قبلہ رو ہو وے اور دونوں ہاتھ اور دونوں زانوؤں پر بے تکلف بغیر سلائے اور ملائے رکھے اور کہے: رب اغفرلی وارحمنی واھدنی واجبرنی وعافنی واعف عنی۔

اور اس نشست کو فرض میں زیادہ طول نہ دے مگر نوافل میں مضائقہ نہیں جب تک اس کو رب اغفر وارحم مکرر کہتے ہوئے طول دے۔ بعدازاں دوسرا سجدہ تکبیر کہتے ہوئے کرے اور قعود یعنی نشست میں اقعاء مکروہ ہے اور وہ اس مقام پر اس معنی میں ہے کہ دونوں سرین اپنے دونوں پاشنوں پر رکھے۔ اور جب دوسری رکعت میں کھڑے ہونے کا ارادہ کرے تو آرام کے لئے جلسہ خفیفہ کرے اور اسی طرح باقی رکعتوں میں کرے بعد اس کے تشہد کرے۔ اور نماز سرمعراج ہے اور وہ معراج قلوب ہے اور تشہد قرار گاہ وصول کا ہے۔ بعدازانکہ قطع مسافات علوی درجہ بدرجہ طبقات آسمانی کی ہو اور التحیات پروردگار خلائق پر سلام ہو۔ پس چاہیئے کہ جو کہے اُس کو ذہن میں لائے اور جس سے کہتا ہے اُس کے ساتھ باادب رہے اور کیفیت عرض کو جانے اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے اور اپنے دل کی آنکھوں کے سامنے اُس کو موجود جانے اور صالح بندگانِ الٰہی پر سلام بھیجے۔

پس اس صورت میں بندگانِ الٰہی سے کوئی بندہ آسمان اور زمین میں باقی نہیں رہتا مگر یہ کہ اُس پر نسبت روحانی اور خاصیت فطری کے ساتھ سلام نہ بھیجے اور اپنا داہنا ہاتھ اپنی داہنی ران پر رکھے کہ انگلیاں بندھی ہوئی ہوں مگر انگشت شہادت اور شہادت میں انگشت شہادت کو الا اللہ کے اوپر اُٹھائے نہ کلمۂ نفی میں جو لاالٰہ کے اندر ہے اور اس انگشت شہادت کو سیدھا نہ اُٹھائے بلکہ اس کا سرا ران کی طرف جھکا ہوا پیچیدہ ہو سو یہ انگشت شہادت خشوع کی صورت ہے اور خشوع قلب کی سرایت کی دلیل اُس کی طرف ہے اور اپنی نماز کے آخر میں دُعا اپنی ذات اور مومنین کے لئے کرے اور اگر امام ہو تو چاہیئے کہ دُعائیں منفرد اور تنہا نہ ہو بلکہ اپنی ذات اور مقتدیوں کے لئے دُعا کرے۔ اس واسطے کہ امام جو نماز میں بیدار ہوشیار ہو ایک دربانی کی مثال ہے جو کہ سلطان کے حضور میں حاضر ہو اور اُس کے پیچھے اہلِ حاجت ہیں کہ اُن کے لئے دربانِ رسول اور التماس کرتا ہے اور اُن کی حاجتوں کو عرض کرتا ہے اور مومنین دیوار کی مثال ہیں کہ ایک دوسرے کو مضبوط اور مستحکم کرے اور اسی کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے اُن کی تعریف اپنے اس قول سے فرمائی ہے کانھم بنیان مرصوص اور اس امت کے وصف میں کتب سابقہ میں ہے کہ اُن کی صفوف نماز میں ایسی ہیں کہ جیسے

صفوف اُن کی لڑائی میں ہیں۔

مروی ہے کہ معن ابن عیسٰی نے کعب احبار سے سوال کیا کہ توریت میں نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی پاتا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ ہم اس طرح پاتے ہیں کہ محمدؐ بن عبداللہ مکہ میں پیدا ہوں گے اور طیبہ کو ہجرت کریں گے اور ملک اُس کا شام میں ہو گا اور وہ نہیں ہے فحاش یعنی بسیار زشت سخن وزشت کار اور نہ وہ بازاروں میں سخاب یعنی چیخنے والا ہو گا اور برائی کا بدلہ برائی سے نہ کرے گا مگر وہ عفو کرے گا اور بخشائے گا اپنی امت کو جو حماد ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور نرمی اور آسوائی میں کریں گے اور ہر ایک بلندی پر تکبیر سے بزرگی اللہ تعالیٰ کی کریں گے اور اپنے ہاتھ پاؤں کا وضو کریں گے۔ اور نصف ساق تک ازار پہنیں گے وہ اپنی نمازوں میں ایسی ہی صف باندھیں گے جیسی کہ وہ اپنی لڑائی میں صفیں باندھیں گے اُن کی آوازیں اُن کی مسجدوں میں ایسی ہوں گی کہ جیسے شہد کی مکھیاں بھنبھناتی ہیں آسمانوں کے درمیان میں آوازیں سنائی دیں گی سو نمازیں امام صف کا پیشوا شیطان کی لڑائی میں ہے تو وہ خشوع اور ادائے مراتب ادب کے ساتھ ظاہر اور باطن سب نمازیوں سے اولیٰ اور افضل ہونا چاہیئے۔ اور بیدار ہوشیار نمازی کے جب ظاہر مجتمع ہوں گے تو اُن کے باطن بھی مجتمع ہوں گے اور باہم ایک دوسرے کی یاوری اور مددگاری کرتے ہیں اور ایک سے دوسرے کو اخذ انوار اور برکات اثر وسرایت کرتے ہیں بلکہ جس قدر مسلمان کہ زمین کی اطراف میں نماز پڑھنے والے ہیں قلوب وسنت سلام اور روابط ایمان سے اُن کے درمیان باہمدیگر یاوری اور امداد ہے بلکہ اللہ تعالیٰ بزرگ ملائکہ سے اُن کی امداد کرتا ہے جس طرح کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد ملائکہ نشان والوں سے روز بدر کی تھی سو اُن کی حاجتیں شیطان کی لڑائی میں بڑھ کر اُن کی حاجات سے ہیں جو کفار کی لڑائی میں تھیں۔ اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر۔ یعنی ہم نے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف بازگشت کی۔

پس اُن کو فرشتے متلاقی ہوتے ہیں بلکہ اُن کے سچے انفاس سے افلاک

قائم ہیں۔ پھر جبکہ نماز سے باہر آنا چاہے اپنے داہنے طرف سے سلام پھیرے اور سلام کرنے کے ساتھ ہی نیت کرے کہ وہ نماز سے باہر ہوتا ہے اور وہ سلام فرشتوں پر ہے اور حاضرین پر جو مومنین سے ہیں اور قوم جن سے جو مومن ہیں اور اپنا رخسارہ داہنے طرف والوں کے لئے گردن موڑنے سے ظاہر کرے اور اس سلام میں اور بائیں طرف کے سلام کے درمیان میں فصل اور علیحدگی کرے۔ اس واسطے کہ ہر آئینہ مواصلت سے نہی وارد ہوتی ہے اور مواصلت پانچ ہیں دو اُن میں سے امام کے ساتھ مخصوص ہیں اور وہ یہ ہے کہ امام تکبیر سے قرآت کو نہ ملائے اور رکوع کو قرآت سے نہ ملائے اور دو مقتدیوں پر ہیں اور وہ یہ ہے کہ تکبیر اولیٰ کو تکبیر امام سے نہ ملائے اور نہ اُس کے سلام کو اپنے سلام سے ملائے۔

اور ایک مواصلت دونوں یعنی امام اور مقتدی پر ہے اور وہ یہ ہے کہ فرض کا سلام نفل کے سلام سے نہ ملائے اور سلام کو جزم سے پڑھے اور اس کو بہت نہ کھینچے۔ پھر سلام کے بعد دُعا مانگے جو چاہے خواہ دنیا کا امر ہو یا اُس کے دین کا ہو۔ اور سلام پھیرنے کے پہلے ہی نماز کے اندر دُعا مانگے اس واسطے کہ وہ قبول ہوتی ہے۔

اور جس شخص نے پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی حقیقت میں بر و بحر کو عبادت سے بھر دیا اور تمام مقامات اور احوال کا نچوڑ اور زبدہ پانچوں وقت کی نماز با جماعت ہے اور وہ سرِ دین ہے اور مومن کا کفارہ ہے اور خطاؤں کو محو کرتی ہے اس رو سے کہ ہمارے شیخ شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی رح نے رواۃ کے واسطے سے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :۔

"پانچوں وقت کی نمازیں خطاؤں کی کفارہ ہیں اور پڑھو اگر تم چاہتے ہو۔ ان الحسنات یذھبن السیئات ذٰلک ذکری للذاکرین۔

اڑتیسواں باب

نماز کے اندر آداب اور اسرار کے بیان میں ہے

نمازی کے بہترین آداب سے یہ ہے کہ وہ کسی چیز میں دل بستہ نہ ہو خواہ وہ چیز تھوڑی ہو یا بہت ہو اس واسطے کہ عقلمندوں نے ترک دنیا کو نہیں کیا مگر اس لئے کہ وہ نماز کو ادا کریں جس طرح پر کہ مامور ہوئے ہیں سبب یہ ہے کہ ہر گاہ دنیا اور اشغال دنیا قلب کے مشغول کرنے والے تھے تو اُن کو چھوڑ دیا کہ محل مناجات پر موجب غیرت تھے اور قربت کے مقام کی انہیں رغبت تھی اور دل سے پروردگار عالم کو مانتے اور فرمانبردار تھے وجہ یہ ہے کہ ظاہر میں ادائے نماز اطاعت ظاہری اور دل کا نماز میں ماسوے اللہ سے فارغ ہونا اطاعت باطنی ہے سو اُنہوں نے حضور ظاہر اور ممانعت باطن کو نہیں خیال کیا جب تک کہ اُن کی اطاعت میں خلل نہ پڑے اور اُن کی عبودیت میں شکستگی آئے تو نمازی اس بات سے پرہیز کرے کہ اُس کا باطن اُس وقت غیر میں لگا ہو جبکہ نماز شروع کرے۔

اور کہا گیا ہے کہ آدمی کی دانش اور فقاہت سے یہ بات ہے کہ اپنی حاجت کو قبل از نماز ادا کرے اور اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب کھانا اور عشاء کی نماز ایک ساتھ آئے تو کھانے کو نماز عشاء پر مقدم کرو۔

اور نہ اُس وقت نماز شروع کرے کہ پیشاب کی حاجت ہو اور نہ اس وقت کہ بیت الخلاء کی ضرورت ہو اور موزہ کا تنگ اور کسا ہُوا ہونا بھی حازق اور پہنچنے والا مثل ضرورت مذکورہ ہے اور اُس حالت میں بھی نماز نہ پڑھے جبکہ موزہ اُس کا ایسا تنگ ہے جو اُس کے قلب کو مشغول اپنی طرف رکھتا ہے سو سوال کیا گیا کہ حازق کے بابت کوئی رائے اور تعیین نہیں ہے تو جواب اُس کا دیا گیا کہ حازق وہ شخص ہے جس کے ساتھ کوئی تنگی اور ضیق ہو اور حاصل کلام یہ ہے کہ آداب کی بات نہیں ہے کہ آدمی نماز اُس حالت میں پڑھے کہ جب اُن کے پاس ایسی شئے ہو جو اُس کے باطن کے مزاج کو اعتدال سے متغیر کر دے جیسے کہ وہ چیزیں جن کا ہم نے

ذکر کیا ہے اور غم شدید اور غضب مفرط بھی اس میں داخل ہیں۔

اور حدیث میں آیا ہے کہ کوئی تم میں سے نماز شروع نہ کرے اُس وقت کہ ترشرو اور ماتھے میں بل پڑے ہوں اور نہ ہرگز تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو جبکہ غصّہ میں ہو۔ پس سزاوار نہیں ہے کسی بندہ کے لئے کہ وہ نماز میں کھڑا ہو مگر اُس وقت کہ اپنی پوری ہیبت سے محلّی ہو اور نماز کا عمدہ لباس یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں میں اُس کے سکون ہو اور ادھر اُدھر نہ دیکھے نہ مُنہ پھیرے اور داہنا ہاتھ بائیں پر رکھے۔ پس اس سے بہتر کیا ہیئت ہے بندہ کی جو فروتن کھڑا ہو بادشاہ غالب کے سامنے حاضر ہو اور شرع نے حرکات پئے در پئے کی رخصت دی ہے جو تین سے کم ہو۔ اور اربابِ عزیمت نے نماز میں سب حرکات کو ترک کر دیا اور ایک دفعہ نماز میں میرے ہاتھ کو جنبش ہوئی اور اس وقت ایک شخص جہال میں سے میرے برابر کھڑے تھے۔ جب میں نماز سے فارغ ہو کر اُلٹا پھرا تو اُس نے میرے اوپر اعتراض کیا اور اُس حرکت کو بُرا جانا اور کہا ہمارے نزدیک یہ بات ہے کہ بندہ جب نماز میں کھڑا ہو تو اُسے چاہیئے کہ وہ سُن چپ چاپ نچلا رہے کہ اُس سے کوئی چیز اور عضو جنبش نہ کرے۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ نماز میں سات چیزیں شیطان کی طرف سے ہیں۔ تکبّر، نیند، وسوسہ، جمائی، خارش، التفات اور کسی چیز سے کھیلنا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ سہو اور شک۔

اور ہر آئینہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ نماز میں خشوع یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا شخص نہ جانے کہ اُس کے داہنے طرف کون شخص ہے اور بائیں طرف کون؟

اور سفیانؒ سے منقول ہے کہ کہا جس نے خشوع نہیں کیا اُس کی نماز فاسد ہوئی اور معاذ بن جبلؓ کی روایت اس سے بھی سخت اور دشوار تر ہے کہا جس نے قصدًا داہنی اور بائیں طرف سے نماز میں جانا پہچانا تو اُس کی نماز نہیں ہوئی۔ اور بعضے علماء نے کہا ہے کہ جس نے ایک کلمہ بھی جو دیوار یا فرش میں لکھا ہوا اپنی نماز

کے اندر پڑھا تو اُس کی نماز باطل ہے اور اُن میں سے بعض نے کہا ہے کہ یہ اس واسطے کہ وہ عملاً اُس کے مخالف ہے اور اس آیت کی تفسیر میں بعض نے کہا ہے وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ کہ وہ ہاتھ پاؤں کا سکون اور طمانیت ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ جس وقت تکبیر اولیٰ کہی جاوے تو جان لے کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ تیرے شخص کی طرف ناظر اور تیرے مافی الضمیر کا عالم ہے اور اپنی نماز میں اس کی مثال خیال کر کہ تیرے داہنے طرف بہشت اور بائیں طرف دوزخ ہے اور بہشت و دوزخ کی صورت باندھنے کا جو ہم نے ذکر کیا سبب یہ ہے کہ جب ذکر آخرت میں دل مشغول ہو گا تو اس سے وسواس منقطع اور دُور ہو جائیں گے تو یہ تمثیل دل کے لئے ایک دوا کا حکم رکھے گی تاکہ وسوسہ دُور رہو۔

ہمارے شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی نے بواسطات روایت کی ہے کہ سہل رح کا قول ہے کہ جس شخص کا دل ذکر آخرت سے خالی ہو تو اُسے وساوس شیطانی پیش آتے ہیں اور جو شخص کہ اس کا باطن صفائی قلب اور نور معرفت کا حاصل کئے ہو تو وہ اپنی چشم دیدہ کے سبب مستغنی اس سے ہے کہ مشاہدہ کی صورت بنا وے۔

اور ابوسعید خراز کا قول ہے کہ جس وقت رکوع کرے تو ادب اس کے رکوع میں یہ ہے کہ کھڑا رہے اور نزدیک ہو اور جھکے اپنے رکوع میں یہاں تک کہ اُس کا کوئی جوڑ اور عضو باقی نہ رہے مگر یہ کہ وہ عرش بزرگ کی جانب قائم ہو۔ پھر سبحان ربی العظیم کہے یہاں تک کہ اُس کے دل میں اللہ تعالیٰ سے بزرگ تر کوئی چیز نہ ہو اور اپنے نفس کی تصغیر اور تحقیر کرے حتیٰ کہ بھنگی سے بھی کمتر ہو۔ اور جب اپنا سر اُٹھائے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو جانے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ اُس کو دیکھتا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ اُس کے ساتھ خوف بھی اس قدر ہو کہ قریب ہے کہ اُس سے گداخت ہو جائے۔

سراج نے کہا ہے جبکہ بندہ تلاوت شروع کرے تو اُس میں ادب یہ ہے کہ وہ مشاہدہ کرے اور اُس کا دل سماعت کرے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ سے سن رہا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ کے سامنے پڑھ رہا ہے۔ اور یہ بھی سراج نے کہا ہے کہ ادب صوفیہ سے

یہ ہے کہ نماز سے پہلے مراقبہ اور مراعاۃ قلب کے خطرات اور عوارض سے کرے اور ماسوی اللہ جو چیز ہو اُس کی نفی کرے۔ پھر جبکہ نماز کے لئے حضور قلب سے کھڑا ہو تو گویا ایک نماز سے دوسری نماز میں کھڑے ہوئے تو ایسے نفس اور عقل کے ساتھ ہوگا کہ ان کے ساتھ نماز میں داخل ہوئے۔ پھر جب نماز سے باہر ہو تو اپنے حال کی طرف حضور قلب سے رجوع کرے۔

پس گویا کہ وہ ہمیشہ نماز میں ہیں سو یہ نماز کا ادب ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ بعضے صوفیہ ایسے تھے کہ حفظ عدد اُن سے کمال استغراق کے سبب نہ ہو سکتا تھا۔ یعنی وہ یہ نہ جانتے کہ کتنے رکعت پڑھیں اور ایک شخص اُن کے ساتھیوں میں سے شمار کیا کرتا کہ کتنی رکعت پڑھیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ نماز کی چار شاخ ہیں۔ حضور قلب محراب میں اور شہود عقل بادشاہ وہاب کے نزدیک ہے اور خشوع قلب بلا اشتباہ ہو اور خضوع ارکان نگاہداری کے ساتھ اس واسطے کہ حضور قلب کے وقت پردے اُٹھ جاتے ہیں اور شہود عقل کے وقت عتاب دور ہوتا ہے اور حضور نفس کے وقت دروازے کشادہ ہوتے ہیں اور ارکان کے خضوع کے وقت ثواب حاصل ہوتا ہے تو جو شخص نماز میں بلا حضور قلب کھڑا ہو تو وہ نمازی کھیلنے والا ہے اور جو شخص بلا شہود عقل نماز میں کھڑا ہو وہ نمازی بھولکڑ ہے اور جو بلا خضوع نفس پڑھنے لگا وہ شخص نمازی خطاکار ہے اور جو بلا خشوع ارکان پڑھتا ہے وہ نمازی جفا کار ہے اور جو ایسی نماز پڑھتا ہے جس کی تعریف کی گئی وہ مصلی صاحب وفا ہے۔

اور ہر آئینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب بندہ نماز فریضہ میں کھڑا ہوا اس حال سے کہ اللہ کی طرف اُس کا منہ اور کان اور آنکھ ہو تو وہ نماز سے فارغ ہو کر پھرا تو گویا اپنے گناہ سے وہ ایسا پاک ہوا کہ جیسے اس دن ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اور ہر آئینہ اللہ تعالے لے منہ دھونے سے اس کا گناہ جو اُس سے ہوا اور اس کے دونوں ہاتھوں کے دھونے سے اُس کے گناہ اور اس کے دونوں پاؤں دھونے سے اُس کے گناہ دھوتا ہے اور دور کرتا ہے حتیٰ کہ وہ نماز میں اس طرح در آتا ہے کہ اُس کے سامنے کوئی گناہ نہیں ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چوری کا ذکر ہُوا تو آپؐ نے فرمایا کہ کون چوری سب سے زیادہ بُری اور خراب ہے ؟ تو حاضرین نے عرض کی کہ اللہ اور رسول اُس کا دانا تر ہے ۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ سب چوریوں سے بدتر یہ ہے آدمی اپنی نماز سے چوری کرے ۔ لوگوں نے کہا کہ آدمی اپنی نماز سے کس طرح چوری کرتا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ نماز کا رکوع پورا نہیں کرتا اور نہ اُس کا سجدہ اور نہ اُس کا خشوع اور قرأت کو پورا کرتا ہے جو نماز میں ہے ۔

ابوعمر بن علائی سے روایت ہے کہ وہ امامت کے لئے بڑھایا گیا تو اُس نے کہا کہ صلاحیت نہیں رکھتا ۔ پھر جب اُس سے الحاح کی گئی اُسے تکبیر تحریمہ باندھی پھر اُسے غش آگیا سو لوگوں نے دُوسرے کو امام بنایا ۔ پھر جب اُسے ہوش آیا تو اُس سے سوال کیا گیا تو کہا جب میں نے کہا استودا یعنی برابر صف کرو تو ہاتف نے مجھے آواز دی کہ آیا تُو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کبھی مستوی اور برابر ہُوا ہے یعنی باادب اور منقاد ہوا ہے ۔

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ نے اچھی طرح وضو کیا اور نماز اُس کی وقت پر پڑھی اور اُس کے رکوع وسجود اور مواقبت کی حفاظت کی تو نماز کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جیسے کہ تُو نے میری حفاظت کی ہے ۔ پھر وہ بلند ہوتی ہے کہ اُس کے لئے ایک نور ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ آسمان تک پہنچتی ہے اور یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہے ۔ پھر اپنے نمازی کے لئے شفاعت کرتی ہے ۔ اور جب بندہ نماز کو ضائع کرتا ہے تو اُس کو نماز کہتی ہے کہ اللہ تجھے ضائع کرے جیسا کہ تُو نے مجھے ضائع کیا ہے ۔ پھر وہ اُونچی چڑھتی ہے کہ اُس کے ساتھ تاریکی ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ آسمان تک پہنچتی ہے اور اُس کے لئے دروازہ بند ہو جاتا ہے پھر وہ لپیٹی جاتی ہے جس طرح کہ دُہرا کپڑا لپیٹا جاتا ہے پھر وہ اُس کے نمازی کے مُنہ پر ماری جاتی ہے ۔

اور ابو سلیمان درانی نے کہا ہے کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوا تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اٹھا دو وہ پردے جو میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہیں ۔ پھر جب وہ بندہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے دوسری جانب منہ پھیرتا ہے تو اللہ تعالےٰ

فرماتا ہے کہ ڈال دو وہ پردہ جو میرے اور اُس کے بیچ میں ہے اور میرے بندہ کو اور اُس چیز کو چھوڑ دو جو اُس نے اپنے نفس کے لئے پسند کی ہے۔

اور ابو بکر وراقؒ نے کہا ہے کہ اکثر اوقات میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور اُن سے میں منصرف اور اُلٹا پھر آتا ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ سے ایسی ہی حیاء آتی ہے جیسے اُس مرد کو شرم آتی ہے جو زنا سے اُلٹا پھر کے آتا ہے۔ پھر قول اُس کا اُس کے نزدیک بڑا ادب ہے اور ہر ایک انسان نماز کا ادب اُسی قدر جانتا ہے جس قدر کہ قرب سے حصّہ ہوتا ہے۔

اور موسیٰ بن جعفر سے پوچھا گیا کہ لوگوں نے آپ کی نماز آپ کے سامنے چلنے سے فاسد کر دی کہا کہ جس کے لئے میں نماز پڑھتا ہوں وہ مجھ سے قریب تر اُس سے ہے جو میرے آگے سے گزرتا ہے۔

اور منقول ہے کہ حضرت زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہم کی یہ حالت تھی کہ جب آپ نماز کے لئے باہر نکلتے تو رنگ کے تغیّر کے سبب پہچان نہ پڑتے تو آپ سے اُس کی بابت دریافت کیا جاتا۔ آپ فرماتے کہ جب تم جانتے ہو کہ کس کے سامنے میں جانے کا ارادہ کرتا ہوں۔

اور عمار بن یاسر نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ہر آئینہ آپ نے فرمایا ہے کہ بندہ کے لئے اُس کی نماز سے اُسی قدر لکھا جاتا ہے جو وہ سمجھتا ہے اور دوسرے الفاظ میں وارد ہے تم میں سے بعضے وہ ہیں جو پوری نماز پڑھتے ہیں اور بعضے تم میں سے نماز آدھی پڑھتے ہیں اور چوتھائی اور پانچواں حصّہ یہاں تک کہ دسویں حصّہ تک پہنچتے ہیں۔ خواص کا قول ہے کہ آدمی کو چاہئیے کہ نوافل کی نیت کرے تاکہ اُس کے فرائض کے نقصان پورے ہوں اور اگر اُس کی نیت نہ کرے تو اُس سے کچھ محسوب نہ ہوگا۔ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نوافل کو قبول نہیں کرتا جب تک کہ نماز فریضہ کو ادا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہاری مثل اُس میرے بندہ کی ہے کہ قبل اس کے کہ قرض ادا کرے ہدیہ اور تحفہ کا بھیجنا شروع کرے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ خلق اللہ تعالیٰ سے دو خصلت کے سبب منقطع اور علیحدہ

ہو گئی۔ ایک اُن میں سے یہ ہے کہ نوافل کو طلب کیا اور فرائض کو ضائع کیا۔ اور دوسری یہ ہے کہ انہوں نے ظاہر کے اعمال کئے اور اُن میں صدق اور نیک خواہی کے ساتھ اپنے دِلوں کو نہ لگایا اور اللہ تعالیٰ نے انکار کیا ہے کہ کسی عامل سے کوئی عمل قبول نہ کرے جب تک اُس میں صدق اور حق اس سے نہ ہو اور نماز میں آنکھ کا کُھلا رکھنا اس سے بہتر ہے کہ اُس کو بند کرے الا اُس وقت کہ اُس کا قصد نظر کی تفریق اور اُس کے اِدھر اُدھر پھرنے پر ہو تو اُس وقت آنکھوں کو بند کرے تاکہ خشوع کے لئے مدد پہنچے۔ پھر اگر جمائی نماز میں آوے تو جہاں تک ہو سکے اپنے ہونٹوں کو ملائے اور اپنی ٹھوڑی کو اپنے سینہ سے نہ ملائے اور نہ دوسرے سے نماز میں مزاحم ہو۔

بعض نے کہا ہے کہ مرحوم یعنی جس شخص کو دھکا دیا وہ مزاحم یعنی دھکا دینے والے کی نماز کا ثواب لے جائے گا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ جس شخص نے پہلی صف اس خوف سے چھوڑ دی کہ پہلی صف والوں کے لئے جگہ کی تنگی ہو گی اور وہ دوسری صف میں کھڑا ہُوا تو اُس کو اللہ تعالےٰ صفِ اوّل کے برابر ثواب دے گا بغیر اس کے کہ صف اول والوں کے ثواب سے کچھ کمی ہو۔

اور روایت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نماز میں کھڑے ہوتے تو اُن کے قلب کی طپش اور تڑپ ایک میل کے فاصلے پر سُنائی دیتی تھی۔ اور حضرت عائشہ رضؓ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سینہ سے جوش کی آواز ایسی سُننے میں آتی جیسے دیگ سے آتی ہے حتیٰ کہ مدینہ کے گلی کوچوں میں سُن پڑتی تھی۔

اور جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ نماز کا فرض کیا ہے؟ جواب دیا کہ تعلقات کا توڑنا اور قصد کا جمع کرنا اور اللہ تعالےٰ کے سامنے حاضر ہونا۔ اور حسنؓ نے کہا ہے تیرے اوپر وہ کونسا امر تیرے دین سے ہے جو بزرگ تر ہو۔ درحالیکہ تیرے اوپر نماز تیری خوار اور سُبک ہو۔ اور منقول ہے کہ بعض انبیاءؑ کی طرف اللہ تعؔ نے وحی بھیجی اور کہا جب تُو نماز میں مشغول ہو تو اپنے دل سے خشوع اور اپنے بدن سے خضوع اور اپنی آنکھ سے اشک میرے حوالہ کر اُس وقت مَیں قریب ہوں۔

اور ابوالخیر اقطع نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں
دیکھا تو میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا یا ابا الخیر
نماز اپنے اوپر لازم کر اس واسطے کہ میں نے اپنے پروردگار سے وصیت طلب کی تو
مجھے اس نے نماز کی وصیت کی اور مجھے فرمایا کہ میں سب سے زیادہ قریب اس وقت
ہوتا ہوں کہ جب تو نماز میں ہوتا ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ
دو رکعتیں فکر میں بہتر رات بھر کے قیام سے ہیں۔

اور منقول ہے کہ محمد بن یوسفؒ فرماتے تھے حاتم اصم کو دیکھا کہ کھڑا ہوا لوگوں کو
وعظ کہتا تھا تو اس سے کہا کہ اے حاتم میں تجھے دیکھتا ہوں کہ لوگوں کو نصیحت کرتا ہے
کیا تو نماز اچھی پڑھتا ہے؟ کہا ہاں کہا کیونکر نماز پڑھتا ہے؟ کہا کہ میں حکم کے ساتھ اٹھتا
ہوں اور چلتا میں خوف سے ہوں اور داخل ہیبت سے ہوتا ہوں اور عظمت کے ساتھ
اللہ اکبر کہتا ہوں اور ترتیل سے قرأت کرتا ہوں اور خشوع سے رکوع کرتا ہوں اور
سجدہ میں تواضع اور تشہد کے لئے پورا بیٹھتا ہوں اور سنت پر سلام پھیرتا ہوں اور
اپنے پروردگار کے اسے سپرد کرتا ہوں اور اس کی حفاظت اپنی زندگی بھر کرتا ہوں۔
اور ملامت کے ساتھ اپنے نفس کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اس کا خوف میں کرتا
ہوں کہ میری نماز وہ قبول نہ کرے اور امید قبول کی رکھتا ہوں اس خوف و رجاء کے
درمیان میں ہوں اور جس نے مجھے علم سکھایا اس کا شکریہ کرتا ہوں اور میں اس کو علم
سکھاتا ہوں جو مجھ سے مانگتا ہے اور میں اپنے پروردگار کی حمد کرتا ہوں اس واسطے
کہ مجھے اس نے ہدایت کی ہے تو محمد بن یوسفؒ نے کہا کہ تجھ سا شخص صلاحیت اس
کی رکھتا ہے کہ واعظ ہو۔"

اور قول اللہ تعالیٰ کا کہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی یعنی نماز کے قریب
نہ جاؤ جبکہ تم نشہ میں ہو۔ اس میں متوالا حب دنیا سے مراد ہے اور بعضوں نے کہا ہے
کہ متوالا رنج اور غم خوارگی سے ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
جس شخص نے نماز دو رکعتیں پڑھیں اور دنیا کی کوئی بات اس کے نفس سے نہیں کی تو اللہ تعالیٰ
اس کے گناہ جو پہلے کئے ہوں بخش دیتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ نماز غربت اور مسکنت

اور تواضع اور تضرع اور پشیمانی ہے اور تو اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور کہے اللّٰھم اللّٰھم سو جو کوئی یہ نہیں کرتا ہے تو وہ نماز ناقص ہے ۔

اور ہر آئینہ وارد ہُوا ہے کہ مومن جس وقت نماز کے لئے وضو کرتا ہے تو اطراف زمین میں شیطان اُس کے خوف کے سبب اُس سے دُور بھاگتا ہے اس واسطے کہ اُس نے تیاری اُس کی شروع کی ہے کہ بادشاہ کے حضور میں آوے۔ پھر جب وہ اللہ اکبر کہتا ہے تو شیطان اُس سے چُھپ جاتا ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ نمازی اور شیطان کے درمیان حجاب ڈال دیا جاتا ہے کہ اُس کی طرف وہ نہیں دیکھتا ہے اور خدائے جبار اُس کو اپنے رُخ کے سامنے متوجہ کر لیتا ہے۔ پھر جب اُس نے اللہ اکبر کہا تو اللہ تعالیٰ اُس کے قلب میں دیکھتا ہے۔ پھر اگر اُس کے دل میں اللہ تعالیٰ سے بزرگ تر کوئی نہیں ہوتا تو فرماتا ہے کہ تُو نے اللہ تعالیٰ کی اپنے دل میں تصدیق کی جیسا کہ تُو کہتا ہے کہ اللہ اکبر اور اُس کے دل سے نُور شعاعیں پھیلاتا ہے کہ وہ عرش کے ملکوت کو جا ملتا ہے اور اُس نور کے سبب اُس کو زمین و آسمان کے پردے کُھل جاتے ہیں اور اس نور کے درمیان اُس کے لئے حسنات لکھے جاتے ہیں اور جب ایک جاہل غافل نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اُس کو شیاطین گھیر لیتے ہیں جس طرح مکھیاں شہد کے نقطہ پر چاروں طرف سے آن گرتی ہیں۔ پھر جب وہ اللہ اکبر کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے قلب میں دیکھتا ہے جب کہ اُس کے دل میں کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کے اُس کے نزدیک بڑی ہوتی ہے تو اُس کے لئے فرماتا ہے کہ تُو جھُوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ تیرے دل میں سب سے بزرگ تر نہیں ہے جیسا کہ تُو کہتا ہے اُس وقت اُس کے دل میں سے ایک دھواں اُٹھتا ہے جو آسمان کے برابر پہنچتا ہے اور وہ حجاب اُس کے قلب کا ملکوت سے ہو جاتا ہے ۔ پھر یہ حجاب اُس کی صلابت زیادہ کر دیتا ہے اور شیطان اُس کے قلب کو اپنا لقمہ بنا دیتا ہے پھر ہمیشہ اُس میں پھُونک مارتا ہے اور فضلہ ڈالتا ہے اور اُس کی طرف وسوسہ پہنچاتا ہے اور تزئین ماسوٰی کی دنیا وغیرہ سے کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی نماز سے اُلٹا پھرتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ اُس میں کیا تھا۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ اگر شیاطین بنی آدم کے قلوب کے اِرد گرد نہ

گھومتے تو البتہ وہ عالم ملکوت آسمانی کی طرف دیکھتے اور وہ قلوب صافی جن کا ادب اُن کے قالبوں کے کمال ادب سے کامل ہو گیا ہے وہ آسمانی ہو جاتے ہیں کہ تکبیر کے ساتھ ہی آسمان میں داخل ہوتے ہیں جس طرح کہ وہ غار میں داخل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آسمان کو شیاطین کے تصرف سے محفوظ و مصئون کیا ہے تو جو قلب آسمانی ہیں اُن کی طرف شیاطین کو راستہ نہیں ہے پھر اُس وقت ہوا جس نفسانی اُس میں باقی رہ جاتے ہیں کہ وہ آسمان کے اندر قلعہ بند ہونے سے نہیں قطع ہوتے جس طرح کہ تصرف شیطانی قطع ہو جاتا ہے اور جو قلوب کہ مراد (یہاں مراد اصطلاحی ہے جو مرید کے مقابل ہے) ہیں وہ درجہ بدرجہ تقریب کی وجہ سے چڑھتے ہیں اور آسمانوں کے طبقوں میں عروج کرتے ہیں اور آسمانی طبقات کے ہر طبقہ میں ظلمتِ نفس سے کسی قدر پیچھے رہتے اور ہٹتے جاتے ہیں اور اُس کے اندازہ سے ہوا جس نفسانی کم ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ آسمانوں سے گذر جاتا ہے اور عرش کے سامنے توقف کرتا ہے۔

پس اُس وقت نور عرش کے روشنی سے ہوا جس نفسانی اور خطرات اُس کے بالکل زائل ہو جاتے ہیں اور نفس کی تاریکیاں قلب کے نُور میں چھپ جاتی ہیں جس طرح کہ رات اندر دن کے غائب ہو جاتی ہے اور اُس وقت میں آداب کے حقوق اچھی طرح ادا ہوتے ہیں۔

اور جس قدر ہم نے نماز کے ادب بیان کئے وہ بہت آداب ہیں اُن میں سے تھوڑے اور معدود ہیں اور شان نماز ہمارے وصف سے بہت زیادہ اور بڑھی ہوئی ہے اور ہمارے ذکر سے کامل تر ہے اور بہت اقوام نے غلطی کی اور کہا ہے کہ نماز سے مقصود اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور جب ذکر حاصل ہو گا تو نماز کی کیا حاجت ہے؟ اور گمراہی کے راستوں پر وہ لوگ چلے اور خیالات باطل کی طرف جھکے اور اُن لوگوں نے آئین اور احکام کو محو و منسی کر دیا اور حلال و حرام کو چھوڑ دیا اور دُوسری قوموں نے اُس میں ایک اور طریق اختیار کیا جس سے نقصان حال تک پہنچایا جہاں کہ وہ گمراہی سے سلامت رہے اس

واسطے کہ انھوں نے فرائض کا اقرار کیا اور نوافل کی فضیلت سے انکار کیا اور تھوڑی راحت حال پر فریفتہ ہو گئے اور فضل اعمال کو ترک کر دیا اور یہ نہ جانا کہ اللہ تعالےٰ کے واسطے ہر ایک صورت میں صورتوں سے اور ہر ایک حرکت میں حرکات سے اسرار اور حکمتیں ہیں جو کسی چیز میں اذکار سے موجود نہیں ہیں تو احوال اور اعمال ایک روح اور دو جسم ہیں اور جب تک بندہ دُنیا میں ہے اُس کے اعمال سے روگردانی عین طغیان اور سرکشی ہے تو اعمال کو احوال کے سبب چھوڑ دیا حالانکہ احوال کا نشوونما اعمال کے ساتھ ہے۔

اُنتالیسواں باب

روزہ اور اُس کے حسن اثر کی فضیلت میں ہے

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا صبر نصف ایمان ہے اور روزہ نصف صبر ہے اور کہا گیا ہے کہ بنی آدم کے اعمال میں کوئی چیز نہیں ہے مگر وہ ردِّ مظالم اور تاوان میں جاتی ہے بجز روزہ کے اس واسطے کہ کوئی قصاص اس میں دخل نہیں پاتا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ روزہ میرے واسطے ہے تو کوئی شخص اُس میں سے کچھ قصاص میں نہ پائے گا۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ روزہ میرے واسطے ہے اور میں اس کی جزا ہوں۔

بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی ذات کی طرف مضاف اور منسوب کیا ہے اس واسطے کہ اس میں اخلاق صمدیت سے ایک خلق ہے۔ اور نیز اس واسطے کہ وہ اعمال باطنی سے ہے از قبیل تروک کہ اُس پر اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا کوئی مطلع نہیں ہوتا۔ اور اس قول اللہ تعالیٰ کی تفسیر میں السّائحون صائمون مراد ہے اس واسطے کہ انھوں نے بھوک پیاس میں اللہ تعالےٰ کی طرف سیاحت اور سفر کیا ہے اور اس قول اللہ تعالیٰ میں انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب کہا گیا ہے کہ صابرون صائمون ہیں اس واسطے کہ صبر ایک اسم اسمائے صوم سے ہے اور روزہ دار کے لئے فراغت تامہ دی جاتی ہے اور اس کے لئے تخمینہ اور اندازہ

اجر کا کامل کیا جاتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس قول اللہ تعالیٰ میں فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَاءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۔ ایک وجہ منجملہ اور وجوہ کے یہ بھی ہے کہ اُن کا عمل صوم ہے۔

اور یحییٰ بن معاذ نے کہا ہے جبکہ مرید زیادہ کھانے میں مُبتلا ہو اُس پر ملائکہ شفقت کے سبب گریہ وبکا کرتے ہیں اور جو کوئی کھانے کی حرص میں پھنستا ہے تو ہر آئینہ وہ شہوت کی آگ میں جلایا گیا اور بنی آدم کے نفس میں شر کے امزار عضو ہیں جو سب کے سب شیطان کے قبضہ میں ہیں جس سے اُس کو تعلق ہے تو جس وقت اُس نے پیٹ کو خالی اور بھوکا رکھا اور اُس کا گلا دبایا اور نفس اُس کا راضی ہوا تو تمام عضو خشک ہو جاتے ہیں اور بھوک کی آتش میں جلتے ہیں اور شیطان اُس کے سایہ سے بھاگتا ہے اور جب اُس نے پیٹ اپنا بھر لیا اور حلق اُس کا چھوڑ دیا تاکہ شہوات کے مزے خوب چکھے تو اُس کے اعضاء فربہ اور تازہ ہوتے ہیں اور شیطان کو قوت ہوتی ہے اور سیری اور شکم پُری نفس میں ایک نہر ہے جس پر شیاطین وارد ہوتے ہیں اور بھوک رُوح میں ایک نہر ہے جس پر ملائکہ وارد ہوتے ہیں اور شیطان بھوکے سونے والے سے بھاگتا ہے اور اُس کا کیا حال ہوگا جبکہ وہ قائم ہو اور شیطان پیٹ قائم سے بغلگیر ہوتا ہے اور کیا اُس کا حال ہوگا جبکہ وہ سوتا ہو سو مرید صادق کا نفس جبکہ کھانا پینا مانگتا ہے اللہ تعالےٰ کی طرف فریاد کرتا ہے۔

ایک شخص طیالسیؒ کے پاس آیا اور وہ اُس وقت سُوکھی روٹی کھا رہا تھا جس کو پانی میں بھگویا تھا نمک کے ساتھ جو نیم کوفتہ تھا اُس شخص نے آپ سے کہا کہ کیونکر اُس کی آپ خواہش کرتے ہیں۔ آپ نے کہا اُسے میں چھوڑ دیتا ہوں یہاں تک کہ اُس کی خواہش مجھے ہو۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ جس شخص نے اپنے کھانے پینے کے اندر اسراف اور حد سے تجاوز کیا اُس کی طرف خواری اور ذلت دُنیا میں قبل از آخرت شتابی کرتی ہے۔ اور صوفیہ سے بعضوں نے کہا ہے کہ بڑا دروازہ جس میں سے ہوکر

اللہ تعالیٰ کے حضور میں آدمی پہنچتا ہے وہ غذا کا چھوڑ دینا ہے۔

اور بشیرؒ نے کہا ہے کہ بھوک دل کو صاف کرتی ہے اور ہوا یعنی خواہش نفسانی کو مار ڈالتی ہے اور علم دقیق اُس کا ورثہ ہے۔

اور ذوالنونؒ نے کہا ہے کہ میں نے کبھی نہیں کھایا حتیٰ کہ پیٹ بھر گیا اور کبھی نہیں پانی پیا حتیٰ کہ سیراب ہو گیا مگر یہ کہ معصیتِ الٰہی اور نافرمانی میں پڑ گیا یا یہ کہ کسی معصیت کا میں نے قصد کیا۔

اور قاسم بن محمدؒ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہمارے اُوپر ایک پورا اور آدھا مہینہ آیا کرتا کہ ہمارے گھر میں آگ کو دخل نہ تھا نہ چراغ کے لئے نہ کسی دوسری چیز کے لئے۔ راوی نے کہا کہ میں نے کہا سبحان اللہ پھر کس چیز سے آپ زندہ رہتی تھیں فرمایا کھجوروں سے اور پانی سے اور ہمارے ہمسایہ میں انصار لوگ رہتے تھے جن کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ اُن کے پاس مستعار دُودھ کے جانور تھے سو بسا اوقات وہ لوگ ہماری کسی قدر غمخواری کرتے تھے۔

اور حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا نے اپنے باپ سے کہا کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے رزق کو وسعت دی ہے تو کاش آپ کھانا زیادہ اُس سے کھاتے جو آپ کھاتے ہیں اور ایسا کپڑا پہنتے جو آپ کے اس کپڑے سے ملائم ہوتا تو فرمایا کہ میں ہر آئینہ تجھ سے مخاصمت تیرے نفس کی طرف کرتا ہوں کیا ایسا امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تھا اس کو بار بار کہتے تھے تو حفصہؓ روئیں۔ پھر فرمایا کہ واللہ میں اُس کے شدید زندگی دُنیاوی میں شریک ہوں گی شاید کہ اُس کے فراخ عیشی آخرت میں شریک ہوں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ عمرؓ کے لئے میں نے کبھی آٹا نہیں چھانا مگر یہ کہ میں نے اُس کی نافرمانی کی۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ تین دن بھی گیہوں کی روٹی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کھائی یہاں تک کہ آپؐ نے وصال کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ملکوت کا دروازہ ہمیشہ کھٹکھٹایا کرو کہ وہ تمہارے لئے

کھُل جائے گا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم کس طرح اُس کی مداومت کریں ؟ کہا بھُوک سے اور پیاس سے اور تشنگی سے۔

اور منقول ہے کہ یحیٰی بن زکریا علیہما السلام پر ابلیس ظاہر ہُوا اور اُس کے اُوپر جال اور پھندے اور کمندیں تھیں۔ سو کہا یہ کیا چیز ہیں ؟ کہا یہ شہوات ہیں جن میں بنی آدم کو پھاندتا ہوں کہا تو اس میں میرے لئے بھی کوئی شہوت پاتا ہے کہا نہیں بجز اس کے کہ آپ نے ایک شب پیٹ بھر کھانا کھایا تھا تب ہم نے تجھے نماز اور ذکر سے گراں اور الکسی کر دیا۔ آپ نے کہا ضرور ہے کہ میں آئندہ کبھی پیٹ بھر کے کھانا نہ کھاؤں۔ ابلیس نے کہا ضرور ہے کہ میں کبھی کسی کو نصیحت نہ کروں۔

اور شقیق کا قول ہے کہ عبادت ایک حرفہ ہے اور خلوت اس کی دُکان ہے اور بھُوک اس کے اوزار ہیں۔ اور لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جب معدہ تو بھرے تب فکرت سو جائے گی اور حکمت بہری ہو گی اور ہاتھ پاؤں عبادت سے باز رہیں گے۔

اور حسنؒ نے کہا ہے کہ دو لگاون مت دستر خوان پر اکٹھے کرو کہ یہ منافقوں کے کھانے میں سے ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ ایسے زاہد تارک الدنیا سے مانگتا ہوں جس کے معدے کو انواع و اقسام کی غذاؤں نے فاسد کر دیا ہے۔

پس مرید کے لئے یہ بات مکروہ ہے کہ چار دن سے زیادہ متواتر کھائے یعنی روزہ نہ رکھے۔ اس واسطے کہ نفس اس حالت میں عادت کی طرف مائل ہو جائے گا اور شہوت میں اس کو وسعت ہو گی۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ دنیا تیرا پیٹ ہے تو جس قدر تیرا زہد پیٹ اپنے کے بابت ہے وہ تیرا زہد دنیا کی بابت ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کسی آدمی نے کوئی برتن ایسا نہیں بھرا جو پیٹ سے بدتر ہو۔

بنی آدم کے لئے چند لقمے چھوٹے چھوٹے کافی ہیں کہ اُس کی پیٹھ کو مضبوط رکھیں۔ پھر اگر ضروری ہو تو ایک تہائی کھانے کے لئے اور ایک تہائی پانی پینے کے لئے اور ایک تہائی سانس لینے کے لئے ہو۔

اور فتح موصلی نے کہا ہے میں تیس شیخ کی صحبت میں رہا۔ ہر ایک نے علیحدہ ہونے کے وقت مجھے وصیت کی کہ نوجوانوں کی صحبت ترک اور کھانے میں قلت ہو۔

چالیسواں باب

صوم اور افطار کے احوال صوفیہ کے اختلاف کے بیان میں ہے

مشائخ صوفیہ سے ایک جماعت ایسی تھی کہ ہمیشہ سفر اور حضر میں روزہ رکھتی تھی یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملی۔ اور ابو عبداللہ بن حابار کا یہ معمول تھا کہ کچھ اوپر پچاس برس برابر روزے رکھے کہ نہ سفر میں افطار کرتے اور نہ حضر میں تو اُن کے یاروں نے ایک دن کوشش کی اور اُس نے افطار کیا۔ سو اس کے سبب وہ بہت دن بیمار رہا۔ پس جبکہ مرید اپنی اصلاح قلب دوام صوم میں دیکھے تو چاہیئے کہ ہمیشہ روزہ رکھے اور افطار کو ایک طرف چھوڑ دے کہ یہ ایک اُس کے لئے اچھی کمک اس بات کے لئے ہے جس کا وہ ارادہ رکھتا ہے۔

ابو موسیٰ اشعریؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ہمیشہ روزے رکھے اُس پر دوزخ اس طرح تنگ ہو جاتی ہے اور نوی کا عقد انامل باندھا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ روزہ دار کے لئے دوزخ میں جگہ نہ ہو گی اور دن کا سونا صائم الدہر کے لئے مکروہ ہے اور اس بارے میں جو ابو قتادہؓ نے روایت کی ہے وارد ہے اُس نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ صائم الدہر کی کیفیت کیا ہے اور اُس کا کیا حکم ہے ؟ آپؐ نے فرمایا کہ نہ اُس نے روزہ رکھا اور نہ افطار کیا اور قوم نے اُس کی یہ تاویل کی ہے کہ صوم الدہر یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا یہ ہے کہ عیدین اور ایام تشریق میں افطار نہ کرے تو وہ مکروہ ہے اور جو ان ایام میں افطار کرے تو یہ وہ روزہ نہیں ہے جو مکروہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے۔

اور بعضے اُن میں سے وہ ہیں کہ ایک دن روزہ رکھیں اور ایک دن افطار کریں اور ہر آئینہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ روزوں میں سے افضل روزہ میرے بھائی حضرت

داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے کہ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور اُس کو صالحین میں سے ایک قوم نے پسند کیا ہے تاکہ روزہ دار حال صبر اور شکر کے درمیان رہے۔ اور صوفیہ میں سے بعض وہ ہیں کہ دو دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے یا کہ ایک دن روزہ رکھے اور دو دن افطار کرے اور اُن میں سے بعضے وہ ہیں جو دوشنبہ اور پنج شنبہ اور جمعہ کو روزہ رکھتے تھے۔

اور منقول ہے کہ سہل بن عبداللہ ہر ایک پندرہ دن میں ایک دن میں ایک وقت کھانا کھاتے تھے اور رمضان بھر میں ایک دفعہ کھانا کھاتے تھے اور اتباعِ سُنّت کے لئے خالص پانی سے افطار کرتے تھے۔

اور جنیدؒ سے حکایت کی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ پھر جب اُس کے پاس اُس کے بھائی آتے تو اُن کے ساتھ افطار کر لیتے اور فرماتے کہ مساعدت اخوان کا فضل روزہ کے فضل سے کم نہیں ہے۔ علاوہ اس کے کہ یہ افطار محتاج علم ہے کہ کبھی اُس کی خواہشمند حرص نفس ہوتی ہے نہ کہ نیت موافقت کی داعی ہو اور نیت کا محض موافقت کے لئے خالص کرنا جبکہ حرص نفس موجود ہو سخت ہے۔

اور میں نے اپنے شیخ سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے مجھے ساٹھ برس ہوئے کہ میں نے کوئی چیز نفس کی خواہش سے نہیں کی ہے جو ابتداءً اور استدعًا ہو بلکہ میرے سامنے پیش ہوتی تھی تو میں اُسے اللہ تعالیٰ کے فضل اور نعمت اور اُس کے فعل سے اعتقاد کرتا تھا۔ پس میں حق کی موافقت اُس کے فعل میں کرتا تھا اور مذکور ہے کہ اُسے ایک دن بھوک لگی اور حسبِ عادت موجود نہ ہُوا کہ کھانا اُس کی طرف پیش کیا جاتا کہا میں نے اُس مکان کا دروازہ کھولا جس میں کھانا تھا اور میں نے ایک انار لیا تاکہ میں اُسے کھاؤں اِس اثناء میں ایک بلّی گھس آئی اور ایک مُرغی اُس نے پکڑی جو وہاں تھی سو میں نے کہا کہ یہ میرے اُوپر عقوبت ہے کہ جو میں نے انار کے لینے میں تصرف کیا تھا۔

اور شیخ ابومسعود رحمہ اللہ کو میں نے بارہا دیکھا کہ دن کو کھانا کھا رہے تھے جس کسی وقت کھانا لایا گیا تو اُس میں سے کھا لیا اور معلوم ہوتا کہ اُس کا کھانا

اس لئے تھا کہ حق کے ساتھ موافقت کرے اس واسطے کہ اُس کا حال اللہ تعالیٰ کے ساتھ ترکِ اختیار کھانے اور پینے اور تمام تصرفات میں تھا اور اُس کا حال یہ تھا کہ فعلِ حق کے ساتھ جما اور ٹھہرا رہتا تھا اور ہر آئینہ اُس کی یہ ہدایت تھی جس کی مثل عزیز الوجود اور کمیاب ہے یہاں تک کہ منقول ہے کہ وہ بہت کھائے بغیر رہتا تھا اور کوئی اُس کے حال سے واقف نہ تھا اور اپنے نفس کے لئے وہ تصرف نہ کرتا اور نہ کسی کے چیز کھانے کے لئے سبب پیدا کرتا اور اللہ تعالےٰ کے فعل کا انتظار کرتا اس سبب سے کہ اُس کے پاس رزق پہنچاتا اور کوئی اُس کے حال سے ایک مُدت تک زمانہ سے آگاہ نہ ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُس کے حال کو ظاہر کر دیا اور اُس کے لئے اصحاب اور تلامذہ مقرر کر دیئے اور وہ لوگ کھانا بتکلف پکاتے اور اُس کے پاس حاضر لاتے اور وہ اس باب میں فضل حق اور موافقت کو دیکھتا۔

مَیں نے اُس سے سُنا ہے کہ وہ کہتے تھے ہر روز مَیں صُبح کو اُٹھتا اور جو کچھ مجھے محبوب تھا وہ روزہ تھا اور اللہ تعالےٰ میرے روزہ درست پر اپنے فعل سے نقض کرتا تھا تو مَیں حق سے اُس کے فعل میں موافقت کیا کرتا۔ اور بعض صالحین سے حکایت کی گئی ہے جو اہلِ واسطہ شہر سے تھا کہ اُس نے بہت برس روزے رکھے اور وہ ہر روز آفتاب کے قبل غروب روزہ کھولتا الا رمضان میں بعد غروب افطار کرتا۔

اور ابونصر سراج نے کہ قوم نے اُس کو بُرا جانا مخالفتِ علم کے سبب سے یا یہ کہ روزہ نفل تھا اور لوگوں نے اس کو مستحسن قرار دیا اس واسطے کہ روزہ دار کا ارادہ اس سے یہ تھا کہ نفس کو بھوکا رکھنے سے تادیب کرے اور یہ روزہ کی رویت سے ممتنع نہ ہو اور یہ مسلسل ہے اور لائق تر یہ ہے کہ موافقت علم کے ساتھ روزہ کو جاری رکھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولا تبطلوا اعمالکم یعنی اپنے عمل کو باطل مت کرو مگر اہلِ صدق جو ہوتے ہیں اُن کے لئے اُن اعمال میں جو کرتے ہیں منتیں ہوتی ہیں اس لئے وہ معاوضہ نہیں کئے جاتے اور وہ صدق بالذات محمود ہے خواہ وہ کسی طرح ہو۔ اور صادق آدمی اپنے وفائے عہد پر ثابت ہوتا ہے چاہے جس طرح پلٹے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ جب کسی صُوفی کو دیکھو کہ وہ روزے نوافل

رکھتا ہے تو اُس کو متہم کرو اس واسطے کہ اُس کے ساتھ ہر آئینہ دُنیا سے کوئی چیز جمع ہُوئی ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ جب ایک جماعت متواقف اشکال کے ہوں اور اُن کے درمیان کوئی مرید ہو روزہ رکھنے پر اُس کو برانگیختہ کریں۔ پھر اگر اُس کی مساعدت نہ کریں تو اُس کے لئے کوشش افطار کی کریں اور اُس کے لئے تکلیف کریں تاکہ اُس کے ساتھ مرافقت اور ملائمت ہو اور اس کی اصل کو اپنے احوال پر خیال نہ کرے اور ایک جماعت اگر شیخ کے ساتھ ہو تو اُس کے روزہ کے ساتھ روزہ رکھیں اور اُس کے افطار کے ساتھ افطار کریں باستثنا، اُس شخص کے جس کو شیخ دوسرا حکم دے۔

اور منقول ہے کہ بعض صوفیہ نے ایک جوان آدمی کی خاطر برسوں روزے رکھے جو اُس کی صحبت میں تھا تاکہ یہ جوان اُس کی طرف نگاہ کرے۔ پھر اُس سے ادب حاصل کرے اور اُس کے روزہ کے ساتھ روزہ رکھے۔

اور ابوالحسن مکی سے حکایت کی گئی ہے کہ وہ روزہ صوم الدھر کے رکھا کرتے اور بصرہ میں وہ مقیم تھے اور شب جمعہ کے سوا روٹی نہ کھاتے اور ایک مہینے میں اُن کی خوراک چار دانگ ہوتی کہ اپنے ہاتھ سے پوست خُرما بٹا کرتے اور اُس کو بیچتے تھے۔

اور شیخ ابوالحسن بن سالم کہتے ہیں کہ مَیں اُس کو تسلیم نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ روزہ کھولتا اور کھانا کھاتا ہے اور ابن سالم اسے شہوت خفیہ کا متہم کرتے تھے اس واسطے کہ وہ لوگوں میں مشہور تھا۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ کوئی بندہ خالص اللہ نہیں ہے مگر جس نے چاہا کہ وہ ایک غیر مشہور گوشہ میں رہے اور جس نے زیادہ کھانا کھایا نہ زیادہ باتیں کیں۔ اور منقول ہے کہ ابوالحسن تنیسی اپنے اصحاب کے ساتھ حرم میں سات دن رہا جن میں اُنھوں نے کچھ نہیں کھایا تو اُس کے اصحاب میں سے طہارت کے لئے ایک شخص باہر نکلا اور ایک تربوز کا چھلکا دیکھا اُسے لے کر کھا گیا اُس وقت اُسے ایک شخص نے دیکھا اور اُس کے پیچھے پیچھے آیا اور روٹیاں لایا اور اُس گروہ کے سامنے رکھ دیں اُس وقت شیخ نے کہا کہ تم میں سے کس نے یہ گناہ کیا یعنی جس سے ہمارا حال جانا گیا تو ایک نے کہا کہ مَیں نے تربوز کا چھلکا پایا اور اُسے کھا گیا۔ شیخ نے کہا کہ تُو ہے اور تیرا گناہ اور تیری روٹیاں۔ وہ بولا کہ مَیں اپنے گناہ سے تائب ہوں تو کہا توبہ

کے بعد کلام نہیں ہے اور حال یہ تھا کہ وہ ایامِ بیض کے روزہ کو درست رکھتے تھے اور وہ تیرھویں اور چودھویں اور پندرھویں تاریخ کے ہیں۔

روایت ہے کہ آدم علیہ السلام زمین پر اُتارے گئے تو گناہ کے اثر سے اُن کا بدن سیاہ ہو گیا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول کی تو اُن کو حکم دیا کہ روزے ایامِ بیض کے رکھے تب ہر ایک روزہ سے ایک تہائی اُن کے جسم کا سفید ہو جاتا یہاں تک کہ ایامِ بیض کے روزوں سے اُن کا تمام بدن سفید ہو گیا اور یہ صوفیہ شعبان کے نصف اول میں روزوں کو اور اُس کے نصف اخیر میں افطار کو دوست رکھتے تھے اور اگر شعبان کو رمضان سے ملا دے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن اگر روزے نہ رکھتا ہو تو رمضان کا استقبال ایک یا دو دن کے روزوں سے نہ کرے۔ اور بعض صوفیہ مکروہ جانتے تھے کہ تمام ماہ رجب روزہ رکھیں اس سبب سے کہ رمضان کے ساتھ مشابہت مکروہ سمجھتے اور ذی الحجہ اور محرم کے عشرہ کو روزہ رکھنا مستحب ہے اور اشہر حرم یعنی رجب اور ذی القعدہ اور ذی الحجہ و محرم میں پنج شنبہ اور جمعہ اور شنبہ کا روزہ مستحب ہے۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ جس نے شہر حرام سے تین دن جمعرات، جمعہ ہفتہ کو روزہ رکھا تو وہ دوزخ سے سات سو برس کے برابر دُور ہوا۔

اکتالیسواں باب

روزہ کے آداب اور ضروریات کے بیان میں

روزہ میں صوفیہ کے آداب یہ ہیں کہ ظاہر اور باطن کا ضبط اور حفظ و پاس ہے اور گناہوں سے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء کا روکنا ہے جس طرح نفس کو کھانے سے روکا جاتا ہے۔ بعد ازاں نفس کو روکنا کھانے کے اہتمام انواع و اقسام سے ہے۔

مَیں نے سُنا ہے کہ عراق کے بعض صالحین کا طریقہ اور اُس کے اصحاب کا یہ تھا کہ جب کبھی قبل از وقت افطار ان کو ملتا بطور فتوح کے اِس کو طرح کر ڈالتے

اور روزہ نہ کھولتے مگر اُسی چیز سے جو افطار کے وقت اُن کو ملتا اور ادب کی یہ بات نہیں ہے کہ مرید طعام مباح کو روک رکھے اور افطار حرام ناجائز کھانے سے کرے۔

ابوالدرداءؓ نے کہا ہے عجب لُطف کی بات ہے کہ عقلمندوں کا سونا اور اُن کا روزہ نہ رکھنا حمقا کے قیام اور روزوں کو ضرر پہنچاتے ہیں اور اہلِ یقین و تقوےٰ کا ایک ذرہ معززوں کے اعمال جو پہاڑوں کے برابر ہیں ان سے افضل ہے اور روزہ کی فضیلت اور ادب سے یہ ہے کہ کھانے کو اس حد سے جو وہ کھایا کرتے تھا کم کر دے جبکہ وہ روزہ سے نہ تھا وگرنہ اگر کئی دفعہ کے کھانے کو ایک دفعہ کے کھانے میں جمع کر دیا تو فی الواقع جس قدر کھانا فوت ہُوا تھا اُس کو حاصل کر لیا اور قوم کا مقصود روزہ سے نفس کا مغلوب کرنا ہے اور نفس کا وسعت پانے سے روکنا اور کھانے سے اُسی قدر لینا جو ضرورت ہو اس وجہ سے کہ وہ جانتے ہیں کہ ضرورت پر اقتصار کرنا نفس کو تمام افعال اور اقوال سے ضرورت کی طرف کھینچتا ہے اور نفس کی ذاتی بات ہے کہ جب وہ کسی چیز میں اللہ تعالیٰ کے واسطے ضرورت پر مجبور کیا جاتا ہے تو اُس کے تمام احوال کی طرف اثر پہنچاتا ہے تو کھانے اور سونے سے اور قول و فعل سے ضرورت پر آرہتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایک بڑا باب ابواب خیر سے ہے کہ اس کی رعایت اور جستجو واجب ہے اور علم ضرورت اور فائدہ ضرورت کے ساتھ کوئی شخص مخصوص نہیں ہے مگر وہ بندہ کہ خدائے تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُس کو اپنا قرب عطا فرمائے اور اپنے پاس لائے اور اُس کو برگزیدہ کرے اور اُس کی تربیت کرے اور اپنے روزہ میں بی بی کے ساتھ لمس کرنے کے کھیل سے باز رہے۔ اس واسطے کہ وہ روزہ کے لئے زیادہ تر پاک اور صاف ہے۔

اور سُنت کے لئے استعمال سحری کھانے کا کرے اور وہ روزہ گزرانے کے لئے دو معنی کی رُو سے زیادہ تر داعی اور مقتضی ہے۔ ایک یہ کہ سُنت کی برکت اُس پر عود کرتی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ روزوں کو کھانا کھانے سے قوت پہنچتی ہے۔

انس بن مالکؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا روزوں میں سحری کھاؤ اس واسطے کہ سحری میں برکت ہے اور روزہ کھولنے

میں سنت کی رُو سے عمل بہ عجلت کرلے۔ پھر اگر روزہ دار چاہے کہ کھانا نہ کھائے مگر بعد عشاء کے اور ارادہ کرے کہ مغرب اور عشاء کا احیاء نوافل یا وظیفہ اور ذکر سے کرے تو پانی سے روزہ کھولے یا کہ منقی، انجیر گن کر کھائے یا کہ چھوہارے یا کہ چھوٹے لقمے کھائے۔ اگر نفس تنازعہ کرتا ہو کہ عشائین کے درمیان صفائی وقت حاصل ہو تو اُس کی احیاء میں بڑی فضیلت ہے ورنہ سُنت کی وجہ سے پانی پر قناعت کرے۔

مجھے شیخ عالم ضیاء الدین عبدالوہاب بن علی نے بوساطت رواۃ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو اپنے پروردگار سے حکایتاً ہے اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ مجھے اپنے بندوں میں سے زیادہ محبوب تر ہے جو روزہ بہت جلد افطار کرے۔

اور حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ لوگ ہمیشہ خیر کے ساتھ ہیں جب تک کہ روزہ کھولنے میں عجلت کریں اور افطار نماز سے پہلے کرنا سنت ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کے ایک گھونٹ یا دودھ کی چاشنی سے یا چھوہاروں سے روزہ کھولتے تھے۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ بہت سے روزہ دار ہیں کہ روزوں سے اُن کا حصّہ بھوک اور پیاس ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ یہ وہ شخص ہے کہ دن میں بھوکا رہے اور حرام چیز سے روزہ کھولے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ وہ شخص ہے کہ حلال کھانے سے مُنہ بند کرے یعنی روزہ رکھے اور لوگوں کے گوشت سے غیبت کے ساتھ افطار کرے۔

سفیانؒ نے کہا کہ جس شخص نے غیبت کی اُس کا روزہ فاسد ہو گیا۔ اور مجاہدؒ سے منقول ہے کہ دو خصلتیں ہیں جو روزہ کو فاسد کرتی ہیں غیبت اور جھوٹ۔ شیخ ابوطالب مکی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کے سُننے کو اور گناہ کی بات کہنے کو حرام گناہوں کے ساتھ جمع کیا اور یکجا کیا ہے اور فرمایا سماعون للکذب اکالون للسحت۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ ہر آئینہ دو عورتوں نے زمانۂ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم میں روزہ رکھا اور شام کے وقت بھوک اور پیاس نے اُن کو
رنج میں ڈالا حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ ہلاک ہو جائیں تو ان دونوں نے حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آدمی بھیجا کہ روزہ کھولنے کے لئے اجازت مانگتی تھیں۔
آپؐ نے اُن کے پاس ایک پیالہ بھیجا اور فرمایا کہ اُن دونوں سے کہہ دو کہ اس
میں قَے کر ڈالو جو انہوں نے کھایا ہے تو ایک نے اُسی سے قَے کی کہ اُس میں نصف
اُس کا خون تازہ تھا اور گوشت تازہ تھا اور اسی کے مثل دوسری عورت نے قَے
کی یہاں تک کہ اُس کو دونوں نے بھر دیا تو لوگوں نے اُس سے تعجب کیا۔ تب جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں عورتوں نے روزہ رکھا اُن چیزوں
سے جس کو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے حلال کیا تھا اور دونوں نے افطار ان چیزوں سے
کیا جو اُن پر حلال نہیں۔

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو
چاہیئے کہ جماع نہ کرے اور نہ گالیاں بکے۔ پھر اگر کسی نے اُس کو گالی دی تو اُس
کو کہنا چاہیئے کہ مَیں روزہ دار ہوں۔ اور حدیث میں ہے کہ روزہ ایک امانت ہے،
تو چاہیئے کہ ہر ایک تم سے اُس کی حفاظت کرے۔

اور صوفی وہ ہے کہ رزق معلوم کی طرف توجہ نہ کرے اور نہ دریافت کرے
کہ کب اُس کی طرف رزق پہنچایا جائے گا۔ پھر جبکہ اللہ تعالیٰ اُس کے پاس رزق بھیجے
تو اُس کو ادب کے ساتھ نوش کرے اُس حال میں کہ ہمیشہ مراقبہ اُس کے وقت پر
رہے اور وہ اپنے افطار میں اُس شخص سے افضل ہے جس کے لئے رزق تیار ہے۔
پھر اگر اُس کے ساتھ روزہ بھی رکھے تو حقیقت میں کہ وہ فضل میں کامل تر ہے۔

رویمؒ سے منقول ہے کہ کہا بغداد کے گلی کوچوں میں ٹھیک دوپہر کے وقت چلا
تو مجھے پیاس معلوم ہوئی سو مَیں ایک مکان کے دروازے پر گیا اور پانی پینے کو
مانگا کہ یکایک ایک لڑکی باہر نکلی اور نئی صراحی اُس کے ہاتھ میں تھی جو ٹھنڈے
پانی سے لبریز تھی تو جب مَیں نے اُسے ہاتھ سے لینا چاہا تو اُس نے کہا صوفی
اور دن میں پانی پیئے اور صراحی کو زمین پر ٹپک دیا اور اُلٹے پھر گئی۔ رویمؒ نے کہا

کہ مجھے شرم آئی اور مَیں نے عہد کیا کہ مَیں کبھی بغیر روزہ کے نہ رہوں گا۔

اور جس گروہ نے ہمیشہ روزہ رکھنے کو مکروہ جانا ہے تو وجہ اُن کے کراہت کی یہ ہے کہ ممکن ہے کہ جب نفس روزہ سے مالوف ہو جائے اور اُس کی عادت پڑ جائے تو اُس پر افطار مشکل ہو گا اور اسی طرح افطار کی عادت سے اُس کو روزہ مکروہ معلوم ہو گا۔ پس وہ فضیلت اسی میں جانتے ہیں کہ نفس کسی عادت کی طرف مائل نہ ہو اور یہ دیکھا اور اعتقاد کیا کہ ایک دن کا افطار اور ایک دن کا روزہ نفس پر سخت تر ہے۔ اور فقراء کے ادب سے یہ ہے کہ جب ایک شخص کسی جماعت میں ہو اور جماعت صحبت میں تو وہ روزہ بغیر اُن کی اجازت کے نہ رکھے اور یہ اس واسطے ہے کہ جماعت کے قلوب اُس کی روزہ کشائی سے متعلق رہیں گے حالانکہ اُن کے لئے کھانا موجود نہیں تو اگر جماعت کے اذن سے وہ روزہ رکھے اور ان کو کسی چیز کی فتوح ہووے تو اُن کو لازم نہیں کہ روزہ دار کے لئے اس کو رکھ چھوڑیں ساتھ اس علم کے کہ جماعت غیر روزہ دار اس کے محتاج ہیں اس واسطے کہ ہر آئینہ اللہ تعالےٰ روزہ دار کے لئے رزق پہنچاتا ہے الّا اُس حالت میں کہ روزہ دار رفق اور مدارات کا اپنے ضعف کے سبب محتاج ہو یا کہ وہ ضعیف الجثہ اپنے کبر سن وغیرہ کے باعث ہو۔ اور اسی طرح روزہ دار کے لائق یہ بات نہیں ہے کہ وہ اپنا حصّہ لے اور اس کو رکھ چھوڑے اس واسطے کہ یہ بات اس کے ضعفِ حال سے ہے۔ پھر اگر وہ ضعیف ہو کہ اپنے حال اور ضعف کا مقر و معترف ہو تو خیر رکھ چھوڑے۔

اور جو ہم نے بیان کیا ہے وہ اُن لوگوں کے لئے ہے جن کے پاس کھانے کو نہیں ہے اور جو صوفی لوگ کہ خانقاہ میں رہتے ہوں جن کے لئے کھانا موجود ہو تو اُن کے سزاوار حال یہ ہے کہ روزہ رکھیں اور اُن کو جماعت کی موافقت افطار میں لازم نہیں ہے اور یہ امر ایک جماعت کے اندر اُن میں سے جن کے پاس کھانا موجود ہے ظاہر ہو گا کہ اُن کے پاس دن کے وقت آئے اور اگر کھانے کو اُن کے پاس نہیں ہے تو اس بارے میں کہا گیا ہے کہ روزہ داروں کی مساعدت غیر روزہ داروں کے لئے بہتر اس سے ہے کہ موافقت کی خواہش بے روزہ لوگوں کی طرف سے روزہ داروں

کے واسطے ہو اور قوم کا حکم صدق پر مبنی ہے اور مراد صدق سے یہ ہے کہ نیت اور احوال نفس کی تلاش اور جستجو کرے۔ سو ہر ایک چیز جس میں نیت صحیح ہو روزہ پر یا افطار و موافقت ہو یا ترک موافقت ہی افضل ہے ولیکن سُنت کی رو سے یہ بات ہے کہ جس کو ایک وجہ موافق ہو جبکہ وہ روزہ دار ہو اور موافقت کے لئے افطار کرے اور اگر روزہ دار ہو اور موافقت نہ کرے تو اُس کے لئے ایک وجہ ہے اُن میں سے وجہ اُس شخص کی جو افطار کرے اور موافقت کرے تو وہ یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اصحاب کے لئے کھانا تیار کیا۔ سو جب اُن کے پاس آیا تو قوم سے ایک شخص نے کہا کہ میں روزہ دار ہوں۔ اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو تمہارے بھائی نے بُلایا ہے اور تمہارے لئے اپنے اوپر تکلیف اُٹھائی پھر تو کہتا ہے کہ میں روزہ سے ہوں۔ روزہ افطار کر اور ایک دن قضا اُس کی جگہ کر۔ اور اُن لوگوں کی وجہ جو موافقت نہیں کرتے یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر آئینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھایا اور بلالؓ روزہ سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم رزق کھاتے ہیں اور بلالؓ کا رزق بہشت میں ہے۔

پس جبکہ یہ معلوم ہوا کہ اس موقع پر ایک قطب ہے جو ندا پاتا ہے یا ایک فضل ہے جو اُس شخص کی موافقت سے حاصل ہونے والا ہے جس کی موافقت مغتنم ہے تو نیک نیتی سے افطار کرے نہ کہ طبیعت کے حکم سے اور اُس کے تقاضے سے اور اگر یہ بات نہ پائی جائے تو سزاوار نہیں ہے کہ حرص اور داعیہ نفس نیت کے ساتھ اُس کے لاحق ہو اور چاہیئے کہ روزہ اپنا پورا کرے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ داعیۂ نفس کی وجہ سے دعوت قبول کرتا ہے نہ اس واسطے کہ وہ اپنے بھائی کے حق کو ادا کرے۔

اور فقیر طالب حق کے احسن آداب سے یہ ہے کہ جب اُس نے روزہ افطار کیا اور کھانا کھا لیا تو بسا اوقات وہ اپنے باطن کو اپنی ہیئت سے متغیر اور اپنے نفس کو وظائف عبادت کے ادا کرنے سے باز رکھنے والا پاتا ہے تو قلب متغیر کے

مزاج کا تغیّر دُور کرنے کے ساتھ علاج کرے اور طعام کو رکعتوں سے جو پڑھے اور آیتوں سے جو پڑھے یا اذکار اور سُنتوں سے جو وہ کرے تحلیل کرے اُس کو گلائے اس واسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اپنے طعام کو ذکر سے گلاؤ۔ اور آداب روزے سے جو بہت ضرور ہے حتی الامکان اخفاء اس کا ہے مگر اس حالت میں کہ اخلاص کے سبب روزہ متمکن اور مستقل ہو تو پھر وہ پرواہ نہ کرے کہ روزہ ظاہر ہُوا یا پوشیدہ رہا۔

بیالیسواں باب

طعام اور اُن چیزوں کے بیان میں ہے جو صلاح و فساد اُس میں ہے

صوفی کے عادات اُس کے حسن نیت اور صحتِ مقصد اور وفور علم اور اُس کے آداب بجالانے سے عبادت ہو جاتے ہیں اور صوفی کا وقت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہبہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے واسطے چاہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بطور امر کے فرمایا ہے: قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیایٰ ومماتی للہ رب العالمین۔ یعنی کہو اے رسولؐ ہر آئینہ میری نماز اور میری عبادت اور میری زندگی اور میری موت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے جو عالمین کا پروردگار ہے۔

سو صوفی پر عادت کی باتیں اُس کی حاجت کی جگہ اور اُس کی بشریت کی ضرورت سے پہنچتی ہیں اور اس کی بیداری کا نُور اور اُس کی نیک نیتی اُس کی عادت میں پوشیدہ ہو جاتی ہیں تو عادات روشن اور متشکل بعبادات ہو جاتی ہیں۔ اور اسی واسطے حدیث میں وارد ہُوا ہے کہ عالم کی نیند عبادت ہے اور سانس اُس کی تسبیح ہے باوجودیکہ نیند عین غفلت ہے لیکن ہر ایک چیز جس کے ساتھ عبادت کی استعانت ہو وہ عبادت ہے۔

پس تناول طعام ایک بڑا گُر ہے جو بہت علوم کا محتاج ہے اس وجہ سے کہ مصالح دینی اور دُنیاوی کو مشتمل ہے اور اُس کے اثر کا تعلق قلب اور قالب سے

ہے اور اُس کے ساتھ بدن کا قیام و قوام ہے کہ اُس پر سُنت الٰہی جاری ہے اور قالب قلب کی سواری ہے اور ان دونوں سے دین اور دُنیا کی آبادی ہے۔

اور ہر آئینہ حدیث میں وارد ہے کہ جنت کی زمین ہموار ہے اُس کی روئیدگی تسبیح اور تقدیس ہے اور قالب بالانفراد حیوانات کی طبیعت پر ہے کہ اُس سے آبادی دین کے لئے استعانت کی جاتی ہے اور رُوح اور قلب فرشتوں کی طبیعت پر ہے کہ اُن دونوں سے آبادی دین آخرت میں مدد لی جاتی ہے اور ان دونوں کے صُلح سے جمع ہونے سے دونوں جہان کی آبادی کے لئے مدد لی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آدمی کو اپنی لطیف حکمت سے خاص ترین جواہر جسمانیات اور روحانیات سے مرکب کیا ہے اور اُس کو خلاصۂ زمین و آسمان کا مستودع اور قرار گاہ بنایا ہے اور آدمی کے بدن کے قائم رہنے کے لئے عالم شہادت اور اُن چیزوں کو جو اُس میں نباتات اور حیوانات سے ہے بنایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تمہارے واسطے سب اُن چیزوں کو جو زمین میں پیدا کیا ہے پھر طباخ کو خلق کیا اور وہ حرارت اور رطوبت اور برودت اور یبوست ہے۔ اور اس کے واسطہ سے نباتات کی آفرینش کی اور نباتات کو حیوانات کے لئے قوام گردانا اور حیوانات کو آدمی کا مسخر و منقاد کیا کہ اُن سے آدمی امر معاش کی استعانت اپنے بدن کے قوام کے لئے کرتا ہے۔ سو طعام معدہ میں پہنچتا ہے اور معدہ میں چار طبیعتیں ہیں اور طعام میں چار طبیعت ہیں۔ پھر جبکہ مزاج بدن کا اعتدال اللہ چاہتا ہے تو معدہ کے طبائع سے ہر ایک طبیعت کو جو اُس کے ضد ہے طعام سے لیتا ہے۔ پھر حرارت برودت کو اور رطوبت یبوست کو پکڑتی ہے اور مزاج معتدل ہو جاتا ہے اور کجی سے امن اور حفظ رہتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ قالب کو فنا اور جسم کو خراب کرے تو ہر ایک طبیعت اپنے جنس کو ماکول سے لیتی ہے اور اس وقت طبائع مائل اور منحرف ہو جاتے ہیں اور مزاج میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے اور بدن سقیم بن جاتا ہے۔ یہ تقدیر خدائے عزیز علیم کی ہے۔

وہبؓ بن منبہ سے روایت ہے کہا میں نے توریت میں آدم علیہ السلام کی

صفت پائی ہے کہ مَیں نے آدمؑ کو پیدا کیا اور اُس کے بدن کو چار اشیائے رطب و یابس اور بارد و حار سے مرکب کیا اور یہ اس واسطے کہ مَیں نے اس کو مٹی سے بنایا اور وہ خشک ہے اور اُس کی تری پانی سے ہے اور حرارت اس کی نفس کی طرف سے اور برودت اس کی روح کی طرف سے ہے۔ اور بدن میں اس پیدائش کے بعد چار انواع خلق سے پیدا کیں وہ میرے حکم سے جسم کی اصل ہیں اور انہی سے اُس کا قوام ہے تو جسم نہیں قائم رہ سکتا مگر اُن کے ساتھ اور اُن میں سے ایک دُوسرے کے بغیر قائم نہیں رہ سکتے۔ اُن میں سے قوت سودا اور قوت صفراء اور خون اور بلغم۔ پھر مَیں نے بعض اس خلق کو بعض میں جگہ دی تو یبوست کا گھر قوت سودا میں بنایا اور رطوبت کا گھر قوت صفرا میں اور حرارت کا مسکن خون میں اور برودت کا مسکن بلغم میں بنایا۔

پس جو بدن کہ اُس میں یہ چار پیدائش جن کو مَیں نے اصل بنایا ہے معتدل ہُوئیں تو اس میں ان چاروں میں سے ایک ایک چوتھائی ہوگی جو نہ گھٹے اور نہ بڑھے اُس کی صحت کامل ہوگی اور اس کی عمارت معتدل ہوگی۔ پھر اگر اُن میں سے ایک اُن سے زیادہ ہوگی تو پھر ایک ہزیمت دے گی اور اُن کے ساتھ میل اور جوہر کرے گی اور اُس پر بیماری اُس کے گرد پیش سے داخل ہوگی جس قدر کہ اُس ایک کا غلبہ ہو گا حتیٰ کہ بدن اُن کی طاقتوں سے ضعیف ہو جائے گا اور اُن کی مقدار سے عاجز ہو گا۔

پس طعام میں ضرور ترین امور سے یہ ہے کہ وہ حلال ہو اور ہر ایک شئے جس کی مذمت شرع نے نہ کی ہو وہ رخصتہً اور رحمتہً حلال اللہ تعالیٰ کی طرف اُس کے بندوں کے لئے ہے اور اگر شرع کی طرف سے رخصت نہ ہوتی تو بڑی مشکل ہوتی اور طلب حلال دشواری میں ڈالتی۔ اور آدابِ صوفیہ سے یہ ہے کہ منعم یعنی اللہ تعالےٰ کو نعمت پر دیکھے اور کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کھانے سے پہلے ہاتھ کا دھونا فقر کو دُور کرتا ہے اور یہ عمل نفی فقر کا موجب اس واسطے ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ

کا دھونا ادب کا استعمال ادب کے ساتھ ہے اور یہ ایک شکر نعمت سے ہے اور شکر زیادتی کو واجب کرتا ہے۔ پس ہاتھ کا دھونا نعمت کا کھینچنے والا اور فقر کا دُور کرنے والا ٹھہرا۔

اور انس بن مالکؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے جو شخص چاہے کہ اُس کے گھر کی خیر و برکت زیادہ ہو تو چاہیئے کہ وضو کرے۔ جبکہ غذا اُس کے سامنے آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا نام لے۔ پس اللہ تعالیٰ کا قول: ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ۔ اس کی تفسیر اللہ تعالیٰ کا نام لینا حیوانات کے ذبح کے وقت ہے۔

اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ نے اُس کے واجب ہونے میں اختلاف کیا ہے اور صوفی کا فہم اس سے بعد ازانکہ ظاہر تفسیر پر قائم ہو یہ ہے کہ وہ کھانے کو نہ کھائے مگر اس وقت کہ وہ مقروں بذکر ہو تو اُس نے فرض وقت اور اس کے ادب کو ملا دیا اور اعتقاد کرتا ہے کہ کھانا کھانا اور پانی پینا نتیجہ اس کا دیتا ہے کہ نفس کی اقامت اور اعتقاد کرنا کا اتباع ہو اور ذکر اللہ تعالیٰ کو اُس کی دوا اور تریاق سمجھتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ چھ صحابہؓ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے تو ایک اعرابی آیا اور دو لقموں میں وہ سب کھانا نوش کر گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اعرابی اگر بسم اللہ کہتا تو یہ کھانا سب کو کفایت کرتا۔ سو جب کوئی تم میں سے کھانا کھائے تو چاہیئے کہ بسم اللہ کہے اور اگر وہ بھول گیا بسم اللہ کہنا تو کہنا چاہیئے بسم اللہ اولہ و آخرہ۔ اور مستحب ہے کہ پہلے لقمہ میں بسم اللہ کہے اور دوسرے لقمہ میں بسم اللہ الرحمٰن اور تیسرے لقمہ میں تمام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے اور تین سانس میں پانی پیئے۔ پہلی سانس میں الحمد للہ کہے جبکہ پانی پی چکے۔ اور دوسری میں الحمد للہ رب العالمین اور تیسری میں الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم کہے اور جس طرح معدہ کے لئے طبائع مقدار اور

مقرر ہیں جیسا کہ ہم نے اُن کا ذکر کیا جو طعام کے طبائع کے موافق ہیں تو اسی طرح قلب کے لئے بھی مزاج اور طبیعتیں ہیں مگر انہی کے واسطے جو ارباب جستجو اور رعایت اور بیداری کے ہیں کہ مزاج قلب کا انحراف لقمہ سے پہچانا جاتا ہے۔ کبھی تو لُقمہ سے فضول کی طرف جانے سے حرارت تپش یعنی سُبکی عقل کی پیدا ہوتی ہے اور کبھی قلب میں سستی اور الکسی کی برودت وظیفۂ وقت کے باز رہنے کے ساتھ حادث ہوتی ہے اور کبھی سہو اور غفلت کی رطوبت پیدا ہوتی ہے اور کبھی رنج اور غم کی یبوست حظوظ دُنیاوی کے سبب ظاہر ہوتی ہے۔ سو یہ سب عارضے اور بیماریاں ہیں جن کو بیدار دل آدمی تاڑ جاتا ہے اور ان عوارض سے قالب کے تغیّر کو تغیر مزاج قلب اعتدال سے جانتا ہے اور اعتدال جیسا کہ اُس کی خواہش قالب کے لئے ضروری ہے تو قلب کے لئے ضرورتر اور اولیٰ ہے اور قلب کی طرف انحراف کا راستہ پانا اس سے زیادہ سریع ہے کہ جو قالب کی طرف راستہ پاتا ہے اور انحراف کے سبب سے وہ چیز ہے کہ اُس سے قلب بیمار ہو جاتا ہے پھر وہ مَر جاتا ہے جیسے کہ قالب مَر جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا اسم ایک دوائے نافع و آزمودہ ہے کہ وہ اعتدال کو محفوظ رکھتا ہے اور یہ بیماری کو دُور کرتا ہے اور صحت کو کھینچتا ہے۔

حکایت ہے کہ شیخ محمد غزالیؒ جب طوس کی طرف پھرے تو اُن کے سامنے ایک مرد صالح کی تعریف بعض قریات میں کی گئی تو زیارت کے لئے اُس کے پاس جانے کا ارادہ کیا اور اُس سے ملاقات کی اُس وقت وہ ایک جنگل میں اپنے تھا کہ زمین میں گیہوں بوتا تھا۔ سو جب اُس نے شیخ محمد غزالیؒ کو دیکھا تو اُس کی طرف چلا اور اُس کی طرف متوجّہ ہُوا۔ اتنے میں ایک شخص اُس کے اصحاب سے آیا اور اُس سے بیج مانگا تاکہ شیخ کے عوض اس کام میں نیابت اُس وقت تک کرے کہ وہ غزالیؒ کے ساتھ مشغول رہے تو اُسے منع کیا اور بیج انہوں نے اُسے نہ دیا تو غزالیؒ نے منع کرنے کا سبب پُوچھا اُس نے کہا کہ وجہ اُس کی یہ ہے کہ مَیں اس بیج کو قلبِ حاضر سے بوتا ہوں اور لسانِ ذاکر سے اِس امید سے کہ اس میں برکت ہر ایک

شخص کے واسطے ہو جو اُس میں سے تناول کرے تو میں نہیں چاہتا کہ اُس کو سپرد اس شخص کے کروں کہ وہ زبان غیر ذاکر اور قلب غیر حاضر سے ہوئے ۔

اور بعض فقراء کھانے کے وقت قرآن کی کوئی سورہ شروع کرتے جس سے قلب کو حاضر کرتے تھے تاکہ اجزائے طعام انوارِ ذکر میں ڈوب جائیں اور کوئی مکروہ اور تغیّر مزاج قلب میں کھانے کے بعد نہ آئے ۔

اور ہمارے شیخ ابوالنجیب سہروردی کہا کرتے کہ میں کھانا کھاتا ہوں اور نماز پڑھتا ہوں اس سے اشارہ کھانے میں حضور قلب کی طرف کرتے اور اکثر اوقات اُن مشاغل کو جو اُن کے کھانے کے وقت ہوتے چھوڑ دیتے تاکہ اُس کی ہمت اور قصد کھانے کے وقت متفرق نہ ہو اور کھانے میں ذکر اور حضورِ قلب کے لئے ایک بڑا اثر سمجھتے تھے جس کی فروگذاشت کے لئے بس نہ تھی اور کھانے کے وقت فکر اُن چیزوں میں کرنا جن کو اللہ تعالیٰ نے مہیّا کیا ہے داخل ذکر میں کیا ہے اور وہ دانت جو کھانے میں مدد دیتے ہیں سو اُن میں سے بعض ٹکڑے جُدا کرنے والے ہیں اور بعضے کاٹنے والے اور بعضے پیسنے والے ہیں اور وہ چیزیں کہ اللہ تعالیٰ نے پانی بنائیں شیرینی مُنہ میں ہے تاکہ ذائقہ متغیّر نہ ہو جیسا کہ آنکھ کا پانی نمکین بنایا ہے اس چیز کے لئے کہ جو جر مار ہے تاکہ وہ فاسد نہ ہو جائے ۔

اور یہ کہ کس طرح تری کو بنایا ہے جو زبان کے اطراف اور مُنہ میں سے پیدا ہوتی اور نکلتی ہے تاکہ اسے چبانے اور نگلنے میں مدد پہنچے ۔ اور قوتِ ہاضمہ کو کیسا مسلط کھانے پر کیا ہے کہ اس کو الگ الگ اور ٹکڑے ٹکڑے کرتی ہے جس کی مدد جگر سے متعلق ہے اور جگر آگ کی مثال ہے اور معدہ ہانڈی کے مانند ہے اور فسادِ جگر کے موافق قوتِ ہاضمہ کم ہوتی ہے اور غذا فاسد ہو جاتی ہے کہ وہ نہ علیحدہ ہوتی ہے اور نہ ہر ایک عضو تک پہنچتی ہے وہ غذا جو اس کا حصّہ ہے اور ایسے ہی سب اعضاء کی تاثیر ہے کہ جگر اور تِلی اور گُردوں کی اور اس کی شرح دراز ہے ۔ سو جو کوئی اس میں خوض کرنا اور عبرت حاصل کرنا چاہے تو چاہیئے کہ تشریح اعضاء کی مطالعہ کرے تاکہ وہ عجائبِ قدرت اللہ تعالیٰ سے

دیکھے کہ اعضاء میں سے ایک دُوسرے کو مدد کرتے ہیں اور بعض کا تعلق بعض سے غذا کی اصلاح میں ہے اور اُس سے اعضاء کے لئے قوت کھنچتی ہے اور اُس کا منقسم ہونا خون اور ثفل کی طرف دیکھے اور دودھ بچہ کی غذا کے لئے من بین فرث و دم لبنا خالصا سائغا للشاربین فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ یعنی سرگین اور خون کے درمیان سے شیر خالص جو آسانی سے پینے والوں کے گلے سے نیچے اُتر جاتا ہے۔ پس اللہ احسن الخالقین بڑا برکت والا ہے۔

تو اُن چیزوں میں کھانے کی فکر کرنا اور لطیف حکمتوں کا پہچاننا اور اس کی قدر و منزلت کرنا داخل ذکر ہے اور اُس قسم کی چیزوں میں سے جو کھانے کی بیماری کو دُور کرے جو مزاج قلب کو متغیر کرتی ہے یہ ہے کہ شروع طعام میں دُعا کرے اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرے کہ اس غذا کو طاعت کا معین فرمائے اور اُس کی دُعا یہ ہو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ و مارزقتنا مما تحب اجعله عونا لنا علی ما تحب و مازویت عنا مما تحب اجعله فراغا لنا فیما تحب ۔

تینتالیسواں باب

کھانے کے آداب میں

اُن آداب میں سے یہ ہے کہ نمک کے ساتھ ابتدا، اور اُسی کے ساتھ ختم کرے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علیؓ نمک سے اپنے طعام کی ابتدا کر اور نمک کے ساتھ ختم کر اس واسطے کہ نمک ستّر بیماری کی شفاء ہے ان میں سے جنون ہے اور جذام اور برص اور دردِ شکم اور ڈاڑھوں کا درد ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بائیں پاؤں کے انگوٹھے میں سانپ یا کژدم نے کاٹا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پاس وہ سفید چیز لاؤ جو خمیر میں ہوتی ہے تو ہم نمک آپؐ کے پاس لے گئے تو آپؐ نے اُسے ہتھیلی پر رکھا۔ بعد ازاں آپؐ نے اُس میں سے

تین بار چاٹا پھر بقیہ اُس کا کاٹی جگہ پر رکھا تو اُس سے تسکین ہوئی اور کھانے پر جمع ہونا مستحب ہے اور وہ سنت صوفیہ کے خانقاہ وغیرہ میں ہے۔

حضرت جابرؓ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین کھانا وہ ہے جس پر ہاتھوں کی کثرت ہو۔

اور روایت ہے کہ عرض کی گئی یا رسولؐ اللہ ہم کھاتے ہیں اور پیٹ ہمارا نہیں بھرتا آپ نے فرمایا شاید کہ تم لوگ اپنے کھانے پر الگ الگ بیٹھتے ہو اکٹھے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کرو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اُس میں برکت دے گا اور صوفیہ کی عادت سے ہے کہ دستر خوان پر کھانا کھاتے ہیں اور وہ سنت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نہ کبھی دستر خوان پر کھانا کھایا اور نہ سکورہ میں۔ کہا پھر کس چیز پر کھانا کھاتے تھے تو کہا سفرہ یعنی دستر خوان پر اور لقمہ چھوٹا بنایا جائے اور کھانے کو اچھی طرح چبایا جائے اور اپنے سامنے نظر رکھے اور کھانے والوں کا مُنہ نہ دیکھے اور اپنے بائیں پاؤں کے اوپر بیٹھے اور داہنے پاؤں کو کھڑا رکھے اور تواضع کا بیٹھنا بیٹھے تکیہ نہ لگائے اور نہ متکبّرانہ بیٹھے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ہے اس سے کہ آدمی تکیہ لگا کر کھانا کھائے۔

اور روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بکری ہدیۃً بھیجی گئی تو آپ زانوں پر دو زانوں بیٹھے ہوئے کھا رہے تھے۔ ایک اعرابی بولا کہ یہ کیا نشست ہے یا رسولؐ اللہ؟ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بندۂ مخلوق کیا ہے اور جبار دیندار یعنی متکبّر سرکش اور حق سے پھرنے والا نہیں بنایا اور کھانے کی ابتدا نہ کرے جب تک کہ مقدم یا شیخ ابتدا نہ کرے۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ ہم جب کبھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھتے تو ہم سے کوئی ہاتھ نہ رکھتا تا آنکہ جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم شروع کرتے اور داہنے ہاتھ سے کھائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے چاہیئے کہ ہر ایک تم میں سے کھانا داہنے ہاتھ سے کھائے اور داہنے ہاتھ سے پانی پئے اور چاہیئے کہ اپنے داہنے ہاتھ سے لے اور اپنے داہنے ہاتھ سے دے اس واسطے کہ شیطان ہر آئینہ اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور اپنے بائیں ہاتھ سے پیتا ہے اور اپنے بائیں ہاتھ سے لیتا ہے اور اپنے بائیں ہاتھ سے دیتا ہے اور اگر کھانے کی چیز چھوارے ہوں یا ایسی چیز جس میں گٹھلی ہو تو اُس میں جو چیز پھینکی جاتی ہے اور جو چیز کھائی جاتی ہے طبق اور رکابی میں جمع نہ کرے اور نہ اپنے ہاتھ میں بلکہ اُسے اپنے موقع سے اپنے ہاتھ کی پشت پر رکھے اور اُس کو پھینک دے اور زہد یعنی چوری ہوئی روٹی کی چوٹی سے نہ کھائے جو بیچ میں ہوتی ہے۔

عبداللہ بن عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ جب کھانا سامنے رکھا جائے تو اُس کے حاشیہ یعنی اردگرد سے لو اور اُس کے درمیان چھوڑ دو اس واسطے کہ اُس کے بیچ میں برکت نازل ہوتی ہے اور طعام کو عیب نہ لگائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہا کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کو ہرگز عیب نہ لگایا۔ اگر چاہا تو اُسے کھایا نہیں تو اُسے چھوڑ دیا اور جب لقمہ گر پڑے تو اُسے کھالے۔ اس واسطے کہ ہر آئینہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر پڑے تو چاہیئے کہ اُس سے دُور کرے جو کچھ اُسے لگ گیا ہو اور اُس کو کھا جائے اور شیطان کے لئے نہ چھوڑ دے اور اپنی اُنگلیوں کو چاٹ لے کہ ہر آئینہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو چاہیئے کہ اپنی اُنگلیوں کو چُوس لے اس واسطے کہ وہ نہیں جانتا کہ اُس کے کس کھانے میں برکت ہو۔

اور ایسے ہی حضرت علیہ السلام نے حکم دیا کہ پیالہ کو انگلی سے صاف کرے اور وہ کھانے سے اُس کا لگن اور بھرنا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ کو انگلیوں سے صاف کرنے کا امر فرمایا ہے۔ اور کھانے میں پھونک نہ مارے اس واسطے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ کھانے کو پھونکنا برکت کو دور کرتا ہے۔

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کبھی کھانے میں پھونکتے تھے اور نہ پینے کی چیز میں اور نہ آپ کبھی برتن میں سانس لیتے تھے۔ پس یہ ادب سے نہیں ہے اور سرکہ اور ساگ سبزی دسترخوان پر سنت ہے۔ کہا گیا ہے کہ ملائکہ دسترخوان پر نازل ہوتے ہیں جبکہ اُس پر سبزی ہوتی ہے۔

ام سعد رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور میں اُن کے پاس تھی۔ سو آپ نے فرمایا کہ ہے کچھ صبح کی غذا اُس نے جواب دیا کہ ہمارے پاس روٹی اور چھوارے ہیں اور سرکہ ہے تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا سرکہ بہت اچھا سالن ہے الٰہی سرکہ میں برکت دے کہ وہ انبیاء کا مجھ سے پہلے لگا دن تھا اور جس گھر میں سرکہ ہو وہ محتاج نہ ہو گا اور کھانے پر چپ نہ ہو کہ یہ عجمیوں کی سیرت ہے اور گوشت اور روٹی کو جبڑے سے نہ کاٹے کہ اس باب نہی اور ممانعت آئی ہے اور کھانے سے اپنے ہاتھ کو نہ روکے جب تک کہ جماعت نہ کھا چکے۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب دسترخوان پھیلایا جائے تو کوئی شخص نہ اُٹھے جب تک کہ دسترخوان نہ اُٹھایا جائے اور نہ کوئی ہاتھ اپنا اُٹھائے اگرچہ پیٹ بھر گیا ہو یہاں تک کہ قوم فارغ ہو جائے اور چاہیئے کہ تعلل یعنی بہانہ کھانے کا نہ کرے اس واسطے کہ آدمی اپنے برابر پاس کے بیٹھنے والے سے شرماتا ہے اور اپنا ہاتھ روک لیتا ہے اور قریب ہے کہ اُس کو کھانے کی حاجت ہو۔

اور جب روٹی رکھی جائے تو دوسری چیز کا انتظار نہ کرے اس واسطے کہ ہر آئینہ ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روٹی کی تعظیم کرو اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے برکات آسمان اور

زمین اور چرند اور پرند اور بنی آدم کو تسخیر اور تابع کر دیا ہے۔ اور احسن ادب اور ضروری سے یہ ہے کہ کھانا نہ کھائے مگر جب کہ بھوک لگے اور کھانا کھانا بند کرے۔ پہلے اس سے کہ پیٹ بھرے کہ ہر آئینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ کوئی آدمی نہیں جس نے برتن ایسا بھرا ہو جو اُس کے پیٹ سے بدتر ہو۔

اور صُوفیہ کی عادت سے ہے کہ خادم کو لقمہ دے جبکہ وہ مجلس میں قوم کے ساتھ نہ بیٹھا ہو اور وہ سُنت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ نے روایت کی ہے کہا کہ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے پاس اُس کا خادم کھانا لائے تو اگر اُس کے ساتھ نہ بیٹھے تو اُس کو ایک یا دو لُقمے دیدے اس واسطے کہ وہ اُس کی گرمی اور دُھوئیں کے پاس رہا ہے اور جب کھانے سے فارغ ہو تو اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا کھا چکتے تو کہتے الحمد للہ الذی اطعمنا وسقٰنا وجعلنا من المسلمین۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے کھانا کھایا اور کہا الحمد للہ الذی اطعمنی ھذا ورزقنیہ من غیر حول منّی ولا قوۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ اور خلال کرے کہ ہر آئینہ روایت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تخللوا فانہ نظافۃ والنظافۃ تدعوا الی الایمان والایمان مع صاحبہ فی الجنۃ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلال کرو تم اس واسطے کہ وہ نظافت ہے اور نظافت یعنی پاکی ایمان کی طرف بلاتی ہے اور ایمان اپنے صاحبِ ایمان کے ساتھ بہشت میں ہے۔

اور ہاتھ اپنا دھوئے اس واسطے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی سوئے اور اُس کے ہاتھ میں چربی لگی ہو جس کو نہ دھویا ہو تو اُس کو اذیت کچھ پہنچے گی پس وہ ملامت نہ کرے گا مگر اپنے نفس کو۔ اور ایک طشت میں ہاتھوں کا دھونا سنت ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

طاسوں کو لبریز کرو اور چھلکاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو۔ اور آنکھوں کا مسح ہاتھ کی تری سے مستحب ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم وضو کرو تو اپنی آنکھوں کو پانی پلاؤ یعنی تر کرو اور اپنے ہاتھوں کو نہ جھاڑو اس واسطے کہ وہ شیطان کے موچھل ہیں۔ ابو ہریرہؓ سے پوچھا گیا کہ وضو اور غیر وضو میں ؟ کہا ہاں وضو میں اور غیر وضو میں اور ہاتھ کے دھونے میں داہنے ہاتھ کے اندر اشنان اور صابون لے اور خلال میں جو کچھ دانتوں سے خلال کے ساتھ نکلے گلے کے نیچے نہ اُتارے لیکن جو کچھ زبان کے سہارے سے نکلے اُس کا مضائقہ نہیں کہ نگل جائے اور کھانا کھانے میں تصنع اور بناوٹ سے پرہیز کرے اور اُس کا کھانا جماعت کے اندر ایسا ہو جیسا کہ وہ تنہا کھائے اس واسطے کہ ریاء اور دکھلاوٹ ہر ایک شئے پر داخل ہوتی ہے۔

بعض علماء کے سامنے بعض عابد کا وصف کیا گیا تو عالم نے اُس کی ثنا نہیں کی۔ اُس سے کہا گیا کہ آپ اُس میں ناجائز بات جانتے ہیں ؟ کہا ہاں میں نے اُسے دیکھا کہ کھانے میں تصنّع کرتا ہے اور جس نے کھانے میں تصنع کیا تو عمل میں تصنع سے اُس پر امینی نہیں کی جاتی یعنی ممکن ہے کہ عمل میں بھی تصنع کرے اور اگر اکل حلال ہو تو کہنا چاہیئے کہ کہے الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات و تنزل البرکات اللھم صلّ علی محمد وعلی آل محمد اللھم اطعمنا طیبا و استعلمنا صالحاً اور اگر کھانا شبہ کا ہو تو کہے الحمد للہ علی کل حال اللھم صل علی محمد و لا تجعلہ عونا علی معصیتیک۔ اور چاہیئے کہ کثرت سے استغفار اور حزن کرے اور اکل شبہ پر گریہ کرے اور ہنسے نہیں۔ اس واسطے کہ جو شخص کھاتا ہے اور روتا ہے وہ مثل اس کے نہیں ہے جو کھائے اور ہنسے اور کھانا کھانے کے بعد پڑھے : قل ھو اللہ احد اور لا یلاف قریش اور کسی قوم کے پاس کھانا کھانے کے وقت نہ جائے۔ اس واسطے کہ ہر آئیلہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص ایسے کھانے کی طرف جائے جس کے لئے وہ نہ بُلایا گیا ہو تو وہ شخص فاسق ہو گیا اور حرام کھانا کھایا اور ہم نے دوسری روایت سُنی ہے دخل سارقا وخرج مغیرا یعنی وہ سارق بن کر داخل ہُوا اور مغیر یعنی لوٹیرا خارج ہُوا الا اُس صورت میں کہ اس کا آنا

ایسی قوم کے پاس ہو جن سے اُن کی مزحمت اُس کے ساتھ کھانا کھانے سے ہو اور آدمی کا اپنے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازہ تک جانا مستحب ہے اور مہمان بلا اجازت صاحبِ خانہ کے باہر نہ نکلے اور میزبان تکلف سے اجتناب کرے مگر اُس وقت کہ اُس کی نیت کھانے زیادہ خرچ کرنے کی ہو اور یہ بات شرم اور تکلف سے نہ کرے اور جب ایک جماعت کے ساتھ کھانا کھائے تو بعد از فراغ کہے۔ اگر نماز مغرب کے بعد ہو افطر عندکم الصائمون واکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکۃ یعنی روزہ دار تمہارے یہاں روزہ افطار کریں اور ابرار لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمہارے اوپر درود بھیجیں۔

اور یہ بھی روایت ہے علیکم صلوۃ قوم ابرار لیسوا باثمین ولا فجار یصلون باللیل ویصومون بالنہار یعنی تمہارے اوپر درود ہو اُس قوم ابرار کا جو گنہگار نہیں ہیں اور نہ فاجر ہیں رات کو نماز پڑھتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ بعض صحابہؓ یہ کہا کرتے تھے اور ادب سے یہ بات ہے کہ جو اُس کے لئے کھانا پیش کیا جاوے اُس کا استحقار نہ کرے اور حقیر نہ سمجھے۔ اور بعض اصحابؓ رسولؐ اللہ کہا کرتے کہ ہم نہیں جانتے کہ اُن میں سے کون شخص زیادہ گنہگار ہے آیا وہ شخص جو حقارت اسکی کرے جو اُسکے سامنے کھانا لایا جائے یا وہ شخص جو حقارت اُس چیز کی کرے جو اُس کے پاس ہے کہ اُسے پیش کرے اور طعام مباہات و نمود کا کھانا مکروہ ہے اور جو کھانا کہ بیاہ شادی اور غمی میں بتکلف پکایا جاتا ہے اور جو کھانا نوحہ کرنے والوں کے لئے تیار ہوتا ہے نہ کھایا جائے اور جو اہل ماتم پرسی کے لئے تیار ہو اُس کا کھانا مضائقہ نہیں ہے اور جو اُس کے قائم مقام ہو اور جب ایک شخص اپنے بھائی کے حال کو جانتا ہو کہ وہ خوش اس انبساط سے ہوتا ہے کسی چیز میں تصرف اُس کے کھانے میں کرے تو کچھ حرج نہیں ہے کہ اُس کے کھانے میں سے بغیر اُس کی اجازت کے کھائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا او صدیقکم۔

روایت ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ کے پاس ایک جماعت آئی اور اُس کو موجود نہ پایا تو اُنہوں نے دروازہ کھولا اور دسترخوان بچھایا اور کھانا کھایا۔ پھر سفیان آیا اور خوش ہُوا اور کہا تم نے سلف کے اخلاق یاد دلائے کہ وہ ایسے ہی تھے۔ اور جو شخص کھانے کے لئے بُلایا گیا تو اجابت اُس کی سُنت ہے اور اس میں زیادہ

والا ولیمہ ہے۔ اور کبھی بعض لوگ دعوت سے غرور کے سبب تخلف کرتے ہیں۔ اور یہ خطا ہے اور جو یہ بات بناوٹ سے کی ہو اور ریا سے تو وہ کمتر تکبّر سے ہے۔

روایت ہے کہ حضرت حسن بن علیؓ کا ایک مساکین کی قوم پر گزر ہُوا جو راستوں پر لوگوں سے سوال کرتے ہیں اور اُنھوں نے زمین پر ٹکڑے روٹیوں کے پھیلا رکھے تھے اور آپ ایک خچر پر سوار تھے سو جب آپ اُن پر گزرے تو اُن سے سلام علیک کی اور انھوں نے وعلیکم السلام کہا اور عرض کی کہ اے فرزند آئیے صُبح کا کھانا حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اللہ تعالےٰ متکبّروں کو دوست نہیں رکھتا۔ پھر اپنی ران کو پھیرا اور اپنی سواری سے اُتر پڑے اور زمین پر اُن کے ساتھ بیٹھے اور آکر کھانے لگے پھر اُن کو سلام کیا اور سوار ہو گئے اور کہتے جاتے تھے کہ بھائیوں کے ساتھ کھانا کھانا گُنبے کے ساتھ کھانا کھانے سے افضل ہے۔

روایت کیا کہ ہارون رشید نے ابی معاویہ نابینا کو بُلایا اور امر کیا کہ اس کے لئے کھانا لایا جائے۔ پھر جب وہ کھانا کھا چکے تو رشید نے پانی اُس کے ہاتھوں پر طشت میں گرایا پھر جب وہ فارغ ہُوا تو کہا یا ابا معاویہ تُو جانتا ہے کہ تیرے ہاتھ پر کس نے پانی ڈالا کہا نہیں کہا کہ امیر المومنین نے، کہا اے امیر المومنین اس کے سوا نہیں کہ تُو نے علم کا اکرام و اعزاز و اجلال کیا ہے اللہ تعالیٰ تیرا اجلال کرے اور تیرا اکرام کرے جیسا کہ تُو نے علم کا اکرام کیا۔

چوالیسواں باب

صُوفیہ کے آدابِ لباس اور اُن کی نیات اور اُس میں اُن کے مقاصد کے بیان میں

لباس نفس کی حاجات سے ہے اور اُس کی ضرورت گرمی اور سردی کے دُور کرنے کے لئے ہے جیسے کہ طعام حاجاتِ نفس سے بھُوک دُور کرنے کے لئے ہے اور جیسا کہ نفس طعام سے مقدارِ حاجت پر قانع نہیں ہے بلکہ زیادات اور خواہشیں طلب

کرتا ہے سو اسی طرح لباس بھی انواع و اقسام کی پوشاک مانگتا ہے اور نفس کے لئے اس میں طرح طرح کی خواہش اور ہوا ہوتی ہے۔ پس صوفی نفس کو لباس میں صریح علم کی متابعت کی طرف پھیرتا ہے۔

بعضے صوفیہ سے کہا گیا تیرا لباس پھٹا ہوا ہے لیکن وجہ حلال سے ہے اور اُس سے کہا گیا ہے کہ وہ مَیلا ہے کہا لیکن وہ طاہر اور پاک ہے تو صادق کی نظر اپنی پوشاک میں یہ ہے کہ وہ وجہ حلال سے ہو۔ اس واسطے کہ ہر آئینہ حدیث میں وارد ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ جس نے ایک کپڑا دس درہم کو خریدا اور اُس کی قیمت میں ایک درہم حرام کا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے صرف اور عدل نہیں قبول کرتا یعنی نہ فرض نہ نفل پھر اس کے بعد نظر اس کی اس میں ہے کہ وہ لباس پاک ہو اس واسطے کہ طہارت کپڑے کی نماز کی صحت کی شرط ہے اور اِن دو نظر کے سِوا اُس کی نظر اس میں ہے کہ وہ گرمی اور سردی کو دفع کرتا ہے اس واسطے کہ وہ مصلحت نفس کی ہے اور اس کے بعد جو نفس چاہتا ہے وہ سب فضول اور زیادت ہے اور نظر خلق کی طرف ہے اور صادق کے لئے سزاوار نہیں ہے کہ لباس پہنے مگر اللہ تعالےٰ کے واسطے اور وہ ستّر عورت ہے یا اپنے نفس کے لئے کہ گرمی اور سردی دُور ہو۔

حکایت ہے کہ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ ایک روز باہر نکلے اور اس کے بدن میں کپڑا تھا جس کو اُلٹا پہنا تھا سو اُس سے کہا گیا اور اس کو علم اس کا نہ تھا۔ پس اُس نے قصد کیا کہ اُسے اُتارے اور سیدھا کر کے پہنے۔ بعد ازاں اُس کو ایسا ہی چھوڑ دیا اور کہا جب مَیں نے پہنا تھا تو نیّت کی تھی کہ مَیں اسے اللہ تعالیٰ کے واسطے پہنتا ہوں اور اب مَیں اُسے نہیں بدلتا ہوں مگر خلق کی نظر کے واسطے کہ مَیں اُس سے پہلی نیت کو نہیں توڑتا۔

اور صُوفیہ طہارت اخلاص کے ساتھ مخصوص ہیں اور اُن کو طہارت اخلاق نہیں نصیب ہوتی مگر صلاحیت اور اہلیت اور استعداد کے ساتھ جس کو اللہ تعالےٰ نے اُن کے نفوس کے لئے مہیا کیا ہے اور اخلاق کی طہارت اور اُن کی معاونت

میں ایک تناسب ہے جو ہئیت نفس کے سبب واقع ہے اور ہیئت نفس کا تناسب وہی مشارالیہ قول اللہ تعالیٰ کا ہے: فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی۔ یعنی پس جس وقت کہ میں نے اُس کو مستوی اور ہموار کیا اور اپنی رُوح میں نے اُس میں پھونکی۔ پس تناسب وہی تسویہ ہے۔

پس مناسب یہ ہے کہ لباس اُس کا مشاکل اور مشابہ اُن کے طعام کے ہو اور طعام اُن کا ہم شکل اُن کے کلام کے ہو اور اُن کا کلام ہم شکل سونے کے ہو اس واسطے کہ تناسب جو نفس میں واقع ہے علم کے ساتھ مقید ہے اور تشابہ اور تماثل احوال میں جو ہے اس کے ساتھ علم حکم کرتا ہے اور زبانِ حال کے متصوف کسی قدر التزام تناسب کا آمیزش ہوا کے ساتھ کرتے ہیں اور اُن کے پاس جو کچھ واقفیت تناسب ہے وہ ایک تراوش اُن کے سلف کے حال کی ہے جو وجود تناسب میں تھی۔ ابوسلمانؒ دارانی نے کہا کہ ایک اُن میں سے تیسؔ درہم کی عبا پہنتا ہے اور اُس کے پیٹ میں خواہش پانچ درہم کی ہے اس کا انکار اُس نے اس واسطے کیا کہ تناسب نہیں ہے۔

پھر جب کوئی موٹا کپڑا پہنے تو سزاوار یہ ہے کہ اُس کی غذا بھی اُس کے جنس سے ہو اور جبکہ لباس اور طعام مختلف ہو تو وہ دلیل انحراف کے وجود کی ہے۔ وجود ہوئی ہے جو دو طرف سے ایک طرف میں مخفی ہے یا وہ طرف لباس نہیں ہے اس سبب سے کہ وہ نظر خلق کا مقام ہے یا کہ وہ طعام کے طرف میں ہے اس واسطے کہ حرص اور شرہ بافراط ہے اور یہ دونوں وصف مرض ہیں جو دوا کے محتاج ہیں۔ پس چاہیئے کہ حدِ اعتدال کی طرف عود کرے۔

ابوسلمان دارانی نے ایک کپڑا دُھلا ہُوا پہنا تو اُس سے احمد نے کہا کاش تُو اس سے اچھا کپڑا پہنتا تو کہا کاش میرا قلب اور قلوب میں ایسا ہوتا جیسا کہ میرا قمیص کپڑوں میں ہے تو فقیر لوگ گُدڑی پہنا کرتے اور بسا اوقات چیتھڑے گھوڑوں کے اُوپر سے اُٹھا لیتے اور اُن سے اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے اور ہر آئینہ اہل اصلاح کے ایک گروہ نے یہ کام کیا ہے اور یہ وہ لوگ تھے جن کے

پاس کچھ مال نہ تھا تو اُس کی طرف رجوع کرتے تھے سو جیسے اُن کے پیوند گھوڑوں کے چیتھڑوں سے تھے گداگری سے اُن کے لقمے تھے۔

ابو عبداللہ رفاعی تیس برس فقر اور توکل پر قائم رہا اور جب کبھی فقراء کے لیئے کھانا حاضر کرتا تو اُن کے ساتھ نہ کھاتا۔ اس بارے میں اُس سے کہا جاتا وہ کہتا کہ تم حق توکل کے ساتھ کھاتے ہو اور مَیں حق مسکنت کے ساتھ کھاتا ہوں بعدازاں عشائیں کے درمیان دروازوں سے بھیک مانگنے کے لئے نکلتا اور یہ اس شخص کے شان ہے جو مال کی طرف رجوع نہ کرے اور زیر احسان کسی کے نہ ہو۔

نقل ہے کہ خرقہ پوشوں کی ایک جماعت بشر بن الحراث کے پاس گئی تو اُن سے آپ نے کہا اے قوم خدا سے ڈرو اور اس لباس کو مت ظاہر کرو اس واسطے کہ تم اس کے باعث پہچانے جاتے ہو اور اُس کے لئے اکرام کئے جاتے ہو سو سب کے سب خاموش ہو رہے۔ پھر ایک لڑکے نے اُن میں سے اُسے کہا الحمد للہ الذی جعلنا ممن یعرف بہ دیکرم بہ یعنی شکر ہے اس اللہ تعالیٰ کا جس نے ہم کو اُن لوگوں سے گردانا جو اس سے پہچانے جاتے ہیں اور اُس کے لئے اکرام کئے جاتے ہیں۔ اور اللہ کی قسم ہر آئینہ یہی لباس غالب رہے گا تاآنکہ دین سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو۔" تب بشر نے اُس سے کہا شاباش اے لڑکے مثل تیرے جو کوئی مرقع پہنے تھے تو ایک اُن میں کا تھا کہ زمانہ دراز تک نہ کوئی کپڑا تہہ کر کے رکھتا تھا اور نہ مالک اُس کپڑے کے سوا کا تھا جس کو وہ پہنے ہوئے تھا۔

اور روایت ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ایک کرتہ پہنا جو تین درہم کو خریدا تھا پھر اُنگلیوں کے سرے سے اُس کی آستین کاٹ ڈالیں اور اُنہی سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب سے کہا کہ اگر تُو چاہے کہ اپنے صاحب سے ملے تو اپنے قمیص میں پیوند لگا اور اپنا جُوتا گانٹھ اور اپنی خواہش اور اُمید کو کم کر اور سیر شکمی سے کم کھا۔

اور جریری ؒ سے حکایت کی گئی راوی نے کہا کہ بغداد کی جامع مسجد میں ایک شخص تھا کہ اُس کو نہیں پاتا مگر ایک کپڑے میں جاڑے ہوں یا گرمی تو اس سے

دریافت کیا گیا کہ اس کا کیا سبب ہے؟ تو اُس نے کہا کہ مجھے حرص تھی کہ بہت سے
کپڑے پہنوں سو ایک رات میں نے اُس میں دیکھا جو سونے والا دیکھا کرتا ہے۔
گویا کہ میں بہشت میں داخل ہُوا۔ سو میں نے ایک جماعت کو اپنے یاروں سے جو
فقراء سے تھے کہ وہ ایک دستر خوان پر بیٹھے تھے سو میں نے چاہا کہ اُن کے ساتھ
میں بھی بیٹھوں کہ یکایک فرشتوں کی ایک جماعت آن پہنچی میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے
اُٹھا لیا اور مجھ سے کہا کہ یہ لوگ ایک کپڑے والے ہیں اور تیرے پاس دو کپڑے
ہیں تو اُن کے ساتھ مت بیٹھ تب میں جاگا اور عہد کیا کہ میں ایک کپڑے کے سوا
نہ پہنوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملوں۔

اور کہا گیا ہے کہ ابو یزید مر گیا اور اس کُرتہ کے سوا اور کچھ نہ چھوڑا جو اُس
کے بدن میں تھا اور وہ مانگا ہُوا تھا سو اُسے اُس کے مالک کو پھیر دیا اور یہ حکایت
ہم کو شیخ حماد ہمارے شیخ کے شیخ سے پہنچی ہے کہ اُس نے بڑا زمانہ بسر کیا کہ وہ
کپڑا نہ پہنتا تھا مگر مستعار یہاں تک کہ اپنے ذاتی ملک کی کوئی چیز نہیں پہنی۔

اور ابو حفص حدادؒ نے کہا ہے جب تُو کسی فقیر کی نیک روئی اپنے کپڑے
میں دیکھے تو اُس کی خیر کی امید نہ رکھ۔ اور نقل ہے ابن کر بنی مرا اور وہ جنیدؒ کا
اُستاد تھا اور اُس کے بدن میں مرقعہ تھا۔ منقول ہے کہ اُن کی ایک آستین اور
پردہ جامہ کا تیرہ رطل تھے (رطل نیم من) سو کبھی ایک جماعت صالحین ایسے
سخت لباس میں ہوتی ہے اور کبھی صالحین کی ایک جماعت تکلف کرتی ہے کہ مرقعہ اور
لباس فقراء کے سوا اور لباس پہنیں اور اس میں نیت اُن کی اخفائے حال ہے یا
اس کا خوف ہے کہ حق مرقع واجب طور سے ادا نہ ہو گا۔

منقول ہے کہ ابو حفص حداد نرم کپڑے پہنا کرتے اور اُن کا ایک گھر تھا جس
میں ریت بچھی ہوتی تھی شاید کہ اُس کے اُوپر سویا کرتا تھا بدوں اس کے کہ بچھونا ہُوا
اور اصحابِ صفہ سے ایک قدم تھی جو اس بات کو مکروہ جانتی تھی کہ اُن کے اور
مٹی کے درمیان کوئی چیز حائل ہو اور ابی حفص کا نرم کپڑا پہننا علم اور نیت کے
ساتھ ہوتا تھا کہ اللہ تعالےٰ اُس کی محبت سے ملے اور اسی طرح صادقین کا حال

ہے۔ اگر انہوں نے نیت کے ساتھ نرم کپڑا پہنا ایک نیت سے جو اُن کے لئے اس میں ہے۔ پس اُن پر اعتراض نہ کیا جائے بدوں اس کے سخت کپڑے اور مرقع کا پہننا تمام فقراء کے لئے لائق ہے اس نیت سے کہ دُنیا اور اُس کی روشنی چمک اور خوبی سے قلت کرے۔

اور ہر آئینہ حدیث شریف میں وارد ہُوا ہے کہ جس شخص نے خوش آئندہ کپڑا ترک کر دیا حالانکہ وہ اس کے پہننے پر قادر ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو جنت کا لباس پہنائے گا۔ لیکن نرم کپڑے کا پہننا تو وہ لائق نہیں ہے مگر اُس شخص کے لئے جو اس بارے میں اپنے حال کا عالم ہو اور اپنے نفس کی صفات کا دیکھنے والا ہو۔ شہوات پوشیدہ نفسانی کا جویا ہو اللہ تعالیٰ اس میں حسن نیّت کو قبول کرے۔ پس نیت کے سبب اس مسئلہ میں بہت سی وجوہ ہیں کہ اُن کی شرح طویل ہے اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ جو ایک کپڑا پہننے کا خاص قصد نہیں کرتے نہ اُس کی سختی سے نہ اُس کی نرمی سے بلکہ وہ ایسا کپڑا پہنتے ہیں جو حق اُن کو پہنا دے تو وہ وقت کے حکم سے ہے اور یہ حسن ہے اور اس سے احسن ہے کہ وہ اپنے نفس کو اس بارہ میں ٹٹولے اور جو پائے وہ کرے۔ پھر اگر اس کپڑے میں جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس بھیجا ہے نفس کے لئے شر یا اُس کی شہوت پوشیدہ یا ظاہر دیکھے تو اُسے اُتار ڈالے الا اس وقت کہ حال اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ترک اختیار ہو۔

پس اس صُورت میں اُسے گنجائش نہیں ہے اِلّا اس بات کی کہ وہ اُسی کپڑے کو پہنے جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے پاس بھیجا ہے۔

اور ہمارے شیخ ابوالنجیب سہروردی کا یہ حال تھا کہ آپ کسی ہیئت کے مقید لباس میں نہ تھے بلکہ وہ کپڑا پہنتے تھے جو بلا قصد اور تکلف و اختیار کیف ما اتفق مل جاتا تھا اور وہ عمامہ دس دینار کا بھی پہنتے تھے اور ایک دانگ کے درہم کا چھٹا حصہ آٹھ جَو کے برابر ہوتا تھا۔ اور شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ایک ہیئت مخصوصہ کا لباس پہنتے تھے اور طیلسان پہنتے تھے (ایک کپڑا ہے کہ کاندھے پر ڈالتے ہیں) اور شیخ

علی ہیئتی فقیروں کا سیاہ لباس پہنتے تھے۔ اور ابوبکر فراز ربخان میں (ملک زنگ) احادالناس کی طرح سخت پوستین پہنا کرتے اور ہر ایک کے لئے اُس کے لباس اور ہئیت میں ایک نیت صالحہ ہے اور ان اقسام کی تفاوت کی شرح سے اس کتاب میں طول ہوتا ہے۔

اور شیخ ابومسعود رحمۃ اللہ علیہ کا حال اللہ کے ساتھ ترکِ اختیار تھا اور ہر آئینہ اُس کے لئے نرم کپڑے بھیجے جاتے تھے اور وہ اُسے پہنتے تھے اور اس سے ذکر کیا جاتا کہ بسا اوقات بعض آدمی کے دلوں میں انکار سبقت کرتا ہے۔ آپ کی نسبت جو یہ کپڑا آپ پہنتے ہیں تو آپ کہتے کہ ہماری ملاقات نہیں ہوتی مگر دو آدمیوں میں سے کسی ایک کی ایک وہ شخص جو ہم سے مطالبہ ظاہر حکم شرع کا کرتا ہے تو ہم اس سے کہتے ہیں کہ آیا ہمارے کپڑے کو شرع مکروہ کرتی ہے تو اُس کو حرام کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ نہیں اور ایک وہ شخص ہے جو ہم سے مطالبہ اُس حقائق کے ساتھ کرتا ہے جو ارباب عزیمۃ کی قوم کے ہیں تو ہم اُس سے کہتے ہیں کہ کیا تو ہمارے واسطے اس کپڑے میں جو ہم اُسے پہنتے ہیں کوئی اختیار ہے یا تو ہمارے پاس اس میں خواہش اور شہوت دیکھتا ہے وہ کہتا ہے کہ نہیں اور کبھی لوگوں میں وہ ہوتے ہیں جو نرم کپڑوں کے پہننے کا مقدور رکھتے ہیں اور سخت کپڑے پہننے اپنے لئے مکروہ جانتا ہے چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے ایک ہئیت خاص پسند فرمائے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ سے التجا اور اختیار کرتا ہے اور سوال کرتا ہے کہ وہ ایسے دکھلاوے ایسا لباس جو اللہ تعالےٰ کے پسند ہو اور اس کو لائق اور صالح اُس کے دین اور دُنیا کے لئے کرے۔ اس سبب سے کہ وہ ایک خاص لباس کا بعینہٖ صاحب غرض و ہوا نہیں ہے۔

پس اللہ تعالےٰ اس کو کشود کر دیتا ہے اور اُس کو ایک خاص لباس بتلا دیتا ہے اور معلوم کرا دیتا ہے تب وہ اس لباس کو اپنے اُوپر لازم کر لیتا ہے۔ پھر اُس کا لباس للہ ہوتا ہے اور یہ اتم و اکمل ہے اُن سب لباسوں سے جن کا پہننا للہ ہو اور بعضے وہ آدمی ہوتے ہیں جن کا حصّہ علم سے وافر ہوتا ہے اور منبسط

اُس سے ہوتا ہے جس کا بسط اللہ تعالےٰ اُس کو کرتا ہے تو وہ علم اور ایقان سے لباس پہنتا ہے اور پرواہ اس کی نہیں کرتا کہ وہ کپڑا نرم ہے یا سخت ہے اور بسا اوقات اُس نے نرم لباس پہنا اور اُس میں اس کے نفس کے لئے اختیار ہے اور حظ ہے۔ اور یہ حظ اس میں موجب کمی گناہ و کنارہ کا اُس کے لئے اور اُس کے اُوپر پھیرا ہُوا اور اُس کو بخشا اور ہبہ کیا ہوا ہوگا کہ اس کے ارادہ نفس سے اللہ تعالےٰ موافق ہے اور یہ شخص تزکیہ میں کامل اور طہارت میں تمام محبوب مراد ہوگا کہ اُس کی مراد محبوب کی طرف اللہ تعالےٰ مسارعت فرماتا ہے بغیر اس کے کہ یہاں پر قدم کو لغزش ہو جو اکثر مدعیوں کے لئے ہے۔

یحییٰ بن معاذ رازیؒ سے حکایت ہے کہ وہ صوف اور پرانے کپڑے ابتدائے عمر میں پہنا کرتے تھے۔ بعد ازاں آخر عمر میں نرم کپڑے پہننے لگے کہ یہ حال بایزید سے ذکر کیا گیا تو اُس نے کہا جب مسکین یحییٰ نے صبر اولیٰ پر نہ کیا تو کیونکر تحفوں پر صبر کرتا اور بعضے وہ لوگ ہیں جن کو پہلے سے علم اُن چیزوں کا ہوتا ہے جو لباس کی قسم سے اُس کے پا جائے گا تو اُس کو وہی سمجھ کر پہنتا ہے اور صادقین کے اور جتنے احوال ہیں مختلف انواع کے وہ سب مستحسن ہیں : قل کل یعمل علیٰ شاکلتہ فربکم اعلم بمن ھو اھدیٰ سبیلاً۔ یعنی تو کہہ ہر کوئی کام اوپر طریقہ اپنے کے کرتا ہے۔

پس رب تمہارا خوب جانتا ہے اُس شخص کو کہ وہ راہ کا پانے والا ہے اور سخت کپڑے کا پہننا بندہ کے لئے محبوب تر اور بہتر اور اسلم یعنی مصون ہے اور آفات سے دُور تر ہے۔

مسلم بن عبدالملکؒ نے کہا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس مَیں گیا کہ مرض میں اُس کی عیادت کروں تو مَیں نے اُس کا کرتہ مَیلا دیکھا تو مَیں نے اُس کی بی بی فاطمہ سے کہا کہ امیرالمومنین کے کپڑے دھلواؤ۔ اُس نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ ایسا کریں گے۔ کہا پھر مَیں عیادت کے واسطے گیا تو دیکھا کُرتہ ویسا ہی مَیلا ہے۔ پھر مَیں نے کہا اے فاطمہ! کیا مَیں نے تجھ کو نہیں حکم دیا کہ اس بات کا کہ اسے دھو ڈالو

اُس نے جواب دیا کہ واللہ کوئی دُوسرا کُرتہ اُس کے سوا نہیں ہے۔

اور سالم نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز ملائم ترین لوگوں سے پہنتے تھے قبل اس کے کہ اُس کو خلافت سپرد کی جائے پھر جبکہ خلافت اُن کے سپرد کی گئی اپنے سر کو دونوں زانوؤں کے درمیان مارا اور روئے اور پھر انہوں نے پرانے کپڑے اور کمبل موروثی منگوائے اور پہنے۔

منقول ہے کہ جب ابوالدرداءؓ نے انتقال کیا تو اُن کے کپڑے میں چالیس پیوند پائے اور ان کی عطا چار ہزار درہم تھے۔

اور زید بن وہب نے کہا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک قمیص رازی پہنا اور وہ ایسا تھا کہ جب اُس کی آستین کھینچی جاتی تو انگلیوں کے سرے تک پہنچتی۔ خارجیوں نے اس سے عیب لگایا تب آپ نے فرمایا کیا تم مجھے عیب لگاتے ہو ایسے لباس پر جو غرور سے بہت دُور ہے اور اس لائق ہے کہ مسلمان میری اقتدا کریں۔ اور منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی آدمی پر دو باریک کپڑے دیکھتے دُرّہ مار کر اُسے اُٹھاتے اور کہتے یہ لباس عورات کے لئے چھوڑ دو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے اپنے قلوب کو صوف کے لباس سے روشن کرو کہ ہر آئینہ وہ دُنیا میں مذلت ہے اور آخرت میں نور ہے اور بچاؤ تم اپنے تئیں اس سے کہ تم اپنے دین کو لوگوں کی تعریف و ثناء سے فاسد کرو۔

اور روایت ہے کہ ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جُوتے کا جوڑا پہنا پھر اُن کی طرف دیکھا تو اُن کا حسن اچھا معلوم ہوا تو اللہ تعالےٰ کے لئے سجدہ کیا۔ آپؐ سے اس معاملہ میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ مَیں ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہ میرا پروردگار مجھ سے مُنہ پھیر لے سو اس کی مَیں نے تواضع اور عاجزی کی۔ ضرور ہے کہ یہ جوڑا جو تاارات کو میرے گھر میں نہ رہے اس خوف سے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دُشمنی اُن کے سبب نہ ہو اور پھر اُن کو اتار ڈالا اور اُن کو بھیج دیا اُس مسکین کے لئے جو اول اُسے ملے پھر حکم دیا اور آپؐ کے لئے نعلین خریدی گئیں جو پرانی گٹھی ہوئی تھیں۔

اور روایت ہے کہ ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوف پہنا ہے، اور پرانا گٹھا ہوا جوتا پہنا اور غلاموں کے ساتھ کھانا کھایا اور جس وقت نفس محل آفات میں ہو تو اس کے پوشیدہ حیلوں اور مخفی شہوات اور چھپی ہوئی پر اطلاع پانا نہایت دشوار ہے۔ پس لائق و سزاوار اور اولیٰ یہ ہے کہ احوط امر کو پکڑے اور چھوڑ دے اُن کو جو شک میں ڈالے اُس کی طرف جو شک نہیں دلاتیں اور بندہ کے لئے نہیں جائز ہے کہ وسعت میں داخل ہو الا بعد اُس کے کہ علم وسعت کا مضبوط اور قوی اور نفس زکی کامل ہو اور یہ جب ہے کہ نفس اپنی ہوا تبع کی غلبیت کے ساتھ غائب اور پوشیدہ ہو جائے۔ اور نیت خالص اور تصرف علم صریح واضح کے ساتھ راست اور درست ہو جائے اور عزیمت کے لئے قوتیں ہیں کہ اُس پر سوار ہوتی ہیں اور اُس کی مراعات کرتی ہیں رخصت کی طرف نزول کرنا نہیں چاہتی ہیں اس خوف سے کہ فضیلت ترک کر دینا اور ملائم لباس دُنیا کے فوت نہ ہو جائیں اور ہر آئینہ کہا گیا ہے کہ جس شخص کا لباس باریک ہے اُس کا دین باریک ہے اور کبھی اس بارہ میں رخصت دی جاتی ہے ایسے شخص کے لئے جو زہد کا التزام نہ کرے اور شرع کی رخصت پر ٹھہرے۔

علقمہ نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپؐ نے فرمایا ہے بہشت میں وہ شخص داخل نہ ہو گا جس کے دل میں ایک ذرہ کے وزن پر کبر و غرور ہو گا۔ پس ایک شخص نے کہا ہے کہ آدمی دوست رکھتا ہے اس بات کو کہ کپڑے اس کے اچھے ہوں اور جوتا اُس کا اچھا ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو دوست رکھتا ہے۔ پس یہ رخصت اُس شخص کے حق میں ہے جو اُسے پہنے اور ہوائے نفس سے اس میں افتخار نہ کرے اور نہ وہ اترائے۔ لیکن جس نے کہ لباس اس واسطے پہنا کہ دُنیا اور اُس کے تکاثر سے تفاخر کرے اور شیخی مارے تو ہر آئینہ اس کے حق میں وعید ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مومن کا پاجامہ آدھی پنڈلی تک ہے اُس مقدار میں جو اُس کی پنڈلی اور ٹخنوں کے مابین ہے اور جو ٹخنوں سے نیچا ہو تو وہ دوزخ میں ہے جس شخص

نے اپنی ازار کو نافرمانی سے کھینچا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُس کی طرف نہ دیکھے گا۔
اس درمیان میں ایک شخص اُن لوگوں سے تھا جو تم سے پہلے تھا وہ تبختر اور نازش
اپنی چادر پر کرتا جس وقت کہ اُس کو چادر اُس کی اچھی معلوم ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ سے
اُس کے ساتھ زمین کو دھنسا دیا۔

پس وہ زمین میں گھستا چلا جاوے گا قیامت کے دن تک اور احوال میں اختلاف
ہُوا کرتا ہے اور جو شخص کہ اُس کا حال اُس کے صحتِ علم کے ساتھ صحیح ہو اُس کی
نیت ماکول و ملبوس اور تمام کاروبار میں صحیح ہوتی ہے اور کل احوال میں وہ مستقیم
رہتا ہے اور باطن کی استقامت سے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے راست اور مستحکم ہوتا
ہے اور اُس کے موافق بندہ کے کاروبار اللہ تعالےٰ کے حُسنِ توفیق سے مستحکم
ہوتے ہیں۔

پینتالیسواں باب

قیام لیل کی فضیلت کے ذکر میں ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اذ یغشیکم النعاس امنۃ منہ وینزل
علیکم من السماء ماء لیطہرکم بہ ویذہب عنکم رجز الشیطان یعنی جب تم کو
اونگھ گھیرے اُس سے امن ہے اور اتارتا ہے تم پر آسمان سے پانی تو بسبب
اس کے تم کو پاک کرے اور شیطان کی پلیدی تم سے لے جائے۔

یہ آیت مسلمانوں کے حق میں جنگِ بدر کے دن نازل ہُوئی جہاں کہ وہ ایک
ریت کے ٹیلے پر اُترے جس میں آدمیوں کے قدم اور گھوڑوں کے سُم دھنسے جاتے تھے
اور اُن پر مشرکوں نے بدرِ عظمیٰ کے پانی تک سبقت کی اور اُن پر وہ غالب ہو گئے
اور مسلمان لوگ صبح کے وقت محدث اور جنب اُٹھے اور اُن کو پیاس معلوم ہوئی
اور شیطان نے اُن کو وسوسہ میں ڈالا کہ تمہارا زعم ہے کہ تم حق پر ہو اور تمہارے
درمیان نبی اللہ ہیں حالانکہ مشرکین پانی پر غالب اور قابض ہو گئے اور تم بے طہارت
اور بغیر غسل کے نمازیں پڑھ رہے ہو پھر تم کیونکر امید فتح یابی کی اُن پر رکھتے ہو

تب اللہ تعالیٰ نے آسمان سے مینہ برسایا جس سے میدان جنگل بہہ نکلے۔ پس مسلمانوں نے اُس سے پانی پیا اور نہائے اور وضو کئے اور گھوڑوں کو پانی پلایا اور برتن اور مشکیں بھر لیں اور زمین سخت ہو گئی یہاں تک کہ قدم اُس پر ثابت ہوئے اور جمے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ویثبت بہ الاقدام اذ یوحی ربک الی الملائکۃ انی معکم۔ یعنی بسبب اس کے پاؤں ٹھہرنے لگے اس واسطے کہ رب تیرے نے فرشتوں کو حکم کیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو فرشتوں سے مدد دی حتیٰ کہ مشرکین پر وہ غالب ہو گئے۔

اور قرآن کی ہر ایک آیت کے لئے ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور حد ہے اور مطلع ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح اُونگھ کو اس واقعہ اور حادثہ میں صحابہؓ کے لئے رحمت اور امن بنا دیا تو وہ ایک رحمت ہے جو تمام مومنین کو عام ہے اور اُونگھ ایک قسم صالح اقسام عاجلہ سے مریدوں کے لئے ہے اور وہ ایک انس ہے اُن کے قلوب کے لئے اُن منازعات سے جو نفس کرتا ہے اس واسطے کہ نفس نیند سے استراحت کرتا ہے اور ماندگی کا شکوہ نہیں کرتا اس واسطے کہ شکایت اور تعب میں قلب کی کدورت ہے اور اس کی استراحت نیند کے ساتھ بشرطیکہ علم اور اعتدال ہو۔ قلب کی راحت ہے بایں وجہ کہ قلب اور نفس کے درمیان ایک موافقت مریدوں سالک کے لئے نفس کی طمانینت پر ہے۔

سو ہر آئینہ کہا گیا ہے کہ سزاوار ہے کہ ایک تہائی رات اور دن کی نیند ہو تاکہ بدن مضطرب نہ ہو۔ پس آٹھ گھنٹے نیند کے لئے ہیں دو گھنٹے ان میں مریدوں میں گردانے اور چھ گھنٹے رات میں کرے اور ان دونوں میں سے ایک میں زیادہ کرے اور دوسرے میں کم کرے اُس قدر کہ رات کو طول اور قصر جاڑے اور گرمی کے موسم میں ہو اور کبھی حسن ارادت اور صدق طلب سے ایسا ہوتا ہے کہ نیند کو ایک تہائی کی مقدار سے کم کرے اور یہ کچھ نقصان نہ پہنچائے جبکہ رفتہ رفتہ اسکی عادت ہو جائے اور کبھی بیداری کی ثقالت اور نیند کی قلت کو رُوح اور انس کا وجود اُٹھا لیتا ہے اس واسطے کہ نیند جس کی طبیعت سرد تر ہے بدن اور دماغ کو نفع

دیتی ہے اور گرمی اور خشکی سے جو مزاج میں پیدا ہوتی ہے تسکین دیتی ہے۔ پس اگر ایک تہائی سے کم کی جائے تو دماغ کو ضرر پہنچاتی ہے اور اُس سے اضطراب جسم کا خوف ہوتا ہے۔ پس جس وقت کی نیند کے بابت راحت قلب اور اُس کا انس ہو جاتا ہے تو اُس کا نقصان اور کمی ضرر نہیں کرتی۔ اس واسطے کہ رُوح اور انس کی طبیعت سرد تر ہے جیسے کہ نیند کی طبیعت سرد تر ہے اور کبھی طول شب کی مدت روح کے ہونے سے کم ہو جاتی ہے تو اُس وقت روح کے سبب بڑے رات کے اوقات چھوٹے ہو جاتے ہیں جیسا کہ مقولہ ہے کہ سنة الوصل سنة وسنة الھجر سنة۔ یعنی وصل کا برس ایک اُونگھ ہے اور ہجر کا برس ایک قحط کا برس ہے۔ پس اہلِ روح کے لئے رات کم ہو جاتی ہے۔

علی بن بکار سے منقول ہے کہ اُس نے کہا کہ چالیس برس سے مجھے نہیں غمگین کیا کہ مگر طلوع فجر نے اور بعضوں سے سوال کیا گیا تمہارے اور رات کی کیسی بنی؟ کہا کہ میں نے کبھی انتظار نہ کیا کہ وہ مجھے اپنی صورت دکھلاتی ہے۔ بعدازاں وہ واپس پھر جاتی ہے حالانکہ میں نے اس میں اندیشہ بھی نہیں کیا۔

اور ابو سلیمان دارانی نے کہا رات والے اپنی رات میں زیادہ مزہ میں اس سے رہتے ہیں جو کھیل کود والے اپنے کھیل کود میں مزہ پاتے ہیں۔

اور بعضے صوفیہ نے کہا ہے دُنیا میں کوئی شئے ایسی نہیں ہے جو بہشتیوں کی نعمت سے مشابہ نہ ہو۔ الا وہ چیز جو لطف اور تردد کرنے والی حلاوت مناجات سے رات کو اپنے دلوں میں پاتے ہیں۔ پس مناجات کی حلاوت شب بیداروں کے لئے ایک اجر و ثواب دُنیا کے اندر ہے۔ اور بعضے عارفوں نے کہا ہے کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ صبح کے اوقات میں شب بیداروں کے دِلوں پر نظر کرتا ہے پھر اُن کو نور سے بھر دیتا ہے۔ سو وہ فائدے اُن کے قلوب پر نازل ہوتے ہیں اور وہ دل روشن اور منوّر ہو جاتے ہیں۔ پھر اُن کے قلوب سے غافلوں کے قلوب پر پھیلتے ہیں۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے اُن وحیوں میں سے جو اپنے انبیاء کی طرف بھیجی ہیں وحی نازل کی کہ ہر آئینہ میرے لئے ایسے بندے ہیں

جو مجھے دوست رکھتے ہیں اور میں اُن کو دوست رکھتا ہوں اور وہ میرے مشتاق ہیں اور مجھے اُن کا اشتیاق ہے اور وہ مجھے یاد کرتے ہیں اور میں انہیں یاد کرتا ہوں اور وہ میری طرف دیکھتے ہیں اور میں اُن کی طرف نظر کرتا ہوں۔ پھر اگر تو اُن کے طریقے پر چلے تو میں تجھے دوست رکھوں اور جو تُو اس سے جدول کرے تو میں دشمن رکھوں گا۔ اُس نبی نے کہا اے میرے پروردگار اُن کی علامت کیا ہے؟ فرمایا وہ لوگ سایوں کی نگہداشت دن میں کرتے ہیں جس طرح چرواہا اپنی بکریوں کی نگہداشت کرتا ہے۔ اور وہ مشتاق غروب آفتاب کے ہوتے ہیں جیسے کہ پرند اپنے آشیانوں کے مشتاق ہوتے ہیں۔ پھر جبکہ رات کو چھپا لیتی ہے اور تاریکی مل جاتی ہے اور ہر ایک دوست اپنے دوست سے خلوت کرتا ہے تو وہ لوگ میری طرف اپنے قدموں کو گاڑ دیتے ہیں اور میری طرف اپنے چہروں کو بچھا دیتے ہیں اور مجھ سے مناجات اور سرگوشی میرے کلام سے کرتے ہیں اور میری خوشامد چاپلوسی میرے انعام کے سبب کرتے ہیں اور وہ اس اثنا میں چیخیں مارتے اور گریہ و بکا کرتے ہیں اور کبھی وہ آہ کش اور شاکی ہیں۔

مجھے اپنے حشم کی قسم ہے جو میرے واسطے تحمل اور برداشت کرتے ہیں اور مجھے قسم ہے اپنے سمع کی جو وہ میری محبت سے شکایت کرتے ہیں اول ان چیزوں میں سے جو میں ان کو عطا کروں گا یہ ہے کہ اُن کے قلوب میں اپنا نور نازل کروں گا تو وہ مجھ سے خبردار ہوں گے جیسا کہ میں اُن سے خبردار ہوں اور دوسرے اگر ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہیں اُن کے اوزان میں ہوں تو اُن کے لئے میں اُن کو تھوڑا سمجھوں اور تیسرے میں اپنی وجہ سے اُن پر اقبال کروں۔ کیا تو دیکھتا ہے اُس شخص کو جس کا اقبال میں اپنی وجہ سے کروں۔ کیا کوئی شخص اُس چیز کو جانتا ہے جس کا میں ارادہ رکھتا ہوں کہ اس کو میں عطا کروں۔

پس سچا مرید جب رات میں اپنے پروردگار کی مناجات میں تنہا اور خلوت نشین ہو تو اُس رات کے انوار اُس کے دن کے اجزاء پر پھیل جاتے ہیں اور دن اُس کا اپنی رات کی حمایت میں آ جاتا ہے۔ اور یہ حالت اُس کے قلب کے

نورانی ہونے سے ہوتی ہے۔ دریں صورت اُس کے حرکات اور اُس کے کاروبار جو اُن میں ہوتے ہیں اس چشمۂ انوار سے صادر ہوتے ہیں جو رات سے اُس میں جمع ہوتے ہیں اور اُس کا قالب ایک قبہ میں قباب حق سے ہوتا ہے جس کے سب حرکات راست اور درست ہوتے ہیں اُس کے سکنات موقر ہوتے ہیں۔

اور ہر آئینہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جس نے رات کو نماز پڑھی اُس کا مُنہ دن میں حسین ہو گیا ہے اور جائز ہے کہ یہ بات دو وجہ سے ہوتی ہے۔ ایک اُن دونوں میں سے یہ ہے کہ قندیل روشن چراغ سے ہوتی ہے۔ تو جس وقت چراغ یقین روغن عمل شب کی کثرت سے چمکدار روشن ہوتا ہے تو چراغ کی روشنی زیادہ ہوتی ہے اور قالب قندیل نور اور ضیاء حاصل کرتا ہے۔

سہل بن عبداللہ کہا کرتے تھے کہ یقین آتش ہے اور اقرار بتی ہے اور عمل روغن ہے اور ہر آئینہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود یعنی پہچان اُن کے مُنھوں میں اُن کے سجدوں کے اثر سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح یعنی مثل اُس کے نور کی مانند اس طاق کے ہے کہ اس میں چراغ ہے۔

پس نور یقین نور الٰہی سے قلب کے شیشہ میں روشنی کو روغن عمل سے زیادہ کرتا ہے تو دل کا شیشہ چمکدار ستارہ کے مثال باقی رہ جاتا ہے اور شیشہ کے انوار قالب کے طاق پر منعکس ہو جاتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ قلب نور کی آتش سے نرم ہو جاتا ہے اور اس کی نرمی قالب میں سرایت کرتی ہے۔ پس نرمی قلب سے قالب نرم ہو جاتا ہے۔

پس یہ دونوں قلب اور قالب مشابہ اُس نرمی کے وجود سے ہو جاتے ہیں جو ان دونوں میں عام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ یعنی پھر جلدیں اُن کی اور دل اُن کے طرف ذکر اللہ کے نرم ہوتے ہیں۔ جلدوں کو اللہ تعالیٰ نے نرمی کے ساتھ تعریف کی جیسا کہ قلوب کا وصف نرمی سے کیا۔ پس جبکہ قلب نور سے بھر گیا اور قالب اس چیز سے جو اس

میں انس و سرور سے اثر کرتی ہے نرم ہو گیا تو اُس وقت زمان اور مکان نورِ قلب میں مندرج ہو جاتا ہے اور اُس میں کلام اور آیات اور سُورتیں در آتی ہیں اور زمین قالب کی اپنے رب کے نور سے روشن ہو گی اس واسطے کہ قلب آسمان ہو جائے گا اور قالب زمین ہو گا اور تلاوت کلام اللہ کی لذت مناجات کے محل میں وجودِ کائنات کو چھپا لیتی ہے اور کلام مجید اُس کے سبب صفائے شہود کی مزاحمت میں سائر وجود سے نائب ہو جاتا ہے تو اس وقت نفس کے لئے کوئی حدیث نہیں باقی رہتی ہے اور کسی وسوسۂ نفسانی کی کوئی بھنبھناہٹ نہیں سنائی دیتی اور ایسی حالت میں قرآن کی تلاوت بلا وسوسہ اور حدیثِ نفس کے اوّل سے آخر تک متصوّر ہوتی ہے اور یہ فضلِ عظیم ہے۔

دُوسری وجہ قولِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے یہ ہے کہ جس شخص نے رات دن میں ہی نماز پڑھی اُس کی صورت دن میں حسین ہو گئی اُس کے یہ معنی ہیں کہ اُس کے کاموں کی صورتیں کہ اُن کی طرف متوجہ ہوتی ہیں حسن دار ہو جاتی ہیں اور خدائے کریم کی معونت اُس کے سب کاروبار میں پہنچتی ہے اور وہ مدد یافتہ اُس کے مصدر اور مورد میں ہوتا ہے اس واسطے صورت اُس کے مقاصد اور افعال کی دلربا ہو جاتی ہے اور اُس کے اقوال سلک راستی اور درستی میں منتظم ہو جاتے ہیں۔ اس واسطے اقوال قلب کی استقامت سے مستقیم ہوتے ہیں۔

چھیالیسواں باب

اُن اسباب کے ذکر میں ہے جو قیامِ شب اور آداب کے خواب کے مددگار ہیں۔

ازاں جملہ ایک یہ ہے کہ بندہ غروب آفتاب کے وقت تجدید وضو سے پیشوائی رات کی کرتا ہے اور قبلہ رو ہو کر نمازِ شب اور نمازِ مغرب کا منتظر بیٹھتا ہے اور انواع اقسام کے ذکر اس جلسہ میں کرتا ہے اور اذکار میں سے ان کی تسبیح و استغفار ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے فرمایا ہے: واستغفر لذنبك وسبح بحمد ربك بالعشی والابکار۔ یعنی اپنے گناہ کی بخشش مانگ اور ساتھ تعریف اپنے ربّ کے شام اور صبح تسبیح پڑھ اور ازانجملہ یہ ہے کہ عشائین میں صلوٰۃ اور تلاوت یا ذکر کے ساتھ پیوند اور ملاپ کرے اور افضل ان میں سے نماز ہے اس واسطے کہ ہر آئینہ اُس نے مغرب کو عشاء سے ملا دیا تو اُس کے باطن سے آثار اس کدورت کے جو دِن کے اوقات میں لوگوں کے دیکھنے اور ملاقات اور اُن کے کلام سُننے سے پیدا ہوتے ہیں سب دُھل جاتے ہیں اس واسطے کہ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جس کا اثر اور خراش اُس کے دلوں میں ہوتا ہے حتیٰ کہ اُن کی طرف دیکھنا کدورت قلب میں اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے جس کو وہ شخص ادراک کر لیتا ہے۔ جس کو صفائی قلب نصیب ہوتی ہے۔ پس نظر کا اثر جو خلق کی طرف ہو چشم دل کے لئے اس تنکے کی مثال ہے جو چشم ظاہری میں ہوتا ہے اور عشائین کے ملا دینے سے اِس اثر کے جاتے رہنے کی اُمید کی جاتی ہے۔

اور ازانجملہ ایک یہ ہے کہ عشاء کے بعد بات کا کرنا چھوڑ دے اس واسطے کہ اُس وقت میں بات کرنی طراوت اس نُور کی دُور کر دیتی ہے جو قلب میں عشائیں کے ملانے سے پیدا ہوتی ہے اور قیام شب کا روکتی ہے خصوصاً جب کہ وہ بیداری دل سے معرا ہو۔ بعد ازاں عشاء کے بعد تازہ وضو کرنا بھی قیام شب پر معین و مددگار ہوتا ہے۔

بعض فقراء نے اپنے شیخ کا جو خراسان میں تھا مجھ سے ذکر کیا کہ وہ رات کو تین بار غسل کرتا تھا ایک بار عشاء کے بعد اور ایک بار رات کے درمیان جبکہ سونے سے جاگے اور ایک بار صبح کے قبل۔

پس وضو اور غسل کے لئے عشاء کے بعد قیام شب کی سہولت میں اثر ظاہر ہے اور اُس کے منجملہ یہ ہے کہ ذکر اور نماز میں کھڑے ہونے کی عادت کرے یہاں تک کہ نیند غالب ہو اس واسطے کہ اُس کا عادی ہونا جلد بیدار ہونے کا معین و مددگار ہے الا اس صورت میں کہ اپنے نفس اور عادت پر اُسے اعتماد ہو تو نیند کو بلائے اور اپنی طرف کھینچے تاکہ اپنے وقت معہود میں اُٹھ کھڑا ہو ورنہ غلبہ کی

نیند وہی ہے جو مُریدوں اور طالبوں کے لائق ہے اور اسی کے ساتھ محبّوں کی توصیف کی گئی ہے کہتے ہیں کہ نیند اُن کی ڈوبے ہوؤں کی نیند ہے اور کھانا اُن کا بیماروں کا کھانا ہے اور کلام اُن کا ضرورتاً ہے سو جو کوئی سو رہا نیند کے غلبہ سے کہ خاطر جمع قیام شب میں دل لگا ہُوا ہے تو وہ قیام شب کی توفیق دیا گیا ہے اور جب نفس للچایا اور نیند پر اُس نے چھاؤنی ڈالی تو اُس میں وہ پاؤں پھیلاتا ہے اور جس وقت کہ صدق عزیمت سے اُس نے جنبش کی اور وہ استقرار میں نہیں پاؤں پھیلاتا اور یہ جنبش نفس میں جو صدق عزیمت سے ہوتی ہے دی نہ جائے اور جدائی اور ایک سوئی از خواب ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے : تتجافی جنوبھم عن المضاجع یعنی وہ اپنی پسلیوں کو بچھونے سے الگ کرتے ہیں کہ اسواسطے کہ ارادہ قیام شب کا اور صدق عزیمت پسلی اور بچھونے کے درمیان دوری اور علیحدگی کر دیتی ہے۔

اور ہر آئینہ کہا گیا ہے کہ نفس کے لئے دو نظر ہیں ایک نظر اُس کی نیچے کی طرف ہے تاکہ اقسام بدنی کو پُرائے اور ایک نظر اُس کے اُوپر کی طرف ہے تاکہ اقسام علوی روحانی کو تمام و کمال حاصل کرے تو اہلِ عزیمت اپنی پسلیوں کو خواب گاہوں سے علیحدہ اور دُور کرتے ہیں اس سبب سے کہ اُن کی نظر اُوپر کی طرف اقسام علوی روحانی کے لئے ہے تو نفوس کو نیند سے اُس کا حق اور حصّہ دیا ہے اور اُس کو منع اس کے حظ سے کیا ہے۔

پس اس چیز کے سبب جو اُس میں مٹی اور پتھرین سے مرکوز ہیں نیچے کو بیٹھا جاتا ہے اور گُدگُدے بچھونے بچھاتا ہے اور نیند سے مزہ لینے کا ارادہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : ھوالذی خلقکم من تراب یعنی وہ ایسا ہے کہ جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور آدمی کے لئے ہر ایک اصل میں اپنی اصول خلقت سے ایک طبیعت ہے جو اُس کو لازم ہے اور نیچے بیٹھنا مٹی کی صفت ہے اور سستی اور ٹھٹھک رہنا اور سو رہنا اس کے سبب سے انسان میں ایک طبیعت ہے۔ سو اربابِ ہمت وہ عالم ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ حکم کیا ہے اپنے

اس قول میں آمن ھو قانت آناء الیل ساجدا و قائما اس آیت تک قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ۔ اُن لوگوں کے لئے جو رات کو قیام کرتے ہیں علم کے ساتھ حکم کیا ہے تو وہ اپنے علم کے مقام ہونے سے ایسے ہیں کہ نفوس کو انہوں نے جنبش ان کی قرار گاہ طبیعت سے دی ہے اور لذات روحانی کی طرف نظر کرنے سے اُن کو ترقی اُن کے صنعت کی بلندیوں تک دی ہے اس واسطے اُن لوگوں نے اپنی پسلیوں کو خوابگاہوں سے علیحدہ کیا اور غافل سونے کھانے والے کی صنعت سے باہر نکل آئے اور اُسی کے منجملہ ایک عادت کا بدلنا۔ سو اگر تکیہ لگانے کی عادت ہو تو تکیہ کو ترک کرے اور اگر بچھونے کی عادت ہو تو بچھونے کو چھوڑ دے ۔

اور بعضے صوفیہ کا قول ہے کہ اگر مَیں گھر میں شیطان کو دیکھوں تو وہ زیادہ مجھے اچھا اِس سے ہے کہ مَیں تکیہ دیکھوں اس واسطے کہ وہ مجھے سونے کی طرف بُلاتا ہے اور عادت کے بدلنے کو تکیہ اور لحاف اور بچھونے میں ایک تاثیر اس میں ہے اور جس نے اُن میں سے کوئی چھوڑی ہے اور اللہ عالم اس کی نیت اور عزیمت کا ہے اس کا ثواب اس کو سہولت معقود کا دیتا ہے اور اُسی کے منجملہ معدے کا کھانے سے سُبک رکھنا ہے۔ پھر جو کھانا کھاتا ہے وہ کھائے جبکہ ذکرِ الٰہی اور بیداری باطنی سے نزدیک ہو تو قیام شب پر وہ کھانا مددگار ہوگا اس واسطے کہ ذکر سے اُس کا دُکھ درد ہوتا ہے۔ سو اگر کھانے کا ثقل معدہ میں پایا جاوے تو سزاوار ہے جاننا اس کا کہ اسکی گرانی قلب پر زیادہ تر ہے تو جب تک ذکر اور تلاوت اور استغفار سے کھانے کو گلائے نہ سوئے ۔

بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اگر میں اپنی غذا شب سے ایک لُقمہ کم کروں تو مجھے یہ بہت مرغوب ہے اس سے کہ مَیں رات بھر قیام کروں اور احوط یہ ہے کہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لے اس واسطے کہ وہ نہیں جانتا کہ کیا حادثہ آگے آوے اور پانی وضو کے لئے اور مسواک اپنے پاس موجود رکھے اور اسی حالت میں سوئے کہ با وضو ہو ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بندہ جب سوئے اور وضو سے ہو تو اس کی روح عرش پر عروج کرتی ہے اور اس کے خواب صادق

ہوتے ہیں اور جو بلا وضو سو رہے تو اُس کے پہنچنے سے قاصر رہے اور خواب اضغاث احلام اور خیال ہوتے ہیں کہ وہ صادق نہیں ہوتے اور اہلدار مرید جب بچھونے پر زوجہ کے ساتھ سوئے اور اس کا وضو لمس سے ٹوٹ جائے اور اس سے باوضو سونے کا فائدہ نہ جاتا رہے گا جب تک کہ وہ لذت نفس کی لمس سے حاصل نہ کرے اور بیدار دلی کو معدوم نہ کرے۔ پھر جس وقت کہ لذّت حاصل کرنے میں رواں ہو اور غافل ہو جائے تو رُوح بھی صاحبِ جماع ہو جاتی ہے اس واسطے کہ اُس کے بے بہرہ ہونے کا موقع ہوتا ہے اور طہارت جو مثمر صدق خواب ہے وہ طہارت خراش ہوئی اور کدورت محبت دنیا سے اور نجاست بغض اور حسد و کینہ سے پاک صاف ہونا ہے۔

آور ہر آئینہ حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص اپنے بچھونے میں رہے کہ اُس وقت نہ کسی پر ظلم کی نیت ہو اور نہ کسی سے بُغض ہو اُس کے جتنے گناہ ہیں بخشے جائیں گے اور جب رذائل سے نفس پاک ہُوا تو دل کا آئینہ روشن ہو جاتا ہے اور نیند میں لوح محفوظ کے مقابل ہوتا ہے اور اُس میں غیب کے عجائبات اور اخبار غرائب منتقش ہوتے ہیں اور صدیقین میں بعضے وہ ہوتے ہیں جن کو خواب میں بات چیت اور مکالمہ اور محادثہ ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ اُس کو امر کرتا ہے اور نہی کرتا ہے اور اُس کو خواب میں سمجھتا ہے اور اسے پہچانتا ہے اور موضع و مورد اُن چیزوں کا جو اُس کے لئے خواب میں امر و نہی سے مفتوح ہوتا ہے ایسا ہی ہے جیسا کہ امر و نہی ظاہر کا ہے خدا تعالیٰ کا گنا ہگار ہوتا ہے۔ جو اس امر اور نہی میں خلل ڈالے بلکہ یہ امر اور احکام وقعت میں زیادہ تاکید کے اور عظمت کے ہیں اس واسطے کہ مخالف ظاہری کو توبہ محو و منسی کر دیتی ہے اور گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسے کہ اُس کا کوئی گناہ نہیں اور یہ دو امر خاص ہیں اور تعلق اس حال سے رکھتے ہیں جو اُس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں تو جب اُس میں خلل ڈالے تو اس بات سے ڈرے کہ اس کا طریق ارادت منقطع ہو جائے اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے رجوع اور رجعۃ القہقری ہے اور دشمنی اور محبت کے مقام کا اپنے اوپر واجب کرنا ہے۔

پھر اگر بندہ بعض اوقات سستی اور فتور عزیمت میں مبتلا ہو جائے جو سوتے وقت بعد حدث تازہ وضو کرنے سے باز رکھے تو اپنے اعضاء کو پانی سے مسح کرلے تاکہ اس قدر سے وہ زمرہ غافلین سے باہر ہو جائے جس وقت کہ بیدار ہوشیار لوگوں کے فعل سے باز رہے اور اگر اسی طرح جاگنے کے بعد قیام سے الکسائے تو اس میں کوشش کرے اور مسواک کرے اور اپنے اعضاء کو پانی سے مسح کرے تاکہ وہ اُلٹ پلٹ اور بیداریوں میں غافلین کے گروہ سے خارج ہو جائے سو اس میں اُس شخص کے لئے بہت فضیلت ہے جسے نیند زیادہ آتی ہے اور قیام اُس کا تھوڑا نہ ہو۔

روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک شب کئی مرتبہ مسواک کیا کرتے جب کبھی آپؐ سوتے اور جب کبھی جاگتے اور سونے میں قبلہ رو ہوتے اور دو قسم ہے یا تو داہنے پہلو اور کروٹ پر رہے جس طرح کہ قبر میں میت رکھی جاتی ہے یا پیٹھ پر کہ مُنہ قبلہ کی جانب ہو جیسے میت کہ وہ مسجی اور ڈھکا ہوا ہوتا ہے اور کہے:

بارك الله اللهم وضعت جنبي وبك ارفعه اللهم ان امسكت نفسي فاغفر لها وارحمها وان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادك الصالحين۔ اللهم انی اسلمت نفسي اليك ووجهت وجهي اليك وفوضت امري اليك والجأت ظهري اليك رهبة منه ورغبة اليك لاملجا ولا منجا منك الا اليك آمنت بكتابك الذی انزلت وبنبيك الذی ارسلت اللهم قنی عذابك يوم تبعث عبادك الحمد لله الذی حكم فقهر الحمد لله الذی بطن فخبر الحمد لله الذی ملك فقدر الحمد لله الذی هو يحيي الموتیٰ وهو علیٰ كل شئ قدير اللهم انی اعوذ بك من غضبك وسوء عقابك وشر عبادك وشر الشيطان وشركه۔ ا

اور پانچ آیتیں سورۃ بقر کی چار اوّل اور پانچویں ان فی خلق السموات والارض اور آیۃ الکرسی اور آمن الرسول اور ان ربكم الله اور قل ادعوا الله اور اول سورۃ الحدید اور آخر سورۃ الحشر اور قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد اور معوذتین اور ان کو اپنے دونوں ہاتھوں پر دم کرے جن سے وہ اپنے مُنہ اور بدن کو ملے اور اس پر اضافہ کرلے جو پڑھ چکا ہے دس آیت

اوّل سورۃ الکہف کی اور دس اُس کے آخر کی تو اور اچھا ہے اور کہے اللھم
فی احبّ الساعات الیک واستعملنی باحبّ الاعمال الیک التی تقربنی الیک
زلفی وتبعدنی من سخطک بعد اسالک فتعطینی واستغفرک فتغفرلی وادعوک
فتستجیب لی اللھم لا تؤمنی مکرمک ولا تولنی غیرک ولا ترفع عنی سترک ولا
تنسنی ذکرک ولا تجعلنی من الغافلین۔
حدیث میں آیا کہ جس شخص نے یہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ اسکے پاس تین فرشتے
بھیجتا ہے کہ وہ نماز کے واسطے اُسے جگاتے ہیں۔ پھر اگر اُس نے نماز پڑھی تو
اُس کی دُعا پر آمین کہتے ہیں اور اگر وہ نہیں اُٹھتا تو اُلٹے ہوا میں عبادت کرتے
ہیں اور اُن کی عبادت کا ثواب اُس شخص کے نام لکھا جاتا ہے اور تسبیح وتحمید وتکبیر
کہے اُن میں سے ہر ایک میں تیس بار اور سو عدد کو پُورا اس سے کرے۔ لَا اِلٰہَ
اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سینتالیسواں باب

نیند سے جاگنے اور رات کو عمل کرنے کے بیان میں ہے

جبکہ مؤذن مغرب کی اذان سے فارغ ہو تو دو خفیف رکعتیں اذان اور اقامت
کے درمیان پڑھے اور علماء یہ دو رکعت گھر میں پڑھا کرتے ہیں اس میں عجلت کرتے
ہیں قبل اس کے کہ جماعت کے لئے گھر سے باہر نکلیں تاکہ وہ لوگ گمان نہ کریں کہ وہ
دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں اور ان کی اقتدار اس گمان سے کرنے لگیں کہ وہ سُنت ہیں
اور جبکہ مغرب کی نماز پڑھے تو بعد مغرب سنت کی دو رکعت پڑھے ان میں جلدی کرے
کہ وہ دو سنت فرض کے ساتھ بلند ہوتی ہیں ان میں قل یا ایہا الکافرون اور قل
ھو اللہ احد پڑھے۔ پھر ملائکہ شب اور کراماً کاتبین پر سلام کرے اور کہے : مرحبا
بملائکۃ اللیل مرحبا بالملکین الکریمین الکاتبین کتبا فی صحیفتی وانی اشھد ان
لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد الرسول اللہ واشھد ان الجنۃ حقٌ والنار حق والحوض
حق والشفاعۃ حق والصراط حق والمیزان حق واشھد ان الساعۃ آتیۃ لاریب فیھا و

ان اللہ یبعث من فی القبور اللّٰھم اودعت ھذہ الشھادۃ لیوم حاجتی الیھا اللّٰھم احفظ بھا وزری واغفر بھا ذنبی وثقل بھا میزانی و اوجب لی بھا امانی وتجاوز عنی یا ارحم الراحمین۔ پھر اگر دونوں عشاء یعنی مغرب اور عشاء میں مواصلت اپنی مسجد جماعت کے اندر کرے تو یہ جامع اعتکاف اور مواصلت عشائین میں ہے اور اگر یہ رائے ہو کہ اپنے گھر واپس جائے اور عشائین میں مواصلت اپنے گھر میں کرے اُس کے دین کے لئے اسلم ہے اور اخلاص کے قریب تر ہے اور ارادہ کے لئے جامع تر ہے تو ایسا ہی کرے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اس آیت کے معنی کیا ہیں؟ تتجافی جنوبھم عن المضاجع تو آپ نے فرمایا کہ وہ نماز عشائیں کے درمیان کی ہیں۔

اور حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اپنے ذمہ گردانو نماز عشائین کے درمیان کی کہ یہ دن بھر کے لغویات کو دُور کرتی ہیں اور اُس کے آخر کو سلواتی ہیں اور عشائین کے درمیان دو رکعتیں سورۂ بروج اور طارق سے پڑھے۔ پھر ان دو رکعت کے بعد دو رکعت اور پڑھے جس کی پہلی رکعت میں دس آیت اوّل سورۂ البقر کی اور دو آیت والھکم الہ واحد آخر آیتوں تک اور پندرہ مرتبہ قل ہو اللہ احد اور دوسری رکعت میں آیۃ الکرسی اور آمن الرسول اور پندرہ مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے۔ اور پچھلی دو رکعتوں میں سورۃ الزمر و واقعہ پڑھے اور اُس کے بعد جو نماز چاہے وہ پڑھے پھر اگر چاہے تو اُس وقت نماز میں اپنے حزب سے کچھ پڑھے اور چاہے تو بیس خفیف رکعت پڑھے، سورۂ اخلاص اور فاتحہ سے پڑھے۔ اور جو عشائین میں مواصلت دو رکعت سے کرے جن کو وہ طول دے تو اچھا ہے اور ان دو رکعتوں میں قیام کو قرآن سے طول دے کہ قرآن پڑھنے کے بعد اپنا حزب پڑھے یا مکرر ایسی آیت کو پڑھے جس میں دُعا ہو اور تلاوت جیسے کہ مکرر پڑھے: ربنا علیک توکلنا و الیک انبنا و الیک المصیر، یا کوئی اور آیت ہو جو اُس کے معنی میں ہو تو یہ تلاوت اور نماز اور دعا کو جامع ہوگی کہ اُس میں جمعیت قصد اور ظفر بالفضل ہے۔ پھر بعد ازاں چار رکعت عشاء کے قبل پڑھے

اور بعد اُس کے دو رکعتیں پھر اپنے گھر پلٹ آوے یا اپنے کسی خلوت کے مکان میں اور چار رکعت پڑھے۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت اپنے گھر میں جا کر بیٹھنے سے پہلے پڑھا کرتے تھے اور ان چار رکعت میں سورۂ لقمان اور یٰس اور حٰم، دخان اور تبارک الذی پڑھے اور چاہیے تو تخفیف اُس میں کرے تو اُس میں پڑھے آیۃ الکرسی اور آمن الرسول اور اوّل سورۃ الحدید اور آخر سورۃ الحشر اور چار رکعت کے بعد گیارہ رکعت نماز پڑھے جن میں تین سو آیات قرآن شریف کی از ابتدار والسماء والطارق آخر قرآن تک پڑھے کہ اس میں تین سو (۳۰۰) آیات ہیں۔

اسی طرح شیخ ابوطالب رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے اور چاہیے تو اس قدر اس سے تھوڑی رکعتوں میں پڑھے اور جو سورۃ الملک سے آخر قرآن تک پڑھے اور وہ ہزار آیات ہیں تو بڑی خیر کثیر ہے اور جو قرآن حفظ نہ ہو تو ہر ایک رکعت میں پانچ مرتبہ قل ہو اللہ احد دس مرتبہ تک یا زیادہ اُس سے پڑھے اور تہجد کے آخر تک وتر کی تاخیر نہ کرے الا اُس وقت کہ اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہو کہ اُس کی عادت تہجد کے لئے جاگنے کی ہے اور اس صورت میں وتر کی تاخیر آخر تہجد تک افضل ہے۔

اور ہر آئینہ بعض علماء ایسے تھے کہ جب سونے سے پہلے وتر پڑھتے، پھر تہجد پڑھنے کو کھڑے ہوتے تو ایک رکعت پڑھتے اور اپنے وتر کو ساتھ اُس رکعت کے شفع کر لیتے تھے پھر جس قدر چاہتے نفل پڑھتے اور اُس کے آخر میں وتر پڑھتے اور اگر وتر اوّل شب پڑھے تو بعد وتر کے دو رکعت میں بیٹھ کر اذا زلزلت والھٰکم التکاثر پڑھے اور کہا گیا ہے کہ دو رکعت کا بیٹھ کر پڑھنا بمنزلہ ایک رکعت کے ہے جو کھڑے ہو کر پڑھے جیسے وتر کا شفع ہوتا ہے حتیٰ کہ جب تہجد کا ارادہ کرے تو اُسے ادا کرے اور آخر تہجد میں وتر پڑھے اور ان دو رکعتوں کی نیت نفل کی ہی نیت ہے اور نہ دوسری۔ اور بہت سے آدمیوں کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ اُن کی نیت کی چگونگی میں گفتگو کیا کرتے ہیں اور جو ہر شب مسبحات

یعنی پانچ سورتیں سورہ حدید، سورۂ حشر، سورۂ صف، سورۂ جمعہ، سورۂ تغابن پڑھے اور اُن کے ساتھ سورۂ اعلیٰ کو ملائے تو چھ سورتیں ہو جائیں گی کہ ہر آئینہ علماء ان سُورتوں کو پڑھا کرتے تھے اور اُن کے برکات کی امید رکھتے تھے۔ سو جبکہ سونے سے اُٹھے تو احسن ادب سے جاگنے کے وقت یہ ہے کہ اپنے باطن کو اللہ تعالےٰ کی طرف لے جائے اور اپنی فکر امر اللہ کی طرف پھیرے قبل اس کے کہ فکر کو کسی شئے میں ماسوی اللہ سے لگائے اور زبان ذکر میں مشغول ہو اس واسطے کہ صادق ایک بچہ کی مثال ہے جو ایک شئے کا حریص اور شیفتہ ہے جب وہ سوتا ہے تو اُسی شئے کی محبت پر سوتا ہے اور جب وہ جاگا تو اسی چیز کو مانگتا ہے جس کا دیوانہ ہے اور اسی حرص اور حل پر موت اور قیام حشر تک ہو گا تو چاہیئے کہ انسان نظر کرے اور غور سے دیکھے جب وہ نیند سے اُٹھے کہ اُس کا ارادہ کیا ہے اس واسطے کہ اسی طرح قبر سے اُٹھنے کے وقت ہو گا اگر اُس کا ارادہ اللہ ہے تو اُس کا وہی ارادہ ہے وگرنہ ارادہ اُس کا غیر اللہ ہے اور بندہ جب نیند سے جاگا تو اُس کا باطن طہارت فطرت کی طرف راجع اور عائد ہے تو چاہیئے کہ باطن کو نہ چھوڑے کہ غیر ذکر اللہ کے متغیّر ہو جب تک کہ اُس کا نور فطرت جس پر وہ جاگا ہے نہ جاتا رہے اور وہ اپنے پروردگار کی طرف اپنے باطن کے ساتھ قرار کرے اس خوف سے کہ مبادا ذکر اغیار ہو اور جس قدر اس معتاد کے ساتھ باطن وفا کرے اسی قدر طریق انوار اور رہ گزار نفحاتِ الٰہی کے صاف اور برگزیدہ ہوں گے۔

پس سزاوار یہ ہے کہ اُس کی طرف رات کے حصوں میں مائل اور متوجّہ ہو اور جناب قربت اُس کی اُمیدگاہ اور مرجع ہو جائے اور زبان سے کہے: الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔ اور سورۂ آل عمران کے آخر کی دس آیتیں پڑھے اس کے بعد پاک پانی کا قصد کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ اور آسمان سے تمہارے اوپر پانی نازل کرتا ہے تاکہ تم کو ساتھ اُس پانی کے پاک کرے اور حق عزّوجل نے فرمایا ہے: انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا ساتھ اندازہ

اپنے کے جنگل جاری ہو گئے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ پانی قرآن ہے اور جنگل قلوب ہیں سو وہ اپنے اندازے سے جاری ہو گئے اور اُٹھا لیا اس پانی میں سے جس قدر اُن کی وسعت اور سمائی ہوئی اور پانی مطہر ہے اور قرآن مطہر ہے اور قرآن پاک کرنے کے لائق تر ہے پانی تو اُس کے قائم مقام دوسری چیز ہو جاتی ہے اور قرآن اور علم کے قائم مقام دوسری کوئی چیز نہیں ہوتی اور اُن کے نائب مناب کوئی چیز نہیں۔ اور پاک پانی ظاہر کو پاک کرتا ہے اور علم و قرآن دونوں باطن کو پاک کرتے ہیں اور شیطان کی نجاست کو دُور کرتے ہیں۔ سو نیند غفلت ہے اور وہ آثار طبع سے ہے اور سزاوار ہے یہ بات کہ وہ پلیدی شیطان سے ہو اس وجہ سے کہ اُس میں غفلت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور یہ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ روئے زمین سے ایک مٹھی بھر مٹی لائی جائے پس وہ مٹی زمین کی جلد تھی اور جلد کا ظاہر بشرہ ہے اور باطن اُس کا ادمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں ایک بشر مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔ پس بشرہ اور بشر اُس کے ظاہر اور صورت سے عبارت ہے۔ اور ادمۃ اُس کے باطن اور آدمیت سے عبارت ہے اور آدمیت اخلاقِ حمیدہ کا مجمع ہے اور مٹی ابلیس کے قدم تلے کی اڑی ہوئی تھی اور اسی سبب سے ظلمت اور تاریکی حاصل کی اور یہ ظلمت آدمی کی طینت میں خمیر اور معجون ہو گئی اور اُس سے صفات مذمومہ اور اخلاق ردّیہ ہیں اور اس سے غفلت اور سہو ہے۔

پس ہر گاہ کہ پانی کو استعمال کیا اور قرآن کو پڑھا تو اکٹھے دو مطہر اور پاک کرنے والی چیزوں کو لایا اور اس سے پلیدی شیطان دُور ہوتی ہے اور اثر اُس کے روندنے کا جاتا ہے اور اُس کے لئے علم کے ساتھ اور احاطۂ جہل سے نکلنے کا حکم کرتا ہے۔ پس طہور اور پاکیزہ کا استعمال میں لانا امر شرعی ہے کہ اس میں قلب کے روشن کرنے کی تاثیر ہے اُس نیند کے مقابلہ میں جو ایسا حکم طبعی ہے کہ اُس کی تاثیر قلب کو مکدر اور گندلا کرتی ہے اس واسطے اس کا نور اُس کی ظلمت کو دُور کرتا ہے۔ اور اسی واسطے بعض علماء نے آگ کی گرم کی ہوئی چیز

سے وضو کو جائز رکھا ہے۔

اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو کرنے کا حکم دیا ہے اس وجہ سے کہ اُس کو حکم طبعی قرار دیا ہے جو گناہ کو کھینچتا ہے اور گناہ شیطان کی ناپاکی ہے اور پانی شیطان کی ناپاکی کو دُور کرتا ہے یہاں تک کہ بعض علماء غیبت اور جھُوٹ کی وجہ سے وضو کرتے تھے اور غصّہ کے وقت اُس سبب سے کہ نفس غلبہ اور ظہور کرتا ہے اور شیطان ایسے موقعوں میں تصرّف کرتا ہے اور اگر محافظ پاسبان مراقب محاسب جب کبھی نفس کسی مباح چیزوں میں خواہ وہ کلام ہو یا ملاقات لوگوں کی یا اِس کے سِوا دوسری چیزوں کی طرف جائے منجملہ اُن چیزوں کے جو عقد عزیمت کے کھولنے کے باعث ہو جیسے کہ ان باتوں میں غور کرنا جس کا کچھ حاصل نہیں ہے، فعل میں ہو یا قول میں اور اُس کے پیچھے تازہ وضو کرے تو قلب اپنی طہارت اور نزاہت پر ثابت اور قائم ہو جائے گا اور البتہ وضو صفائی چشم باطن سے اس پلک کی مثال میں جائے گا جو ہمیشہ اپنی ہلکی ہلکی حرکت سے بینائی کو روشن کرتی ہے اور اُس کو نہیں جانتے مگر وہی لوگ جو عالم ہیں۔

پس فکر کر اُن چیزوں میں جن پر مَیں نے آگہی کی ہے تو اس کی برکت اور اثر حاصل کرے گا اور اگر وہ غسل کر ڈالے اُس وقت میں کہ یہ نئے حادثات اور عوارض پیش آویں اور نیند سے جاگے تو وہ غسل زیادہ تر قلب کی تنویر میں مؤثر ہو گا اور ہر آئینہ سزاوار زیادہ ہو گا کہ بندہ ہر ایک نماز فریضہ کے لئے غسل کرے اس حالت میں کہ وہ اپنے مسائل کو اس میں صرف کرنے والا ہو کہ مناجات الٰہی اور سرگوشی میں مستعد اور سرگرم ہو اور توبہ اور صدق انابت سے غسل باطن کو تازہ اور مجدد کرے۔

اور ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: منیبین الیه واتقوه واقیموا الصلوٰة۔ انابت اور رجوع کو مقدم کیا ہے اس کے لئے کہ وہ نماز میں داخل ہو مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکم خفیفہ سے جو آسان اور سہل ہے یہ بات ہے کہ حرج

اور تنگی کو دُور کر دیا اور وضو سے غسل کا معاوضہ کر دیا اور مفروضات کو ایک وضو سے ادا کرنا جائز کر دیا تاکہ گروہ امت سے حرج دور ہو اور جو لوگ کہ خواص اور اہل عزیمت ہیں اُن کے لئے اُن کے باطنوں سے بہت کچھ مطالبے ہیں کہ اُن پر اولیٰ کے ساتھ حکم کرتے ہیں اور اُن کو طریق اعلیٰ کے جانے پر مضطرب کرتے ہیں۔ پھر جس وقت کہ نماز میں کھڑا ہو اور تہجّد کو شروع کرنا چاہیے تو کہے: اللہ اکبر کبیرًا والحمد للہ کثیرًا و سبحان اللہ بکرۃً و اصیلًا۔ اور کہے: سبحان اللہ والحمد للہ۔ یہ کلمات دس مرتبہ کہے اور کہے:

اللہ اکبر ذو الملک والملکوت والجبروت والکبریاء والعظمۃ والجلال والقدرۃ اللّٰھم لک الحمد انت نور السمٰوات والارض ولک الحمد انت بہاء السمٰوات والارض ولک الحمد انت قیوم السمٰوات والارض ولک الحمد انت رب السمٰوات والارض و من فیھن ومن علیھن انت الحق ومنک الحق ولقاک حق والجنۃ حق والنار حق والنبیون حق ومحمد علیہ السلام حق اللّٰھم لک اسلمت وبک آمنت وعلیک توکلت وبک خاصمت والیک حاکمت فاغفرلی ماقدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت انت المقدم وانت المؤخر لا الٰہ الا انت اللّٰھم آت تقوٰھا وزکھا انت خیر من زکٰھا انت ولیھا ومولاھا اللّٰھم اھدنی لاحسن الاخلاق لا یھدنی لاحسنھا الا انت واصرف عنی سیئھا لا یصرف عنی سیئھا الا انت اسالک مسئلۃ البائس المسکین وادعوک دعاء الفقیر الذلیل فلا تجعلنی بدعائک رب شقیًا وکن لی رؤفا رحیما یا خیر المسئولین یا اکرم المعطین۔

پھر دو رکعت نماز تحیۃ الوضو کی پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیت ولو انھم اذ ظلموا انفسھم۔ اور دوسری رکعت میں ومن یعمل سوء او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورًا رحیمًا۔ اور دو رکعت کے بعد استغفار چند

مرتبہ پڑھے بعدازاں نماز دو ہلکی رکعتوں سے شروع کرے چاہے تو اُن دونوں
میں آیتہ الکرسی اور آمن الرسول پڑھے اور چاہے سوا اس کے اور کچھ پڑھے۔
بعد اُس کے دو رکعت دراز نماز کی ادا کرے اسی طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے روایت کی گئی کہ آپ اس طرح نماز تہجد پڑھا کرتے۔ پھر دو رکعت دراز
نماز کی جو پہلے سے چھوٹی ہوں پڑھے اور اسی طرح درجہ بدرجہ اُترتا چلا آئے یہاں
تک کہ بارہ یا آٹھ رکعت نماز پڑھے یا اس پر بڑھائے اس واسطے کہ اس میں
بہت فضیلت ہے اور اللہ تعالیٰ داناتر ہے۔

اڑتالیسواں باب

قیامِ شب کی تقسیم میں ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: والذین یبیتون لربھم سجدا و قیاماً یعنی اور
وہ لوگ کہ گزارتے ہیں رات کو واسطے رب اپنے کے سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے۔
اور بعضے علماء نے فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون
کی تفسیر میں کہا ہے کہ عمل اُن کا قیام شب تھا اور بعضے علماء نے آیت استعینوا
بالصبر والصلوٰۃ کی تفسیر میں کہا ہے کہ صلوٰۃ سے مراد صلوٰۃ لیل ہے جو مجاہدہ نفس
اور مصابرت دشمن پر ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے علیکم بقیام اللیل فانہ مرضاۃ
لربکم یعنی اپنے اوپر قیام شب کو لازم کرو اس واسطے کہ وہ تمہارے رب کو پسندیدہ
ہے اور وہ آداب اور قاعدہ ہے صالحین کا جو تم سے پہلے تھے اور گناہوں سے
باز رکھنے کا آلہ ہے اور معاصی کا تباہ کرنے والا ہے اور مکر شیطانی کا دفع کرنے
والا ہے اور بدن سے دکھ کا نکالنے والا ہے۔

اور صالحین کی ایک جماعت ایسی تھی کہ وہ ساری رات قیام کرتی تھی یہاں تک
کہ چالیس تابعین سے نقل کی گئی ہے کہ وہ صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھا کرتے
تھے۔ انہی میں سے سعید بن مسیب اور فضیل بن عیاض اور وہیب بن الورد۔ اور
ابوسلیمان دارانی اور علی بن بکار اور صہیب عجمی اور اکمش بن المنہال اور ابو حازم

اور محمد بن المنکدر اور ابو حنیفہ رحمہم اللہ اور ان کے سوا ہیں جن کو شیخ ابو طالب مکی رح نے اپنی کتاب "قوۃ القلوب" میں شمار کیا اور اُن کے نام اور اُن کے نسب لکھے ہیں۔ پھر جو شخص اس سے عاجز ہو تو اُس کو دو ثلث یا ایک ثلث شب مستحب ہے اور استحباب سے اقل مرتبہ رات کا ایک چھٹا حصّہ ہے اور یا یہ ہو کہ پہلے تہائی رات میں سوئے اور آدھی رات قیام کرے اور پچھلا چھٹا حصّہ رات کا رہا اس میں سو وے یا کہ اول نصف شب سو رہے اور شب کی ایک تہائی میں قیام کرے اور ایک چھٹا حصّہ رات کا جو رہے اُس میں سو رہے۔

اور روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار مَیں چاہتا ہوں کہ تیری عبادت کروں سو مَیں کس وقت قیام کروں؟ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو وحی بھیجی کہ اے داوٗد نہ رات کے اول میں قیام کر اور نہ اُس کے آخر میں اس واسطے کہ جس شخص نے اُس کے اول میں قیام کیا تو اُس کے آخر میں سو رہا اور جو آخر میں کھڑا ہوا وہ اوّل میں رہ گیا ولیکن رات کے وسط میں قیام کرتا کہ تو مجھ سے خلوت رکھے اور مَیں تیرے ساتھ خلوت رکھوں اور میرے سامنے اپنی حاجتیں پیش کر اور دو نیندوں کے درمیان قیام ہو وگرنہ اوّل شب سے نفس غلبہ کرے گا اور نوافل پڑھے پھر جب نیند غالب ہو تو سو رہے۔ پھر جب جاگے تو وضو کرے اور اُس کے لئے دو قیام ہوں گے اور دو نیند ہوں گی اور یہ امر اُس کے اس فعل سے جو کر رہا ہے افضل ہو گا اور نماز اُس وقت نہ پڑھے کہ اُسے نیند آ رہی ہو جو نماز اور تلاوت سے اُس کو فارغ اور بے فکر کر دے اُس وقت کہ وہ سمجھے جو وہ کہتا ہے۔

اور ہر آئینہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ سختی میں تمام رات اپنے کو نہ ڈالو۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ فلانی عورت رات کو نماز پڑھتی ہے۔ پھر جب اُس پر نیند غلبہ کرتی ہے تو وہ ایک رسی میں لٹک جاتی ہے سو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے باز رکھا اور فرمایا کہ چاہیئے کہ رات کو تم میں سے جو کوئی نماز پڑھے تو جس قدر کہ آسان اور سہل ہو اور جب

اُس پر نیند غالب ہو تو چاہیئے کہ سو رہے۔

اور حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ اس دین میں بہت شدت اور سختی نہ کھینچو۔ اس واسطے کہ وہ مضبوط ہے اور جو کوئی اس میں سختی کھینچتا ہے تو اُس پر غالب آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کو مبغوض اپنے نفس کا نہ کرو اور طالب کے لائق یہ بات نہیں ہے اور نہیں سزاوار ہے کہ طلوع فجر ہو اور وہ پڑا سوتا ہو مگر یہ کہ ہر آئینہ رات میں اُس کے قیام میں طول ہُوا تو اس میں وہ معذور ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کہ جب وہ فجر سے پہلے ایک ساعت جاگے ساتھ اس کے کہ تھوڑا قیام اس کا رات میں ہوا تو یہ افضل اس سے ہے کہ قیام طویل کیا اور فجر نکلنے کے بعد تک سوتا رہا۔

پس اگر فجر سے جاگا استغفار اور تسبیح کثرت سے پڑھے اور اس ساعت کو غنیمت سمجھے اور جب کبھی رات میں نماز میں تو ہر دو رکعت بعد تھوڑا بیٹھے اور تسبیح اور استغفار کرے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے کیونکہ اس سے وہ قیام پر راحت اور قوت پائے گا۔

اور ہر آئینہ بعض صالحین کہا کرتے کہ یہ پہلی نیند ہے سو اگر میں جاگوں۔ بعد ازاں دوسری نیند سوؤں تو اللہ تعالےٰ میری آنکھ کو نہ سلائے۔ اور مجھ سے بعض فقراء نے اپنے شیخ کی حکایت کی کہ وہ اپنے یاروں کو رات میں ایک نیند لینے کا اور رات دن میں ایک دفعہ کھانا کھانے کا امر کیا کرتا۔

اور ہر آئینہ حدیث میں وارد ہُوا ہے کہ رات کو اُٹھ اگرچہ اسی قدر ہو کہ جتنے میں بکری کا دودھ دوہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ مقدار چار رکعت اور دو رکعت کے برابر ہے۔ اور بعضوں نے اس آیت کی تفسیر میں توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء کہا کہ مراد مُلک سے قیام لیل ہے اور جو شخص کسل اور فتور عزیمت کے سبب یا استحقار کے باعث قیام شب سے محروم رہا اس واسطے کہ اس کو شمار اور اعتداد میں کم دکھایا اپنے حال پر فریفتہ اور مفتون ہُوا تو سزاوار ہے کہ اُس پر گریہ کیا جائے اس واسطے کہ حقیقت میں خیر و برکت کا ایک بڑا راستہ اُس سے قطع کیا گیا اور کبھی ارباب احوال سے ایسے بھی ہوتے ہیں

کہ مقام قرب اُس کا ماویٰ ہو اور ایسی چیز پاتا ہے فراخیٔ عیش سے کہ داعیۂ شوق میں موجب فتور ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ قیام شب ایک وقوف مقامِ شوق میں ہے اور اس میں بہت لوگ مدعیوں میں سے مغالطہ میں پڑتے ہیں اور ہلاک ہوتے ہیں اور جس کے لئے یہ امر ہو تو اُس کو چاہیئے کہ اس بات کو جانے کہ ہمیشہ کے لئے اس حالت شوق کا رہنا متعذر ہے اور آدمی کو قصور اور پسماندگی اور شبہ پیش آتا ہے اور حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے بڑھ کر کوئی حالت نہیں ہے کہ آپؐ نے قیام شب سے کبھی بے پرواہی نہیں کی اور آپؐ کھڑے رہے یہاں تک کہ آپؐ کے دونوں پاؤں ورم کر آئے اور اس مسئلہ میں بعضے محبت کرنے والے کہتے ہیں کہ ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل بحکم تشریع کیا ہے یعنی جس طرح مویشی کو پانی کے گھاٹ پر لاتے اور پلاتے ہیں اسی طرح آپ بھی نفس کو عبادت کے بعد واپس لاتے تھے تو ہم کہتے ہیں کہ ہمیں کیا ہوا ہے اور ہمارا کیا حال ہے جو ہم اس کی تشریع اور رستانے کا اتباع اور تقلید نہ کریں اور یہ ایک بہت باریک بات ہے۔

پس اب تجھے معلوم ہوگا کہ ترک قیام میں فضیلت کا دیکھنا اور حضرت کے قرب میں جگہ پانے کا دعویٰ کرنا اور سونے اور جاگنے کو اپنے اوپر برابر کر دینا امتلاء اور ابتلائے حالی سے ہے اور بندہ کا مقید ہونا حال سے ہے اور بندہ میں حال کے واسطے نفس کا حال گردا ننا اور حال کی طرف سے حکم کا لے جانا اور اصحابِ قوت میں حال حکم نہیں کرتا اور حال کو اعمال کی صورتوں میں گھما لاتے ہیں۔ اس صورت میں وہ لوگ حال میں تصرف کرنے والے ہیں نہ یہ کہ حال ان میں تصرف کرنے والا ہو اور بندہ کو یہ امر جان لینا چاہیئے اس واسطے کہ ہم نے صحیح لوگوں سے جو کہ کچھ علت نہ رکھتے تھے بعض کو دیکھا ہے جو اس میں رہے ہیں بعد ازاں ہم کو بتائید الٰہی منکشف ہوا کہ یہ امر وقوف اور قصور ہے۔

ایک شخص نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابا سعید میں تندرست رات بسر کرتا ہوں اور قیام شب کو دوست رکھتا ہوں اور وضو کے لئے پانی کو اپنے پاس رکھتا ہوں میرا کیا حال ہے کہ میں قیام شب نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے

گناہوں نے تجھے قید کر رکھا ہے تو چاہیئے کہ بندہ اپنے دن میں اُن گناہوں سے بچے جورات کو قید اُسے کرتے ہیں۔

اور ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مَیں سات مہینے ایک گناہ کے سبب جو مَیں نے کیا تھا قیامِ شب سے محروم رہا۔ اُن سے سوال کیا گیا کہ وہ کیا گناہ تھا؟ کہ میں نے ایک شخص کو روتا ہُوا دیکھا تو اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص ریا کار ہے۔ اور بعضے صوفیہ نے کہا ہے کہ مَیں زمین دیرہ پر گزرا اور وہ اُس وقت رو رہا تھا مَیں نے کہا تیرا کیا حال ہے؟ آیا تیرے کسی شخص کی کنبے قبیلہ سے خبرِ وفات آئی ہے؟ تو اُس نے کہا کہ اُس سے بھی سخت تر پھر مَیں نے کہا کوئی درد ہے جو الم پہنچاتا ہے کہا کہ اس سے بھی سخت تر۔ پھر پُوچھا مَیں نے کہ وہ کیا ہے؟ کہا کہ میرا دروازہ بند ہے اور پردہ میرا لٹکا ہُوا ہے اور مَیں نے اپنا ایک رات کا وظیفہ نہیں پڑھا اور یہ نہیں ہے مگر کسی ایک گناہ کے سبب سے جس کو مَیں نے کیا ہے۔

اور علماء سے بعضوں نے کہا ہے کہ احتلام ایک عذاب گناہ کا ہے اور یہ صحیح ہے اس واسطے کہ مرد بیدار کم غفلت اپنے حسن تحفظ سے اور اپنے حال کے علم سے اِس کی قدرت اور اختیار رکھتا ہے کہ احتلام کا سدّ باب کرے اور احتلام نہیں راہ پاتا مگر اُس شخص کی طرف جو اپنے حال سے ناواقف اور جاہل ہو یا اپنے حکم وقت اور ادب حال کو اُس نے فعل چھوڑا ہو اور جس کا حُسنِ تحفظ اور رعایت اور ادب حال کا قیام کامل ہُوا ہو تو کبھی اُس کے گناہ سے جو موجبِ احتلام ہو تکیہ پر سر رکھتا ہے جبکہ وہ تکیہ چھوڑتے ہیں صاحب عزیمہ ہو۔ اور جو شخص کہ یہ گناہ اُس کا نہ ہو اور اس کے لئے یہ نیت ہو کہ قیام پر اس کو مدد پہنچے وہ کبھی سونے کے لئے تیاری کرتا ہے اور تکیہ پر سر رکھتا ہے اور یہ کبھی بعض آدمیوں کی نسبت گناہ ہوتا ہے۔ پس ہرگاہ کہ یہ مقدار صلاحیت اس کی رکھتی ہے کہ وہ ایک گناہ ہے جو احتلام کی کشش کرتا ہے تو اُس پر قیاس احوال گناہوں کا کر کہ وہ مخصوص اُن کے ارباب سے ہیں اور اُن کو اصحاب اُن کے پہچانتے ہیں۔

اور جبکہ وہ عالم صاحب کی نیت ہو جو مداخل اور مخارج کو جانتا اور پہچانتا

ہے تو وہ انواع و اقسام کے رفق و مدارات کے مثل بستر مجامعت اور تکیہ زنی کے رعایت کیا جاتا ہے اور احتلام وغیرہ اپنے فعل پر مواخذہ اور معذب نہیں کیا جاتا۔ اور بہت سے سونے والے ہیں جو قیام شب کرنے والے پر سبقت لے جاتے ہیں اس سبب سے کہ اس کو علم وافر اور نیت اس کی نیک ہے۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ سوتا ہے تو شیطان اُس کے سر پر تین گرہ لگا دیتا ہے پس اگر وہ اُٹھ بیٹھا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا تو اس کی ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر اُس نے وضو کیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور اگر دو رکعت نماز پڑھی تو سب گرہیں کھل جاتی ہیں اور وہ صبح کو خوش دل پاک نفس اُٹھتا ہے وگرنہ کاہل اور آلودہ نفس صبح کرتا ہے۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شخص سوتا رہے تو شیطان اُس کے کان میں بول کرتا ہے اور جو چیزیں کہ قیام شب کی مخل ہوتی ہیں وہ کثرت اہتمام امورِ دُنیا اور کثرت اشتغال دُنیوی اور اعضاء وجوارح کا ماندہ ہونا اور کھانے سے امتلا اور بات چیت اور بے ہودہ کلام اور شور و غل کی کثرت اور خواب چاشت کا چھوڑ دینا ہے۔ اور صاحب توفیق وہ شخص ہے کہ اپنے وقت کو غنیمت سمجھے اور اپنے درد اور اپنی دوا کو جانے اور فرو گذاشت نہ کرے کہ وہ خود مہمل ہو جائے۔

اُنچاسواں باب۔

دِن کے استقبال اور اسمیں ادب اور عمل کے بیان میں ہے

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ نماز کو دن کے دونوں طرف میں قائم رکھیں۔ مفسرین نے اس پر اجماع اور اتفاق کیا ہے کہ احد الطرفین سے فجر مراد ہے اور نماز فجر کا حکم دیا ہے اور دوسری طرف میں انھوں نے اختلاف کیا ہے۔ ایک گروہ نے کہا کہ مراد اس سے مغرب ہے اور دوسرے گروہ نے کہا نماز عشاء ہے۔ اور ایک گروہ کا قول ہے کہ نماز فجر وظہر ایک طرف ہے اور نماز عصر ومغرب ایک طرف ہے اور زلفا من اللیل نماز عشاء ہے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے نماز کی بڑی برکت

اور اُس کے فائدہ اور ثمرہ سے خبر دی ہے اور فرمایا کہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی اور دُور کرتی ہیں۔ یعنی پانچوں وقت کی نمازیں گناہوں کو دُور کرتی ہیں۔

اور روایت ہے کہ ابوالبشر کعب بن عمرو انصاری کھجوریں بیچا کرتے تھے، سو ایک عورت آئی جو کھجوریں خریدنا چاہتی تھی سو اُس سے کہا کہ یہ کھجوریں اچھی نہیں ہیں اور اس سے اچھی میرے گھر میں ہیں کیا تجھے ان کی خواہش ہے۔ عورت نے کہا کہ ہاں سو وہ اُسے اپنے گھر لے گئے اور اُس سے لپٹ گئے اور اُس کی چوما چاٹ کی۔ عورت نے اُن سے کہا کہ خدا سے ڈر تو اُسے چھوڑ دیا اور پشیمان ہوئے۔ اُس کے بعد وہ نبی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ کیا آپؐ فرماتے ہیں اس شخص کے حق میں جس نے غیر عورت سے بُری خواہش کی اور جو کچھ کہ عورتوں کے ساتھ مرد کرتے ہیں اُس میں سے کوئی بات باقی نہ رکھی بلکہ اس کا ارتکاب کیا بجز اس کے کہ اُس سے مجامعت نہیں کی۔

عمر بن الخطاب نے کہا ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے تیرے اُوپر پردہ کیا اگر تُو نے اپنے نفس پر پردہ کیا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کچھ جواب نہ دیا اور فرمایا میرے پروردگار کے حکم منتظر رہ اور عصر کی نماز کا وقت آگیا اور حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عصر کی نماز پڑھی۔ پھر جبکہ آپؐ فارغ ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لائے : اقم الصلوٰۃ طرفی النہار و زلفاً من اللیل ان الحسنات یذھبن السئیات ۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہاں ہے ابولبشر؟ اُس نے کہا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا کہ تُو ہمارے ساتھ اس نماز میں موجود تھا؟ عرض کی ہاں حاضر تھا آپؐ نے فرمایا جاؤ کہ یہ نماز کفارہ اس عمل کی ہے جو تُو نے کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ خاص حکم اُس کے لئے ہے یا ہمارے لئے عام حکم ہے تو آپؐ نے فرمایا بلکہ عام سب کے لئے ہے۔

سو بندہ فجر کی نماز کے واسطے پوری طہارت کر کے صبح نکلنے سے پہلے تیار ہووے اور فجر کا تجدید شہادت سے استقبال کرے جیسا کہ ہم نے اول شب میں ذکر کیا ہے بعد ازاں اذان دے اگر مؤذن کی اجابت نہ کی ہو۔ اس کے بعد دو رکعت

فجر کی ادا کرے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قل یاایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھے اور جو چاہے تو پہلی میں قولوا آمنا باللہ وما انزل الآیہ سورہ بقرہ کی اور دوسری میں ربنا آمنا بما انزلت واتبعنا الرسول پڑھے۔ بعد ازاں استغفار اور تسبیح پڑھے جس قدر تعداد میں اُسے آسان معلوم ہو اور اگر اس کلمہ استغفر اللہ لذنبی سبحان اللہ بحمد ربی پر اقتصار کرے تو اُس کا مقصود تسبیح اور استغفار کا حاصل ہو گیا۔ اُس کے بعد کہے:

اللّٰھم صلِّ علی مُحمّدٍ وّعلی آلِ محمدٍ اللّٰھم اسالک رحمۃ من عندک تھدی بھا قلبی وتجمع بھا شملی وتلم بھا شعثی وترد بھا الفتی وتصلح بھا دینی وتحفظ بھا غائبی وترفع بھا شاھدی وتزکی بھا عملی وتبیض بھا وجھی وتلقنی بھا رشدی وتعصمنی بھا من کل سوء اللّٰھم اعطنی ایمانًا صادقا ویقینا لیس بعدہ کفر ورحمۃ انال شرف کرامتک فی الدنیا والآخرۃ اللّٰھم انی اسالک الفوز عند القضاء ومنازل الشھداء وعیش السعداء والنصر علی الاعداء ومرافقۃ الانبیاء اللّٰھم انی انزل بک حاجتی وان قصر الی وضعف عملی وافتقرت الی رحمتک واسالک یا قاضی الامور ماشا فی الصدور کما تجیر بین البحور ان تجیرنی من عذاب السعیر ومن دعوۃ الثبور ومن فتنۃ القبور اللّٰھم ما قصر عنہ رائی وضعف فیہ عملی ولم تبلغہ منیتی وامنیتی من خیر وعدتہ احدا من عبادک او خیرا انت معطیہ احدا من خلقک فانا راغب الیک فیہ واسالک ایاہ یارب العالمین اللّٰھم اجعلنا ھادین مھدیین غیر ضالین ولا مضلین حربا لاعدائک وسلما لاولیائک نحب بحبک الناس ونعادی بعداوتک من خالفک من خلقک اللّٰھم ھذا الدعاء منی ومنک الاجابۃ وھذا الجھد وعلیک التکلان انا للہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ

الا باللہ العلی العظیم ذی الحبل الشدید و الامر الشدید اسالک الا
من یوم الوعید والجنۃ یوم الخلود مع المقربین الشهود والرکع
السجود والموفین بالعهود انک رحیم ودود و انک تفعل ما
ترید سبحان من تقفعل مالغرء قال من سبحان من لیس المجد
تکرم به سبحان الذی لا ینبغی التسبیح الا له سبحان ذی
الفضل والنعم سبحان ذی الجود والکرم سبحان الذی احصی
کل شئی بعلمه اللّٰهم اجعل لی نورًا فی قلبی و نورًا فی قبری
ونورًا فی سمعی ونورًا فی بصری ونورًا فی شعری ونورًا فی بشری
ونورًا فی لحمی ونورًا فی دمی ونورًا فی عظامی ونورًا من بین یدی
ونورًا من خلقی ونورًا عن یمینی ونورًا عن شمالی ونورًا من
فوقی ونورًا من تحتی اللّٰهم زدنی نورًا و اعطنی نورًا واجعل لی نورًا۔

اور اس دعا میں بڑا اثر ہے اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس کا یہ وظیفہ ہو مگر یہ کہ اُس کے پاس خیر ظاہر اور برکت ہے اور وہ وصیت صادقین سے ہے جو بعض نے بعض کو اُس کے حفظ اور محافظت کے لئے کی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ اسے نماز فجر کے فرض اور سُنت کے درمیان پڑھا کرتے تھے۔ پھر مسجد میں جماعت کی نماز کا قصد فرماتے اور گھر سے باہر نکلنے کے وقت کہتے:

وقُل رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق واجعل لی
من لدنک سلطانا نصیرا۔

اور راستہ میں کہتے:۔

اللهم انی اسالک بحق السائلین علیک وبحق ممشائی هذا الیک
لم اخرج اشرا وبطرا ولا ریاءً ولا سمعة خرجت اتقاء سخطک
وابتغاء مرضاتک اسالک ان تنقذنی من النار وان تغفرلی
ذنوبی انه لا یغفر الذنوب الا انت۔

ابوسعید خذری نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہے کہ جو شخص اس کو پڑھے جبکہ وہ نماز کے لئے باہر نکلے اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے اُس پر تعینات کرتا ہے کہ وہ اُس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ اپنے وجہ کریم کے ساتھ اُس کا اقبال کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی نماز کو ختم کرے اور جب مسجد میں داخل ہو یا نماز کے لئے سجادہ پر آوے تو کہے :-

بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ اللھم اغفرلی ذنوبی وفتح لی ابواب رحمتك -

اور داہنا پاؤں دخول کے وقت اور بایاں پاؤں مسجد یا سجادہ سے باہر نکلتے وقت رکھے کہ صوفی کا سجادہ بمنزلۂ گھر اور مسجد کے ہے۔ پھر صبح کی نماز جماعت سے پڑھے اور جب سلام پھیرے تو کہے :-

لا اِلٰہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ لہ الملك ولہ الحمد یحیی و یمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علیٰ کل شئی قدیر لا الٰہ الا اللہ وحدہ صدق وعدہ ونصر عبدہ واعز جندہ وھزم الاحزاب وحدہ لا الٰہ الا اللہ اھل النعمۃ والفضل والثناء الحسن لا الٰہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ مخلصین لہ الدین ولوکرہ الکافرون۔

اور یہ دُعا پڑھے :-

ھو اللہ الذی لا اِلٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم۔ ننانوے اسم آخر تک پھر جب اُس سے فارغ ہو تو کہے :-

اللّٰھم صل علیٰ محمدٍ عبدك ونبیك ورسولك النبی الامی و علیٰ آل محمد صلوٰۃ تکون لك رضاء ولحقہ اداء واعطہ الوسیلۃ والمقام المحمود الذی وعدتہ واجزہ عنا ما ھو اھلہ واجزہ عنی افضل اجازیت نبیا عن امتہ وصل علیٰ جمیع اخواتہ من النبیین والصدیقین والشھداء و الصالحین۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد فی الاولین وصل علیٰ محمد فی الاخرین وصل علیٰ محمد الیٰ یوم الدین اللّٰھم صل علیٰ روح محمد فی الارواح وصل علیٰ جسد محمدٍ فی الاجساد واجعل شرائف صلواتك ونوامی برکاتك رافتك و

رحمتك وتحيتك وصلوتك على محمد عبدك ونبيك ورسولك اللهم انت السلام ومنك السلام واليك يعود السلام فحينا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام تبارکت یا ذوالجلال والاکرام۔ اللهم انی اصبحت لا استطیع دفع ما اکره ولا املك نفع ما ارجو واصبح الامر بيد غيري واصبحت مرتهنا بعملی فقیرا افقر منی اللهم لا تشمت بی عدوی ولا تسوٰلی صدیقی ولا تجعل مصیبتی فی دینی ولا تجعل الدنیا اکبر همی ولا تسلط علی من لا یرحمنی اللهم هذا خلق جدید فافتحه علی بطاعتك و اضمنه لی بمغفرتك ورضوانك وارزقنی فیه حسنة تقبلها منی وترکها وضعفها وما فعلت فیه من سیئة فاغفرلی انك غفور رحیم ودود رضیت بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی الله علیه وسلم نبیا اللهم اسالك خیر هذا الیوم وخیر ما فیه و اعوذ بك من شره وشر ما له به و اعوذ بك من شر طوارق اللیل والنهار ومن بغتات الامور وفجاءة الاقدار ومن شر کل طارق یطرق الاطارق بطرق منك بخیر یا رحمن الدنیا والآخرة ورحیمهما واعوذ بك ان اذل او اذل او اضل او اضل او اظلم او اظلم او اجهل او یجهل علی عز جارك وجل ثناؤك وتقدست اسماؤك وعظمت نعماؤك اعوذ بك من شر ما یلج فی الارض وما یخرج منها وما نزل من السماء وما یعرج فیها اعوذ بك من عدة الحرص وشدة الطمع وسورة الغضب وسنة الغفلة وتعاطی الکلفة۔ اللهم انی اعوذ بك من مباهاة المکثرین والازراء علی المقبلین وان انصر ظالما او اخذل مظلوما وان اقول فی العلم بغیر علم او اعمل فی الدین بغیر یقین اعوذ بك ان اشرك بك وانا اعلم واستغفرك لما اعلم اعوذ بعفوك من عقابك واعوذ برضاك من سخطك واعوذ بك ومنك لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك اللهم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدك وانا علی عهدك ووعدك ما استطعت اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك علی و ابوء بذنبی فاغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا انت اللهم اجعل اول یومنا هذا صلاحا وآخره نجاحا واوسطه فلاحا اللهم اجعل اوله رحمة واوسطه نعمة وآخره مکرمة اصبحنا واصبح الملك

لله والعظمة والكبرياء لله والجبروت والسلطان لله والليل والنهار وماسكن
فيهما لله الواحد القهار اصبحنا على فطرة الاسلام وكلمة الاخلاص وعلى دين
نبينا محمد صلى الله عليه وسلم وملة ابينا ابراهيم حنيفا مسلما وما كان من
المشركين اللّهم انا نسالك بان لك الحمد لا اله الا انت الحنان المنان بديع
السموات والارض ذوا لجلال والاكرام انت الاحد الصمد الذى لم يلد و
لم يولد ولم يكن له كفوا احد يا حىّ يا قيوم يا حىّ حين يا حىّ فى ملكه و بقائه يا
حى محى الموتىٰ يا حىّ مميت الاحياء و وارث الارض و السماء اللّهم انى
اسالك باسمك بسم الله الرحمٰن الرحيم و باسمائك الله لا اله الا هو الحىّ
القيوم لا تاخذه سنة ولا نوم اللّهم انى اسالك باسمك الاعظم الاجل
الاعز الاكرم الذى اذا دعيت به اجبت واذا سئلت به اعطيت يا نور النور
يا مدبر الامور يا عالم ما فى الصدور يا سميع يا قريب يا مجيب الدعاء يا
لطيفا لما يشاء يا رؤف يا رحيم يا كبير يا عظيم يا الله يا رحمٰن يا ذا الجلال والاكرام
الم الله لا اله الا هو الحىّ القيوم وعنت الوجوه للحى القيوم و يا الهى
واله كل شئ الها واحدا لا اله الا انت اللّهم انى اسالك باسمك يا الله
الله الله الله الذى لا اله الا هو رب العرش العظيم فتعالى الله الملك
الحق لا اله الا هو رب العرش الكريم انت الاول والاخر والظاهر والباطن
وسعت كل شئ رحمة وعلما كهيعص حم عسق الر الم ن يا واحد يا قهار
يا عزيز يا جبار يا احد يا صمد يا ودود يا غفور هو الله الذى لا اله الا هو
عالم الغيب والشهادة هو الرحمٰن الرحيم لا اله الا انت سبحانك
انى كنت من الظالمين اللّهم اعوذ بك باسمك المكنون المخزون المنزل
السلام المطهر الطاهر القدوس المقدس يا دهر يا دهور يا ديهار يا ابد يا
ازل يا من لم يزل ولا يزول هو يا هو لا اله الا هو يا من لا هو الا هو يا من
لا يعلم ما هو الا هو يا كان يا كنتان يا روح يا كائن قبل كون كل يا كائن بعد
كل كون يا كونا لكل كون اهيا اشراهيا ادا ياى اصبارت يا مجلى عزائم الامور

فان تولوا فقل حسبی اللّٰه لا اِلٰه الا هو علیه توکلت و هو رب العرش العظیم لیس کمثله شئ و هو السمیع البصیر۔ اللّٰهم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراهیم و علیٰ آل ابراهیم و بارک علیٰ محمد و علیٰ آل محمد کما بارکت علیٰ ابراهیم و علیٰ ابراهیم انک حمید مجید۔ اللّٰهم انی اعوذ بک من علم لا ینفع و قلب لا یخشع و دعاء لا یسمع اللّٰهم انی اعوذبک من فتنة الدجال و عذاب القبر و من فتنة المحیا و الممات اللّٰهم انی اعوذبک من شر ما علمت و شر ما لا اعلم و اعوذبک من شر سمعی و بصری و لسانی و قلبی اللّٰهم انی اعوذبک من القسوة و الغفلة و الذل و المسکنة و اعوذ بک من الفقر و الکفر و الفسوق و الشقاق و النفاق و سوء الاخلاق و ضیق الارزاق و السمعة و الریاء و اعوذبک من الصمم و البکم و الجنون و الجذام و البرص و سائر الاسقام اللّٰهم انی اعوذبک من زوال نعمتک و من تحول عافیتک و من فجاءة نقمتک و من جمیع سخطک۔ اللّٰهم انی اسئالک الصلوٰة علیٰ محمد و علیٰ آله و اسئالک من الخیر کله عاجله و آجله ما علمت منه و ما لم اعلم و اسئالک الجنة و ما قرب الیها من قول و عمل اعوذ بک من النار و ما قرب الیها من قول و عمل و اسئالک ما سالک به عبدک و نبیک محمد صلی اللّٰه علیه وسلم و استعیذک بما استعاذک منه عبدک و نبیک محمد صلی اللّٰه علیه وسلم و اسئالک ما قضیت لی من امران یجعل عاقبته رشدا برحمتک یا ارحم الراحمین یا حیّ یا قیوم برحمتک استغیث لا تکلنی الی نفسی طرفة عین و اصلح لی شانی کله یا نور السمٰوات و الارض یا جمال السمٰوات و الارض یا عماد السموات و الارض یا بدیع السمٰوات و الارض یا ذا الجلال و الاکرام یا صریخ المستصرخین یا غوث المستغیثین یا منتهی رغبة الراغبین و یا مفرج عن المکروبین و المروح عن المغمومین و مجیب دعوة المضطرین و کاشف السوء و ارحم الراحمین و اله العالمین نزول بک کل حاجة یا ارحم الراحمین اللّٰهم استر عوراتی و آمن روعاتی و قلنی عثراتی۔ اللّٰهم احفظنی من بین یدی و من خلفی و عن یمینی و عن شمالی و من فوقی و اعوذ بک ان اغتال من تحتی اللّٰهم ضعفت حقوتی رضاک ضعفی

وخذ الی الخیر بناصیتی واجعل الاسلام منتہیٰ رضائی اللّٰھم انی ضعیف فقو لی اللّٰھم انی ذلیل فاعزنی اللّٰھم انی فقیرٌ فاغنني برحمتك یا ارحم الراحمین اللّٰھم انت تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سوالی و تعلم ما فی نفسی فاغفرلی ذنوبی اللّٰھم انی اسالك ایمانا یباشر قلبی ویقینًا صادقًا حتی اعلم انه لن یصیبنی الا ماکتبت لی والرضا بما قسمت لی یا ذوالجلال والاکرام یاهادی المضلین ویا راحم المذنبین ومقیل عثرة العارفین ارحم عبدك ذا الخطر العظیم والمسلمین کلهم اجمعین واجعلنا مع الاحیاء المرزوقین الذین انعمت علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین آمین یا رب العالمین۔ اللّٰھم عالم الخفیات رفیع الدرجات ملقی الروح من امرك علی من تشاء من عبادك غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول لا اله الا انت والیك المصیر یامن لا یشغله شان عن شان ولا یشغله سمع عن سمع ولا تشتبه علیه الاصوات ویا من لا تغلطه المسائل ولا تختلف علیه اللغات ویا من لا یتبرم بالحاح الملحین اذقنی برد عفوك وحلاوة رحمتك۔ اللّٰھم انی اسالك قلبا سلیما ولسانا صادقا وعملا متقبلا اسالك من خیر ما تعلم واعوذ بك من شر ما تعلم واستغفرك لما تعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب۔ اللّٰھم انی اسالك ایمانا لا یرتد ونعیما لا ینفد وقرة عین لا بد ومرافقة نبیك محمد و اسالك حبك وحب من احبك وحب عمل یقرب الی حبك اللّٰھم بعلمك وقدرتك علی خلقك احینی ما کانت الحیوٰة خیرا لی وتوفنی ما کانت الوفاة خیرًا لی اسالك خشیتك فی الغیب والشهادة وکلمة العدل فی الرضاء والغضب والقصد فی الغنی والفقر ولذة النظر الی وجهك والشوق الی لقائك واعوذ بك من ضراء مضرة وفتنة مضلة اللّٰھم اقسم من خشیتك ما تحول به بینی وبین معصیتك ومن طاعتك ما یدخلنی جنتك ومن الیقین ما تهون به علینا مصائب الدنیا۔ اللّٰھم ارزقنا حزن خوف الوعید وسرور رجاء الموعود حتی نجد لذة ما نطلب وخوف ما منه نهرب۔ اللّٰھم البس

وجوهنا منك الحياء و املاء قلوبنا بك فرحًا و اسكن فی نفوسنا من عظمتك مهابته و ذلل جوارحنا لخدمتك و اجعلك احب الینا مما سواك و اجعلنا خحشی لك ممن سواك نسالك تمام النعمة بتمام التسویة و دوام العافیة بدوام العصمة و اداء الشکر بحسن العبادة - اللّٰهم انی اسالك برکة الحیواة و خیر الحیواة و اعوذ بك من شر الحیوٰة و شر الوفاة و اسالك خیر ما بینهما احیینی حیوٰة السعداء حیوٰة من تحب بقاؤه و توفنی وفاة الشهداء وفاة من تحب لقاءه یا خیر الرازقین و احسن التوابین و احکم الحاکمین و ارحم الراحمین و ربّ العالمین - اللّٰهم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و ارحم ما خلقت و اغفر ما قدرت و طیب ما رزقت و تمم ما انعمت و تقبل ما استعملت و احفظ ما استحفظت و لا تهتك ماسترت فانه لا اله الا انت استغفرك من کل لذة بغیر ذکرك و من کل راحة بغیر خدمتك و من کل سرور بغیر قربتك و من کل فرح بغیر مجالستك و من کل شغل بغیر معاملتك - اللّٰهم انی استغفرك من کل ذنب تبت الیك منه ثم عدت فیه - اللّٰهم انی استغفرك من کل عقد عقدته ثم لم اف به اللّٰهم انی استغفرك من کل نعمة انعمت بها علی فقویت بها علی معصیتك اللّٰهم انی استغفرك من کل عمل عملته لك فخالطه ما لیس لك اللّٰهم انی اسالك ان تصلی علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و اسالك جوامع الخیر و فواتحه و خواتمه و اعوذ بك من جوامع الشر و فواتحه و خواتمه - اللّٰهم احفظ فیما امرتنا و احفظنا عما نهیتنا و احفظ لنا ما اعطیتنا یا حافظ الحافظین و یا ذاکر الذاکرین و یا شاکر الشاکرین نذکرك ذکرا و بفضلك شکرا و یا غیاث و یا مغیث یا مستغاث یا غیاث المستغیثین لا تکلنی الی نفسی طرفة عین فاهلك و لا الی احد من خلقك فاضع اکلأنی کلاءة الولید و لا تخل عنی و تولنی بما تتولیٰ به عبادك الصالحین انا عبدك و ابن عبدك ما صیتی بیدك جاء فی حکمك عدل فی قضائك نافذ فی مشیتك ان تعذب فاهل ذٰلك انا و ان ترحم فاهل ذٰلك انت فافعل اللّٰهم یا مولای یا اللّٰه یا رب یا انت له اهل و لا تفعل اللّٰهم یا ربّ یا اللّٰه ما انا له اهل انك اهل التقویٰ و

اهل المغفرة یا من لا تضره الذنوب ولا تنقصه المغفرة هب لی ما لا یضرک واعطنی ما لا ینقصک ربنا افرغ علینا صبرًا وتوفنا مسلمین توفنی مسلما والحقنی بالصالحین انت ولینا فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الغافرین ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین ربنا اٰتنا من لدنک رحمة وهیئ لنا من امرنا رشدا۔ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنةً وفی الاٰخرة حسنة وقنا عذاب النار۔ اللّٰهم صل علی محمدٍ وعلی آل محمد وارزقنا العون علی الطاعة والعصمة من المعصیة وافرغ الصبر فی الخدمة واداد الشکر فی النعمة واسالک حسن الخاتمة واسالک الیقین وحسن المعرفة بک واسالک المحبته وحسن التوکل علیک واسالک الرضا وحسن الثقة بک واسالک حسن التقلب الیک۔ اللّٰهم صل علی محمدٍ وعلی آل محمد واصلح امة محمد اللّٰهم ارحم امة محمد اللّٰهم فرج عن امة محمد فرجا عاجلا ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم اللّٰهم اغفر لی ولوالدی ولمن توالدا وارحمهما کما ربیانی صغیرا و اغفر لاعمالنا وعماتنا واخوالنا وخالاتنا وازواجنا وذریاتنا ولجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منهم والاموات یا ارحم الراحمین ویا خیر الغافرین۔

اور ہر گاہ کہ دُعا مغز عبادت ہے تو یہی ہم کو اچھا معلوم ہُوا کہ اس میں سے بہتر حصّہ پورا لکھ دیں کہ جس کی برکت کی ہمیں امید ہے اور یہ وہ دعائیں ہیں جن کو شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب قلوب میں چھانٹا اور نکالا ہے اور اُس کی نقل پر پُورا اعتماد ہے اور اس میں برکت ہے تو چاہیئے کہ ان دعاؤں کے ساتھ دُعا مانگے اکیلا ہو یا جماعت میں امام ہو یا مقتدی۔ اور اس میں سے جس قدر چاہے مختصر کرے۔

☆

پچاسواں باب

عمل کے ذکر میں ہے جو تمام دن میں ہوں اور تقسیم اوقات میں ہے

ازاں جملہ یہ ہے کہ ایسی جگہ اپنے اوپر لازم کرے جس میں قبلہ رو ہو کر نماز پڑھے۔ الا یہ کہ انتقال اپنا اس کے گوشہ کی طرف دین اپنے کے لئے اسلم اور محفوظ تر دیکھے تاکہ بات کرنے اور کسی شئے کی طرف متوجہ ہونے کا محتاج نہ ہو اس واسطے کہ خاموشی اس وقت میں اور ترک کلام کا ایک اثر ظاہر ہے کہ اہل معاملہ اور ارباب قلوب اس کو جانتے ہیں اور پیغمبر علیہ السلام خلق کو اپنے عمل کی طرف بلاتے تھے۔ پھر سورہ فاتحہ اور اول سورۃ البقر المفلحون تک اور دو آیتیں والھکم آلہ واحد اور آیۃ الکرسی اور دو آیتیں اس کے بعد کی اور آمن الرسول اور آیت اس سے پہلے کی اور شھد اللہ اور قل اللھم مالک الملک اور ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوات والارض کو المحسنین تک اور لقد جاء کم رسول آخر تک اور قل ادعوا اللہ دو آیت اور آخر سورۃ الکھف کو ان الذین آمنوا اور ذوالنون اذ ذھب مغاضبًا سے تا خیر الوارثین اقد دو آیت فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون اور سبحان ربک رب العزت تا آخر سورۃ والصافات اور لقد صدق اللہ اور اول سورۃ الحدید تا بذات الصدور اور آخر سورۃ الحشر لو انزلنا کو پڑھے۔ بعد ازاں تینتیس ۳۳ بار سبحان اللہ اور تینتیس ۳۳ بار الحمد للہ اور تینتیس ۳۳ بار اللہ اکبر اور اسی سینکڑہ کو پورا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ سے کرے جب اس سے فارغ ہو تو قرآن کی تلاوت حفظ یا کلام اللہ سے کرے یا اوراذکار سے اشتغال کرے اور برابر اسی طرح بلا فتور اور قصور اور غنودگی کے کیا کرے۔ اس واسطے کہ سونا اس وقت قطعًا مکروہ ہے۔

پس اگر نیند غالب ہو تو چاہیئے کہ مصلّی پر قیام قبلہ رو کرے اور قیام سے

نیلند نہ جائے تو چند قدم قبلہ کی طرف چلے اور اسی طرح اُلٹے قدموں سے پیچھے ہٹے اور پُشت قبلہ کی طرف نہ کرے۔ اس واسطے کہ دوام استقبال قبلہ اور ترک کلام و خواب اور دوام ذکر میں اس وقت کے بڑا اثر اور برکت بڑی ہے جس کو ہم نے الحمد للہ میں پایا اور ہم اس کی وصیت طالبین کو کرتے ہیں اور اس کا اثر اس شخص کے حق میں جو اذکار کے درمیان قلب اور زبان سے جمع کرتا ہے اکثر اور اظہر ہے اور یہ وقت اول نہار ہے اور دن آفات کا مقام ہے جبکہ اُس کا دل اس رعایت سے مستحکم ہو جائے گا تو اُس کی جڑ بُنیاد مضبوط ہو گی۔ اور تمام دن کے اوقات اس بنیاد پر مبنی ہوں گے۔ پھر جبکہ طلوع آفتاب قریب ہو تو مسبعات عشر پڑھنا شروع کرے اور وہ خضر علیہ السلام کی تعلیم ہے جو ابراہیم تیمی کو اُنھوں نے سکھلایا تھا اور ذکر کیا کہ اُس نے یہ مسبعات عشر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا۔ جب اُس پر مداومت کرے تو تمام اذکار اور دعوات متفرقہ کو جمع کر لیا کرے اور مسبعات عشر دس چیزیں سات سات بار ہیں:۔

سورۂ فاتحہ اور معوذتین اور قل ھو اللہ احد اور قل یا ایہا الکفرون اور آیت الکرسی اور سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور درود حضرت نبیؐ اور آل نبیؐ پر اور استغفار کرے اپنے نفس اور والدین اور مومنین اور مومنات کے لئے اور سات دفعہ کہے: اللّٰھم افعل بی و بھم عاجلا و آجلا فی الدین والدنیا والآخرۃ ما انت لہ اھل ولا تفعل بنا یا مولانا ما نحن لہ اھل انک غفور حلیم جواد کریم رؤف رحیم۔

اور روایت ہے کہ جب ابراہیم تیمی نے اِس کو پڑھا بعد ازاں کہ خضر سے اس کو سیکھا تو خواب میں دیکھا کہ وہ بہشت میں داخل ہُوا اور فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کو دیکھا اور بہشت کے طعام سے کھایا۔ اور منقول ہے کہ وہ چار مہینے بغیر کھائے رہا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ شاید اس واسطے تھا کہ اُس نے جنت کا کھانا کھایا تھا پھر جبکہ مسبعات سے فارغ ہو تو تسبیح اور استغفار اور تلاوت کی طرف آوے یہاں تک کہ ایک نیزہ کے برابر آفتاب بلند ہو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ ہر آئینہ جو میں ایک مجلس میں بیٹھوں جس میں فجر کی نماز سے طلوع آفتاب تک ذکر اللہ کروں تو وہ مجھے محبوب تر اس سے ہے کہ چار غلام آزاد کروں۔ بعد ازاں دو رکعت نماز ادا قبل اس کے کرے کہ اپنی نشست گاہ سے پھرے اس واسطے کہ ہر آئینہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے منقول ہے کہ آپؐ دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور ان دو رکعت سے فائدہ اُس وقت کی رعایت کا ظاہر ہوتا ہے اور جب دو رکعتیں ارادہ کو جمع اور فہم کو حاضر اور جو پڑھتا ہے اس کو سوچ بچار کر پڑھ چکے تو اپنے باطن میں اثر اور نور اور روح و انس پاتا ہے جبکہ وہ صادق ہو اور جو شخص کہ اُس کو برکت سے ثواب فوری اپنے اس عمل کا ملے تو واجب ہے کہ ان دو رکعتوں سے پہلی رکعت میں آیۃ الکرسی اور دوسری میں آمن الرسول اور اللہ نور السمٰوٰت والارض آخر آیت تک پڑھے اور ان دو رکعت میں نیت اُس کی شکر الٰہی اور اُس کی نعمتوں پر ہو جو اُس کے دن اور رات میں پہنچیں۔ پھر دو رکعت اور پڑھے جن میں معوذتین ایک ایک رکعت میں ایک سورۃ پڑھے اور یہ نماز اُس کی اس لئے ہے تاکہ وہ اپنے دن اور رات کے شر سے پناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مانگے اور ان دو رکعتوں کے بعد کلمات استعاذہ اور پناہ مانگنے کا ذکر کرے اور کہے اعوذ باسمك وكلمتك التامة من شر السامة والهامة واعوذ باسمك و كلمتك التامة من شر عذابك وشر عبادك و اعوذ باسمك وكلمتك التامة من شر ما يجرى به الليل والنهار ان ربى الله لا اله الا هو عليه توكلت وهو رب العرش العظيم۔

اور پہلی دو رکعت کے بعد: اللهم انى اصبحت لا استطيع دفع اكره ولا املك نفع ما ارجو و اصبحت مرتهنا جملى و اصبع امرى بيد غيرى فلا فقير افقر منى اللهم لا تشمت بى عدوى ولا تسئى بى صديقى ولا تجعل مصيبتى فى دينى ولا تجعل الدنيا اكبر همى ولا مبلغ علمى ولا تسلط على من لا يرحمنى اللهم اعوذ بك من الذنوب التى تزيل النعم

واعوذبك من الذنوب التی توجب النقم۔

بعدازاں دو رکعت اور پڑھے اس نیت سے کہ ہر ایک عمل جو وہ اپنے دن اور رات میں کرے اُس کے واسطے استخارہ ہو اور یہ استخارہ مطلق دُعا کے معنی میں ہوتا ہے وگرنہ استخارہ جس کے بابت احادیث وارد ہوئی ہیں وہ ہے جس کو ہر ایک امر کے پہلے جو وہ کرتا ہے پڑھتا ہے اور ان دو رکعتوں میں پڑھے قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد اور دُعا استخارہ پڑھے جیسے کہ اس کا ذکر اُس باب کے سِوا دوسری جگہ گزرا ہے اور اُس میں کہے کہ ہر قول اور عمل جس کو میں آج چاہتا ہوں اُس میں خیر عطا کر۔ پھر دو رکعت اور پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۃ الواقعہ اور دوسری رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اس کے بعد کہے:

اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد واجعل جنك احب الاشیاء الی و خشیتك خوف الاشیاء عندی واقطع عنی حاجات الدنیا بالشوق الی لقائك واذا اقررت اعین اھل الدنیا بدنیا ھم فاقرر علینی بعبادتك واجعل طاعتك فی کل شئی منی یا ارحم الراحمین۔

پھر دو رکعت اور پڑھے جن میں اپنے وظیفہ سے کچھ پڑھے جو قرآن سے ہو پھر اس کے بعد اگر خالی ہو کہ اُسے دُنیا کا کوئی شغل نہ ہو تو اُسے چاہیئے کہ نفل انواع عمل کے اندر نماز اور تلاوت اور ذکر دوپہر تک ادا کرے اور اگر اُن لوگوں سے ہو جسے دُنیا کا شغل ہو خواہ اپنے نفس کے لئے یا اپنے عیال کے لئے تو چاہیئے کہ اپنی حاجت اور مہمات کا امضا کرے بعد اس کے کہ دو رکعت نماز گھر سے باہر نکلنے کے لئے پڑھے اور اسی طرح ہمیشہ کرنا چاہیئے کہ گھر کی طرف سے باہر نہ نکلے مگر بعد اس کے کہ دو رکعت نماز پڑھ لے تاکہ اللہ تعالےٰ اُس کو باہر جانے کی بُرائی سے بچائے اور گھر میں نہ آوے الاجبکہ دو رکعت نماز ادا کر لے تاکہ اللہ تعالےٰ اُس کو اندر آنے کی بُرائی سے حفاظت کرے بعدازاں کہ گھر والوں کو زوجہ وغیرہ سے سلام کرے اور جو گھر میں کوئی نہ ہو تب بھی سلام کرے اور کہے السلام علی عباد اللہ الصالحین المومنین اور اگر خالی ہو تو بہتر ہے کہ وہ اُس وقت تک

نمازِ چاشت پڑھے اور اگر اُس پر قضا ہو تو ایک یا دو دن کی یا زیادہ کی نماز پڑھے وگرنہ رکعتیں لمبی لمبی پڑھے اور قرآن اس میں پڑھے۔ اس واسطے کہ ہر آئینہ بعض صالحین سے وہ تھے جو نماز میں قرآن ایک دن رات میں ختم کرتے تھے وگرنہ چند رکعات خفیفہ سورۂ فاتحہ اور قل ھو اللہ احد کے ساتھ اور دوسری آیات قرآن کے ساتھ پڑھے جن میں دُعا ہو جیسے یہ آیت ربنا علیك توكلنا واليك انبنا واليك المصير۔ اور مثل اس آیت کے ہر ایک رکعت میں پڑھے خواہ ایک مرتبہ پڑھے خواہ اُسے دُہرائے جس قدر کہ چاہے اور طالب کے حق میں یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ اُس نماز کے جس کا ہم نے ذکر بعد طلوع آفتاب کیا ہے اور نماز چاشت کے درمیان سو رکعت خفیفہ پڑھے۔ اور صالحین سے بعضے وہ تھے جن کا ورد رات دن میں سو رکعت اور دو سو رکعت اور پانچ سو رکعت اور ہزار رکعت تھا۔ اور جس کو دُنیا کا کوئی شغل نہ ہو اور اُس نے دُنیا کو اہلِ دُنیا پر چھوڑ دیا ہو تو اُس کی کیا آرزو ہے اور کیا شان ہے کہ بے فائدہ وقت گزارے اور اللہ تعالیٰ کی خدمت اور عبادت میں عیش نہ کرے۔

سہل بن عبداللہ تستری نے کہا ہے کہ اُس بندے کا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ پورا مشغول نہیں ہوتا حالانکہ اُس کو دُنیا میں حاجت ہو پھر جبکہ آفتاب بلند اور صبح کی نماز سے ظہر تک وقت ادھیا جائے جس طرح کہ عصر، ظہر اور مغرب کے درمیان تنصیف کرتا ہے تو نمازِ چاشت پڑھے کہ نمازِ چاشت کے لئے یہ وقت افضل اوقات ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز چاشت کا وہ وقت ہے کہ بچہ شُتر آفتاب کی گرمی سے ماں کے سایہ میں سوئے۔ اور بعض نے کہا کہ چاشت کو اُس وقت ادا کریں کہ آفتاب کی گرمی سے پاؤں کو پسینہ آجائے۔ اور نماز چاشت کی کم از کم دو رکعت ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہیں اور ہر دو رکعت کے پیچھے اپنے نفس کے لئے دُعا کرے اور تسبیح اور استغفار پڑھے۔ پھر اس کے بعد اگر یہاں پر مستحب ہے اُس کو ادا کرے جیسے زیارت یا بیماری پڑی وہاں جاوے

وگرنہ علی الدوام اللہ تعالیٰ کے لئے کام کرے بدوں اس کے ظاہر و باطن اور قلب و قالب میں سستی آوے وگرنہ باطن میں عمل کرے اور اُس کی ترتیب ہے کہ وہ پڑھے جب تک کہ انشراح خاطر ہو اور نفس اُس کا اجابت کرے۔

پھر اگر تھک جائے تو نماز سے تلاوت کی طرف تنزل کرے اس واسطے کہ صرف تلاوت نفس پر نماز سے سبک تر ہے۔ پھر اگر تلاوت سے کبھی تھک جائے ذکر اللہ تعالیٰ بالقلب و باللسان کرے اس واسطے کہ وہ قرأت سے سبک تر ہے۔ پھر اگر ذکر سے بھی تھک جائے تو ذکر لسان چھوڑ دے اور اپنے قلب پر مراقبہ کو لازم کرے

اور مراقبۂ قلب کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنے سے ہے۔ سو جب تک یہ علم اُس کے قلب کے ساتھ ہے تو وہ مراقبہ ہے اور مراقبہ عین ذکر ہے اور اُس سے افضل ہے۔ پھر اگر اِس سے بھی عاجز ہو اور اُس کے وسوسے مالک بن جائیں اور حدیث نفس اُس کے باطن میں ہجوم کریں تو چاہیئے کہ سو رہے۔ اس واسطے کہ نیند میں سلامتی ہے وگرنہ کثرت حدیث نفس کی قلب کو سخت کر دیتی ہے جس طرح کہ کثرت کلام کی دل کو سخت کرے اس واسطے کہ وہ کلام بغیر زبان کے ہے سو اس سے پرہیز کرے ۔

سہلؒ بن عبداللہ نے کہا بدترین گناہ حدیث نفس ہے اور طالب اپنے باطن کا اعتبار اسی طرح چاہتا ہے جس قدر کہ ظاہر کا اعتبار چاہتا ہے اس واسطے کہ وہ نفس کی حدیث اور اُن چیزوں کے سبب سے جو اُسے متخیل ہوتی ہیں ان چیزوں کے یاد کرنے سے جو گزر گئیں اور دیکھیں اور سُنیں مثل ایک دوسرے شخص کے اپنے باطن میں ہے ۔ پس مراقبہ و رعایت سے باطن کو ایسے ہی مقید کرے جس طرح کہ ظاہر کو عمل اور رُوح ذکر سے مقید کرتا ہے اور جائز ہے اُس طالب کے لئے جو بچہ ہو کہ نماز چاشت کی استوا سے روز تک سو رکعتیں اور پڑھے اور اس کی کم سے کم بیس رکعت ہیں جن کو خفیفہ پڑھے یا کہ ہر دو رکعت میں ایک حصّہ قرآن کا یا زیادہ یا کم اور بعد از فراغ نماز چاشت اور بعد از فراغ دوسری رکعت کے سونا بہتر ہے۔

سفیانؒ نے کہا ہے کہ اس قوم کو اچنبھے کی بات معلوم ہوتی تھی جبکہ وہ فارغ ہوتے تو وہ سو جاتے اس غرض سے کہ طلب سلامت کریں اور اس سونے میں بہت

سے فوائد ہیں از انجملہ ایک یہ ہے کہ وہ قیامِ شب کا معین اور مدد گار ہے اور ایک یہ کہ نفس آرام پاتا ہے اور قالب باقی دن اور اُس کے عمل کے لئے مصفا ہوتا ہے اور نفس جب آرام پا چکتا ہے تو وہ پھر تازہ دم کام میں ہوتا ہے۔ سو دن کی نیند سے جاگنے کے بعد نفس باطن میں اور ہی فرحت اور شوق کو پیدا کرتا ہے جیسا کہ صبح کے وقت نہانا۔ پس طالب صادق کے لئے دن میں دو دن ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی خدمت اور عمل میں کوشش کرنے کے لئے غنیمت جانتا ہے اور سزاوار ہے کہ قیلولہ سے ایک ساعت پہلے زوال سے جاگے تاکہ وضو اور طہارت سے قبل از استوار و زوال تیار ہو رہے۔ اس طرح کہ وقت استوادہ قبلہ رو ذکر کرتا ہُوا یا تسبیح یا تلاوت کرتا ہُوا ہو۔ قال اللہ تعالیٰ: واقم الصلوٰۃ طرفی النہار و قال فسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اور نماز کو دن کے دونوں طرف میں قائم کر اور فرمایا کہ پس اپنے رب کی حمد کی تسبیح کر پیشتر اس سے کہ آفتاب طلوع کرے اور قبل اس کے کہ آفتاب غروب ہو۔

بعض مفسرین کا قول ہے کہ قبل طلوع شمس نماز صبح ہے اور قبل از غروب آفتاب نمازِ عصر ہے۔ اور من اناء اللیل فسبح سے مراد نماز عشاء کے آخر ہے اور اطراف النہار سے مراد ظہر اور مغرب ہے اس واسطے کہ ظہر دن کی طرف اوّل کے آخر میں نماز ہے اور دوسری طرف کا آخر غروب آفتاب ہے اور اس میں نماز مغرب ہے تو ظہر طرف اوّل کے اوّل ہوئی اور مغرب طرف آخر کے۔ پس طرفِ آخر کا استقبال بیداری اور ذکر سے کرے جس طرح کہ طرف اول کا استقبال کیا اور ہر آئینہ خواب روز اور قیلولہ کی طرف از سر نو عود کیا جیسے کہ خواب شب کی طرف کیا تھا اور اوّل زوال میں سُنت اور فرض سے پہلے چار رکعت ایک سلام سے پڑھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے اور یہ نماز زوال ہے جس کا وقت قبل از ظہر اُس کے اول اوقات میں ہے اور بندہ کو حاجت اس کی ہے کہ اوّل وقت کی اس نماز سے رعایت کرے جیسا کہ کراہت استواء آفتاب کا وقت

گزر گیا ہو قبل از موذن وقت کو جان لے تب نماز زوال پڑھنا شروع کرے۔ اور اذان اس حال میں سُنے کہ اس نماز کو ادھیا چکا ہو بعدہٗ نماز ظہر کے لئے مستعد ہو۔ پھر اگر اپنے باطن میں اُس کو کدورت معلوم ہو اس ملاقات اور صحبت سے جس کا اتفاق پڑا ہو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور اُس کی طرف تضرع اور زاری کرے اور ظہر کی نماز شروع نہ کرے مگر اُس وقت کہ باطن کو پھر اپنے حال پر صفائی سے نہ پائے۔ اس واسطے کہ جو لوگ حلاوت مناجات کا ذائقہ پانے والے ہیں اُن کے لئے ضرور ہے کہ نماز میں صفائی انس حاصل کریں اور تھوڑے مباح میں جانے سے مکدر ہو جاتے ہیں اور اُس سے اُن کے باطنوں پر ایک بستگی اور کدورت آجاتی ہے اور کبھی یہ بات صرف اختلاط اور صحبت اہل اور اولاد سے ہو جاتی ہے باوجودیکہ اس مخالطت اور مجالست کو عبادت ٹھہرایا ہے ولیکن حسنات ابرار کے سیات مقربین ہیں تو نماز میں کھڑا نہ ہوا الا جبکہ یہ بستگی دور اور کدورت زائل ہو اور اس بستگی کا دفع ہونا اس طریق سے ہے کہ انابت اور استغفار اور تضرع الی اللہ تعالیٰ صدق سے کرے۔ اور یہ جو کدورت کہ اہل اور اولاد کے مجالست سے پیدا ہوتی ہے اُس کی دوا یہ ہے کہ وہ جب اُن کے ساتھ بیٹھے تو اُن کی طرف میلان تام نہ کرے اور قلب اس میں چوری کی نظر سے اللہ تعالیٰ کی طرف ناظر رہے۔ سو یہ نظرات اس مجالست کی کفارہ ہو جاتی ہیں مگر جب کہ قوی الحال ہو کہ اُس کو خلق محجوب حق سے نہ کرے اور اس صورت میں بستگی اُس کے باطن میں نہ آئے گی۔

پس جب وہ داخل ہُوا نماز میں نہ پایا اُس کو اور پایا باطن اور قلب اپنے کو اس واسطے کہ خوش ہُوا نفس اس کا طرف مجالست کے خوش ہوگا نفس اُس کا پھرنے والا طرف روح قلب کے اس واسطے کہ مجالست اور مخالطت کرتا تھا اور آنکھ ظاہر کی دیکھتی ہے خلق کو اور آنکھ قلب کی دیکھتی ہے حضرت الٰہی کو پس اس صورت میں بستگی اُس کے باطن میں نہ آئے گی۔ اور نماز زوال جس کا ہم نے ذکر کیا بستگی کو کھول دیتی ہے اور باطن کو ظہر کی نماز کے لئے آمادہ کرتی ہے۔ پس نماز

زوال میں بقدر سورۂ بقر کے بڑے دنوں میں پڑھے اور چھوٹے دنوں میں جو اُس سے قلیل ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وعشیا وحین تظہرون اور وہی اظہار ہے پھر اگر سُنت کے بعد فرض کے لئے جماعت کے اکٹھے ہونے کا انتظار کرے اور وہ دُعا جو نماز فجر کے فرض وسنت کے درمیان کی ہے پڑھے تو اچھا ہے اور اسی طرح وہ ہے جو وارد ہُوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے ساتھ فجر کی نماز میں دُعا کی۔ پھر جبکہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو تو سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسی پڑھے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر تینتیس ۳۳ تینتیس ۳۳ بار پڑھے جیسا کہ ہم نے اس کا وصف پہلے کیا ہے اور اگر اُن تمام آیات پر جن کا فجر کی نماز کے بعد ہم نے ذکر کیا ہے اور دُعاؤں پر بھی اندازہ کیا جائے تو یہ خیر کثیر اور فضل عظیم ہو گا اور جس کو ہمت بلند و عزیمت صادق ہو کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے لئے زیادہ نہیں سمجھتا بعد ازاں ظُہر اور عصر کے درمیان کے وقت کو زندہ اور آباد کرے جس طرح کہ عشاء کے بعد اُس ترتیب کے موافق جس کا ہم نے ذکر نماز اور تلاوت اور ذکر اور مراقبہ سے کیا ہے اور جو ہمیشہ شب بیدار ہو تو وہ بڑے دنوں میں ظہر اور عصر کے درمیان تھوڑا سو رہے اور جو ظُہر عصر کے درمیان کے وقت کو دو رکعت سے زندہ کرے جن میں ایک چوتھائی قرآن پڑھے یا کہ اُس کو چار رکعت میں پڑھے تو وہ بہت ہی اچھا ہے اور جو ارادہ اُس کا کرے کہ اُس وقت کو بڑے دنوں میں سو رکعتوں سے زندہ کرے تو یہ ممکن ہے یا بیس رکعتوں سے جس میں قل ہو اللہ احد ہزار مرتبہ پڑھے کہ ہر ایک رکعت میں پچاس ہوئیں۔ اور زوال سے پہلے مسواک کرے جبکہ وہ روزے دار ہو اور روزہ نہ ہو تو جس وقت منہ کے مزہ میں فرق آئے۔ اور حدیث میں ہے کہ مسواک مُنہ کی پاک کرنے والی ہے پروردگار کی پسندیدہ ہے اور فرضوں کے ادا کرنے کے وقت مستحب ہے۔

بعض علماء کا قول ہے کہ نماز جو مسواک کرنے کے ساتھ ہو اُس کو بغیر مسواک کی ہُوئی نماز پر ستر درجہ فضیلت ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ یہ خبر واحد ہے اور جو چاہے کہ ظہر عصر کے درمیان اپنی نماز میں بیس رکعت میں ہر ایک رکعت کے

اندر ایک آیت یا بعض آیت پڑھے تو پہلی رکعت میں پڑھے: ربنا آتنا فی الدنیا حسنةً وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار۔ بعدازاں دوسری رکعت میں ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین۔ بعدازاں ربنا لا تواخذنا آخر سورة تک۔ بعدازاں ربنا لا تزغ قلوبنا (الآیہ) بعدازاں ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان (الآیة) بعدازاں ربنا بما انزلت بعدازاں انت ولینا فاغفرلنا بعدازاں فاطر السموات والارض انت ولی بعدازاں ربنا انک تعلم ما تخفی وما نعلن (الآیہ) بعدازاں وقل رب زدنی علماً بعدازاں لا اله الا انت سبحانک بعدازاں رب لا تذرنی فرداً بعدازاں وقل رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین بعدازاں ربنا هب لنا من ازواجنا بعدازاں رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضاه وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین۔ بعدازاں یعلم خائنة الاعین وما تخفی الصدور بعدازاں رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی الآیہ سورة الاحقاف سے۔ بعدازاں ربنا علیک توکلنا بعدازاں رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمومنین والمومنات ولا تزد الظالمین الا تباراً۔

جب کبھی نماز پڑھے تو چاہیئے کہ ان آیات سے پڑھے اور نماز میں ان آیات کی پاس اور حفظ سے جو دل و زبان کی موافقت سے ہو قریب ہے کہ بندہ مقام احسان تک پہنچ جائے اور اگر کسی ایک آیت کو ان آیات میں سے ظہر یا عصر میں دُہراوے تو وہ تمام وقت اپنے مولا سے سرگوشی کرنے والا ہو گا اور دُعا مانگنے والا اور تلاوت کرنے والا اور نماز پڑھنے والا ہو گا اور عمل میں کوشش اور دن کے اجزاء میں پوری لذت وحلاوت کا حاصل بے زحمت کرنا نہیں راست آوے گا مگر اُس بندہ کے لئے جس کا دل کمال تقویٰ اور کمال زہد فی الدنیا سے پاک اور صاف ہو اور اُس سے ہویٰ کی متابعت لے لی گئی ہو۔ اور جب تک کسی ایک شخص میں تقویٰ اور زہد اور ہویٰ سے بقیہ موجود ہو تب تک عمل میں اُس کی فرحت دائمی نہ ہو گی بلکہ ایک وقت خوش ہو گا اور ایک وقت غمناک ہو گا

اور نوبت اس میں نشاط اور کسل کی ہو گی۔ اس واسطے کہ کسی قدر ہوٰی کی متابعت باقی ہے کیونکہ اُس کا تقوٰی ناقص ہے یا محبت دُنیا کی اُسے ہے اور جب کہ زُہد اور تقوے میں صحیح اور پختہ ہو گیا تو جوارح کا عمل ترک بھی ہو گیا تو وہ عمل قلب سے فتور میں نہ پڑے گا۔

پس جو شخص چاہے کہ ہمیشہ اُسے راحت ملے اور عمل اس کو کوشش مزہ دار معلوم ہو تو اس پر واجب ہے کہ مادہ ہوٰی کو گداختہ کرے اور ہوٰی و راحت نفس بھی زائل نہیں ہوتی۔ مگر اُس کی متابعت دُور ہو جاتی ہے اور نبی علیہ السلام نے وجود ہوٰی سے پناہ نہیں مانگی مگر اُس کی طاعت اور متابعت سے پناہ مانگی ہے اور فرمایا اعوذ بک من ھوی متبع اور نہ پناہ مانگی وجود شح سے اس واسطے کہ وہ طبیعت نفس کی ہے مگر اُس کی طاعت سے پناہ مانگی اور فرمایا و شح مطاع اور متابعت ہوٰی کے دقیقے اور باریکیاں اُسی قدر ظاہر ہوتی ہیں جس قدر کہ قلب میں صفائی اور حال میں علو اور بلندی ہو اس واسطے کہ بندہ کبھی ہوٰی کا تابع ہوتا ہے اس طرح پر کہ خلق کی صحبت اور اُن کی بات چیت شیریں اور اچھی معلوم ہوتی ہے یا کہ اُن کی طرف دیکھنا بھلا معلوم ہوتا ہے اور کبھی ہوٰی کا تابع اس طرح پر ہوتا ہے کہ وہ سونے اور کھانے پینے میں اعتدال سے تجاوز کرتا ہے اور اس کے سوا اور چیزوں میں جو اقسام ہوٰی سے ہیں جس کی تبعیت کی جاتی ہے اور یہ شخص اُس شغل کا ہے جس کے لئے دُنیا کے سوا اور کوئی شغل نہیں ہے۔ بعد ازاں عصر کے قبل چار رکعتیں پڑھے پھر اگر اُس کو تازہ وضو کرنا ہر ایک فرض کے واسطے ممکن ہے تو یہ اُتم و اکمل ہے اور اگر غسل کر لیا کرے تو اور بھی افضل ہے کیونکہ یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ باطن کی نورانی اور نماز کے تکمیل کرنے میں اُن کا اثر ظاہر ہے اور عصر کے پہلے چار رکعتوں میں اذا زلزلت اور والعادیات اور القارعہ اور الھٰکم التکاثر پڑھے اور عصر کی نماز ادا کرے اور بعض ایام میں اُس کے اندر والسماء ذات البروج کو داخل قرآت کرے۔

اور میں نے سُنا ہے کہ سُورۃ البروج کا عصر کی نماز میں پڑھنا دُنبلوں سے

محفوظ رہنے کا موجب ہے اور عصر کی نماز کے بعد پڑھے جو جو ہم نے آیات اور دُعا اور دُوسری چیزوں سے لکھی ہیں جو اُسے آسان معلوم ہو پڑھے اور جب عصر کی نماز پڑھ چکا نماز کے نوافل کا وقت گیا ذکروں کا اور تلاوت کا وقت باقی ہے اور اُس سے افضل اس شخص کی مجالست اور صحبت ہے جو اُس کو دُنیا سے بے رغبت کرے اور اُس کا کلام تقویٰ دستگی کو راست اور درست کرے یعنی وہ علماء جو دُنیا سے بے رغبت ہیں اور اُن باتوں کے ساتھ کلام کرنے والے ہیں جو مریدوں کی عزیمت اور آہنگ کو تقویٰ کرتے ہیں۔

پھر جبکہ کہنے والے اور سُننے والے کی نیّت صحیح ہوئی تو یہ صحبت اور ہم نشینی اس سے افضل ہے کہ آدمی تنہا رہے اور ذکر اذکار کی مداومت کرے اور اگر یہ صحبت موجود نہ ہو اور متعذر ہو تو پھر چاہیئے کہ انواع اقسام کے اذکار کا ورد زائد رکھے اور اگر اس وقت اپنے حوائج اور امور معاش کے لئے اُس کا باہر جانا ہو تو یہ اولیٰ اور افضل اس سے ہے کہ وہ صبح کے وقت باہر جائے اور گھر سے باہر نہ نکلے مگر یہ کہ باوضو ہو۔ اور علماء کی ایک جماعت نے نماز عصر کے بعد تحیت طہارت کی نماز کو مکروہ رکھا ہے اور مشائخین اور صالحین نے اُس کی اجازت دی اور جب کبھی اپنے گھر سے نکلے تو کہے بسم اللہ ماشاء اللہ حسبی اللہ لا قوۃ الا باللہ اللھم الیک خرجت وانت اخرجتنی ۔ اور چاہیئے کہ سورۃ فاتحہ اور معوذتین پڑھے اور ہر روز جس قدر ہو سکے صدقہ دینا ترک نہ کرے اگرچہ ایک چھوارا ہو یا ایک لقمہ ہو اس لئے کہ تھوڑا احسن نیت کے ساتھ بہت ہے ۔

اور روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سائل کو ایک انگور فقط دیا ہے اور فرمایا کہ ہر آئینہ اس میں بہت سے ذرّوں کا وزن ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ ہر ایک شخص قیامت کے دن اپنے صدقہ کے زیر سایہ ہے اور بندہ اس ذکر سے از عصر تا مغرب سو مرتبہ پڑھے لا الٰہ الاّ اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر۔

اور جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جس شخص نے

ہر روز سو مرتبہ اس کو کہا تو اُس کے لئے دس بندہ کے آزاد کرنے کا ثواب ہوگا اور اُس کے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اُس سے سو برائیاں مٹائی جائیں گی۔ اور اس کو شیطان سے حفظ اُس دن میں ہوگا تا آنکہ وہ شام کرے اور کوئی اُس سے افضل عمل نہ کرے گا مگر وہ کوئی کہ اس سے زیادہ پڑھے گا اور دو سو مرتبہ لا إله الا الله الملك الحق المبين۔ اس واسطے کہ ہر آئینہ وارد ہُوا ہے کہ جس شخص نے اپنے دن بھر میں دو سو مرتبہ کہا لا اله الا الله الملك الحق المبين تو کسی نے اپنے دین میں عمل نہیں کیا کہ افضل اُس کے عمل سے ہو اور سو مرتبہ کہے: سبحان الله والحمد لله آخر تک اور سو مرتبہ لا اله الا الله وبحمده سبحان الله العظيم وبحمده استغفر الله اور سو مرتبہ لا اله الا الله الملك الحق المبين اور سو مرتبہ اللهم صل علیٰ محمدٍ وعلیٰ آلِ محمدٍ اور سو مرتبہ استغفر الله العظيم الذی لا اله الا هو الحی القيوم واسأله التوبة اور سو مرتبہ ماشاء الله لا قوة الا بالله اور مغرب کے بعضے فقراء کو مَیں نے دیکھا ہے کہ اُن کے پاس تسبیح تھی جس میں ہزار دانے تھے اور ایک تھیلی میں رکھتا تھا مذکور ہُوا کہ اُس کا وظیفہ تھا کہ ہر روز اُس کو بارہ مرتبہ انواع ذکر کے ساتھ پھیرتا تھا۔

اور بعضے صحابہ سے منقول ہے کہ یہ ورد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ایک رات دن کے اندر تھا اور بعضے تابعین سے منقول ہے کہ آپ کا ورد تسبیح سے تیس ہزار ایک دن رات میں تھا اور چاہیئے کہ سو بار ایک دن رات میں اس تسبیح کو پڑھے: سبحان الله العلی الديان سبحان الله الشديد الاركان سبحان من يذهب بالليل و ياتی بالنهار سبحان من لا يشغله شان عن الشان سبحان الحنان المنان سبحان المسبح فی كل مكان۔

روایت ہے کہ بعضے ابدال سمندر کے کنارے سو رہے تو اس تسبیح کو اُس نے رات کو سوتے پہرے سُنا کہا کون ہے؟ جس کی آواز مَیں سُنتا ہوں اور اُس کے شخص کو نہیں دیکھتا سو اُس نے کہا کہ مَیں فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں جو اس دریا پر موکل ہوں اللہ تعالیٰ کی تقدیس اس تسبیح کے ساتھ کرتا ہوں جب

سے کہ مَیں پیدا ہوں۔ مَیں نے کہا کہ تیرا نام کیا ہے؟ تو کہا مہلیہمائیل ہے پھر مَیں نے کہا اس تسبیح کا ثواب کیا ہے؟ جواب دیا کہ جس نے اُسے سو بار کہا تو وہ نہیں مرے گا یہاں تک کہ وہ اپنی نشست گاہ جنت سے دیکھے یا کہ اس کو دکھلائی جائے۔
روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی تفسیر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی کہ مقالید السموٰات والارض۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے مجھ سے ایسی بڑی چیز کی نسبت سوال کیا جس کو تمہارے سوا کسی دوسرے نے نہیں پوچھا اور وہ یہ ہے :-

لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وسبحان اللہ والحمد للہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ عزوجل واستغفر اللہ الاول والآخر والظاہر والباطن لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر وھو علیٰ کل شیٔ قدیر ۝

جس نے دس مرتبہ صبح کے وقت اور شام کے وقت کہا اُسے چھ خصلتیں عطا کی جاتی ہیں تو پہلی خصلت یہ ہے کہ وہ شیطان اور اُس کے لشکر سے محفوظ و مصون رہتا ہے۔ اور دوسرے یہ ہے کہ اُسے اجر کا ایک خزانہ دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اُس کا درجہ بہشت میں بلند کیا جاتا ہے۔ چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ اُس کو حوارِن گشادہ چشم سے متزوج کرتا ہے۔ پانچویں یہ کہ بارہ فرشتے اُس کے لئے طلب آمرزش کرتے ہیں۔ چھٹے یہ کہ اُس کے لئے اجر اتنا ہی ہوتا ہے جیسے کہ کسی نے حج اور عمرہ کیا اور اس وقت یہ بھی کہے۔ اور صبح کے وقت: اللّٰھم انت خلقتنی وانت ھدیتنی وانت تطعمنی وانت تسقینی وانت تمشینی وانت تحیینی انت ربی لا رب لی سواک ولا الہ الا انت وحدہٗ لا شریک لک اور کہے ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ ماشاء اللہ وکل نعمۃ من اللہ ماشاء اللہ الخیر کلہ بید اللہ ماشاء اللہ لا یصرف السوء الا اللہ۔ اور کہے حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔ بعد ازاں وضو اور طہارت کے شب کا استقبال کرنے کو تیار ہو اور مسبعات غروب سے پہلے پڑھے اور برابر

تسبیح اور استغفار میں ہو اور غروب کے وقت بھی پڑھے سورۃ والشمس واللیل اور معوذتین اور استقبال شب مثل استقبال روز کے کرے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ وھوالذی جعل اللیل والنہار خلفۃ لمن اراد ان یذکرا واراد شکورا۔ سو جیسے کہ شب پیچھے دن کے آتی ہے اور دن کے پیچھے رات تو یہ سزاوار ہے کہ ذکر اور شکر سے ایک کو دوسرے کے پیچھے لاوے کہ اُن کے درمیان کوئی چیز نہ ہو جس طرح کہ دن اور رات کے درمیان کوئی شئے حائل نہیں ہوتی اور ذکر کل اعمال قلب ہیں اور شکر اعمال جوارح ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اعملوا ال داؤد شکرا۔ یعنی اے آل داؤد شکر کرو اور اللہ تعالےٰ توفیق دینے والا اور مدد کرنیوالا ہے۔

اکیانواںؔ باب

شیخ کے ساتھ آداب مرید کے بیان میں ہے

مریدوں کا ادب شیخوں کے ساتھ حضرت صوفیہ کے نزدیک ضروری آداب سے ہے اور اُس میں قوم کو اقتدا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ علیہم الرضوان کی ہے اور ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یا ایھا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم یعنی اے ایمان والو پیش دستی مت کرو روبرو اللہ اور اُس کے رسولؐ کے اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو تحقیق اللہ تعالیٰ سُننے والا جاننے والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ کہا ایک گروہ بنی تمیم کا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ قعقاع بن معبد کو امیر کریںؓ اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ اقرع بن حابس کو امیر اس گروہ کا بنائیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا تم نے نہیں ارادہ کیا مگر میرے خلاف کا اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے تیرے خلاف کا ارادہ نہیں کیا سو وہ باہم جھگڑنے لگے حتیٰ کہ اُن دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں تب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی یہ آیت یا ایھا الذین آمنوا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ لاتقدموا کے معنی ہیں لاتتکلموا بین یدی کلامہ

یعنی آپؐ کے کلام کے سامنے مت کلام کرو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ قربانی قبل حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کر لیا کرتے تھے۔ سو وہ تقدیم قربانی سے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کئے گئے اور بعضوں نے کہا ایک قوم کے لوگ تھے جو کہا کرتے کہ اس امر اور اُس امر میں یہ نازل کیا جاتا سو اللہ تعالےٰ نے اس کو مکروہ جانا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اپنے نبیؐ کے روزہ رکھنے سے پہلے روزہ مت رکھو اور کلبیؒ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قول اور فعل سے سبقت کرو تاکہ وہ فرمان وہ تمہارا ہووے اور اسی طرح مرید کا ادب شیخ کے ساتھ یہ ہو کہ وہ مسلوب الاختیار ہو کہ نہ وہ اپنے نفس میں تصرف کرتا ہے اور نہ اپنے مال میں مگر شیخ کی طرف رجوع اور اُس کے امر کے ساتھ کرے۔ اور ہر آئینہ اس بات کو ہم نے باب مشیخیت میں پُورا لکھا ہے اور بعض نے کہا لاتقدموا تمشوا بین یدی رسول اللہ یعنی تقدم اور سبقت مت کرو اپنے رسولؐ اللہ کے سامنے اور آگے مت چلو۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہا میں حضرت ابی بکرؓ کے آگے چلتا تھا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تُو اس شخص کے آگے چلتا ہے جو تجھ سے دُنیا اور آخرت میں بہتر ہے۔ اور بعض نے کہا یہ آیت اُن اقوام کے حق میں نازل ہوئی ہے جو مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے پھر جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا جاتا وہ لوگ اُس میں غور کرتے اور قول وفتوےٰ کے ساتھ سبقت کرتے تو وہ لوگ اُس سے نہی کئے گئے اور اسی طرح مرید کا ادب شیخ کی مجلس میں ہے بزاوار یہ ہے کہ خاموشی کو لازم پکڑے اور اُس کے حضور میں کچھ کلام حسن سے نہ کہے الا جبکہ شیخ سے حکم چاہے اور شیخ سے اس باب میں اُس کے لئے گنجائش پائے اور مرید کی شان میں شیخ کے سامنے اُس شخص کی مثال ہے کہ جو دریا کے کنارے بیٹھا ہُوا انتظار رزق کا کر رہا ہے جو اُس کی طرف بھیجا جائے اور استماع کی طرف تاک رکھیں اور جو کلام شیخ کے طریق سے نصیب ہو وہ اِس کی ارادت اور طلب کو متحقق کرتا ہے اور فضلِ الٰہی سے جو اُس سے مزید

ہو اور قول کی طرف نظر کرنا اُس کو مقامِ طلب اور افزوں خواہی سے اس مقام کی طرف
رد کرتا اور پھیرتا ہے جس میں ایک شئے کا اثبات اپنے نفس کے واسطے ہو اور یہ مُرید
کا گناہ ہے اور سزاوار یہ ہے کہ اُس کی نگہداشت مبہم اپنے حال کی طرف ہو جس کا استکشاف
واستفسار شیخ سے سوال کے ساتھ ہو باوجودیکہ مرید صادق شیخ کی حضوری میں زبانی سوال
کا محتاج نہ ہو بلکہ شیخ اس کو جو چاہے وہ ابتداءً کہے۔ اس واسطے کہ شیخ چاہتا ہے کہ
جو کہے وہ حق کے ساتھ کہے اور صادقین کی موجودگی میں اپنے قلب کو اللہ تعالےٰ کی
طرف بلند کرتا ہے اور اُن کے لئے بارانِ رحمت طلب کرتا ہے اور ان کو پلانا چاہتا
ہے سو اُس کی زبان اور اُس کا دِل دونوں اُن طالبوں کے احوال سے جو محتاج اُس
کے ہیں کہ جس کے ساتھ اُس پر کشود ہو ضرورت وقت کی طرف ماخوذ اور منجر ہیں۔ اس
واسطے کہ شیخ طالب کی نگاہ اور چشم داشت اپنے قول کی طرف جانتا ہے اور اپنے
قول کو طالب کی طرف سے شمار میں لانا اور اعتبار اس کا کرنا سمجھتا ہے اور قول تخم
کی مثال ہے جو زمین میں پڑتا ہے سو جب کہ تخم خراب ہوتا ہے تو وہ نہیں جمتا اور
کلمہ کی خرابی اور فساد اس سبب سے ہوتا ہے کہ اُس میں ہویٰ کو دخل ہوتا ہے۔

پس شیخ کلام کے تخم کو ہویٰ کے شائبہ سے پاک صاف کرتا ہے اور اُسے
اللہ تعالےٰ کے سپرد کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ سے مدد اور راستی مانگتا ہے۔ اُس
کے بعد بات کہتا ہے لہٰذا کلام اُس کا حق کے ساتھ حق سے حق کے واسطے ہوتا
ہے۔ اسی واسطے شیخ مریدوں کے لئے امین الہام ہے اور جس طرح سے کہ جبرئیلؑ امین
وحی ہے سو جس طرح کہ جبرئیلؑ وحی میں خیانت نہیں کرتا ہے شیخ الہام میں خیانت نہیں
کرتا اور جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہویٰ سے نطق نہیں کرتے شیخ جو کہ
ظاہر اور باطن سے مقتدیٔ رسول اللہؐ کا ہے ہوائے نفس سے کلام نہیں کرتا اور ہوائے
نفس میں قول میں دو شئے کے ساتھ ہے اُن دو میں سے ایک خواہش جلب قلوب
کی اور منھ موڑوں کو اپنی طرف پھیر لیتا ہے اور شیخوں کی شان سے یہ نہیں ہے اور
دوم نفس کا ظہور کرنا کلام کی شیرینی اور اچنبھے کے ساتھ ہے اور محققین کے نزدیک
یہ ایک خیانت ہے اور شیخ اُن باتوں میں جو اُس کی زبان پر جاری ہوتی ہیں خفتہ نفس

ہے کہ مطالعۂ حق کی نعمتوں کا اُس میں مشغول اُس کو کرتا ہے حظ گم کردہ ظہور نفس کے فوائد سے ہے جو شیریں زبانی اور اچنبھے کے ساتھ ہوتا ہے۔

پس جو کچھ کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اُس کے ساتھ شیخ پر جاری کرتا ہے اُس کے لئے شیخ مستمع ایسے ہی ہوتا ہے گویا کہ منجملہ مستعان ایک وہ بھی ہوتا ہے اور شیخ ابوالسعود رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ حال تھا کہ وہ یاروں سے کلام اُن چیزوں سے جو اُن کی طرف القا من اللہ ہوتی تھیں کرتے اور کہا کرتے کہ میں اس کلام میں مستمع ایسا ہی ہوں جیسا کہ ایک تم میں سے مستمع ہے۔ سو اس قول نے بعضے حاضرین کو مشکل میں ڈالا اور کہا ہرگاہ کہ وہ قائل ہے تو وہ جانتا ہے جو کچھ کہ وہ کہتا ہے وہ کیونکر مستمع کی مثال ہو سکتا ہے جو نہیں جانتا یہاں تک کہ وہ اُس سے سُنتے۔ پھر اپنے گھر میں واپس آیا۔ اُسی رات خواب میں اُس نے دیکھا ایک کہنے والے کو جو کہتا تھا اُس سے کیا غوطہ خور موتیوں کی طلب میں دریا کے اندر غوطہ نہیں لگاتا اور سیپیوں کو اپنے توبرہ میں جمع نہیں کرتا ہے اور موتی کو اُس کے ساتھ حاصل کیا مگر وہ نہیں دیکھتا الا اُس وقت کہ وہ دریا سے باہر نکلتا ہے اور موتیوں کے دیکھنے میں اُس کے شریک وہ لوگ ہوتے ہیں جو کہ دریا کے کنارے پر ہیں۔ سو خواب میں اس معاملہ میں شیخ کا اشارہ سمجھ گیا تو مُرید کا ادب حسن خاموشی اور بُجھنا اور افسردگی ہے یہاں تک کہ شیخ اس کلام میں ابتدا کرے جس میں اُس کی قولاً و فعلاً شرکت ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس قول الٰہی لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ۔ کوئی منزلت اُس کی منزلت کے سوا مت طلب کرو اور یہ آداب کے محاسن اور اعزازات سے ہے۔

اور مرید کے سزاوار یہ ہے کہ اپنے نفس کی منزلت شیخ کے اوپر منزلت طلب کرنے کے ساتھ سخن دانی نہ کرے بلکہ ہر ایک منزلت عالی اپنے شیخ کے لئے چاہے اور عطیات بزرگ اور مواہب غریبہ کی تمنا شیخ کے لئے کرے اور اُس سے مرید کا جوہر حسن ارادت میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ امر مریدوں میں اور یہ بات واجب الوجود اور نادر ہوتی ہے۔ پس اس کی ارادت جو شیخ کے لئے اُس سے زیادہ عطا کرتے جس کو اپنے نفس کے واسطے تمنا کرتا ہے اور ادب ارادت کے ساتھ قائم رہتا ہے۔

سری رحمہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حسن ادب ترجمانِ عقل ہے۔ اور ابوبکر بن حنیف نے کہا ہے کہ مجھ سے ادہم نے کہا کہ اے فرزند عمل کو اپنے نمک بنا اور ادب کو اپنے آٹا بنا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ تصوّف کُل ادب ہے ہر ایک وقت کا ادب ہے اور ہر ایک حال کا ادب ہے اور ہر ایک مقام کا ایک ادب ہے۔ سو جو شخص ادب کو اپنے اوپر لازم کرتا ہے تو وہ مردوں کے مرتبہ کو پہنچتا ہے اور جو کوئی ادب سے محروم رہا تو وہ بعید ہے اُس جگہ سے کہ قرب کا ظن کرتا ہے اور اُس جگہ سے کہ قبولیت کی اُمید رکھتا ہے مردود و مطرود ہے۔ اور یہ آیت اللہ تعالےٰ کی تادیب سے نسبت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ یعنی اپنی آوازوں کو اوپر نبی کے بلند مت کرو۔

ثابت بن قیس بن شماس کے کان میں گرانی تھی اور بڑی آواز اُس کی تھی سو جب وہ کسی آدمی سے بات کرتا تو بلند آواز سے کہتا اور اکثر اوقات حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کیا کرتا تو اُس کی آواز سے آپ کو اذیت پہنچا کرتی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تاکہ اُس کو اور دوسروں کو تادیب کرے۔

حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے کہ اقرع بن حابس حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ابوبکرؓ نے کہا کہ اُسے اپنی قوم پر سردار بنایئے تو عمرؓ نے کہا کہ اُسے سردار نہ بنایئے یا رسولؐ اللہ! سو دونوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے باہم مکالمہ کیا یہاں تک کہ اُن دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں تو حضرت ابوبکرؓ نے عمرؓ سے کہا کہ تُو نے ارادہ نہیں کیا مگر میرے خلاف کا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ اُس کے بعد حضرت عمرؓ جب کبھی حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بات کرتے تو اُن کا کلام سُنائی نہ دیتا یہاں تک کہ اُن سے پُوچھا جاتا اور بعضوں نے کہا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہُوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ وہ نبی علیہ السلام کے آگے کلام نہ کریں گے مگر اُس شخص کی طرح جو صاحب سِرّ آہستہ کہتا ہے۔

پس اسی طرح سزاوار ہے کہ مرید شیخ کے ساتھ ہو آواز کی بلندی سے اور کثرت

کلام اور ہنسی سے گستاخی نہ کرے ہاں مگر جبکہ شیخ اُس کو گستاخ کرے۔

پس آواز کا بلند کرنا وقار کے پردے اُٹھاتا ہے اور جب وقار دل میں قرار پاتا ہے تو زبان کہنے سے بند ہو جاتی ہے۔ اور بعضے اوقات بعضے مریدوں کا باطن شیخ کی حرمت اور وقار سے اس درجہ اُتر جاتا ہے کہ مرید کو یہ طاقت نہیں ہوتی کہ شیخ کی طرف نظر بھر دیکھے۔ اور کبھی مجھے تپ آتی اور میرے دیکھنے کو میرے چچا اور میرے شیخ ابوالنجیب سہروردیؒ آتے تھے تو میرے بدن سے حرمت کے سبب پسینہ ٹپکا کرتا اور میں چاہتا تھا کہ پسینہ آوے تاکہ بخار کم ہو جائے سو میں جب کہ شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آتے تو یہ حالت اپنی پاتا اور اُس کے قدوم میں برکت اور شفاء ہوتی تھی اور میں ایک دن خالی گھر میں تھا اور یہاں ایک مندیل تھی جو شیخ نے مجھے عطا فرمائی تھی اور شیخ اُس سے عمامہ باندھتے تھے۔ سو اتفاقاً میرا پاؤں اُس پر پڑ گیا اس سے میرا باطن رنجیدہ ہُوا اور اُس سے مجھے خوف پیدا ہُوا کہ شیخ کی مندیل پر پاؤں پڑ گیا اور میرے باطن سے وہ احترام پیدا ہُوا کہ اُس کی برکت کی مجھے اُمید ہے۔

ابن عطاء نے اس آیت کے معنی میں لا ترفعوا اصواتکم کہا ہے کہ یہ ایک زجر اور جھڑکی ادنیٰ خطا پر ہے تاکہ اس سے زیادہ ترک حرمت کی طرف قدم نہ بڑھائے۔ اور اس میں سہل کا یہ قول ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب تم مت کرو الا اس طور پر کہ تم استفہام اور استفسار کرتے ہو۔

اور ابوبکر بن طاہر نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابتدار بخطاب نہ کرو اور آپ کو جواب مت دو مگر حد حرمت پر ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض۔ یعنی خطاب میں آپؐ کے ساتھ درشتی نہ کرو۔ اور آپؐ کو آپؐ کے نام سے نہ پکارو کہ یا محمدؐ یا احمدؐ جیسے تم میں سے ایک دوسرے کو پکارتا ہے بلکہ آپؐ کی بزرگی اور حرمت کرو اور آپؐ سے کہو یا نبی اللہ یا رسول اللہ! اور اسی قبیل سے شیخ کے لئے مرید کا خطاب ہے اور جبکہ وقار دل میں ساکن ہوا تو وہ زبان کو کیفیت اُس کی سکھلا دیتا ہے۔ اور ہر گاہ کہ نفوس اولاد و ازواج

کی محبت کا شیفتہ ہو جاتے اور نفوس و طبائع کی خواہشیں متمکن ہو جائیں تو زبان سے عجیب عبارتیں نکلتی ہیں اس حال میں کہ وہ نفوس اپنے وقت کی تحت اور تبعیت میں ہوں تو نفس کی شیفتگی اور اُس کی ہَوا ان عبارات کو بناتی ہے۔ سو جبکہ قلب حرمت اور وقار سے بھرا ہوتا ہے تو وہ زبان کو عبارت سکھلاتا ہے۔

اور روایت ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی ثابت بن قیس راستہ میں بیٹھا رو رہا تھا سو عاصم بن عدی اُس پر گزرا اور کہا اے ثابت کس چیز سے تجھے گریہ ہُوا کہا اس آیت نے رُلایا مجھے ڈر ہے کہ میرے حق میں نازل ہوئی ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔ یعنی یہ کہ تمہارے اعمال مٹ جائیں اور تم کو معلوم نہ ہو۔ اور حال یہ ہے کہ میری آواز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند ہے ۔ مَیں ڈرتا ہوں کہ میرے عمل مٹ جائیں اور مَیں دوزخیوں سے ہوں۔ سو عاصم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ثابت پر اور زیادہ بکا غالب ہُوا کہ اس اثناء میں اس کی بی بی جمیلہ بیٹی عبداللہ بن ابی ابن سلول کی آئی۔ سو اس سے مَیں نے کہا کہ جب مَیں اپنے اصطبل میں جاؤں تو دروازہ بند کر کے قفل لگا دے تو اُس نے قفل لگا دیا حتیٰ کہ جب وہ وہاں سے نکلی تو اُس کے حال پر اُس کو ترس آیا اور ثابت نے کہا کہ مَیں نہیں نکلوں گا یہاں تک کہ مجھے اللہ تعالےٰ موت دے یا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے راضی ہوں پھر جبکہ عاصم نبیؐ کے پاس آئے اور اُن کے حال سے خبر دی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ اور اُس کو بلا لاؤ تو عاصم اُس جگہ آئے جہاں پر اُسے دیکھا تھا اور اُنہیں نہ پایا۔ پھر اُس کی بی بی کے پاس آئے۔ سو گھوڑے کے اصطبل میں پایا تب اُس سے کہا کہ رسولؐ اللہ تجھے بلاتے ہیں تو کہا قفل توڑ دو۔ بعد ازاں دونوں رسولؐ اللہ کے پاس آئے۔

پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ثابت تجھے کس چیز نے رُلایا؟ اُس نے کہا مَیں چلانے والا ہوں اور مجھے ڈر ہے کہ یہ آیت میرے حق میں نازل ہوئی ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو راضی نہیں ہے کہ تو خوش زندگی کرے اور شہید ہو کر مرے اور بہشت میں داخل

ہو۔ کہا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کی بشارت پر راضی ہوں۔ اور میں کبھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آواز کو بلند نہ کروں گا۔ تب اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اُتاری: اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ یعنی وہ لوگ کہ بات کرنے والے آواز پست اور آہستہ پیغمبر علیہ السلام کے سامنے تعظیم اور حرمت کے سبب رکھتے ہیں۔

حضرت انسؓ نے کہا کہ ہم ایک شخص کو اہل جنت سے دیکھتے تھے کہ وہ ہمارے سامنے چلتا تھا۔ پھر جبکہ مسیلمہ کی لڑائی میں مقام یمامہ کا دن تھا تو ثابتؓ نے مسلمانوں میں سے بعض شکستگی دیکھی اور ان میں سے ایک گروہ بھاگ گیا تو کہا افسوس ہے اُن لوگوں پر اور یہ کیا کرتے ہیں۔ پھر ثابتؓ نے سالم بن حذیفہؓ سے کہا کیا ہم دشمنانِ خدا سے مثل اس کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں لڑتے تھے۔ پھر وہ دونوں پاؤں گاڑ کر کھڑے ہو گئے اور برابر دونوں سے لڑا کئے یہاں تک کہ دونوں قتل ہوئے اور ثابت شہید ہوئے جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے وعدہ کیا تھا اور اس وقت ایک زرہ اُن کے بدن میں تھی۔ پھر ایک شخص نے صحابہؓ سے اُن کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور اُس سے کہا کہ سنو فلاں شخص نے میری زرہ اتاری اور لشکر کے گوشہ میں اُسے لے گیا اور اُس کے پاس گھوڑا کودنے والا اور لات چلانے والا ہے اور میری زرہ پر ایک سنگین رکھی ہے تو خالد بن ولید کے پاس جا اور اُس کو خبر دے تاکہ وہ واپس لے لے میری زرہ۔ اور ابوبکر صدیقؓ خلیفۂ رسولؐ اللہ کے پاس جا اور اُن سے کہہ کہ میرے ذمّہ قرض ہے تاکہ وہ میری طرف سے ادا کریں اور فلاں شخص میرے غلاموں سے آزاد ہے۔

پس اُس شخص نے حضرت خالدؓ کو اطلاع دی تو انہوں نے زرہ اور گھوڑے کو اسی وصف کا پایا تو اس سے زرہ لے لی اور حضرت خالدؓ نے اس خواب کی خبر دی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُس کی وصیت جاری کی۔

حضرت انس بن مالکؓ نے کہا کہ میں ایسی وصیت نہیں جانتا ہوں جو وصیّت

کرنے والے کی موت کے بعد جاری کی گئی ہو مگر یہ وصیت۔ پس یہ کرامت ہے جو حضرت ثابتؓ کے لئے ظاہر ہوئی۔ اس سبب سے کہ تقویٰ اُس کا اچھا تھا اور ادب اس کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خوب تھا تو مرید صادق کو چاہیئے کہ اس سے عبرت پکڑے اور جانے کہ شیخ اس کے پاس اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف سے یادگار ہے۔

اور وہ شخص جس نے شیخ پر اعتماد کیا وہ جانے کہ شیخ ایک عوض اس شخص کا ہے کہ اگر وہ زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوتا اور جناب رسولؐ اللہ پر اعتماد رکھتا اور قوم کو واجب ادب پر قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے حال سے خبر دی اور ان کی تعریف کی: اولئك الذین امتحن الله قلوبهم للتقوىٰ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو آزمایا ہے اور اُن کو خالص اور کھرا کیا ہے جس طرح کہ سونا آگ سے آزمایا جاتا ہے۔ اور خالص اس میں کا نکلتا ہے اور جس طرح کہ زبان ترجمان دل کی ہے اور قلب کے مؤدب ہونے سے لفظ مہذّب ہوتے ہیں۔ اسی طرح سزاوار ہے کہ مرید شیخ کے ساتھ ہو۔

ابو عثمان کا قول ہے کہ ادب بزرگوں کے سامنے اور اولیائے بزرگ کی صحبت میں صاحب ادب کو درجاتِ بلند تک اور دُنیا و عقبیٰ کی خیر و برکت کو پہنچاتا ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف: ولو انهم صبروا حتى تخرج اليهم لكان خيرًا لهم۔ یعنی اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تو اُن کی طرف نکلتا تو البتّہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔

اور ان باتوں سے جو اُن کو اللہ تعالیٰ نے سکھلائیں قول حق سبحانہ وتعالیٰ کا ہے: ان الذین ینادونك من وراء الحجرات اكثرهم لا یعقلون۔ یعنی ہر آئینہ وہ لوگ جو تجھے پردے کے پیچھے سے پکارتے ہیں اُن میں اکثر کم عقل ہیں۔ اور یہ حال بنی تمیم کے گروہ کا تھا کہ وہ آئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور انھوں نے پُکارا اے محمدؐ ہماری طرف آ اس واسطے کہ ہماری مدح زینت ہے اور مذمت ہماری عیب ہے۔ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

سُنا اور آپ اُن کی طرف نکلے اور یہ اُس وقت فرماتے تھے : انما ذلکم اللہ الذی ذمہ شین و مدحہ زین۔ یعنی بات یوں ہے کہ یہ شان اللہ تعالیٰ کی ہے کہ بُرائی اُس کی عیب ہے اور تعریف اُس کی زینت ہے۔ یہ قصہ طویل ہے اور وہ لوگ اپنے شعراء اور خطیبوں کو ساتھ لائے تھے تب اُن پر حسان بن ثابتؓ اور نوجوانان مہاجر و انصار خطب کے ساتھ غالب آئے اور اس قصہ میں مرید کے لئے ادب ہے جبکہ وہ شیخ کے پاس آئے اور اُس کے سامنے ہو اور جلدی کو ترک کرے اور مرید ٹھہرا رہے یہاں تک کہ شیخ اپنی خلوت کی جگہ سے باہر آئے۔

مَیں نے سُنا ہے کہ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب کوئی فقیر زائر آتا اور اُس فقیر کی خبر دی جاتی تو آپ باہر آتے اور دروازے کا ایک پٹ کھولتے اور فقیر سے مصافحہ کرتے اور اُس کو سلام کرتے اور اُس کے ساتھ نہ بیٹھتے اور اپنی خلوت گاہ کی طرف رجوع کرتے اور جب کوئی اُن لوگوں میں سے آتا جو گروہ فقراء سے نہ ہوتا تو آپ باہر آتے اور اُس کے پاس بیٹھتے اور اپنی خلوت گاہ کو پلٹ جاتے تو بعضے فقراء کے دل میں انکار مخطور ہُوا اس سبب سے کہ فقیر کے لئے آپ باہر نہیں آتے اور غیر فقیر کے لئے باہر آتے ہیں سو جو بات کہ اس فقیر کے دل میں مخطور ہوئی تھی شیخ تک اُس کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ فقیر ہمارا رابطہ ہے یعنی ایسی چیز جس کے ساتھ بندش ہو اُس کے ساتھ پیوستگی اور ربط قلبی ہے اور وہ اہل ہے اور اُس سے اجنبیت اور بیگانگی نہیں ہے اس واسطے کہ ہم اُس کے ساتھ موافقت قلوب پر اکتفا کرتے ہیں اور ظاہر کی ملاقات پر اس سے اس قدر پر قانع ہیں ولیکن جو شخص فقراء کے غیر جنس ہے تو وہ عادت اور ظاہر پر وقوف اور قیام کئے ہُوئے ہے، سو جبکہ اُس سے وفائے حق ظاہر نہیں کیا جاتا تو وہ متوحش ہوتا ہے۔ پس مرید کا حق ہے کہ شیخ کے ساتھ ادب سے ظاہر اور باطن کو آباد رکھے۔

ابی منصور مغربیؒ سے لوگوں نے سوال کیا کہ کس قدر ابا عثمان کی صحبت میں آپ رہے۔ کہا میں اُس کی خدمت میں رہا ہوں نہ اُس کی صحبت میں اس واسطے کہ صحبت بھائیوں اور برابر کے آدمیوں سے ہوتی ہے اور مشائخ کے ساتھ خدمت

ہوتی ہے۔ اور مرید کو سزاوار ہے کہ جب کبھی اُس کو شیخ کے حال سے مشکل پیش آوے
تو وہ موسےٰ علیہ السلام کا قصّہ جو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ہُوا یاد کرلے کہ حضرت خضرؑ
کیونکہ کام کرتے تھے جن کو موسیٰ علیہ السّلام انکار کرتے تھے اور جب اُسے خضرؑ نے
خبر دی جو اُس میں سر تھا تو موسیٰؑ اُس کے انکار سے رجوع کرتے تھے تو مرید اُس کا
انکار کرے اس واسطے کہ شیخ سے جو کچھ دیکھتا اور پاتا ہے اُس کی حقیقت کا علم اُس
کو کم ہے اور شیخ کے لئے ہر ایک چیز میں عذر ہے علم اور حکمت کی زبان سے۔ جو
اس کو حاصل ہے۔

اصحاب جنیدؒ نے ایک مسئلہ جنیدؒ سے پُوچھا اور اُس کا جنیدؒ نے جواب دیا
اس میں معارضہ کیا۔ جنیدؒ نے کہا کہ اگر میرا ایمان اور ایقان نہیں ہے تو مجھ سے
علیحدگی اختیار کرو اور بعضے مشائخ نے کہا ہے کہ جس نے حرمت اس شخص کی جس
سے ادب پایا قدر اور عظمت نہیں کی وہ اس ادب کی برکت سے محروم رہا اور بعض کا
مقولہ ہے کہ جس شخص نے کہ اپنے اُستاد سے کہا کہ نہیں وہ کبھی فلاح اور
نجات نہ پائے گا۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ جب مَیں بات کہنا ترک کروں تو تم بھی ترک کرو اور جب
مَیں تم سے بات کروں تو وہ مجھ سے حاصل کرو اس واسطے کہ جو لوگ تم سے
پہلے تھے وہ اسی وجہ سے ہلاک اور تباہ ہُوئے کہ سوالات بہت کیا کرتے اور
اپنے انبیاء سے اختلاف کرتے تھے۔

جنید علیہ الرحمتہ نے کہا ابی حفص نیشاپوری کے ساتھ مَیں نے ایک آدمی
دیکھا جو بہت خاموش رہا کرتا اور بات نہ کرتا تو مَیں نے اُن کے یاروں سے
کہا کہ یہ کون شخص ہے؟ تو مجھ سے کہا گیا کہ یہ ایک انسان ہے جو ابی حفص
کے ساتھ رہا کرتا ہے اور ہماری خدمت کیا کرتا ہے اُس کے پاس ہزار درہم
تھے اُس پر خرچ کئے اور ہزار درہم اور قرض لئے وہ بھی اُس پر خرچ کئے۔ ابو حفص
نے روا نہ رکھا کہ ایک کلمہ سے ماہی اُس کے ساتھ بات ہے۔

اور ابو یزید بسطامی رحؒ نے کہا کہ مَیں ابا علی سندی کی صحبت میں رہا۔ سو مَیں اس کو وہ چیزیں تلقین کرتا تھا جن کے ساتھ وہ اپنے فرض کو قائم کرے اور مجھے وہ صرف توحید اور حقائق تعلیم کرتا تھا۔ اور ابو عثمانؒ نے کہا کہ مَیں ابو حفص کی صحبت میں رہا۔ جبکہ مَیں نوجوان تھا۔ سو مجھے اپنے پاس سے نکال دیا اور کہا میرے پاس مت بیٹھ پس اُس کے کلام کی مکافات یہ نہیں کہ مَیں اس کی طرف پیٹھ پھیروں اور پھرا پیچھے کی طرف چلتا ہُوا اور میرا مُنہ اُس کے سامنے تھا یہاں تک کہ مَیں اُس سے غائب ہو گیا اور مَیں نے اپنے دل میں یہ ٹھان لی کہ اُس کے دروازے پر مَیں اپنے لئے ایک کُنواں کھودوں اور اُس میں اتروں اور بیٹھ رہوں اور اُس کے اندر سے مَیں باہر نہ نکلوں مگر اُس کی اجازت سے۔ پھر جبکہ مجھ سے یہ امر دیکھا تو مجھے قربت دی اور مجھے قبول کیا اور اپنے خاص یاروں سے گردانا یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا اللہ اُس پر رحم کرے۔

اور صوفیہ کے آداب ظاہری سے یہ ہے کہ مرید شیخ کے ہوتے ہُوئے اپنا سجادہ نہ بچھائے مگر جبکہ نماز کا وقت ہُو اس واسطے کہ مرید کی شان سے یہ ہے کہ خدمت کے لئے اور باتوں سے انقطاع کرے اور سجادہ کے بچھانے میں آسائش اور اغراض کا ایک اشارہ ہے اور سماع میں شیخ کے ہوتے ہُوئے جنبش نہ کرے الا اُس وقت کہ وہ حدِ تمیز سے خارج ہو جائے۔ اور شیخ کی ہیبت مرید کے سماع کو کھل کھیلنے سے باز رکھتی ہے اور اس کو اپنے بس میں رکھتی ہے اور مُرید کا استغراق شیخ کی طرف نظر کرنے اور جو فضل حق اُس پر وارد ہوتا ہے اُس کے دیکھنے میں سماع کے سُننے سے زیادہ گوارا ہے۔

اور ادب سے یہ بات ہے کہ شیخ سے کوئی چیز اپنے حال سے نہ چھپائے اور نہ وہ چیز کہ عطیۂ حق اُس کو ملے اور جو کرامت اور اجابت اُس کے لئے ظاہر ہو اُسے پوشیدہ نہ کرے اور شیخ سے اپنے حال کو جو اللہ تعالیٰ اُس کی طرف سے جانتا ہے ظاہر کر دے اور جو بات کہ اُس کے ظاہر کرنے میں شرماتا ہو اُس کا ذکر ایما اور اشارہ سے کرے۔ اس واسطے کہ مرید کا ضمیر جب کسی چیز میں پیچیدہ ہو جاتا ہے

جسے شیخ بہ صراحتہً یا اشارۃً ظاہر نہ کرے تو اُس سے مرید کے باطن میں ایک گرہ راستہ کے اندر پڑ جاتی ہے اور شیخ سے کہہ دینے میں وہ گرہ کھل جاتی ہے اور درد دُور ہو جاتی ہے۔

اور ادب سے یہ ہے کہ شیخ کی صُحبت میں نہ جاوے مگر اُس وقت کہ اُسے معلوم ہو جائے کہ شیخ اُس کی تادیب اور تہذیب کے لئے مستعد ہے اور شیخ زیادہ دوسروں سے اُس کی تادیب میں راست اور درست ہے اور جب مرید کی نگاہ دوسرے شیخ کی طرف جائے تو اُس کی صحبت مصفا نہیں ہوتی اور قول شیخ کا اس میں نفوذ نہیں کرتا اور اُس کا باطن حال شیخ کی سرایت کے لئے قابلیت نہیں رکھتا۔ اس واسطے کہ مرید نے جب شیخ کو مشیخت میں یکتا یقین کیا تو اُس کے فضل اور الوہیت کو جانا اور اُس کی محبت زیادہ ہو گئی اور محبت اور اُلفت مرید اور شیخ کے درمیان واسطہ ہے اور قوت محبت کے اندازہ کے موافق حال کی سرایت ہوتی ہے اس واسطے کہ محبت علامت تعارف کی ہے اور تعارف علامت جنسیت کی ہے اور جنسیت مرید کے لئے حال بعض حال شیخ کی کھینچنے والی ہے۔

حضرت ابو امامہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ جس نے ایک آیت کلام مجید کی کسی بندہ کو سکھلائی تو وہ اُس کا مولا ہے۔ سزاوار ہے کہ اُس کو شرمندہ نہ کرے اور نہ اُس پر فوقیت دے اور جس نے یہ کام کیا ہر آئینہ اس نے اسلام کے دستوں میں سے ایک دستہ کو توڑ ڈالا۔ اور منجملہ ادب کے یہ ہے کہ جزئیات و کلیات میں شیخ کے خطرات کی رعایت کرے اور شیخ کی کراہت کو حقیر نہ جانے تا کہ حرکات اُس کے شیخ کے حسن خلق اور اُس کے کمال علم اور مدارات کے اعتماد جاری ہیں۔

ابراہیم بن شیبان نے کہا ہم ابا عبداللہ مغربی کی صحبت میں رہتے تھے اور ہم اُس وقت جوان تھے اور ہمارے ساتھ وہ جنگل اور بیابانوں میں سفر کرتا تھا اور اُس کے ساتھ ایک شیخ مسمیٰ حسن نام تھا اور ستر برس اُس کی صحبت میں رہا۔ سو جب کبھی ہم میں سے کوئی خطا کرتا اور اس پر شیخ کا حال متغیر اور ناخوش ہوتا تو ہم

اسی ضعیف مسن کے ساتھ شفاعت کراتے یہاں تک کہ شیخ کا التفات مثل سابق ہو جاتا۔ اور شیخ کے ساتھ مرید کا یہی ادب ہے کہ اپنے وقائع اور کشف پر بدوں رجوع شیخ کے استقلال اور اعتماد نہ کرے۔ اس واسطے کہ شیخ کا علم وسیع تر ہے اور اس کا باب مفتوح الی اللہ بزرگ تر ہے۔

پس اگر واقعہ مرید کا اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوگا تو شیخ اُس کے موافق ہو گا اور اُس کا امضا اور اجرا مرید کے لئے کرے گا اور جوبات من عند اللہ ہو گی اس سے اختلاف نہ کرے گا اور اگر اس میں کچھ شبہ ہو تو شبہ واقعہ کا شیخ کے طریق سے زائل ہو جائے گا اور مرید کو واقعات اور کشفوں کی صحت کا علم حاصل ہوگا اس واسطے کہ مرید کے واقعہ میں شاید اُس ارادہ کی آمیزش ہو جو اُس کے نفس میں اُس وقت پائی جاتی ہے اور واقعہ کے ساتھ ارادہ نفس مل جائے خواب میں ہو یا بیداری میں ہو اور اس میں ایک عجیب ہے اور مرید نفس کی سرپوشیدہ کر کے شیخ کے ساتھ میں قائم نہیں ہوتا اور جبکہ اُس نے شیخ کے سامنے اُس کو بیان کر دیا تو ارادہ نفس کا جو مرید کے اندر مخفی ہے تو شیخ کے حق میں اُس کا اخفاء مفتوح ہے یعنی وہ عیاں ہے۔ پھر اگر منجانب حق ہے تو وہ طریق شیخ سے مبرہن ہو جائے گا۔ اور اگر اُس کا واقعہ ہوائے نفس کی اخفار کی طرف مخبر ہے تو وہ زائل ہو جائے گا اور صحن خاطر مرید پاک اور صاف ہو جائے گا اور اُس کا بار شیخ اُٹھا لیتا ہے اس واسطے کہ اس کے حال میں قوت ہے اور جناب الٰہی میں اُس کی باریابی کی صحت اور اُس کی معرفت کمال پر ہے۔

اور ادب شیخ سے یہ ہے کہ جب مرید شیخ کے ساتھ کلام کرے خواہ وہ دین کا کام ہو یا دُنیا کا تو چاہیئے کہ مکالمہ شیخ پر سبقت کرنے میں عجلت نہ کرے اور نہ اُس پر ناگواری کے ساتھ غلبہ کرے یہاں تک کہ اُس کو معلوم ہو جائے کہ شیخ کا حال کیا ہے آیا وہ اُس کے لئے آمادہ اور اس کے کلام کی سماعت کے لئے فارغ ہے۔ پس جس طرح کہ دُعا کے لئے اوقات اور آداب اور شرائط ہوتے ہیں اس واسطے کہ دُعا ایک مخاطبت اللہ تعالےٰ کے لئے ہوتی ہے۔ اسی طرح شیخ کے

ساتھ کلام کرنے کے بھی آداب اور شرطیں ہیں اور وجہ یہ ہے کہ وہ بھی اللہ تعالےٰ سے ہے اور اللہ تعالیٰ سے قبل اس کے کہ شیخ سے کلام کرے توفیق اُس کی مانگے جو ادب سے اُس کے محبوب و مرغوب ہے اور اس میں شک نہیں کہ حق تعالےٰ نے اُس پر متنبہ کر دیا ہے جہاں کہ یہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو حکم دیا ہے کہ آپ کے ساتھ اس طریق سے خطاب اور کلام کرو اور فرمایا ہے کہ : یا ایھا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ ۔ یعنی اے ایمان والو جس وقت بھید کی بات کہو رسولؐ اللہ سے تو پہلے بھید کی بات کہنے سے خیرات۔

عبداللہ بن عباسؓ نے اس آیت کی شانِ نزول میں کہا ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے لوگوں نے سوال کرنا اور مانگنا شروع کیا اور کثرت سے حتیٰ کہ آپؐ پر دشوار کر دیا اور بہت سوال سے مانگتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو ادب سکھایا اور اس امر سے اُن کو علیحدہ کیا اور حکم اُن کو دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی اور بات چیت نہ کریں جب تک کہ پہلے خیرات اور صدقہ نہ دے دیں ۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ دولت مند لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے اور مجلس میں فقراء پر غلبہ کرتے ۔ یہاں تک کہ ان کا طول حدیث اور سرگوشی آپؐ کو مکروہ معلوم ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حکم صدقے کا کلام کرنے کے وقت نازل کیا ۔

جب دولت مندوں نے یہ دیکھا تو آپؐ کی بات چیت سے باز رہے اس واسطے کہ جو لوگ مفلس تھے اُن کے پاس کچھ مال نہ تھا کہ خیرات کرتے اور جو لوگ کہ ذی مقدور تھے تو انہوں نے بخل کیا اور باز رہے تب یہ امر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دشوار معلوم ہوا اور آیتِ رخصت نازل ہوئی اور فرمایا کہ ءاشفقتم ان تقدموا بین یدیٰ نجوٰکم صدقات ۔ یعنی کیا تم ڈر گئے کہ دو پہلے بھید کی بات کہنے سے خیرات ۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ ہر گاہ صدقہ کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے بجز علیؓ بن ابی طالب کے سرگوشی نہیں

کی سو دینار پیش کئے پھر اُسے صدقہ میں دیا۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کتاب اللہ میں ایک آیت ہے جس پر عمل کسی نے مجھ سے پہلے نہیں کیا اور نہ میرے پیچھے کوئی اس پر عمل کرے گا۔

اور روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور فرمایا کہ صدقہ میں تیری کیا رائے ہے جس قدر دیتا رہوں۔ علیؓ نے کہا اُس کی طاقت لوگوں کو نہ ہو گی۔ فرمایا کہ پھر کس قدر؟ حضرت علیؓ نے کہا اس کی طاقت لوگوں کو نہ ہو گی۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آئینہ تو بڑا زاہد و اندک خوار ہے۔ بعد ازاں آیت رُخصت اُتری اور وہ آیت منسوخ ہوئی اور جو خبر کہ اس پر اللہ تعالےٰ نے حکم صدقہ کا دیا اور جو کچھ کہ حسن ادب اور مفید لفظ اور احترام سے تھا وہ منسوخ نہیں ہُوا اور فائدہ باقی ہے۔

عبادہؓ بن صامت سے روایت ہے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مَیں نے سُنا ہے کہ آپؐ فرماتے تھے کہ ہم میں سے وہ شخص نہیں ہے جو ہمارے بڑے کی بزرگی نہ کرے اور ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کے حق کو نہ پہچانے۔ پس علماء کا احترام توفیق اور ہدایت ہے اور اُس کا ترک کرنا خسارت اور سرکشی ہے۔

باونواںؔ باب

شیخ کے آداب اور اُس چیز کے بیان میں جس کا برتاؤ یاروں و شاگردوں کے ساتھ کرے

آداب ضروری سے یہ ہے کہ شیخ صادق قومی بھائیوں پر فوقیت رکھنے کے ساتھ پیش نہ آوے اور نہ اس واسطے کہ اُن کے باطنوں کو اس چاہت سے کہ میری تبعیت کریں میٹھی باتوں اور لطف مدارا سے اپنی طرف کھینچے بلکہ جب وہ خیال کرے کہ اللہ تعا اُس کے پاس مریدوں اور ہدایت خواہوں کو بھیجتا ہے جو حسن ظن اور صدق ارادت

اُس کے ساتھ رکھتے ہیں تو اُس سے ڈرنا چاہیئے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان اور آزمائش ہو اور حال یہ ہے کہ نفس کی سرشت میں داخل ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ خلق میں اُس کی قبولیت اور اُس کی شہرت ہو اور اصل یہ ہے کہ خمول اور گوشہ نشینی میں سلامت اور امن ہے۔

پس ہر گاہ کہ مقدر اپنے وقت پر پہنچا اور بندہ اپنے حال پر متمکن اور قرار گرفتہ ہو اور اُس نے اللہ تعالیٰ کے اس کے قیافے سے جان لیا کہ وہ مریدوں کی تعلیم اور ارشاد کے لئے مقصود اور مراد ہے تو اُس وقت اُن لوگوں سے کلام ناصحانہ مشفقانہ کرے جیسا کہ باپ بیٹے سے کرتا ہے جو اُس کے دین اور دُنیا کے لئے نافع ہو اور جو مرید اور طالب کہ اللہ تعالےٰ اُس کی طرف بھیجے اللہ تعالےٰ اس کے معنی میں رجوع کرتا ہے اور نہایت اس کو آرزومند کرتا ہے کہ تولی اس کی اس معاملہ میں کرے اور اُس کے ساتھ بات چیت کرے۔ اور شیخ کو چاہیئے کہ مرید سے ایک کلمہ بھی نہ کہے مگر جبکہ اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف ناظر اور اُس کے ساتھ یاری طلب قول صواب کا ہدایت میں ہو۔

مَیں نے اپنے شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے بعض یاروں کو وصیت کرتے ہوئے سُنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ فقراء میں سے کسی کے ساتھ بات مت کر الا اُس وقت جو تیرا صافی تر ہے، اور یہ ایک وصیت نافع ہے اس واسطے کہ کلمہ سچے مرید کے کان میں ایسا ہی واقع ہوتا ہے کہ جیسے تخم زمین میں گرتا ہے اور ہم ذکر کر چکے ہیں کہ خراب تخم ضائع اور تباہ ہوتا ہے اور کلام کا تخم ہویٰ سے خراب ہو جاتا ہے اور ہویٰ کا ایک قطرہ علم کے ایک دریا کو گندلا کر دیتا ہے، سو جبکہ اہل صدق واردات سے کلام کرے تو چاہیئے کہ قلب اللہ تعالیٰ سے اُسی طرح مدد مانگے جیسے کہ زبان قلب سے مدد مانگتی ہے اور جس طرح کہ زبان ترجمان قلب دل ہے۔ دل اس کا ترجمان حق بندہ کے پاس ہو تب وہ ناظر الی اللہ ہو گا اس طرح پر کہ اُس سے سُنے اور جو کچھ وارد ہو اُس کو تلقی اور قبول کرے اور اُس میں امانت کو ادا کرے۔ اُس کے بعد شیخ کو سزاوار ہے کہ مرید کے احوال کا اعتبار

کرے اور غور سے اُس کو دیکھے اور نورِ ایمان اور قوتِ علم اور معرفت سے اُس میں اُن چیزوں کو دریافت کرے جو اُس کی صلاحیت اور استعداد سے ہو اس واسطے کہ بعض مرید ایسے ہوتے ہیں جو صلاحیت اس کی رکھتے ہیں کہ فقط عبادت اور جسمانی اعمال کریں اور ابرار کا طریق چلیں۔

اور بعضے مرید ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں صلاحیت قرب کی ہوتی ہے اور اس قابل ہوتے ہیں کہ مقربان کی راہ چلیں جو معاملہ قلوب اور معاملات سینہ کے سبب درجۂ مراد کے منظورِ نظر ہیں اور ہر ایک گروہ کے لئے ابرار اور مقربین سے ہدائتیں اور نہائتیں ہیں۔ سو شیخ باطنوں پر آگاہی رکھنے والا ہے۔ وہ ہر ایک شخص کو جانتا ہے اور اس کو جانتا ہے جس کی اُسے صلاحیت ہے اور یہ تعجب کی بات ہے کہ جنگلی گنوار آدمی جانتا ہے کہ زمین کیسی اور درخت کس طرح لگاتے ہیں اور ہر ایک پودا زمین کو پہچانتا ہے اور ہر ایک پیشہ ور اپنے پیشہ کے فائدہ و نقصان کو سمجھتا ہے حتیٰ کہ ایک عورت روئی پہچاننا اور اُس کا کاتنا اور موٹا و باریک سب باتیں جانتی ہے۔ اور شیخ مرید کے حال کو نہ جانے اور نہ اُس چیز کو جس کے قابل وہ ہے۔

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ آپؐ لوگوں سے اُن کی عقل کے موافق بات چیت کرتے تھے۔ اور ہر ایک شخص کو اس کام کا حکم دیتے تھے جس کے قابل وہ ہوتا تھا تو بعضے اُن میں سے وہ تھے جن کو خرچ اور اتفاق کا امر فرماتے تھے اور بعضے وہ تھے جن کو بخل اور کم خرچ کرنے کا حکم دیتے اور بعضے وہ تھے جن کو کسب اور پیدا کرنے کا اور بعض کو ترکِ کسب کا حکم دیتے جیسے اصحابِ صفہ تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے اوضاع و اطوار جانتے تھے اور جو چیزیں کہ اُن کے قابل تھیں۔ البتہ درجۂ دعوت میں آپؐ سب کی دعوت فرماتے۔ اس واسطے کہ آپؐ اسی واسطے پیدا ہوئے اور بھیجے گئے تھے کہ حجت کو ثابت کریں اور دلیل کو واضح کریں۔ عام دعوت کرتے اور دعوت سے مخصوص اُس کو نہیں کرتے جس میں ہدایت کا تفرس کرتے اور وہ شخص جس میں

یہ نہ کرتے۔ ایک شخص کا ادب یہ ہے کہ اس کے واسطے خلوت خاص ہو اور وقت
خاص ہو جس میں گنجائش خلق کی مزاحمت کی نہ ہو تاکہ جلوت میں فائدہ خلوت کا
دے اور اپنے نفس میں دعویٰ قوت کا نہ کرے جس پر یہ گمان ہو کہ ہمیشہ خلق سے
ملنا جلنا اور اُن سے بات چیت کرنا مجھے نقصان نہ کرے گا اور اس سے امید
نہیں کرتا اور وہ خلوت کا محتاج نہیں ہے اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
باوجودیکہ کمال آپ کو حال میں تھا راتوں کو قیام فرماتے تھے اور نمازیں پڑھا کرتے
اور اس پر مداومت فرماتے تھے اور لبا اوقات تھے جن میں آپؐ خلوت رکھتے تھے۔
وجہ یہ ہے کہ انسان کی طبیعت سیاست سے مستغنی نہیں ہے قلیل ہو یا کثیر لطیف
ہو یا کثیف اور بہت سے مغرور اور فریفتہ لوگوں نے قناعت تھوڑی خوشدلی پر
کر لی۔ اس کو سرمایہ اپنا گردانا اور اپنے قلب کی طبیعت پر دھوکہ کھا گئے اور
میل جول اور ملاقاتِ محبت میں پاؤں اپنے پھیلا دیئے اپنے نفس کو بے ہودہ لوگوں
کا ٹھکانہ بنا دیا ایک لقمہ کے سبب جو اُس کے پاس کھاتے ہیں اور اس مہربانی کے
باعث جو اُس سے پاتے ہیں۔ سو اس کا قصد وہ شخص کرے جس کا قصد دین نہ ہو۔
اور نہ اُس کی آرزو ہو کہ پرہیزگار متقیوں کی راہ چلے۔
پس وہ خود بھی فتنہ میں پڑتا ہے اور لوگوں کو بھی فتنہ میں ڈالتا ہے سو وہ
قصور کے موقعوں میں رہا اور فتور کے دائرہ میں گر پڑا تو شیخ اللہ تعالےٰ کی مدد
چاہنے اور اُس کے سامنے دل سے تضرع وزاری کرنے سے مستغنی نہیں ہوتا۔
اگر وہ اپنے قالب اور قلب کے ساتھ مستغنی نہیں ہے تو اُس کے لئے ہر کلمہ میں
رجوع الی اللہ ہو گی اور ہر ایک جنبش میں اللہ تعالیٰ کے سامنے خضوع ہو گی
اور یہ جو فتنہ مغرورین کے سر پر آتا ہے جو مدعی قوت کے ہیں اور بات چیت اور
میل جول میں پاؤں پھیلاتے ہیں اُس کی صرف وجہ یہی ہے کہ صفات نفس کی معرفت
ان کو کم ہے اور تھوڑی بخشش پر وہ لوگ فریفتہ ہو گئے۔ اور شیخوں سے ادب
کم پایا ہے۔
حضرت جنید علیہ الرحمہ اپنے یاروں سے کہا کرتے کہ اگر میں یہ جانتا کہ

دو رکعت نماز نفل تمہارے ساتھ صحبت رکھنے سے افضل ہے تو میں تمہارے پاس نہ بیٹھتا۔ پھر اگر فضیلت خلوت میں دیکھے تو خلوت میں بیٹھے۔ اور اگر صحبت میں فضل دیکھے تو یاروں کے ساتھ بیٹھے تب صحبت اس کی خلوت کی حمایت میں ہو گی اور صحبت اس کی خلوت سے اُس کے بڑھ کر ہو گی اور اس میں سر اور بھید ہے۔ اور یہ اس واسطے ہے کہ آدمی کے اندر ترکیب مختلف ہے کہ اُس میں تغایر اور تضاد ہے اس وجہ سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ وہ سفلی اور علوی کے درمیان آمد و رفت رکھنے والا ہے۔

اور اس تغائر کے سبب جو اُس میں ہے ایک حصہ سستی کا صبر سے ہے جو مصروفیت حق پر ہو اور اسی واسطے ہر ایک عامل کے لئے ایک سستی ہوتی ہے اور یہ سستی کبھی صورت عمل میں اور کبھی عمل میں مزہ نہ ملنے سے ہوتی ہے۔ اور اگر صورت عمل میں نہ ہو تو سستی کے وقت میں مریدوں اور سالکوں کے لئے تضییع اوقات اور نفس کی راحت اور بے کاری اور تعلل کی طرف میلان ہوتا ہے اور جو شخص کہ مشیخت کے مرتبہ کو پہنچ گیا ہے تو حصہ اُس کی سستی کا خلق کی طرف راجع ہوا تو خلق اُس کی کاہلی کے حصہ سے فلاح پاتی ہے اور اس کی کاہلی کا حصہ ایسا ضائع نہیں ہوتا ہے جیسا کہ مریدوں کا حصہ کاہلی کا ضائع ہوتا ہے۔ سو مرید کاہلی سے قوت شدت اور حدت طلب سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کی طرف عود کرتا ہے اور شیخ اپنی کاہلی کے حصہ کے ساتھ نفع خلق سے فضیلت حاصل کرتا ہے اور اپنے اوطان خلوت اور خاص حال کی طرف عود کرتا ہے اپنے نفس مشربہ سے بلیشتر اس کے کہ فقیر اپنی تیزی ارادت کے سبب اپنی کاہلی سے عود کرے اور اس وقت شیخ خلق سے خلوت کی طرف کاہلی سے پھرتا ہے فارغ البال ایسے قلب کے ساتھ جو تشنہ اور پُر نور ہے اور اُسی روح کے ساتھ جو اغیار کی دید کی ضیق سے آزاد ہے اور اپنے شغف کی حدت سے دار القرار کی طرف آنے والی ہے۔

اور شیخ کے وظائف سے یہ ہے کہ اہلِ ارادت و طلب کے ساتھ نیک خلق

ہو اور اپنی اُن باتوں سے جو کہ مشائخ کے لئے تعظیم اور تبجیل کے لئے استعمال تواضع سے واجب ہیں نیچے اُتر آئی۔

رُقیؒ نے ہدایت کی ہے کہ مصر میں تھا ئیں اور مسجد میں فقراء کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی کہ اس اثناء میں رقاق آیا اور ایک ستون کے پاس کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ سو ہم نے کہا کہ اُدھر شیخ نماز سے فارغ ہو اور ادھر ہم اُٹھیں اور اُس کو سلام کریں۔ سو جب وہ فارغ ہُوا تو ہماری طرف آیا اور ہمیں سلام کیا۔ اس پر ہم نے کہا کہ ہم اُس کے لئے شیخ سے زیادہ اولیٰ تھے تو شیخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو اس کے ساتھ کبھی عذاب میں نہیں ڈالا یعنی مَیں کبھی اس کا مقید نہیں ہُوا کہ میرا احترام ہو اور اس کا کوئی قصد کرے۔

اور مشائخ کے آداب سے یہ ہے کہ مریدوں کے حال کی طرف اُن کے ساتھ ملاطفت اور خوش طبعی سے نزول کرے۔ بعضے صوفیہ نے کہا ہے کہ جب تم کسی فقیر کو دیکھو تو نرمی کے ساتھ مُلاقات کرو اور علم کے ساتھ مت ملاقات کرو۔ اس واسطے کہ نرمی اس کو مانوس کرتی ہے اور علم وبحث اس کو وحشت دلاتی ہے تو جب شیخ یہ برتاؤ نرمی سے کرے گا تو مرید رفتہ رفتہ اس کی برکت سے علم کے نفع کو پہنچے اور ترقی کرے گا تب صریح علم کے ساتھ تعامل کرے۔

اور شیخ کے ادب سے یہ ہے کہ یاروں پر مہربان رہے اور صحت اور مرض میں اُن کی حاجت روائی کرے اور اُن کے حقوق کا ترک اس اعتماد پر نہ کرے کہ وہ صاحب ارادت وصدق ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اپنے بھائی کا حق مودۃ جو تیرے اور اُس کے درمیان میں ہے ضائع مت کرو۔

اور جریریؒ سے روایت ہے کہا مَیں جبکہ حج سے اُلٹا پھرا تو جنیدؒ سے مَیں نے ابتدا کی اور اُسے سلام کیا اور باتیں کیں تاکہ وہ ملاقات کے لئے تکلیف نہ کریں۔ پھر مَیں اپنے گھر آیا۔ سو جب مَیں صبح کی نماز پڑھ چکا اور اُلٹا پھرا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت جنیدؒ میرے پیچھے پیچھے ہے۔ سو مَیں نے کہا کہ یا سیّدی! مَیں نے اسی واسطے آپ سے اوّل ملاقات کی اور سلام کیا تاکہ آپ یہاں تک آنے

کی تکلیف نہ اُٹھائیں۔ آپ نے فرمایا کہ یا ابا محمد! یہ تیرا حق ہے اور یہ تیرا فضل ہے۔ اور مشائخ کے آداب سے یہ ہے کہ جب کسی طالب مسترشد سے مخالفت اور قہر نفس میں اور صدق عزیمت کے ساتھ میں ضعف پائیں تو چاہیئے کہ اُس کے ساتھ ملائمت کریں اور حدِ رخصت پر اُسے ٹھہرا دیں کہ اس میں بہت خیر ہے اور جب تک بندہ رخصت کی چار دیواری سے در نہ گزرے تو وہ آزاد ہے۔ بعد ازاں قائم ہُوا اور فقیروں سے ملا اور لزوم رخصت میں مشاق ہو گیا تو نرمی کے ساتھ عزیمت کے مقام تک چڑھایا جائے۔

ابو سعیدؒ بن الاعرابی نے کہا کہ ایک جوان تھا جو ابراہیم صانع کے نام سے مشہور تھا اور اس کا باپ دولتمند تھا سو وہ صوفیہ کی طرف پلٹ آیا اور ابو احمد قلانسی کے ساتھ ہم صحبت ہُوا۔ پھر اکثر اوقات کچھ روپیہ پلیسہ ابو احمد کے ہاتھ لگ جاتا تو وہ اُن کے لئے پتلی چپاتیاں اور بھُنا ہوا گوشت اور حلوہ خرید کرتا اور اُس کو دے دیتا اور کہتا کہ یہ خارج دُنیا سے ہُوا ہے اور ہر آئینہ نعمت نے پھر عود کیا تو واجب ہے کہ ہم اُس کے ساتھ نرمی کریں اور اُس کو دوسروں پر ترجیح دیں۔ اور مشائخ کے آداب سے یہ ہے کہ مال مرید اور اُس کی خدمت اور مدارات سے جو بوجہ من الوجوہ ہو منزہ اور مبرّا ہے اس واسطے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے واسطے آیا ہے تو اُس کا نفع اور ارشاد بھی خالصاً للہ تعالیٰ ہو۔ پھر کیا مرید کے لئے افضل صدقات سے ہاتھ بڑھائے۔

اور ہر آئینہ حدیث میں وارد ہے کہ کسی صدقہ دینے والے نے کوئی صدقہ افضل علم سے نہیں دیا جس کو وہ لوگوں میں پھیلاتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تنبیہ کے لئے کہ جو اللہ تعالےٰ کے واسطے ہو خالص ہو اور آمیزش سے بچانے کے لئے اِنَّمَا نطعمکم لوجہ اللّٰہ لا نرید منکم جَزَاءً وَّلَا شُکُوْرًا۔ یعنی ہم کھانا تم کو واسطے اللہ تعالیٰ کے کھلاتے ہیں اور تم سے بدلا اور شکر کا ارادہ نہیں رکھتے ہیں۔

پس شیخ کے لائق نہیں ہے کہ اُس کے صدقہ پر کوئی جزا طلب کرے مگر

اُس صورت میں کہ شیخ کو کسی چیز میں اس سے علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر درود ہو کہ مرید سے رفق اور قبول کرے یا کوئی اصلاح ہو جو شیخ کے لئے مرید کے حق میں اس سے اللہ تعالےٰ دکھلائے۔

پس ایسی حالت میں مرید کے مال سے متمتع ہونا اور اس کی خدمت سے نفع لینا ایک مصلحت کی وجہ سے ہو گا جو مرید شیخ کی جانب سے بلا شائبہ عود کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یُؤتکم اُجُورَکم ولا یسئلکم اَموالکم ان یسئلکموھا فیحفکم تبخلوا و یخرج اَضغانکم۔ یعنی دے گا تم کو تنگ تمہارے اور نہ مانگے گا تم سے مال تمہارے یعنی تمام مال نہ لے گا۔ اگر تمام مال تم سے مانگے اور اس میں مبالغہ کرے تو تم بخیلی کرو اور تم کو تمہارے دل کی خفگیوں سے باہر نکالے۔

حضرت قتادہؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ مال کے نکلنے میں کینوں کا نکالنا ہے اور یہ تادیب منجانب اللہ کریم ہے اور ادب وہی ادب اللہ تعا کا ہے۔ جعفر خلالؒ نے کہا ایک شخص حضرت جنیدؒ کے پاس آیا اور اس نے ارادہ کیا کہ اپنا کُل مال خرچ کر دے اور فقر پر اُن کے ساتھ بیٹھے تو حضرت جنیدؒ نے اُس سے کہا کُل مال اپنا مت نکال اپنے بقدر کفایت اُس میں سے اپنے پاس رکھ چھوڑ اور فاضل مال نکال ڈال اور رکھے ہوئے مال سے اپنی قوت کر اور حلال کی طلب میں کوشش کر، جو تیرے پاس ہے وہ سب مت خارج کر اس واسطے کہ تُو اپنے اوپر امین اس سے نہیں ہے کہ تجھ سے تیرا نفس مطالبہ کریگا۔

اور حضرت نبی علیہ السلام جب ارادہ کرتے کہ کوئی کام کریں تو آپؐ ثابت اور قائم ہو جاتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ شیخ کو مرید کا حال معلوم ہو جاتا ہے کہ جب وہ کسی شئے سے علیحدہ ہو جائے تو اس کو حال سے وہ حاصل ہوتا ہے جس کے سبب وہ مال کی طرف نہیں جھانکتا اور اُس وقت اُس کو جائز ہے کہ مرید کو مال سے علیحدہ ہونے کے لئے وسعت دے جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کو وسعت دی اور اُن سے ان کا تمام مال قبول فرمالیا۔

اور شیخ کے آداب سے یہ ہے کہ جب مرید سے کوئی امر مکروہ دیکھے

اُس کے حال سے کسی طرح کی کجروی معلوم ہو گی یا اُس سے کوئی دعویٰ دیکھا یا دیکھا کہ
اس میں عجب اور پندار آگیا ہے تو چاہیئے کہ مکروہ کی اُس سے تصریح نہ کرے بلکہ اور
یاروں سے کلام کرے اور اس مکروہ کی طرف اشارہ کرے جو جانتا ہے اور مجملاً بُرائی
کی وجہ کو ظاہر کر دے تو اس سے فائدہ سب کو حاصل ہو گا کیونکہ یہ مدارات سے قریب تر
ہے اور تالیف قلوب کے اثر میں زیادہ تر ہے اور جبکہ مریدوں سے خدمت میں کوتاہی
دیکھے جو اُس پر لازم تھی تو اس کی تقصیر کو برداشت اور اُسے معاف کرے اور
خدمت پر اُسے ملائمیت اور رفق سے برانگیختہ کرے اور اسی کی طرف جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں استجاب کیا جو حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت
ہے کہ ایک شخص حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ کس قدر
خادم سے عفو کروں ؟ آپؐ نے فرمایا ہر روز ستر مرتبہ۔

اور اخلاق مشائخ حسن اقتدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مہذب
اور آراستہ ہیں اور یہ حضرات سب لوگوں سے زیادہ تر حقدار ہیں کہ اس کی
نسبت کا احیاء کریں خواہ کوئی امر ہو یا مستحب ہو یا انکار کیا ہو یا واجب کیا ہو۔
اور تمام ضروری آداب سے یہ ہے کہ مریدوں کے اسرار کی حفاظت اُن چیزوں میں
کریں جن کو مرید شیخ پر ظاہر کرتے ہیں اور وہ بخششیں طرح طرح کی جو اُن کو عطا
ہوتی ہیں اس واسطے کہ سر مرید اُس کے رب اور شیخ سے آگے نہیں بڑھتا۔ بعد ازاں
شیخ نفس مرید ہیں اُن چیزوں کو حقیر جانے جو اپنی خلوت میں پاتا ہے خواہ وہ کشف
ہو یا کوئی خطاب کا سماع ہو یا کوئی چیز خوارق عادات سے ہو اور اُس کو جتلا دے
کہ اُن چیزوں میں سے کسی چیز پر ٹھہر جانا اللہ تعالیٰ سے باز رکھتا ہے اور باب
ترقی کو بند کر دیتا ہے بلکہ اس کو سمجھا دے کہ یہ ایک نعمت ہے اس کا تو شکر ہے
اور اُس سے اور بہت نعمتیں ہیں جو شمار میں نہیں آتیں۔

اور مرید کو یہ بھی بتلا دے کہ شانِ مرید طلب منعم ہے نہ کہ طلب نعمت ہے تاکہ
اُس کا سر محفوظ اُس کے نفس اور اُس کے شیخ کے نزدیک رہے اور سر اُس کا افشاء
نہ ہو اس واسطے کہ افشا اسرار کا تنگی سینہ سے ہے اور تنگی سینۂ افشائے سر کی

موجب ہے کہ اُس کے ساتھ عورات اور مردان ضعیف العقل متصف ہیں اور افشائے سر کا سبب یہ ہے کہ انسان کے لئے دو قوتیں ہیں ایک آخذہ یعنی لینے والی اور ایک معطیہ یعنی دینے والی۔ اور یہ دونوں قوتیں اپنے اپنے فعل مختص کی شائق ہوتی ہیں اور اگر اللہ تعالےٰ قوت معطیہ کو مؤکل اور متعین اُس کے لئے نہ کرتا کہ جو کچھ اُس کے پاس ہے ظاہر کر دے تو اسرار ظاہر نہ ہوتے۔

پس کامل العقل کا یہ کام ہے کہ جب کبھی قوت ایک فعل کو چاہتی ہے اس کو مقید اور بند کرتا ہے اور اس کو عقل کے ساتھ وزن کرتا ہے تاکہ اُس کو اُس کے محل اور موقع پر رکھے تو مشائخ کا حال اس سے جلیل تر ہے کہ اسرار کو افشاء کریں۔ اس واسطے کہ عقول اُن کی متین اور رزین ہیں۔ اور مرید کو سزاوار ہے کہ اپنے راز کو افشاء سے محفوظ رکھے اس واسطے کہ اُس کی صحت اور سلامتی اس میں ہے۔ اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی تائید جو اُس کے لئے ہے سچے مریدوں کا اُن کی آمد و رفت کے مقاموں میں تدارک اور خبر گیری کرتی ہے۔

باب ترپنواں ۵۳

صُحبت کی حقیقت اور اسکے بیان میں جو کچھ خیر اور خیر اُس میں ہے

صُحبت کا اقتضا کرنے والا وجود جنسیت ہے۔ اور کبھی اوصاف عام تر بھی اُس کے داعی ہوتے ہیں اور کبھی اوصاف خاص تر سو اوصاف اعم کا اقتضا ایسا ہے جیسا کہ جنس بشر سے ایک شخص دوسرے شخص کی طرف میل کرتا ہے اور اوصاف اخص کا اقتضا جیسا کہ اہل معصیت سے ایک دوسرے کا مائل ہوتا ہے۔ پس جبکہ یہ قاعدہ کلیہ معلوم ہو چکا اور یہ تحقیق ہے کہ صحبت کی طرف کھینچنے والا وجود جنسیت ہے کبھی اوصاف اعم سے اور کبھی اوصاف اخص سے تو انسان کو اپنے نفس کو ٹٹولنا چاہیئے جبکہ وہ کسی شخص کی صُحبت کی طرف مائل ہو اور اس بات کو دیکھے جس کے سبب وہ اُس شخص کی طرف راغب ہوتا ہے اور جس شخص کی طرف کہ نفس مائل ہوتا ہے اُس کے احوال کا شرع کی ترازو میں وزن کرے اور اُن کو تولے۔ پھر اگر اُس کے

احوال کو راست اور درست دیکھے تو چاہیئے کہ حسن حال کی وجہ سے اُس کی مباشرت اور مبادرت کرے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالےٰ نے اُس کا آئینہ روشن اُس کے بھائی کے آئینہ میں بنا دیا ہے کہ حُسن حال کا جمال اُس کے لئے جلوہ کرے اور اگر اُس کے افعال کو راست اور درست نہیں رکھتا تو چاہیئے کہ ملامت اور اتہام کے ساتھ اپنے نفس کی طرف رجوع کرے اس واسطے کہ اُس کے بھائی کے آئینہ میں اُس کے حال کا بھونڈاپن اس کو کھُل گیا۔ اس صورت میں لائق ہے کہ اُس سے ایسا بھاگے جیسا کہ وہ شیر سے بھاگتا ہے اس واسطے کہ وہ دونوں جب آپس میں مل بیٹھیں گے تو اور زیادہ تاریکی اور کجروی ہو گی۔ بعدازاں اپنی مصاحبت سے جس کی طرف اُس کو میل ہے حسن و حال دیکھ لے اور اپنے نفس کے لئے حسن حال کا حکم کرے تو اُس کو اپنے بھائی کے آئینہ میں نظارا کرے۔

پھر جاننا چاہیئے کہ وصف اعم کا میل اس کی سرشت میں مرکوز ہے اور میل اس کے طریق کے ساتھ واقع ہے اور اُس کے لئے اُس کی رُو سے احکام ہیں اور نفس کے لئے اُس کے سبب سے سکون اور میلان ہے تو جو میل کہ وصف اعم کی وجہ سے ہے اُس کو وصف خاص کے میل کا فائدہ دُور اور مسلوب کر دیتا ہے اور دونوں ہم نشینوں کی باہم ایسی طبعی خوشی اور راحت اور دل کی لذتیں اور مزے ہوتے ہیں کہ اُس میں اور خالص محبت للہ میں کوئی فرق نہیں بتلا سکتا مگر وہ علماء کہ زاہد ہیں اور کبھی مرید صادق اہلِ اصلاح میں اس سے زیادہ بگڑ جاتا ہے جس قدر کہ اہلِ فساد میں بگڑتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ فساد کا جو طریق ہے اُس کا فساد سمجھ پڑتا ہے اور اُس سے پرہیز کیا جاتا ہے اور جو اہل صلاح ہیں اُن کی صلاح سے دھوکہ ہو جاتا ہے تو اُن کی طرف صلاحیت کی جنسیت سے مائل ہوتا ہے۔

بعدازاں اُن کے درمیان لذات اور راحات طبعی اور جبلی حاصل ہوتے ہیں جو اُن کے اور حقیقت صحبت للہ کے حاجب اور حائل ہوتے ہیں تو ان کے طریق سے طلب میں فتور اور حصول مقصود سے مخالفت پیدا ہوتی ہے۔

اور چاہیئے کہ مرد صادق اس دقیقہ اور باریک نکتہ سے آگاہ ہو اور صحبت

سے جو قسم کہ صاف پاک تر ہو اختیار کرے اور جو کہ اس میں سدِ راہ مقصود ہو اُسے چھوڑ دے۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ نہیں تُو نے کوئی شر دیکھا مگر اس شخص سے جس کو تو جانتا پہچانتا ہے اور اسی قول کے باعث ایک گروہ نے اہلِ سلف سے صحبت کا انکار کیا ہے اور وحدت و تنہائی اور گوشہ نشینی میں فضیلت سمجھتے تھے مثل ابراہیم ادھمؒ اور داؤد طائی اور فضیل بن سلیمان الخواص کے۔ اور سلیمان الخواص سے حکایت کی ہے کہ لوگوں نے اُس سے کہا کہ ابراہیم بن ادہم آیا ہے کیا تُو اُس سے ملاقات نہ کرے گا؟ اُس نے جواب دیا کہ اگر میں ایک درندہ نقصان پہنچانے والے سے ملوں تو یہ مجھے اس سے زیادہ مرغوب ہے کہ ابراہیم بن ادھمؒ سے ملوں۔ کہا یہ اس واسطے ہے کہ میں جب اُسے دیکھوں تو اُس کے لئے اپنے کلام کو آراستہ کروں گا اور اپنے نفس کو اُس کے احسن احوال کے ظاہر کرنے سے ظاہر اور غالب کروں گا اور اس میں فتنہ ہے اور یہ ایک عالم اپنے نفس اور اخلاق نفس کا کلام ہے اور یہ امر دو مصاحبوں کے درمیان ضرور ہونے والا ہے مگر وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ اور مصئون رکھے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قریب ہے یہ کہ بہترین مال مسلم بکریاں ہوں کہ اُن کے ساتھ وہ پہاڑ کی گھاٹیوں میں لگا پھرتا ہے اور اُن مقامات میں جہاں جہاں پانی گرتا ہے بھاگتا ہے اپنے دین کے ساتھ فتنوں سے پھرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیمؑ سے خبر دینے کے لئے فرمایا ہے: واعتزلکم وما تدعون من دون اللہ وادعو ربی۔ یعنی تم سے کونا پکڑتا ہوں اور اُن سے کہ جن کو تم پکارتے ہو اور میں تو اپنے رب کو پکارتا ہوں۔ حضرت ابراہیم خلیلؑ اللہ نے عزلت سے اپنی قوم پر قوت اور پشتی طلب کی ہے۔ بعضوں کا یہ قول ہے کہ عزلت دو نوع ہے، فریضہ ہے اور فضیلت ہے۔ سو فریضہ تو عزلت شر اور اہلِ شر سے ہے اور فضیلت عزلت فضول اور اہلِ فضول سے ہے اور جائز ہے کہا جائے کہ خلوت غیر عزلت ہے۔

پس خلوت اغیار سے ہے اور عزلت نفس سے ہے اور اُن چیزوں سے جس کی طرف نفس بُلاتا ہے اور جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے باز رکھے۔ پس خلوت

کثیر الوجود ہے اور عزلت قلیل الوجود ہے۔

ابوبکر وراق نے کہا ہے کہ فتنہ نہیں پیدا ہوا ہے الا خلط اور میل جول سے شروع آدم علیہ السلام سے آج کے دن تک اور سلامت وہی شخص رہا جس نے اختلاط سے گوشہ گیری کی۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ سلامت کے دس اجزا ہیں نو جزو خاموشی میں ہیں اور ایک جزو عزلت میں ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ خلوت اصل ہے اور خلط وصحبت عارض تو چاہیئے کہ اصل کو لازم پکڑے اور مخالطت نہ کرے مگر بقدر حاجت کے اور جب مخالطت کرے تو نہ مخالطت کرے مگر جمعہ کے ساتھ اور جب مخالطت کرے تو خاموشی اختیار کرے اس واسطے کہ وہ اصل ہے اور کلام عارضی ہے اور تکلم نہ کرے مگر جمعہ کے ساتھ اس واسطے کہ صحبت کا خطرہ بہت ہے اور اس میں بندہ زیادہ علم کا محتاج ہے اور اخبار و آثار اختلاط اور صحبت سے پرہیز کرنے کے بابت بہت ہیں اور کتابیں اس سے مملو اور مشحون ہیں اور اس میں جو اخبار ہیں ان کو ایک حدیث نے جمع کیا ہے جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے روایت کی ہے۔ کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لیاتین علی الناس زمان لا یسلم الذی دین دینہ الا من فر بدینہ من قریۃ الی قریۃ ومن شاھق الی شاھق ومن حجر الی حجر کالثعلب الذی یروغ قالوا ومتی ذلک یا رسول اللہ قال اذا لم تنل المعیشۃ الا بمعاصی اللہ فاذا کان ذلک الزمان حلت العزوبۃ قالوا وکیف ذلک یا رسول اللہ وقد امرتنا بالتزوج قال انہ اذا کان ذلک الزمان کان ھلاک الرجل علی ید ابویہ فان لم یکن لہ ابوان فعلی ید زوجتہ وولدہ فان لم یکن لہ زوجتہ ولا ولد فعلی ید قرابتہ قالوا وکیف ذلک یا رسول اللہ قال یعیرو بضیق المعیشۃ فیتکلف ما لا یطیق حتی یوردوہ من موارد الھلکۃ۔

یعنی البتہ آدمیوں پر ایک زمانہ آوے گا کہ نہیں سلامت رہے گا کسی دین والے کا دین مگر وہ شخص کہ بسبب دین اپنے کے ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کی طرف

بھاگے گا اور ایک بلندی سے دُوسری بلندی کی طرف اور ایک سوراخ سے دوسرے سوراخ کی طرف مانند لومڑی کے کہ وہ بھاگتی ہے کہا لوگوں نے کہ یا رسولؐ اللہ! یہ کب ہوگا فرمایا کہ جس وقت نہ پہنچے روزی مگر ساتھ گناہ اللہ تعالیٰ کے، پس جس وقت یہ زمانہ ہووے تو عزوبت یعنی بے نکاح رہنا حلال ہوگیا۔ بولے کہ کیونکر ہووے یہ بات یا رسولؐ اللہ! حالانکہ آپؐ نے ساتھ نکاح کرنے کے ہم کو حکم کیا ہے فرمایا کہ جس وقت یہ زمانہ ہوگا موت مرد کی اوپر ہاتھ ماں باپ کے ہوگی۔ اور اگر اُس کے ماں باپ نہ ہوں گے تو اُوپر ہاتھ زوجہ اور اولاد کے ہوگی اور اگر اُس کی زوجہ اور اولاد نہ ہوگی تو اوپر ہاتھ قرابت اُس کے، کے ہوگی۔ بولے کس طرح پر یا رسوؐل اللہ؟ فرمایا ساتھ تنگی روزی کے شرم دلائے گی تو وہ جس چیز کی طاقت نہیں رکھتا ہے اُس کی تکلیف اُٹھائے گا یہاں تک کہ وہ اس کی محل ہلاکت میں ڈال دیں گے۔

اور اہل سلف سے بعضوں نے صحبت اور برادری فی اللہ کے اندر رغبت کی ہے اور اُن کی رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان پر اس بات پر احسان رکھا ہے اس حیثیت سے کہ اُن کو بھائی ٹھہرایا۔ سو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: واذکروا نعمة الله علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا۔ یعنی اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو اس واسطے کہ تم دشمن تھے پھر تمہارے دلوں میں الفت دی۔ پس صُبح کو تم ساتھ نعمت اُس کی کے بھائی ہوگئے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ھوالذی ایدک بنصرہ وبالمومنین والف بین قلوبھم لو انفقت مافی الارض ماالفت بین قلوبھم ولکن الله الف بینھم۔ یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ جس نے ساتھ نصرت اپنی کے اور مومنوں کے تیری مدد کی اور اُن کے دلوں میں اُلفت ڈالی۔ اگر آپؐ خرچ کرتے تمام جو کچھ زمین میں ہے نہ آپؐ اُلفت ان کے دلوں میں ڈال سکتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کے درمیان اُلفت پیدا کر دی۔

اور سعید بن مسیب اور عبداللہ بن مبارک وغیر ہما نے صحبت اور اخوت

فی اللہ تعالیٰ کو پسند اور اختیار کیا ہے۔ اور فائدہ صحبت کا یہ ہے کہ وہ باطن کے مسام کھولتی ہے اور انسان اس سے حوادث اور عوارض کا علم حاصل کرتا ہے۔

بعضے کہتے ہیں کہ آفات کا بڑا جاننے والا وہ ہے جو اُن سے زیادہ تر آفات میں پڑا ہو اور علم محکم سے باطن سخت اور مستحکم ہو جاتا ہے اور آفات کی رات کو چلنے کے باعث سے صدق متمکن ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے خلاص پانا ایمان کی بدولت ہے اور صحبت اور اخوت کے طریق سے ایک دوسرے کی مدد اور معاونت باہم ہوتی ہے اور لشکر دل قوی ہو جاتا ہے اور ارواح آپس کی خوشبو لینے کے سبب آرام پاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور رفیق اعلیٰ کی طرف توجہ کرنے میں متفق ہو جاتے ہیں اور ظاہر میں اُس کی مثال آوازدن کی ہے کہ جب وہ جمع ہو جائیں تو اجرام سماوی کو پھاڑ ڈالتے ہیں اور جب آواز تنہا ہو تو مقام مقصود تک نہیں پہنچتی۔

حدیث میں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے وارد ہے کہ مومن اپنے بھائی کے ساتھ کثیر ہے اور اللہ تعالےٰ نے خبر دیتے ہُوئے اُس شخص سے جس کا کوئی دوست نہیں فرمایا ہے: فمالنا من شافعین ولا صدیق حمیم۔ یعنی پس کوئی نہیں ہماری شفاعت کرنے والا اور نہ کوئی دوست محبت رکھنے والا۔

اور حمیم کی اصل ہمیم ہے مگر یہ کہ ہائے ہوز حائے حطی کے ساتھ بدل کی ہے اس واسطے کہ اُن دونوں کا مخرج قریب ہے اس واسطے کہ وہ دونوں حروف حلق سے ہیں اور ہمیم اہتمام سے ماخوذ ہے یعنی اپنے بھائی کے کام کا اہتمام کرنا ہے اس واسطے کہ دوست کی مہم میں اہتمام اور کوشش کرنی حقیقتِ صداقت ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جس وقت تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے دوستی اور محبت دیکھے تو چاہیئے کہ اس کے ساتھ اعتصام کرے۔ اس واسطے کہ یہ بات کمتر ہوتی ہے اور کہنے والے نے کہا ہے ؎

واذا اصفالک من زمانک واحد　　فھوالمراد واین ذاک الواحد

یعنی ؎

یار صادق جب زمانے میں تجھے ملجائے ایک　　ہے وہی مقصود لیکن ہے کہاں وہ پائے ایک

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا اے داؤد کیا حال ہے کہ میں تجھے تنہا گوشہ گزین دیکھتا ہوں۔ حضرت داؤدؑ نے کہا الٰہی! خلق کو تیرے سبب سے میں نے دشمن کیا۔ پھر اُس کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد بیدار ہوشیار اپنے نفس کے لئے طلبگار بھائیوں کا ہو اور جو کوئی دوست کہ تجھ سے موافقت میری خوشی پر نہ کرے اس کی صحبت تو مت رکھ اس واسطے کہ وہ دشمن ہے تیرے قلب کو سخت اور تیرے تئیں مجھ سے دور کر دے گا۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ دوست زیادہ تم میں سے طرف اللہ تعالیٰ کے وہ لوگ ہیں جو اُلفت کرتے ہیں اور الفت کئے جاتے ہیں۔ پس مومن آلف اور مالوف یعنی اُلفت کرنے والا اور اُلفت کیا گیا ہے اور اس میں ایک نکتہ ہے اور وہ یہ کہ یہ بات نہیں ہے کہ جو شخص عزلت کو اختیار کرے اور وحدت کو اللہ تعالیٰ کے واسطے تو اُس سے یہ وصف زائل ہو جاتا ہے اور وہ آلف اور مالوف نہیں ہوتا اس واسطے کہ یہ اشارہ منجانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلق جبلی کی طرف ہے اور یہ خلق ہر ایک شخص میں جو معرفت میں اور یقین میں اکمل اور عقل میں گراں مایہ اور اہلیت و استعداد میں اتم ہو کمال کو پہنچتا ہے اور اس وصف سے زیادہ بہرہ ور آدمیوں سے انبیاء تھے اُن کے بعد اولیاء اور سب سے اکمل اور اتم اس میں ہمارے نبی صلوات اللہ علیہ ہیں اور ہر ایک شخص جو انبیاء سے تھا اُلفت میں پورا زیادہ تھا اسی کے توابع زیادہ تھے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن میں سب سے زیادہ اُلفت کی تھی اور اُن سب سے زیادہ اُن کے توابع ہیں۔

اور آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ نکاح باہم تم کرو اور بہت کثرت سے تم ہو جاؤ اس واسطے کہ میں تمہارے ساتھ قیامت کے دن اُمتوں کا بڑھانے والا ہوں اور ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے اس وصف پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا ہے اور کہا کہ اگر تو ہوتا سخت خو سخت دل کا تیرے پاس سے البتہ لوگ بھاگ جاتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس وصف

کے عزت اور وحدت کو طلب کیا اور ہر ایک شخص جس میں یہ وصف زیادہ قوی اور اکمل ہو تو اس میں عزلت کی ابتداء ابتدا میں اکثر ہوتی ہے اور اسی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع شروع میں خلوت مرغوب تھی اور غارِ حرا میں آپؐ خلوت رکھتے تھے اور بہت راتوں کو اُس میں عبادت کیا کرتے اور عزلت کی طلب آپؐ کے اس وصف کو زائل نہیں کرتی تھی کہ آپؐ آلف اور مالوف تھے اور ایک قوم نے اس میں غلطی کی جن کا یہ ظن ہے کہ عزلت اس وصف کو سلب کرتی ہے اور عزلت کو اس فضیلت کے حاصل کرنے کے واسطے ترک کر دیا اور یہ خطا ہے اور طلب عزلت کا سر اس شخص کے لئے جس میں یہ وصف ہو انبیاء اور اولیاء سے اتم و اکمل ہے جس کو ہم نے باب کے آغاز میں بیان کیا ہے کہ ہر آئینہ انسان میں وصف اعم کے سبب میل اپنی جنس کی طرف ہے پھر جبکہ زیرک استادانِ کار نے اُس کو دریافت کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے خلوت اور عزلت ان کو الہام کی اس لئے کہ نفس کا تصفیہ اس میلان سے ہو جائے جو وصف اعم کے سبب ہے بلند ہمتیں میل طبعی سے تالف روحانی پر ترقی کریں۔ پھر جبکہ حقِ تصفیہ ادا ہُوا تو ارواح نے اصلی اُلفت اولی کے ساتھ اپنی جنس کی طرف بلند پروازی کی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو خلق اور اُس کی صحبت کی طرف پاک اور صاف الٹا پھیرا اور نفوس طاہر انوار ارواح سے روشن ہو گئے اور صفت جبلی جو الفت بکمل تھی آلف اور مالوف میں ظاہر ہوئی۔ اس سبب سے عزلت اہم امور سے اُس شخص کے نزدیک ہو گئی جو اُلفت کرے اور اُلفت کیا جائے۔

اور سب دلیلوں سے بڑی دلیل اس پر کہ ہر آئینہ جس شخص نے عزلت اور گوشہ نشینی کی آلف اور مالوف ہے تا کہ غلطی اُس شخص سے جس نے اس میں غلطی کی اور عزلت کی مطلق اُس نے مذمت کی بغیر اس بات کے جاننے کہ صحبت اور عزلت کی حقیقت کیا ہے اور عزلت اپنے وقت میں اور صحبت اپنے وقت میں ہو جائے یہ ہے جو محمد بن حنیفہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے: لیس بحکیم من لم یعاشر بالمعروف من لا یجد من معاشرته بداً حتی یجعل اللہ لہ من فرجا۔ یعنی

نہیں ہے حکیم عقلمند وہ شخص کہ ساتھ امر معروف کے زندگی بسر نہ کرے اُس شخص سے کہ جس کی صحبت سے چارہ نہ ہووے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے اُس سے کشادگی دے۔

اور حضرت بشر رضی بن حارث کہا کرتے تھے کہ جب بندہ اطاعتِ الٰہی میں قاصر ہو تو اللہ تعالیٰ دُور کر دیتا ہے اُس شخص کو جو اُس سے مانوس ہوتا ہے تو معلوم ہُوا کہ اللہ تعالیٰ نے صادقین کے لئے انیس مہیا کر دیتا ہے از روئے مہربانی کے جو منجانب اللہ تعالیٰ کے ہے اور بندہ کو ثواب دینے کے لئے جو فوراً اس دُنیا میں اُسے حاصل ہو۔ اور انیس کبھی تو مفید ہوتا ہے جیسے مشائخ اور کبھی وہ مستفید ہوتا ہے جیسے مرید۔

پس جو شخص کہ عزلت اور خلوت میں صحیح ہے وہ بغیر انیس کے نہیں چھوڑا جاتا پھر اگر وہ قاصر ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو مانوس ایسے شخص سے کر دیتا ہے جس کے ساتھ وہ اپنے حال کی تکمیل کر لے اور اگر وہ غیر قاصر ہے تو اُس کے لئے اللہ تعالیٰ ایسا شخص پہنچا دیتا ہے مریدوں سے جو اُس کے ساتھ انس کرے اور یہ انس وہ ہے جس میں وہ میل نہیں ہے جو وصف اعم کے ساتھ ہوتا ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ میں ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے محبت کرنے والے آپس میں اللہ تعالیٰ کے واسطے اُوپر سرخ یاقوت کے ستونوں کے ہیں۔ ستونوں کے سر میں ستر ہزار بالاخانے ہیں اور اُوپر جنتیوں کے جھانکتے ہوں گے اُن کا حُسن اور جمال جنتیوں کو روشن کرے گا جیسا کہ سُورج دُنیا والوں کو روشن کرتا ہے۔ کہیں گے جنتی یعنی فرشتوں کو کہ ہمیں پاس دوستی کرنے والوں کے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کرتے ہیں لے چلو تا کہ ہم اُن کو دیکھیں۔ پس جس وقت وہ جنتیوں پر نظر کریں گے حسن وجمال ان کو جنتیوں کو روشن کر دے گا جیسا کہ سُورج دُنیا والوں کو روشن کر دیتا ہے۔ اُن کا لباس سندس سبز سے ہے اُن کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ

کے واسطے محبت رکھنے والے ہیں ۔

حضرت ابو ادریس خولانی نے معاذؓ سے کہا کہ میں تجھے محبوب فی اللہ رکھتا ہوں تو اُس سے کہا کہ بشارت مجھے ہو اور بشارت تجھے ہو کہ ہر آئینہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے آدمیوں سے ایک گروہ کے لئے قیامت کے دن عرش کے اِردگرد کرسیاں بچھائی جائیں گی جن کے مُنہ ایسے ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے لوگ گھبرائیں گے اور وہ نہ گھبرائیں گے اور لوگ ڈریں گے اور وہ نہ ڈریں گے اور یہ لوگ وہ اولیا اللہ ہوں گے کہ نہ اُن کو خوف ہوگا اور نہ وہ محزون ہوں گے ۔ سو آپؐ سے سوال کیا لوگوں نے کہ وہ کون ہیں یا رسولؐ اللہ ؟ آپؐ نے فرمایا کہ باہم محبت اللہ تعٰ میں کرنے والے ہیں ۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے ۔ فرمایا کہ اللہ عزّوجل نے فرمایا ہے کہ میری محبت اُن لوگوں کے لئے ثابت اور متحقق ہوتی ہے جو باہم میرے واسطے محبت کرتے ہیں اور باہم ملاقات میرے لئے کرتے ہیں اور باہم بذل اور صداقت میرے لئے کرتے ہیں ۔

حضرت سعیدؓ بن مسیب سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آگاہ ہو میں خبر دیتا ہوں اُس خیر سے جو نماز اور صدقہ سے بھی بڑھ کر ہے ۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کیا ہے ؟ فرمایا اصلاح ذات البین یعنی دو شخصوں کے درمیان باہم صلح کرانی ۔ اور بچو تم بُغض سے اس واسطے کہ وہ حالقہ ہے یعنی محبت کو دُور کرنے والا ہے ۔

اور ابو مسلم نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سُنا ہے ایک حدیث کو اور حدیث میں تحذیر اور تخویف بغض سے ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگوں سے علیحدہ ہو کر کنارہ کشی اُن کی دشمنی اور بدگمانی کے سبب کرے اور یہ خطا ہے اور جو شخص کہ ارادہ اس بات کا کرے کہ وہ لوگوں سے علیحدہ اور تنہا رہے کہ وہ اپنے نفس کو دشمن رکھتا ہے اور ان باتوں کو جان کر جو اُس کے

نفس آفات ہیں اور اپنے نفس پر خوف رکھتا ہو۔ اپنے نفس سے اور خلق پر کہ اپنی شر سے اُن پر آ پڑی کہ جو شخص کہ اُس کی غلوت اس وصف سے ہو تو اس وعید کے تحت میں داخل نہیں ہے اور حالقہ کے ساتھ اشارہ یہ ہے کہ بغضِ دین کے لئے دشمن ہے اس واسطے کہ وہ مومنین اور مسلمین کی طرف دشمنی کی نظر سے دیکھتا ہے۔

حضرت خالد بن معدان سے روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ کے واسطے ایک فرشتہ ہے کہ آدھا آگ سے اور آدھا برف سے بنا ہُوا ہے اور اُس کی یہ دُعا ہے :۔

اللّٰھم[1] فکما الفت بین ھذا الثلج وھذہ النار فلا الثلج یطفی النار ولا النار تذیب الثلج الف بین قلوب عبادك الصالحین۔

اور کیونکر قلوب صالحین مالوف باہم نہ ہوں اور حالانکہ اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وقتِ عزیز میں قاب قوسین پر ایسے وقت میں جس کے اندر گنجائش کسی شئے کی نہ تھی اس وجہ سے کہ صالحین کا حال لطیف ہے اُن کو ایسے مقام بزرگ پر نہیں پایا اور کہا السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین کہ وہ مجتمع ہیں ہر چند کہ وہ متفرق ہوں اور صحبت اُن کی لازم ہے اور عزیمت اُن کی دنیا و آخرت میں تواصل اور باہمی آمیزش میں جازم اور قطعی ہے۔

اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اگر ایک آدمی دن کو روزہ رکھتا اور رات کو نماز میں کھڑا رہتا ہو تو صدقہ دیتا ہو اور مجاہدہ کرتا ہو اور حبّ فی اللہ اس کو حاصل نہ ہو اور نہ بُغض فی اللہ ہو تو یہ سب کچھ اُسے نفع نہیں دے گا۔

ابوبکر تلمانیؒ نے کہا ہے کہ صحبت رکھو اللہ تعالیٰ کے ساتھ پھر اگر تمہیں اس کی طاقت نہ ہو جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہے اُس کے ساتھ

---

[1] اے اللہ جس طرح تُو نے برف اور آگ میں اُلفت کی، پس نہ تو برف آگ کو بُجھا سکتی ہے اور نہ آگ برف کو پگھلا سکتی ہے اسی طرح اپنے نیک بندوں کے دلوں میں اُلفت پیدا فرما۔ ۱۲

(محمد مرتضیٰ عفا اللہ عنہ)

صحبت رکھو تاکہ اُن کی صحبت کی برکت تم کو اللہ تعالےٰ کی صحبت تک پہنچائے ۔
علیؒ بن سہل کا قول ہے کہ انس باللہ تعالےٰ یہ ہے کہ خلق سے متوحش ہو مگر اُس شخص سے کہ وہ اولیاء اللہ سے ہو۔ اس واسطے کہ اہلِ ولایت اللہ سے انس کرنا بعینہٖ انس باللہ ہے ۔ اور ہر آئینہ کہنے والے نے نظم میں آگاہ کر دیا اس حقیقت پر جو معانی صحبت اور خلوت اور اُن کے فائدوں کو جامع ہے اور اُس بات کو جس سے پرہیز کرنا چاہیئے اور یہ اس کا قول ہے ۔ ابیات

شعر وحدة الانسان خیر　　من جلیس السوء عنده
وجلیس الخیر فیه خیر　　من قعود المرء وحده

ترجمہ :۔ شعر
بہتر انسان کی ہے تنہائی　　ہمنشیں سے جو بد ہو اسکے پاس
اور بہتر ہے ہم نشیں بہتر　　نہ کہ بیٹھا رہے اکیلا اُداس

⁂

باب چوّنواںؐ

صحبت اور اخوت فی اللہ کے حقوق ادا کرنے کے بیان میں ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وتعاونوا علی البر والتقوٰی یعنی اور آپس میں مدد کرو تم اوپر نیکی اور پرہیزگاری کے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔ وتواصوا بالحق وتواصوا بالمرحمه یعنی اور تاکید کرتے ہیں ستھارنے کا اور تاکید کرتے ہیں رحم کھانے کا۔ اور اصحاب رسولؐ کی تعریف میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے : اشداء علی الکفار رحماء بینهم۔ یعنی زور آور ہیں کافروں پر نرم دل آپس میں اور کل یہ آیتیں منجانب اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لئے آداب حقوق صحبت پر موجب تنبیہ اور آگاہی ہیں۔ پس جو شخص کہ اُس نے صحبت اور اخوت اختیار کی

تو اوّل ادب یہ ہے کہ وہ اپنے نفس اور اپنے یار کو اللہ تعالےٰ کے سپرد سوال اور دعا اور تضرع سے کر دے اور صحبت میں برکت مانگے اس واسطے کہ وہ شخص اس سے اپنے نفس پر یا تو ایک دروازہ جنّت کا کھولتا ہے یا ایک دروازہ دوزخ کا۔

پس اگر اللہ تعالےٰ اُن دونوں میں خیر کا دروازہ کھولے تو وہ ایک دروازہ جنت کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جتنے دوست ہیں اُس دن دشمن ہوں گے مگر جو ہیں ڈر والے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ایک کو اُن دو میں سے جو اخوت فی اللہ رکھتے ہوں کہا جائے گا کہ جنّت میں داخل ہو تو وہ اپنے بھائی کے مکان سے سوال کرے گا۔ سو اگر وہ مکان اُس کے مکان سے کم درجہ کا ہو گا تو وہ جنّت میں نہیں داخل ہو گا جب تک کہ اُس کے بھائی کو مکان اُس کے مکان کے مثال عطا نہ ہو گا۔ پھر اگر اُس سے کہا جائے گا کہ تیرے عمل برابر اُس کے عمل کے نہ تھے تو وہ کہے گا کہ میں اپنے لئے اور اُس کے لئے عمل کرتا تھا تو وہ اپنے بھائی کے لئے جس قدر مانگا جائے گا وہ دے گا اور اُس کا بھائی اُس کے درجہ تک بلند کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اُن دونوں پر صحبت شر کا دروازہ کھولے تو ایک دروازہ دوزخ کا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ویوم یعض الظالم علی یدیہ یقول یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلاً یا ویلتی لیتنی لم اتخذ فلاناً خلیلاً۔ یعنی اور جس دن کاٹ کاٹ کھائے گا گنہگار اپنے ہاتھ کہے گا کسی طرح میں نے پکڑی ہوتی رسولؐ اللہ کے ساتھ راہ، اے خرابی میری کہیں نہ پکڑی ہوتی میں نے فلانے کے ساتھ دوستی۔“

اگرچہ یہ آیت قصۂ مشہورہ میں نازل ہوئی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اُس کے ساتھ اپنے بندوں کو آگاہ کر دیا ہے پرہیز کرنے پر ایک دوست سے جو اللہ تعالیٰ سے قطع کرائے اور اس میں بلا نیت اختیار صحبت اور اخوت سے جو حسب اتفاق ہو اور ابتدائے کام میں شان اُن لوگوں کی جو غافل اور جاہل ہیں نیات اور مقاصد اور نفع اور نقصانوں سے ثابت ہو جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک کلام میں کہا ہے ”اور انسانوں کو نہیں پکارتے ہیں مگر انسان۔ پس صحبت سے فساد کی بھی امید ہے اور

نصیحت کی بھی اُمید ہے اور یہ اُس کا راستہ نہیں ہے۔ کس طرح اُس کے شتروں میں نہ ڈالے اور اس معاملہ میں کام اس طرح استوار ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف کثرت سے التجا کرے اور صدق اختیار اور سوال برکت اور خیر کا اس میں کرے اور نماز استخارہ کی پڑھے۔ بعدازاں یہ ہے کہ صحبت اور اخوت کا اختیار کرنا بھی ایک عمل ہے اور ہر ایک عمل نیت اور حُسنِ خاتمہ کا محتاج ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایک حدیث طولانی کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ سایہ عنایت فرمائے گا سو ان میں سے دو وہ شخص ہیں کہ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت باہم کی اور اسی پر انھوں نے اپنی زندگی بسر کی اور اُسی پر مرے۔ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اخوت اور صحبت کی شرط حُسنِ خاتمہ ہے تاکہ اُن کے لئے مواخات کا ثواب لکھا جائے اور جبکہ مواخات فاسد ہو گئی اس طرح پر کہ جو حقوق اُس میں ہیں اُن کو ضائع کر دیا تو عمل سرے سے فاسد ہو گیا۔

بعضوں نے کہا ہے کہ شیطان نے حسد کسی دو معاونوں کا نیکی پر نہیں کیا جتنا کہ حسد اُس نے دو شخصوں پر کیا جو فی اللہ تعالےٰ بھائی بن گئے اور دونوں نے اس میں باہمدگر محبت کی اس واسطے کہ شیطان بالذات کوشش کرتا ہے اور اپنی ذریات کو فساد اُن کے درمیان ڈالنے پر برانگیختہ کرتا ہے۔ اور فضیل کہا کرتا جب کبھی غنیمت واقع ہوئی تو اُٹھ گئی برادری اور برادری فی اللہ تعالیٰ مواجہہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اخوانا علی سرر متقابلین۔ یعنی بھائی ہیں اوپر تختوں کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور جب ایک نے دوسرے کے لئے برائی دل میں ٹھانی یا کوئی چیز اس سے مکروہ دیکھی اور اُسے مطلع اس پر نہیں کیا تاکہ یہ اس کو زائل کرے یا اس سے دور کرنے کے لئے سبب پیدا کرے تو وہ مواجہہ اور مقابل اس کے نہیں ہوا بلکہ پیٹھ پھیر لی۔

حضرت جنید علیہ الرحمہ نے کہا جو دو شخص کہ باہم فی اللہ اخوت انھوں نے کی اور ایک اُن میں کا دوسرے سے متوحش ہوا تو یہ بات نہیں ہے مگر کسی

علّت سے جو اُن دونوں میں کسی ایک میں ہو گی۔ پس مواخاۃ فی اللہ صاف تر آب زلال سے ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو تو اللہ تعالیٰ اس میں صفائی کا مطالبہ کرنے والا ہے اور جو چیز صاف ہے تو برابر رہے گی اور اصل اس کی دوام صفا میں عدم مخالفت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ اپنے بھائی سے لڑائی جھگڑا مت کرو اور اُس سے خوش طبعی نہ کر اور نہ ایسا وعدہ کر جس کے تُو خلاف کرے۔

حضرت ابو سعید خرازؒ نے کہا میں صُوفیوں کے ساتھ پچاس برس رہا کبھی میرے اور اُن کے درمیان خلاف نہیں پڑا۔ سو اُس سے سوال کیا گیا کہ یہ کیونکر ہُوا۔ کہا اس واسطے کہ مَیں اُن کے ساتھ اپنے نفس پر غالب رہتا تھا۔ ابو عمر دمشقی رامی نے کہا کہ مَیں نے ابو عبداللہ ابن الجلا کو کہتے سُنا ہے اور اُس وقت کسی شخص نے اُس سے سوال کیا تھا کہ خلق سے مَیں کس شرط پر صحبت رکھوں تو جواب دیا کہ اگر تو اُن سے نیکی نہ کرے تو اُن کو ایذا بھی مت دے اور اگر تُو انہیں خوش نہ کرے تو اُن سے بڑائی نہ کر۔ اور اُسی عبداللہ نے اسناد مذکورہ کے ساتھ کہا ہے کہ اپنے بھائی کا حق تلف نہ کر جو تیرے اور اُس کے درمیان مودت اور صداقت سے ہے اس واسطے کہ حق تعالےٰ نے ہر ایک مومن کے لئے حقوق مقرر کئے ہیں جن کو ضائع بجز اُس کے کوئی نہیں کرتا جو رعایت اُن حقوقِ الٰہی کی نہیں کرتا کہ اُس پر ہیں اور حقوق صُحبت سے یہ ہے کہ جب فُرقت اور جدائی واقع ہو جائے تو اپنے بھائی کا ذکر نہ کرے مگر خیر کے ساتھ۔

حکایت ہے کہ ایک صوفی کی بی بی تھی اور اس کی ایک بات مکروہ اُسے معلوم تھی سو اُس صوفی سے بی بی کا حال پوچھنے کے لئے کہا جاتا تو وہ کہتا کہ مرد کے لائق یہ نہیں کہ اپنے اہل کے حق میں خیر کے سِوا کہے۔ پھر اُس سے الگ ہو گیا اور اُس کو طلاق دے دی۔ پھر اُس سے اُس ماجرا کی خبر چاہی تو کہا ایک عورت ہے جو مُجھ سے علیحدہ ہو گئی اور مجھ سے وہ کسی چیز میں شریک نہیں ہے مَیں کیونکر اُس کا ذکر کروں اور یہ تخلق باخلاق اللہ تعالیٰ سے ہے کہ وہ سبحانہٗ ہر آئینہ بھلی بات کو ظاہر اور بُری بات کو پوشیدہ کرتا ہے۔ اور جب ایک بھائی سے ایسی بات

معلوم ہو جو موجب قطع ہو تو آیا اُس سے بُغض کرے یا نہیں ؟ اس میں قول مختلف ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب اُس حالت سے جس پر وہ تھا بدل گیا تو اُس سے بغض کرے جیسے کہ اُس سے محبت کی تھی اور دوسرے کا قول ہے کہ بھائی سے صحبت کے بعد بغض نہ کرے مگر اُس کے عمل سے بغض رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے کہ پس اگر تیری نافرمانی کریں تو کہدے کہ میں اس عمل سے بری ہوں جو تم کرتے ہو اور یہ نہیں کہا کہ میں تم سے بری ہوں۔

اور منقول ہے کہ ایک جوان ہمیشہ ابی درداءؓ کی مجلس میں آیا کرتا اور ابودرداءؓ اُس کو اوروں پر ممتاز رکھتا تھا۔ پھر وہ جوان ایک گناہ کبیرہ میں مبتلا ہو گیا اور ابودرداءؓ تک وہ بات پہنچی۔ سو اُس سے کہا گیا کاش تو اس سے بُعد رکھتا اور اس سے ہجر رکھتا کہا سبحان اللہ یار کسی چیز کے سبب جو اُس سے ہو جائے ترک نہیں کیا جاتا۔

بعضوں نے کہا ہے کہ صداقت ایک لحمہ یعنی قرابت ہے جیسے نسب کی قرابت ہوتی ہے اور ایک بار ایک حکیم سے سوال کیا گیا کہ تیرے نزدیک محبوب تر تیرا بھائی ہے یا تیرا دوست ہے تو اُس نے جواب دیا کہ میں اپنے بھائی کو محبوب اُس وقت رکھتا ہوں جبکہ وہ میرا دوست ہو اور خلاف مفارقت ظاہری اور باطنی میں ہے ولیکن ملازمت باطنی جبکہ ظاہری مفارقت ہو تو وہ مختلف اشخاص کے اختلاف سے ہوتی ہے اور اس میں قول بالاطلاق نہیں کیا جاتا بغیر اس کے کہ اس میں تفصیل ہو اس واسطے کہ آدمیوں سے بغض وہ شخص رکھتا ہے جس کا تغیر اللہ تعالیٰ سے پھر جاتا ہے اور سابقہ کی بُرائی کا حکم ظاہر ہوتا ہے تو اُس کا بغض واجب ہے اور اُس میں موافقت حق کی ہے اور آدمیوں میں بغض ایسا ہے کہ اُس کا تغیر اور بدل جانا ایک لغزش سے ہے جو پیدا ہو گئی اور ایک کاہلی ہے جو آن پڑی جس کے عود اور رجوع کی امید ہے تو سزاوار نہیں ہے کہ اُس سے بغض ہو مگر اُس کے کام کا حالت حاضرہ میں بغض رکھے اور دوستی کی آنکھ سے دیکھے ایسی حالت سے کہ وہ منتظر رہے کہ اُسے کشادگی نصیب ہو۔ اور صلح کی جگہ

پھر وہ معاودت کرے اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہُوا ہے کہ نبی علیہ السلام نے جبکہ قوم نے ایک شخص کو جس نے فعل فاحشہ کیا گالیاں دیں فرمایا کہ ٹھہرو اور اپنے اس قول سے اُن کو زجر کیا اور اپنے بھائی پر تم مددگار شیطان کے مت ہو۔

اور ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ اپنے بھائی سے قطع نہ کر اور مت اُس سے ہجر کر اُس کے گناہ کے سبب جو وہ گناہ کرے اس واسطے کہ وہ آج کے دن ارتکاب اس کا کرتا ہے اور کل صبح اُس کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ ڈرو تم عالم کی لغزش اور گناہ سے اور اُس سے قطع نہ کرو اور اُس کی بازگشت کا انتظار کرو۔ اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال اپنے بھائی سے کیا کہ اُس سے مواخات کی تھی اور شام کی طرف گیا تھا تو اُس کا حال اُس شخص سے استفسار کیا جو اُس کے پاس آیا تھا سو فرمایا کہ میرے بھائی نے کیا کیا اُس نے آپ سے کہا کہ تیرا بھائی شیطان ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اُسے ایسا مت کہہ اُس نے کہا کہ وہ کبائر میں آلودہ ہو گیا ہے یہاں تک کہ شراب خواری میں پڑ گیا۔ پھر آپ نے کہا کہ جب تُو شام کو جانے کا ارادہ کرے تو مجھے خبر دینا۔ راوی نے کہا کہ پھر آپ نے اُس کو لکھا: حمٓ تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم غافر الذنب و قابل التوب شدید العقاب۔

پھر اُس کے نیچے عتاب اس پر کیا اور اُسے معزول کیا سو جب اُس نے خط پڑھا تو رویا اور کہا سچا ہے اللہ تعالےٰ اور عمرؓ نے نصیحت اور خیر خواہی کی پھر اُس نے توبہ کی اور کبیرہ سے رجوع اور بازگشت کی۔ اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمرؓ کو دیکھا کہ دائیں اور بائیں پھر کر دیکھتا تھا تو آپؐ نے پوچھا کہ اُس نے کہا یا رسولؐ اللہ ایک مرد سے میں نے مواخاۃ کی ہے سو میں تلاش کرتا ہوں اور اُسے نہیں دیکھتا تب آپؐ نے فرمایا یا عبد اللہ! جب تُو کسی سے مواخات کرے تو اُس کا نام پوچھ لے اور اُس کے باپ کا نام دریافت کر لے اور اُس کا گھر، پھر اگر وہ بیمار پڑے تو اُس کی عیادت کر اور اگر وہ کسی کام میں مشغول ہو تو اُس کی اعانت کر۔ اور ابن عباسؓ کہا کرتے کہ

کسی مرد نے میری مجلس تک بغیر کسی حاجت کے جو اُس کو ہو آمد ورفت نہیں کی کہ میں نے دُنیا میں اُس کی مکافات جان لی۔

اور حضرت سعید بن العاص الجلیسی کہا کرتے کہ تین باتیں میرے ذمّہ واجب ہیں۔ جب کوئی میرے پاس آوے تو اُس کو مرحبا کہتا ہوں اور جب وہ بات کرے تو میں اُس کی طرف مُنہ کر لیتا ہوں۔ اور جب وہ بیٹھے تو اُس کے لئے وسعت جگہ میں دیتا ہوں اور خلوص محبت اللہ تعالیٰ کی علامت یہ ہے کہ اُس محبت میں شاید کوئی فائدہ دُنیا کا نرمی اور احسان سے نہ ہو اس واسطے کہ جو محبت معلول اور کسی سبب سے ہوتی ہے تو وہ سبب کے زوال سے زائل ہو جاتی ہے اور جو شخص اُس کی دوستی میں سند اور وجہ کسی علت کی نہ ہو تو وہ دوام خلت کے ساتھ مستحکم ہوتی ہے اور حب فی اللہ کی شرط سے یہ ہے کہ بھائی پر خرچ کر ڈالے اس قدر جو دین و دُنیا سے اُس کے مقدور میں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔

یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا ویوثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ۔

یعنی محبت رکھتے ہیں اُس سے جو وطن چھڑا دے اُن کے پاس اور نہیں پائے اپنے دل میں غرض اُس چیز سے جو اُن کو ملا اور اوّل رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے اور اگرچہ ہو اپنے اُوپر بھُوک ؏

پس قول اللہ تعالیٰ کا کہ لا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا یعنی وہ حسد نہیں کرتے اپنے بھائیوں سے اُن کے مال پر اور یہ دو وصف ساتھ اُن دونوں کے صفائی محبت کی کامل کر دیتے ہیں ایک یہ ہے کہ حسد کا دُور ہونا کسی شئے پر جو امر دین و دُنیا سے ہو اور دوسرا مقدور بھر خرچ کر ڈالنا۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ جناب سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ المرأ علی دین خلیلہ یعنی آدمی اپنے دوست کے دین پر ہے اور تیرے لئے بھلائی صحبت میں اُس شخص کی نہیں ہے جو تیرے واسطے مثل اُس کے نہیں دیکھتا

جو اپنے واسطے دیکھتا ہے۔ اور ابو معاویہ اسودؒ کہا کرتا میرے بھائی سب مجھ سے اچھے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کس طرح ؟ اُس نے کہا وہ سب میرے لئے اپنے اُوپر فضل دیکھتے ہیں۔ اور جس شخص نے مجھے اپنے نفس پر فضیلت دی تو وہ مجھ سے بہتر ہے اور بعض صوفیہ نے اُسے نظم کیا ہے ؎

تذلل لمن ان تذللت له   یری ذلك للفضل لا للبله

وجانب صداقة من لم یزل   علی الاصدقاء یری الفضل له

ترجمہ :

خوار ہو اُس کے لئے جو خاک پا تو اُسکا ہو   اسکو سمجھے فضل کے باعث نہ بے عقلی کے ساتھ

اور الگ دامن جھٹک کر اُس سے ہو جو دائما   دوستوں پر اپنا دیکھے فضل بے فضلی کے ساتھ

باب پچپنواں ۵۵

صحبت اور اخوت کے آداب بیان میں ہے

حضرت ابو حفص سے لوگوں نے سوال کیا کہ آداب فقراء کے صحبت میں کیا ہیں ؟ تو کہا مشائخ کو حرمت اور عزت کا حفظ اور بھائیوں کے ساتھ حسن معاشرت اور چھوٹوں کو نصیحت کرنا اور اُن لوگوں کی صحبت کا ترک کرنا جو اُن کے طبقہ میں نہیں ہیں اور ایثار اور خرچ کو لازم اپنے اوپر کرنا اور ذخیرہ جمع کرنے سے کنارہ کشی اور دین و دُنیا کے کام میں مدد دینی اور اُن کے ادب سے بھائیوں کی العرش سے انجان ہونا اور جس میں نصیحت واجب ہو اُس میں نصیحت کا کرنا اور اپنے یار کی عیب پوشی اور اُس عیب کی اُسے اطلاع دینی جو اُس میں جانتا ہو۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم اُس شخص پر کرے جس نے مجھے میرے عیب پر راہبری کی۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ اس میں نیکی اور مصلحت کلی ایک شخص کے لئے اس شخص پر کرے جس نے مجھے میرے عیب پر راہبری کی اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ اُس میں نیکی اور مصلحت کُلی ایک شخص کے لئے اُس شخص سے ہے جو اُس کو متنبہ اُس کے عیبوں پر کرتا ہے۔

حضرت جعفر بن یرقان نے کہا کہ مجھ سے میمون بن مہران نے کہا کہ جو میں مکروہ جانتا ہوں وہ مجھ سے میرے منہ پر کہو اس واسطے کہ آدمی اپنے بھائی کو نصیحت نہیں کرتا یہاں تک کہ اُس سے منہ درمنہ وہ بات کہے جس کو وہ مکروہ جانتا ہے اس واسطے کہ مرد صادق اُس شخص کو دوست رکھتا ہے جو اُس سے سچ کہے اور جھوٹا آدمی ناصح کو دوست نہیں رکھتا ہے اور نصیحت وہ ہے جو کہ پوشیدگی میں ہو۔ اور آداب صوفیہ سے یہ ہے کہ بھائیوں کی خدمت میں کھڑا ہو اور جو اذیت اُن سے پہنچے اُس کو سہے کہ اُس سے فقیر کا جوہر کھلتا اور ظاہر ہوتا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ پرنالہ جو حضرت عباس بن عبدالمطلب کے گھر میں اُس راستہ کی طرف تھا جو صفا اور مروہ کے درمیان ہے تو عباس رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا اکھاڑ ڈالا تو نے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے رکھا تھا تو کہا کہ اب اُس کو اُسی جگہ تیرے ہاتھ کے سوا دوسرا نہ رکھے گا اور تیرے لئے سیڑھی عمر کے کاندھے کے سوا نہ ہو گی۔ پھر اُس کو اپنے کاندھے پر کھڑا کیا اور اُس نے اُسے اُس کی جگہ پر رکھ دیا اور اُن کے ادب سے یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے نفس کے لئے کوئی ملک نہیں سمجھتے تھے کہ جس کے ساتھ اُن کو خصوصیت ہو۔

حضرت ابراہیم بن شیبان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم کسی ایسے شخص کے ساتھ ہی نہیں رہے جو یہ بات کہے کہ میری جوتی۔ اور احمد بن قلانسی نے بیان کیا کہ میں ایک دن بصرہ میں فقراء کی ایک قوم کے پاس پہنچا تو انہوں نے میرا اکرام کیا اور میری تعظیم کی۔ سو میں نے ایک روز اُن میں سے کسی کو کہا کہ میرا پاجامہ کہاں ہے اور اُن کی آنکھوں سے میں گر گیا۔

اور حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا یہ حال تھا کہ جب کوئی شخص اُس کی صحبت میں آتا تو وہ تین چیزوں کی شرط کر لیتے یہ کہ خدمت اور اذان اُس کے لئے ہو۔ اور یہ کہ تصرف اُس کا اُن تمام چیزوں میں جو اللہ تعالےٰ اُن پر مفتوح کرے اُس کے تصرف کی مثال ہو۔ سو ایک شخص نے اُس کے یاروں سے کہا میں اس پر

نہیں قدرت رکھتا تو ابراہیمؒ نے کہا کہ تیرے صدق نے مجھے تعجب میں ڈالا۔

اور ابراہیم ابن ادہم باغوں کی حفاظت کیا کرتا اور کھیت کاٹا کرتا اور اپنے یاروں پر خرچ کرتا۔ اور اہلِ سلف کے اخلاق سے تھا کہ جو کوئی اپنے بھائی کے مال سے کسی چیز کی احتیاج رکھتا تو بغیر مشورہ اُس کو استعمال میں لاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وامرھم شوریٰ بینھم یعنی مشاع و مشترک ہے کہ وہ سب اس میں برابر ہیں اور اُن کے ادب سے ہے کہ جب اُن کو کوئی بار گراں معلوم ہو تو وہ اپنے نفوس کو متہم اور قصوروار ٹھہراتے تھے اور اُس کی دوا کرنے میں اپنے باطن سے سبب پیدا کرتے تھے۔ اس واسطے کہ اس قسم کی بات پر دل کا لپٹ جانا یار کے لئے ایک غیر دخیل کا رہے۔

حضرت ابوبکر کتانی نے کہا کہ میرے ساتھ ایک شخص ہُوا اور میرے دل پر وہ گراں تھا سو مَیں نے اُسے ایک چیز اس نیت سے دی کہ اُس کا ثقل میرے قلب سے دُور ہو اور دُور نہ ہُوا۔ پھر مَیں نے اُس سے ایک دن خلوت کی اور اُس سے کہا کہ تُو اپنا پاؤں میرے رخسارے پر رکھ اُس نے انکار کیا تو مَیں نے اُس سے کہا کہ اس سے چارہ نہیں ہے تو اُس نے یہ کام کیا۔ اس وقت وہ بات میرے باطن سے جاتی رہی جو اپنے باطن میں پاتا تھا۔

رقی نے کہا کہ شام سے مَیں نے حجاز کا ارادہ کیا تا کہ اِس حکایت کو کتانی سے دریافت کروں اور اُن کے ادب سے ہے کہ جس کے فضل کو جانتے ہوں اُس کو مقدم کریں اور مجلس میں اُس کے لئے وسعت دیں اور جگہ اُس کو دیں۔

روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چھوٹے چبوترے پر بیٹھے ہُوئے تھے کہ اُس میں ایک گروہ اہلِ بدر کا آیا اور کوئی جگہ انھوں نے نہ پائی جہاں وہ بیٹھیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کو اُٹھایا جو اہلِ بدر سے نہ تھے۔ پھر اُن کی جگہ بدری بیٹھے تو یہ امر اُن کو بُرا معلوم ہُوا تب اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی: واذا قیل انشزوا فانشزوا (الایہ) یعنی جب کہا جائے کہ اُٹھو تو اُٹھ کھڑے ہو تم۔

اور حکایت ہے کہ علی بن بندار صوفی ابی عبداللہ بن خفیف کے پاس زیارت کے لئے آیا سو وہ دونوں چلے۔ پھر اُس سے عبداللہ نے کہا کہ آگے بڑھئے تو کہا کس عُذر سے؟ کہا اس وجہ سے کہ تم جنید رح سے ملے ہو اور میں نہیں ملا۔ اور اُن کے ادب سے ترک صحبت اُس شخص کا ہے جس کے ارادے میں کوئی شے دُنیا کی فضولیات سے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فاعرض عمن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوٰۃ الدنیا۔ یعنی پس اے محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص سے مُنہ پھیر لے جس نے ہمارے ذکر سے مُنہ پھیر لیا اور نہیں ارادہ کیا مگر زندگی دُنیا کا۔ اور اُن کے ادب سے ہے بھائیوں کا انصاف دینا اور انصاف کے مطالبہ کا چھوڑ دینا۔

حضرت ابو عثمانؒ حیری کا قول ہے کہ حقِ صحبت یہ ہے کہ اپنے مال سے تو اپنے بھائی کو صاحبِ وسعت و مقدور کر اور اُس کے مال میں طمع نہ کر اور اُس کا انصاف اپنے نفس سے کر اور اُن سے انصاف مت طلب کر اور اُس کا پیرو ہو اور اُس کی طمع نہ کر کہ وہ میرا پیرو ہو اور جو تجھے اُس سے پہنچے اُسے بہت کچھ جان اور جو تجھ سے اُس کو پہنچے اُس کو تھوڑا سمجھ۔ اور اُن کے ادب سے یہ ہے کہ صحبت میں نرمی جانب کی ہو اور نفس کا ظہور صولت کے ساتھ ترک کرے۔

ابو علی رود باری نے کہا ہے کہ صولت اور حملہ اُس شخص پر جو تجھ سے اُونچا ہے شوخی اور بے حیائی ہے اور اپنے برابر والے پر بے ادبی ہے اور اپنے سے نیچے پر عجز ہے۔ اور اُن کے ادب سے یہ ہے کہ اُن کے کلام میں ایسا نہ کہے کہ اگر ایسا ہو تو ایسا نہ ہوگا اور کاش کہ ایسا ہوتا اور قریب ہے کہ ایسا ہو اس واسطے کہ اکثر فقراء لوگ ان تقدیرات کو اُس پر عیب و اعتراض خیال کرتے ہیں اور اُن کے ادب سے صحبت میں مفارقت سے پرہیز اور ملازمت پر حرص کرتا ہے۔

ذکر ہے کہ ایک شخص ایک شخص کا یار ہُوا پھر جُدائی کا ارادہ کیا اور اپنے یار سے اذن چاہا اُس نے جواب دیا کہ اس شرط سے کہ تُو یار کسی کا نہ ہوا جبکہ وہ ہم سے زیادہ ہو اور اگر کوئی ہم سے زیادہ نہ ہو تو اُس کا یار بھی مت ہو۔

اس واسطے کہ تو اوّل ہمارا یار ہُوا ہے۔ اس پر اُس نے کہا کہ میرے دل سے جُدائی کی نیت جاتی رہی اور اُن کے ادب سے چھوٹوں پر مہربانی ہے۔

نقل ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کھیت کاٹنے کا کام کرتے تھے اور یاروں کو کھلایا کرتے اور وہ سب رات کو آپ کے پاس جمع ہُوا کرتے اور وہ سب روزہ دار ہوتے اور بسا اوقات ایسا ہوتا کہ بعضے روز کام میں بچھڑ جاتا تو ایک رات یاروں نے کہا آؤ ہم افطاری کھالیں اُس کی افطاری رکھ چھوڑیں تاکہ بعد ازیں وہ جلد آجایا کرے۔ پھر اُن لوگوں نے روزہ کھولا اور کھانا کھایا اور سب سو رہے۔ پھر ابراہیم پلٹ کر آیا اور اُن کو سوتا پایا تو کہا غریب مسکین ہیں شاید اُن کے لئے کھانا کچھ نہ تھا۔ پھر تھوڑا آٹا انھوں نے گوندھا اور اُسے پکایا۔ تب وہ لوگ جاگے اور وہ اُس وقت آگ پھونک رہا تھا اس حالت سے کہ ڈاڑھی اُس کی مٹی پر رکھی ہُوئی تھی سو اُن لوگوں نے اُس سے کہا اُس کی بابت جو حال تھا تو ابراہیمؒ نے کہا کہ میں نے کہا شاید تمہیں افطاری کا کھانا نہیں ملا تو تم سو رہے اُس پر سب نے کہا دیکھو ہم نے کس طرح اُس کے ساتھ معاملہ کیا اور وہ ہم سے کیسا معاملہ کرتا ہے۔

اور اُن کے ادب سے ہے کہ پکارنے کے وقت یہ نہ کہیں کہ کہاں تک اور کس واسطے اور کس سبب سے۔ بعضے علماء نے کہا ہے کہ جب کوئی اپنے یار سے کہے کہ ہمارے ساتھ چلو اور وہ کہے کہاں تک تو اُس کے ساتھ مت جاؤ۔ اور ایک دوسرے عالم نے کہا کہ جس نے بھائی سے کہا اپنے مال سے تو مجھے دے اور اُس نے کہا کہ کس قدر تُو چاہتا ہے تو تو وہ حق برادری پر نہیں کھڑا ہُوا اور ایک شاعر نے خوب کہا ہے ؎

لا یسئلون اخاھم حین یندبھم   للنائبات علی ما قال برھانا

ترجمہ فی الشعر:

مانگتے ہرگز نہیں برہان اسکے قول پر   جبکہ کوئی اُنکا بھائی پہونچے آفت کہے

اور اُن کا ادب ہے کہ بھائیوں کے لئے تکلیف نہیں کرتے۔

روایت ہے کہ جب ابو حیفص عراق میں آئے اور جنید نے اُن کے لئے طرح طرح

کا تکلف کھانے کی چیزوں میں کیا تو اُس کو اُبو حفص نے بُرا جانا اور کہا میرے لوگ یار مخنثوں کے مثل بنائے گئے کہ اُن کے لئے رنگا رنگ مرتب اور پیش کئے جاتے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک فتوت ترک تکلف ہے اور ما حضر کا پیش کرنا ہے اس واسطے کہ تکلف سے اکثر اوقات مہمان کی جدائی اختیار کی جاتی ہے اور ترک تکلف میں مہمان کا رہنا اور جانا برابر ہے اور اُن کا ادب صحبت میں مدارات اور ترک نفاق اور کذب کا ہے۔ اور مدارات مشتبہ بہ مداہنت و نفاق ہے اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ مدارات وہ چیز ہے کہ جس سے تُو اپنے بھائی کی صلاح چاہے اس امید سے کہ اُس کی بہتری ہو اور تو اُسے برداشت کرے اُس کی جو تجھے مکروہ معلوم ہو اور مداہنت وہ جس سے تیرا ارادہ کسی شئے کا ہویٰ سے ہو خواہ کسی مردے کے لینے کے لئے ہو یا کسی جاہ کے قائم کرنے کے لئے ہو۔

اور اُن کے ادب سے صحبت میں رعایت اعتدال کی قبض اور بسط کے درمیان ہے۔ شافعی علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ آپ نے کہا انقباض لوگوں سے اُن کی عداوت کو حاصل کرتی ہے اور اُن کے ساتھ انبساط کرنا بدہم نشینوں کو کھینچتی ہے تو منقبض اور منبسط کے بین بین رہو۔ اور اُن کے ادب سے بھائیوں کا ستر عورت کرنا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اپنے یاروں سے کہ تم کیا کرتے ہو جب تم اپنے کسی بھائی کو سوتا ہُوا پاؤ کہ اُس کا کپڑا ہوا نے کھول دیا ہو؟ اُن لوگوں نے جواب دیا کہ ہم اُسے چھپاتے اور ڈھک دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بلکہ تم اس کا کشف عورت کرتے ہو اُن لوگوں نے کہا سبحان اللہ یہ کون کرتا ہے فرمایا ایک تم میں سے ایک کلمہ اپنے بھائی کے حق میں سُنتا ہے پھر اُس پر بڑھا دیتا ہے اور اُسے بڑھا دیتا ہے اور اسے بڑھا کر اُس کو شائع اور مشتہر کرتا ہے اور اُن کے ادب سے ہے بھائی کے لئے غائبانہ آمرزش کا طلب کرنا اور اُن کے لئے اللہ تعالےٰ کے ساتھ جد و جہد کرنا تاکہ مکروہات اُن سے دُور رہوں۔

حکایت ہے کہ دو بھائی سے ایک ہویٰ میں مُبتلا ہُوا سو اپنے بھائی پر

اظہار اس کا کیا کہ میں ہویٰ میں مُبتلا ہو گیا۔ سو اگر تُو چاہے کہ میرے ساتھ اللہ تعالےٰ عقدِ محبت نہ باندھے تو پُورا کر۔ اُس نے جواب دیا کہ میں تو ایسا نہیں ہوں کہ تیری خطا کے سبب برادری کی گانٹھ کو کھول دوں اور اپنے اللہ کے درمیان عہد و پیمان کر لیا کہ وہ نہ کھائے اور نہ پئے یہاں تک کہ اُس کو اللہ تعالیٰ اُس کی ہویٰ سے بری اور تندرست کر دے اور چالیسؔ دن کچھ نہ کھایا۔ جب کبھی اُس کو اُس کی ہویٰ سے سوال کرتا تو وہ کہتا کہ نہیں زائل ہُوئے۔ ایک چلّہ کے بعد اُس نے اُسے خبر دی کہ وہ ہویٰ دُور ہو گئی۔ پھر اُس نے کھانا کھایا اور پانی پیا۔

اور اُن کے ادب سے یہ ہے کہ وہ اپنے یار کو مدارات کی طرف حاجت مند نہیں کرتے اور نہ وہ عذر خواہی کے ملتجی کرتے ہیں اور نہ یار کے لئے تکلیف کرتے ہیں جو اُس پر دشوار ہو بلکہ وہ یار کے لئے اس طرح ہوتے ہیں کہ وہ یار کی مراد کو اپنی مراد پر اختیار کرتے ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ سب دوستوں سے بدتر وہ ہے جو تجھے مدارات کا حاجت مند کرے یا عذر خواہی کا تجھے ملتجی کرے یا اُس کے لئے تو تکلف کرے۔

حضرت جعفر صادقؓ کا قول ہے کہ میرے اوپر زیادہ بھاری بھائیوں میں سے وہ ہے جو میرے لئے تکلف کرے اور اُن سے میں تحفظ اور بچاؤ کرتا ہوں اور اِن میں سب سے ہلکا میرے قلب پر وہ ہے کہ میں اُس کے ساتھ ایسا ہوں جیسا کہ اکیلا رہتا ہوں۔ پس آدابِ صحبت اور حقوق اخوت بہت کچھ ہیں اور اس میں جو حکایات ہیں اُن کا نقل کرنا طول ہے۔

اور ہر آئینہ شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمہ کی کتاب میں اس بارے میں بہت کچھ حکایتیں دیکھی ہیں کہ بے شک اُس نے اپنی کتاب میں ہر ایک بات اس میں سے ایسی لکھی ہے جو عمدہ ہے۔ اور سب کا حاصل یہ ہے کہ بندہ کے لئے یہ بات سزاوار ہے کہ وہ اپنے مولا کا ہو رہے اور جو چاہے کہ وہ اپنے مولیٰ کے واسطے چاہے نہ اپنے نفس کے لئے چاہے اور جب کسی شخص کا ساتھی ہو تو

اُس کی صحبت اُس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو اور اُس کی صحبت اللہ تعالےٰ کے لئے اختیار کرے تو ہر ایک چیز میں اُس کے لئے کوشش کرے کہ عند اللہ اُس کا قرب زیادہ ہو اور جو شخص حقوق اللہ تعالیٰ پر قائم ہو تو اللہ تعالےٰ اُس کو علم معرفت نفس نر اُس کے عیوب کا روزی فرمائے گا اور اس کو محاسن اخلاق اور محاسن آداب بتلائے گا اور اس کی توفیق دے گا کہ ادائے حقوق بصیرت کے ساتھ کرے اُس میں کُل اُس کو فقیہ پائے کہ اُس سے کوئی چھوٹ نہ جائے جس جس کی طرف اُس کو حاجت ہو خواہ اُن میں جو حقوق حق کی طرف رجوع کرے خواہ اُن میں جو حقوق خلق کی طرف عائد ہوں۔ سو جتنی تقصیریں ہیں وہ خبث نفس اور اُس کے عدم تزکیہ اور بقا صفات نفس سے پائی جاتی ہیں۔

پس اگر نفس تیرے ساتھ رہا تو وہ کبھی افراط اور کبھی تفریط سے ظلم کرے گا اور واجب سے تجاوز کر جائے گا اُن باتوں میں جو حق اور خلق کی طرف رجوع کرتی ہیں اور حکایات اور نصائح اور آداب اور اُن کا سُننا زیادہ تاثیر نفس میں نہیں کرتا اور وہ ایک کنوئیں کے مثال ہو جائے گا جس میں اوپر سے پانی الٹا جائے اور اُس میں نہ ٹھہرے اور نہ اُس سے انتفاع حاصل ہو اور جب تو زہد دنیا اور تقویٰ کو پکڑے تو اُس میں سے آب حیات اُوپر کو اُٹھے گا اور فقیہ و عالم ہو جائے گا اور حقوق کو ادا کرے گا اور واجب آداب پر قائم ہو گا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جو پاک اور بلند ہے۔

باب چھپنواں ۵۶

معرفت نفس اور اُس سے جو مکاشفاتِ صوفیہ ہوتے ہیں اُن کے بیان میں ہے

عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور وہ صادق اور مصدوق تھے کہ ہر آئینہ تم میں سے ایک کی پیدائش

اُس کی ماں کے پیٹ میں نطفہ چالیس دن جمع کرتی ہے پھر اسی طرح علقہ پھر اسی طرح وہ مضغہ ہوتا ہے۔ بعدازاں اللہ تعالےٰ اُس کی طرف چار کلمہ کے ساتھ بھیجتا ہے تب اُس کا عمل اور اجل اور رزق اور شقی یا سعید لکھا جاتا ہے اُس کے بعد اُس میں روح پھونکی جاتی ہے۔

اور ہر آئینہ ایک شخص دوزخیوں کے عمل کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان تفاوت نہیں رہتا الا بقدر ایک گز کے، پھر اُس پر کتاب یعنی نوشتہ تقدیر سبقت کرتی ہے تو وہ اہلِ بہشت کے عمل کرنے لگتا ہے اور بہشت میں داخل ہوتا ہے اور ایک شخص اہلِ جنت کے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اُس کے اور بہشت کے درمیان تفاوت نہیں رہتا الا بقدر ایک گز کے پھر اُس پر کتاب یعنی نوشتۂ تقدیر سبقت کرتا ہے اور وہ دوزخیوں کے کام کرنے لگتا ہے اور دوزخ میں داخل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرارٍ مکین۔ یعنی ہم نے پیدا کیا آدمیوں کو سنی ہوئی یعنی بجھی مٹی سے پھر رکھا ہُوا کو ایک جمے ٹھہراؤ میں یعنی مضبوط جگہ میں واسطے ٹھہرنے اُس کے اُس میں یہاں تک کہ وہ اپنی حد پایاں کو پہنچ جائے۔ بعدازاں اُس کے تقلبات اور اُلٹ پلٹ کا ذکر کر دیا۔ فرمایا: ثم انشانٰاہ خلقا آخر۔ یعنی پھر بنایا ہم نے اُس کو پیدائش دُوسری۔ بعضوں نے کہا ہے کہ یہ انشا یعنی بنانا روح کا اس میں پھونکنا ہے۔

اور تو جان لے کہ روح میں کلام کرنا سخت اور مشکل طلب ہے اور اُس سے چُپ رہنا اہلِ عقل کی راہ ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے شانِ روح کو بہت بڑا بنایا ہے اور خلق پر قلتِ علم کا فرمان لکھ دیا جیسے کہ فرمایا: وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ یعنی اور نہیں دیئے گئے ہو تم علم سے مگر تھوڑا۔ اور ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں خبر بنی آدم کے اکرام سے دی ہے اور فرمایا ولقد کرمنا بنی آدم۔ یعنی البتہ ہم نے بزرگ کیا اولاد آدمؑ کو۔

اور روایت ہے کہ ہر آئینہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم اور اُس کی

اولاد کو پیدا کیا تو فرشتوں نے کہا اے پرورد گار تُو نے اُن کو پیدا کیا جو کھائیں گے اور پئیں گے اور نکاح کریں گے تو اُن کے لئے دُنیا کر اور ہمارے لئے آخرت۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزّت اور جلال کی قسم ہے کہ میں نہیں کروں گا اس شخص کی اولاد کو جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اُس شخص کی مانند کہ جس کو میں نے کہا کہ ہو جا سو وہ ہو گیا سو باوجود اس کرامت اور اس برگزیدگی کے جو اللہ تعالیٰ نے اُس کو فرشتوں پر دی۔ جب روح سے خبر دی تو علم کے تھوڑے ہونے سے خبر دی اور فرمایا: ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی الآیہ یعنی تجھ سے حال روح کا لوگ پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تم نہیں دیئے گئے علم سے مگر قلیل۔

حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ یہود نے نبی علیہ السلام سے کہا کہ ہمیں خبر دے کہ رُوح کیا چیز ہے اور روح کیونکر عذاب دی جائے گی جو بدن کے اندر ہے اور اُس کے سوا نہیں کہ روح امرالٰہی سے اور حال یہ تھا کہ اس کے حق میں آپؐ کی طرف کچھ حکم نازل نہیں ہُوا۔ سو آپ نے اُن کو جواب نہیں دیا۔ پھر جبرئیلؑ آپؐ کے پاس یہ آیت لائے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم الٰہی اور اس کی وحی سے روح اور اس کی ماہیت کے بتلانے سے خاموش رہے اور حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معدنِ علم اور چشمۂ حکمت تھے تو کیونکر غیر کی غوص اُس میں چلے اور کس طرح اُس کی طرف اشارت کرے۔ ناچار جبکہ نفوسِ انسانیہ نے جو فضول کی طرف جھانکنے والے اور معقول کی طرف شائق اور اپنی وضع سے اُن تمام چیزوں کی طرف متحرک ہیں جس میں سکون کا اُس کو حکم دیا گیا اور اپنی حرص سے ہر ایک تحقیق اور نمائش کی طرف بڑھنے چڑھنے والے ہیں تقاضا کیا اور فکر کے سبزہ زار چراگاہ میں نظر کی عنان چھوڑ دی اور معرفت ماہیت رُوح کے گہرے پانی میں گھس گئی تو وہ آوارۂ تیہ و دشت ہو گئی اور اُن کی رائیں اور خیالات اس میں انواع واقسام کی ہو گئیں اور کوئی اختلاف اربابِ نقل و عقل کا کسی چیز میں ایسا نہیں پایا گیا جیسا کہ اُن کو اختلافِ روح کی ماہیت میں ہے۔ اور جو نفوس اپنے عجز

کے معرف ہوتے ہوئے اپنی حد پر کھڑے ہو رہے تو یہ بات اُس کے لئے بہتر اور اولیٰ ہوئی۔
رہے قول اُن لوگوں کے جو شرائع کے ساتھ معتصم نہیں تو کلام مجید اُن کے ذکر سے خالی
اور منزہ ہے اس واسطے کہ وہ ایسے اقوال ہیں جن کو عقول نے ظاہر کیا کہ وہ سیدھی راہ
سے بھٹک گئے ہیں اور فساد پر مخلوق ہیں اور اُن کو راہ پانے کا نور متابعت انبیاء
کی برکت سے نہیں پہنچا۔ سو وہ ایسے ہی ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: کانت اعینھم
فی غطاء عن ذکری و کانوا لا یستطیعون سمعًا و قالوا قلوبنا فی اکنۃ مما تدعونا الیہ
وفی اذاننا وقر ومن بیننا و بینک حجابا۔ یعنی تھیں آنکھیں اُن کی پردہ میں میرے
ذکر سے اور وہ سُننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اور کہا انھوں نے کہ دل ہمارے غلاف
ہیں اُس چیز سے کہ تم ہمیں اُس کی طرف بلاتے ہو اور کانوں میں ہمارے بوجھ ہے
اور درمیان ہمارے اور درمیان تیرے پردہ ہے

پھر ہر گاہ انبیاء سے محجوب رہے تو نہیں سُنا اور جب نہیں سُنا تو سیدھی
راہ نہ پائی تو پھر جہالتوں پر وہ مصر ہوئے اور عقلوں کے ساتھ مراد سے محجوب اور محروم
رہے۔ اور عقل ایک حجت اللہ تعالیٰ کی ہے کہ اُس سے کسی قوم کو اللہ تعالیٰ ہدایت
دیتا ہے اور کسی دوسری قوم کو اُس سے گمراہ کر دیتا ہے تو ہم اُن کے اقوال روح
کی بابت نقل نہیں کرتے اور نہ وہ اختلاف اُن کا جو اُن لوگوں نے اس میں کیا ہے
ہاں جن لوگوں نے کہ شریعت سے استناد اور اعتصام کیا ہے اور روح کے
بابت کلام کیا تو ایک گروہ اُن میں سے وہ ہے جنہوں نے استدلال اور بحث سے
کیا اور ایک گروہ وہ ہے جنہوں نے ذوق اور وجد سے کیا ہے نہ کہ استعمال فکر سے
حتیٰ کہ اس میں مشائخ صوفیہ نے بھی کلام کیا ہے اور اس سے خاموشی اولیٰ ہے۔
اور ادب نبی علیہ السلام کے ساتھ مؤدب ہونا ہے۔

اور حضرت جنیدؒ نے کہا ہے کہ روح ایک شئے ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے
اپنے علم سے برگزیدہ اور بر اختیار کیا ہے اور تعبیر اس سے جائز نہیں ہے جو موجود
سے زیادہ ہو کیونکہ صادقین کے اقوال و افعال کا پتہ مجمل بناتے ہیں اور روا ہے
کہ اس میں کلام اُن کا بمنزلۂ تاویل کے کلام اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو اور اُن آیات

منزلہ کے موافق کہ اُس کی تفسیر حرام اور تاویل اُس کی جائز ہے اس واسطے کہ تفسیر میں قول کی وسعت نہیں ہے مگر اس طرح کہ منقول ہو رہی تاویل سو اُس کی طرف عقول نے ہاتھ بڑھا کر کانوں میں ڈالے ہیں اور وہ بیان اُن باتوں کا ہے جن کا احتمال معنی آیت غیر قطعی رکھتی ہے اور جب حال ایسا ہے تو اس میں قول کے لئے ایک وجہ اور محل ہے۔

اور عبداللہ نباحی نے کہا ہے کہ روح ایک جسم ہے جو لطیف تر اس سے اور بزرگتر اس سے ہے اور موجود سے زیادہ کے ساتھ اس سے تعبیر نہیں ہوتی اور وہ اگرچہ عبارت اور تعبیر سے ممنوع ہے حکم اس پر کیا ہے کہ وہ جسم ہے تو گویا اُس سے تعبیر اُس نے کیا۔

اور ابن عطاء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو جسم سے پہلے پیدا کیا ہے اس قول الہٰی کے مطابق ولقد خلقناکم یعنی اور ہر آئینہ پیدا کیا ہم نے تم کو یعنی ارواح کو ثم صورنا کم یعنی پھر تم کو صورت دی یعنی اجساد۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ روح لطیف قائم کثیف میں ہے جیسے بصر کہ وہ لطیف قائم کثیف میں ہے اور اس قول میں بحث ہے اور بعضے علماء نے کہا ہے کہ رُوح ایک عبادت ہے اور قائم اشیاء کے ساتھ وہی حق ہے اور اس میں بھی بحث ہے مگر یہ کہ احیا کے معنی پر محمول ہو۔ اس واسطے کہ بعضے علماء نے کہا ہے کہ جلانا صفت جلانے والے کی ہے۔ جیسے پیدا کرنا پیدا کرنے والے کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: قیل الروح من امر ربی یعنی کہو رُوح میرے رب کا امر ہے اور امر اُس کا کلام اُس کا ہے اور کلام اُس کا مخلوق نہیں ہے یعنی زندہ اُس کے قول سے زندہ ہو گیا کہ زندہ ہو اور اس معنی سے روح معنی جسد میں نہیں ہوتی ہے۔

پس بعضے قول وہ ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ قائل اس کا قدم روح کا اعتقاد رکھتا ہے اور بعضے قول ایسے جو اس کی دلیل ہیں کہ وہ حدوث روح کا معتقد ہے بعد اُس کے لوگوں نے اس روح میں اختلاف کیا ہے جس کا

سوال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تھا سو ایک قوم نے کہ وہ جبریلؑ ہے۔ اور حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ وہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار منہ ہیں اور اس کے ہر ایک منہ میں ستر ہزار زبانیں ہیں اور اس کی ہر ایک زبان میں ستر ہزار لغت ہیں کہ ان سب لغات سے وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے اور ہر ایک تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے جو روز قیامت تک فرشتوں کے ساتھ اڑتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ روح ایک پیدائش ہے اللہ تعالےٰ کی پیدائش سے کہ ان کی صورتیں اولاد آدمؑ کی صورت پر ہیں اور آسمان سے کوئی فرشتہ نہیں اترتا مگر یہ کہ اس کے ساتھ ایک روح ہوتی ہے۔ اور ابو صالح کا قول ہے کہ روح انسان کی صورت کے مانند ہے اور انسان نہیں ہے۔ اور مجاہد نے کہا کہ روح بنی آدمؑ کی صورت پر ہیں ان کے ہاتھ اور پاؤں ہیں اور سر ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور وہ ملائک نہیں ہیں۔

حضرت سعید بن جبیرؓ نے کہا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے عرش کے سوا کوئی پیدائش روح سے بزرگ تر نہیں پیدا کی اور اگر وہ روح چاہے کہ ساتوں آسمانوں اور زمینوں کو ایک لقمہ میں نگل جائے تو وہ ایسا کر جائے گی اس کی پیدائش کی صورت ملائکہ کی صورت پر ہے اور اس کے منہ کی صورت آدمیوں کی صورت پر ہے کہ قیامت کے دن عرش کے داہنی طرف کھڑی ہوگی اور اس کے ساتھ ملائک ایک صف میں ہوں گے اور وہ ان میں سے ہوگی جو اہلِ توحید کے لئے شفاعت کریں گے اور اگر اس کے اور فرشتوں کے درمیان نور کا پردہ نہ ہوتا تو اہلِ آسمان اس کے نور سے جل جاتے سو یہ اقوال نہیں ہیں مگر نقلاً اور سماعاً کہ ان کہنے والوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پہنچے ہیں اور جبکہ روح جس کا سوال کیا گیا تھا اس منقول سے ہو تو وہ اس روح کے سوا ہے جو بدن میں ہے اور اس اعتبار سے گفتگو اس روح میں جاری ہوگی اور اس میں کلام ممنوع نہیں ہے۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ روح ایک لطیفہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف

سرایت اماکن مودعہ کرتا ہے کہ اس سے زیادہ اس کی تعبیر نہیں کی جاتی کہ وہ موجود دوسرے کے ایجاد سے ہے اور بعضے علماء کا قول ہے کہ رُوح کُن سے نہیں نکلی ہے اس واسطے کہ اگر وہ کُن سے نکلتی تو اُس کی مذلت ہوتی تو سوال کیا گیا کہ پھر کس چیز سے نکلی ہے؟ اس کا جواب دیا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے جمال اور جلال کے درمیان ملاحظہ اشارہ کے ساتھ نکلی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے سلام کے ساتھ اُس کو خاص کیا اور اپنے کلام سے اُس کو حیات دی پس وہ مذلت کن سے آزاد اور پاک ہے ۔

حضرت ابوسعید خراز سے لوگوں نے سوال کیا کہ آیا رُوح مخلوق ہے کہا ہاں اور اگر یہ نہ ہوتا تو ربوبیت کا اقرار نہ کرتی جیسے کہ اُس نے کہا بلیٰ اور یہ روح وہ ہے جس کے ساتھ بدن قائم ہے اور اسی کے سبب سے وہ اسم حیات کا مستحق ہُوا اور روح کے ساتھ عقل ثابت ہوئی اور رُوح سے محبت قائم ہوئی اور روح نہ ہوتی تو عقل معطل ہوتی کہ اس پر نہ حجت ہوتی اور نہ اس کے لئے حجت ہوتی ۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ جوہر مخلوق ہے اور مگر وہ سب مخلوقات سے لطیف تر اور سب جواہر سے انور اور صافی تر ہے اور اُس کے ساتھ غائب چیزیں دکھلائی دیتی ہیں اور اسی کے باعث اہلِ حقائق کو کشف ہوتا ہے اور جب رُوح مراعات سیر سے محجوب ہوتی ہے تو جوارح بے ادبی کرتے ہیں اور اسی واسطے روح تجلی اور استتار اور قابض اور نازع کے درمیان میں ہے ۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ دُنیا اور آخرت ارواح کے نزدیک برابر ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ ارواح کے بہت اقسام ہیں۔ ایک وہ ارواح ہیں کہ برزخ میں گشت اور جولان کرتے ہیں اور وہ دنیا اور ملائکہ کے احوال کو دیکھتے ہیں اور جن باتوں کا آسمان میں احوال آدمیوں سے ذکر ہوتا ہے اُس کو سنتے ہیں اور ایک وہ ارواح ہیں جو بہشت تک اُڑتی ہیں اور جہاں تک وہ چاہیں جس قدر کہ ایام حیات میں اُن کے چلنے پھرنے کی تعداد ہے ۔

حضرت سعید بن مسیبؓ نے سلمان سے روایت کی ہے کہ کہا مومنین کے ارواح زمین کے برزخ میں آسمان اور زمین کے درمیان جہاں چاہیں وہاں جاتے ہیں

یہاں تک کہ وہ اپنے بدن میں پھیری جائیں۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ جس وقت ارواح پر دوستوں میں سے کوئی میّت وارد ہو تو وہ ملاقات کرتے ہیں اور باہم بات چیت اور ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اُن کے ساتھ تعینات کئے ہیں کہ اُن پر اعمال زندہ لوگوں کے عرض کرتے ہیں یہاں تک مُردوں پر وہ چیزیں ظاہر کی جاتی ہیں جس کے ساتھ زندہ لوگوں کو دنیا میں گناہوں کے سبب عذاب کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالےٰ کی طرف اس کی مدد کرنے کو معذرت کریں گے اس واسطے کہ کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ سے محبوب تر عُذر اس کے سامنے ہو۔

اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہُوا ہے کہ دوشنبہ اور پنجشنبہ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور انبیاء اور ماں باپ کے سامنے جمعہ کے روز تو وہ اُن کے حسنات سے خوش ہوتے ہیں اور اُن کے چہرہ میں سپیدی اور روشنی بڑھ جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے مُردوں کو اذیت نہ دو۔ اور دوسری حدیث میں ہے تمہارے اعمال تمہارے کنبہ والوں اور اقارب کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں جو مر گئے ہیں۔ پھر اگر وہ عمل حسنہ ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر اس کے سوا اور کچھ ہو تو کہتے ہیں الٰہی مت اُن کو موت دے جب تک کہ تُو اُن کو ہدایت کرے جیسے کہ تُو نے ہم کو ہدایت کی ہے اور یہ اخبار اور آثار اس بات پر دال ہیں کہ ارواح اعیان ہیں جسد میں اور وہ معانی اور اعراض نہیں ہیں۔

واسطیؒ سے سوال کیا لوگوں نے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس وجہ سے تمام خلق میں حلیم تر تھے؟ کہا اس واسطے کہ آپؐ کی روح اوّل پیدا کی گئی اور پھر اُس کے لئے تمکین و استقرار کی صحبت اور معیت واقع ہوئی کہا تم نہیں دیکھتے کہ آپؐ فرمایا کرتے کہ مَیں نبی تھا اور اس وقت آدم روح اور جسد کے درمیان تھے یعنی نہ رُوح تھی اور نہ بدن تھا۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ روح نورِ عزّت سے پیدا کی گئی ہے اور ابلیس آتشِ

عزت سے اور اسی واسطے اُس نے کہا تھا کہ تُو نے مجھے آگ سے اور آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور اُس نے یہ نہ جانا کہ نور بہتر آگ سے ہے۔

پھر بعضوں نے علماء سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علم کو روح کے ساتھ مقرون کیا سو وہ اپنی لطافت کے سبب علم کے ساتھ نمو پاتی ہے جیسے کہ غذا کے ساتھ بدن نمو پاتا اور بڑھتا ہے اور یہ علم الٰہی میں ہے اس واسطے کہ خلق کا علم قلیل ہے کہ اس کو نہیں پہنچتا اور متکلمین اسلام کے نزدیک مذہب مختار یہ ہے کہ انسانیت اور حیوانیت دونوں عرض ہیں جو انسان میں پیدا ہوئے ہیں اور اُن دونوں کو موت معدوم کر دیتی ہے اور روح بعینہ حیات ہے کہ بدن اُس کے وجود سے زندہ ہوا اور قیامت میں اُن کے دوبارہ جسم میں آنے سے زندہ ہو گا۔

اور بعضے متکلمین اسلام اس طرف گئے ہیں کہ وہ جسم لطیف ہیں کہ اجسام کثیفہ کے ساتھ باہم ایسے گُھل مِل گئے ہیں جیسے پانی سبز شاخ میں گُھل مِل جاتا ہے اور یہ مذہب مختار ابوالمعالی جوینی کا ہے اور بہت سے ان میں سے اس طرف مائل ہوئے ہیں کہ وہ عرض ہے الا ان کو ان اخبار نے اِس طرف سے پھیر دیا جو دلالت اس پر کرتے ہیں کہ وہ جسم ہے اس وجہ سے کہ اُس کے حق میں چڑھتے اور اُترنے اور برزخ میں چلنے پھرنے سے وارد ہُوا ہے۔

پس اس طرح وصف اُس کا کیا گیا کہ وہ دلیل اُس کے جسم ہونے کی ہیں اس واسطے کہ عرض اوصاف کے ساتھ موصوف نہیں ہوتا کیونکہ وصف ایک معنی ہے اور معنی قائم معنی کے ساتھ نہیں ہوتا۔

اور بعضے علماء نے یہ اختیار کیا ہے کہ وہ عرض ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا اُن سے پوچھا کہ روحیں کہاں جاتی ہیں جبکہ بدن سے علیحدہ ہوتی ہیں ؟ آپ نے فرمایا کہ چراغ کی روشنی کہاں جاتی ہے جبکہ تیل ہو چکتا ہے۔ پھر اس سے سوال کیا گیا کہ جسم کہاں چلے جاتے ہیں جبکہ وہ پرانے ہو جاتے ہیں۔ کہا اُن کا گوشت کہاں جاتا ہے جبکہ وہ بیمار پڑتا ہے۔ اور جو لوگ علوم مردودہ مذمومہ کے ساتھ متہم اور اسلام سے منسوب

ہیں اُن میں سے بعضوں کا قول ہے کہ رُوح بدن سے جدا ہو کر جسم لطیف میں جاتی ہے اور اُن میں بعضوں نے کہا کہ جب وہ بدن سے مفارقت کرتی ہے تو اس کے ساتھ قوت وہمیہ قوت نطقیہ کے توسط سے حلول کرتی ہے تو اُس وقت وہ معانی اور محسوسات کے دیکھنے والی ہوتی ہے۔ اس واسطے کہ مفارقت کے وقت بدن کی ہئیت سے اُس کا تجرد غیر ممکن ہے اور وہ موت کے وقت سے واقف ہے اور موت کے بعد نفس اُس کا خالی قبر میں مدفون ہے اور جن چیزوں کا حیات میں اُس کو اعتقاد تھا اُن کو تصوّر کرتی ہے اور قبر میں اُن کا ثواب اور عقاب معلوم ہوتا ہے۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ سب مقولات میں سے اسلم اور محفوظ یہ ہے کہ کہا جائے کہ روح ایک شئے مخلوق ہے کہ عادتِ الٰہی اُس پر جاری ہے کہ وہ بدن کو زندہ رکھتی ہے جب تک کہ اُس سے متصل ہے اور وہ بدن سے اشرف ہے۔ بدن کی مفارقت سے موت کا ذائقہ پاتی ہے جس طرح کہ بدن اس کی مفارقت سے موت کا مزہ پاتا ہے اور حال یہ ہے کہ کیفیت اور ماہیّت میں عقل ایسی ہی اندھی اور چوندھیائی ہو جاتی ہے جیسے کہ نظر آفتاب کی شعاع میں خیرہ ہو جاتی ہے اور جبکہ متکلمین نے دیکھا کہ اُن سے کہا جاتا ہے کہ موجودات کا اس میں انحصار ہے یعنی قدیم اور جسم و جوہر اور عرض پھر روح ان میں سے کیا ہے تو ایک گروہ نے اختیار کیا کہ وہ عرض ہے اور ایک گروہ نے کہا کہ وہ جسم لطیف ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور ایک گروہ کا مختار یہ ہے کہ وہ قدیم ہے اس واسطے کہ وہ امر ہے اور امر کلام ہے اور کلام قدیم ہے۔

پس اس باب میں جس کی یہ سبیل ہے کہنے سے خاموشی کیا ہے اچھی بات ہے۔ اور شیخ ابو طالب مکیؒ کا قول جو ان کی کتاب میں ہے اس بات پر دال ہے کہ وہ شیخ اس کی طرف مائل ہے کہ ارواح اعیان جسد میں ہیں اور اسی طرح نفوس کا حال ہے۔

اس طرح کہ شیخ بیان کرتا ہے کہ روح خیر کی حرکت کرتی ہے اور اس کی

حرکت سے قلب میں ایک نُور ظاہر ہوتا ہے جس کو فرشتہ دیکھتا ہے تو وہ خیر کا اس وقت الہام کرتا ہے اور شر کیواسطے حرکت کرتی ہے اور اسکی حرکت سے قلب میں ایک تاریکی ظاہر ہوتی ہے تو اُس کی تاریکی کو شیطان دیکھتا ہے اور اس وقت وہ اغوا، اور بہکانے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جہاں کہیں مَیں نے مشائخ کے اقوال کو پایا وہ اشارہ رُوح کی طرف کرتے ہیں۔ مَیں اُس بات کو بیان اس باب میں کرتا ہوں اس بنا پر جو مَیں نے تاویل سے ذکر کی ہے نہ یہ کہ مَیں اس کو قطعی حکم کرتا ہوں اس واسطے کہ اس مسئلے میں مجھے سکوت اور امساک کی طرف میلان ہے۔ تو مَیں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ روح انسانی علوی آسمانی عالم امر سے ہے اور رُوح حیوانی کہ بشریٰ ہے عالم خلق سے ہے اور روح حیوانی بشری روح علوی کی محل اور مورد ہے اور روح حیوانی جسمانی لطیف ہے جو قوت حس و حرکت کے حامل ہے اور قلب سے اُٹھتی ہے اور یہاں قلب سے مراد وہ پارۂ گوشت ہے جس کی شکل مشہور اور بدن کے بائیں طرف رکھا ہُوا ہے اور وہ پھڑکنے والی رگوں سے سوراخوں میں پھیلتی ہے اور یہ رُوح سب حیوانات کو حاصل ہے اور اُسی سے حواس کی قوتیں اُبلتی اور بہتی ہیں اور یہ وہ ہے کہ قوام اُس کا غالبًا سنتِ الہیٰ کی اجراء سے غذا کے ساتھ ہوتا ہے اور اس میں علمِ طب کے ساتھ اعتدال مزاج اخلاط سے تصرف کیا جاتا ہے اور روح انسانی علوی جو اِس روح پر وارد ہوتی ہے تو یہ روح، رُوح حیوانی کے ہم جِنس اور روح حیوانات سے جُدا ہو گئی اور ایک صفت دوسری اس میں پیدا ہو گئی کہ وہ نفس محل نطق و الہام کی بن گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ونفس وماسواھا فالھمھا فجورھا وتقوھا۔ یعنی قسم نفس کی اور جس نے اُس کو برابر کیا پھر اُس کو الہام کیا بدکاری اُس کی کا اور پرہیزگاری اُس کی کا۔

پس اُس کا تسویہ اس طرح کیا کہ اس پر روح انسانی کو وارد کیا اور ازواج حیوانات کی جنس سے اُس کو علیحدہ کر دیا۔ پس روح علوی کہ نفس اللہ تعالےٰ کی تکوین سے پیدا ہُوا اور نفس جو کہ روح حیوانی آدمی کی ہے اس کا پیدا ہونا روح سے عالم امر میں ایسا ہی ہے جیسا کہ عالم خلق میں حوّا کا آدمؑ سے پیدا ہونا اور اُن

دونوں میں عشق اور محبّت ایسا ہی ہوگیا جیساکہ آدمؑ اور حوّاؑ میں ہوگیا تھا اور اُن دونوں میں ہر ایک کا یہ حال ہوگیا کہ اپنے ساتھی کی مفارقت سے مَرجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وجعل منہا زوجہا لیسکن الیہا یعنی بنائی اُس سے زوجہ اُس کی تاکہ وہ طرف اُس کے آرام پاوے۔ سو آدمؑ نے حوّاؑ سے سکون اور آرام پایا اور روح انسانی علوی نے روح حیوانی سے سکون حاصل کیا اور اُس کو نفس بنادیا اور روح نے جو نفس کے ساتھ سکون کیا تو قلب پیدا ہوگیا اور اس قلب سے مراد وہ لطیفہ ہے جس کا محل پارۂ گوشت ہے اور یہ پارۂ گوشت عالم خلق سے ہے اور یہ لطیفہ عالمِ امر سے ہے اور قلب کا روح اور نفس سے عالمِ امر میں پیدا ہونا ایسا ہے کہ اولاد کا آدمؑ و حوّاؑ سے عالم خلق میں پیدا ہونا اور اگر مساکنہ اور بود و باشں ان دونوں زوج میں نہ ہوتی جن میں سے ایک نفس ہے تو قلب کی پیدائش نہ ہوتی سو قلوب میں سے ایک قلب باپ کی طرف جو روح علوی ہے تانک جھانک کرنے والا اور شدّت سے اُس کی طرف مائل ہے اور پھر وہ قلب مؤید ہے جس کا ذکر جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس حدیث میں کیا ہے کہ اس کو حذیفہؓ نے روایت کیا فرمایا کہ قلوب صنعت میں چار ہیں۔ ایک قلب وہ ہے کہ مثل زمین کے پاک ہو جس میں کوئی نبات اور سبزہ نہ ہو بجز اس کے کہ اس میں ایک چراغ روشن ہے تو یہ قلب مومن کا ہے، اور ایک قلب سیاہ اُلٹا ہے اور یہ قلب کافر کا ہے اور ایک قلب لپٹا ہُوا اپنے غلاف میں ہے سو یہ قلب منافق کا ہے اور ایک قلب مصفح اور پہلو دار ہے جس میں ایمان اور نفاق ہو۔

پس ایمان کی مثل اُس میں مثل ساگ کے ہے جس میں پاک پانی جمع ہوا اور مثل نفاق کی اُس میں مثل گھاؤ کی ہے جس میں ریم اور زرداب جمع ہو سو جو مادہ اُن دونوں میں سے غالب اس پر ہو اُسی کے ساتھ حکم اُس پر کیا جائے گا اور قلب معکوس اپنی ماں کی طرف جو نفس امارہ ہے جھکتا ہے اور قلوب میں سے ایک قلب ہے جو اُس کی طرف میل کرنے میں متردد ہے اور میل قلب کے موافق اُس کا حکم سعادت اور شقاوت سے ہوتا ہے اور عقل روح علوی کا جوہر اور اُس کی زبان ہے۔

اور وہ روح علوی پر راہنما ہے اور اُس کی تدبیر قلب مؤید اور نفس زکی مطمئنہ کے لئے مثل اُس تدبیر کے ہے جو باپ کہ نیک اولاد کے لئے اور شوہر زوجۂ صالحہ کے لئے کرتا ہے اور اُس کی تدبیر قلب واژون اور نفس امّارہ کے لئے مثل اُس تدبیر کے ہے جو باپ اولاد سرکش کے لئے اور شوہر بُری زوجہ کے لئے کرتا ہے۔ پس قلب ایک وجہ سے انکار رکھتا ہے اور اُس سے مُنہ پھیرتا ہے اور دوسری وجہ سے اُن دونوں کی تدبیر کی طرف منجذب اور کشیدہ ہوتا ہے اس واسطے کہ ان دونوں سے کوئی چارہ اُس کو نہیں ہے۔

اور قول قائلین کا اور اُن کا اختلاف محل عقل کا دماغ ہے اور بعض کے نزدیک محل اُس کا قلب ہے۔ یہ کلام اُن کا ہے جو اُس کی حقیقت کے ادراک سے قاصر ہیں اور اُن کا اختلاف اِس باب میں اس سبب سے ہے کہ ایک طرح پر استقرار عقل نہیں ہے۔ کبھی وہ منجذب نیکی کی طرف اور کبھی سرکشی کی طرف ہے اور قلب اور دماغ کے لئے نسبت نیک اور سرکش کی طرف ہے۔ پھر جس وقت تدبیر سرکش میں دیکھی گئی تو کہہ دیا کہ مسکن اُس کا دماغ ہے اور جب تدبیر نیک میں دیکھی گئی تو کہہ دیا کہ مسکن اُس کا قلب ہے اور روح علوی اس قصد اور کوشش میں رہتی ہے کہ اپنے مولا کی طرف آرزومندی اور مہربانی اور اکوان سے ایک ہو کر ترقی کرے اور اکوان اور موجودات میں قلب بھی ہے اور نفس بھی ہے۔

پس جبکہ روح ترقی کرتی ہے تو قلب اُس کی طرف آرزومندی کرتا ہے اُس قسم کی جو ایک پسر نیک مہربان کو اپنے باپ کی طرف ہوتی ہے اور نفس مشتاق قلب کا جو اُس کا بیٹا ہے اس طرح ہوتا ہے جیسے کہ والدہ اپنے بیٹے کے مشتاق ہوتی ہے اور جبکہ نفس مشتاق ہوتا ہے تو وہ زمین سے اُونچا ہوتا ہے اور اُس کی رگیں عالم سفلی میں کوندنے والی ایک سو اور الگ ہو جاتی ہیں اور اُس کی ہوا کا بساط لپیٹا جاتا ہے اور مادہ اُس کا قطع ہوتا ہے اور رغبت دُنیا سے جاتی رہتی ہے اور دھوکے کی جگہ سے دُور ہو جاتا ہے اور عالم جاودانی کی طرف رجوع ہوتا ہے اور کبھی نفس جو کہ والدہ ہے اپنی وضع جبلی

سے زمین کی طرف رجوع کرتا ہے اس واسطے کہ وہ روح حیوانی مجنس سے پیدا ہُوا ہے اور طبائع یعنی ارکان عالم سفلی کی طرف اُس کے میلان کی نسبت اور استناد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولو شئنا لرفعناہ بہا ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ھواہ۔ یعنی اور اگر ہم چاہتے تو ہم اُس کو اُٹھا لیتے ساتھ اُس کے لیکن وہ طرف زمین کے ٹھہرا اور اپنی خواہش کی تابعداری کی۔ پھر جس وقت کہ نفس زمین کی طرف ٹھہر گیا جو مادر ہے تو اس کی طرف قلب معکوس ایسا منجذب ہو جیسا کہ لڑکا جو بہت مائل والدہ کجرو ناقص کی طرف ہو جو والد کامل مستقیم کی طرف نہ جھکے اور روح بیٹے کی طرف جو قلب ہے منجذب ہوتی ہے اُس خلقی سیرت کے سبب جو والد کو اپنے بیٹے کی طرف انجذاب ہوتا ہے، پھر اُس وہ تخلف اس حقیقت قیام بحق ہونے سے کرتا ہے اور دونوں انجذاب میں حکم سعادت اور شقاوت کا ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تقدیر اللہ تعالیٰ عزیز علیم کی ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار میں وارد ہُوا ہے کہ اُس نے اپنے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام سے پُوچھا کہ موضع عقل تجھ سے کہاں ہے کہا قلب اس واسطے کہ وہ قالب رُوح ہے اور رُوح قالب حیات ہے۔ اور ابو سعید قرشی کا قول ہے کہ رُوح دو رُوحیں ہیں روح حیات اور روح ممات۔ تو جب وہ دونوں جمع ہو جائیں تو جسم عقل ہوتا ہے اور روح ممات وہ ہے کہ جب وہ جسد سے نکل جائے تو زندہ مُردہ ہوتا جاتا ہے اور روح حیات وہ ہے جس سے مجاری انفاس اور قوت اکل و شرب وغیرہما ہیں۔

اور بعضے علماء نے کہا ہے کہ روح ایک نسیم طیب ہے کہ اُس سے حیات ہے اور نفس گرم ہَوا ہے کہ اُس سے حرکات مذموم اور شہوات ہوتے ہیں اور محاورہ میں کہا جاتا ہے کہ فلاں گرم سر ہے اور جس فصل کو ہم نے بیان کیا ہے اس میں ماہیت نفس سے آگاہی ہوتی ہے اور اشارۂ مشائخ ماہیت نفس میں اُن چیزوں کی طرف جو اُس کے آثار سے ظاہر ہوتے ہیں یعنی افعال قبیحہ اور اخلاقِ مذمومہ اور وہ ایسے ہیں جن کا علاج اُن کے ازالہ اور تبدیل کا حسن

ریاضت سے کیا جاتا ہے اور افعال ردی رذائل اور اخلاق ردی مبدل ہو جاتے ہیں۔ حضرت سعید ابن ابی ہلال رضؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی یہ آیت پڑھتے: قد افلح من زکٰھا۔ تو آپ ٹھہرتے اور کہتے: اللھم آت نفسی تقوٰھا انت ولیھا ومولٰھا و زکٰھا انت خیر من زکٰھا۔ یعنی اے بارخدا دے میرے نفس کو اُس کا تقویٰ کہ تو اس کا ولی ہے اور مولا اُس کا اور اُس کو پاک کر کہ تو بہتر ہے اُس سے کہ جو اُس کو پاک کرے۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ نفس لطیفہ ہے جو قالب میں رکھا گیا ہے اُسی سے اخلاق اور صفات مذمومہ ہیں جیسا کہ روح ایک لطیفہ ہے جو قلب میں رکھا گیا ہے اس سے اخلاق اور صفات محمودہ ہیں جس طرح کہ آنکھ دیکھنے کی جگہ اور کان سننے کی جگہ اور ناک سونگھنے کی جگہ اور منہ چکھنے کی جگہ ہے۔ اسی طرح نفس اوصاف مذمومہ کی جگہ اور روح اوصاف محمودہ کی جگہ ہے۔ اور نفس کے تمام اخلاق اور صفات دو اصل سے ہیں ایک طیش اور دوم شرّ اور طیش یعنی سبکساری اُس کی اس کے جہل سے ہے اور شر اُس کا اُس کے حرص سے اور نفس کی تشبیہ طیش میں ایک گول کرہ کے ساتھ دی گئی ہے جو ایک مکان صاف ہموار ہو کہ اپنی جبلت اور وضع کے سبب ہمیشہ متحرک رہتا ہے اور نفس اپنے حرص میں پروانہ سے تشبیہ دیا گیا ہے جو اپنے تئیں چراغ کی روشنی پر ڈالتا ہے اور تھوڑی روشنی پر قناعت نہیں کرتا ہے بغیر اس کے کہ روشنی کے جرم پر جس میں اُس کی موت ہے ٹوٹ کر گر پڑے سو طیش سے جلدی اور کم صبری موجود ہوتی ہے اور صبر جوہر عقل ہے اور طیش صفت نفس کی ہے اور اُس کے ہوئے اور راحت کے اوپر غالب نہیں آتا مگر صبر اس واسطے کہ عقل ہوئے کی بیخ کنی کرتی ہے اور شرہ سے طمع اور حرص ظاہر ہوتی ہے اور یہ دونوں وہ صفت ہیں جو آدمؑ میں ظاہر ہوئیں جبکہ اُس نے خلود میں طمع کی اور درخت کے کھانے پر حرص کی اور صفات نفس کے لئے اصول اُس کی پیدائش کے اصل سے ہیں اس واسطے کہ وہ مٹی سے مخلوق ہے اور اُس کے لئے اُس کے موافق وصف ہے۔

آور بعضوں نے کہا ہے کہ ضعف کا وصف آدمی میں تراب یعنی خاک سے ہے اور بخل کا وصف اس میں طینِ یعنی گل سے ہے اور شہوت کا وصف اُس میں حماءِ مسنون یعنی سڑی ہوئی چکنی مٹی سے ہے اور جہل کا وصف اُس میں صلصال یعنی کھنکھناتی مٹی سے ہے۔ آور بعضوں نے کہا ہے کہ قولِ الٰہی جو کالفخار ہے سو یہ وصف اُس میں کچھ شیطنت سے ہے اس واسطے کہ آگ فخار یعنی سفال میں ہوتی ہے سو اس سے مکر اور حیلہ اور حسد ہے۔

پس جس شخص نے نفس کے اصول اور اُس کی شرطیں جان لیں تو وہ سمجھ گیا کہ اُس کو ان چیزوں پر کوئی قدرت نہیں ہے مگر وہ مدد اُس کے بتانے والے اور پیدا کرنے والے سے طلب کرنے سو عبد انسانیت کے ساتھ متحقق نہیں ہوتا۔ مگر بعد ازاں کہ حیوانیت جو اُس میں ہے اُس کے داعیوں اور خواہشوں کا علاج علم اور عدل سے کرے اور وہ رعایت دونوں طرف افراط اور تفریط کی ہے۔ اس کے بعد انسانیت اور معنی انسانیت اُس کی اُس کے ساتھ قوی ہوتے ہیں اور صفت شیطنت کہ جو اُس میں ہیں اور اخلاق مذمومہ کو ادراک کرے اور کمال انسانیت کو جانے اور علم و عدل اُس کے متقاضی ہوں کہ اپنے نفس کے لئے اس پر راضی نہ ہو ازاں بعد اُس کو وہ اخلاق منکشف ہوتے ہیں جن کے ساتھ تنازع ربوبیت کا کبر و غرور اور خود بینی اور عجب وغیرہ سے کرتا ہے اور پھر وہ دیکھتا ہے کہ بندگی خالص اس میں ہے کہ ربوبیت کی منازعت کو ترک کرے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام قدیم میں نفس کا ذکر تین اوصاف سے کیا ہے۔ طمانینت کے ساتھ فرمایا: یا ایتہا النفس المطمئنۃ اور اُس کا لوامہ نام رکھا فرمایا: ولا اقسم بالنفس اللوامہ اور امارہ سے موسوم کیا۔ فرمایا: ان النفس لامارۃٌ بالسوء اور حالانکہ وہ ایک ہی نفس ہے اور اُس کے صفات متغائر اور جداگانہ ہیں۔ پھر جس وقت کہ قلب سکینہ یعنی آرام اور آہستگی سے مملو ہُوا تو نفس کو خلعت طمانینت اور دیا گیا اس واسطے کہ سکینہ میں مزید ایمان ہے اور اس میں قلب کی ترقی مقام روح تک ہے اس وجہ سے کہ حظ یقین اس

کو عطا کیا گیا اور جب قلب محل روح کی طرف متوجہ ہُوا تو نفس محل قلب کی طرف متوجہ ہُوا اور اُس میں اس کی طمانینت ہے اور جب وہ اپنی جبلی قرارگاہ اور اپنی طبعی خواہشوں سے اکھڑ کر مقر طمانینت کو دیکھتا ہُوا چلا تو لوامہ ہے اس واسطے کہ وہ اپنے نفس پر ملامت کے ساتھ رجوع ہُوا کیونکہ طمانینت کے محل کا اُسے معائنہ اور اُس کا علم ہوگیا اور نیز اپنی کشش کو دیکھا اور جانا اپنے اس محل کی طرف جس میں وہ امارہ بالسوء یعنی بُرائی کا حکم دینے والا تھا اور جب وہ اپنے محل پر ٹھہرا تو نورِ علم و معرفت اُس کو نہیں ڈھکتا تو پھر اپنی حکمت سے بدی کا فرمان وہ ہوتا ہے۔

پس نفس اور روح کا باہم مقابلہ ہوتا ہے سو کبھی قلب کی مالک و داعی روح ہوتی ہے اور کبھی مقتضیات نفس اس کے قابض ہو جاتے ہیں اور لطیفہ سر کا سو اُس کی طرف قوم صوفیہ نے اشارہ کیا ہے اور قوم کے کلام میں دیکھا ہے کہ بعض نے اُن میں سے سر کو قلب کے بعد اور رُوح کے قبل رکھا ہے اور بعض نے اُس کو روح کے بعد اور اس سے اعلیٰ اور الطف گردانا ہے اور وہ اُس کے قائل کئے ہُوئے ہیں کہ سر محل مشاہدہ ہے اور روح محل محبت ہے اور قلب محل معرفت ہے اور سر جس کی طرف قوم نے اشارہ کیا کلام اللہ میں اُس کا ذکر نہیں ہے۔ اور کلام اللہ میں جس کا ذکر ہے وہ روح ہے اور نفس اور انواع اُس کے صفات کے ہیں اور فواد ہے اور عقل ہے اور ہم نے کہیں کلام اللہ تعالےٰ میں ذکر سر کا اُس معنی کے ساتھ نہیں پایا جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور جو قول اس میں اُس کے اندر ہم نے اختلاف دیکھا اور ایک قوم نے جس کا اشارہ کیا ہے کہ سر کم درجہ روح سے ہے اور ایک قوم نے کہ وہ روح سے لطیف تر ہے۔ سو ہم کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے کہ وہ چیز جس کا نام سر رکھا کوئی شئے مستقل بنفسہ نہیں ہے جس کا وجود اور ذات روح اور نفس کی مثال ہو اور اسی قدر ہے کہ جب نفس صافی اور پاک ہُوا تو رُوح ظلمت نفس کی قید سے آزاد ہوگئی اور مقاماتِ قرب کی طرف اُس نے عروج شروع کیا اور اُس وقت قلب رُوح کی

طرف جھانکتا تاکتا ہُوا اپنی جگہ اور قرار گاہ سے اُکھڑا اور ایک وصف زائد اپنے وصف پر حاصل کیا اور اس وصف کے پانے والوں پر قلب کے لئے ایک طرہ اور ہُوا۔ اس واسطے کہ اُس کو قلب سے صافی تر دیکھا اور اُس کا نام سر رکھا اور ہر گاہ قلب کے لئے ایک وصف بالاتر اُس کے وصف پر حاصل ہُوا اس سبب سے کہ رُوح کی طرف اُس کی نگاہ لگی ہوئی ہے تو روح نے ایک وصف زائد اپنے عروج میں حاصل کیا اور اُس کے پانے والوں کی رُوح پر ایک طرہ ادا ہُوا تو اُس کا نام سر رکھا اور جس کو قوم نے یہ گمان کیا کہ لطیف تر رُوح سے ہے وہ رُوح ہے ایک ایسے وصف کے ساتھ متصف ہے جو خاص تر اُس سے ہے جو اُنہوں نے مقرر و معہود کی ہے اور جس چیز کو سر قبل الروح کے ساتھ موسوم کیا وہ قلب ہے کہ وصف غیر معہود کے ساتھ موصوف ہو گیا اور ایسی ایسی ترقی میں روح اور قلب کے نفس کو ترقی محل قلب تک ہوتی ہے اور اپنے وصف کی کینچلی ڈال دیتا ہے پھر وہ نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے کہ پیشتر سے زیادہ مرادات قلب چاہتا ہے۔ اس واسطے کہ قلب ایسا ہو گیا کہ ارادہ اُس چیز کا کرتا ہے جس کو اُس کا مولا ارادہ کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ حول اور قوت اور ارادہ اور اختیار سے بے زار ہو گیا اور اس وقت خالص عبودیت کا مزہ چکھے گا اس واسطے کہ وہ اپنی ارادت اور اختیارات سے آزاد ہو گیا۔

اور عقل زبان روح کی اور ترجمان بصیرت کی ہے اور بصیرت روح کے لئے قلب کے مثال اور عقل زبان کے موافق ہے۔

اور ہر آئینہ حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہُوا ہے کہ آپ نے فرمایا اول سب چیزوں سے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں عقل ہے۔ پھر اُسے کہا کہ آگے آ تو وہ آگے آئی۔ پھر اُسے فرمایا کہ اُلٹی پھر جا تو وہ اُلٹی پھر گئی۔ بعد ازاں فرمایا اُسے کہ بیٹھ جا وہ بیٹھ گئی۔ ازاں بعد اُسے کہا کہ بول تو وہ بول اُٹھی۔ بعد ازاں فرمایا کہ چپ ہو تو وہ چُپ ہو گئی۔ اس پر فرمایا کہ مجھے اپنی عزت اور جلال اور عظمت اور کبریا اور سلطان و جبروت کی قسم ہے کہ

مَیں نے کوئی خلق نہیں پیدا کی جو تجھ سے زیادہ مجھے محبوب ہو اور نہ تجھ سے بڑھ کر کوئی میرے نزدیک مکرم ہے تجھ سے ہی مَیں پہچانا جاؤں گا اور تیرے ساتھ مَیں حمد کیا جاؤں گا اور تیرے ساتھ اطاعت کیا جاؤں گا اور تیرے ساتھ لوں گا اور تیرے ساتھ عطا کروں گا اور تجھ ہی پر عتاب اور تیرے لئے ثواب اور تیرے ہی اوپر عذاب کروں گا۔ اور مَیں نے کسی چیز کے ساتھ جو صبر سے افضل ہوا اکرام تیرا نہیں کیا۔

اور حضرت نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کسی ایک شخص کا سلام تم کو خوش نہ کرے یہاں تک کہ تم جانو اس چیز کو کہ جس نے اُس کی عقل کو گرہ بند کیا ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مَیں نے کہا کیا آدمی اپنے اعمال کی جزا نہ پائیں گے تو فرمایا اے عائشہؓ نہیں عمل طاقتِ الٰہی میں مگر وہ شخص کہ ہر آئینہ وہ صاحب عقل ہو۔

پس اپنی عقول کے موافق آدمی عمل کرتے ہیں اور اپنے اعمال کے مقدار پر اُن کو جزا ملتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک ایک شخص مسجد کو جاتا ہے اور پھر نماز پڑھتا ہے اور اس کی نماز مچھر کے پَر کے برابر نہیں ہوتی ایک شخص مسجد میں آتا ہے نماز پڑھتا ہے اور اُسکی نماز کوہ اُحد کے برابر ہوتی ہے جبکہ وہ عقلاً دونوں میں احسن ہو لوگوں نے پوچھا کہ عقلاً کیونکر دونوں میں احسن ہو؟ فرمایا کہ پارسا تر محارم الٰہی سے اور حریص تر اسبابِ خیر پر دونوں میں ہو اولا اگرچہ عمل اور نوافل میں کمتر ہو۔

اور حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے عقل کو اپنے بندوں میں تقسیم جدا جدا کیا اس واسطے کہ دو آدمی کے عمل اور نیکی و روزہ و نماز برابر ہوتے ہیں مگر وہ دونوں عقل میں متفاوت ہیں جس قدر ایک ذرہ کو اُحد کے مقابل ہو۔

اور حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ کہا مَیں ستر کتاب میں پاتا ہوں کہ تمام جس قدر کہ سب آدمیوں کو شروع دُنیا سے اخیر تک عقل دی گئی ہے وہ مقابل عقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسی ہے جیسی صورت ایک ذرہ ریگ

کی جو دُنیا کے تمام ریگ کے درمیان ہو۔

اور لوگوں نے عقل کی ماہیت میں اختلاف کیا ہے اور اُس میں کلام پڑھتا ہے اور ہم اقوال کا نقل کرنا نہیں اختیار کرتے اور نہ یہ ہماری غرض ہے سو قوم نے کہا ہے کہ عقل علوم سے ہے اس واسطے کہ تمام علوم سے جو خالی ہو عقل کے ساتھ موصوف نہیں ہوتا اور عقل تمام علوم سے نہیں ہے اس واسطے کہ بڑے علوم سے جو خالی ہو وہ عقل سے موصوف ہوتا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ وہ علوم نظریئے سے نہیں ہے۔ اس واسطے کہ ابتدائے نظر کی شرط سے کمال عقل مقدم ہے تو وہ اس وقت علوم ضروری بدیہی سے ہوا اور نہ وہ تمام ضروری ہے اس واسطے کہ مختل الحواس عاقل ہے اور حالانکہ علوم ضروریہ کے بعض مدارک اُس میں نہیں ہیں۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ عقل اقسام علوم سے نہیں ہے اس واسطے کہ اگر اُن میں سے ہوتی تو یہ حکم واجب ہوتا کہ جو شخص کہ ذکر استحالہ اور جوانہ سے غافل ہے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں عاقل کو کہ اکثر اوقات غافل ہوتا ہے اور علماء نے کہا ہے کہ یہ عقل ایک صفت ہے جس کے ساتھ دریافت علوم کے لئے مہیا ہوتا ہے۔

اور حراث بن اسد محاسبی سے جو ایک شیخ اجل ہے منقول ہے کہ عقل سرشت اور طبیعت ہے جس سے دریافت علوم کے لئے آدمی مہیّا ہوتا ہے اور اس بناء پر وہ بات ثابت ہوتی ہے جس کو اوّل ذکر عقل میں ذکر کیا ہے کہ وہ زبان رُوح ہے اس واسطے کہ روح امر اللہ ہے اور وہ متحمل اُس امانت کی ہے جس کے اُٹھانے سے آسمانوں اور زمینوں نے انکار کیا ہے اور اُسی سے نور عقل اُبلتا اور رہتا ہے اور نور عقل میں علوم متشکل اور متصوّر ہوتے ہیں۔

پس عقل علوم کے لئے بمنزلۂ لوح مکتوب کے ہے اور وہ اپنی صفت سے کبھی منکوس اور سرنگوں ہے کہ نفس کی طرف جھانکتی ہے اور کبھی راست قائم ہے سو جو شخص کہ اُس میں عقل اُلٹی سرنگوں نفس کی طرف جھانکتی ہے اور کبھی راست پراگندہ کر دیتی ہے اور حسن اعتدال اس کے سبب معدوم کرتا ہے اور راہِ راست نہیں پاتا اور جو شخص جس میں عقل قائم اور مستقیم ہوئی تو عقل تائید اس بصیرت سے

کرتی ہے جو روح کے لئے مثل قلب کے ہے اور مکون آفریدگار کی طرف سیدھا راستہ پاتا ہے۔ بعدازاں خالق سے مخلوق کو پہچانتا ہے اس کیفیت سے کہ اقسام معرفت کو مکون اور کون سے پورا کرتا ہے تو یہ عقل عقلِ ہدایت ہے۔ پھر جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا اقبال کسی ایک امر میں چاہا اُسی طرح اُس کو راہنما ہوئی کہ اقبال اُس کے سامنے کرے اور جس چیز کو کہ اللہ تعالیٰ نے مکروہ کیا تو اُس سے پیٹھ پھیرنے پر راہنما ہوئی۔ پھر وہ ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی چاہی ہوئی باتوں کا اتباع کرے گا اور اُس کے غضب کی باتوں سے پرہیز کرے گا اور جب تک عقل مستقیم ہوگی اور بصیرت کے ساتھ تائید کرے گی راہنمائی اُس کی رشد اور سیدھی راہ پر ہوگی اور گمراہی سے اُس کو باز رکھے گی۔

بعضے علماء نے کہا ہے کہ عقل دو قسم کی ہے ایک قسم وہ ہے کہ اُس سے اپنے دُنیا کے امر کو دیکھتا ہے۔ اور ایک قسم وہ ہے کہ اُس سے اپنے امر آخرت کو دیکھتا ہے۔ اور مذکور ہے کہ عقلِ اول نُور روح سے ہے اور عقل ثانی نور ہدایت سے سو عقل اول تمام اولاد آدمؑ میں موجود ہے اور عقلِ ثانی موحدین میں موجود ہے اور مشرکین سے مفقود ہے۔

اور کہتے ہیں کہ عقل کو عقل اس واسطے کہتے ہیں کہ جہل ظلمت اور تاریکی ہے سو جب نُور اس ظلمت میں اُس کی بینائی پر غالب ہوگا ظلمت جاتی رہے گی پھر وہ دیکھے گا اور جہل کے لئے اشکل ہو جائے گا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ عقل ایمان جو ہے اُس کا مسکن قلب میں ہے اور محل اُس کے عمل کا سینہ میں دل کے دونوں آنکھ کے بیچ میں ہے اور ہم نے جس کو ذکر کیا ہے کہ عقل زبان روح ہے اور وہ عقل واحد ہے دو قسم کی نہیں ہے لیکن جبکہ وہ قائم اور سیدھی ہو تو بصیرت کے ساتھ تائید پاتی ہے اور معتدل ہو جاتی ہے اور اشیاء کو اُن کے مواضع پر رکھتی ہے اور یہ عقل وہی عقل ہے جو نورِ شرع سے روشنی لینے والی ہے اس واسطے کہ شرع حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ پر وارد ہوتی ہے اور یہ اس واسطے ہے کہ آپؐ کی روح کو حضرت الوہیت سے قُرب ہے اور مکاشفہ اُس کی بصیرت کا جو

رُوح کو ہے قدرتِ الٰہی اور اُس کی آیات سے بمنزلہ قلب کے ہے اور اُس کی عقل کی استقامت تائید بصیرت کے ساتھ ہے۔

پس بصیرت اُس علوم کی محیط ہے جن کو عقل بالاستیعاب حاصل کرتی ہے اور اُن علوم کے جن کے استیعاب سے عقل کا ٹپکہ تنگ ہے اس واسطے کہ بصیرت استمداد اُن کلمات اللہ سے کرتی ہے کہ اُن کے تمام ہونے سے پہلے دریا کے دریا تمام ہو جاتے ہیں۔ اور عقل ترجمانِ دل ہے کہ بصیرت کا ایک حصّہ اُس کی طرف پہنچاتی ہے جس طرح کہ قلب بعضی چیزیں اپنے میں کی زبان تک پہنچاتا ہے اور اُن میں سے بعضی چیزیں زبان کے سوا کو اپنے واسطے اختیار اور پسند کر لیتا ہے اور اسی بات کے سبب جو شخص کہ صرف عقل پر ٹھہرا اور جم گیا بغیر اس کے کہ نور شرع سے اُس نے روشنی حاصل کی ہو تو علوم کائنات ملک سے بہرہ مند ہوا اور ملک ظاہر کائنات ہے اور جس کسی نے نور شرع سے اپنی عقل کو روشن کیا تو وہ بصیرت سے مؤید ہُوا اور ملکوت پر مطلع ہُوا اور ملکوت باطن کائنات ہے جس کے مکاشفہ سے ارباب بصائر و عقول مختص ہیں نہ وہ لوگ جو بصیرت بغیر محض عقول پر جمے ہوئے ہیں۔

اور پھر آئینہ بعض علماء نے کہا ہے کہ عقل دو ہیں ایک عقل ہدایت کی کہ قلب میں اُس کا مسکن ہے اور یہ اہلِ ایمان صاحبِ یقین کے حصّہ میں ہے اور سینہ میں دل کے دونوں آنکھوں کے بیچ میں اُس کا مقامِ عمل ہے اور دوسری عقل کا دماغ میں مسکن ہے اور اُس کا مقام عمل سینہ میں دل کے دونوں آنکھوں کے بیچ میں ہے تو پہلی عقل سے امر آخرت کی تدبیر کرتا ہے اور دوسری عقل سے امر دُنیا کی تدبیر کرتا ہے اور جس کو ہم نے بیان کیا ہے کہ وہ عقلِ واحد ہے جب وہ بصیرتوں سے تائید یافتہ ہوتی ہے تو دونوں امر کی تدبیر کرتی ہے اور جب وہ تنہا ہوئی ایک امر کی تدبیر کرتی ہے اور وہ واضح تر اور روشن تر ہے۔ اور ہم نے شروع باب میں اُس کی تدبیر سے جو نفسِ مطمئنہ اور امارہ کے لئے ہے وہ بات ذکر کر دی ہے جس کے باعث انسان اس امر سے آگاہ ہو جاتا ہے کہ وہ عقل واحد ہے کبھی بصیرت کے ساتھ مؤید ہے اور کبھی اپنے وصف کے ساتھ متفرد ہے اور اللہ تعالیٰ صواب کا ملہم ہے۔

باب ستاونواں ۵۷

خطروں کی شناخت اور اُن کی تفصیل اور تمیز میں ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی آدم میں کچھ شیطان کا اور کسی قدر فرشتہ کا حصّہ ہے سو شیطان کا حصّہ یہ ہے کہ وہ شر کا وعدہ کرتا ہے اور حق کو جھٹلاتا ہے اور فرشتہ کا یہ حصّہ ہے کہ وہ خیر کا وعدہ اور حق کی تصدیق کرتا ہے سو جس شخص نے اُس کو پایا تو اُس کو جاننا چاہیئے کہ یہ منجانب اللہ ہے پھر اُس کو شکر الٰہی ادا کرنا چاہیئے اور جس نے دوسرے حصّہ کو پایا تو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شیطان سے پناہ مانگے۔ ازاں بعد آپؐ نے یہ آیت پڑھی :- الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء ۔ یعنی شیطان تم سے فقر اور محتاجی کا وعدہ کرتا ہے اور تم کو بُرے کاموں کے لئے حکم کرتا ہے اور ان دونوں حصّوں کی شناخت اور تمیز خواطر کی طرف وہی شخص جھانک تاک رکھتا ہے جو طالب مرید ہو اُس کی طرف ایسا آرزومند ہوتا ہے جیسا کہ پیاسا پانی کی طرف گردن اُونچی کر کے دیکھتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اس کی لڑائی اور خطرہ اور فلاح اور صلاح و فساد سے واقف ہے اور یہ شخص ایک ایسا بندہ ہوتا ہے کہ صفائی یقین اور عطیۂ اہلِ یقین کی بہرہ مندی سے مقصود و مراد ہے اور زیادہ اس کا نظارہ مقربین کے لئے ہے۔ اور جن لوگوں نے مقربین کی راہ چلنی شروع کی ہے اور جو کہ ابرار کی راہ چلنے لگے ہیں کبھی کبھی اس کی طرف کسی قدر دیکھتے ہیں اس واسطے کہ تشوق اور آنکھ اُٹھا اُٹھا کر اُس کی طرف دیکھنا اسی قدر ہوتا ہے جس قدر ہمت اور طلب اور ارادہ اور حظ منجانب اللہ کریم ہوتا ہے اور جو کوئی عام مومنین اور مسلمین کے مقام پر ہو اور وہ شناخت یقین کی نہیں جھانکتا اور نہ وہ خطرات کی تمیز کا اہتمام کرتا ہے۔

اور خواطر سے بعضے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قاصد بندہ کی طرف ہیں جیسے کہ بعض مومنین نے کہا ہے کہ میرے واسطے ایک قلب ہے اگر میں اُس کی نافرمانی کروں

اور یہ حال اُس بندہ کا ہے جس کا قلب مستقیم ہو گیا ہے اور قلب کی استقامت نفس کی طمانینت کے سبب ہے اور نفس کی طمانینت میں شیطان کی یاس ہے اس واسطے کہ نفس جب کبھی جنبش کرتا ہے تو قلب کی صفائی میں کدورت آ جاتی ہے اور جب قلب مکدر ہو تو شیطان کو طمع ہوئی اور اُس سے قریب ہو گیا اس واسطے کہ قلب کی صفائی تذکرہ اور رعایت سے محصور ہے اور ذکر کے لئے ایک نُور ہے کہ اُس سے شیطان پرہیز ایسا ہی کرتا ہے کہ جیسے ہم میں سے کوئی دوزخ سے بچتا ہے۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ ہر آئینہ شیطان بنی آدمؑ کے قلب پر سینہ رکھے ہُوئے ہے پھر جبکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو وہ مُنہ پھیر لیتا ہے اور پیچھے کو ہٹتا ہے اور جس وقت وہ غافل ہوتا ہے اُس کے قلب کو لقمہ بنا لیتا ہے۔ پھر اُس سے باتیں کرتا اور آرزومند بناتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطانا فھو لہ قرین۔ یعنی جو کوئی خداوند رحمٰن سے مُنہ پھیرے تو ہم اُس پر شیطان مقرر کریں اور وہ واسطے اُس کے ہمنشین ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون۔ یعنی تحقیق وہ لوگ کہ ڈرتے ہیں جس وقت اُن کو چھوئے پھیری والا شیطان سے تو وہ ذکر کرتے ہیں۔ پس اچانک وہ دیکھنے والے ہو جاتے ہیں۔ تو تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ خالص ذکر کا وجود ہے اور اسی سے ذکر کا دروازہ کُھلتا ہے اور ہمیشہ بندہ پرہیز کرتا ہے تاکہ مکروہات سے اعضاء اور جوارح بچے رہیں۔ بعد ازاں فضول اور غیر مقصود باتوں سے اُن کو محفوظ رکھتا ہے۔ پھر اس کے اقوال اور افعال ضرورتاً ہوں گے۔ ازاں بعد اُس کا تقویٰ باطن کی طرف منتقل ہوتا ہے اور باطن پاک ہو جاتا ہے اور مکروہات سے نگاہ رکھتا ہے۔ بعد ازاں فضولیات سے حتیٰ کہ حدیث نفس سے مصئون رہتا ہے۔

حضرت سہلؒ بن عبداللہ نے کہا ہے گناہوں میں سب سے بدتر حدیث نفس ہے اور حدیث نفس کی سماعت کو گناہ سمجھا جاتا ہے اور اُس سے پرہیز کرتا ہے اور جب ذکر سے یہ اتقا ہوگا تو قلب اُس وقت روشن اس طرح ہوگا کہ آسمان

کے بیچ میں ستارے چمکتے ہیں اور قلب ایک آسمان محفوظ ہو جائے گا جو ذکر کے ستاروں سے مزین ہوگا اور جب ایسا ہوگا تو شیطان کو دُوری ہو گی اور ایسے بندہ کے حق میں خواطر شیطانی اور اُس کے نوازل اور واردات کمتر ہوں گے اور خطراتِ نفسانی اُس کے لئے البتہ رہیں گے اور اُسے احتیاج اُس کی ہوگی کہ اُن سے پرہیز اور اُن کو علم سے تمیز کرے اس واسطے کہ بعضے اُن میں سے خواطر ہیں جن کا اجرا نقصان نہیں پہنچاتا جیسے کہ نفس کے تقاضے اپنی حاجات کے لئے ہوتے ہیں اور اس کی حاجتیں حقوق اور حظوظ کے اندر تقسیم ہوتی ہیں اور اس وقت تمیز متعین ہوتی ہے اور نفس پر اتہام مطالبات حظوظ سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: اے ایمان والو اگر آوے تمہارے پاس فاسق خبر لے کر تو تم تحقیق کر لو یعنی ثابت رہو۔ اور اس آیت کے نزول کا سبب ولید بن عقبہ ہے جبکہ اُس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بنی مصطلق کے پاس بھیجا تھا سو اُن پر جھوٹ بہتان لگایا اور اُن کو کفر و عصیان سے منسوب کیا یہاں تک کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی بُرائی کا ارادہ کر لیا۔ ازاں بعد خالد کو اُن کے پاس بھیجا تو اُس نے مغرب اور عشاء کی اذان سُنی اور وہ باتیں دیکھیں جو ولید بن عقبہ کے جھُوٹ طوفان پر دلالت کرتی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ پس ظاہر آیت اور سبب اُس کے نزول کا ظاہر ہے اور یہ ماجرا منجانب اللہ اُس کے بندوں کو تنبیہ کا باعث ہو گیا کہ ثابت و قرار امور پر کریں۔

اس آیت میں سہل نے کہا ہے کہ فاسق کے معنی بڑا جھوٹا اور جھُوٹ نفس کی صفت ہے اس واسطے کہ بہت چیزیں یاد سے لکھتا اور آراستہ کرتا ہے جو اپنے حقائق پر نہیں ہوتیں سو اُن کے مخطور ہونے اور اُن کے القا کے وقت ثبات و استقرار متعین ہو جاتا ہے۔ سو بندہ مخطرۂ نفس کو ایک خبر گردان لیتا ہے جو موجب ثبات و استقرار کے ہوتے ہیں اور طبیعت اُس کو لغزش میں نہیں ڈالتی اور نہ ہویٰ اُس میں عجلت کرتی ہے۔ اور ہر آئینہ بعضے علماء سے صوفیاء نے کہا ہے کہ ادنیٰ ادب یہ ہے کہ جہل کے وقت تُو متوقف ہو۔ اور آخر ادب یہ ہے کہ

شُبہ کے وقت ٹھہرے اور شُبہ کے وقت ادب سے یہ ہے کہ خاطر کو محرک نفس اور آفریدگار اور یاری اور پیدا کرنے والے کے ساتھ اُٹھا رہے اور فقر و فاقہ کا اظہار اُس کے سامنے اور جہل کا اعتراف اور معرفت اور معونت کی طلب اُس سے کرے اس واسطے کہ جب وہ اس ادب کو کام میں لائے گا تو اُس کی فریادسنی جائے گی اور اُس کی مدد کی جائے گی۔ اور اُس پر یہ بات کُھل جائے گی کہ آیا یہ خطرہ طلب حظ نفس کے لئے ہے یا طلب حق کے لئے۔ پھر اگر حق کے لئے ہو تو اُس کو رواں کرے اور جو حظ کے لئے ہو تو اُس کو دُور کرے اور یہ توقف اُس وقت ہے کہ اس کو ظاہر علم سے نہ کھلے اس واسطے کہ باطن علم کی احتیاج اُسی وقت ہوتی ہے جبکہ ظاہر علم میں دلیل ہاتھ نہ آوے۔ ازاں بعد بعضے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اُس کی صحبت میں وسعت اُس کے سوا نہیں ہوتی مگر یہ کہ حق پر بجز حظ کے ٹھہرے اور جو خاطر حظ کا امضا اور اجرا کرے تو یہ اُس کے حال کا گُناہ ہے اور اس سے استغفار کرنا ہے جس طرح کہ گناہوں سے وہ مغفرت چاہتا ہے۔ اور بعضے آدمی ایسے ہوتے ہیں جو حظ اُٹھانے میں داخل ہوتے ہیں اور اُس کے خطرہ کو جاری اس سبب سے کرتے ہیں کہ منجانب اللہ تعالیٰ اُن کو مزید علم ہوتا ہے اور وہ علم وسعت ایسے بندہ کے لئے حاصل ہوتا ہے جس کو وسعت میں اذن ہوتا ہے اور اذن کا عام ہے سو وہ خطرۂ حظ کو امضا کرتا ہے اور شخص مراد اُس کے ساتھ بُنیا اپنے امر کلیے جس کے ساتھ اُس کو بخوبی کرتا ہے اور اُس کے لائق وہ ہے جو عالم اُس کی زیادتی اور نقصان کا عالم اپنے حال کا اور علم حال اور علم قیام کا پکا مضبوط ہو کہ اُس کے حال پر دوسرے کو قیاس نہ کیا جائے گا۔ اور نہ اس میں کوئی تقلید سے داخل ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ وہ ایک امر خاص ہے۔

اور جب اُس بندہ کی یہ شان ہو کہ خطرات نفسانی کی تمیز اس مقام میں کرے جہاں نوازل شیطانی سے آزاد ہو تو خواطر حق اور خواطر ملکی اس کے پاس کثرت سے ہوتے ہیں اور چار خواطر اُس کے حق میں تین ہو جاتے ہیں اور خطرۂ شیطانی ساقط ہو جاتا ہے مگر شاذ و نادر اس واسطے کہ نفس سے اُس کا مکان تنگ

ہے اس واسطے کہ اتباع نفس کے طریق سے شیطان داخل ہوتا ہے اور نفس کا اتباع اس سبب سے ہوتا ہے کہ ہویٰ کا اتباع کرے اور زمین میں رہے اور جس نے حق اور حظ میں تمیز کرنے کے لئے نفس پر تنگ ورزی کی تو نفس اُس کا تنگ ہوگا اور شیطان کا محل ساقط اور دُور ہو جائے گا مگر شاذ اور نادر اس واسطے کہ آزمائش اس کے اُوپر داخل ہوتی ہے اس کے بعد جو لوگ کہ مرادیں اور مقام مقربین کے متعلقین ہیں ان میں سے بعضے وہ ہیں کہ جب اُن کا قلب آسمان مزین بزینت انجم ذکر ہو گیا تو اُس کا قلب آسمانی ہو جاتا ہے کہ اپنے باطن اور معنی حقیقت کے ساتھ ترقی اور عروج طبقات آسمانی میں کرتا چلا جاتا ہے اور جس قدر قلب ترقی کرے نفس مطمئنہ زاد و نزار ہو اور اُس کے خطرات دُور ہوں حتیٰ کہ اپنے عروجِ باطن سے آسمانوں سے تجاوز کر جاتا ہے۔

جس طرح کہ یہ مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو اپنے ظاہر اور قالب سے حاصل تھا اور جبکہ عروج کمال کو پہنچا تو اُس سے خطرات نفس منقطع ہو جاتے ہیں اس واسطے کہ وہ انوار قرب میں مستور ہوتا ہے اور نفس اس سے دُور ہو جاتا ہے اور اس وقت خواطر حق بھی اُس سے منقطع ہو جاتے ہیں اس واسطے کہ خاطر رسولؑ ہیں اور رسالت دور کے لئے ہوتی ہے اور یہ قریب ہے اور جس حالت کا ہم نے وصف کیا ہے خود بخود ہی تنزل کرتی جاتی ہے اور دوام اُس کو نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے ہبوط اور تنزل میں مطالبات نفس اور اُس کے درجوں تک پلٹ جاتا ہے اور پھر خواطر حق اور خواطر ملکی اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور یہ اس واسطے ہے کہ خواطر وجود کو چاہتے ہیں اور جو حالت کہ اُس کی طرف ہم نے اشارہ کیا تھا وہ اور حال ہے اور اُس میں کوئی خاطر نہیں ہے اور خاطر حق مکان قرب کی وجہ سے دُور ہو گئی اور خاطر نفس اس واسطے دُور ہو گئی کہ نفس تو خود دُور ہو گیا اور خاطر اُس سے بچھڑ جاتی ہے جیسے کہ جبرئیل شب معراج میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بچھڑ گئے۔ چنانچہ کہا کہ اگر میں اُنگلی بھر نزدیک ہو تو میں جل جاؤں۔ محمد بن علی ترمذی نے کہا ہے کہ محدث اور متکلم دونوں جبکہ اپنے اپنے

درجہ میں ثابت اور متحقق ہو جاتے ہیں تو حدیث نفس سے نہیں ڈرتے ہیں سو جس طرح سے کہ نبوت القائے شیطان سے محفوظ ہے اسی طرح مکالمہ اور محادثہ کا محل القائے نفس اور اُس کے فتنہ سے محفوظ اور حق وسکینہ کے ساتھ قرین ہے اس واسطے کہ سکینہ متکلم اور محدث کا اُس کے نفس کے ساتھ حجاب ہے۔

اور شیخ ابو محمد بن عبداللہ بصری سے بصرہ کے مقام میں مَیں نے سُنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ خاطر چار ہیں ایک خاطر من النفس اور ایک خاطر من الحق اور ایک خاطر من الشیطان اور ایک خاطر من الملک۔ سو جو کہ خاطر من النفس ہے وہ زمین یعنی تحتِ قلوب سے محسوس ہوتی ہے اور جو من الحق ہے وہ فوق قلب سے ہے اور جو خاطر من الملک ہے تو وہ قلب کے دستِ راست سے ہے اور جو کہ من الشیطان ہے وہ قلب کے دستِ چپ سے ہے اور جو بات اُس نے بیان کی ہے اُس بندہ کے لئے صحیح ہے جس نے اپنے نفس کو تقویٰ اور زہد سے گلا دیا ہے اور وجود اُس کا صافی اور ظاہر و باطن اُس کا مستقیم ہو تو اُس کا دل ایک جلا دیے آئینہ کے مثال ہے کہ اُس کے کسی طرف سے شیطان نہیں آتا مگر یہ کہ وہ اُسے دیکھ لیتا ہے اور جبکہ قلب سیاہ ہو گیا اور زنگ اُس پر چڑھ گیا تو وہ شیطان کو نہیں دیکھتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نشان اُس کے قلب میں گڑتا ہے پھر اگر اس کو کھینچ لے اور توبہ و استغفار کرے تو اُس کا دل صاف اور صقیل ہو جائے اور اگر پھر گناہ کرے تو اس میں زیادتی ہو حتیٰ کہ اُس کے دل پر وہ نقطہ سیاہ گھیر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کلا بل ران علیٰ قلوبھم ما کانوا یکسبون۔ یعنی یوں نہیں بلکہ جڑا گیا اُن کے دلوں پر اس چیز سے کہ وہ تھے کماتے۔

بعضے عارفین سے مَیں نے سُنا ہے کہ وہ ایک بار بات کہتا تھا جو اُسے کشف ہوئی تھی اور کہا کہ جو حدیث انسان کے باطن میں ہے اور جو خیال کہ اُس میں عارض ہو اور دل اور صفائی ذکر میں مقام کرے وہ دل سے ہے نہ

نفس سے اور یہ خلاف اُس کے ہے جو کہ مقرر ہو چکی ہے۔ سو میں نے اُس کا سوال
اُس سے کیا۔ پس اُس نے بیان کیا کہ قلب اور نفس کے درمیان قریب کی نرم
باتیں ہیں اور بات چیت اور تالف و تودد ہے اور جب کبھی نفس کسی چیز میں اپنے
ہوئی کے سبب قول و فعل سے کہتا ہے تو قلب پر اُس کا اثر اس سے پڑتا ہے اور وہ مکدر
ہوتا ہے اور جبکہ بندہ مطالبات نفس کے مواقع سے پلٹتا ہے اور عود کرتا ہے اور اللہ
کے واسطے اپنے ذکر اور محل مناجات و خدمت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو قلب نفس سے
عتاب اور خطاب کے ساتھ پیش آتا ہے اور نفس سے کچھ کچھ اُس کے فعل اور قول
کا تذکرہ کرتا ہے جیسے کہ نفس پر کوئی ملامت کرے اور اُس پر عتاب اُس سے کرے سو
ہر گاہ کہ خاطر اول فعل اور اُس کا آغاز ہے تو اس کی معرفت بندہ کا ضروری کام ہے
اس واسطے کہ افعال جتنے ہیں سب خواطر سے پیدا ہوتے ہیں یہاں تک کہ بعضے علماء
اس طرف گئے ہیں کہ علم معروض اُس کی طلب ہے اس واسطے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے طلب کرنا علم کا فرض سب مسلمانوں پر ہے وہ علم خواطر ہے کہا
سبب اس کا یہ ہے کہ وہ اوّل فعل ہے اور اُس کے فساد سے فساد فعل ہے اور
مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ یہ قول توجہ کے قابل نہیں ہے اس واسطے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سب مسلمانوں پر واجب کر دیا ہے اور سب مسلمان ایسے
صاحب طبیعت اور معرفت نہیں ہیں کہ علم کے سبب خواطر کو پہچانیں مگر طالب جانتا ہے
کہ خواطر تخم کے مثال ہیں سو اُن میں سے بعض وہ ہیں جو تخم سعادت ہیں اور بعضے وہ
ہیں جو شقاوت کے تخم ہیں۔

اور خواطر کی اشتباہ کا سبب چار چیزوں میں سے ایک ہو گا کہ اُس کا پانچواں
نہیں ہے یا تو ضعفِ یقین ہے یا علم کی قلت نفس کے صفات اور اخلاق کی معرفت
میں ہے یا کہ ہوئے کی متابعت تقویٰ کے قواعد نورانی سے ہے یا کہ دُنیا کی محبت
اُس کے جاہ و مال کی اور رفعت و منزلت کی خواہش خلق اللہ کے نزدیک ہے سو
جو کوئی ان چار چیزوں سے بچا رہا تو وہ فرشتہ اور شیطان کے نوازلہ اور لغزش
میں تمیز کرے گا اور جو اُن میں مبتلا ہو گیا نہ اُس کو جانے گا اور نہ اُس کو طلب کریگا۔

اور بعضے خواطر کا ظاہر ہونا اور بعضے کا نہ ظاہر ہونا اس وجہ سے ہے کہ ان چاروں اسباب سے بعضے موجود ہوتے ہیں اور بعضے نہیں ہوتے اور تمیز خواطر میں جو زیادہ تر راست اور درست ہو اُس کی معرفت مشکل سے حاصل ہوتی ہے اور اُس کا میسّر آنا نزدیک نہیں ہے الا بعد اُس کے کہ زہد و تقویٰ میں درجۂ غایت کو پہنچا ہو۔

اور مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ جس کا لقمہ حرام کا ہو وہ الہام اور وسوسے میں فرق نہیں کر سکتا۔ اور ابو علی دقاق کا قول ہے کہ جن کی قوت معلوم و معین ہو وہ الہام اور وسوسہ میں فرق نہیں کر سکتا۔ اور یہ قول علی الاطلاق صحیح نہیں ہے مگر ایک قید کے ساتھ اور وہ یہ ہے کہ بعض معلوم سے وہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ایک بندہ کے لئے مقسوم کیا کہ اذن سے اُس کے حاصل کر لینے میں سبقت کرتا ہے اور اُس کو کھاتا پیتا ہے اور ایسا رزق معلوم تمیز خواطر کا حجاب نہیں ہوتا اور یہ اسی کے حق میں کہا جاتا ہے جو رزق معلوم میں اس کے اختیار و ایثار سے رد آتا ہے اس واسطے کہ اپنے اختیار کے موضع سے محتجب ہوتا ہے اور جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے اُس کے ارادہ سے علیحدہ شخص علیحدہ ہے اس واسطے کہ معلوم اُس کا حجاب نہیں ہوتا اور رہا جس نفسانی اور وسوسۂ شیطانی کے درمیان فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ نفس خواہش اور الحاح کرتا ہے اور وہ برابر رہتا ہے یہاں تک کہ اپنی مراد کو پہنچ جائے اور شیطان جب ایک گناہ کی طرف بلاتا ہے اور اُس کی اجابت نہ ہوئی تو وہ دوسرا وسوسہ دیتا ہے اس واسطے اُس کی غرض کسی تخصیص میں نہیں ہے بلکہ اُس کی مراد فقط اغوا ہے خواہ کسی طرح ممکن ہو اور مشائخ نے دو خاطر میں کلام کیا ہے جبکہ وہ دونوں من الحق ہوں کہ اُن دونوں میں سے کس کا اتباع کیا جائے۔

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ خاطر اول کا اس واسطے کہ جب وہ باقی رہا تو اہلِ خاطر تامل کی طرف راجع ہوگا اور یہ شرط علم ہے۔

اور ابن عطا کا قول ہے کہ دوسرا خاطر زیادہ قوی ہے اس واسطے کہ وہ قوت میں اوّل سے زیادہ ہے۔

اور ابو عبداللہ بن خفیف نے کہا ہے کہ وہ دونوں برابر ہیں اس واسطے کہ وہ

دونوں خاطر من الحق ہیں۔ پس اُن میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہے۔
صوفیہ نے کہا ہے کہ واردات خواطر سے عام تر ہے اس واسطے کہ خواطر مختص ایک قسم کے خطاب یا مطالبہ سے ہیں اور واردات کبھی خواطر ہوتے ہیں اور کبھی وارد سرور اور وارد حزن اور وارد قبض اور وارد بسط ہوتے ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ خاطر حق کا اقبال نور توحید سے کیا جاتا ہے اور خاطر ملک کا نور معرفت سے اور نور ایمان سے نفس باز رکھا جائے اور نور اسلام سے اور دشمن یعنی ابلیس کی خاطر رد کی جاتی ہے اور جو شخص حقائق زہد کے ادراک سے قاصر رہے اور خواطر کی تمیز کرنے کی طرف تاک لگائے تو پہلے خاطر کا وزن شرع کی ترازو میں کرے۔ سو جو چیز اس میں سے نفل یا فرض ہو اس کا امضا اور اجراء کرے اور جو اُس میں سے حرام یا مکروہ ہو اُس کی نفی کرے۔ پھر اگر دو خاطر نظر علم میں برابر پلہ کے ہوں تو جو اُن میں سے مخالفت ہوئ نفس کے قریب تر ہو اُس کا نفاذ کرے اس واسطے کہ نفس کی ہوئ اُن دونوں میں سے ایک میں بھی کبھی مخفی ہوتی ہے اور غالب شان نفس سے کجروی اور ادنیٰ کی طرف میلان ہوتا ہے اور کبھی خاطر نشاط نفس سے نازل ہوتی ہے اور بندہ کا یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ جنبش دل سے ہے اور کبھی قلب سے نفس کے ساتھ سکون کرنے سے نفاق پیدا ہوتا ہے کہ بعضے ان میں سے کہتے ہیں بیس برس کا عرصہ ہوا کہ ایک ساعت میرا قلب نفس کے ساتھ سکون پذیر نہیں ہوا سو نفس کے ساتھ سکون قلب سے ایسے خواطر ظاہر ہوتے ہیں جو مشتبہ بخواطر حق ضعیف العلم پر ہوتے ہیں اسی واسطے نفاق قلب کو اور اُن خواطر کو جو اُس سے پیدا ہوتے ہیں نہیں پاتے اور نہیں جانتے ہیں الا وہی علماء جو راسخ فی العلم ہیں اور اکثر جو وقتیں کہ اہل دل پر اور اُن لوگوں پر جو یقین اور بیداری اور حال سے بہرہ مند ہیں نازل ہوتی ہیں اس قبیل سے ہیں۔
اور سبب اس کا یہ ہے کہ اُن کو نفس اور قلب کا علم کم ہے اور ہوئ کا ایک حصہ ان میں باقی ہے اور بندہ کو سزاوار ہے کہ اس بات کو قطعی جانے کہ جب تک تصرف اُس پر ہوئ کا باقی ہے اگرچہ وہ باریک اور قلیل ہو پھر بھی بقیہ اشتباہ خواطر کا اُس کے

موافق رہتا ہے ۔ ازاں بعد کبھی کبھی تمیز خواطر میں وہ شخص جو کم علم ہو غلطی کرتا ہے اور اُس کا مواخذہ اُس پر نہیں ہوتا جب تک کہ شرع سے اُس پر مطالبہ نہ ہو اور کبھی اُس کے ساتھ یعنی غلطی کرنے والے سے مسامحت اور درگزر نہیں کی جاتی اس وجہ سے کہ اُن پر خفائے باریک کا تمیز میں کشف ہُوا اور باوجود علم کے اُن لوگوں نے پھر استعجال اور قلت تبثت کی ۔

اور بعضے علماء نے ذکر کیا ہے کہ حصۂ ملک اور حصۂ شیطان نفس اور روح کی حرکت سے پائے گئے ہیں اور ہر آئینہ جب نفس جنبش کرتا ہے تو اُس کے جوہر سے ایک ظلمت گر پڑتی ہے جو قلب میں بڑے ارادہ کا نقطہ اور نشان پیدا کرتا ہے سو شیطان قلب کو دیکھتا ہے اور اغواء و وسوسہ سے اقبال کرتا ہے اور مذکور ہے کہ نفس کی حرکت یا تو ہوئی ہوتی ہے اور وہ حظ نفس دُنیاوی ہے یا امنیۃ یعنی آرزو و مراد ہے اور وہ جہل غریزی اور جبلی ہے یا حرکت اور سکون کا دعویٰ اور وہ آفت عقل اور محنت قلب ہے اور یہ تین وارد نہیں ہوتے مگر تین سے یعنی جہل سے یا غفلت سے یا طلب فضول سے یہ ان تینوں میں سے وہ چیز نہیں ہے جس کی نفی واجب ہے جو خلافِ امر یا مطابق نہی کے ہو اور ان ہی میں سے وہ بھی ہے ۔ کہ نفی اُس کی فضیلت ہے جبکہ وہ مباحات کے ساتھ وارد ہُوا اور بعضوں نے ذکر کیا ہے کہ جب روح حرکت کرتی ہے تو اُس کے جوہر سے ایک نور ساطع گرتا ہے جس سے ایک ہمت عالیہ قلب میں ظاہر ہوتی ہے جو تین معانی سے ایک وہ ہوتی ہے جس سے ایک ہمت عالیہ قلب میں ظاہر ہوتی ہے ایک فضل جس کے طرف مدعو ہو یا مباح جس کی طرف اُس کی اصلاح راجع ہو ۔ اور یہ کلام اس پر دال ہے کہ روح اور نفس کی دو حرکتیں موجب دونوں لمہ اور نازل کے ہیں ۔

اور میرے نزدیک آئندہ خدائے تعالیٰ دانا تر ہے کہ دونوں تو ازل روح و نفس کی حرکت پر متقدم ہیں سو روح کی حرکت لمۂ ملک سے ہے اور ہمت عالیہ حرکت رُوح سے اور یہ حرکت جو روح کی ہے وہ لمہ ملک کی برکت سے ہے اور نفس کی حرکت لمہ شیطان سے اور نفس کی حرکت سے ہمیشہ دبتی ہے اور وہ لمحہ

شیطان کی شامت سے ہے تو جب دو لمحہ وارد ہوتے ہیں تو دو حرکت ظاہر ہوتی ہیں اور اُس سے سر عطا اور ابتلا کا بخشندہ کریم اور آزمایندہ حکیم سے ظاہر ہوتا ہے اور کبھی یہ دونوں لمحۂ متدارک علی سبیل البدل ہوتے ہیں اور اُن میں سے ایک کا اثر دوسرے سے مٹ جاتا ہے اور جو شخص کہ بیدار صاحب فطانت ہے اُس پر باب انس فی ذاتہ اُن آثار کے وجود کے دیکھنے سے مفتوح ہوتا ہے اور ہمیشہ اپنے حال کا تلاشی اور دونوں لمحوں کا ناظر رہتا ہے۔

اور بعضوں نے ذکر کیا ہے کہ پانچواں خاطر بھی ہے اور وہ خاطر عقل ہے جو چاروں خواطر کے درمیان متوسط ہے اور نفس اور دشمن یعنی شیطان کے درمیان رہتی ہے تاکہ تمیز موجود رہے اور بندہ پر حجت کا اثبات ہوتا ہے کہ بندہ وجود عقل کے ساتھ کسی شئے میں داخل ہو اس واسطے کہ اگر عقل جاتی رہے تو عقاب اور عتاب ساقط ہو جائے اور وہ کبھی مُلک اور روح کے ساتھ بھی ہوتی ہے تاکہ فعل آزادانہ واقع اور ثواب کا مستوجب ہو۔

اور چھٹی خاطر بھی مذکور ہے اور وہ خاطر یقین ہے اور وہ روح ایمان اور مزید علم ہے اور بعید نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ چھٹی خاطر جو خاطر یقین ہے اُس کا حاصل اُسی کی طرف راجع ہے جو خاطر حق سے وارد ہوتی ہے اور خاطر اصل کی اصل کبھی خاطر ملک سے ہوتی ہے اور کبھی خاطر نفس سے اور عقل سے کوئی خاطر مستقل نہیں ہے۔ اس واسطے کہ عقل جیسا کہ ہم نے ذکر کیا سرشت ہے جس کے ساتھ ادراک علوم کے لئے آمادہ ہوتا ہے اور اُسی کے ساتھ کبھی دواعی نفس اور کبھی دواعی ملک اور کبھی دواعی روح اور کبھی دواعی شیطان کی طرف کھینچنے کو آمادہ ہوتا ہے سو اس بنا پر خاطریں چار سے زیادہ نہیں ہوتیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لمحہ کے سوا نہیں ذکر کیا اور یہ دو لمہ ہی اصل ہیں اور دوسرے دو خاطر اُن پر متفرع ہوئی ہیں اس واسطے کہ لمحہ ملک جب رُوح کو حرکت دیتا ہے اور روح ہمت صالحہ سے جنبش میں آتی ہے تو وہ اپنے اہتزاز سے کہ ہمت صالحہ کے ساتھ ہوتا ہے خطا پر قریب کے نزدیک ہوتی ہے اور اُس وقت خواطر من الحق اُس پر وارد

ہوتے ہیں اور قرب کے ساتھ متحقق ہُوا تو فنا کے ساتھ متحقق ہو گا اور تب خواطر ربانیہ کے ساتھ قیام و ثبوت اُس کو ہو گا جیسا کہ پہلے ہم نے اُس کے موضع قرب کے لئے بیان کیا ہے سو خواطر حق کی اصل لمہ ملک ہے اور لمہ شیطان جب نفس کو حرکت دیتا ہے تو اپنے مرکز کی طرف سرشت اور طبع سے میل کرتا ہے اور اس سے اس حرکت کے سبب ایسے خواطر ظاہر ہوتے ہیں جو اس کی سرشت اور طبیعت اور ہوا کے لئے مناسب اور موافق ہوں تو خواطر نفس نتیجہ لمہ شیطان ہے۔ پس ان کی اصل دو لمہ ہیں اور دوسرے دو لمہ اُس سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور خواطر یقین اور عمل اُن دونوں میں مندرج ہیں۔ واللہ اعلم ٭

باب اٹھاونواں

حال اور مقام اور اُن دونوں کے فرق کے بیان میں ہے

حال اور مقام کے اندر اشتباہ کثرت سے ہیں اور مشائخ کے اشارات اس میں مختلف ہیں اور اشتباہ اس وجہ سے ہے کہ فی نفسہا اُن دونوں میں بہت تشابہ اور تداخل ہے۔ سو ایک شئے بعضوں کی رائے میں حال ہے اور دوسرے کے نزدیک وہ مقام ہے اور دونوں روایت صحیح ہیں۔ اس واسطے کہ ایک کا تداخل دوسرے میں موجود ہے اور ضرور ہے کہ ایک ضابطہ اور قاعدہ بیان کیا جائے جس سے دونوں میں فرق ہو جائے علاوہ اُس کے کہ لفظ اور تعبیر اُن کے فرق کو بتلاتا ہے۔ سو حال کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اُس کو تحول اور گردش ہے اور مقام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ ثابت اور مستقر رہتا ہے۔ اور کبھی ایک شئے بعینہٖ حال ہوتی ہے اور پھر وہی مقام ہو جاتی ہے جیسے کہ بندہ کے باطن سے داعیۂ محاسبہ پیدا ہُوا۔ پھر وہ داعیۂ غلبۂ صفات نفس سے زائل ہو جاتا ہے اور پھر وہ عود کرتا اور پھر وہ زائل ہو جاتا ہے اور اس طرح برابر محاسبہ

کا حال بندہ کے لئے متعاہد حال کا ہوتا ہے ۔ پھر صفات نفس کے ظہور سے وہ حال بدل جاتا ہے یہاں تک کہ خدائے کریم کی مدد اُس کا تدارک کرتی ہے اور حال محاسبہ غالب آتا ہے اور نفس مقہور ہو جاتا ہے اور محاسبہ اُس کا انضباط اور تملک کر لیتا ہے۔ پھر محاسبہ اُس بندے کا وطن اور مستقر اور مقام ہوتا ہے اور وہ مقام محاسبہ میں رہتا ہے بعد اس کے کہ اُس کا حال محاسبہ تھا ۔

بعد ازاں حال مراقبہ اُس پر نازل ہوتا ہے۔ سو جو شخص کہ محاسبہ اُس کا مقام ہو تو مراقبہ اُس کے لئے حال ہوتا ہے۔ بعد ازاں مراقبہ کا حال بدلتا رہتا ہے اس سبب سے کہ بندہ کے باطن میں سہو اور غفلت نوبت بنوبت آتے ہیں حتیٰ کہ سہو اور غفلت کا ہلکا بادل پراگندہ اور دُور ہو اور اللہ تعالےٰ اپنے بندہ کا تدارک مددگاری سے فرمائے۔ تب مراقبہ مقام ہو جاتا ہے بعد ازاں کہ وہ حال تھا اور محاسبہ کے مقام میں قرار نہیں پکڑتا مگر اُس وقت کہ حال مراقبہ کا نازل نہ ہو اور نہ وہ مراقبہ کے مقام میں قرار لیتا ہے الاجبکہ حال مشاہدہ نازل ہو۔ سو جبکہ بندہ حال مشاہدہ کے نزول سے مشرف بعطا ہوتا ہے تو مراقبہ اُس کا قرار حاصل کرتا ہے اور اُس کا مقام ہو جاتا ہے اور نازل مشاہدہ سے بھی حال ہوتا ہے جو استتار سے بدلتا ہے اور تجلی سے ظاہر ہوتا ہے۔ بعد ازاں وہ مقام ہو جاتا ہے اور آفتاب اس کا استتار کے گرہن سے چھُوٹ جاتا ہے۔ پھر مشاہدہ کے مقام میں بہت کچھ احوال اور زیادات و ترقیات ہیں جو ایک حال سے دوسرے حال تک ہوتے ہیں کہ اُس سے اعلیٰ درجہ کا ہے جیسے کہ فنا کے ساتھ متحقق ہونا اور بقاء کی طرف پہنچنا اور عین الیقین سے حق الیقین کو ترقی کرنا اور حق الیقین ایک نازل ہے جو قلب کے پردوں کو پھاڑ ڈالتا ہے اور یہ مشاہدہ کی فرع اعلیٰ درجہ کی ہے ۔

اور ہر آئینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللّٰھم انی اسالك ایمانا یباشر قلبی۔ اے بارخدا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ایمان کا کہ دل میرے میں عمل کرے ۔

حضرت سہل بن عبداللہ رضؓ نے کہا ہے کہ قلب میں دو جوف ہیں۔ ان میں سے

ایک باطن ہے اور اُس میں سمع اور بصر ہے اور وہ قلب کا قلب اور سویدا ہے اور دوسرا جوف ظاہر قلب ہے اور اُس میں عقل ہے اور عقل کی مثل قلب میں جیسے آنکھ میں نظر ہو اور وہ ایک موضع خاص اُس کی صیقل ہے جس طرح کی صیقل کہ آنکھ کی سیاہی میں ہوتی ہے اور اُسی میں سے شعاعیں نکلتی ہیں جو جزئیات کو گھیر لیتی ہیں۔ سو اسی طرح عقل کی نظر سے علوم کی شعاعیں نکلتی ہیں جو معلومات کو محیط ہوتی ہیں اور یہ حالت جو پردہائے قلب کو پھاڑ ڈالتی ہے اور اُس کے سویدا تک پہنچتی ہے اور وہ حق الیقین ہے تمام عطیات سے انور اور کل احوال سے گراں بہار اور اشرف ہے اور اُس حال کی نسبت مشاہدہ سے ایسی ہے جیسے پکّی اینٹ کی نسبت خاک سے ہے اس واسطے کہ وہ پہلے خاک ہوتی ہے بعد اُس کے گل اور مٹّی بعد ازاں کچّی اینٹ، بعد ازاں پکّی اینٹ۔

پس مشاہدہ ہی اول اور اصل ہے کہ اُس سے فنا ہوتی ہے بعد ازاں بقا جیسے کچی اینٹ، بعد ازاں یہ حالت اور وہ سب فروع سے آخر ہے اور ہرگاہ یہ حالت سب احوال کی اصل تھی اور وہ اشرف احوال ہے اور وہ محض موہبت ہے جس کا اکتساب اور استحصال نہیں ہوتا تو جس قدر مواہب بندہ کے نوازل سے ہیں وہ احوال سے موسوم ہوئے اس واسطے کہ وہ بندہ کے مقدور کسب سے باہر ہیں تو اس قول کا اطلاق ہُوا اور مشائخ کی زبانوں پر متداول ہُوا کہ مقامات مکاسب ہیں اور احوال مواہب ہیں اور جس ترتیب پر کہ ہم نے اُس پر دفع کیا سب مواہب ہیں اس واسطے کہ مکاسب مواہب سے ڈھکے ہُوئے ہیں تو احوال مواجید ہیں اور مقامات رستے مواجید کے ہیں مگر کسب مقامات میں ظاہر ہُوا اور مواہب مبطون اور مخفی ہو گئے اور احوال میں کسب چھُپ گیا اور مواہب ظاہر ہو گئے تو احوال مواہب سماوی علویہ ہیں اور مقامات اُن کے رستے ہیں اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ مجھ سے آسمانوں کے رستے پُوچھے اس واسطے کہ اُن کا شناسا زمین کے رستوں سے ہوں اشارہ مقامات اور احوال کی طرف ہے۔

پس آسمانوں کے رستے تو یہ ہیں اور زہد وغیرہ جو مقامات ہیں اس

واسطے کہ جو شخص ان رستوں کا سالک ہے اُس کا دل آسمانی ہو جاتا ہے اور وہ رستے آسمانوں اور برکات کے نزول گاہ ہیں اور اُن احوال کے ساتھ وہی متحقق ہوتا ہے جس کا قلب آسمانی ہو۔

بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ حال ذکر خفی ہے اور یہ اشارہ اسی کی طرف ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور عراق میں مشائخ سے میں نے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں حال وہ چیز ہے جو من اللہ ہے تو جو چیزیں کہ اکتساب اور اعمال کی راہ سے ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ بندہ کی طرف سے ہے۔ پس جبکہ مریدوں کو مواہب اور مواجید سے کوئی شئے ظاہر ہوئی تو کہنے لگے کہ یہ من اللہ ہے اور اس کا حال نام رکھا یہ اشارہ اُن کی طرف سے ہے کہ حال موہبت اور عطیہ ہے اور بعض مشائخ خراسان نے کہا ہے کہ احوال مواریث اعمال ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ احوال بجلیوں کے مثال ہیں پھر اگر ٹھہرا اور باقی رہا تو حدیث نفس ہے اور یہ قریب استقامت علی الاطلاق نہیں ہے۔ ہاں بعضے احوال میں یہ ہوتا ہے اس واسطے کہ وہ راہ پاتے ہیں بعدازاں نفس اُن کو اُچک لے جاتا ہے۔ لیکن علی الاطلاق سو ایسا نہیں ہے اور احوال نفس سے امتزاج اور اختلاط نہیں کرتے جس تیل پانی سے نہیں ملتا۔

اور بعضے اس طرف گئے ہیں کہ احوال نہیں ہوتے الا اُس وقت کہ دائم اور قائم رہیں اور اگر دائم و قائم نہ رہیں تو وہ لوایح اور طوالع اور بوادر ہیں اور یہ سب مقدمات احوال ہیں احوال نہیں ہیں۔ اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ آیا بندہ کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی ایک مقام کی طرف انتقال کرے غیر اپنے مقام کے جس میں وہ ہے قبل اس کے کہ اپنے مقام کے حکم کو مستحکم کرے بعضوں نے کہا کہ یہ سزاوار نہیں ہے کہ قبل اس کے کہ وہ اپنے مقام کے حکم کو مستحکم کرے انتقال اِس مقام سے کرے جس میں وہ ہے۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ مقام جس میں وہ ہے کامل نہیں ہوتا الا بعد اُس کے کہ وہ اس مقام پر ترقی کرے جو اس سے بالاتر ہے سو وہ اپنے مقام عالی سے ادنیٰ مقام کی طرف نظر کرتا ہے۔ پھر اپنے مقام کے اثر کو مستحکم کرتا ہے اور

اولیٰ یہ ہے کہ آئیندہ خدائے تعالیٰ دانا تر ہے کہ ایک شخص کو اپنے مقام میں ایک حال عطا کیا جائے اُس کے مقام اعلیٰ سے جس پر عنقریب ہے کہ وہ ترقی کرے گا تو اُس حال کے وجدان سے اپنے اُس مقام کے امر کو مستقیم کرتا ہے جس میں وہ ہے اور اس میں حق اسی طرح تصرّف کرتا ہے اور کوئی چیز بندہ کی طرف نہیں بڑھائی جاتی کہ وہ ترقی کرتا ہے یا نہیں ترقی کرتا ہے۔ اس واسطے کہ بندہ احوال کے ساتھ مقامات پر ترقی کرتا ہے اور احوال میں مواہب ہیں جو ترقی اُن مقامات پر کرتے ہیں جن میں کسب مُنہ سے ملا ہُوا ہے اور بندہ پر نہیں ظاہر ہوتا کوئی حال اس مقام سے جو اعلیٰ اس مقام سے ہو جس میں یہ ہے مگر یہ ہر آئینہ اُس کی ترقی اُس کی طرف نزدیک ہو جاتی ہے۔

پس ہمیشہ بندہ مقامات پر ترقی زائد احوال سے کرتا ہے سو اس بنیاد پر جس کا ہم نے ذکر کیا ہے تداخل مقامات اور احوال کا توبہ تک واضح ہوتا ہے اور کوئی فضیلت نہیں معلوم ہوتی مگر یہ کہ اُس میں ایک حال اور ایک مقام ہے اور زہد میں حال ہے اور ایک مقام ہے اور توکل میں ایک حال ہے اور ایک مقام ہے اور رضا میں ایک حال ہے اور ایک مقام ہے۔

ابو عثمان خیریؒ کا قول ہے کہ چالیسؔ برس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی حال میں نہیں قائم کیا کہ اُس سے مجھے کراہت ہوئی ہو اس میں اشارہ رضا کی طرف کیا ہے اور اس سے حال روشن ہو جاتا ہے پھر مقام ہو جاتا ہے اور محبت میں حال ہے اور مقام ہے اور ہمیشہ بندہ حال توبہ کی راہ پانے سے رجوع کرتا ہے یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اور حال توبہ کا راہ پانا اول انزجا اور آندہ ہونے سے ہے۔

بعض صوفیہ کا قول ہے کہ زجر ایک جوش دل میں ہے جس کو ساکن نہیں کرتا الا انتباہ جو غفلت سے ہو اور اس کو بیداری کی طرف پھیرتا ہے اور جب وہ جاگتا ہے صواب کو خطا سے دیکھتا ہے۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ زجر ایک روشنی قلب میں ہے جس سے وہ اپنے قصد کی خطا کو دیکھتا ہے اور مقدمہ توبہ میں زجر تین وجہ سے ہے۔ ایک زجر

طریق العلم سے ہے اور ایک زجر طریق عقل سے ہے اور ایک زجر طریق ایمان سے ہے۔ اور تائب پر حال زجر نازل ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک عطیہ ہے کہ اُس کو توبہ کی طرف کھینچتا ہے اور ہمیشہ بندہ میں ہوائے نفس کا ظہور ہوتا ہے کہ اُس کو حال توبہ وزجر کے آثار مٹاتے ہیں تا آنکہ وہ حال مستقر اور مقام ہو جاتا ہے۔

اور اسی طرح زہد میں کہ بندہ ہمیشہ نازل حال کے ساتھ زہد کرتا ہے یہاں تک کہ لذت ترک اشتغال دنیا اس کو دکھلاتا ہے اور اُس کے دُنیا کی طرف متوجہ ہونے کو قبیح کرتا ہے۔ بعدازاں اُس کے حال کا اثر حرص وشرہ نفس کی دلالت سے جو دُنیا کی طرف ہے اور دُنیا کے موجودہ اشیاء کے دیکھنے سے محو کردیتا ہے تا آنکہ خدائے کریم کی امداد اُس کا تدارک کرے تب وہ زہد کرتا ہے اور زہد اُس کا مستقر ہو جاتا ہے اور زہد اس کا مقام ہو اور حال توکل کا نازلہ ہمیشہ اُس کے دل کے دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہے حتیٰ کہ وہ متوکل ہو جاتا ہے۔ اور ایسا ہی حال رضا کا ہے یہاں تک کہ رضا پر بندہ مطمئن اور یہ اس کا مقام ہو جاتا ہے۔

اور یہاں ایک لطیفہ ہے وہ یہ کہ مقام رضا وتوکل ثابت ہوتا اور حکم اس کے بقاء کا کیا جاتا ہے حالانکہ داعیۂ طبع موجود ہے اور حال رضا کی بقاء کا حکم داعیۂ طبع کے ساتھ نہیں کیا جاتا ہے اور یہ مثل ایک کراہت کی ہے جس کو طبیعت کے حکم سے راضی پاتا ہے مگر علم اُس کا رضا کے مقام میں حکم طبیعت کو چھُپا لیتا ہے اور طبیعت کا حکم کا ظہور کراہت کے وجود میں جو علم کے ساتھ پوشیدہ ہے اُس کو رضا کے مقام سے خارج نہیں کرتا لیکن حال رضا کم کرتا ہے اس واسطے کہ حال جب مجرد موہبت ہو گیا تو داعیۂ طبع کو اُس نے جلا دیا۔ سو کہا جاتا ہے کہ وہ کیونکر رضا میں صاحب مقام ہوگا اور اس میں صاحب حال نہیں ہے۔ اور حال مقدمہ مقام کا ہے اور مقام ثابت اور قائم تر ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ جب مقام کسب بندہ سے آلودہ ہو گیا تو وجود طبع کا اس میں احتمال ہے اور ہرگاہ حال موہبت من اللہ ہے تو وہ طبیعت کی آمیزش

سے پاک ہے تو حال رضا سخت تر ہے اور مقام رضا قوی تر متمکن ہے اور مقامات کے لئے ضرور ہے کہ احوال زائد ہوں۔ پس کوئی مقام نہیں ہے الابعد سابقہ حال کے اور نہ مقامات کے لئے تفرد اور یگانگی بدون سابقہ احوال کے ہے۔

اور رہے احوال سو اُن کا یہ حال ہے کہ بعضے اُن میں سے وہ ہیں وہ مقام ہو جاتے ہیں اور بعضے ایسے ہیں جو مقام نہیں ہوتے اور سر اس میں یہ ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ کسب مقام میں ظاہر ہے اور موہبت اُس میں پوشیدہ اور حال میں موہبت ظاہر اور کسب باطن ہے۔ اور ہر گاہ کہ احوال میں موہبت غالب ہے تو وہ مفید نہیں اور احوال اس درجہ کو پہنچتا ہے کہ اُس کے لئے انتہا نہیں ہے اور احوال سینہ کا لُطف یہ ہے کہ وہ مقام ہو جائے اور مقدورات حق غیر متناہی اور اس کے مواہب غیر متناہی ہیں اور اسی واسطے بعض حضرات نے کہا ہے کہ اگر میں روحانیت عیسیٰ اور مکالمۂ موسےٰ اور خلت ابراہیم علیہم السلام عطا کیا جاتا تو میں اس کے سوا اور کچھ مانگتا اس واسطے کہ عطیاتِ الٰہی بے شمار ہیں اور یہ انبیاء کے احوال ہیں اور اولیاء کو عطا نہیں ہوتے مگر یہ ایک اشارہ کہنے والے کی طرف سے ہمیشہ کی تاک جھانک اور طلب گاری اور عدم قناعت کی طرف ہے اُس مرتبہ کے ساتھ جس میں وہ حق تعالیٰ کے امر سے ہے اس واسطے کہ سرور پیغمبران صلوٰت اللہ علیہ وسلامہ نے بے قناعتی پر آگاہ کر دیا اور طلب اور خواہش نزول برکت مزید کا دروازہ اپنے اس قول سے کھڑکھڑایا ہے جس کسی دن کہ میں اُس میں ترقی علم نہ کروں تو میرے لئے اُس دن کی صُبح میں برکت نہیں دی گئی اور اب اس دُعا میں: صلی اللہ علیہ وسلم۔

اللهم ما قصر عنه رأى وضعف فيه عملى ولم تبلغه منيتى وامنيتى من خير وعدته احدا من عبادك او خير انت معطيه احدًا من خلقك فانا ارغب اليك واسالك اياه۔

تو جان لینا چاہیئے کہ مواہب بے شمار ہیں اور احوال مواہب ہیں اور وہ ملے ہُوئے اُن کلمات الٰہی سے ہیں جو سمندر کو اپنے تمام ہونے سے پہلے تمام کر دے

اور ریگ بیابان کے اعداد اُس کے اعداد سے پہلے تمام ہوں اور اللہ تعالےٰ
نعمت دینے والا اور عطا کرنے والا ہے ۔

باب اُنسٹھواں ۵۹

مقامات کی طرف بطور اختصار و ایجاز کے اشارات میں ہے

انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا نبی علیہ السلام کے پاس ایک شخص آیا اور کہا یا رسولؐ اللہ میں ایک شخص دراز لسان ہوں اور اکثر اپنے اہلِ خانہ پر زبان درازی کرتا ہوں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو استغفار سے کہاں ہے اس واسطے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ایک دن ایک رات میں سو بار استغفار کرتا ہوں ۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری حدیث میں روایت ہے کہ میں اللہ تعالےٰ سے استغفار اور اُس کی طرف توبہ ہر روز سَو دفعہ کرتا ہوں ۔

حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر آئینہ میرے قلب پر بادل چھا جاتا ہے سو میں اللہ تعالیٰ سے دن بھر میں استغفار کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔

وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہا المومنون لعلکم تفلحون ۔

"یعنی رجوع کرو تم طرف اللہ تعالیٰ کے سب اے مومنو شاید کہ تم فائدہ کو پہنچو"۔

اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے ان اللہ یحب التوابین یعنی البتہ اللہ تعالےٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔

یاایہا الذین آمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا ۔

"یعنی اے ایمان والو توبہ کرو تم طرف اللہ تعالےٰ کے توبہ خالص"۔

توبہ اصل کل مقام کی اور قوام ہر مقام اور کُنجی ہر حال کی ہے اور وہ اوّل سب مقامات سے ہے اور وہ زمین کی مثال دیوار کے لئے ہے سو جس کے پاس زمین نہیں ہے تو اُس کے پاس دیوار نہیں ہے اور جس کے پاس توبہ نہیں ہے اُس کو نہ کوئی حال ہے اور نہ کوئی مقام ہے اور مَیں نے بقدر اپنے علم اور مقدار وسعت اور جہاد کے تمام مقامات اور احوال اور اُن کے ثمرات کو غور سے دیکھا تو معلوم ہُوا کہ تین چیزیں ان کو جامع ہیں بعد ازاں کہ ایمان اور اُس کے عقود و شروط کی صحت ہو سو وہ ایمان سمیت چار ہیں۔ پھر اُن کو ولادت معنوی حقیقی کے افادہ میں اُن چار طبائع کے مطابق پایا جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی سُنت جاری کے ساتھ ولادت طبعی کے لئے مفید بنایا اور جو کوئی ان چاروں کے حقائق سے متحقق ہو گا وہ آسمانوں کی ملکوت میں داخل ہو اور مکاشفہ قدر اور آیات کا اُسے حاصل ہو اور اُس کو ایک ذوق اور فہم کلماتِ الٰہی کا ہو گا جو نازل ہُوئے ہیں اور تمام احوال اور مقامات سے بہرہ ور ہو گا۔ سو وہ سب تمام و کمال انہیں چاروں سے ظاہر اور انہی سے موجود و موکد ہوئے ہیں۔

سو ایمان کے بعد اُن تینوں میں سے ایک توبہ نصوح ہے اور دوم زہد دنیا اور سوم مقام عبودیت کی تحقیق، دوام عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے واسطے ظاہر میں اور باطن میں اُن اعمال سے جو دلی اور جسمانی ہوں بدوں اس کے کہ کسی طرح کا فتور اور قصور ہو بعد اس کے ان چاروں کی تکمیل کے لئے استعانت دوسری چار چیزوں سے کی جائے۔ جن سے اُن کی تمامی اور قوام ہے اور وہ یہ ہیں :-

قلتِ کلام اور قلتِ طعام اور قلتِ مقام اور لوگوں سے علیحدہ رہنا۔ اور علمائے زاہد اور مشائخ نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ ان چاروں سے مقامات مستقر اور احوال مستقیم ہوتے ہیں اور انہی کے ذریعہ سے بتائید الٰہی اور اُس کے حُسنِ توفیق سے ابدال ہو گئے۔

اور بیان واضح کے ساتھ ہم کہتے ہیں کہ تمام مقامات انہی کی صحت کے

اندرج مندرج ہیں اور جو اُن سے کامیاب ہُوا وہ سب مقامات میں کامیاب ہُوا اُن میں سے اول بعد ایمان کے توبہ ہے اور وہ اپنی صحت کی ابتدا میں احوال کی محتاج ہے اور جب وہ صحیح ہو گئی تو مقامات اور احوال پر مشتمل ہو گی اور اُس کے آغاز میں وجدان زاجر کا ہونا ضرور ہے اور وجدان زاجر کا ایک حال ہے اس واسطے کہ وہ ایک بخشش اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس بنا پر کہ یہ بات ثابت ہے کہ احوال مواہب اور عطیات ہیں اور حال زجر توبہ کی کنجی اور اس کا مبداء ہے۔

ایک شخص نے بشر حافی سے کہا کیا ہے کہ میں تجھے اندوہگین دیکھتا ہوں۔ کہا سبب یہ ہے کہ میں گمراہ مطلوب ہوں اور جو یہ ظاہر ہوتا کہ مقصد کی طرف رستہ کہاں ہے تو میں طلب کرتا۔ مگر غفلت کی غنودگی نے آن لیا اور مجھے اُس سے رہائی نہیں مگر یہ کہ میں زجر کیا جاؤں اور مجھ پر زجر کا اثر پڑے۔

اور اصمعی نے کہا میں نے ایک اعرابی کو بصرہ میں دیکھا کہ وہ آنکھوں کی بیماری کا شاکی تھا اور پانی اُس میں سے بہتا تھا سو میں نے اُس سے کہا کیوں اپنی آنکھیں نہیں پُونچھتا تو کہا اس واسطے کہ طبیب نے مجھے زجر کیا ہے اور خیر اُس شخص میں نہیں ہے جو منزجر نہ ہو۔ پس باطن میں زاجر حال ہے کہ اللہ تعالےٰ عطا کرتا ہے اور تائب کو اُس کی موجودگی سے چارہ نہیں ہے۔ پھر انزجار کے بعد بندہ انتباہ کا حال پاتا ہے۔ بعضے علماء نے کہا ہے کہ جس نے حوادث کے مطالعہ کو اپنے ذمہ لازم کر لیا تو وہ آگاہ ہُوا۔

ابو یزید علامہ نے کہا ہے کہ علامت انتباہ کی پانچ ہیں جب وہ اپنے نفس کو یاد کرے تو محتاجی اور درویشی کرے اور جب وہ اپنے گناہوں کو یاد کرے تو استغفار کرے اور جب دُنیا یاد آوے تو عبرت حاصل کرے اور جب آخرت کو یاد کرے تو خوش ہو اور جب مولیٰ یاد آوے تو افتخار کرے۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ انتباہ اور بیداری دلالت ہائے خیر کا آغاز ہے جبکہ بندہ اپنے خوابِ غفلت سے چونکے تو یہ چونکاہٹ اُس کو بیداری تک پہنچاتی ہے اور جب وہ بیدار ہُوا تو اُس کو بیداری طلب سیدھے طریق پر

لازم کرتی ہے۔ پھر وہ طلب کرتا ہے اور جبکہ اُس نے طلب کی جانا جاتا ہے کہ غیر سبیل حق پر ہے پھر وہ حق کو طلب کرتا ہے اور در توبہ کی جانب پھرتا ہے۔ بعدازاں اُس کے انتباہ سے حال بیداری عطا ہوتا ہے۔

فارس کا قول ہے کہ سب احوال ادنیٰ اور اکمل میں بیداری اور اعتبار ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ بیداری حفظ طریق کے بعد مشاہدہ سبیل نجات سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور بعض نے کہا جب بیداری پوری اور صحیح ہو گئی تو بیدار آدمی طریق توبہ کی ابتدا میں ہوگا۔ اور بعضوں کا قول ہے کہ بیداری مولیٰ کی طرف سے ڈرنے والوں کے قلوب کے لئے ایک قصد ہے جو اُن کو توبہ کی طلب پر راہ دکھلاتا ہے۔ پھر جبکہ اُس کی بیداری کامل ہوئی تو اُس کے ذریعہ سے وہ مقام توبہ کو پہنچتا ہے۔ سو یہ تین احوال ہیں کہ مقدم توبہ ہیں۔ بعدازاں توبہ اپنی استقامت میں محاسبہ کی محتاج ہے اور توبہ مستقیم بغیر محاسبہ کے نہیں ہوتی۔

امیرالمؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اپنے نفوس کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے اور اُن کا وزن کرو قبل اس کے کہ تم وزن کئے جاؤ اور اللہ تعالےٰ کے سامنے بڑے جانے کے لئے آراستہ رہو جس دن کہ تم عرض کئے جاؤ گے کوئی پوشیدہ بات تم سے چھُپی نہ رہے گی۔ پس محاسبہ حفظ انفاس اور ضبط حواس اور رعایت اوقات اور ایثار مہمات کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ اور

بندہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر رات دن میں پانچ نمازیں اپنی رحمت سے واجب کی ہیں اس وجہ سے کہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ اپنے بندہ کو جانتا ہے اور بندہ پر غفلت غالب ہے تاکہ ہوی اُس کو اپنا غلام نہ بنائے اور دُنیا اس کو پردہ اپنا نہ کرے۔

پس پانچوں وقت کی نماز ایک زنجیر ہے کہ نفوس کو حقِ عبودیت کے ادا کے لئے مقاماتِ عبودیت کی طرف کھینچتی ہے اور بندہ حسن محاسبہ سے نگہداشت اپنے نفس کی ایک نماز سے دوسری نماز تک کرتا ہے اور شیطان کے راستوں کو

حسن محاسبہ اور رعایت سے بند کرتا ہے اور نماز میں کبھی داخل نہ ہو مگر جبکہ حسن توبہ اور استغفار کے ساتھ دل سے گرہ کو نہ کھولے اس واسطے کہ ہر ایک کلمہ اور ہر ایک حرکت جو خلافِ شرع ہو ایک نکتہ سیاہی کا قلب میں پیدا کرتا ہے اور اُس پر ایک گرہ لگتی ہے اور متلاشی محاسب باطن کو نماز کے لئے آمادہ ضبط اعضا و جوارح سے رکھتا ہے اور مقام محاسبہ کی تحقیق کرتا ہے سو اُس وقت اُس کی نماز میں نور ہوگا جو اُس کے وقت کے اجزاء پر دوسری نماز تک چمکتا رہے گا۔ پھر ہمیشہ اُس کی نماز خوب روشن اُس کے وقت کے نور سے رہتی ہے اور اُس کا وقت منور معمور اس کی نماز کے نور سے رہتا ہے اور ایک محاسبہ کرنے والا نمازوں کو ایک کاغذ میں لکھا کرتا اور ہر ایک دو وقتہ نماز کے درمیان سفید جگہ چھوڑ دیتا اور جب کبھی کوئی خطا کلمۂ غیبت کی دوسرے امر سے سرزد ہوتی تو ایک خط کھینچ دیا کرتا اور جب کبھی کوئی کلام یا حرکت بے معنی کا ارتکاب کرتا تو اُس میں ایک نقطہ سفید جگہ میں لگا دیتا تاکہ اپنے گناہ اور اپنے حرکات لایعنی سے عبرت حاصل کرے اور اُس محاسبہ کے ذریعہ سے گذرگاہ شیطان اور راستے نفس امارہ کے بوجہ مقام صدق جو اُسے حُسنِ اعتقاد میں اور بباعث حرص کے جو اسے مقام عباد کی تحقیق پر تھے تنگ کرتا تھا اور یہ مقام محاسبہ اور نگہداشت کا ہے کہ ضرورت صحت توبہ سے واجب ہوتا ہے۔

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ جس شخص کی نگہداشت اچھی ہوئی اُس کی ولایت ہمیشہ کو رہی۔

اور واسطیؒ سے پوچھا کہ اعمال سے کون سا عمل افضل ہے کہا سر اور محاسبہ کی نگہداشت ظاہر میں اور مراقبہ کی باطن میں ہے اور ایک دوسرے سے کمال کو پہنچتا ہے اور ان دونوں سے توبہ مستقیم ہوتی ہے اور مراقبہ اور نگہداشت دو حال شریف ہیں اور وہ دونوں مقام شریف ہو جاتے ہیں کہ وہ صحیح مقام توبہ کی صحت سے ہوتے ہیں اور توبہ مستقیم کامل اُن کے ذریعہ سے ہو جاتی ہے پس محاسبہ اور مراقبہ اور رعایت مقام توبہ کی ضرورت سے ہے۔

حسن فارسیؒ نے کہا کہ میں نے جریریؒ کو سنا ہے کہ کہتا تھا کہ ہمارا یہ امر

دوفضل پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ تو اللہ تعالےٰ کے واسطے اپنے نفس پر مراقبہ کو لازم پکڑے اور علم تیرے ظاہر پر قائم ہو۔

اور بعض نے کہا ہے کہ مراقبہ، مراعات اور نگہداشت سر کی ملاحظہ حق کے لئے ہر ایک نظر اور لفظ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: افمن ھو قائم علی کل نفس بما کسبت۔ یعنی کیا اچھا وہ شخص کہ جو قائم ہے اوپر نفس کے ساتھ اس چیز کے کہ اُس نے کمایا اور یہی علم قیام ہے اور اسی سے علم حال اور معرفت زیادت و نقصان پورا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ معیار اپنے حال کی جانے جو اُس کے اور اللہ تعالےٰ کے درمیان ہے اور یہ سب کچھ صحت توبہ کے ملازم ہے اور صحت توبہ اُن کی ملازم ہے اس واسطے کہ خواطر عزائم اور قصدوں کے مقدمات ہیں اور عزائم اعمال کے مقدمات ہیں۔ اس واسطے کہ خواطر نبوت اور تحقق ارادۂ قلب ہے اور قلب اعضاء کا حاکم ہے اور اعضاء جنبش نہیں کرتے مگر اس وقت کہ قلب ارادہ کے ساتھ جنبش کرے اور مراقبہ سے خاطر ردی کے مادے منقطع ہوتے ہیں تو مراقبہ کی تکمیل سے توبہ کی تکمیل ہوگئی۔ اس واسطے کہ جس نے خواطر کو روکا تو وہ اعضاء وجوارح کے مایحتاج کو کافی ہے اس واسطے کہ مراقبہ کے مکروہات کے ارادہ کی رگیں قلب سے جڑ سمیت اُکھڑ جاتی ہیں اور محاسبہ سے تدارک اُس کا ہوتا ہے جو مراقبہ سے اُچٹ کر گرتا ہے۔

ابوعثمانؒ سے منقول ہے کہ وہ کہتا تھا جو چیزیں انسان کو اس طریق میں لازم ہیں اُن میں افضل محاسبہ ہے اور مراقبہ اور عمل کی سیاست علم سے ہے اور ہرگاہ توبہ صحیح ہوئی تو انابت یعنی رجوع الی اللہ صحیح ہوگی۔

ابراہیم بن ادھمؒ نے کہا ہے کہ جب بندہ اپنی توبہ میں سچا ہوتا ہے تو وہ منیب ہوجاتا ہے۔ اس واسطے کہ انابت دوسرا درجہ ہے توبہ کا۔

اور ابوسعید قرشی نے کہا ہے کہ منیب وہ شخص ہے کہ جو بازگشت کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف ہر ایک شئے سے ہو کہ اُس کو اللہ تعالیٰ سے غافل کرے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ انابت رجوع اور بازگشت اُس سے اُسی کی طرف

ہے نہ کسی دوسری شئے سے جو اُس کے غیر ہے۔ پس جس شخص نے اُس کے غیر سے اُس کی طرف رجوع کی تو اُس نے انابت کے طرفین سے ایک طرف کو تباہ اور ضائع کیا اور فی الحقیقت منیب وہ شخص ہے جس کا مرجع اُس کے سوا نہ ہو۔

پس اُس کی طرف اُس کی رجوع سے پھرتا ہے بعد ازاں اُس کی رجوع کی رجوع سے کرتا ہے سو ایک پیکر باقی رہ جاتا ہے جس کا کوئی وصف اللہ تعالیٰ کے سامنے قائم نہیں عین جمع میں مستغرق ہے اور نفس کی مخالفت اور عیوب افعال کی دید اور مجاہدہ یہ سب رعایت اور مراقبہ کی تحقیق سے متحقق ہوتے ہیں۔

ابو سلیمانؒ نے کہا ہے کہ میں نے اپنے نفس سے کوئی نہیں اچھا جانا کہ اُس سے اُمیدِ ثواب رکھوں۔

ابو عبداللہ سنجری نے کہا جس نے کوئی چیز اپنے احوال سے حال ارادت میں اچھی جانی اُس پر ارادت اُس کی فاسد اور تباہ ہو گئی مگر یہ کہ وہ رجوع اُس کی ابتدا کی طرف کرے اور اپنے نفس کو دوبارہ ریاضت اور مجاہدہ میں ڈالے اور جس شخص نے اپنے نفس کو اُن باتوں میں جو اُس کے نفع اور نقصان کی ہوں میزانِ صدق میں نہیں تولا تو وہ مردوں کے درجہ کو نہیں پہنچا اور افعال کے عیبوں کو دیکھنا صحتِ انابت کی ضرورت سے ہے اُس حال میں کہ وہ مقام توبہ کی تحقیق میں ہے اور توبہ کی استقامت بغیر صدق مجاہدہ کے نہیں اور نہ مجاہدہ میں بندہ صادق ہے مگر جب اُس کو صبر حاصل ہو۔

اور فضالہ ابن عبید نے روایت کی ہے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا کہ فرماتے تھے مجاہدہ وہ ہے جس نے جہاد اپنے نفس پر کیا اور یہ نہیں پورا ہوتا مگر صبر سے اور افضل سب صبروں میں صبر علی اللہ ہے کہ ہمت اور ارادہ کو اس پر روکے اور دل سے اُس کے لئے صدق مراقبہ کرے اور خطرات کے مادوں کو بیخ و بُن سے اکھیڑ ڈالے اور صبر منقسم فرض اور فضل میں ہے۔

سو فرض مثل اس کے کہ صبر ادا سے مفترضات پر اور صبر محرمات سے ہو اور جو صبر کہ فضل ہے از اں جملہ صبر علی الفقر ہے اور صبر جو وقت صدمۂ دل اور

اخفائے مصائب اور درد و ترک شکوہ کے ہو اور صبر اخفائے فقر پر اور صبر اخفائے عطا و کرامات اور مشاہدۂ قدر اور آیات پر ہے اور وجوہ صبر فرضاً اور فضلاً بہت ہیں اور خلق اللہ سے بہت لوگ ایسے ہیں جو اُن اقسام کے صبر کے ساتھ قائم رہتے ہیں اور صبر علی اللہ سے صحت مراقبہ اور نگہداشت اور نفی خواطر کے لزوم کے ساتھ تنگ آتے ہیں تو اب حقیقت صبر کی توبہ میں ایسی ہی موجود ہے جیسے توبہ میں مراقبہ حاصل ہے اور صبر اہلِ یقین کے بزرگ ترین مقامات سے ہے اور حقیقتِ توبہ میں داخل ہے۔

بعضے علماء نے کہا ہے کہ کون شئے افضل صبر سے ہے اور آئینہ اُس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں کچھ اوپر نوّے جگہ فرمایا ہے اور کسی شئے کا ذکر اس عدد کے ساتھ نہیں کیا اور صحت توبہ حاوی مقام صبر کو ساتھ اُس کے شرف کے ہے اور صبر میں سے ایک صبر نعمت پر ہے اور وہ یہ ہے کہ نعمت کو معصیت الٰہی میں صرف نہ کرے اور یہ بھی صحت توبہ میں داخل ہے۔

اور سہل بن عبداللہ کہا کرتے کہ صبر عافیت صبر علی البلاء سے سخت تر ہے اور بعضے صحابہ سے مروی ہے کہ ہم سختی اور گزند میں آزمائے گئے تو ہم نے صبر کیا اور ہم نفع کے ساتھ امتحان کئے گئے تو ہم نے صبر نہ کیا اور صبر کے اندر نگہداشت راست رائے کی ہے جو رضا و غضب میں ہو اور صبر لوگوں کی تعریف سے اور صبر گمنامی پر اور تواضع اور مذلت زہد میں داخل ہیں اگرچہ توبہ میں داخل نہ ہوں۔ اور صبر کی حقیقت نفس کی طمانینت سے ظاہر ہوتی ہے اور طمانینت اُس کی اُس کے تزکیہ سے ہے اور تزکیہ اُس کا توبہ سے ہے۔

سو جب نفس توبۂ نصوح سے پاک ہوا تو اُس کی طبعی بدخوئی زائل ہو گئی اور بے صبری اور انکار و سرکشی کی طلب نفس کی بدخوئی سے ہے اور توبۂ نصوح نفس کو ملائم کرتی ہے اور اُس کو تعنت اور کج خلقی سے نرمی کی طرف نکال لاتی ہے اس واسطے کہ محاسبہ اور مراقبہ سے نفس صفائی پاتا ہے اور اُس کی آتش جو متابعت نفس سے بھڑکتی ہے بجھ جاتی ہے اور نفس اپنی طمانینت کے

ساتھ محل رضا اور مقام رضا کو پہنچتا ہے اور قضا و قدر کے مقام جریان میں تسلی اور اطمینان پاتا ہے۔

ابو عبداللہ نباحی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے ایسے بہت ہیں جو صبر کرنے سے شرماتے ہیں اور مقدرات الٰہی کے مواقع کو جھپ لے لیتے ہیں۔

اور عمر بن عبدالعزیز کہا کرتے کہ صبح مجھے ہوئی اور مجھے کوئی خوشی بجز مواقع قضا کے نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ابن عباسؓ سے جبکہ اُسے وصیت کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے یقین کے ساتھ رضا میں عمل کر پھر اگر یہ نہ ہو تو صبر میں بڑی خیریت اور بھلائی ہے۔

اور حدیث میں وارد ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ بہترین بخشش جو آدمی کو عطا کی گئی وہ رضامندی اُس پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُس کی قسمت میں لکھا ہے سو فضیلت رضا میں اخبار اور آثار اور حکایات اس قدر ہیں کہ شمار میں نہیں آتے اور رضا توبۂ خالص کا ثمرہ ہے اور کوئی بندہ رضا سے نہیں پھرتا الا جو کہ توبۂ نصوح سے پھر جائے تو اب توبۂ نصوح میں حال صبر اور مقام صبر اور حال رضا و مقام رضا سب جمع ہیں اور خوف و رجا دو مقام مقامات اہلِ یقین سے شریف ہیں اور وہ دونوں توبۂ نصوح کی پشت میں ہیں اس واسطے کہ اُس کے خوف نے توبہ پر اُسے برانگیختہ کیا ہے اور اگر اُس کا خوف نہ ہوتا تو وہ توبہ نہ کرتا اور اگر اس کی رجا نہ ہوتی تو وہ خوف نہ کرتا۔ پس رجاء اور خوف قلب مومن میں ایک دوسرے کو لازم ہیں اور تائب مستقیم کے لئے خوف و رجا توبہ میں معتدل ہو جاتے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس آئے اور وہ حالت نزع میں تھا۔ آپؐ نے فرمایا تو اپنے تئیں کیسا پاتا ہے؟ کہا کہ میں اپنے تئیں پاتا ہوں کہ اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہوں تو آپؐ نے فرمایا کہ اِس موقع پر کسی بندہ کے قلب میں یہ دونوں خوف و رجا جمع

نہیں ہوتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے عطا کیا جس کی اُمید اُس نے کی اور اُس کو پناہ دی اُن چیزوں سے کہ جن سے وہ ڈرتا ہے۔ اور اس قول اللہ تعالیٰ کی تفسیر میں آیا ہے :- ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کہ وہ بندہ ہے جو گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرے بعدازاں کہے کہ میں ہلاک ہو گیا کوئی عمل مجھے فائدہ نہیں کرتا۔ پس تائب نے خوف کیا پھر توبہ کی اور مغفرت اور بخشش کی رجاء اور امید کی اور تائب، تائب نہیں ہوتا مگر اُس وقت کہ وہ ڈرتا اور اُمید کرتا ہو اس کے بعد تائب نے جبکہ اعضاء و جوارح سے مکروہات سے روکا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے طاعتِ الٰہی پر مدد مانگی تو حقیقت میں اُس نے نعمتِ الٰہی کا شکر ادا کیا۔ اس واسطے کہ ہر ایک عضو اعضاء سے ایک نعمت ہے اور شکر اُس کا معصیت سے اُس کا روکنا اور طاعت میں اُس کا استعمال کرنا ہے اور نعمت کا شکر گزار کون ہے جو تائب مستقیم سے بڑھ کر ہو سو جبکہ مقام توبہ میں یہ سب مقامات جمع ہو گئے تو مقام توبہ میں حال زجر اور حال انتباہ اور حال تیقظ اور مخالفت نفس اور تقویٰ اور مجاہدہ اور عیوب افعال کی دید و انابت و صبر و رضا و محاسبہ و مراقبہ اور رعایت و شکر و خوف و رجا سب فراہم آگئے اور جب کہ توبۂ نصوح صحیح ہو گئی اور نفس پاکیزہ ہو گیا تو آئینہ دل روشن ہُوا اور دُنیا کی بُرائی اس میں ظاہر ہو گئی تو زہد حاصل ہو گا اور زہد میں توکل متحقق ہو گا۔ اس واسطے کہ موجود میں بے رغبتی اُسی وقت ہوتی ہے جبکہ اُسے اعتماد اشیائے موعودہ پر ہو اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے ساتھ قرار پائے اور یہ عین توکل ہے اور جس قدر کہ بندہ میں بقیہ کل مقامات کا تحقق بعد توبہ رہ گیا تو دُنیا کے زہد سے اسکا تدارک ہو جاتا ہے اور وہ چار چیزوں میں کی تیسری چیز ہے۔

حضرت عبداللہ بن بریدہؓ سے روایت ہے کہا آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے سو زیارت شروع فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کی سو دیکھا اُسے کہ گھر میں ایک پردہ لٹکایا تھا اور کنگن ہاتھوں میں تھے جب آپؐ نے یہ دیکھا تو اُلٹے پھر آئے اور گھر کے اندر نہ گئے۔ پھر آپؐ بیٹھے اور زمین کریدنے لگے

اور فرماتے تھے مجھے دُنیا سے کیا کام ہے مجھے دُنیا سے کیا کام ہے ؟ سو فاطمہ رضؓ نے دیکھا کہ آپؐ اُٹھے پردہ کے سبب واپس چلے گئے تب وہ پردہ اور کنگن لے کر بلال رضؓ کے ہاتھوں بھیجا اور اُس سے کہا لے جا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور آپؐ سے عرض کر کہ میں نے اُسے صدقہ کیا اور جہاں آپؐ چاہیں وہاں رکھیں۔ سو بلال رضؓ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آئے اور عرض کی کہ فاطمہ رضؓ نے کہا ہے میں نے اُسے صدقہ کیا جہاں آپ چاہیں اُسے رکھیں اس پر حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : بابی و امی قد فعلت بابی و امی قد فعلت اذهب فبعه۔ یعنی مجھے ماں باپ کی قسم ہے کہ بے شک اُس نے خیرات کی ہے جا اور اُسے بیچ ڈال۔

اور بعضوں نے کہا ہے اس آیت کی تفسیر میں اِنا جعلنا ما علی الارض زینة لها لنبلوهم ایهم احسن عملا۔ یعنی البتہ ہم نے کیا جو کچھ اوپر زمین کے ہے اور وہ زمین کے واسطے زینت ہے البتہ ہم اُن کو آزماتے ہیں کہ کون اُن میں کا اچھے عمل کا ہے مراد اس سے دنیا میں زہد یعنی بے رغبتی ہے۔

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے سوال کیا کہ زہد کیا چیز ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ وہ یہ ہے کہ تُو پرواہ اس کی نہ کرے کہ دُنیا کو جس نے کھایا وہ مومن تھا یا کافر تھا۔

اور حضرت شبلیؒ سے زہد کا سوال کیا تو کہا افسوس پر پشہ کی کیا مقدار ہے جس میں کوئی زہد کرے۔

اور ابو بکر واسطیؒ نے کہا کب تک گھوڑے کے چھوڑنے کے ساتھ تو حملہ کرے گا اور کب تک روگردانی کا ارادہ اُن چیزوں سے کرے گا جن کا وزن اللہ تعالیٰ کے نزدیک پر پشہ کے برابر نہیں ہے۔ پس جب کہ بندہ کا زہد صحیح ہُوا تو کل بھی اُس کا صحیح ہو گا اس واسطے کہ اُس کے صدق توکل نے اُسے قادر کر دیا ہے اُس پر کہ موجود اشیاء میں وہ رغبت کم کرے۔

پس جو شخص کہ توبہ میں مستقیم ہُوا اور دُنیا میں اُس نے بے رغبتی کی اور

ان دونوں مقامات کو ثابت اور متحقق کیا تو اُس نے تمام مقامات کو پورا حاصل کیا اور اُن میں متمکن اور اُن کے ساتھ متحقق ہُوا اور توبہ کے مراقبہ کے ساتھ ترتیب اور ایک کا دوسرے کے ساتھ ارتباط یہ ہے کہ بندہ توبہ کرے پھر توبہ میں مستقیم ہوجائے یہاں تک کہ اُس کے ذمّہ بائیں طرف کا فرشتہ کچھ نہ لکھے بعدازاں جب کہ معصیت سے جوارح کو پاک کرچکے تو اُس سے ترقی اس پر کرے کہ جوارح کو لایعنی باتوں سے پاک کرے اور اُس وقت نہ کوئی کلمہ فضول کہے اور نہ کوئی کلام فضول کرے ازاں بعد رعایت اور محاسبہ کے لئے ظاہر سے باطن کی طرف جائے اور مراقبۂ باطن پر غالب آوے اور وہ یہ ہے کہ اپنے باطن سے گناہ کے خطرے اُس کے بعد خطرات فضول کے دُور کرنے کا علم قیام توبہ کے ساتھ متحقق ہوتا ہے پھر جب کہ رعایت خطرات پر متمکن ہُوا تو ارکان و جوارح کی مخالفت سے محفوظ رہا اور توبہ اس کی مستقیم ہُوئی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے فاستقم کما امرت۔ یعنی تُو مستقیم ہو جیسا کہ تُو حکم کیا گیا ہے اور جس نے ساتھ تیرے توبہ کی اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو توبہ میں استقامت کا حکم دیا اُن کے لئے اور اُن کے پیرؤں اور اُن کی اُمت کے لئے حکم دیا۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ مرید، مرید نہیں ہوتا تا آنکہ بائیں طرف کا فرشتہ بیس سال اُس کے ذمّہ کوئی چیز نہ لکھے اور اُس سے وجود عصمت لازم نہیں آتا مگر سچا توبہ کرنے والا شاذونادر جب کسی گناہ میں مُبتلا ہوجائے تو اُس کے باطن سے گناہ کا نشان تھوڑی دیر میں مِٹ جاتا ہے اس واسطے کہ اُس پر ندامت اُن کے باطن میں موجود ہے اور ندامت توبہ ہے تو بائیں طرف کا فرشتہ کوئی چیز اُس کے ذمہ نہیں لکھتا اور جبکہ توبۂ نصوح کی اور پھر دُنیا کی طرف اُس نے بے رغبتی کی یہاں تک کہ صبح کو رات کے لئے کچھ اہتمام نہیں کرتا اور نہ رات کے وقت صبح کی فکر کرتا ہے اور نہ اُس کی رائے ہے کہ کیسۂ ذخیرہ جمع کرے اور نہ کسی ارادہ کا تعلق اُسے دُوسرے دن کے لئے ہے تو ہر آئینہ اُس نے

اس زہد اور فقر کا اجتماع کر دیا اور زہد فقر سے افضل ہے اور وہ فقر سے زیادہ اور بیش ہے اس واسطے کہ فقیر مجبورًا کوئی شئے نہیں رکھتا اور زاہد مختارانہ تارک ہر شئے کا ہے اور زہد اُس کا توکل کو اُس کے ثابت کرتا ہے اور توکل اُس کا اُس کی رضا ثابت کرتا ہے اور رضا اُس کے صبر کو اور صبر اُس کا حبس نفس اور صدق مجاہدہ کو ثابت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے حبس نفس اُس کے خوف کو اور خوف اُس کا اس کی رجاء کو متحقق کرتا ہے اور زہد و توبہ سے کل مقامات جمع ہو جاتے ہیں اور جبکہ زہد و توبہ ایمان کی صحت اور اُس کے عقود و شروط کے ساتھ یکجا ہوئی تو یہ تینوں حاجت مند چوتھی چیز کے ہوں گے جس کے ساتھ ان سب کی تکمیل ہے اور وہ دوام عمل ہے اس واسطے کہ احوال عالیہ سے بعض ان تین سے منکشف ہوتے ہیں اور بعض احوال کا میسر آنا چوتھی کے وجود پر جو دوام عمل ہے منحصر ہے اور بہت سے زاہد جو زہد کے ساتھ متحقق اور توبہ میں مستقیم ہیں اکثر احوال عالیہ سے بھٹک گئے ہیں اس سبب سے کہ وہ اس چوتھی سے بھٹک گئے۔ اور دنیا میں زہد سے کوئی مقصود اِس کے سوا نہیں ہے کہ نہایت فراغ حاصل ہو جس سے مدد دوام علی اللہ کی طلب کی جاتی ہے اور عمل اللہ یہ ہے کہ بندہ ہمیشہ ذکر کرے یا تلاوت کرے یا نماز یا مراقبہ کرتا رہے کہ اس سے کوئی شئے بجز واجب شرعی علیحدہ نہ کرے یا کوئی ضرورت ایسی ہو طبعی جس سے چارہ نہیں۔ پھر جبکہ عمل قلبی پر استیلا پاوے اس شغل کے ساتھ کہ اُس کی طرف حکم شرعی پہنچا دیا ہے تو باطن اُس کا عمل سے پراگندہ نہ ہوگا۔ پھر جبکہ زہد و تقویٰ کے ساتھ متمسک دوام عمل سے ہوگا تو ہر آئینہ فضل اور وہ چیز جو عبودیت میں مقرون بعید کرے مکمل ہو گئی۔

ابوبکر وراقؒ نے کہا ہے کہ جو شخص عبودیت کے سانچے سے نکل جائے اُس کے ساتھ معاملہ وہ کیا جائے جو غلام گریز پا سے کیا جاتا ہے۔

اور سہل بن عبداللہ تستری سے سوال کیا گیا کہ وہ کونسی منزلت ہے کہ بندہ اُس کے ساتھ قیام کرے تو عبودیت کے مقام میں کھڑا ہو۔ کہا جبکہ تدبیر اور

اختیار کو چھوڑ دے جبکہ بندہ توبہ اور زہد اور دوام عمل اللہ تعالٰی کے ساتھ متحقق ہو تو اُس کا وقت موجود وقتِ آئندہ سے مستغنی کر دیتا ہے اور وہ اُس مقام کو پہنچتا ہے جس میں تدبیر اور اختیار کا ترک ہے۔ بعد ازاں اس درجہ کو پہنچتا ہے کہ وہ اختیار کا مالک ہو اور اختیار اُس کا اختیار اللہ تعالیٰ سے ہو جاتا ہے کہ ہوئی اُس کی زائل ہو گئی اور مادۂ جہل اُس کے باطن سے دور اور علم اُس کو بوفور ہو گیا۔

یحییٰ بن معاذ رازی نے کہا ہے جب تک کہ بندہ تعرف اور عرفان میں متکلف ہوتا ہے اُسے کہا جاتا ہے کہ با اختیار نہ ہو یہاں تک کہ وہ عارف ہو جائے اور جب اُسے معرفت کا حصول ہُوا اور وہ خود عارف ہو گیا تو اُسے کہا جاتا ہے کہ چاہے تو صاحب اختیار ہو اور چاہے بے اختیار ہو اس واسطے کہ تُو اگر صاحبِ اختیار ہو گا تو ہمارے اختیار سے مختار ہُوا اور جو ترک اختیار کیا تو ہمارے اختیار سے تو نے ترک اختیار کیا۔

پس درحقیقت تو اختیار اور ترک اختیار میں ہمارے ساتھ ہے اور بندہ اس مقام عالی اور اس نادر الوجود حال کے ساتھ جو غایت اور نہایت ہے اور وہ یہ ہے کہ ترکِ تدبیر اور اختیار سے نکل جانے کے بعد مالک اختیار ہو جائے متحقق نہیں ہوتا مگر اُس حالت میں کہ ان چاروں کو جن کا ہم نے بیان کیا ہے خوب مضبوط اور مستحکم نہ کر لے اس واسطے کہ ترک تدبیر فنا ہے اور تدبیر و اختیار کا مالک ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندہ کے لئے ہے اور اس کو اختیار کی طرف پھیرنا تصرف بالحق ہے۔ اور وہی مقام بقار ہے اور وہ نکل آنا اس وجود سے ہے جو بندہ کے ساتھ تھا اور اُس وجود کی طرف چلے آنا جو حق کے ساتھ ہو جاتا ہے اور یہ وہ بندہ ہے جس میں ایک ذرّہ بھی کج روی سے باقی نہ رہا اور عبودیت میں اُس کا ظاہر اور باطن مستقیم ہو گیا اور علم و عمل نے اس کے ظاہر اور باطن کو آباد کر دیا اور بارگاہِ قربِ الٰہی میں اللہ عزّ وجل کے سامنے بالذات متوطن ہو گیا اور حالت اُس کی یہ کہ عجز و افتقار میں پنجہ مارے ہُوئے ہے اور اس قول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متحقق ہے: لا تکلنی

الیٰ نفسی طرفۃ عین فاھلک ولا الی احد من خلقک فاضیع اکلاء فی کلاء ۃ الولید ولا تخل عنی - یعنی مت سونپ تُو مجھے طرف نفس میرے کے ایک پلک مارنے تک تو میں ہلاک ہو جاؤں اور نہ طرف کسی کے خلق اپنی سے۔ پس میں ضائع ہوں نگاہ رکھو مجھے جس طرح بچے کو نگاہ رکھتے ہیں اور مجھے اکیلا مت چھوڑ۔

ساٹھواں باب

اشارات مشائخ کے بیان میں جو ترتیب وار مقامات میں ہے حضرات صوفیہ کا قول توبہ میں

رویم نے کہا ہے کہ توبہ کے معنی یہ ہیں کہ توبہ سے توبہ کرے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ معنی اس کے قول رابعہ ہے: استغفر اللہ العظیم من قلۃ صدقی فی قولی استغفر اللہ۔ یعنی میں بخشش مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ بزرگ سے کمی صدق اپنے سے قول اپنے میں بخشش مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ سے۔

حسن معاذ لیؒ سے سوال توبہ سے کیا گیا تو کہا کہ تم مجھ سے سوال توبۂ انابت کی بابت کرتے ہو یا توبۂ استجابت سے؟ اس پر سائل نے کہا کہ توبۂ انابت کیا چیز ہے؟ تو کہا یہ ہے کہ اللہ وعزّوجل سے تو ڈرے اس وجہ سے کہ تیرے اُوپر اُس کو بہت بڑی قدرت ہے۔ کہا پھر توبۂ استجابت کیا ہے؟ کہا وہ ہے کہ تُو اللہ تعالیٰ سے شرمائے اس وجہ سے کہ اُس کو تجھ سے قرب ہے اور یہ توبۂ استجابت جس کا ذکر اُس نے کیا جبکہ بندہ اُس کے ساتھ متحقق ہو تو وہ بسا اوقات اپنی نمازمیں ہر ایک خطرہ سے جو اللہ تعالیٰ کے سوا نازل ہوتا ہے اس سے توبہ اور استغفار اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے اور یہ توبہ استجابت اہلِ قرب کے باطنوں کے لئے لازم ہے۔

جیسا کہ کہا گیا ہے:-

ع وجودک ذنب لایقاس بہ ذنب

ترجمہ:- ؎ ہستی تیری گناہ ہے ایسا کہ اُس کے ساتھ
ہوتا نہیں قیاس کسی بے گناہ کا

حضرت ذوالنون رحؒ نے کہا ہے کہ عوام کی توبہ گناہوں سے ہے اور خواص کی غفلت سے اور انبیاء کی توبہ اُس سے کہ وہ اپنے تئیں اوروں کے مراتب پر پہنچنے کے عجز سے جس کو وہ پہنچتے ہیں۔

ابو محمد سہل رحؒ سے سوال کیا گیا کہ ایسے شخص کے حق میں آپ کیا کہتے ہیں جس نے ایک چیز سے توبہ کی اور اُس کو چھوڑ دیا۔ بعدازاں وہ شئے اس کے دل میں مخطور ہوئی کہ وہ اُس کو دیکھتا ہے یا اُس کو سُنتا ہے اور حلاوت اُس کی پاتا ہے۔ فرمایا کہ حلاوت طبیعت بشری ہے اور طبیعت سے چارہ نہیں ہے اور اُس کے لئے کوئی حیلہ اس کے سوا نہیں ہے کہ وہ اپنے قلب کو اپنے مالک کی طرف گلہ کے ساتھ رفع کرے اور اُس کو اپنے قلب کے ساتھ انکار کرے اور اپنے نفس پر انکار لازم کرے اور اس سے علیحدہ نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگے کہ اُس کو بھلا دے دوسری چیز اُس کے ذکر اور طاعت کے سوا جو ہے کہا اور اگر ایک لمحہ انکار سے غافل ہوا تو مجھے ڈر ہے کہ وہ محفوظ نہ رہے اور حلاوت کا عمل اُس کے قلب میں ہو لیکن حلاوت پانے پر وہ قلب پر انکار لازم کرے اور غمگین ہو تو اُس شخص کو ضرر نہ پہنچائے گا۔

اور یہ جو سہل رحؒ نے کہا ہر ایک طالب صادق کے لئے جو اپنی توبہ کی صحت چاہتا ہے کافی اور وافی ہے اور جو عارف کہ قوی حال ہے وہ اپنے باطن سے حلاوت کے دُور کرنے پر متمکن ہے اور یہ اُس پر آسان ہے اور اُس کی سہولت کے اسباب عارف کے لئے انواع و اقسام کے ہیں اور حال یہ ہے کہ جس کے قلب میں خاص اللہ تعالیٰ کی محبت کی حلاوت بیٹھ گئی جو صفائی مشاہدہ اور یقین خالص سے ہے تو پھر کون سی حلاوت ہے جو اُس کے قلب میں باقی رہے گی اور ہوی کا مزہ اسی پر ہے کہ جب الٰہی کا مزہ نہیں ہے اور توبہ کی بابت سوال ہوا تو کہا

کہ توبہ بازگشت ہر ایک شئے سے ہے جس کو علم نے بُرا کہا اُس شئے کی طرف جس کی علم نے تعریف کی اور یہ ایک وصف ہے جو ظاہر اور باطن کو شامل ہے اُس شخص کے لئے جو علم صریح سے کشف دیا گیا اس واسطے کہ علم کے ساتھ جہل کو بقاء نہیں جس طرح کہ آفتاب نکلنے پر رات کو بقا نہیں ہے اور یہ تعریف جمیع اقسام توبہ کو وصف خاص وعام کے ساتھ حاوی ہے اور یہ علم علم ظاہر و باطن کا ہے اس واسطے کہ ظاہر اور باطن توبہ کے اوصاف خاص وعام سے پاک اور منزہ ہو جاتا ہے۔

اور ابوالحسن نوری رح نے کہا ہے کہ توبہ یہ ہے کہ ہر ایک شئے ما سوی اللہ سے توبہ اور بازگشت کرے۔

قول اُن کا ورع میں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اصل تمہارے دین کی ورع اور پرہیزگاری ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہر پر وضو کیا اور جبکہ آپؐ وضو سے فارغ ہوئے تو بقیہ پانی نہر میں ڈال دیا اور فرمایا اللہ عزّ وجل یہ اُس قوم کو پہنچائے جو اُن کو نفع دے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جس نے تقوےٰ اختیار کیا اور ورع و پرہیز کی ترازو میں وزن کیا اُس کے سزاوار نہیں ہے کہ صاحب دنیا کے لئے مذلت اُٹھائے۔

حضرت معروف کرخی رح نے کہا ہے کہ تُو اپنی زبان کو مدح سے محفوظ رکھ جس طرح کہ مذمت سے بچائے رکھتا ہے۔

حرث بن اسد محاسبی سے منقول ہے کہ ہر آئینہ اُس کے درمیان کی اُنگلی کے کنارہ پر ایک رگ تھی کہ جب وہ ایسے کھانے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتے جس میں شبہ ہو تو یہ رگ اس کی پھڑکتی تھی۔

شبلیؒ سے سوال ہُوا کہ ورع کیا ہے ؟ تو کہا کہ ورع یہ ہے کہ تُو اس سے پرہیز کرے کہ تیرا دل ایک لمحہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف متفرق اور جُدا ہو ۔

ابو سلیمان دارانی نے کہا ہے کہ ورع اوّل زہد ہے جیسا کہ قناعت ایک سِرا رضا کا ہے ۔

اور یحییٰ بن معاذؒ نے کہا ہے کہ ورع یہ ہے کہ بلا تاویل علم کی حد پر متوقف اور ٹھٹکا ہُوا ہے ۔

خواص سے پُوچھا ورع کیا ہے ؟ کہا یہ ہے کہ بندہ کچھ نہ کہے بغیر حق کے، خواہ راضی ہو یا غصّہ میں ہو اور اس کا اہتمام اس کے ساتھ ہو جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ اور ابن الجلا کہتے تھے کہ میں اُس شخص کو جانتا ہوں جو تیس برس مکّے میں رہا اور زمزم کے پانی سے نہیں پیا مگر وہی پانی جسے اپنے ڈول رسّی سے بھرا اور نہ اُس کھانے سے کھایا جو مصر سے لایا گیا اور خواص کا قول ہے کہ ورع خوف کی دلیل ہے اور خوف معرفت کی دلیل ہے اور معرفت دلیلِ قربت ہے ۔

قول اُن کا زہد میں

حضرت جنیدؒ نے کہا زہد یہ ہے کہ ہاتھ املاک سے اور دل تلاش سے خالی ہو ۔

اور شبلیؒ سے زہد کا سوال کیا گیا کہ وہ کیا ہے ؟ کہا زہد حقیقت میں کوئی شَے نہیں ہے۔ اس واسطے کہ یا تو زہد اُس چیز میں کرے گا جو اُس کے پاس نہیں ہے سو یہ زہد خود نہیں ہے یا اُس میں زہد کرے جو اُس کے پاس ہے سو وہ کس طرح اس میں زہد کرے حالانکہ وہ شَے اُس کے ساتھ ہے اور اُس کے پاس ہے۔ پس زہد نہیں ہے مگر منع نفس اور بذل و مواسات کہ اُن اقسام کی طرف اشارہ کرتا ہے جن پر اقلام نے سبقت کی ہے اور یہ قول اگر جاری ہوتا تو اجتہاد و کسب کے قاعدہ کو ڈھا دیتا ہے۔ لیکن اِس سے مقصود شبلیؒ کا یہ ہے کہ زہد کا استحقار اُن لوگوں کی آنکھوں میں کرے جو زہد کو بڑی معتد بہ چیز جانتے ہیں تاکہ اُس پر مغرور اور مفتون نہ ہو جائیں ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

کہ جب تم ایک شخص کو دیکھو جس کو دُنیا میں زُہد اور گویائی عطا فرمائی ہے تو اس سے قربت کرو اس واسطے کہ وہ حکمت کو پہنچا ہے اور حقیقت میں زاہدوں کو اللہ تعا نے قصۂ قارون میں علماء فرمایا ہے اور کہا اللہ تعالیٰ نے : وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر۔ یعنی اور کہا علم والوں نے افسوس ہے تم پر کہ ثواب اللہ تعالےٰ کا بہتر ہے ۔ اس میں بعضوں نے کہا ہے کہ وہ لوگ زاہد ہیں ۔

اور سہل بن عبداللہ نے کہا ہے کہ عقل کے لئے ہزار اسم ہیں اور ہر ایک اسم کے لئے اُس میں سے ہزار اسم ہیں اور ہر ایک اسم کا اُس میں سے اول ترک دُنیا ہے ۔ اور اس آیت کی تفسیر میں ہے : وجعلنا ھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا ۔ یعنی اور گردانا ہم نے اُن کو امام ہدایت کرتے ہیں ساتھ حکم ہمارے کے جب انہوں نے صبر کیا کہا ہے کہ دُنیا سے ۔

اور حدیث میں آیا ہے کہ علماء پیغمبروں کے امانت دار ہیں جبکہ وہ دُنیا میں در نہ آئیں ۔ پھر اگر دُنیا میں داخل ہُوئے تو اُن سے اپنے دین پر حذر کرو ۔

اور حدیث میں ہے کہ ہمیشہ لا الہ الا اللہ بندوں سے خشم الہیٰ کو دُور کرتا ہے جب تک کہ وہ پرواہ اُس چیز کی نہیں کرتے جو دُنیا سے اُن کو نقصان ہُوا ہے اور جس وقت وہ ایسا کریں اور لا الٰہ الا اللہ کہیں تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تم جھوٹے ہو اُس کے ساتھ تم سچے نہیں ہو ۔

اور سہل رحؒ نے کہا ہے کہ اعمال حسنہ کل زہاد کے پلّہ اور موازین ہیں اور زہد کا ثواب اُن کے لئے فاضلات میں ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ جو شخص زاہد دُنیا کے اسم سے موسوم ہُوا تو وہ ہر آئینہ ہزار اسم محمود سے موسوم ہُوا اور جو راغب دُنیا کے نام سے موسوم ہُوا تو ہزار اسم مذموم سے موسوم ہُوا ۔

اور سریؒ نے کہا ہے کہ زہد حظوظ نفسانی کا ترک دنیا و مافیہا سب چیزوں سے ہے اور اس میں سب شامل ہیں جو حظوظ مالی اور جاہی ہیں اور حب منزلت جو لوگوں کے نزدیک ہے اور تعریف اور ثنا کا چاہنا بھی اس میں داخل ہے اور شبلیؒ سے پُوچھا کہ زہد کیا ہے ؟ کہا کہ زہد غفلت ہے ۔ اس واسطے کہ دُنیا کوئی

شئے نہیں ہے اور لا شئے میں زہد ایک غفلت ہے۔

اور بعضے علماء نے کہا ہے کہ جب صوفیہ نے دُنیا کی حقارت دیکھی تو زُہد دُنیا کے اندر زہد ان لوگوں نے کیا اس واسطے کہ اُن کے نزدیک دنیا ایک ذلیل چیز ہے۔ اور میرے نزدیک دُنیا میں زہد اُس کے سوا اور چیز ہے اور وہ زہد در زہد اس کے سوا نہیں ہے کہ آدمی اختیار سے زہد میں نکل جاوے اس واسطے کہ زاہد نے زہد کو اختیار کیا اور اُس کا ارادہ کیا اور اُس کا منسوب کہ مستند اُن کے علم کی طرف ہے اور علم اُس کا قاصر ہے۔

پس جبکہ وہ بزرگ ارادت کے مقام میں قائم ہُوا اور اپنے اختیار سے نکل آیا تو اللہ تعالیٰ اُس کو مکاشفہ اپنی مراد کا عطا فرماتا ہے پھر وہ دنیا کو مراد حق کے ترک کر دیتا ہے نہ اپنے نفس کی مراد سے سو اُس وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُس کا زہد ہو گا یا وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی مراد اُس سے یہ ہے کہ کسی شئے کے ساتھ دُنیا سے متلبس اور آلودہ ہو سو جس شئے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ در آئے اُس سے زہد اُس کا شکست نہیں ہوتا سو اُس کا دخول کسی چیز میں دُنیا سے اللہ تعالےٰ کے ساتھ اور اُس کے حکم سے زہد در زہد ہے اور زاہد جو ہے اس کے نزدیک وجود و عدم دُنیا برابر ہے۔ اگر ترک اُسے کیا تو اُس کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ ترک کیا اور جو اُسے اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اختیار کیا اور وہ زہد در زہد ہے۔

اور ہم نے بعضے عارفوں کو دیکھا ایسے شخص کو جو اس مقام میں قائم ہیں اور زہد میں اس مقام سے بلند ایک اور مقام ہے اور وہ ایسے شخص کے لئے ہے کہ حق تعالےٰ اختیار اُس کا اُسے واپس دیتا ہے اس وجہ سے کہ مقام بقا میں علم اُس کا وسیع ہے اور نفس میں اُس کے طہارت ہے سو وہ زہد ثالث کرتا ہے اور دُنیا کو چھوڑتا ہے۔ بعد ازاں کہ دُنیا کی خوبی اپنے قبضہ میں لاتا ہے اور اعادۂ موہوب اس پر ہوتا ہے اور اس مقام میں دُنیا کا ترک اُس کے اختیار سے ہے اور اختیار اُس کا اختیار حق سے ہے پھر ہر آئینہ وہ کبھی ایک وقت ترک اختیار کرتا ہے اس نظر سے کہ انبیاء اور صالحین کی تقلید اور پیروی کرے اور اُس کی یہ

رائے ہوتی ہے کہ اختیار دنیا مقام زہد ورزہد میں نرمی اور مواسات ہے جو اُس
کے مبذول حال اس واسطے ہُوئی ہے کہ وہ ضعف کے موقع پر اقویا کے قدم سے
جو انبیاء اور صدیقین ہیں اور وہ ترک مواسات وافق حق سے حق کے ساتھ واسطے
حق کے کرتا ہے اور کبھی اُس کو اپنے اختیار سے شامل اور متناول ہو جاتا ہے۔
اس غرض سے کہ نفس کے ساتھ ملائمت ایک تدبیر سچّی سے کرے جس میں علم
صریح اُس کی سیاست کرے۔ اور یہ مقام تصرف کا اُن قوی عارفوں کے لئے ہے
جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تیسرا زہد کیا ہے جیسا کہ دوسرا زہد اللہ کے ساتھ کیا
جیسا کہ اوّل اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ زہد کیا۔

قول اُن کا صبر میں

سہلؒ نے کہا ہے کہ صبر انتظار کشود منجانب اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اعلیٰ اور افضل
خدمت ہے اور بعضے صوفیا نے کہا ہے کہ صبر کے یہ معنی ہیں کہ صبر میں تو صبر کرے
یعنی کشود میں اُس میں مطالعہ اور انتظار تو نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔
والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا واولئک
ھم المتقون۔ یعنی اور صبر کرنے والے خوف اور نقصان میں اور وقت لڑائی
کے یہ وہ لوگ ہیں کہ سچے ہیں اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔
اور بعضے کہتے ہیں کہ ہر ایک شئے کا ایک جوہر ہے اور انسان کا جوہر عقل ہے
اور عقل کا جوہر صبر ہے اور صبر نفس کی گوشمالی ہے اور گوشمال سے وہ ملائم ہوتا
ہے اور صبر صابر کے اندر بجائے انفاس کے جاری ہے۔ اس واسطے کہ وہ صبر کا
محتاج ہے ہر ایک چیز سے جو ممنوع اور مکروہ ہو اور مذموم ظاہر میں ہو یا باطن
میں ہو اور علم رہنمائی کرتا ہے اور صبر بقبول پیش آتا ہے اور علم کی دلالت
بلاقبول صبر فائدہ نہیں دیتی اور جس شخص نے محافظ ظاہر اور باطن میں علم ہو تو
یہ درجۂ کمال کو نہیں پہنچتا مگر اُس وقت کہ صبر اس کا قرارگاہ اور مسکن ہو۔ اور
علم اور صبر دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں جیسے رُوح اور بدن کہ اس میں

سے ایک کو دوسرے کے بغیر استقلال نہیں ہے اور اُن دونوں کا مصدر سرشت عقلی ہے اور وہ دونوں باہم قریب ہمدگر ہیں کہ دونوں کا مصدر متحد ہے اور صبر کے ساتھ نفس سے مشقت لیتا ہے اور علم سے روح کو ترقی ہوتی ہے اور وہ دونوں برزخ اور فارق روح اور نفس کے درمیان ہیں تاکہ ہر واحد اُن میں سے اپنی اپنی قرار گاہ میں قرار پاوے اور اُس میں عدل صریح اور اعتدال صحیح ہے اور ایک دوسرے کے علیحدہ ہونے یعنی علم اور صبر سے میل اور جول ایک کا دوسرے پر یعنی روح اور نفس کا ہے اور اس کا بیان دقیق اور باریک ہے اور شرف صبر کے اندر قول اللہ تعالیٰ کا تجھے کافی ہے انما الصابرون اجرھم بغیر حساب۔ یعنی البتہ اللہ تعالیٰ دے گا صبر کرنے والوں کو اجر اُن کا بغیر حساب کہ جو حساب میں نہ آسکے ہر ایک مزدور کی مزدوری حساب سے ہے اور صبر کرنے والوں کا اجر بغیر حساب کے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو فرمایا ہے :۔

واصبر وما صبرك الا بالله۔ یعنی اور صبر کر اور نہیں ہے صبر تیرا مگر اللہ تعالےٰ کے ساتھ۔ صبر کو اپنے نفس کے ساتھ منسوب کیا اس واسطے کہ منزلت اُس کی شریف ہے اور نعمت کی تکمیل اُس کے ساتھ ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص شبلیؒ کے پاس آکر کھڑا ہُوا اور کہا وہ کون سا صبر ہے جو صابرین پر سخت تر ہے۔ آپ نے کہا صبر فی اللہ اُس نے کہا کہ نہیں کہا صبر للہ تو کہا نہیں پھر آپ نے کہا کہ صبر مع اللہ اُس نے کہا کہ نہیں تو شبلی غصّے ہُوا اور کہا تعجّب ہے وہ کون شئے ہے اُس شخص نے کہا کہ صبر عن اللہ ہے۔

راوی کہتا ہے کہ شبلیؒ نے ایک چیخ ماری اور قریب تھا کہ رُوح اُس کی تلف ہو جاتی۔ اور میرے نزدیک صبر عن اللہ کے معنی میں وجہ ہے اور اُس کے لئے کہ وہ صابرین پر سخت تر صبر سے ایک وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ صبر عن اللہ خاص الخاص مقامات مشاہدہ میں ہوتا ہے کہ وہاں بندہ اپنے مولیٰ سے بوجہ حیا اور جلالت کے بازگشت کرتا ہے اور اُس کی بصیرت خجالت اور گزارش میں بند اور پوشیدہ ہو

جاتی ہے اور فروتنی وزاری و خفا کے بیان میں غائب ہوجاتی ہے اس واسطے
کہ تجلّی کا امر عظیم اُسے محسوس و مدرک ہوتا ہے اور یہ سخت ترین صبر ہے اسواسطے
کہ وہ اس حال کا دوام و استمرار حق جلال کے ادا کرنے کے لئے چاہتا اور دوست
رکھتا ہے اور روح اس امر کو دوست رکھتی ہے کہ اپنی بصیرت کو نور جمال کی روشنی
ولمعان سے سرنگیں کرے اور جس طرح کہ نفس عموم حال صبر کے لئے نزاع کرتا ہے
توروح اس صبر میں نزاع کرتی ہے اس لئے صبر عن اللہ تعالیٰ سخت تر ہوگیا۔
اور ابوالحسن بن سالم نے کہا ہے کہ صاحب صبر تین ہیں، متصبر اور صابر اور
صبار، سو متصبر وہ ہے جس نے فی اللہ صبر کیا اور ایک بار صبر کرتا ہے اور ایک
بار ناشکیبائی کرتا ہے اور صابر وہ ہے جو فی اللہ اور للہ صبر کرے اور ناشکیبائی
نہ کرے مگر اُس سے توقع شکوہ کی اس سے ہوتی ہے اور کبھی ناشکیبائی ممکن ہے
اور صبار وہ ہے جو فی اللہ اور للہ صبر کرے اور وہ یہ ہے کہ اگر تمام بلایات اُس
پر ڈالی جائیں تو ناشکیبائی نہ کرے اور وجود و حقیقت کی جہت سے متغیّر نہ ہو
اور نہ رسم اور خلقت کی جہت سے متغیر ہو اور اُس میں اشارہ اُس کا ظہور حکم علم
کا اُس میں ہے باوجودیکہ صفت علم کا بھی ظہور ہے اور شبلی علیہ الرحمۃ ان دو
بیتوں کے ساتھ متمثل کہتا تھا ؎

ان صوت المحب من الم الشوق — وخوف الفراق یورث ضراء
صابر الصبر فاستغاث به الصبر — فصاح المحب للصبر صبرا

ترجمہ ؎

آواز دوست ہر چہ ز بیم فراق بود — یا اشتیاق میدہد از آں زمان چو دود
صبرے کہ می بکرد مدد ہم ز صبر خواست — نعرہ کہ زد بصبر دلش سوخت ہمچو عود

جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو صبر کا
حکم دیا اور بڑا حصّہ اُس کا جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص کیا اس
واسطے کہ اُس کا صبر باللہ گردانا صبر بنفسہٖ اور فرمایا وما صبرک الا باللہ یعنی
اور نہیں ہے صبر تیرا مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور سری سے پوچھا گیا کہ صبر کیا ہے؟

سو اُس نے بیان اور کلام اُس میں کرنا شروع کیا کہ اس اثنا میں ایک بچھو اُس کے پاؤں پر چلا اور اپنا ڈنک اُس کے مارتا تھا تو اُس سے کہا گیا کہ اُسے کس واسطے نہیں دُور کرتا؟ کہا میں اللہ تعالیٰ سے شرماتا ہوں کہ ایک حال میں کلام کروں اور پھر اس کے خلاف کروں جو کچھ کر رہا ہوں۔

فرغانی سے روایت ہے کہ وہ کہتا تھا میں نے جنید رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا ہے کہ وہ کہتا تھا ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا اکرام ایمان سے اور ایمان کا اکرام عقل سے اور عقل کا اکرام صبر سے کیا ہے پس ایمان زینت مومن کی ہے اور عقل زینت ایمان کی اور صبر زینت عقل کی ہے اور ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ابیات پڑھیں ؎

صبرت علی بعض الاذی خوف کله	ودافعت عن نفسی لنفسی فعزت
وجرعتها المکروه حتی تدربت	ولولم اجرعنها اذا لاشمازت
الارب ذل ساق للنفس عزة	ویارب نفس بالتذلل عزت
ساصبر وجهدی ان فی الصبر عزة	وارضی بدنیای وان هی قلت

ترجمہ از مترجم فارسی ؎

زہے صبری کہ ہر بعضے ز خوف کل من کردم	ز رنجی کان بنفس خود ز خود پیوستہ میرانم
قدح کز رنج بود آنرا بخوردم تا بیارامد	خزد واپس اگر او را ز خوردن دور می شانم
بسے عزت زنا کس کان بیارد نفس را خوارے	بسے خواری زنا اہلان کزاں عزت ہمیدانم
کشم گردست خود جز آنکہ او بر خود مراخواند	شود خشک ہماں ستم از آنکہ آں ہست شیطانم
شکیبائی کنم من زانکہ اندر صبر عز دانم	ز اند کسا کار از دنیا شدم چہ دریابم

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے کہا ہے جو نعمت کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندے کو عطا کی ازاں بعد اُس سے سلب کی اور معاوضہ اُس نعمت کا جو سلب کر لی صبر دیا مگر یہ کہ جو چیز عوض میں دی بہتر اُس سے ہے کہ جو چیز سلب کر لی اور سمنون کی ابیات پڑھیں۔

نظم ؎

بجرعت من حالیه نعمی و ابو اسًا | زمانا اذا اجرے عز الیه احتسا
فلم غمزۃ قد جر عتنے کوُ سہا | فجرعتہا من بحر صبری اکوٗ سًا
تدرعت صبری والتحقت صروفه | وقلت لنفسی الصبر او فاھلکی اُ سا
خطوبٌ لوان الشم ذا حمن خطبہا | لساحت ولم تدرک لہا الکف لمسا

ترجمہ از مترجم فارسی ؎

کاسی کہ از دو حال بخوردم زنیک و بد | از روز گار ناخوش کاسیب کہ دہر
دلہا کند سیاہ ونیم مے خورم از ان | چوں از بجار صبر دما دم ہمی رسد
شد پیرہن ز صبر و محبت شدہ لحاف | راضی شدی بصبر و با مرگ اے حسد
آسیب ہائے دہر بگوہ ار رسد از اں | ایں دست ہیچ جائے نشاید چناں شود

قول ان کا فقر میں

ابن الجلا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ فقر یہ ہے کہ تیرے واسطے کچھ نہ ہو پھر جبکہ تیرے واسطے کچھ ہو تو تیرے واسطے نہ ہو یہاں تک کہ تو دوسرے کو دیدے۔

اور کتانی رحؒ نے کہا ہے کہ جب افتقار اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح ہُوا تو غنا باللہ بھی صحیح ہُوا اس واسطے کہ یہ دونوں حال ہیں کہ ایک دوسرے کے بغیر پورا نہیں ہوتا۔

اور نوریؒ نے کہا ہے فقرار کی صنعت یہ ہے کہ عدم کے وقت سکون ہو اور وجود کے وقت بذل وایثار ہو اور دوسرے نے کہا ہے کہ اضطراب موجود کے وقت ہو۔ اور دراج نے کہا ہے کہ مَیں نے اپنے اُستاد کی تھیلی ٹٹولی کہ سُرمہ دانی چاہتا تھا اور اس میں ایک چاندی کا ٹکڑا پایا مَیں حیران ہُوا جب وہ آیا تو مَیں نے اُس سے کہا کہ مَیں نے آپ کی تھیلی میں یہ چاندی کا ٹکڑا پایا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میری رائے ہوئی کہ اُسے واپس کر دوں۔ بعد ازاں اُس نے کہا کہ اُسے لے اور کوئی چیز خرید لے۔ پھر مَیں نے کہا کہ تجھے اپنے معبود کی قسم ہے کہ بتلا اس چاندی کے ٹکڑے کا معاملہ کیا ہے تو اُس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دُنیا سے اس کے سوا چاندی سونا کچھ نہیں دیا تو مَیں نے چاہا کہ مَیں وصیت کر جاؤں

کہ وہ میرے کفن میں باندھ دیا جائے کہ اُسے میں اللہ تعالیٰ کو اُلٹا پھیر دوں۔
ابراہیمؒ خواص نے کہا کہ فقر شرف کی رِدا ہے اور مرسلین کا لباس اور صالحین کی چادر ہے۔ اور سہل بن عبداللہ سے پوچھا گیا کہ فقیرِ صادق کون ہے؟ تو کہا کہ نہ وہ سوال کرے اور نہ رد کرے اور نہ روکے۔
اور ابو علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مجھ سے زقاق نے پوچھا اور کہا اے ابا علی فقراء نے کس واسطے حاجت کے وقت بلغہ اور کفاف کو ترک کر دیا کہا میں نے یہ جواب دیا کہ اس واسطے کہ یہ لوگ بخشنے والے کے ساتھ بخششوں سے مستغنی ہیں کہا ہاں مگر میرے دل میں اور بات آئی ہے۔ میں نے کہا اُس سے لاؤ مجھے اس سے فائدہ پہنچا جو تیری سمجھ میں آئی ہے کہا اس واسطے کہ وہ ایک ایسی قوم ہے کہ موجودگی اُن کو نافع نہیں ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اُن کا فاقہ ہے اور فاقہ ان کو مضر نہیں ہے جبکہ اللہ اُن کا موجود ہے۔
اور بعضے صوفیہ نے کہا ہے کہ فقر حاجت کا ٹھہرنا اور حاجت کا مٹانا ماسوی اللہ سے ہے، اور مسوحی نے کہا ہے کہ فقیر وہ ہے کہ نعمتیں اُس کو غنی نہ کر دیں اور نعمتیں اُس کو محتاج نہ کریں۔
اور یحییٰ بن معاذ نے کہا ہے کہ فقیر کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مستغنی نہ ہو مگر اللہ کے ساتھ، اور اس کا نشان یہ ہے کہ اسباب کل معدوم ہوں۔
اور ابوبکر طوسیؒ نے کہا ہے کہ ایک مدت میں اس پر حیارہا کہ سوال اس معنی کا ہو جس کو ہمارے اصحاب نے اس فقر کے واسطے سب اشیاء پر اختیار کیا ہے تو کسی نے مجھے ایسا جواب نہ دیا کہ جو مجھے قانع کر دے یہاں تک کہ نصیر بن حمامی سے میں نے سوال کیا تو اُس نے مجھ سے کہا کہ یہ اس واسطے ہے کہ وہ پہلی منزل منازل توحید سے ہے سو میں نے اُس پر قناعت کی۔
اور ابن الجلاء سے فقر کی بابت سوال کیا گیا تو خاموش رہا یہاں تک کہ اُس نے نماز پڑھی اور پھر واپس آیا۔ بعد ازاں کہا کہ میں خاموش نہیں ہوا مگر ایک درہم کے سبب جو میرے پاس تھا سو میں گیا اور اُسے میں نے خرچ کر ڈالا اور اللہ تعالیٰ

سے شرمایا کہ فقیر میں کلام کروں اور حالانکہ میرے پاس یہ موجود ہے پھر بیٹھا اور کلام کیا۔ ابوبکر ابن طاہرؒ نے کہا کہ حکم فقیر سے یہ ہے کہ اُسے کوئی رغبت نہ ہو۔ پھر اگر ہو اور کوئی چارہ نہیں ہے تو اُس کی رغبت اُس کی کفایت سے متجاوز نہ ہو۔

فارس نے کہا کہ میں نے ایک فقیر سے ایک بار کہا جبکہ میں نے اُس پر نشان بھوک اور تکلیف کا دیکھا کہ کس واسطے تو سوال نہیں کرتا کہ لوگ تجھے کھانا کھلائیں، تو کہا مجھے خوف ہے کہ اُن سے سوال کروں اور مجھے نہ دیں تو اُن کو فلاح نہ ہو گی اور بعضے صوفیہ کی یہ ابیات پڑھیں ؎

قالوا غدا العید ماذا انت لابسه	فقلت خلعة ساق عبده الجرعا
فقر و صبر هما ثوبان تحتهما	قلب یری ربه الاعیاد والجمعا
احری الملابس ان تلقی الحبیب به	یوم التزاور فی الثوب الذی خلعا
الدهر لی ماتم ان رغبت یا امی	والعید ما دمت لی مرءٍ و مستمعا

ترجمہ ؎

کہا کل عید کا دن ہے تیری پوشاک کیا ہو گی	کہا میں نے کہ وہ خلعت جو اپنے بندہ کو بھیجا
وہ دو جامے ہیں فقر اور صبر کے اور انکے نیچے ہے	دل ایسا ہے جو اپنے رب کو دیکھے عید اور جمعا
لباس عمدہ وہ ہے محبوب سے وصلت تجھے ہووے	بروز وصل وہ جامہ ہو جو خلعت تجھے بخشا
زمانہ مجھ کو ماتم ہے اگر تو مجھ سے غائب ہو	مجھے عید اُس گھڑی جبدم سُنا تجھ سے تجھے دیکھا

قول اُن کا شکر میں

بعضے صوفیہ نے کہا ہے کہ شکر یہ ہے کہ منعم کے دیکھنے کے سبب نعمت سے غائب ہو اور یحییٰ بن معاذ رازی نے کہا کہ تو شاکر نہیں ہے جب تک کہ تو شکر کرے اور انتہائے شکر تحیر ہے اور یہ اس واسطے کہ ایک شکر ایک نعمت من جانب اللہ ہے کہ اُس پر شکر واجب ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار میں وارد ہے کہ الٰہی میں تیرا شکر کس طرح ادا کروں اور مجھے تیرے شکر کی طاقت نہیں ہے مگر ایک دوسری نعمت کے ساتھ جو تیری نعمتوں سے ہے۔ پس اللہ تعالےٰ نے اس کو وحی بھیجی کہ جب

تُو نے یہ جان لیا تو میرا شکر تُو نے کیا اور شکر کے معنی نعمت میں کشف اور اظہار ہے اور محاورہ میں کہا جاتا ہے شکرہ وکشر جبکہ دانتوں کو کھولا اور اُسے ظاہر کیا۔ پس نعمتوں کا پھیلانا اور اُس کا ذکر کرنا اور زبان سے اُن کا گننا شکر ہے اور شکر کا باطن یہ ہے کہ تو نعمتوں سے طاعت پر مدد طلب کرے اور معصیت پر اس سے استعانت نہ کرے تو یہ شکر نعمت ہے اور میں نے اپنے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے سُنا ہے کہ بعض صوفیہ کے یہ ابیات پڑھتے تھے ؎

اولیتنی نعما ابوح ونشکرھا — وکفیتنی کل الامور باسرھا
فلاشکرنک ماحییت وان امت — فلتشکرنک اعظمی فی قبرھا

ترجمہ ؎

عطا کیں نعمتیں تُو نے مَیں کرتا شکر ہوں اس کا — اور اُس پر کام جتنے ہیں مرے تُو اُس کو ہے کرتا
مَیں زندہ جب تلک ہوں شکر کرتا ہوں جو مر جاؤں — تو میری ہڈیاں مرقد میں شکرانہ کریں تیرا

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پہلے پہل بہشت میں قیامت کے روز وہ بلائے جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی حمد وصفت رنج اور راحت میں کرتے ہیں اور یہ بھی فرمایا ہے جو بلا میں پھنسا اور اُس نے صبر کیا اور جو نعمتیں دیا گیا اور شکر کیا اور مظلوم ہُوا اور بخشا اور معاف کیا اور ظلم کیا تو مغفرت مانگی تو لوگوں نے سوال کیا کہ آخر اُس کا انجام کیا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا اُن لوگوں کو امن و امان ملے گا اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

حضرت جنیدؒ نے کہا کہ شکر کا فرض یہ ہے کہ اُس کا اقرار نعمتوں کے ساتھ دل اور زبان سے کرے۔ اور حدیث میں بہترین ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور افضل دُعا الحمد للہ ہے۔ اور بعضوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے واسبغ علیکم نعمۃ ظاھرۃ و باطنۃ کہا۔ ظاہر کی نعمتیں، عافیتیں اور دولتمندی ہے اور باطنی امتحانات اور مفلسی ہے کہ یہ اخروی نعمتیں ہیں اس واسطے کہ اُس سے جزا تک کا مستوجب ہو جاتا ہے اور حقیقتِ شکر یہ ہے کہ جو اُس کے لئے مقدر کیا گیا اُس کو نعمت تصوّر کرے بجز اس کے کہ دین میں اُس کے مضر ہو اس واسطے کہ اللہ تعالےٰ

بندہ کے لئے نہیں مقدر کرتا مگر یہ کہ وہ ایک نعمت اُس کے حق میں ہوتی ہے یا
وہ عاجلہ ہے جس کو جانتا اور سمجھتا ہے یا کہ آجلہ ہے اُن چیزوں کی وجہ سے جو
اُس کے لئے مکروہات سے مقدر ہُوئیں سو وہ یا ایک درجہ اُس کے لئے ہو گا یا پاک
کرنا یا گناہ ہونے کا کفارہ ہو گا اور جبکہ یہ معلوم ہُوا کہ اُس کا مالک اُس کے
لئے زیادہ تر نصیحت کرنے والا اور اُس کی مصلحتوں کا جاننے والا زیادہ تر اس
کے نفس سے ہے اور جو اُس کی طرف سے ہے نعمتیں ہیں تو ہر آئینہ اُس نے
شکر ادا کیا۔

قول اُن کا خوف میں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اصلی حکمت خوفِ الٰہی ہے
اور آپؐ سے یہ بھی روایت ہے کہ فرمایا حضرت داؤد علیہ السّلام نفس کی عیادت بیمار
سمجھ کر کرتے تھے حالانکہ مرض اُس کو کوئی نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ کا خوف اور اُس
سے شرم وحیا تھی۔

ابو عمرو الدمشقی نے کہا ہے کہ خائف وہ شخص ہے جو اپنے نفس سے خائف تر
شیطان سے ہو۔ اور بعض صُوفیہ نے کہا ہے کہ خائف وہ نہیں جو روئے اور اپنی آنکھوں
سے آنسو پُونچھے۔ مگر خائف وہ ہے جو اُن چیزوں سے ڈرے کہ اُن کے سبب عذاب
اُس پر ہو گا۔ بعضے حضرات نے کہا ہے کہ خائف وہ ہے جو غیر اللہ سے نہ ڈرے اسکے معنی
کیے گئے ہیں کہ وہ اپنے نفس کیلئے خوف کرے اسکے سوا خوف کی کوئی وجہ نہیں کہ اسکی بزرگی اور جلال کا ہے اور اپنے نفس کے لئے
خوف عقوبت کا ہے اور سہلؒ نے کہا ہے کہ خوف نر ہے اور رجا، مادہ ہے یعنی اُن سے حقائق
ایمان پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولقد وصینا الذین اوتوا
الکتاب من قبلکم وایاکم ان اتقوا اللہ۔ یعنی اور ہر آئینہ وصیت کی ہم نے
اہلِ کتاب کو تم سے پہلے اور خاص تم کو کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ آیت قطب قرآن کی ہے اس واسطے کہ ہر ایک کا
مدار اُسی پر ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ خائفین کے لئے وہ سب چیزیں جمع کر دی ہیں

جو سب مومنین کے لئے جُدا اور متفرق کی ہیں اور وہ ہدیٰ و رحمت و علم و رضوان ہے۔
سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :- هدى و رحمة للذين هم لربهم يرهبون -
یعنی ہدایت اور رحمت واسطے اُن لوگوں کے ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور
فرمایا انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء یعنی البتہ اللہ تعالیٰ سے بندوں اُس کے
میں عالم ڈرتے ہیں اور فرمایا : رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ذٰلک لمن خشی ربہ
یعنی راضی ہے اللہ تعالیٰ اُن سے اور راضی ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے یہ اُن کے لئے ہے
جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے ۔"

حضرت سہل رح کا مقولہ ہے کہ ایمان کا کمال علم سے ہے اور علم کا کمال خوف سے
ہے اور یہ بھی کہا کہ علم نے ایمان حاصل کیا اور خوف نے معرفت حاصل کی ۔

اور ذوالنون رح نے کہا ہے کہ محب کاسۂ محبت نہیں پیتا مگر بعد ازاں کہ خوف اُس کے
دل کو پختہ و پُر کر دے ۔

اور فضیل ابن عیاض نے کہا ہے جب تجھ سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتو
خاموش ہو اس لئے کہ تُو اگر کہے کہ نہیں تو کفر تُو نے کیا اور جو کہا کہ ہاں تو جھوٹ بولا کہ
تیرا دل اُس شخص کا سا نہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے ۔

قول اُن کا رجاء میں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزّ و جل فرماتا ہے
کہ دوزخ سے اُن لوگوں کو نکالو جن کے دلوں میں ہیں حبۂ رائی کے برابر بھی ایمان
ہو۔ بعد ازاں فرمائے گا کہ مجھے اپنی عزّت اور جلال کی قسم ہے کہ میں اُس شخص کو
جو مجھ پر ایک گھڑی رات یا دن میں ایمان لایا ہو ایسا نہ کروں گا جو بالکل میرے
اوپر ایمان نہیں لایا۔

اور روایت ہے کہ ایک اعرابی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا
اور کہا حساب خلق کا مالک و مختار کون ہے ؟ آپ نے جواب دیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ
کہا وہ بذاتہ آپ نے کہا ہاں تو اعرابی مُسکرایا پس جناب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

کہا اے اعرابی کس سبب سے تُو ہنسا تو اُس نے کہا کہ ہر آئینہ کریم شخص نے جب قدرت پائی تو معاف کر دیا اور جب اُس نے حساب کیا تو مسامحت اور درگزر کی۔ اور شاہ کرمانیؒ نے کہا ہے علامت رجار کی حسن طاعت ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ رجا دید جلال بچشم جمال ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ قرب دل لطف رب سے ہے۔

ابو علی رود باریؒ نے کہا کہ خوف اور رجا ایک پرندہ کے دو بازوؤں کی مثال ہیں جب یہ دونوں بازو درست اور ٹھیک ہوں تو پرندہ درست اور مستوی ہوتا ہے اور اپنی پرواز میں پورا ہوتا ہے۔

ابو عبداللہ حنیف نے کہا ہے کہ رجا راحت قلوب اس لئے ہے کہ کرم متوقع کو دیکھے۔ مطرفؒ نے کہا کہ اگر مومن کا خوف اور رجاء وزن کیا جائے تو وہ دونوں برابر اور معتدل ہوں گے اور خوف و رجار ایمان کے دو بازوؤں کے مثال ہیں اور کوئی خائف نہیں مگر وہ ضرور امیدوار ہے اور کوئی امیدوار نہیں الا یہ کہ وہ خائف ہوگا کہ موجب خوف ایمان ہے اور ایمان سے رجار ہے اور موجب رجار ایمان ہے اور ایمان سے خوف ہے۔ اور اسی واسطے لقمانؒ سے روایت ہے کہ اُس نے اپنے بیٹے سے کہا اللہ تعالیٰ سے ڈر ایسا ڈرنا کہ اُس میں ایمن کسی کمر سے نہ ہو اور اُس خوف سے رجاء رکھ پھر کس طرح اُس کی طاقت مجھے ہو حالانکہ میرے لئے ایک قلب ہے کیا تجھے نہیں معلوم ہوا کہ مومن کے دو قلب ہوتے ہیں ایک سے ڈرتا اور دُوسرے سے اُمید کرتا ہے اور یہ اس واسطے کہ وہ دونوں حکم ایمان سے ہیں۔

قول اُن کا توکّل میں

سریؒ نے کہا کہ توکل حول اور قوت سے باہر آتا ہے اور جنیدؒ نے کہا کہ توکل یہ ہے کہ تُو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو جیسا کہ تُو نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ تیرے واسطے ہو گا جیسا کہ وہ ہمیشہ تھا۔

اور سہلؒ کا مقولہ ہے کہ کُل مقامات کے لئے رو اور پشت ہے بجز توکّل کے کہ وہ رو بے پشت ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ توکل عنایات کا ارادہ کرے

نہ توکل کفایت کا اور اللہ تعالےٰ توکل کو مقرون با یمان فرماتا ہے اور کہا اور اللہ تعؐ پر توکل کرو اگر تم ایمان والے ہو اور فرمایا اللہ تعالیٰ ہی پر چاہیئے کہ ایمان والے توکل کریں اور اپنے نبی علیہ السلام کو فرمایا اور توکل زندہ پر کہ جو نہیں مرتا اور ذوالنون نے کہا کہ توکل نام ہے ترک تدبیر نفس کا اور حول وقوت سے علیحدہ ہونا۔

اور ابوبکر زقاق نے کہا توکل عیش کا لوٹا دینا ہے ایک دن تک اور صبح کے ارادہ کا دُور کرنا ہے۔ اور ابوبکر واسطی کا قول ہے اصل توکل فاقہ اور تہی دستی کا شوق ہے اور توکل سے اپنی آمانی و آمال میں علیحدہ نہ ہو اور اپنے دل میں ساتھ اپنے توکل کی طرف عمر بھر میں ایک لحظہ نہ التفات کرے۔

اور بعض صوفیہ نے کہا جس نے ارادہ کیا اس کا کہ وہ حق توکل کے ساتھ اُٹھے تو چاہیئے کہ اپنے نفس کے لئے ایک قبر کھودے جس میں اُس کو دفن کرے اور دُنیا اور اہل دُنیا سب کو بھول جائے اس واسطے کہ حقیقت توکل وہ ہے کہ کوئی خلق سے اُس کے کمال پر قائم نہیں ہوتا۔ اور سہلؒ نے کہا ہے کہ اول مقامات توکل یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے رہے جیسے میّت غسّال کے سامنے کہ اُس کو اُلٹتا ہے جیسا کہ وہ چاہتا ہے اور اس میں کوئی حرکت اور تدبیر نہیں ہوتی۔

اور حمدون قصارؒ نے کہا ہے کہ توکل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعتصام کرے اور سہلؒ نے بھی کہا ہے کہ علم سب ایک باب تعبد کا ہے اور تعبد سب ایک باب ورع ہے اور ورع سب ایک باب زہد کا ہے اور زہد سب ایک باب توکل سے ہے۔ اور کہا تقویٰ اور یقین ایک ترازو کے دو پلوں کے مثال ہیں اور توکل اُس ترازو کی زبان ہے کہ اُسی سے زیادتی اور نقصان پہچانے جاتے ہیں اور میرے دل میں یہ آتا ہے کہ توکل بقدر اس کے ہے کہ اُسے علم و کمال ہو۔ سو جو شخص معرفت میں کامل تر ہو اُسی قدر وہ توکل میں قائم و اتم ہو گا۔

اور جو شخص کہ اُس کا توکل کامل ہو وہ روبت وکیل میں رویت توکل سے غائب اور غافل ہو جائے گا بعد ازاں قوت معرفت کو مفید یہ امر ہے کہ علم کا صرف برابر حصّہ بانٹ میں ہو اور سب حصص عدل و وزن کی رُو سے مقسوم لہم کے مقابلے

ہیں مقرر ہوتے ہیں اس واسطے کہ نظر الی غیر اللہ اس سبب سے ہے کہ اُس کے نفس میں جہل ہے اور جب کبھی کوئی خیر معلوم کرے تو توکل میں اُس کے شکست لائے۔ اُس کو چشمۂ نفس سے سمجھتا ہے تو توکل کا نقصان نفس کے ظہور سے ظاہر ہوتا ہے اور کمال اُس کا نفس کی غیبت سے ثابت ہوتا ہے اور راقو یا کے لئے کچھ شمار اور آمادگی توکل کی تصحیح میں نہیں ہے ہاں اُس کا یہ شغل ہے۔ مواد قلب کی تقویت نفس کو غائب کرتے ہیں۔ پھر جبکہ نفس غائب ہو گیا مادۂ جہل بھی منقطع ہو گیا۔ پس توکل صحیح ہُوا اور بندہ اُس کی طرف نظر نہیں ڈالتا اور جب کبھی نفس سے یقین متحرک ہُوا تو اُن کے ضمیر پر اس قول الٰہی کا اسرار ان اللہ یعلم ما یدعون من دونہ من شئی یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اُس چیز کو کہ سوا اُس کے وہ پُکارتے ہیں دوسری چیز کو وارد ہوتا ہے۔ پس وجود حق اعیان واکوان پر غلبہ کرتا ہے اور کون و خلق کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بلا استقلال فی نفسہٖ کے دیکھتا ہے اور اُس وقت توکل اضطراری ہو جاتا ہے اور اسباب و وسائط کے ہونے سے ایسے متوکل کے توکل میں کوئی جرح قدح نہیں ہوتی جیسے کہ اُن لوگوں کے توکل میں جو ضعیف فی المتوکل ہیں اس واسطے کہ وہ اسباب کو مُردہ جانتا ہے جن کی زندگی بجز توکل کے نہیں ہے اور یہ توکل خاص اہلِ معرفت کا ہے۔

قول اُن کا رضا میں

جناب حرث رحؒ نے کہا کہ رضا سکون قلب حکم کے جریان کے نیچے ہے۔ اور حضرت ذوالنون رحؒ نے کہا کہ رضا سرور دل بمرور قضا ہے۔ اور سفیان رحؒ نے رابعہ کے سامنے کہا اللھم ارض عنا۔ یعنی بار خدایا تُو ہم سے راضی ہو تو رابعہ رحؒ نے کہا کیا تُو شرماتا نہیں اس بات سے کہ رضا اور خوشنودی اُس کی تو چاہتا ہے جس سے تو راضی خوشنود نہیں ہے۔ سو بعض حاضرباشوں نے اُن سے سوال کیا کہ بندہ کب راضی اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے تو جواب دیا کہ جب اس کی خوشی مصیبت میں ایسی ہو کہ نعمت میں اُس کو خوشی ہوتی ہے۔ اور سہل رحؒ نے کہا ہے کہ جب رضا رضوان سے مل جائے تو طمانینت

حاصل ہو جائے پس مژدہ اُن کو ہو اور نیک بازگشت ہو۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کا مزہ اُسی شخص نے چکھا جو اللہ تعالیٰ سے راضی رب جان کر ہُوا۔ اور حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر اللہ تعالیٰ نے راحت اور خوشی کو اپنی حکمت سے رضا اور یقین میں اور رنج و غم کو شک اور غصہ میں گر دانا ہے۔ اور جنیدؒ نے کہا کہ رضا صحت اس علم کی ہے جو قلب تک واصل ہے اور جب قلب نے حقیقت علم سے مباشرت کی تو اُس کو رضا تک پہنچا دیا اور رضا و محبت خوف و رجا کے مثال نہیں ہیں اس واسطے کہ وہ دونوں حال ہیں جو بندہ سے دُنیا اور آخرت میں بھی نہیں چھوٹتے کیونکہ وہ جنت میں رضا اور محبت سے مستغنی نہیں۔

اور ابن عطاءؒ نے کہا ہے کہ رضا بندہ کے قلب کا سکون اللہ تعالیٰ کے اختیار قدیم سے ہے اس واسطے کہ اُس نے افضل بات اُس کے لئے پسند کی تو چاہیئے کہ اُس سے راضی ہو اور معنی رضا ترک قسم ہے۔ اور ابو ترابؒ نے کہا ہے وہ شخص جو جس کے دل میں کچھ بھی دُنیا کی قدر ہے رضائے الٰہی کو نہیں پہنچ سکتا۔

اور سریؒ نے کہا اخلاق مقربین پانچ ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے راضی ہونا اُس چیز میں جس کو نفس دوست رکھے اور مکروہ جانے اور اللہ تعالیٰ کے لئے محبت ہو اُس دوست داری کے ساتھ جو اُس کے جانب سے ہو اور اللہ تعالیٰ سے شرم اور اُس سے مانوس ہونا اور ماسوی اللہ سے توحش اور دُور ہونا۔

اور فضیلؒ نے کہا راضی اپنی منزلت سے کسی چیز کی تمنا اور آرزو نہیں کرتا۔
اور ابن شمعونؒ نے کہا ہے کہ رضا حق کے ساتھ ہے اور رضا حق کے لئے ہے اور رضا حق سے ہے سو رضا حق کے ساتھ اُس کی تدبیر اور اختیار سے ہے اور رضا حق کی اُس کی تقسیم و عطا کے رُو سے ہے اور رضا حق کے لئے اُس کی خدائی اور پروردگاری سے ہے۔

ابو سعیدؒ سے سوال کیا گیا کہ آیا جائز ہے یہ بات کہ بندہ راضی خشمگین ہو کہا کہ ہاں جائز ہے کہ بندہ راضی اپنے رب سے ہو اور خشمگیں اپنے نفس پر اور ہر ایک

قاطع پر جو اُس کو اللہ تعالیٰ سے قطع کرے۔

اور حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے کہا کہ اباذر رضؓ کہتا ہے کہ فقر مجھے زیادہ محبوب غنا سے اور بیماری محبوب تر صحت سے ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ اباذر رضؓ پر رحم کرے مگر میں یہ کہتا ہوں کہ جس نے توکل اللہ کے حسن اختیار پر کیا جو اُس کے لئے ہے تو وہ تمنا دوسری حالت کی نہیں کرتا ہے بجز اُس حالت کے جو اُس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اختیار کی۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کوئی رضا کے بساط پر بیٹھا تو ہمیشہ کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو کوئی امر مکروہ نہ پہنچے گا اور جو کوئی سوال کے فرش پر بیٹھا تو وہ اللہ تعالیٰ سے کسی حال میں راضی نہ ہُوا۔ اور یحییٰ کا یہ مقولہ ہے کل امران دو قاعدوں کلیہ کی طرف راجع ہوتے ہیں ایک فعل اُس کی طرف سے تیرے ساتھ ہے اور ایک فعل تیری طرف سے اُس کے لئے ہے تو چاہیئے کہ راضی اُس کام میں ہو جو اُس نے کیا اور خالص اس عمل میں جو تُو کرے۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ راضی وہ ہے جو کہ دُنیا کی فوت شدہ چیزوں پر نادم نہ ہو اور نہ اُس کا افسوس کرے۔

اور یحییٰ بن معاذ سے سوال کیا گیا کہ بندہ رضا کے مقام تک کب پہنچتا ہے؟ کہا جبکہ اُس نے اپنے نفس کو چار اصول پر اُن چیزوں میں قائم کر لیا ہو جن میں اس کی معاملت کی جائے۔ وہ کہے کہ اگر تُو عطا کرے تو میں اس کو قبول کرتا ہوں اور اگر تُو روکے تو راضی ہوں اور اگر تُو مجھے چھوڑ دے میں تیری بندگی کروں اور جو تُو مجھے بلائے تو میں اس کی اجابت کروں۔

اور جناب شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جنیدؒ کے سامنے لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا تو جنیدؒ نے کہا یہ تیری تنگی سینہ سے ہے۔ شبلیؒ نے کہا کہ آپ نے صحیح کہا۔ کہا تنگی سینہ رضا بالقضا کے ترک سے ہے اور اسی واسطے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا تا کہ اُسے اصل رضا پر آگاہی ہو اور یہ اس واسطے کہ رضا قلب کے انشرح اور کشادگی سے حاصل ہوتی ہے اور قلب کا انشراح نور یقین سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ یعنی بھلا وہ شخص کہ کھولا اللہ تعالیٰ نے سینہ اس کا واسطے اسلام کے پس وہ اوپر نور کے رب اپنے سے ہے۔

پھر جبکہ باطن میں نور متمکن اور جائے گرفتہ ہوگیا تو سینہ کشادہ ہُوا اور چشم دل کی کُھل گئی اور حسن تدبیر سے اللہ تعالےٰ کو معائنہ کیا تو خشم اور تنگدلی کو دور کرتا ہے اس واسطے کہ سینہ کی کشادگی حلاوت دوستی کو متضمن ہے اور فعل محبوب محبت صادق کے نزدیک موقع رضا پر ہے کیونکہ محبّت کی رائے ہے کہ فعل محبوب کا مراد اور اختیار اس کا ہے سو وہ اختیار محبوب کی رویت کی لذت میں اپنے نفس کے اختیار سے فانی ہو جاتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے: ع

ہر اک فعلِ محبوب محبوب ہے

اکسٹھواں[۶۱] باب

احوال اور شرح احوال کے بیان میں ہے

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت نبی علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ فرمایا تین چیزیں ہیں جس میں وہ چیزیں ہوئیں تو اُس نے ایمان کی حلاوت پائی۔ ایک وہ شخص کہ اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اُس کو محبوب تر اُن کے ماسوٰی سے ہو اور دوسرا وہ شخص جس نے ایک بندہ کو دوست رکھا اور یہ دوستداری نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کے واسطے۔ اور تیسرا وہ شخص جو مکروہ اس بات کو جانے کہ کفر کی طرف عود کرے۔ بعد ازاں کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے خلاص اُس سے کر دیا جیسے کہ وہ مکروہ اس بات کو جانتے ہے کہ وہ آتش دوزخ میں ڈالا جائے۔

عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یہ دُعا مانگا کرتے:-

اللھم اجعل حبك احب الیٰ من نفسی وسمعی وبصری واھلی ومالی۔

ومن الماء البارد - یعنی بار خدایا تُو کر محبّت اپنی دوست زیادہ طرف میرے، میرے نفس اور میرے کان اور میری آنکھوں اور میرے اہل اور میرے مال سے اور پانی ٹھنڈے سے۔ پس گویا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حب خالص کی طلب کی اور حب خالص یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے تکلیف میں دوست رکھے اور یہ اس لئے کہ بندہ کبھی ایک حال میں قائم شروط حال کے ساتھ بحکم علم ہوتا ہے اور سرشت اُس کو متقاضی ضد علم کے ساتھ ہے۔ مثلاً وہ راضی ہُوا اور سرشت اس کو مکروہ جانے اور علم کے ساتھ نظر انتہا کی جانب ہو نہ سرشت کے ساتھ نظر نافرمانی کی طرف ہو۔

پس اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کو حکم ایمان سے دوست رکھتا ہے اور بی بی اور بیٹی کو حکم طبیعت سے دوست رکھتا ہے اور محبت کے لئے وجوہ ہیں اور انسان میں محبت کے اسباب انواع اقسام کے ہیں سو اُن میں سے ایک محبّت روح کی ہے اور محبت قلب کی اور محبت نفس کی اور محبت عقل کی ہے تو حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس میں اہل اور مال اور ماء بارد کا ذکر ہے اُس کے معنی محبتِ الٰہی سے اور محبّتوں کی بیخ کنی عروق کی ہے تاکہ اللہ تعالےٰ کی محبّت غالب ہو اور اللہ تعالیٰ کو اپنے دل اور رُوح اور کلیت سے دوست رکھے یہاں تک کہ حُبِّ الٰہی طبیعت میں بھی اغلب ہو اور سرشت میں محبوب تر آب سرد سے ہو اور یہ حُبّ صافی خواص کے لئے ہوتی ہے جس کے سبب اور جس کے نور سے طبیعت اور سرشت کی آگ پوشیدہ ہو جاتی ہے اور یہ حب ذاتِ مشاہدہ سے ہوتی ہے جو روح کی عزلت اور مقامات سے کی طرف ہوتی ہے۔

واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اس آیت میں یحبھم و یحبونہ کہا ہے جیسے وہ بذاتہ اُن کو دوست رکھتا ہے۔ اسی طرح وہ ذات کو اس کی دوست رکھتے ہیں سو ہائے ضمیر راجع ذات کی طرف ہے نہ کہ نعوت اور صفات کی جانب ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ محب کی شرط یہ ہے کہ اُسے محبت کے سکرات لاحق ہیں۔ پس اگر ایسا نہ ہو تو اُس کی محبت اُس میں حقیقتاً نہیں ہے۔ سو اب محبت دو قسم کی ٹھہری ایک محبت عام اور ایک محبّت خاص، تو محبّت عام کی تفسیر امتثال امر سے ہوئی ہے

اور بسا اوقات حب معدن علم سے اور نعمت سے ہوتی ہے اور اس محبت کا مخرج صفات سے ہے اور مشائخ کی ایک جماعت نے حب کو مقامات میں بیان کیا ہے تو نظر اس حب عام کی طرف ہو گی جس میں بندہ کے کسب کو دخل ہے اور حب خاص وہ حب ذات مطالعہ روح سے ہے اور یہ وہ حب ہے جس میں سکرات ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک احسان اپنے بندہ کے لئے ہے اور اللہ کریم کا کرم اُس کو برگزیدہ کرتا ہے اور یہ حب احوال سے ہے اس واسطے کہ وہ محض موہبت ہے جس میں کسب کو دخل نہیں ہے اور وہ قول نبی علیہ السلام سے سمجھی گئی ہے کہ فرمایا محبوب تر مجھے ٹھنڈے پانی سے ہے کیونکہ وہ ایک کلام ہے وجدانِ روح سے جو حب ذات سے لذت پاتی ہے اور یہ حب روح ہے اور جو حب کہ مطالعہ صفات سے ظاہر ہوتی ہے اور ایمان کا مطالعہ سے نکلتی ہے قالب اس روح کی ہے اور ہر گاہ اُن کی یہ محبت صحیح ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی خبر اپنے قول سے دی اذلۃ علی المومنین یعنی وہ لوگ مومنوں کے واسطے عاجز ہیں۔ اس واسطے کہ محب اپنے اور اپنے محبوب کے محبوب کے واسطے عاجزی کرتا ہے اور یہ پڑھتا ہے ؎

لعین تفدی الف و تتقی ویکرم الف للحبیب المکرم

ترجمہ :-

فدا ایک کے ہوں ہزار اور بچائیں ہزار ایک پیارے کے خاطر مکرم

اور یہی حب خالص اصل احوال سینہ اور اُس کی موجب ہے اور وہ احوال کے درمیان ایسی ہے کہ توبہ مقامات میں ہے سو جس کی توبہ صحیح کامل ہوئی وہ تمام مقامات کے ساتھ زہد و رضا و توکل سے متحقق ہوا جن کا بیان ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور جو شخص کہ اُس کی یہ محبت صحیح ہوئی وہ تمام احوالِ فنا اور بقاء اور صحو و محو و غیر ذٰلک کے ساتھ متحقق ہوا اور توبہ اس حب کے لئے بدن کے مثال ہے اس واسطے کہ وہ اس حب عام پر مشتمل ہے جو اس حب کے لئے بدن کے مانند ہے اور جس نے محبوبوں کی راہ لی اور وہ طریق محبت سے طریق خاص ہے اس کا تکملہ اس میں ہر جاتا ہے اور اس کے لئے حب خاص کی راحت حب عام کے قالب کے ساتھ ایک جا جمع ہو جاتی ہیں،

جس پر توبہ نصوح کی مشتمل ہے اور اُس وقت اطوار مقامات میں تقلب اور گردش نہیں کرتا اس واسطے کہ اطوار مقامات میں بدلتے رہنا اور اُن میں سے ایک حالت سے دوسری حالت میں ترقی کرنا طریقہ محبین کا ہے اور جس نے طریق مجاہدہ اس آیت سے اختیار کیا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا یعنی اور جن لوگوں نے کوشش کی ہمارے راستہ میں البتہ ہم اُن کو اپنا راستہ دکھائیں گے اور اس قول اللہ تعالیٰ سے ویھدی الیہ من ینیب۔ یعنی اور ہدایت کرتا ہے طرف اُس کے جو رجوع ہووے تو اُس نے ثابت کر دیا ہے کہ انابت اور بازگشت کا کسب حق محب میں ہدایت کا سبب ہے اور محبوب کے حال میں صراحت اجتباء اور برگزیدگی کی فرمائی جو کسب کا معلوم نہیں ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ یجتبی الیہ من یشاء یعنی اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے طرف اپنے جس کو چاہتا ہے۔

سو جس نے محبوبین کے راستہ کو قبول کیا اطوار مقامات کے بساط کو طے کیا اور اُس میں صفائی اور خلوص اطوار مقامات کے اپنے پورے وصف کے ساتھ مندرج ہوتے ہیں اور مقامات اس کو نہ مقید کرتے ہیں نہ محبوس کرتے ہیں اور وہ اُن کو مقید اور محبوس کرتا ہے اس وجہ سے کہ وہ اُن سے ترقی کرتا ہے اور اُن کی صفائی اور خلوص کو باہر نکال لیتا ہے اس واسطے کہ جب حُب خالص کے انوار اُس پر چمکنے لگے صفات و نعوت نفس کے ملبوسات کو اُتار ڈالا اور مقامات جتنے ہیں سب نعوت اور صفات نفسانیہ کے صاف کرنے والے ہیں۔

پس زہد اُس کی صفائی رغبت سے کرتا ہے اور توکل اُس کی صفائی کم اعتمادی سے کرتا ہے جو نفس کے جہل سے پیدا ہوتی ہے اور رضا اُس کی صفائی رگ منازعت کے بھڑکنے سے کرتی ہے اور یہ منازعت اس واسطے ہے کہ نفس میں جمود اور افسردگی باقی رہے جب تک کہ محبت خاص کے آفتاب اُس پر چمکیں ظلمت اور افسردگی اُس کی باقی رہے۔ پس جس کو حب خالص کے ساتھ تحقق ہوا اُس کا نفس ملائم اور نرم ہو جاتا ہے اور اُس کی افسردگی جاتی رہتی ہے سو کیا زُہد اُس سے رغبت کو ادا کرے گا درحالیکہ رغبت حب نے اُس کی رغبت کو جلا دیا اور توکل اُس سے کیا صفائی

کرے گا درحالیکہ دیدار وکیل اُس کی چشمِ دل میں کھپا ہُوا ہے اور رضا اُس میں عروق منازعت کو کیا سکون دے گی۔ حالانکہ منازعت اُس کی طرف سے ہو جس کی کلیت مسلّم نہیں۔ رود باریؒ نے کہا ہے کہ جب تک تُو اپنی کلیت سے خارج نہ ہو گا محبت کی حد میں داخل نہ ہو گا۔

اور ابو یزیدؒ نے کہا ہے کہ جس شخص کو اُس کی محبت نے قتل کیا ہو تو اُس کا خون بہا یہ ہے کہ وہ اُس کو دیکھ لے اور جس شخص کو اُس کے حبیب نے قتل کیا ہو تو اُس کا خون بہا یہ ہے کہ اُس کو اپنا ندیم بنائے اُس کی خبر مجھے دی۔

ابو ذرعہؒ ابن خلف نے ابی عبدالرحمٰن سے اُس نے کہا کہ میں نے احمد بن علی بن جعفر سے سُنا ہے کہ وہ کہتا ہے میں نے حسین بن علویہ سے سُنا کہ وہ کہتا تھا کہ ابو یزید نے اس کو کہا ہے تو اب اطوار مقامات میں اُلٹنا پلٹنا عام محبوں کے لئے ہے اور بساط اطوار کا طے کرنا خاص محبوں کے لئے ہے اور وہ محبوب ہیں جن کے ارادوں اور ہمتوں سے مقامات بچھڑ گئے ہیں اور اکثر مقامات طبقات آسمانی کے مدارج پر ہوتے ہیں اور وہ مواطن اُس کسی کے ہیں جو اپنے بقایا کے دامنوں میں اُلجھ کر گرتے ہیں۔

ابراہیم خواص سے بعض بزرگوں نے کہا کہ تصوّف نے آپ کو کہاں تک پہنچا دیا ہے تو کہا توکل تک۔ پھر کہا تُو اپنے باطن کی آبادی میں سعی کرتا ہے تجھے فنا توکل میں معائنہ وکیل سے کہاں ہے۔ سو نفس جب اپنی صفت کے ساتھ جنبش کرتا ہے کہ دائرۂ زہد سے باہر پھاند جاوے تو زاہد اُسے دائرہ کی طرف اپنے زہد سے پھیر لاتا ہے اور متوکل جبکہ اُس کا نفس جنبش کرے وہ اپنے توکل سے پھیر لاتا ہے اور صاحبِ رضا اپنی رضا کے ذریعہ سے اس کو پھیرتا ہے اور نفس سے یہ حرکات بسبب بقایائے وجودیہ ہیں جو سیاستِ علمی کی محتاج ہیں اور اس میں دور سے ہوائے قرب کا لینا ہے اور وہ حقِ عبودیت کا علم کے اندازہ سے ادا کرنا اور اُس کے موافق اجتہاد اور کسب کرنا ہے اور جس نے طریق خاص کو اختیار کیا بقایا سے رہائی پانے کا طریق انوار فضل حق میں چھپنے کے ساتھ پہچان لیا اور جس نے نورِ قرب کے حلے اُس نسیمِ رحمت کے ساتھ زیب تن کئے جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہے اور

گردش اور تغیّر و تبدل سے محفوظ ہے۔ اس کو نہ کوئی طلب خمدار اور کج کرتی ہے اور نہ کوئی اُسے وحشت میں ڈالتی ہے۔

پس زہد اور توکل و رضا اُس میں موجود ہے اور وہ ان میں نہیں ہے اسی معنی کے اعتبار سے کہ خواہ وہ کسی طرح متقلب ہو وہ زاہد ہے اگرچہ راغب ہو اس واسطے کہ وہ حق کے ساتھ ہے نہ اپنے نفس کے ساتھ اور اگر التفات اس کا اسباب کی طرف دیکھا جائے وہ متوکل ہے اور اگر اُس سے کراہت پائی جاوے تو وہ راضی ہے۔ اس واسطے کہ کراہت اُس کی اُس کے نفس کے لئے ہے اور نفس اُس کا حق کے لئے ہے اور حق کے ساتھ اُس کی کراہت ہے اُس کا نفس اُس کو اُلٹا پھیر دیا گیا کہ دواعی اور صفات نفس کے ساتھ اور پاک اور بخشیدہ فرستادہ لطف اس کے ساتھ کیا ہو اور درد اُس کا اس کی عین دوا اور امراض و علل اُس کے عین شفا ہو گئے اور طلب الٰہی اُس کے لئے قائم مقام ہر طالب کے زہد و توکل و رضا سے ہوئی یا ہو گیا مطلوب من اللہ اُس کا بجائے ہر مطلوب کے جو زہد ہے اور توکل اور رضا ہے۔ رابعہؒ نے کہا کہ جو اللہ تعالیٰ کا محب اور دوست ہے اس کی گریہ و زاری نہیں ٹھہرتی تا آنکہ وہ اپنے محبوب کے ساتھ سکون نہ پاوے۔

اور ابو عبداللہ قرشی نے کہا ہے کہ حقیقت محبت کی یہ ہے کہ تو اپنے محبوب کو سب کچھ اپنا بخشے اور تجھ سے تیرے واسطے کوئی شئے باقی نہ رہے۔

اور ابو الحسین وراق نے کہا ہے سرور اللہ کے ساتھ شدت محبّت کے سبب سے اُس کے لئے ہے اور محبّت دل میں آگ ہے جو ہر ناپاک شئے کو جلا دیتی ہے۔

اور یحیٰی بن معاذ نے کہا مجنون کا صبر زاہدوں کے صبر سے سخت تر ہے۔ بڑے اچنبھے کی بات ہے کہ انسان اپنے حبیب سے کیونکر صبر کرے اور بعضوں نے کہا کہ جس نے اللہ تعالےٰ کی محبّت کا دعویٰ کیا بدوں اس کے کہ وہ محرمات اور نہیات سے پرہیز کرے اور بچے تو وہ بڑا جھوٹا ہے اور جس نے بہشت کی محبت کا دعویٰ کیا بدوں اس کے کہ اپنے ملک کو خرچ نہ کر ڈالا ہو تو بڑا جھوٹا ہے اور جس نے حُبّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ بلا حبّ فقراء کیا ہو وہ بڑا جھوٹا ہے۔ اور

رابعہؒ یہ ابیات پڑھا کرتی تھیں ؎

تعصی الالٰہ و انت تظھر حبّہ — ھذا لعمری فی الفعال بدیع
لو کان حبک صادقا لاطعتہ — ان المحب لمن یحب مطیع

ترجمہ :-

معصیت اللہ کی اور تو اُسکے حب کا دم بھرے — یہ قسم اپنی مجھے افعال میں ہے نادرات
گر محبت ہوتی سچی تیری اُس کو مانتا — دوست تابعدار ہے محبوب کا دن اور رات

اور ہر گاہ محبت احوال کے لئے توبہ کے مثال مقامات کے لئے ہے پس جو حال کا دعویٰ کرے اُس کی محبت معتبر ہے اور جو دعویٰ محبت کا کرے اُس کی توبہ معتبر ہے اس واسطے کہ توبہ روح حب کی قالب ہے اور یہ روح جو ہے اُس کا قیام اُس قالب کے ساتھ ہے اور احوال اعراض ہیں جس کا قوام جوہر روح سے ہے اور سمنون نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوست لے گئے شرف دُنیا اور آخرت کو، اس واسطے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ المرء مع من احب یعنی آدمی اُس شئے کے ساتھ ہے جس کو وہ چاہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں۔

اور ابو یعقوبؒ سوسی نے کہا ہے کہ محبت صحیح نہیں ہے تا آنکہ تو دید محبت سے دید محبت کو فنائے علم محبت سے نکلے اس طرح کہ اُس کا محبوب غائب ہو اور یہ شخص محبت کے ساتھ ہو سو جب کہ محب اس نسبت کی طرف خارج ہو تو وہ محب بغیر محبت ہو۔ حضرت جنیدؒ سے سوال ہُوا کہ محبّت کیا ہے؟ فرمایا صفات محبوب کا بدل کے طور پر صفات محب میں آجانا۔

بعضوں نے کہا ہے کہ یہ اس بنیاد پر ہے قول اللہ تعالیٰ کے فاذا احببتہٗ کنت لہ سمعا و بصرًا۔ یعنی جس وقت مَیں اُسے محبوب رکھتا ہوں تو مَیں اس کا سمع بن جاتا ہوں اور اُس کی بصر بن جاتا ہوں اور یہ اس واسطے ہے کہ ہر آئینہ حب محبّت صافی اور کامل ہوگئی تو وہ ہمیشہ اپنے وصف کو اپنے محبوب کی طرف جذب کرتی ہے اور جب وہ اپنی غایت جہد کو پہنچ گئی تو وہ توقف کرتی ہے اور رابطہ بیقدار و مؤکد ہو جاتا ہے اور وصف محبت کا کمال محب سے ازالۂ موانع کر دیتا

ہے اور صفاتِ محبوب وصف محبّت کے کمال سے اُن عوائق کو جو صدق حب میں خارج ہیں محب مخلص پر مہربانی اور اُس کے قاصر رہنے پر نظر شفقت بعدازاں کہ اُس کی سعی انتہا کی پہنچ گئی کر کے کھینچ لیتی ہیں۔ پس محب محبوب سے کسب صفات کے فائدے لے کر پلٹتا ہے اور اسوقت یہ کہتا ہے ؎

میں محبوب ہوں اور محبوب میں دو روح اک بدن میں ہم اُترے یہاں
وہ دیکھے مجھے تو میں دیکھوں اُسے جو میں اُس کو دیکھوں تو وہ مجھ کو وہاں

اور یہ جو ہم نے بیان کیا حقیقت ہے قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلقوا باخلاق اللہ۔ اس واسطے کہ وہ اپنی نزاہت نفس اور کمال تزکیہ سے محبت کے لئے قابل اور مستعد ہوتا ہے۔ اور محبت ایک عطیہ ہے جو تزکیہ کے ساتھ معلل نہیں ہے مگر سنتِ الٰہی اُس پر جاری ہے کہ وہ اپنے احباب کے نفوس کو اپنی حسن توفیق اور تائید سے پاک اور صاف کرتی رہے اور جب نفس کو نزاہت اور طہارت بخشی گئی بعدازاں روح اُس کی نے جاذبۂ محبت کے ساتھ کھینچا تو اُس کو صفات و اخلاق کے خلعتوں سے مخلع اور محلی کیا جاتا ہے اور یہ اس کے نزدیک ایک مرتبہ وصول میں ہوتا ہے۔ سو کبھی اُس کے باطن سے شوق اُن اشیاء کی طرف اُٹھتا ہے جو اُس کے علاوہ ہیں اس واسطے کہ عطایائے الٰہی غیر متناہی ہیں اور کبھی اُنہیں عطیات سے پہلے مطمئن ہو جاتا ہے تو یہ وصول اُس کا ایسا ہوتا ہے جو اُس کے آتش شوق کو ساکن کر دیتا ہے اور اسی شوق کا باعث ہے کہ صفات وہی محققہ محب کے نزدیک رتبۂ وصول پر استقرار پاتے ہیں۔ اور اگر شوق باعث نہ ہوتا اُلٹے قدموں واپس آتا اور نفس کے صفات ظاہر ہوتے جو کہ انسان اور اُس کے قلب کے درمیان حائل ہیں اور جس نے کہ وصول سے ان چیزوں کے سوا گمان کیا جو ہم نے بیان کیں یا اس قدر کے علاوہ اُس کے خیال میں آیا تو وہ مذہب نصاریٰ کا لاہوت و ناسوت میں معترض ہے۔

اور مشائخ کے اشارات استغراق اور فنا میں سب کے سب مقام محبت کی تحقیق کی طرف راجع ہیں جو نور یقین کی استیلا اور خلاصہ ذکر قلب اور تحقیق حق یقین بزوال کجی بقایا اور لوث وجودی ارتقائے صفات نفس سے ہیں اور جب محبت

ٹھیک اور صحیح ہوگئی تو اس پر احوال اور توابع اس کے مترتب ہوں گے۔
حضرت شبلیؒ سے پوچھا کہ محبت کیا ہے؟ تو جواب دیا کہ ایک شراب ہے جس میں سوزش ہے اگر حواس میں ٹھہر گئی اور نفوس قرار پکڑ گئے تو اس کو نیست اور لاشئے کر دیتی ہے۔
اور بعضوں نے کہا ہے کہ محبت کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے۔ ظاہر اس کا رضائے محبوب کی پیروی ہے اور اس کا باطن یہ ہے کہ سب چیزوں کا محبوب کا دلدادہ ہو اور اس میں کسی چیز کا بقیہ غیر محبوب یا نفس سے نہ رہے۔

بعض احوال سینہ سے محبت میں شوق ہے

اور کوئی محب نہیں جو ہمیشہ مشتاق نہ ہو۔ اس واسطے کہ امر حق کی نہایت نہیں ہے۔ سو کوئی حال نہیں ہے جس کو محب پہنچا مگر یہ کہ وہ جانتا ہے کہ اس کے ماورا اور حال زیادہ اوفی واتم ہے ؎

حزنی لحسنک لا لذا امد   ینھی الیہ ولا لذا امد

ترجمہ:۔
حزن میرا حسن تیرا دونوں ہیں اک رنگ کے   انتہا اسکی نہیں تو توانتہا اُسکی نہیں

بعد ازاں یہ شوق جو اُسے پیدا ہوا اُس کا حاصل کیا ہوا نہیں ہے اور اُس کے سوا نہیں ہو کہ وہ ایک عطیہ ہے کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجنون کو مخصوص کیا ہے۔ احمد ابن ابی الجواری نے بیان کیا کہ میں ابی سلیمان درانی کے پاس گیا اور اُسے میں نے دیکھا کہ وہ رو رہا ہے۔ میں نے کہا کیوں تو روتا ہے اللہ تیرے اوپر رحم کرے۔ تو کہا واہ اے احمد جب یہ رات اندھیرا چھاتی ہے تو اہل محبت کے قدم بچھ جاتے ہیں اور اُن کے اشک رخساروں پر ڈھلکتے ہیں اور خدائے جلیل جل جلالہ اُن کے نزدیک ہوتا ہے یہ کہتا ہوا کہ مجھے اپنی آنکھوں کی قسم ہے کہ جس نے میری باتوں سے لذت پائی اور میری مناجات سے راحت حاصل کی اور میں اُن سے خلوتوں میں واقف ہوں اُن کے نالہ وزاری سنتا ہوں اور اُن کی گریہ کو دیکھتا ہوں۔ اے جبرائیل اُن لوگوں میں منادی کر دے یہ کیا رونا ہے جو میں تمہارے اندر دیکھتا

ہوں۔ آیا کسی مخبر نے تمہیں خبر دی کہ ایک محبوب اپنے دوستوں کو آگ میں جلادے گا کیونکہ مجھے بھلا معلوم ہو کہ میں ایسی قوم کو عذاب میں ڈالوں گا کہ رات اُن پر سیاہی چھائے تو وہ میری خوشامد بہت کرتے ہیں۔ سو میں اپنی قسم کھاتا ہوں کہ جب وہ قیامت کے دن میرے پاس آئیں گے تو اُن کے لئے روشنی اپنی صورت سے کر دوں گا۔ اور اُن کے لئے اپنا باغ قدس مباح کر دوں گا۔

اور یہ ایک قوم کا حال محبین سے ہے جو شوق کے مقام میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں اور شوق محبت سے ہے جیسے کہ زہد توبہ سے ہے جب توبہ نے قرار پکڑا تو زہد کا ظہور ہوا اور جب محبت قائم ہوئی تو شوق پیدا ہوا۔

حضرت واسطیؒ نے اس قول الٰہی میں لکھا ہے وعجلت الیك رب لترضیٰ یعنی اور میں جلدی آیا تیری طرف اے رب کہ تو راضی ہو۔ کہا اپنے شوق اور پیچھے آنیوالوں کے استحقار سے کہا وہ لوگ میرے پیچھے ہیں اُس کے شوق سے ہے جو اللہ تعالیٰ سے بات چیت کرتے ہیں اور توریت کی لوحوں کو پھینک دیا اس وجہ سے کہ جو وقت اُس کا تھا وہ ہو چکا تھا۔

اور ابو عثمانؒ نے کہا ہے کہ شوق ثمرہ محبت کا ہے سو جو کوئی اللہ تعالےٰ کو چاہتا ہے وہ مشتاق اُس کی لقا کا ہوتا ہے اور اُسی کا یہ بیان قول اللہ تعالےٰ میں ہے فان اجل اللہ لات مشتاقون کے تقرب کے لئے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ ہر آئینہ تمہارا شوق میری طرف غالب ہے اور میں نے تمہاری ملاقات کے لئے ایک مدت خاص مقرر کی ہے اور عنقریب تمہارا وصول اُس کے لئے ہو گا جس کے مشتاق تم ہو۔

ذوالنونؒ نے کہا ہے کہ شوق درجات میں سب سے اعلےٰ اور مقامات میں سب سے بالا ہے اور جب انسان اُس کو پہنچتا ہے تو موت کو تاخیر میں شمار کرتا ہے اس واسطے کہ اُسے شوق اپنے رب کا ہے اور اُمید اُس کی ہے کہ اُسے دیکھے اور مُلاقات کرے۔

اور میرے عندیہ میں یہ ہے کہ شوق جو محبوں میں اُن مراتب کا ہے جس

کی امید وہ دنیا میں رکھتے ہیں اُس شوق کے علاوہ ہے جس کے ساتھ وہ مرنے کے بعد توقع رکھتے ہیں اور اللہ تعالےٰ اپنے اہل موّدت کو مکاشفہ اُن عطیات کا کر دیتا ہے جن کو وہ علم سے پاتے ہیں اور اُن کو جب ذوق سے طلب کرتے ہیں تو اُسی طرح ان کا شوق ہوتا ہے کہ علم ذوق ہو جائے اور مقام شوق کی ضرورت سے نہیں ہے کہ موت کی تاخیر سمجھتے ہیں اور اکثر صحیح لوگ محبین سے لذت حیات کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے واسطے حاصل کرتے ہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا۔ قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔ یعنی کہہ اے رسول کہ میری نماز اور میرے مناسک اور میری زندگی اور میری موت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو پروردگار عالمین ہے۔

سو جس کی زندگی اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو اُسے حق تعالیٰ لذت مناجات اور محبت کی بخشتا ہے۔ پس اُس کی آنکھ نور سے سیر ہو جاتی ہے۔ بعد ازاں دنیاوی عطیات سے وہ کشف کرا دیتا ہے جو مقام شوق میں متحقق ہوتے ہیں اُس شوق کے علاوہ جو بعد الموت ہوتا ہے۔

اور بعض حضرات صوفیہ نے مقام شوق کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ شوق تو غائب کے لئے ہوتا ہے اور حبیب حبیب سے کب غائب ہوتا ہے تاکہ وہ مشتاق ہو اور اسی واسطے انطاکی سے سوال کیا گیا کہ شوق کیا ہے تو اُس نے جواب دیا کہ مشتاق غائب ہی کے لئے ہوتا ہے اور میں غائب اُس سے نہیں ہوں جب سے میں نے اُسے پایا ہے۔ اور شوق کا انکار علی الاطلاق سو میں اس کی وجہ نہیں دیکھتا اس واسطے کہ عطیات اور بخشائش الٰہی کے مراتب جو نشانات قرب سے ہیں جس وقت غیر متناہی ہوں تو کیونکر محب سے شوق کا انکار ہو سکتا ہے اس واسطے کہ جو مرتبہ اُس نے قرب کا پایا اُس کی نسبت غیر غائب اور غیر مشتاق ہے مگر وہ مشتاق اُن مراتب کا ہے جن کو نشانات قرب سے نہیں پاتا تو کیونکر شوق کا حال ممنوع ہو اور حقیقت حال ایسی ہے۔

اور دوسری وجہ یہ کہ انسان کے لئے ایسے امور سے چارہ نہیں ہے جن

کو حکم حال اُس کی بشریت اور طبیعت اور اُس کے قائم نہ رہنے کی جگہ اُس حد علم پر جس کو مقتضی حکم حال ہو پھیر لائے اور اُن امور کی موجودگی آتش شوق کو مشتعل کرتی ہے اور ہم شوق سے مقصود نہیں رکھتے۔ مگر ایک مطالبہ جو باطن سے ادنیٰ اور اعلیٰ کی جانب نشانات قرب سے اُٹھتا ہے اور یہ مطالبہ اور یہ مانگ سب محبوں میں ہے۔ بس اب شوق موجود ہے اُس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اور ہرآئینہ ایک قوم نے کہا ہے کہ شوق مشاہدہ اور ملاقات کا سخت تر شوق بُعد اور مفارقت سے ہے تو جدائی کی حالت میں مشتاق ملاقات ہوگا اور ملاقات اور مشاہدہ کی حالت میں وہ مشتاق فضل اور احسانات کا محبوب سے ہوگا اور یہی میری رائے اور یہی میرا مختار ہے۔ اور فارس نے کہا ہے کہ مشتاقوں کے دل نور اللہ سے منور ہیں پھر جبکہ وہ دل اشتیاق کے سبب حرکت میں آتے ہیں تو وہ نور مشرق اور مغرب کے سطح درمیانی کو روشن کر دیتا ہے تب اللہ تعالیٰ اُن کو فرشتوں پر ظاہر اور پیش کرتا ہے اور فرماتا ہے یہ لوگ ہیں جو میری طرف اُن کو اشتیاق رہتا ہے۔ میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ ہرآئینہ مجھے اُن کا شوق ہے۔

اور ابو یزیدؒ نے کہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کو اپنی رویت سے محجوب کرے تو وہ جنت سے استغاثہ ایسا ہی کریں گے جس طرح اہلِ دوزخ، دوزخ سے کریں گے۔ ابن عطار سے پوچھا کہ شوق کیا ہے؟ کہا شوق جگر کا جلانا اور دلوں کا شعلہ زن کرنا اور قرب کے بعد کلیجوں کا کاٹنا ہے۔

بعضے حضراتِ صوفیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آیا شوق اعلیٰ اور بالاتر ہے یا کہ محبت؟ جواب دیا کہ محبت اس واسطے کہ شوق اُس سے پیدا ہوتا ہے اور کوئی صاحبِ شوق نہیں الا وہی جس پر محبت نے غلبہ کیا ہو۔ پس محبت اصل ہے اور شوق فرع ہے۔ اور نصیر آبادی نے کہا ہے تمام خلق کے لئے مقام شوق کا ہے نہ مقام اشتیاق کا اور جو کوئی اشتیاق کے حال میں داخل ہوا تو وہ اس میں حیران رہا حتیٰ کہ اُس کا نہ کوئی نشان دیکھ پڑتا ہے اور نہ قرار پایا جاتا ہے اور اُسی سے اُنس ہے۔

اور حضرت جنیدؒ سے سوال ہوا تھا کہ اُنس کیا چیز ہے؟ اس کا جواب آپ

نے دیا کہ باوجود ہیبت کے حشمت کا اُٹھنا اور دُور ہونا ہے۔

اور ذوالنون رحؒ سے پوچھا کہ اُنس کیا ہے تو کہا وہ محب کا انبساط اور کھل کھیلنا محبوب کے ساتھ ہے۔ بعضوں نے کہا اُس کے معنی قول حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا ہے ارنی کیف تحی الموتی۔ یعنی دکھا مجھے کس طرح تو مُردے کو زندہ کرتا ہے اور قول موسیٰ ارنی انظر الیک یعنی دکھا مجھے اپنے تئیں کہ تیری طرف دیکھوں اور رُدیم کے ادبیات پڑھے

شغلت قلبی بما لدیک فلا	ینفک طول الحیوٰۃ عن فکر
آنستنی منک بالوداد فقد	اوحشتنی من جمیع ذا البشر
ذکرک لی مونس یعارضنی	یوعدنی عنک منک بالظفر
وحیثما کنت یا مدے ہممی	فانت منی بموضع النظر

ترجمہ از مترجم فارسی

دلم را مشتغل کردی بدانچہ ای دوست تو داری	داو ہرگز نگردو زاں بفکرت خود ز ہشیاری
انیس خود مرا کردی ز راہ دوستی وانگہ	رہائی از ہمہ عالم زہی راہی بدشواری
شدہ مونس مرا ذکرت ہمہ عرصۂ دہد از من	کند وعدہ بہ پیروزی ہتواز تو دہد یاری
منزہ از مکانی تو ولیکن چوں ہمی بینم	بجائے دیدۂ از من تو باشی در نکوکاری

اور روایت ہے کہ مطرف بن سنجر کو عمر بن عبدالعزیز نے لکھا کہ سزاوار ہے تیرا اُنس اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور انقطاع تیرا اُس کے ساتھ ہو اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کے بہت بندے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس حاصل کیا ہے اور اپنی تنہائی اور عزلت میں بہت زیادہ مانوس لوگوں سے تھے جن کو کثرت میں اُن کے ساتھ اُنس تھا اور اُن چیزوں سے بہت متوحش تھے جن سے اور لوگ بہت مانوس ہیں اور ان باتوں سے نہایت درجہ وہ مانوس تھے جن سے اور لوگ متوحش تھے۔

واسطی رحؒ نے کہا محل انس کو نہیں پہنچتا وہ شخص جو تمام موجودات سے متوحش نہ ہو گیا ہو۔ اور ابوالحسین وراق نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس نہیں ہوتا الا جبکہ اُس کے ساتھ تعظیم ہو اس واسطے کہ ہر ایک جس کے ساتھ مانوس ہو گا

اُس کی تعظیم تیرے قلب سے ساقط ہو جائے گی مگر اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کی تعظیم اِس واسطے کہ تُو اس سے اُنس زیادہ نہیں کرے گا مگر یہ کہ تجھے زیادہ ہیبت اور تعظیم ہوگی۔ رابعہؒ نے کہا ہر مطیع مستانس ہے اور پڑھا ؎

ولقد جعلتك فی الفواد محدثی — والحب جسمی من اراد جلوسی

فالجسم منی للجلیس موانس — وحبیب قلبی فی الفواد انیسی

ترجمہ از مترجم فارسی :۔

سخن گوینده اندر دل ہمیشہ من ترا دارم — واہل مجلس خود را ہمیں نفسی بہ پیش ارم

الیف جسم من باشد کہ ویرا ہمنشیں گردد — ولیکن دوست دل خود را انیس جانِ پندارم

اور مالک بن دینارؒ نے کہا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلوق کی بات چیت سے مانوس نہیں ہُوا تو اس کا علم تھوڑا اور قلب اُس کا اندھا ہے اور عمر اپنی ضائع کی۔ بعضے صوفیہ سے پوچھا گیا کہ گھر میں تیرے پاس کون ہے؟ کہا اللہ تعالےٰ میرے پاس ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے مانوس ہو اور متوحش نہیں ہُوا۔ اور خرازؒ نے کہا ہے کہ اُنس یہ ہے کہ ارواح اپنے محبوب کے ساتھ قرب کے مجالس میں گفتگو کریں۔

اور بعضے عارفوں نے محبان واصل کی صفت اس طرح کی ہے کہا کہ محبت اُن کے لئے ہر لحظہ دوام اتصال کے ساتھ تازہ ہو گئی ہے اور اُن کو حقائق سکون سے جو اُس کے ساتھ ہے اپنی پناہ میں لے لیا یہاں تک کہ اُن کے دل نالاں ہو گئے اور اُن کی روحیں شوق کے مارے آرزو مند ہو گئیں اور یہ محبت اور شوق اُن کا ایک اشارہ حق سے اُن کی طرف حقیقت توحید سے تھا کہ وہ وجود باللہ ہے۔ سو وجود باللہ کے سبب اُن کی سب آرزوئیں جاتی رہیں اور اُمیدیں اُن کی سب منقطع ہو گئیں اُن نعمتوں کے سبب جو اُس کی طرف سے اُن کے لئے ظاہر ہوئیں۔ اور اگر حق تعالیٰ تمام انبیاء کو حکم دیتا کہ اُن کے لئے سوال کریں تو وہ بعضی چیزیں اُن میں سے نہ مانگتے جو اُن کے لئے اللہ تعالیٰ نے وحدانیت قدیم اور دوام ازلیہ اور علم سابقہ میں آمادہ اور مہیا کی ہیں اور اُس کی معرفت اور ان کی فراغ ہمت

اور فراہمی خواہشوں کی اُس میں مقدر اُن کے لئے تھی تو اُس کے بندگان عام اُن پر حسد کرتے اگر اُن کے قلوب سے تمام ہموم دُور ہوتے اور اُس کے معنی میں یہ ابیات پڑھتے ؎

کانت بقلبی اھواء مفرقة ۔۔۔ فاستجمعت اذ راتك النفس اھوائی
فصار یحسد من کنت احسده ۔۔۔ فصرت مولی الوری من صرت مولائی
ترکت الناس دنیاھم و دینھم ۔۔۔ شغلا بذکرك یا دینی و دنیائی

ترجمہ فارسی ؎

ایں دل دیوانہ را بودہ است ہوای بیشمار ۔۔۔ چوں ترا دیدم فراہم گشت جملہ اندر کنار
پس شدہ است حاسد مرا آنکس کز دبردم حسد ۔۔۔ چوں توام مولا شدی عالم مرا شد بندہ دار
دین و دنیا را برائے مردماں بگذاشتم ۔۔۔ شغل من ذکرت وزیں دنیا و دیں با تو قرار

اور کبھی اُنس سے ہوتا ہے اُنس طاعتِ اللہ اور اُس کے ذکر اور اس کے کلام کی تلاوت اور تمام ابواب جو قربات کے ہیں اور اُس قدر اُنس ایک نعمت اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے مگر یہ وہ حال اُنس نہیں ہے جو محبوبوں کے لئے ہوتا ہے اور اُنس ایک حال شریف ہے جو بصدق دید صفائی اور طہارت باطن سے اور کمال تقویٰ و قطع اسباب و علائق اور سلب خطرات اور ہوا جس سے ہوتا ہے اور اس کی حقیقت میرے نزدیک وجود کی صفائی اور زفت اور سیاہی عظمت کی بھاری روشنی سے ہے اور روح کا پھیلنا فتوح کے میدانوں میں ہے اور اس کے لئے بنفسہٖ استقلال ہے جو قلب پر مشتمل ہے۔

پس اُنس دل کو استقلال کے ساتھ ہیبت سے جمع کرتا ہے اور ہیبت میں روح کا جمع ہونا اور بیٹھ جانا محل نفس میں ہے اور یہ جس کا ہم نے بیان اور وصف کیا اُنس ذات سے ہے اور ہیبت ذات لقار کے مقام پر اُس وقت ہوتی ہے کہ گزرگاہ فنا سے عبور کر جائے اور وہ دونوں اُنس اور ہیبت کے سوا ہیں جو وجود فنار سے جاتے رہتے ہیں۔ اس واسطے کہ ہیبت اور اُنس جو قبل از فنا ہیں وہ صفات جلال و جمال کے مطالعہ سے ظاہر ہوتے ہیں اور یہ مقام تلوین کا ہے اور جو ہم نے ذکر کیا

ہے کہ بعد فناء کے ہے وہ مقام تمکین اور بقاء میں مطالعۂ ذات سے ہے اور اُنس سے نفس مطمئنہ کا خضوع اور ہیبت اُس کا خشوع ہے اور خضوع و خشوع دونوں قریب ہیں۔ ایک فرق لطیف کے ساتھ جو بایمائے روح مدرک ہوتا ہے دونوں جُدا جُدا ہوتے ہیں ۔ اور بعض احوال سے قرب ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے فرمایا ہے واسجد واقترب یعنی اور تو سجدہ کر اور تو نزدیک ہو اور تحقیق حدیث میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ قریب بندہ اپنے رب سے سجدہ میں ہوتا ہے اس واسطے کہ سجدہ کرنے والا جبکہ اُسے سجدہ کا مزہ چکھایا جائے قربت حاصل کرتا ہے۔ کیونکہ وہ سجدہ کرتا ہے اور اپنے سجدہ سے بساط کون و مکاں کو طے اور نور دیدہ کرتا ہے خواہ وہ پیدا ہو گیا ہو یا آئندہ پیدا ہووے اور ردائے عظمت کے کنارے پر سجدہ کرتا ہے اور وہ قریب ہوتا ہے۔

بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ ہر آئینہ میں حضوری پاتا ہوں سو میں کہتا ہوں یا اللہ خواہ یارب پھر اُسے میں اپنے اوپر گراں تر پہاڑوں سے پاتا ہوں سوال کیا گیا کہ یہ کس سبب سے؟ جواب دیا کہ سبب یہ ہے کہ ندا اور پکار پردہ کے پیچھے سے ہوتی ہے اور آیا تم نے کسی ہمنشین کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے ہمنشین کو پکارے اور یہ بجز اشارات اور ملاحظات اور سرگوشی اور ملاطفات کے نہیں اور یہ مرتبہ جس کا قائل نے وصف کیا ہے مقام عزیز ہے جس میں قُرب متحقق ہے مگر یہ کہ وہ مشعر محویت اور مشیر سکر ہے جو اُس شخص کے لئے ہوتا ہے جس کا نفس غائب اُس کی روح کے نور میں ہو جاتا ہے اس واسطے کہ سکر اُس کا غالب اور محویت اس کی قوی ہے۔ پھر جبکہ ہوش میں آیا تو روح نفس سے اور نفس روح سے خلاص پاتا ہے اور بندہ سے ہر ایک اپنے محل و مقام کی طرف عود کرتا ہے۔

پھر نفسِ مطمئنہ کی زبان سے جو اپنے مقام حاجت اور محل عبودیت کی طرف راجع ہے یا اللہ و یارب کہتا ہے اور روح اپنے فتوح و کشود اور کمال حال کے ساتھ اقوال سے مستقل ہوتی ہے اور یہ کامل اور قریب تر اول سے ہے اس واسطے کہ حق قرب اُس نے استقلال روح بالفتوح سے ادا کیا اور رسم عبودیت کو قائم کیا۔

اس طرح کہ حکم نفس محل احتیاج کو پھر آیا اور ہمیشہ قرب کا حصۂ نصیب روح کو اس سبب سے بڑھاتا ہے کہ رسم عبودیت نفس کی طرف سے قائم ہوتی ہے۔

اور حضرت جنیدؒ نے کہا کہ ہر آئینہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے قلوب سے نزدیک اُسی قدر ہوتا ہے جس قدر کہ بندوں کے قلوب کو اپنے سے قریب دیکھتا ہے۔ پس دیکھو کس قدر قریب تیرے قلب سے ہوتا ہے۔ اور ابو یعقوب موسیٰؒ نے کہا ہے کہ جب تک بندہ قرب کے ساتھ ہوگا۔ وہ قریب نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ قرب کے دیکھنے سے غائب ہوجائے جبکہ وہ دید قرب سے قرب کے سبب جاتا رہے تو یہ قرب ہے اور ایک نے صوفیہ میں سے یہ ابیات کہے ہیں :۔ ؎

قد تحققتك فی السر فناجاك لسانی فاجتمعنا لمعان وافترقنا لمعان

ان یکن غیبك التعظیم عن لحظ عیانی فلقد صیرك الوجد من الاحشاء دانی

ترجمہ :۔ ؎

من ترا در سر خود کردم درست انگہ زبان با تو ہم راز آمدہ است زاں شد مراد دل نشاں

گہ پریشاں گاہ جمع و ہر دو را معنی ست بس گہ جلال و عظمت پوشیدہ دارد از عیان

وجہ گردا ند ترا بر من ز رگ جانم قریب زان تفرق زین فراہم ایں معانی را بدان

حضرت ذوالنونؒ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی زیادہ قربت میں نہیں بڑھا مگر یہ کہ ہیبت اُس کی زیادہ ہوئی۔ اور سہلؒ نے کہا کہ مقاماتِ قرب سے ادنیٰ مقام حیا ہے۔

اور نصیر آبادیؒ نے کہا ہے کہ اتباع سنت سے تو معرفت کو پہنچے گا اور ادائے فرائض سے تو قرب حاصل کرے گا اور نوافل کے روزمرہ سے محبت کو۔ اور بعضے احوال سے حیا ہے اور حیا وصف عام پر ہے اور وصف خاص پر اس میں سے وصف عام ہو وہ یہ ہے کہ جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں حکم دیا ہے استحیوا من اللہ حق الحیاء۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے شرماؤ جو حق شرم کرنے کا ہے۔ حاضرین نے کہا ہم شرماتے ہیں یا رسولؐ اللہ، آپؐ نے فرمایا یہ نہیں ہے مگر جو شخص اللہ تعالےٰ سے حیا کرے تو چاہیئے کہ سر کو نگاہ رکھے اور جو کچھ فراہم کرے اور

شکم کو نگاہ رکھے۔ اور جو کچھ جمع کرے اور موت اور بوسیدگی کو یاد کرے اور آخرت کا ارادہ کرے تو دُنیا کی زینت کو چھوڑ دے۔ سو جس کسی نے یہ عمل کیا تو اُس نے اللہ تعالیٰ سے حیا کی جو اُس کا حق ہے اور یہ حیا مقامات میں سے ہے اور حیائے خاص احوال سے ہے اور یہ وہ ہے جو عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہا میں اندھیرے گھر میں غسل کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے حیاء کے سبب لپٹا جاتا ہوں۔

ابوالعباس مؤدب نے کہا کہ مجھ سے سریؒ نے کہا کہ مَیں جو تجھ سے کہتا ہوں اُسے یاد رکھ کہ حیا اور اُنس قلب کے اُس پاس گھومتے ہیں۔ سو اگر اُس میں زہد اور ورع دیکھتے ہیں تو اُترتے ہیں نہیں تو چل دیتے ہیں اور حیا رُوح کا سر جھکانا ہے بزرگی جلال کی بزرگداشت کے لئے اور اُنس رُوح کا لذت حاصل کرنا کمال جمال کے ساتھ ہے۔ پھر جب وہ دونوں جمع ہو گئے تو وہ منتہائے آرزو ہے اور انتہا کی عطا ہے۔ اور شیخ الاسلامؒ نے یہ شعر پڑھے ؎

اشتاقه فاذا بدی اطرقت من اجلاله | لا خیفة بل هیبة وصیانة لجماله
الموت فی ادباره والعیش فی اقباله | واصد عنه اذا بدا وادوم طیف خیاله

ترجمہ ؎

مشتاق میں تھا وہ کھلا عظمت سے اُس کا سر جھکا
ڈر کچھ نہ تھا ہیبت مگر اور حفظ میں اُس کا جمال
جانے میں اُس کے موت ہے آنے میں اُس کے زندگی
مُنہ پھیر لوں جب وہ کُھلے اور تب کروں اُس کا خیال

بعضے حکماء نے کہا ہے کہ جس نے حیا میں کلام کیا اور اللہ تعالیٰ سے وہ حیاء نہیں کرتا اُن باتوں میں جن کے اندر گفتگو کرتا ہے تو وہ مستدرج ہے اور قریب قریب عذاب کے ہے۔ اور ذوالنونؒ نے کہا ہے کہ حیا قلب میں ہیبت کا موجود ہونا ہے اُس شے کی عظمت کے ساتھ جو پہلے تیری طرف سے میرے پروردگار کی طرف سبقت کر گئی ہے۔

اور ابن عطاء نے کہا ہے علم اکبر ہیبت اور حیا ہے سو جب اُس سے ہیبت

اور حیا جاتی رہی تو اُس میں خیر نہیں ۔

اور ابو سلیمانؒ کا قول ہے کہ بندوں نے چار درجوں پر عمل کیا ہے خوف پر اور رجاء پر اور تعظیم پر اور حیاء پر اور درجہ میں شریف تر سب سے وہ ہے جس نے حیا پر عمل کیا اس بنا پر کہ اُس کو یقین ہے کہ ہر آئینہ اللہ تعالےٰ ہر حال میں اُس کو دیکھتا ہے، شرمائے ہوئے زیادہ اُس سے کہ گنہگار لوگ اپنے گُناہوں سے شرماتے ہوں اور بعضے صوفیہ نے کہا ہے کہ شرمانے والوں کے دلوں پر غالب ہمیشہ اجلال اور تعظیم غالب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اُن کی طرف دیکھتا ہے ۔

اور بعضے احوال سے اتصال ہے

توریؒ نے کہا کہ اتصال مکاشفات قلوب اور مشاہداتِ اسرار ہے اور بعضے صوفیہ نے کہا ہے کہ اتصال وصول سر مقام ذہول تک ہے۔ اور بعضوں نے کہا اتصال یہ ہے کہ بندہ کو بجز خالق اُس کے کہ کوئی حاضر نہ ہو اور اُس کے سر کو صانع کے سوا دوسری خاطر متصل نہ ہو۔

اور سہلؒ بن عبداللہ نے کہا کہ بلا کے سبب حرکت دی گئی سو وہ متحرک ہوئی اور اگر سکون کیا تو وہ متصل ہو گئی۔ اور یحییٰ بن معاذ رازیؒ نے کہا عمل کرنے والے چار ہیں تائبؒ، زاہدؒ، مشتاقؒ، واصلؒ۔ پس تائب اپنی توبہ سے محجوب ہے اور زاہد اپنے زہد سے اور مشتاق اپنے حال سے محجوب ہے اور جو واصل ہے اُس کو حق سے کوئی حاجب نہیں ہے ۔

اور ابو سعید قرشیؒ نے کہا ہے واصل وہ ہے جسے اللہ تعالےٰ ملے پھر اُسے قطع کا ہمیشہ خوف نہیں اور مفصل وہ ہے جو اپنی جُہد سے متصل ہوا اور جب کبھی پست جہد میں ہُوا منقطع ہو گیا اور یہ جس کا ذکر کیا حال دید اور مراد کا ہے اس واسطے کہ ایک اُن دونوں میں سے کشفوں سے ہدایت کیا گیا اور دوسرا اجتہاد کی طرف پھیرا گیا ۔ اور ابو یزیدؒ نے فرمایا ہے کہ واصلین تین قسم کے ہیں قصد اُن کا اللہ ہو اور شغل اُن کا فی اللہ ہو اور رجوع اُن کی الی اللہ ہو۔ اور سیاریؒ کا قول ہے کہ

وصول مقام جلیل ہے اور یہ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ایک بندہ کو دوست رکھا کہ اپنے ساتھ وصل کرے تو اس پر راہ مختصر کردی اور بعید اُس کے قریب ہوگیا۔ اور جنیدؒ کا قول ہے کہ واصل وہ واصل اپنے رب کے پاس ہے۔

اور رویم نے کہا اہل وصول کو اللہ تعالیٰ نے قلوب اُن کے ملا دیئے۔ سو محفوظ التقویٰ اور ممنوع خلق سے ہمیشہ ہیں۔ اور ذوالنونؒ نے کہا کوئی نہیں پلٹا جو کوئی پلٹا مگر طریق سے اور کوئی اُس کو نہیں پہنچا کہ اُس سے رجوع ہُوا ہو۔

اور جاننا چاہیئے کہ اتصال اور مواصلت کی طرف مشائخ نے اشارہ کیا ہے اور جو کوئی یقین صافی کو ذوق اور وجد کے طریق سے پہنچا تو وہ وصول کے ایک رتبہ میں ہے۔ پھر اُن میں بھی تفاوت کرتے ہیں۔ سو اُن میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کو بطریق افعال پاتا ہے اور وہ رتبہ تجلی میں ہے تو اُس کا اور غیر کا فعل فانی ہو جاتا ہے۔ اس واسطے کہ وہ فعل اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے اور اُس حالت میں تدبیر اور اختیار سے خارج ہو جاتا ہے اور یہ ایک مرتبہ وصول میں ہے اور بعضے اُن میں سے وہ ہیں جو مقام ہیبت اور اُنس میں توقف کرتے ہیں۔ اُن باتوں کے سبب کہ جس کے ساتھ کشف قلب اُن کا ہوتا ہے۔ یعنی جلال اور جمال سے اور یہ ترقی بطریق صفات ہے اور وہ ایک رتبہ وصول میں ہے اور اُن میں سے بعضے وہ ہیں جو مقام فنا کو ترقی کرتے ہیں۔ اس حالت سے کہ انوار یقین و مشاہدہ اُس کے باطن کو مشتمل ہیں اور وہ اپنے وجود میں اُس کے شہود میں غائب ہے۔ اور یہ ایک قسم کی تجلی ذات ہے اُن لوگوں کے لئے جو خاص مقربین سے ہیں اور یہ مقام ایک مرتبہ وصول میں ہے اور اس کے اوپر حق الیقین ہے اور دُنیا میں اُس سے خواص کے لئے ایک چشم زدن ہے اور وہ نور مشاہدہ کا سریان کلیہ بندہ میں ہے یہاں تک کہ اُس سے راحج قلب اور نفس حتیٰ کہ قالب اس کو بھروں ہوتا ہے اور یہ اعلےٰ مرتبہ وصول کا ہے اور جب کہ حقائق متحقق ہوں تو بندہ اُن احوال شریفہ کے ساتھ جانتا ہے کہ وہ پہلی منزل میں دُور پڑا ہُوا ہے۔ پھر وصول کہاں افسوس کہ طریق وصول کی منزلیں عمر آخرت ابدی میں کبھی قطع نہیں ہو سکیں، پھر کس طرح دُنیا کی چھوٹی

چھوٹی عمر میں قطع ہوں ۔

اور اُن احوال سے قبض اور بسط ہیں

اور وہ دونوں احوال شریف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے واللہ یقبض و یبسط اور ان دونوں احوال میں مشائخ نے کلام کیا ہے اور اشارات کے ساتھ بتلایا ہے جو علامات قبض و بسط کے ہیں اور اُن کی حقیقتوں سے مَیں کشف نہیں پاتا۔ اس واسطے کہ انھوں نے اشارہ پر اکتفا کی ہے اور اشارہ اہل کو قانع کرتا ہے۔ اور مَیں چاہتا ہوں کہ اُن میں پُورا کلام کروں شاید کہ طالب اُس کی طرف شائق ہو اور تفصیل قول کی اس میں چاہتا ہو اور اللہ بہتر دانا ہے۔

اور جاننا چاہیئے کہ قبض اور بسط کے لئے ایک موسم خاص اور وقت لازمی ہے کہ نہ اُس کے پہلے وہ ہوتے ہیں اور نہ اُس کے بعد ہوتے ہیں اور اُن دونوں کا وقت اور موسم محبت خاص کے اوائل حال میں ہوتا ہے اور نہ اُس کی نہایت میں اور نہ حال محبت خاص سے پہلے ہوتا ہے۔ سو جو کوئی محبت عامہ میں کے مقام میں ہو جو بحکم ایمان ثابت ہے اُس کے لئے قبض ہے نہ بسط صرف خوف اور رجا ہوتا ہے اور کبھی حال قبض اور حال بسط کے مشابہ پاتا ہے اور اُس کو قبض اور بسط خیال کرتا ہے۔ حالانکہ یہ وہ نہیں ہے اور یہ اُس کے سوا نہیں کہ وہ ایک وہم و رنج ہے جو اُس کو عارض ہو جاتا ہے۔ سو اُس کو قبض تصور کرتا ہے اور ایک جنبش نفسانی اور نشاط طبعی ہے جس کو وہ بسط گمان کرتا ہے اور ہم و نشاط دونوں محل نفس سے صادر ہوتے ہیں اور اُس کے جوہر سے اس واسطے کہ صفات نفس کے باقی ہیں اور جب تک صفت امارہ کی جو اُس میں ہے نفس میں باقی ہے اس سے اہتزاز اور نشاط پیدا ہوتا ہے اور ہم سوزش انس نفس کی اور نشاط ایک بلندی موج نفس کی ہے جبکہ دریائے طبیعت متلاطم ہو اور جبکہ محبت عام کے حال سے محبت خاص کے اوائل کو ترقی کرے تو وہ صاحب حال اور صاحب قلب اور صاحب نفس لوامہ ہو جائے گا اور اُس وقت نوبت بنوبت اُس میں قبض و بسط آئیگا۔

اس واسطے کہ وہ رتبۂ ایمان سے رتبۂ ایقان وحال محبت خاص کو ترقی کر گیا سو کبھی حق اُس کو قبض کرتا ہے اور کبھی بسط کرتا ہے۔

واسطیؒ نے کہا ہے کہ وہ قبض کرنا اُس چیز سے تجھے ہے جو تیرے واسطے ہے اور بسط تجھے اُس چیز میں دیتا ہے جو اُس کے لئے ہے اور نوری نے کہا قبض تجھ کو میرے ساتھ کرتا ہے اور بسط تیرا اپنے واسطے کرتا ہے۔

اور جاننا چاہیئے کہ وجود قبض صفت نفس کے ظہور اور غلبہ سے ہے اور ظہور بسط ظہور صفت اور غلبۂ قلب سے ہے اور نفس جب تک لوامہ ہے تب تک وہ کبھی مغلوب ہے اور کبھی غالب ہے اور قبض و بسط اُس کے اعتبار سے اُس سے ہوتا ہے اور صاحب قلب حجاب نورانی کے نیچے ہے اس واسطے کہ قلب اُس کا موجود ہے جس طرح صاحبِ نفس حجاب ظلمانی کے نیچے اپنے نفس کے وجود ہے۔ پھر جبکہ وہ قلب سے ترقی کرے اور اُس کے حجاب سے نکلے تو اُس کو حال نہ مقید کرتا ہے اور نہ اُس میں تصرف کرتا ہے۔ سو اب وہ قبض و بسط کے تصرف سے باہر ہو جاتا ہے سو نہ قبض میں ہوتا ہے اور نہ بسط میں جب تک کہ وہ وجود نورانی سے کہ وہ قلب ہے آزاد اور قریب کے ساتھ متحقق بلا حجاب نفس و قلب ہے۔ پھر جبکہ فنا و بقا سے وجود کی طرف پلٹے تو وہ وجود نورانی کی طرف جو قلب ہے پلٹے گا سو اُس وقت قبض و بسط بھی عود کرے گا اور جب تک فنا اور بقاء کے ساتھ رہا ہو تو نہ قبض ہے اور نہ بسط۔ فارسؒ نے کہا اول قبض و بسط ہے بعد اس کے نہ قبض ہے اور نہ بسط ہے۔ اس واسطے کہ قبض و بسط وجود میں واقع ہوتا ہے مگر فنا اور بقا کے ساتھ سو نہیں ہے پھر قبض کبھی عقوبت افراد بسط کے لئے ہوتا ہے اور نہ اس واسطے کہ وارد منجانب اللہ قلب پر وارد ہوتا ہے تو قلب راحت اور فرحت اور بشارت سے مملو ہو جاتا ہے۔ سو اس حالت میں نفس استراق سمع کرتا یعنی چوری سے کان لگا کر سنتا ہے اور اپنا حصہ لیتا ہے اور جب وارد غیبی کا اثر نفس کو پہنچتا ہے تو وہ بالطبع طغیان اور بسط میں افراط کرتا ہے یہاں تک کہ بسط نشاط کے ہم شکل ہو جاتا ہے اور اگر نفس کی تادیب اور تعدیل کی جائے اور کبھی طغیان

سے اور کبھی عصیان سے نفس جاری نہ ہو تو صاحب قلب کو قبض نہ ہو اور ہمیشہ روح اور اُنس اس کو حاصل رہے اور اعتدال جو قبض کا سدّ باب کرتا ہے اس قولِ الٰہی سے اخذ کیا گیا ہے: لکیلا تاسوا علیٰ ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم۔ یعنی تاکہ نا اُمید نہ ہو تم اُوپر اُس چیز کے کہ جو ہاتھ نہ آئے اور تاکہ خوش نہ ہو تم ساتھ اُس چیز کے کہ تم کو اس نے دی۔ سو وارد فرح کا جب تک کہ روح اور قلب پر موقوف ہے۔ وہ کثافت اور تیرگی نہیں قبول کرتا اور نہ صاحب فرح قبض کا مستوجب ہے علی الخصوص جبکہ فرح میں لطافت اُس وارد سے آجائے جو انوار اور ہیبت الی اللہ ہو اور جب اللہ تعالیٰ کو ملجا و ماوا کرنے کی التجا نہ کی تو نفس تاک لگاتا ہے اور اپنا حصّہ فرح سے پاتا ہے اور وہ فرح اُس چیز کے باعث ہے جس سے ممانعت اور نہی آئی ہے تو بعض اوقات قبض اُس کے سبب ہوتا ہے اور یہ گناہ لطیف ہے جو موجبِ قبض ہے اور نفس میں اُس کے حرکات اور صفات سے بہت کود پھاند ہیں جو باعث قبض ہیں۔

ازاں بعد خوف و رجا کو نہ صاحب قبض و بسط اور صاحب اُنس و ہیبت نیست و نابود کرتا ہے اس واسطے کہ وہ دونوں ضرورت ایمان سے ہیں اس لئے وہ معدوم نہیں ہوتے اور قبض و بسط صاحبِ ایمان کے سامنے معدوم ہو جاتے ہیں اس سبب سے کہ خطر قلب سے ناقص ہے اور صاحب فنا و بقا اور قرب کے سامنے معدوم اس واسطے ہوتے ہیں کہ وہ قلب سے خلاص ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ باطن پر قبض اور بسط وارد ہوتا ہے اور سبب اس کا معلوم نہیں ہوتا اور قبض و بسط کا سبب مخفی نہیں رہتا۔ مگر ایسے شخص پر جو کم بہرہ اُس علم سے ہو کہ علم حال اور علم مقام سے محکم ہو اور جس نے علم حال و مقام کو مضبوط و مستحکم کر لیا ہے اُس پر قبض و بسط کا سبب پوشیدہ نہیں۔

اور بسا اوقات قبض و بسط کا سبب اُس پر مشتبہ ہو جاتا ہے جس طرح کہ ہم قبض سے اور نشاط بسط سے مشتبہ ہو اور اُس کا علم مخصوص اُسی کے لئے ہے جس کا قلب مستقیم ہو اور جس نے قبض و بسط کو معدوم کر دیا اور اُس سے آگے ترقی کر گیا

تو اُس کا نفس مطمئنہ ہے کہ اُس کے جوہر سے وہ آگ نہیں نکلتی جو موجب قبض ہے اور نہ اُس کا دریائے طبیعت باد ہوئی سے متلاطم ہوتا ہے تا آنکہ بسط اُس سے ظاہر ہو اور بسا اوقات ایسے شخص کے لئے قبض و بسط فی نفسہٖ ہوتا ہے نہ من نفسہٖ سو اُس کا نفس مطمئنہ قلب کی طبیعت رکھتا ہے سو قبض و بسط اُس کے نفس مطمئنہ میں جاری رہتا ہے اور حالانکہ اُس کے قلب کو نہ قبض ہے اور نہ بسط ہے اس واسطے کہ قلب کا حال یہ ہے کہ نور روح کی شعاعوں سے متحصن ہے اور قرار کی آرام گاہیں قرار گرفتہ ہے سو اُس کو قبض ہے نہ بسط ہے۔

اور بعض احوال سے فنا اور بقا ہے

ہر آئینہ علمائے صوفیہ نے کہا ہے کہ فنا یہ ہے کہ اُس سے حظوظ فنا ہو جائیں پس کسی چیز میں اُس کو حظ نہ ہو بلکہ تمام اشیاء سے وہ فنا ہو جاتا ہے اس چیز کے شغل کے سبب جس میں وہ فنا ہو گیا ہے۔

اور عامر بن عبداللہ نے کہا ہے کہ میں نہیں پرواہ کرتا ہوں عورت کو میں نے دیکھا یا کہ دیوار کو دیکھا اور اُس چیز میں محفوظ ہے جس پر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے اور تمام مخالفتوں سے رُخ پھیرے ہوئے ہے اور بقاء اُس کے پیچھے پیچھے ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اُس شئے سے فنا ہو جائے جو اُس کے واسطے ہے اور اُس شئے کے لئے باقی رہے جو اللہ تعالےٰ کے واسطے ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ باقی یہ ہے کہ کل اشیاء اُس کے لئے شئے واحد ہو جائیں سو اُس کے تمام حرکات موافقت حق کے اندر بغیر مخالفت اُس کے ہوں اور وہ مخالفات سے فانی اور موافقات سے باقی ہو۔

اور میرے نزدیک یہ جس کا ذکر اس قائل نے کیا ہے وہ توبۂ نصوح کی صحت کا مقام ہے اور فنا و بقا سے کسی بات میں نہیں ہے اور اشارہ بفنا سے وہ ہے جو عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ اُس کو کسی شخص نے طواف کی حالت میں سلام کیا اور اس نے جوابِ سلام نہ دیا تو بعض اصحاب سے اُس کی شکایت کی تو آپ

نے جواب دیا کہ ہم اُس مکان میں اللہ تعالیٰ کو دیکھتے تھے ۔
آور بعضوں نے کہا ہے کہ فنا اشیاء سے غائب ہوتا ہے جیسے کہ فناء موسیٰ کی تھی، جبکہ اُس کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی فرمائی ۔ آور خراز نے کہا ہے کہ فنا حق کے ساتھ معدوم اور متلاشی ہونا ہے اور بقا حضور مع الحق ہے ۔
اور حضرت جنیدؒ نے کہا ہے کہ فنا عاجز ہونا کل کا تیرے اوصاف سے اور سب کا اشتغال تجھ سے بالکلیہ ہے اور ابراہیم ابن شیبان نے کہا ہے کہ علم فنا اور بقا اخلاص وحدانیت اور صحت عبودیت پر دور اور گردش کرتا ہے اور جو چیز اس کے سوا ہے وہ مغالطوں اور الحاد کے قبیل سے ہے ۔
آور خراز سے پوچھا گیا کہ فانی کی علامت کیا ہے ؟ جواب دیا کہ جو فنا کا دعویٰ کرے ۔ اُس کی علامت یہ ہے کہ اُس کا حظ بجز اللہ تعالیٰ کے دنیا اور آخرت سے جاتا رہے ۔ اور ابوسعید خراز نے کہا ہے کہ اہلِ فنا جو ہیں ان کی صحت فنا میں یہ ہے کہ علم بقاء اُن کے ساتھ ہو اور اہلِ بقا کی پہچان صحت کی یہ ہے کہ علم فنا ان کے ساتھ ہو ۔ آور جاننا چاہیئے کہ مشائخ کے اقوال فنا اور بقا میں بہت ہیں سو اُن میں سے بعض اشارات فنا و مخالفات اور بقائے موافقات کے جانب ہیں ۔ آور یہ وہ ہے کہ جس کو توبۂ نصوح مقتضی ہے اور وہ ثابت وصف توبہ کے ساتھ ہے اور اُن میں سے بعضے اِس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ رغبت اور حرص اور امل زائل ہو اور یہ وہ ہے جس کو زہد مقتضی ہے اور اُن میں سے اشارہ اس طرف کرتے ہیں کہ اوصاف مذمومہ فانی ہو جائیں اور اوصاف محمودہ باقی رہیں اور یہ وہ ہے جس کو تزکیۂ نفس مقتضی ہے ۔
اور بعضے اُن میں سے ایسے ہیں کہ وہ فنائے مطلق کی حقیقت کی طرف اشارہ ہیں اور پھر جس قدر اشارات ہیں اُن میں سے ہر ایک میں معنی فنا من وجہ لئے گئے ہیں ۔ فنائے مطلق وہ ہے کہ جو امر حق سبحانہ وتعالےٰ سے بندہ پر مستولی ہو جائے سو حق سبحانہ وتعالیٰ کا ہونا بندہ کے ہونے پر غالب آجائے اور وہ فنائے ظاہر اور فنائے باطن پر منقسم ہے اور ان جملہ فنا سے ظاہر یہ ہے

کہ حق سبحانہ وتعالےٰ تجلی بطریق افعال کرے اور بندہ سے اُس کے اختیار وارادہ کو سلب کرلے اور اُس وقت اپنے نفس نہ آپ سے غیر کے لئے کوئی فعل نہ دیکھے مگر حق کے ساتھ۔ پھر اُس کو معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُس کے موافق پکڑے۔ حتیٰ کہ مَیں نے سُنا ہے کہ بعضے وہ لوگ جو اس مقام میں فنا سے قائم ہیں، بہت روز اس طرح گزارتے تھے کہ وہ نہ کھانا کھاتے تھے اور نہ پانی پیتے تھے یہاں تک کہ اُس کے لئے فعل حق اس میں تنہا رہ جاتے اور اُس کے لئے اللہ تعالےٰ اُس شخص کو پہنچاتا ہے جو اُس کو کھلائے اور پلائے جس طرح چاہے اور پسند کرے۔ اور یہ مجھے اپنی جان کی قسم فنا ہے اس واسطے کہ وہ اپنے نفس سے فنا ہو چکا ہے اور غیر سے بھی کہ اُس کی نظر اللہ تعالیٰ کے فعل کی طرف ہے اس وجہ سے کہ غیر اللہ کا فعل فانی ہے۔

اور فنائے باطن یہ ہے کہ کبھی مکاشفہ صفات کا اور کبھی مشاہدہ آثار عظمت ذات کا ہو سو اُس کے باطن پر امر حق مستولی ہو جائے یہاں تک کہ اُس کے لئے کوئی خطرہ نفسانی اور وسوسۂ شیطانی باقی نہ رہے اور فنا کی ضرورت سے نہیں ہے کہ اُس کا احساس جاتا رہے اور کبھی بعض اشخاص کے لئے غیبت احساس کا بھی اتفاق ہو جاتا ہے اور یہ ضرورت فنا سے علی الاطلاق نہیں ہے۔

اور مَیں نے شیخ ابو محمد بن عبداللہ بصری سے سوال کیا اور کہا اُس سے آیا بقائے خیالات سر میں اور وجود وسواس کا شرک خفی سے ہے۔ اور میرے نزدیک یہ بات تھی کہ یہ شرک خفی سے ہے سو اُس نے کہا یہ مقام فنا میں ہوتا ہے اور اُس نے یہ بیان نہیں کیا کہ وہ شرک خفی سے ہے یا نہیں؟ یہ ایک حکایت مسلم بن یسار کی بیان کی کہ وہ نماز میں تھے اور اُس وقت جامع مسجد کا ایک ستون گر پڑا اور اُس کے شدتِ صدمہ سے اہل بازار گھبرائے اور مسجد میں داخل ہوئے تو آپ کو نماز کے اندر دیکھا اور ستون اور اُس کے گر جانے سے اُس کو حس نہیں ہوئی سو یہ استغراق اور فنائے باطن ہے۔ بعدازاں اُس کا ظرف وسیع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ شاید وہ فنا کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اور اُس کے معنی یہ ہیں کہ روحاً اور قلباً

اور جو قول اور فعل سے اُس پر جاری ہو اُس سے وہ غائب نہیں ہوتا۔

اور اقسام فنا سے یہ ہے کہ ہر ایک قول اور فعل میں مرجع اُس کا اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور حکم کا منتظر اپنے کلیات امور میں ہوتا ہے تاکہ وہ سب اشیاء میں باللہ ہو نہ بنفسہٖ سو اختیار کا ترک کرنے والا فعل حق کا منتظر فانی ہے اور حکم حق کا صاحب انتظار اپنے کلیات امور میں راجع الی اللہ اپنے باطن سے محرمات میں فانی ہے اور جو شخص کہ اُس کے اختیار کا مالک اُس کو اللہ تعالیٰ نے کیا ہو اور اُس کو تصرف میں آزاد اور مطلق کر دیا ہو اختیار کرے جس طرح چاہے اور ارادہ کرے نہ وہ منتظر فعل کا ہو اور نہ وہ منتظر اذن حکم کا ہو وہ باقی ہے اور باقی اُس مقام میں ہے کہ نہ حق حاجب اُس کا خلق سے ہے اور نہ خلق اُسے حاجب حق سے ہے اور فانی حق کے ساتھ محجوب خلق سے ہے اور فنائے ظاہر ارباب قلوب اور احوال کے لئے ہے اور فنائے باطن اُس کے لئے ہے جو احوال کی قید اور بیڑی سے رہا اور باللہ ہو گیا نہ بالاحوال اور قلب سے خارج ہو گیا اور وہ اپنے مقلب کے ساتھ ہو گیا نہ یہ کہ اپنے قلب کے ساتھ ہُوا۔

باسٹھواں[۶۲] باب

ان کلمات کی شرح میں ہے جو اصطلاح صوفیہ سے بعض احوال کے مشیر ہیں

حضرت جابرؓ سے حضرت نبی علیہ السلام سے روایت کی فرمایا کہ معاون تقویٰ سے علم کا تجھے حاصل کرنا ہے۔ یہاں تک کہ تُو جان لے علم اُن چیزوں کا جن کو تُو نہیں جانتا اور جو جان چکا ہے اُس میں نقص قلت زیادت کی ہے۔ اور یہی بات ہے کہ آدمی نامعلوم چیزوں کے جاننے میں زہد اور کم رغبتی یہ کرتا ہے کہ جو علم حاصل کیا اُس سے انتفاع کم حاصل کرتا ہے۔

ہر آئینہ مشائخ صوفیہ نے بنیاد تقویٰ کو مضبوط اور مستحکم کیا اور علم کو اللہ تعالےٰ

کے لئے سیکھا اور اپنے تقوے کے موقع کے لئے عمل اُن چیزوں پر کیا جن کو اُنہوں نے علم جانا۔ پس اللہ تعالیٰ نے وہ چیزیں اُن کو تعلیم کیں غرائب علوم اور اشاراتِ دقیق سے جو وہ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے غرائب علوم اور عجائب اسرار استنباط کئے اور اُن کے قدم کو علم میں راسخ کر دیا۔

ابو سعید خرازؒ نے کہا ہے کہ کلام اللہ کا اول فہم یہ ہے کہ اُس کلام پاک پر عمل کرے، اس واسطے کہ علم اور فہم اور استنباط اُس میں ہے اور آغاز فہم کا یہ ہے کہ کان اُس پر رکھے اور اُس کے اس قول پاک بلند کو مشاہدہ کرے۔

ان فی ذٰلک لذکری لمن کان له قلب او القی السمع وھو شھید۔ یعنی البتہ اس مقدمہ میں نصیحت ہے واسطے اُس شخص کے کہ دل رکھے یا کان رکھے متوجہ ہو کر۔"

اور ابوبکر واسطیؒ نے کہا ہے کہ علمائے راسخ علم میں وہ لوگ ہیں جو اپنی ارواح کے ساتھ غیب الغیب اور سر السر میں ثابت قدم اور اُستوار ہو گئے ہیں۔ پھر اُن کو واقف کر دیا اُن علوم سے جن سے اُنہیں واقف کر دیا اور اُن سے ارادہ اُن مقتضائے آیات کا کیا جو اُن کے غیر سے نہیں کیا اور وہ لوگ دریائے علم میں فہم کے ساتھ گھس گئے تاکہ ترقی حاصل کریں۔ اُس وقت فہم سے اُنہیں وہ ذخیرے خزائن کے جو ہر ایک حرف اور آیت کی تہہ میں تھے اور عجائب نص مکشوف ہوئے۔ تب انہوں نے دُرّ و جواہر نکالے اور حکمت کے ساتھ انہوں نے کلام کیا اور البتہ حدیث میں وارد ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بروایت ابی ہریرہؓ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہر آئینہ بعضے ایسے علم ہیں جیسے در مکنون کہ اس کو کوئی بجز علماءِ باللہ کے نہیں جانتا۔ پھر جبکہ اُس کے ساتھ کلام کیا تو اُس کا انکار نہیں کرتا مگر وہ شخص جو مغرور باللہ ہے۔

قرشیؒ سے مسموع ہے کہ وہ کہتا تھا کہ وہ علم اسرار اللہ تعالیٰ کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور اولیاء، اور سماوات کبریٰ کو عنایت فرمائے ہیں بدوں اس کے کہ وہ کسی سے سُنیں اور یا کسی سے پڑھیں اور یہ اُن اسرار میں سے ہیں کہ بجز چند خواص کے

اور کوئی مطلع نہیں ہُوا۔

اور ابو سعید خرازؒ کا قول ہے کہ عارفین باللہ کے لئے بہت خزانے ہیں جن میں امانت بہت علوم غریبہ اور اخبار عجیبہ رکھے ہیں کہ اُن میں لسان ابدیت سے تکلم کرتے ہیں اور اُسے بعبارت ازلیت خبر دیتے ہیں اور وہ علم مجہول سے ہے۔ سو اُس کا یہ قول کہ بزبان ابدیہ اور عبارت ازلیہ اشارہ اُس کی طرف ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نطق اور کلام کرتے ہیں اور ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے فرمایا ہے بی ینطق اور وہ علم لدنی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اُس کی نسبت خضر کے حق میں فرمایا ہے :

آتیناہ رحمۃ من عندنا وعلمناہ من لدنا علما۔ یعنی ہم نے اُس کو اپنے پاس رحمت دی اور ہم نے اُس کو اپنے پاس سے علم سکھایا۔"

سو بعض اُن میں سے جن کو اُن کی زبانوں نے کلمات سے مستعمل کیا تاکہ ایک دُوسرے کو سمجھاویں اور اُن کی طرف سے ایک اشارہ اُن احوال کی طرف ہے جن کو وہ پاتے ہیں اور ایسے معاملات دلی میں جن کو وہ جانتے ہیں ان کا قول ہے جمع و تفرقہ۔ بعضوں کا قول ہے کہ جمع اور تفرقہ کی اصل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو۔ سو یہ جمع ہے بعد ازاں تفریق کی اور فرمایا : والملائکۃ واولوا العلم اور قول اللہ تعالیٰ کا آمنا باللہ جمع ہے اور یہ تفریق اپنے اس قول سے وما انزل الینا اور جمع اصل ہے اور تفرقہ فرع ہے۔ پس جتنے جمع بلا تفرقہ ہیں وہ زندقہ اور الحاد ہیں اور جس قدر تفرقہ بلا جمع ہیں وہ تعطیل ہیں۔

اور جنیدؒ نے کہا ہے کہ قریب بالوجد جمع ہے اور غیبت اُس کی بشریت میں تفرقہ ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ جمع اُن کی معرفت میں اور فرق اُس کا احوال میں ہے اور جمع وہ اتصال ہے کہ صاحبِ جمع اُس کو نہیں مشاہدہ کرتا مگر حق پھر جبکہ اُس کے غیر کو دیکھا تو جمع نہیں اور تفرقہ شہود اُس کا جسے مبانیہ سے چاہا اور عباراتِ صوفیہ اُس میں بہت ہیں اور مقصود یہ ہے کہ ان حضرات نے جمع

کے ساتھ اشارہ تجرید توحید کی طرف کیا ہے اور تفرقہ کے ساتھ اشارہ اکتساب کی طرف کیا ہے۔ بنا براں کوئی جمع نہیں مگر تفرقہ کے ساتھ اور کہتے ہیں فلاں عین جمع میں ہے کہ اُس سے عنوان اُس کا کرتے ہیں کہ اُستیلا مراقبہ حق کا اُس کے باطن پر ہے۔ پھر جبکہ اُس نے اپنے اعمال سے کسی چیز کی طرف رجوع کی تو تفرقہ کی طرف رجوع کی۔ پس جمع کی صحت تفرقہ کے ساتھ ہے اور تفرقہ کی صحت جمع کے ساتھ ہے سو یہ جو ہے اُس کا حاصل اُس کی طرف راجع ہے کہ جمع علم باللہ سے اور تفرقہ علم بامراللہ سے ہے اور ان دونوں سے چارہ نہیں ہے۔

مزین نے کہا ہے کہ جمع عین فنا باللہ ہے اور تفرقہ عبودیت ہے کہ اُس کا بعض متصل ببعض ہے اور ہر آئینہ قوم نے غلطی کی اور انھوں نے دعویٰ کیا کہ وہ عین جمع میں ہیں اور صرف توحید کی طرف اشارہ کیا اور اکتساب کو معطل کر دیا اور وہ لوگ زندیق ہو گئے اور جمع حکم روح ہے اور تفرقہ حکم قالب ہے اور جب تک کہ یہ ترکیب باقی ہے تو جمع اور تفرقہ سے گریز نہیں ہے اور واسطیؒ نے کہا ہے کہ جب تُو اپنے نفس کی طرف نظر کرے تفرقہ میں تُو پڑ گیا اور جب اپنے رب کی طرف دیکھے جمع میں تُو ہے اور جب تُو اپنے غیر سے قائم ہے تو فانی ہے بلا جمع اور بلا تفرقہ کے۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ جمع اُن کی بذاتہ ہے اور تفرقہ اُس کا فی صفاتہ ہے اور کبھی وہ جمع اور تفرقہ سے یہ مراد لیتے ہیں کہ جب اُس نے اپنے نفس کے لئے کسب ثابت کیا اور اپنے اعمال کی طرف نظر کی تو وہ تفرقہ میں ہے اور جب کہ اشیاء کو حق کے ساتھ ثابت کیا تو جمع میں ہے اور تمامی اشارات اس بات کی خبر دیتے ہیں کہ کون تفرقہ ڈالتا ہے اور کون جمع کرتا ہے سو جس نے مکون کو یکتا کر لیا تو اُس نے جمع کی اور جس نے کون کی طرف نظر کی تو وہ تفرقہ میں پڑا تو تفرقہ عبودیت ہے اور جمع توحید ہے۔ پھر جبکہ اپنی طاعت کو ثابت کسب کیا تو صاحب تفرقہ ہو گیا اور جو اثبات اُس کا باللہ کیا تو ثابت جمع ہوا اور جب فنا کے ساتھ متحقق ہوا تو وہ جمع الجمع ہے اور ممکن ہے یہ کہا جائے کہ افعال کا

دیکھنا تفرقہ ہے اور صفات کا دیکھنا جمع ہے اور ذات کا جمع الجمع ہے۔

بعض صوفیہ سے لوگوں نے حال موسیٰ علیہ السلام کا پوچھا جبکہ وقت کلام تھا تو کہا موسیٰ ہوسیٰ سے فنا ہو گیا۔ سو موسیٰ کو موسیٰ سے کچھ خبر نہ تھی۔ پھر کلام اور کلام کرنے والا اور کلام جس سے کیا وہ تھا اور کیونکر موسیٰ کو طاقت اس کی تھی کہ بار خطاب کو اُٹھاتا اور جواب دیتا اگر وہ اُس کی نہ سماعت کرتا اور اُس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو ایک قوت بخشی تھی اُس قوت سے اُس نے سُنا اور جو یہ قوت نہ ہوتی تو سماجت پر قادر نہ ہوتا اور قائل نے مثال دے کر یہ ابیات پڑھے ؎

وبداله من بعد ما اندمل الهوی	برق تعلق موهنا لمعانه
یبدو کحاشیة الرداء دونه	صعب الذرى متمتع ارکانه
فبدا لینظر کیف لاح فلم یطق	نظرا الیه و رده اشجانه
فالنار ما اشتملت علیه ضلوعه	والماء ما سمحت به اجفانه

ترجمہ از مترجم فارسی ؎

برتست بلیک آں نہ کہ آں ماہ روی بود	از خشم روئے خود بن آں مہ چناں نمود
یا گوشۂ رداست کہ آں دلربا ے من	زاں دست بر بلند شوامخ ہمی ربود
پیدا شدہ است تا من ناظر شوم برو	لیک آن وہاں عشق شدہ است درمیاں خود
وجہ آنکہ ہر دو پہلو بروے شود بہم	آب آنکہ نوک مژگان دہدم بریں حدود

اور بعض اُن کا قول تجلی اور استتار ہے

جناب جنیدؒ نے کہا کہ وہ تادیب اور تہذیب اور تذویب ہے سو تادیب موقع استتار کا ہے اور وہ عوام کے لئے ہے اور تہذیب خواص کے لئے ہے اور وہ تجلّی ہے اور مدحت یعنی گداز اولیاء کے لئے ہے اور جو مشاہدہ ہے اور استتار اور تجلّی میں حاصل اشارات کا صفات نفس کے ظہور کی طرف راجع ہے اور اُسی میں سے استتار ہے اور وہ صفات نفس کی غیبت کی طرف اشارہ کمال قوت صفات

قلب کے ساتھ ہے اور اُسی میں سے تجلّی ہے۔ پھر تجلی کبھی بطریق افعال ہوتی ہے اور کبھی بطریق صفات اور کبھی بطریق ذات ہوتی ہے اور حق تعالےٰ نے رحمت کے سبب موضع استتار کا خواص اور غیر خواص پر باقی رکھا ہے۔

پس خواص کے لئے تو اس وجہ سے کہ وہ لوگ اُس کے ساتھ مصالح نفوس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور غیر خواص کے لئے اس وجہ سے کہ اگر وہ موضع استتار نہ ہوتے تو اُن سے اور لوگ انتفاع حاصل نہ کرتے اس واسطے کہ اُن کو جمع الجمع میں استغراق اور اُن کا برذر اللہ واحد قہار کے لئے ہوتا ہے۔

بعضے صوفیہ نے کہا ہے کہ تجلی حق کی علامت اسرار کے لئے یہ ہے کہ شہود اس طرح نہ ہو کہ اس پر تعبیر متسلط ہو اور اُس پر فہم حاوی ہو جائے سو جس نے تعبیر کیا یا کہ فہم کیا تو وہ صاحبِ استدلال ہے نہ کہ ناظر اجلال۔ اور بعضے صوفیہ نے کہا ہے کہ تجلی پردہائے بشریت کا اُٹھنا ہے نہ یہ کہ ذات حق عزّ وجل کے ساتھ متلون ہو اور استتار یہ ہے کہ بشریت تیرے اور شہود غیب کے درمیان حائل ہو۔

اور بعضے ان میں سے تجرید اور تفرید ہے

ایک اشارہ اُن میں سے تجرید اور تفرید میں ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ اغراض سے مجرد اور خالی ہو جائے ان باتوں میں جن کو وہ کرتا ہے نہیں کرتا اُس کو جیسے وہ کرتا ہے کہ دُنیا و آخرت کے اغراض پر اُس کی نظر ہو بلکہ جو کچھ اُسے حق عظمت سے مکشوف ہو اس کو بروی عبودیت اور انقیاد کے اپنی کوشش کے موافق ادا کرتا ہے اور تفرید یہ ہے کہ اپنے نفس کو اُن کاموں کے اندر نہ دیکھے جو وہ کرتا ہے بلکہ وہ احسان الٰہی اپنے اوپر دیکھتا ہے۔

پس تجرید اغیار کی نفی سے ہے اور تجرید اپنے نفس کی نفی سے اور استغراق نفس سے جو نعمتِ الٰہی کے اندر ہو مرتبہ ہوتا ہے اور کسب سے غیبت ہوتی ہے۔

اور بعضے اُن میں سے وجد اور تواجد اور وجود ہے

سو وجد وہ ہے جو باطن پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے وارد ہو کہ اُسے کسب کرے خوشی سے یا رنج سے اور اُس کو متغیر صورت میں کر دیتا ہے اور وہ اللہ تعالےٰ کی طرف تاک لگاتا ہے اور وہ ایک فرحت ہے کہ اُس سے مغلوب بصفات نفس خود پاتا ہے اور اُس سے اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھتا ہے ۔ اور تواجد وجد کا ذکر اور فکر کے ساتھ کشش کرتا ہے۔ اور وجود وجد کے سوراخ کا وسیع ہونا اس سبب سے ہے کہ وجدان کی قضا میں نکل جاتا ہے تو وجد وجدان کے ساتھ نہیں ہے اور عیان کے ساتھ خبر نہیں ہے تو وجد عرضیہ زوال کے ساتھ ہے اور وجود ثابت مثل ثبوت جبال ہے اور البتہ کہا گیا ہے ۔

قد کان یطربنے وجدے فاقفذنے ۔۔۔ عن رویۃ الوجد من فی الوجد موجود

والوجد یطرب من فی الوجد راحتہ ۔۔۔ والوجد عند حضور الحق مفقود

ترجمہ از مترجم فارسی ۔

خوشا حالی کہ در وجد ست لیکن داذ ز موجود ۔۔۔ خلاص این نفس را آنکو ز ہر او چناں میبود

دہد وجد طرب او را کہ وی را روح در وجد ست ۔۔۔ فامادر حضور حق شود آں وجد ز و مفقود

اور بعضے شرح اُن کلمات سے غلبہ ہے

غلبۂ وجد متلاحق ہے پس وجد بجلی کی مثال ظاہر ہوتا ہے اور غلبہ مثل اُس کے ہے کہ تجلی متواتر لاحق ہو اور تواتر اُس کا تمیز نہ ہو سکے۔ سو وجد جلد منقطع ہو جاتا ہے اور غلبہ اسرار کے لئے حصن حصین ہو کر باقی رہتا ہے ۔

اور بعضے اُن میں سے مُسَامَرہ ہے

اور وہ ارواح کا تفرد ہے جبکہ وہ سرگوشی چھپ کر کرتی ہے اور سرالسر میں اُس کی نرم نرم باتیں ہیں اپنے لطیف ادراک سے جو قلب کے لئے ہے اس

وجہ سے کہ رُوح اُس کے ساتھ متفرد ہے۔ سو روح اُس سے بغیر قلب کے لذت یاب ہوتی ہے۔

اور بعضے اُن اشارات سے سُکر اور صحو ہے

سُکر سلطان حال کا استیلاء ہے اور صحو ترتیب افعال اور تہذیب اقوال کی طرف رجوع کرنا ہے۔ محمد بن حنیف کا قول ہے کہ سُکر جوش قلب کا ہے جبکہ ذکر محبوب کے معارضات ہوں۔ اور واسطیؒ نے کہا ہے کہ وجد کے مقامات چار ہیں۔ ذہول پھر حرب پھر سکر پھر صحو، جیسے کسی ایک شخص نے دریا کو سُنا پھر اُس کے قریب ہُوا پھر اُس کے اندر گھُسا پھر اُس کو لہروں نے اپنے اندر لے لیا سو بنا بر اُس کے جس شخص پر کہ سرایت حال کا اثر باقی ہے تو اُس پر اثر سُکر کا ہے اور جو شخص کہ اُس کی ہر ایک شَے اپنی قرار گاہ پر آ گئی تو وہ صاحی ہے۔ پس سُکر اہلِ قلوب کے لئے ہے اور صحو اُن کے لئے جن کو غیب کے حقائق مکشوف ہوتے ہیں۔

اور بعضے اُن میں سے محو اور اثبات ہے

محو اوصاف نفوس کے دُور ہونے سے ہے اور اثبات اُس چیز کے باعث ہے کہ اُن پر آثار حب سے پیالہ دور میں لائے جاتے ہیں۔ یا کہ محو رسوم اعمال کا محو و منسی ہونا اُس نظر فنا سے ہے جو اپنے نفس اور افعال نفس پر ہے۔ اور اثبات اعمال کا ثابت کرنا اُس شَے کے ساتھ ہے کہ حق نے اُس کے لئے وجود سے پیدا کیا تو وہ بالحق ہے نہ بنفسہ اور حق اُس کو ثابت از سرِ نو کر دیتا ہے۔ بعد ازاں کہ اُس کو اوصاف اُس کے سے محو کر دیا اور مٹا دیا ہے۔ ابن عطا نے کہا ہے کہ اُن کے اوصاف مٹاتا ہے اور ان کے اسرار ثابت کرتا ہے۔

اور بعضے اُنمیں سے علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین ہے

سو علم الیقین وہ ہے جو نظر اور استدلال کے طریق سے ہو اور عین الیقین وہ

ہے جو بطریق کشف اور نوال کے ہو اور حق الیقین وہ ہے کہ ناظم وصال کے ورود سے منفصل آب و گل کی لوث سے بالتحقیق ہو گیا۔ فارس کا قول ہے کہ علم الیقین وہ ہے جس میں اضطراب نہ ہو اور عین الیقین وہ علم ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اسرار کو امانت رکھا ہو اور علم جب صفت یقین سے علیحدہ ہُوا تو وہ علم بالشبہ ہوگا اور جب اُس کے ساتھ یقین منضم ہو گیا تو وہ علم بلاشبہ ہے اور حق الیقین حقیقت اس شے کی ہے جس کا اشارہ علم الیقین اور عین الیقین نے کیا ہے۔

حضرت جنیدؒ نے کہا حق الیقین وہ ہے کہ بندہ اُس کے ساتھ متحقق ہو اور وہ یہ ہے کہ مشاہدہ غیوب ایسے ہی کرے کہ مرئیات کا مشاہدہ مشاہدہ عیان سے کرتا ہے اور غیب پر حکم کرتا ہے اور اُسے سچی خبر دیتا ہے جیسا کہ صدیق رضی اللہ عنہ نے خبر دی جبکہ جواب اُس نے دیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا کہ تُو نے اپنے عیال کے لئے کیا باقی رکھا ؟ تو کہا اللہ تعالیٰ کو اور اُس کے رسولؐ کو۔

اور بعض صُوفیہ نے کہا ہے کہ علم الیقین حال تفرقہ ہے اور عین الیقین حال جمع اور حق الیقین جمع الجمع بزبان توحید ہے۔ اور بعضوں کا مقولہ ہے کہ یقین کے لئے اسم ہے اور رسم ہے اور علم ہے اور عین ہے اور حق ہے سو اسم اور رسم عوام کے لئے ہے اور علم الیقین اولیاء کے لئے ہے اور عین الیقین خواص اولیاء کے لئے اور حق الیقین انبیاء علیہم السلام کے لئے اور حقیقت حق الیقین کے ساتھ مختص ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور بعض اُن اشارات سے وقت ہے

اور وقت سے مُراد وہ چیز ہے جو بندہ پر غالب ہو اور اغلب اُس میں کا جو بندہ پر ہو وقت ہے اس واسطے کہ وہ تلوار کی مثال ہے کہ وہ رواں اُس کے حکم سے ہوتا ہے اور قطع کرتا ہے اور کبھی وقت سے مراد وہ چیز ہے جو بندہ پر ہجوم لاتی ہے اور اُس کے سر پر ناگاہ آتی ہے اُس کے کسب سے نہیں ہوتی اور اُس میں تصرف کرتی ہے سو وہ اپنے حکم کے ساتھ ہوتی ہے۔ محاورہ میں ہے کہ فلاں

شخص حکم وقت میں ہے یعنی وہ اُن چیزوں سے لیا گیا ہے جو اُس سے ہے اُس چیز کے ساتھ جو حق کے لئے ہے ۔

اور اُن میں سے غیبت اور شہود ہے

پس شہود حضور ہے کبھی صفت مراقبہ اور کبھی وصف مشاہدہ سے ہوتا ہے۔ سو جب تک بندہ شہود اور رعایت کے ساتھ موصوف رہے وہ حاضر ہے اور جب اُس سے حال مشاہدہ اور مراقبہ کا جاتا رہا تو دائرہ حضور سے خارج ہو گیا اور وہ غائب ہے اور کبھی غیبت کے ساتھ وہ بھی معتبر ہوتی ہے جو غیبت کہ اشیاء سے بالحق ہوتی ہے اور اس معنی سے حاصل اُس کا راجع فنا کی طرف ہے ۔

اور اُنمیں سے ذوق اور شرب اور ری ہے

پس ذوق ایمان ہے اور شرب علم ہے اور ری حال ہے سو ذوق ارباب ہدایت کے لئے ہے اور شرب اہل طوالع اور لوائح اور لوامع کے لئے اور ری ارباب احوال کے لئے ہے اور یہ اس واسطے کہ احوال یہ ہیں جو ٹھہرتے ہیں جبکہ وہ نہ ٹھہریں تو یہ حال نہیں ہے اور وہ لوامع اور طوالع ہیں اور بعضوں نے کہا حال نہیں ٹھہرتا اس واسطے کہ وہ گزرتا رہتا ہے اور اگر ٹھہر گیا تو وہ مقام ہے ۔

اور اُن میں سے محاضرہ مکاشفہ مشاہدہ ہے

محاضرہ ارباب تلوین کے لئے ہے اور مشاہدہ ارباب تمکین کے لئے اور مکاشفہ اُن دونوں کے درمیان ہے یہاں تک کہ وہ مستقر ہو۔
پس مشاہدہ اور محاضرہ اہلِ علم کے لئے اور مکاشفہ اہلِ عین کے لئے اور مشاہدہ اہلِ حق کے لئے یعنی حق الیقین کے لئے ہے ۔

اور بعض انمیں سے طوارق اور بوادی اور مادہ

اور مواقع اور قادح اور طوالع اور لوامع اور لوائح ہے

اور یہ تمام الفاظ قریب المعنی ہیں اور ممکن ہے کہ اُس ہیں قول شرح اور بسط سے کیا جائے اور اُس کا حاصل معنی واحد کی طرف راجع ہو اور عبارت میں کثیر ہو۔ سو اُس میں کچھ فائدہ نہ ہُوا اور مراد یہ ہے کہ یہ سب اشیاء مبادی الحال اور اُس کے مقدمات ہیں اور جب حال صحیح ہُوا تو وہ سب اسماء اور اُن کے معانی کا استیعاب کرے گا۔

اور اُن میں سے تلوین اور تکوین ہے

سو تلوین اہلِ قلوب کے لئے ہے اس واسطے کہ وہ پردہ ہائے قلوب کے نیچے ہیں اور قلوب کے لئے صفات کی طرف رسیدگی ہے اور صفات کے لئے تعدد تقدیر تعدد اپنے درجات کے لئے تو دریافت ہُوا کہ ارباب قلوب کے لئے تقدیر تعدد صفات کے تلوینات ہیں اور قلوب اور اربابِ قلوب کے لئے تجاوز عالم صفات سے نہیں ہے ولیکن اربابِ تمکین سو وہ احوال کے لئے زہدانوں سے باہر نکل گئے اور پردہائے قلوب کو چاک کر دیا اور اُن کی رُوحوں نے نورِ ذات کے سطوح سے مباشرت کی تو تلوین اس وجہ سے اُٹھ گئی کہ ذات میں تغیر نہیں ہے کیونکہ ذات اُس کے حلول حوادث اور تغیرات سے بزرگ و برتر ہے۔

پس ہرگاہ مواطن قرب کی طرف تجلّی ذات کے نشانات سے گئی تو اُن سے تلوین مرتفع ہو گیا اور اس وقت تکوین اُن کے نفوس میں ہے اس واسطے کہ وہ نفوس محل قلوب میں اُن کی طہارت اور قدس کے موضع کے سبب ہیں اور تلوین جو نفوس میں واقع ہوتی ہے تو اُس کا صاحب تلوین حال تمکین سے خارج نہیں ہوتا اس واسطے کہ تلوین کا نفس میں جاری رہنا اس واسطے ہے کہ رسم

انسانیت باقی رہے اور ثبوت قدم تمکین میں حق الحقیقت کا کشف ہے اور تمکین سے غرض یہ نہیں ہے کہ بندہ کے لئے تغیر نہ ہو اس واسطے کہ وہ بشر ہے بلکہ ہمارا مقصود تمکین سے یہ ہے کہ جو کچھ اُس کے ساتھ حقیقت سے مکشوف ہُوا تو وہ پوشیدہ اس سے کبھی کبھی رہتا ہے اور نہ وہ کم ہوتا ہے بلکہ زیادہ ہوتا ہے اور صاحب تلوین کے حق میں نقصان درجات کا ہوتا ہے جبکہ اُس کے صفات نفس ظاہر ہوتے ہیں اور حقیقت اُس سے بعض احوال میں غائب ہو جاتی ہے اور اُس کا ثبوت قرار گاہ ایمان پر ہوتا ہے اور تلوین اس کے احوال روندہ میں ہوتی ہے (اور منجملہ اُن کے نفس ہے) اور کہتے ہیں کہ نفس منتہیٰ کے لئے ہے اور وقت مبتدی کے لئے ہے۔ اور حال متوسط کے لئے ہے تو گویا یہ اشارہ اُن کی طرف سے اِس بات کا ہے کہ مبتدی کو ایک طارق منجانب اللہ تعالیٰ آتا ہے کہ اُس کو استقرار نہیں ہے اور متوسط صاحبِ حال ہے کہ اُس پر حال غالب ہے اور منتہیٰ صاحب نفس متمکن حال سے ہے کہ اس پر حال نوبت بنوبت غیبت اور حضور سے نہیں آتا بلکہ مواجہ اور احوال مقرون اُس کے نفاس سے ہوتے ہیں مقیم کہ نوبت بنوبت نہیں آتے اور یہ سب احوال اربابِ احوال کے لئے ہیں اور اُن کے واسطے ذوق اور شرب ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کی برکت سے نفع دے۔ آمین

تریسٹھواں ۶۳ باب

کسی قدر ہدایات اور نہایات اور اُن کی صحت کے بیان میں ہے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ منبر پر فرماتے تھے کہ میں نے سنا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کہ آپ فرماتے تھے:

انّما الاعمال بالنّیات و انما لکل امریٔ ما نوی فمن کانت

هجرته الی الله و رسوله فهجرتهٔ الی الله و رسوله ومن کانت هجرته الی دنیا یصیبها اوالی امراة ینکحها فهجرته الی ما هاجر الیه ۔ یعنی البتہ عمل ساتھ نیتوں کے ہیں اور البتہ واسطے ہر آدمی کے وہ ہے کہ جو نیت کرے۔ پس جو شخص کہ ہجرت اُس کی طرف اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلعم کے ہووے۔ پس ہجرت اُس کی طرف اللہ اور اُس کے رسول صلعم کے ہے اور جو کوئی کہ ہجرت اُس کی طرف دُنیا کے ہے اس کو پہنچ رہے گا یا طرف عورت کے کہ اُس سے نکاح کرے۔ پس ہجرت اُس کی طرف اُس چیز کے ہے کہ جس کی طرف اُس نے ہجرت کی "۔

نیت اول عمل ہے اور اُسی کے موافق عمل ہوتا ہے اور مرید کے لئے سب سے زیادہ ضرور ابتدائے امر میں طریق قوم کے اندر یہ ہے کہ وہ طریق صوفیہ میں داخل ہو اور اُن کے لباس سے محلی ہو اور اُن کے ہی گروہ میں اللہ تعالیٰ کے واسطے نشست کرے اس واسطے کہ دخول اُس کا اُن کے طریق میں ہجرت اُس کے حال اور وقت کی ہے اور البتہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مہاجر وہ ہے جس نے ہجرت اُس چیز سے کی جس سے اللہ تعالیٰ نے اُس کو باز رکھا۔ اور ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ومن یخرج من بیته مهاجرا الی الله ورسوله ثم یدرکه الموت فقد وقع اجره علی الله ۔ یعنی اور جو شخص نکلتا ہے اپنے گھر سے طرف اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے ہجرت کرتا ہُوا پھر پالیوے موت اُس کو، تو البتہ ثواب اُس کا اوپر اللہ تعالیٰ کے واقع ہے۔

پس مرید کو سزاوار ہے کہ وہ طریق قوم کے طرف اللہ تعالیٰ کے واسطے نکلے اس واسطے کہ اگر وہ درجۂ نہایات قوم تک پہنچ گیا تو قوم میں شامل اور لاحق ہو گیا اور اگر اس کو موت آ پہنچی قبل اس کے کہ نہایات قوم کو پہنچے تو اُس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے اور جس شخص کی ابتدا مستحکم ہو گی تو اُس کی نہایت بھی اتم و اکمل ہو گی۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ کہتا تھا کہ اکثر عوائق اور حوائل اور موانع فساد ابتدا سے ہوتے ہیں۔ پس مرید اس طریق کے سلوک کے

شروع میں اُس کا محتاج ہے نیت اور احکام نیت کا کہ اُن کو دواعی ہوی سے پاک اور منزہ کرے اور ہر چیز کہ جس میں نفس کے لئے حظ عاجل ہو حتیٰ کہ اُس کا خروج خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو۔

اور سالم بن عبداللہ نے عمرو بن عبدالعزیز کو لکھا کہ جان اے عمرو کہ اللہ کی مدد بندہ کے لئے بقدر نیت کے ہے سو جس کی نیت تمام ہوئی اللہ تعالیٰ کی مدد اُس کے لئے کامل ہوئی اور جس سے اُس کی نیت قاصر ہوئی تو اُس سے مدد الٰہی اُس کے موافق قاصر ہوئی۔

اور بعض صالحین نے اپنے بھائی کو لکھا ہے کہ نیت کو اپنے اعمال میں خالص کر تھوڑا عمل بھی تجھے کافی ہوگا اور جو نیت کی طرف بندہ سیدھی راہ نہ چلا اُس کے ساتھ وہ شخص ہو جو اُسے حُسنِ نیت تعلیم کرے۔ سہل بن عبداللہ تستریؒ نے کہا ہے کہ اول اُن امور سے جن کا امر مبتدی مرید کو دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ حرکاتِ مذمومہ سے بیزار اور پاک ہو۔ بعد ازاں حرکاتِ محمودہ کی طرف نقل کرتا ہے۔ بعد ازاں تفرد حکم اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ بعد ازاں توقف رشاد میں پھر ثبات ہے پھر بیان پھر تقرب پھر مناجات پھر موالات ہے اور رضا و تسلیم اُس کی مُراد ہوتی ہے اور تفویض و توکل اُس کا حال بعد ازاں اللہ تعالیٰ اُسے معرفت عطا کرتا ہے اور اُس کا مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوتا ہے۔ مقام اُن لوگوں کا جو کہ حول اور قوت سے بری اور بے زار ہیں اور یہ مقام عرش اُٹھانے والوں کا ہے اور بعد اُس کے کوئی مقام نہیں ہے۔ یہ کلام سہل سے ہے جس میں اُس نے سب باتیں جمع کر دیں جو اول اور آخر میں ہوتی ہیں۔

اور جب مرید نے صدق اخلاص سے اپنا تمسک کیا تو وہ مردوں کے درجہ کو پہنچ گیا اور اُس کے صدق اور اخلاص کو کوئی چیز ثابت اور متحقق نہیں کرتی جیسے کہ متابعت امر شرع کی کرتی ہے اور قطع نظر اُس کے جو خلق سے ہو اس لئے کہ جتنی آفتیں کہ اہلِ ہدایت کے سر پر آتی ہیں وہ اس وجہ سے آتی ہیں کہ نظر اُن کی خلق کی طرف ہوتی ہے اور ہم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچا ہے

کہ آپؐ نے فرمایا کہ آدمی کا ایمان کامل نہیں ہوتا حتیٰ کہ آدمی اُس کے نزدیک مثل اباء یعنی بکری کی مینگنی کے ہو جائیں ۔ پھر وہ اپنے نفس کی طرف رجوع کرے اور وہ اُس کو کمترین کمترنیاں دیکھے ۔ یہ اشارہ خلق سے قطع نظر کی طرف اور اُن سے خارج ہونے کی طرف ہے اور یہ کہ اُن کی عادتوں کا مفید ہونا ترک کرے ۔

احمد بن خضرویہ کا مقولہ ہے کہ جو شخص چاہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ ہر ایک حال میں رہے تو چاہیئے کہ صدق کو لازم پکڑے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ صادقین کے ساتھ ہے اور حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ صدق نکوئی کی طرف ہدایت کرتا ہے اور ضرور ہے مرید کے لئے کہ وہ مال اور جاہ سے باہر ہو اور خلق سے خارج اس طرح کہ کون سے قطع نظر کرے یہاں تک کہ اُس کی بُنیاد مضبوط ہو جائے پھر وہ ہویٰ کی باریکیوں سے واقف ہوگا اور نفس کے شہوات سے جو مخفی ہیں اور سب سے نافع تر مرید کے لئے معرفت نفس ہے اور وہ شخص واجب حق معرفت نفس پر قائم نہیں ہو سکتا جس کو دُنیا میں حاجت فضول اور زیادات کے طلب کی ہے یا کہ اس پر ہویٰ کا بقیہ ہے ۔

زہیر بن اسلم نے کہا ہے دو خصلت ہیں جو تیرے کام کو پورا کریں گی ۔ ایک یہ کہ صبح کو اُٹھے تو اللہ تعالےٰ کی معصیت کا قصد نہ کر اور جب تجھے شام آئے تو اللہ کی معصیت کا ارادہ نہ کر ۔ پس جبکہ زہد اور تقویٰ محکم اور استوار ہو گیا تو اُس کے لئے نفس منکشف ہو جائے گا اور اُس کے حجابوں سے نکل جائے گا اور اُس کے طریق حرکت اور اُس کے شہوات پوشیدہ اور مکر و حیلہ سے اُس کے واقف ہو جائے گا اور جس نے صدق سے تمسک کیا تو اُس نے عروۃ الوثقیٰ سے تمسک کیا ۔

حضرت ذوالنونؒ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اُس کی زمین میں البتہ ایک تلوار ہے کہ کسی شئے پر نہیں رکھا کہ اُس نے قطع کر ڈالا اور وہ صدق ہے اور صدق کے معنی میں منقول ہے کہ ایک عابد بنی اسرائیل سے تھا کہ جس کو ایک ملکہ نے اپنے لئے چاہا تھا تو اُس نے کہا کہ علیحدہ مجھے پانی کی طرف لے چلو تاکہ میں غسل کر کے پاک صاف ہو جاؤں ۔ بعد ازاں محل میں ایک موضع پر اُسے چڑھا لے گئی تو اُس نے اپنے

تئیں وہاں سے گرا دیا۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتہ ہوا کو وحی بھیجی کہ میرے بندہ کو لینا۔ راوی کہتا ہے کہ اُس نے تھام لیا اور زمین پر آہستہ اُس نے رکھ دیا۔ سو ابلیس سے کہا گیا کہ تُو اُسے اغوار کر سکتا ہے؟ اُس نے کہا کہ میرے لئے غلبہ اُس شخص پر نہیں ہے جس نے ہوئ اپنے کی مخالفت کی اور اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے واسطے بدل کر دیا۔ اور مُرید کے لئے سزاوار ہے کہ اُس کو ہر شئے میں نیت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو یہاں تک کہ اُس کے کھانے اور پینے میں اور لباس پہننے میں اور نہ پہنے مگر اللہ تعالیٰ کے واسطے اور نہ کھائے مگر اللہ جل شانہٗ کے لئے اور نہ پئے مگر اللہ تعالیٰ کے لئے اور نہ سوئے مگر اللہ تعالیٰ کے لئے، اس واسطے کہ یہ سب باتیں ملائیت کی ہیں جن کو نفس پر داخل کیا ہے۔ سو جب وہ اللہ تعالےٰ کے واسطے ہوئیں تو نفس معصیت کی طلب نہ کرے گا اور اُن باتوں کی اجابت کرے گا جو اس سے منجملہ معاملات اور اخلاص اللہ تعالیٰ کے واسطے چاہا جائے گا۔ اور جبکہ کسی شئے میں رفق نفس سے داخل ہو مگر نہ اللہ تعالیٰ کے واسطے بلا نیت صالحہ تو یہ اُس پر وبال ہو گا۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے واسطے خوشبو لگائے تو وہ قیامت کے دن آئے گا اور اُس کی خوشبو معطر زیادہ مشک خالص سے ہو گی اور جس نے خوشبو غیر اللہ عزوجل کے لئے لگائی وہ قیامت کے دن ایسا آئے گا کہ اُس کی بو مردار سے بدتر بو میں ہو گی۔

اور کہا گیا ہے کہ حضرت انسؓ کہا کرتے خوشبو لگاؤ کہ وہ مشک سے کفایت کرتا ہے اس لئے کہ ثابتؓ مجھ سے مصافحہ کرتا اور میرے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہے، اور وہ لوگ نجات کے لئے اچھا لباس پہنتے تھے کہ اُس کے ساتھ تقرب الی اللہ اپنی نیت کے ساتھ کرتے تھے۔ پس مرید کو سزاوار ہے کہ اپنے تمام احوال اور اعمال اور اقوال کا تفقد اور تجسس کرے اور اپنے نفس سے مسامحت اس کی نہ کرے کہ ایک حرکت سے متحرک ہو یا ایک کلمہ سے متکلم ہو مگر اللہ تعالےٰ کے واسطے۔ اور ہم نے اپنے شیخ کے اصحاب سے اُن لوگوں کو دیکھا ہے جو ہر

ایک لقمہ کے وقت نیت کرتے تھے اور اپنی زبان سے بھی کھانے والا کہتا تھا کہ یہ لقمہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اور قول سے نفع نہیں ملتا جب تک کہ نیت قلب میں نہ ہو اس واسطے کہ نیت عمل قلب ہے اور زبان فقط ترجمان ہے سو جب تک اُس کو عزیمت قلب اللہ تعالیٰ کے لئے مشتمل نہ ہو گی نیت نہ ہو گی۔

اور ایک مرد نے اپنی عورت کو پکارا اور وہ اپنے بالوں کو سنوارتا تھا اور کہا مدری لاؤ۔ اور مدری ایک چوب ہے، سُرمہ کی سلائی کے مثال کہ سر کے بال اُس سے درست کرتے ہیں۔ عورت نے کہا کہ کیا مدری اور آئینہ لاؤں تو مرد خاموش رہا۔ بعدازاں اُس نے کہا کہ ہاں۔ پھر اُس سے سامع نے کہا کہ تو خاموش ہو رہا اور آئینہ سے توقف کیا۔ ازاں بعد تو نے کہا ہاں، تو اس مرد نے کہا کہ میں نے اس عورت سے بہ نیت کہا تھا کہ مدری لاؤ۔ سو جب اُس نے کہا اور آئینہ؟ تو مجھے آئینہ کے لئے نیت نہ تھی سو میں ٹھہر گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے نیت کو مہیا کیا تو میں نے کہہ دیا کہ ہاں۔

اور ہر ایک مبتدی جو اپنی ہدایت کی اساس کو یار آشنا اور دوستوں کی جدائی سے مضبوط نہیں کرتا اور وحدت کے ساتھ تمسک نہیں کرتا اُس کی ہدایت استقرار اور قیام نہیں پاتی۔

اور ہر آئینہ کہا گیا ہے کہ قلت صدق سے ہمنشینوں کی کثرت ہے اور سب سے زیادہ نافع خاموشی ہے اور یہ کہ کان اُس کے لوگوں کے کلام کو راہ نہ دیں اس واسطے کہ اقوال مختلفہ سے باطن اُس کا متغیر اور متاثر ہوتا ہے اور جو شخص کہ اپنا کمال زہد دنیا میں اور اپنا تمسک حقائق تقویٰ کے ساتھ نہیں جانتا تو کبھی اُس کو معرفت اُس کی نہ ہو گی اس واسطے کہ عدم معرفت اُس کی کشود خیر اُس پر نہیں کرتی اور مبتدیوں کے باطن موم کی مثال ہیں کہ ہر ایک نفس کو قبول کر لیتا ہے اور بسا اوقات مبتدی لوگوں کی طرف صرف دیکھنے سے نقصان اُٹھاتا ہے اور فضول نظر اور فضول شئے سے بھی متضرر ہوتا ہے تو چاہیئے کہ سب چیزوں سے ضرورت پر توقف کرے اور ضرورت کو دیکھے حتیٰ کہ اگر بعضے راستہ پر چلے تو وہ کوشش کرے کہ نظر اُس کی

اُس طریق کی طرف ہو جس پر وہ چلتا ہے نہ داہنی طرف دیکھے اور نہ بائیں طرف نظر کرے۔ بعدازاں اپنے تئیں اُس جگہ سے بچائے جس کی طرف لوگوں کی نظر پڑتی ہو اور وہ معلوم کریں اُس سے کہ رعایت کی جائے اور احتراز ہو اس واسطے کہ لوگوں کا اُس سے اِس بات کا جان لینا اُس کے لئے مضر تر اُس کے فعل سے ہے اور شئے فضول کو حقیر نہ جانے اس واسطے کہ ہر ایک شئے قول اور فعل اور نظر اور سماع سے جو کچھ ہو اور حدِ ضرورت سے خارج ہو تو وہ منجر بہ فضول ہو گی۔ بعدازاں وہ اصول کے تضییع کو پہنچے گی۔ (سفیانؒ کا قول ہے کہ) وجہ اس کی کہ تضییع اصول سے لوگ وصول سے محروم رہے یہ ہے کہ جو شخص قول اور فعل میں ضرورت کا پابند نہ ہوا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مقدار حاجت پر طعام اور شراب اور خواب سے توقف کرے اور جبکہ آدمی ضرورت سے آگے بڑھا تو اُس کے قلب کی عزیمتیں رگرہ پڑتی ہیں اور ایک عزیمت دوسری عزیمت کے بعد تحلیل ہو جاتی ہے۔

سہل بن عبداللہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالےٰ کی عبادت اختیار نہیں کی وہ خلق کی عبادت اضطراراً کرتا ہے اور بندہ پر رحمت اور وسعت کے ابواب کشادہ ہو جاتے ہیں اور دوسرے مرنے والوں کے ساتھ خود بھی مر جاتا ہے اور مبتدی کو سزاوار نہیں ہے کہ ایک کسی کو اربابِ دُنیا سے جانے پہچانے اس واسطے کہ اُن کی جان پہچان اس کے لئے زہرِ قاتل ہے۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ دُنیا مبغوضِ الٰہی ہے سو جس کسی نے ایک رسّی بھی اُس کی پکڑی تو وہ دوزخ کی طرف کھینچ لے جاتی ہے اور کوئی رسّی اُس کی رسیوں سے نہیں ہے مگر یہ کہ مثل اس کے اولاد اور طالبین اور محبین کے ہو جس کسی نے اُن کو جان پہچان لیا تو اُن کی طرف منجذب ہُوا چاہیے یا انکار کرے اور مبتدی کو چاہیئے کہ ان فقیروں کی مجالست سے بھی احتراز کرے جو قیام لیل اور صیام نہار کے قائل نہیں ہیں اس واسطے کہ اُس پر اُن لوگوں سے وہ چیز پہنچتی ہے جو بدتر اُس سے ہے کہ جو اہل دنیا کی مجالست سے پہنچتی ہے اور اکثر اوقات وہ فقراء اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اعمال متعبدین کا شغل

ہے اور ارباب احوال اس سے ترقی کر گئے ہیں اور فقیر کو سزاوار ہے کہ فرائض رمضان کے روزوں پر کرے فقط اور نہیں۔ سزاوار ہے کہ اس کلام کو بالکل اپنے کان میں جگہ دے کہ ہم نے امتحان کیا اور آزمایا ہے سب کلاموں کو اور ہم فقراء اور صالحین کی صحبت میں بیٹھے ہیں اور ہم نے دیکھا ہے کہ جو لوگ یہ قول کہتے ہیں اور فرائض بدوں سنن و نوافل کے پڑھتے تھے وہ تصوّر کرتے ہیں حالانکہ وہ اپنے احوال میں صحیح ہیں۔ پس بندہ پر ہر ایک فرض اور نفل کی پابندی واجب ہے۔ اور اُسی سے اُس کا قدم آغاز میں قائم ہو گا اور خصوصاً روز جمعہ کی رعایت کرے اور اُس کو اللہ تعالیٰ کے واسطے خالص کر دالنے کچھ اُس میں اپنے نفس کے احوال اور مآرب سے نہ ملائے اور صبح ہی جامع مسجد آفتاب نکلنے سے پہلے غسل جمعہ کے بعد جاوے۔ اور اگر غسل قریب وقت نماز کے بحالت امکان کرے تو اور اچھا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے ابو ہریرہؓ جمعہ کے لئے غسل کر اگر چہ رات کی غذا کے بدلے تُو پانی خریدے اور کوئی شئے نہیں ہے مگر یہ کہ ہر آئینہ اُسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ جمعہ کے لئے غسل کرے اس واسطے کہ غسل جمعہ کفارہ اُن گناہوں کا ہے جو دو جمعہ کے مابین وقوع میں آئے اور نماز اور تضرع اور دُعا اور تلاوت اور اقسام انواع کے ذکروں سے بدوں اس کے کہ اُس میں فتور آئے صلوٰۃ جمعہ تک شغل رکھے اور جامع مسجد میں منکشف بیٹھے یہاں تک کہ فرض عصر کو ادا کرے اور بقیہ دن کو تسبیح اور استغفار اور درود شریف کے شغل میں گزارے اس واسطے کہ وہ اُس کی برکت تمام ہفتہ میں دیکھے گا حتی کہ اُس کا ثمرہ بروز جمعہ دیکھے گا۔

اور البتہ بعض صادقین ایسے تھے کہ اپنے احوال اور اقوال اور افعال کو ہفتہ بھر منضبط کرتے تھے۔ اس واسطے کہ روز جمعہ ہر ایک صادق کے لئے روز ترقی ہے اور جو کچھ روز جمعہ کو پاتا ہے وہ ایک معیار اور بانگی ہوتی ہے جس کے ساتھ تمام ہفتہ گذشتہ کا اعتبار ہوتا ہے اس واسطے کہ جب ہفتہ سلیم ہو تو روز جمعہ اُس میں زیادہ انوار و برکات کا ہوتا ہے اور جو بروز جمعہ ظلمت اور زحمت

نفس اور قلب انشراح پاتا ہے سوجبکہ ہفتہ میں تصنیع کی تو اُس کو جانتا اور اعتبار کرتا ہے اور قطعاً پوشاک آدمیوں کے لئے پہننے سے پرہیز کرے جو کپڑوں سے بڑھ چڑھ کر ہوں یا پوشاک منقشیں کی جو زاہدوں کا سا ہوتا کہ بچشم زاہد اُس کو دیکھیں۔ سو اعلیٰ درجہ کے لباس میں آدمیوں کے لئے ہوئی ہے اور سخت لباس کے پہننے میں ریا ہے سو پوشاک نہ پہنے مگر اللہ تعالیٰ کے واسطے۔

ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ سفیان نے ایک بار اُلٹا قمیص پہنا اور اُسے علم اُس کا نہ ہوا حتیٰ کہ دن چڑھ گیا اور اُس کو بعضوں نے آگاہ کیا تو اُس نے چاہا کہ اُسے اتارے اور رُخ اس کا بدلے۔ پھر رُک گیا اور کہا اُسے میں نے بہ نیت للہ پہنا ہے سو میں اُسے نہیں بدلتا کہ بہ نیت النّاس اُسے پہنوں تو چاہیئے کہ بندہ اُس کو جانے اور اُس سے عبرت پکڑے۔ اور مبتدی کے لئے ضرور ہے کہ اُس کو تلاوتِ قرآن سے ایک بہرہ ہو اور جو حفظ اُسے کرے تو چاہیئے کہ قرآن سے یاد کرے۔ ایک سبع یعنی ساتویں حصّہ سے تمامی تک تھوڑا یا بہت جیسے ممکن ہو اور اُس شخص کا قول سماعت نہ کرے جو کہے کہ ذکر واحد کی ملازمت تلاوتِ قرآن سے افضل ہے۔ اس واسطے کہ بندہ تلاوتِ قرآن سے نماز کے اندر اور باہر وہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پاتا ہے جن کی وہ تمنّا رکھتا ہے۔

اور بعض مشائخ نے جو یہ قاعدہ اختیار کیا ہے کہ مرید ہمیشہ ذکر واحد کو کیا کرے سو اس واسطے کہ اُس کا ارادہ جمع اس میں ہو جائے اور جس شخص نے کہ تلاوت کو خلوت میں لازم اپنے ذمّہ کر لیا اور تنہائی کے ساتھ پابندی کی اُسے تلاوت اور نماز کامل تر اُس سے فائدہ دے گی جو ذکر واحد دیتا ہے۔ پھر جبکہ بعض وقت تھک جائے تو نفس کو ذکر پر کاربند کرے اور ذکر کی طرف تلاوت سے اُتارے اس واسطے کہ وہ نفس پر سبک تر ہے اور سزاوار ہے اس کا جان لینا کہ اعتبار قلب کے ساتھ ہے۔

پس جتنے عمل تلاوت اور نماز اور ذکر سے ہیں کہ اُن میں قلب اور لسان دونوں جمع نہ ہوں تو کسی شمار اور تعداد میں نہیں ہیں اس واسطے کہ وہ عمل ناقص

ہے اور وساوس شیطانی اور حدیث نفس کو حقیر نہ جانے اس واسطے کہ وہ مضر ہے اور مرض سخت ہے۔

پس چاہیئے کہ نفس سے مطالبہ اس کا کرے کہ اُس کی تلاوت میں معنی قرآن کو بجائے حدیث نفس کے اُس کے باطن سے گردانے سو جس طرح کہ تلاوت لسان پر ہو جس کے ساتھ وہ مشغول ہے اور اُسے دوسرے کلام سے نہیں ملاتا اسی طرح معنی قرآن قلب میں ہو کہ اُس کو حدیث نفس سے نہ ملاوے اور اگر عجمی ناخواندہ ہو کہ معنی قرآن نہیں جانتا تو مراقبہ حلیہ باطن کا کرے اور باطن اُس کا مطالعہ نظر اللہ میں جو اُس کی طرف ہو مشغول ہو بجائے اس کے کہ حدیث نفس ہو اس واسطے کہ دوام اُس پر کرنے سے وہ ارباب مشاہدہ سے ہو جائے گا۔

مالکؒ نے کہا ہے کہ صدیقین کے قلوب جب قرآن کو سُنتے ہیں تو وہ آخرت کی طرف خوش ہوتے ہیں تو چاہیئے کہ ان اصول کے ساتھ مرید تمسک کرے اور ہمیشہ نیازمندی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف استعانت کرے کہ اُس سے ثبات اُس کے قدم کا ہے۔

سہلؒ کا قول ہے کہ جس قدر التجا اور افتقار اللہ کی طرف لازم کرے گا اُسی قدر بلا کو پہچانے گا اور جس قدر کہ معرفت بلا اُس کو ہو گی اسی قدر نیازمندی اللہ تعالیٰ کی طرف ہو گی۔ پس دوام افتقار اللہ تعالیٰ کی طرف اصل ہر ایک خیر کی ہے اور ہر ایک علم باریک کی کُنجی طریق قوم میں ہے اور یہ افتقار کل انفاس کے ساتھ کسی حرکت کو ہاتھ میں نہ لائے اور نہ کسی کلمہ کے ساتھ مشتغل ہو بغیر اس کے کہ افتقار الی اللہ اس میں ہو اور ہر ایک کلمہ اور حرکت جو خالی اللہ تعالےٰ کی رجوع اور افتقار سے ہو وہ قطعاً خیر کا نتیجہ نہ دے گا اس کو ہم نے جانا ہے اور اس کو تحقیق کیا ہے۔

اور سہلؒ نے کہا ہے کہ جس نے ایک دم سے دوسرے دم تک بغیر ذکر کے انتقال کیا تو شک نہیں کہ اُس نے حال اپنا ضائع کیا اور جس نے اپنے حال کو ضائع کیا اقل درجہ اُس کا جو اُس کے سر آئے دخول اس کا اُن باتوں میں ہے،

جو مقصود نہیں اور ترک اُس کا اُن باتوں کے لئے ہے جو کہ مقصود ہیں۔

اور ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حسان بن سنان نے ایک دن کہا تھا کہ یہ کس کا گھر ہے پھر اپنے نفس کی طرف اُس نے رجوع کی اور کہا مجھ سے اور اس سوال سے کیا واسطہ ہے اور یہ نہیں ہے مگر ایک ایسا کلمہ جو میری مراد نہیں ہے مگر اس وجہ سے کہ میرے نفس کو استیلا اور ادب کی قلت ہے اور اپنے نفس کو قسم دلائی کہ ایک سال روزہ کفارہ اس کلمہ کا رکھے۔ سو صدق کے سبب اُن مراتب کو حاصل کیا جن کو حاصل کیا اور عزیمتوں کی قوت سے جو مردوں کی عزیمتیں ہیں پہنچے اُن مدارج کو جن کو وہ پہنچے۔

حضرت جنیدؒ سے مروی ہے کہ اگر ایک صادق اقبال علی اللہ ہزار سال کرے اور اُس کے سامنے متوجہ رہے اور بعد ازاں ایک لحظہ اُس سے مُنہ پھیرے تو جس قدر کہ اُس سے فوت ہو تو وہ زیادہ اس سے ہے کہ جس کو اُس نے حاصل کیا اور مبتدی کو احتیاج ہے اس بات کی کہ وہ اس جملہ کو محکم اور مستحکم کرے اور منتہی جو اس کا عالم ہے اُس جملہ کے حقائق پر عمل کرے کہ مبتدی صادق ہے اور منتہی صدیق ہے۔

ابو سعید قرشیؒ کا قول ہے کہ صادق وہ شخص ہے جس کا ظاہر مستقیم ہو اور باطن اُس کا احیاناً مائل حظ نفس کی طرف ہو اور اُس کی علامت یہ ہے کہ حلاوت بعض طاعت میں پاوے اور بعض میں نہ پاوے اور جب وہ ذکر میں مشغول ہو تو رُوح نورانی ہو جائے۔ اور جب حظوظ نفس میں مشغول ہو تو اذکار سے محجوب ہو جائے۔ اور صدیق وہ ہے کہ ظاہر اُس کا مستقیم ہو اور باطن اُس کا عبادتِ الٰہی کرتا ہو تلوین احوال سے کہ اُس کو اللہ تعالےٰ اور اذکار سے نہ کھانا اور نہ سونا اور نہ پینا اور نہ طعام محجوب کرے اور صدیق اپنے نفس کو اللہ تعالےٰ کے واسطے چاہتا ہے اور صدیقیت سب احوال سے قریب تر نبوت کے ہے۔ (ابو یزید نے کہا) آخر نہایات صدیقین اوّل درجات انبیاء ہے۔

اور جاننا چاہیئے کہ جو ارباب مقامات ہیں اُن کے ظاہر اور باطن اللہ تعالےٰ

کے واسطے مستقیم ہو گئے ہیں اور اُن کے ارواح ظلماتِ نفوس سے رہا ہو گئے ہیں اور بساطِ قرب پر وہ چلے ہیں اور اُن کے نفوس بانقیاد اطالت اور صالحہ قلوب چاہتے ہیں اور اجابت ہر ایک چیز کی وہ کرنے والے ہیں جس کی اجابت قلوب کی کرتے ہیں اُن کے ارواح مقامِ اعلیٰ سے متعلق ہیں جن میں آتش ہوی منطفی ہو چکی ہے اور اُن کے باطنوں میں علم صریح ضمیر ہو گیا اور آخرت اُن پر منکشف ہو گئی جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بکر رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا ہے جو چاہے کہ ایک مَیّت کو دیکھے جو روے زمین پر چلتا ہو تو چاہیئے کہ ابی بکر کو دیکھے۔ یہ اشارہ جناب رسول مقبول علیہ السلام سے اُس کی طرف ہے جو مکشوف اُسے علم صریح سے ہُوا جس کو عوام مومنین نہیں پہنچے مگر جبکہ مر جائیں جبکہ کہا جائے گا فکشفنا عنك غطائك فبصرك الیوم حدید - اور ارباب نہایت کی ہوی مرگئیں اور اُن کی رُوحیں آزاد ہو گئیں۔

اور یحییٰ بن معاذ نے کہا جبکہ اُس سے عارف کی نسبت سوال کیا گیا تھا کہ ایک آدمی اُن کے ساتھ ہے اُن سے جُدا یعنی قالب میں خلق کے ساتھ اور قلب میں حق کے ساتھ ہے اور ایک بار کہا کہ "عبد کان فبان" یعنی ایک بندہ تھا سو جُدا ہو گیا۔ پس ارباب نہایات جو ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنی حقیقت کے ساتھ ہیں۔ تاخیر میں پڑے ہُوئے اجل مسمّیٰ کی توقیت سے ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی خلقت سے اپنے لشکر سے گردانا ہے انہی سے وہ ہدایت کرتا ہے اور انہی سے وہ ارشاد فرماتا ہے اور انہی سے وہ اہلِ ارادت کو جذب کرتا ہے کلام اُس کا دوامی ہے اور نظر اُن کی دوامی، ظاہر اُن کا حکم کے ساتھ محفوظ ہے اور باطن اُن کا علم سے معمُور ہے۔

ذوالنون رح نے کہا ہے کہ عارف کی علامتیں تین ہیں، ایک یہ نور اُس کی معرفت کا اُس کے نُور ورع کو منطفی نہیں کرتا اور باطن میں علم سے اعتقاد کرے جو حکم سے ظاہر میں اُس پر منقوض اور شکست ہو گیا اور کثرت نعمت الٰہی اور کرامتِ الٰہی اُس عارف کو محرماتِ الٰہی کی پردہ دری پر برانگیختہ نہیں کرتی سو ارباب نہایت

جس قدر نعمت میں زیادہ ہُوئے اُسی قدر عبودیت میں زیادہ ہوئے اور جس قدر دُنیا میں بڑھے قرب میں بھی بڑھے اور جس قدر جاہ و رفعت میں ترقی یاب ہُوئے تواضع اور خواری میں ترقی کی: اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین۔ یعنی وہ مومنین کے ساتھ عاجزی کرنے والے ہیں اور کافروں پر غلبہ کرنے والے ہیں"۔

اور جس قدر کسی خواہش کو نفوس کی خواہشوں سے پہنچے سکر صافی کا اُن سے استخراج کیا کہ وہ کبھی شہوات کو حاصل کرتے ہیں کہ نفوس کے ساتھ ترقی کریں اس واسطے کہ نفس اُن کے ساتھ ایک بچے کی مثل ہے کہ ایک شئے کے ساتھ تلطف کیا جاتا ہے اور اُس کے لئے ایک تحفہ میں دی جاتی ہے اس واسطے کہ وہ مقہور زیر سیاست ہے مرحوم ہے اور ملطوف یہ ہے اور کبھی وہ شہوات سے نفوس کو باز رکھتے ہیں تاکہ پیروی انبیاء کی کریں اور شہواتِ دنیویہ سے قلت کو اختیار کریں۔

یحییٰ بن معاذ کا قول ہے کہ دُنیا ایک عروس ہے کہ مشاطہ اُس کی اُس کو طلب کرتی ہے اور جو زاہد اُس میں ہے اُس کا مُنہ کالا کرتا ہے اور اُس کے بالوں کو اُکھیڑتا ہے اور اُن کے کپڑوں کو پھاڑتا ہے اور جو عارف باللہ ہے وہ اپنے شبہ سے مشغول ہے اور اس کی طرف التفات نہیں کرتا۔

اور جاننا چاہیئے کہ منتہی باوجود اپنے کمال حال کے بھی وہ سیاست نفس اور منع شہوات اور کثرت صیام اور قیام لیل اور انواع بر کی استحفاظ سے مستغنی نہیں ہوتا اور ایک خلق نے اُس میں غلطی کی ہے اور اُنہوں نے خیال کیا کہ کہ منتہی زیادات اور نوافل سے مستغنی ہے اور کچھ اُس کے قلب پر مواخذہ نہیں ہے۔ اگر قدرت اور شہوات میں دست درازی کرے اور یہ ایک خطا ہے نہ اُس حیثیت سے کہ عارف کو اُس کی معرفت سے محجوب کرتی ہے۔ لیکن مقام ترقی اور مزید سے ٹھہرا دیتی ہے۔

اور ایک قوم نے جب دیکھا کہ یہ اشیاء اُن میں بہ فسادت اثر نہیں کرتی ہیں اور نہ وہ موجبِ حجاب ہیں تو اُن کی طرف مائل ہوئی اور اُس میں دست درازی کی اور ادائے فرض پر قناعت کی اور کھانے اور پینے میں وسعت دی اور یہ

انبساط اُن سے ایک بقیۂ سکرِ احوال سے ہے اور مقید ہونا نورِ حال سے اور بالکل خالص نہ ہونا نورِ حق کی طرف ہے۔ اور جو کوئی نورِ حال سے رہا ہو کہ نورِ حق کو پہنچا اُس سے بقایائے سُکر دُور ہو جاتے ہیں اور نفس اُس کا مقامِ عبودیت پر توقف کرتا ہے جیسے کوئی ایک شخص عام مومنین سے کہ وہ تقرب صلوٰۃ اور صوم اور انواع بِر سے کرتا ہے۔ یہاں تک کہ راستہ سے کنکر پتھر ہٹاتا ہے اور کچھ استکبار اور انکار اُس سے نہیں کرتا کہ عوام مومنوں کی صورتوں میں عود کرے بایں وجہ کہ اظہار ارادت کا ہر ایک نیکوئی اور صِلہ سے کرے اور وہ شہوات کے ساتھ کبھی موافقت کرتا ہے تاکہ نفس مطہرہ کے ساتھ ملائمیت کرے جو نہایت مطیع اور منقاد ہے اس واسطے کہ وہ اِس کا قیدی ہے اور اُس کو شہوات سے کبھی منع کرتا ہے اس واسطے کہ اس میں اصلاح ہے اور اُس کو بچہ کے حال کے موافق اعتبار کیا ہے۔ کیونکہ اگر وہ حدِ اعتدال سے تجاوز کرے عطائے مراد سے ایک وقت اور اُسے ایک وقت منع کرے تو اُس کی طبیعت تباہ اور فاسد ہو جائے۔ اس واسطے کہ جبلت کے قمع سے سیاست علم کے مساہمت کا گریز ہے اور جب تک جبلت باقی ہے سیاست علم سے اس کو چارہ نہیں ہے اور یہ بات غامض ہے کہ منتہی پر اُس سے نہایات میں ہا درج و داخل پہنچتے ہیں اور میل واقع ہوتا ہے اور اس سے باب ترقی مسدود ہو جاتا ہے۔

پس منتہی لینے اور چھوڑنے میں ناصیہ اختیار کا مالک ہے اور اُسے چارہ نہیں ہے اس سے کہ اعمال اور حظوظ کو لے یا چھوڑ دے۔ سو اعمال میں اخذ اور ترک ناگزیر ہے کبھی وہ اعمال کرتا ہے جیسے صادقین سے ایک شخص کرتا ہو اور کبھی وہ اعمال کی مستی کو ترک کرتا ہے تاکہ نفس کے ساتھ نرمی کرے اور کبھی حظوظ اور شہواتِ نفس کے لئے مدارات حاصل کرتا ہے اور کبھی اُسے چھوڑ دیتا ہے کہ جس سیاست سے نفس کی خبر لیتا ہے سو وہ ان سب باتوں میں مختار ہے۔
پس جو شخص آرمیدہ ہوا اُس نے سب حظوظ بالکل چھوڑ دیئے اور وہ زاہد تارک تمام ہے اور جس نے اُس کے لینے میں دست آویزی کی تو وہ راغب تمام ہے

اور منتہے دونوں طرف کو لئے ہوئے ہے اس واسطے کہ وہ نہایت اعتدال پر قائم سیدھی راہ پر افراط اور تفریط کے درمیان ہے۔

پس جو شخص کہ اُس کی طرف نہایت میں یہ اقسام پھیرے گئے اور اُس نے زاہد بن کر اُنہیں زہد میں لے لیا تو وہ ترک اختیار سے مقہور حال ہے اور تارک الاختیار جو فعل الٰہی کے ساتھ قائم ہے حال کے ساتھ مقید ہے اور جس طرح کہ زاہد مقید بالترک تارک اختیار ہے اسی طرح زاہد زہد میں دُنیا سے لینے والا اُن چیزوں کا ہے جو اُس کی طرف بھیجی گئیں اس وجہ سے کہ فعل الٰہی کو دیکھتا ہے مقید بالاخذ ہے اور جب نہایت کا استقرار ہو گیا تو وہ مقید اخذ کا ہے نہ ترک کا بلکہ وہ ایک وقت ترک کرتا ہے اور اختیار اُس کا اختیار اللہ سے ہے اور ایک وقت وہ لیتا ہے اور اختیار اُس کا اختیار اللہ سے ہے اور اسی طرح اُس کے نفل روزے اور نفل نماز ہے کہ ایک وقت اُن کو ادا کرتا ہے اور ایک وقت نفس کے لئے ٹال دیتا ہے اس واسطے کہ وہ مختار صحیح فی الاختیار دو حال میں ہے اور یہی صحیح ہے اور نہایۃ النہایۃ ہے اور جو حال کہ مستقر اور مستقیم ہو وہ مشاکل حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور اسی طرح تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ رات کو کھڑے ہوتے اور رات کو کھڑے بالکل نہ ہوتے اور ایک مہینہ روزہ رہتے اور ایک مہینہ بالکل روزہ نہ رہتے سوائے رمضان کے اور خواہشوں کو حاصل کرتے تھے۔ اور جبکہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں گوشت نہ کھاؤں گا، تو آپؐ نے فرمایا میں گوشت کھاتا ہوں اور اُسے دوست رکھتا ہوں اور اگر میں اپنے رب سے مانگتا کہ مجھے ہر روز کھلاوے البتہ مجھے کھلاتا اور یہ تجھے دلیل اس پر ہے کہ ہر آئینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں مختار تھے اگر چاہا تو کھایا اور چاہا تو نہ کھایا اور آپؐ کھانے کا ترک اختیار کرتے تھے۔ اور ہر آئینہ ایک قوم پر فتنہ آگیا جب کبھی اُن سے کہا گیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرع کے جاری کرنے والے تھے اور یہ جہل محض ہے جبکہ وہ قائل اُس کے ہوں

کہ اُن کو پیروی اس کی لازم نہیں اس واسطے کہ رخصت اُس کے قول کی حد پر ٹھہرنا ہے اور عزیمت اس کے فعل کی پیروی ہے اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارباب رخصت کے لئے اور فعل اُس کا ارباب عزائم کے لئے ہے پھر منتہی جو ہو اس کا حال حکایت اور نقل حال رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی حق کی طرف خلق کی دعوت اور بلانے میں کرتا ہوں۔

پس جو کچھ کہ اُس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اعتماد کرتے تھے سزاوار ہے کہ اُس پر یہ بھی اعتماد کرے اور قیام لیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صیام نفل اس سے خالی نہ تھے کہ یا تو اس کی اقتدا کرے یا کسی ترقی کے لئے جیسے وہ اس سے حاصل کرتے ہیں پھر اگر وہ اقتدا کے واسطے تھا تو منتہی بھی جو اس کا مقتدی ہے چاہیئے کہ ویسا ہی کرے اور صحیح اور حق یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فقط ابتداء کے لئے نہیں کیا بلکہ اس سے آپؐ ترقی پاتے تھے اور یہ وہ ہے جو ہم نے تہذیب جبلت سے بیان کیا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین یعنی اور رب اپنے کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے موت آوے۔ اس واسطے کہ آپ نے اس کے ساتھ زیادہ مدد حضرت الٰہیت سے چاہی اور سخی کے دروازے کو کھٹکھٹایا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام محتاج ترقی کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور غیر مستغنی اُس سے ہیں۔ ازاں بعد اس میں ایک سر غریب ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنسیت نفس کے واسطے سے خلق کو حق کی طرف بلاتے ہیں اور اگر رابطہ جنسیت نہ ہوتا تو آپ سے نہ ملتے اور نہ آپ سے فائدہ اُٹھاتے اور اُس کے نفس پاک اور اتباع کے نفوس میں ایک رابطہ تالیف کا یہ ہے جب کہ اُن کی روح اور اُن کے ارواح میں رابطہ تالیف کا ہے اور رابطہ تالیف یہ ہے کہ نفوس مالوف باہم آپ ہو گئے جیسے کہ ارواح پہلے مالوف ہمدگیر ہو گئیں اور ہر ایک روح کے لئے اُس کے نفس کے ساتھ تالیف خاص ہے اور سکون اور تالیف اور امتزاج ارواح و نفوس کے درمیان واقع ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلّم ہمیشہ عمل کرتے کہ اُس کے نفس اور اتباع کے نفوس کا تصفیہ ہو سو جس قدر
اُن کے نفس کو احتیاج ہوتی تھی وہ کام اُس سے لے لیتے اور جو اُس سے زیادہ
ہوتا نفوس اُمت کو پہنچتا اور اسی طرح منتہی اس بات پر اپنے اصحاب اور اتباع کے
ساتھ ہے تو زیادات اور نوافل سے تخلف نہ کرے اور نہ لذات اور شہوات میں
پاؤں پھیلائے مگر ایک دلالت سے جن کو نفس مخصوص کرے اور اُس میں سے اعتدال
کا حق پورا نہیں ادا کیا جاتا مگر جبکہ تائید الٰہی اور نور حکمت ہو اور جو شخص کہ غیر کے
لئے صحت جلوہ کا محتاج ہو تو اُسے لابد ہے کہ حق سے خلوت صحیح رکھے تاکہ اُس کی
جلوت اُس کی خلوت کی حمایت میں ہو۔

اور جو شخص کہ اُس کو معلوم ہو کہ تمام اوقات اُس کے خلوت ہیں اور
اُسے کوئی شئے حجاب نہیں اور ہر آئینہ اُس کے اوقات باللہ اور للہ ہیں اور کوئی
نقصان نہیں دیکھتا اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو حقیقت مزید و ترقی کے
لئے فہم و فطنت نہیں دی تو وہ اپنے حال میں صحیح ہے علاوہ اس کے کہ وہ زیر
قصور ہے اس واسطے کہ سیاست جبلت کے لئے آگاہ نہیں کیا گیا اور نہ اُس کو
تملیک اختیار کا سر بتلایا گیا اور نہ وہ واقف بیان سے ہوا امر روشن پاک یعنی
ملّت حنفیہ سے اور ہر آئینہ مشائخ سے ایسے کلمات بھی نقل کئے گئے ہیں جن میں
اشتباہ کی جگہ ہے کہ انسان اُسے سُنتا اور اُس پر عمل کرتا ہے اور اولیٰ یہ ہے
کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف نیازمندی ہر ایک کلمہ میں کرے جس کو وہ سُنے یہاں تک
کہ اُس کو اللہ تعالیٰ اُس میں سے وہ بات سُنادے جو کہ بہتر اور صواب ہے۔

بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ اُس سے کمال معرفت کا سوال کیا گیا تو اُس نے
کہا کہ جب متفرقات اور پراگندگی جمع ہو اور احوال و اماکن مستوی ہوں اور نظر تمیز
ساقط ہو جائے اور ایسے قول وہم میں ڈالتے ہیں کہ خلوت اور جلوت میں تمیز
باقی نہ رہے اور نہ صدور اعمال اور اُس کے ترک میں اور اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا
اور اُس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ قائل نے اس سے معنی خاص کر ارادہ کیا ہے یعنی
حفظ معرفت کسی ایک جا اُسے منجملہ احوال کے متغیر نہیں ہوتا اور یہ صحیح ہے اس واسطے

کہ حظ معرفت متغیر نہیں ہوتا اور نہ وہ محتاج تمیز کا ہے اور احوال اس میں مستوی رہتے ہیں لیکن حظ مزید متغیر اور تمیز کی طرف محتاج ہوتا ہے اور اس کلام میں اور جو ایسے کلام ہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو خلاف ہمارے بیان کے ہو۔

محمد بن الفضیل سے سوال کیا گیا کہ عارفوں کی حاجت کس چیز کی طرف ہے؟ کہا اُن کی حاجت ایسی خصلت کی طرف ہے جس سے سب محاسن کامل ہوئے اور آگاہ و خبردار ہوئے کہ وہ استقامت ہے اور جو کوئی کامل المعرفت ہوگا وہ استقامت میں کامل ہو سوار باب نہایت کی استقامت تمام و تکمیل پر ہے۔

اور بندہ ابتداءً اعمال میں پکڑا جاتا ہے جس کے سبب وہ احوال سے محجوب ہے اور درجہ توسط احوال کے ساتھ محفوظ ہے کہ ہر آئینہ اعمال سے وہ محجوب ہوتا ہے اور انتہا میں اعمال اس کو حاجب احوال سے نہیں ہوتے اور نہ احوال حاجب اعمال سے ہوتے ہیں اور یہ بڑا فضلِ عظیم ہے۔

حضرت جنیدؒ سے پوچھا کہ نہایت کیا ہے کہا وہ رجوع الی البدایۃ ہے۔ اور ہر آئینہ بعض صُوفیہ نے قولِ جنیدؒ کی یہ تفسیر کی ہے اور اُس کے یہ معنی کہے ہیں کہ وہ ہر آئینہ ابتدائے امر میں جہل کے اندر تھا۔ پھر معرفت کو پہنچا بعدازاں وہ حیرت اور جہل کی طرف پھیر اگیا اور وہ مثل طفولیت کے ہے کہ جہل ہوتا ہے پھر علم ہوتا ہے پھر جہل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لئلا یعلم بعد علم شئیا۔

اور بعض صوفیہ نے کہا ہے خلق اللہ عارف باللہ زیادہ وہ ہے جو سب سے زیادہ متحیر اُس میں ہو اور جائز ہے کہ معنی اُس کے وہ ہوں جو ہم نے بیان کئے کہ وہ اعمال میں ابتدا کرتا ہے پھر احوال کی طرف ترقی کرتا ہے بعدازاں اعمال و احوال کا وہ جامع ہو جاتا ہے اور یہ منتہی کے لئے ہوتا ہے جو مراد اور طریق محبوبین میں ماخوذ ہو کہ اُس کی روح حضرت اللہ کی طرف منجذب ہوتی ہے اور وہ قلب طالب تبعیت ہے اور قلب نفس سے تبعیت چاہتا ہے اور نفس قالب سے سو وہ بالکل قائم باللہ اور ساجد بین یدی اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: سجد لک سوادی وخیالی یعنی واسطے تیرے

میرے دل اور خیال نے سجدہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وللہ یسجد من فی السمٰوات والارض طوعًا وکرھًا وظلالھم بالغدو والاصال۔ یعنی اور واسطے اللہ تعالیٰ کے سجدہ کرتا ہے جو آسمان اور زمینوں میں ہے خوشی اور ناخوشی، اور سایہ اُن کا صبح و شام سجدہ کرتا ہے اور ظلال قوالب سجدہ سجود ارواح کے ساتھ کرتے ہیں اور اُس وقت روح محبت اُن کے تمام اجزاء میں سرایت کر جاتی ہے سو وہ لذت حاصل کرتے ہیں اور ذکر اللہ تعالیٰ سے اور تلاوتِ کلام اُس کے سے محبۃً تنعم اور خوشی کرتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ اُن کو محبوب رکھتا ہے اور اُن کو محبوب خلق کر دیتا ہے اپنی نعمت سے جو اُن پر ہے اور اپنے فضل سے بنا بر اس کے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ البتہ اللہ تعالیٰ جب کسی اپنے بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو جبرئیلؑ منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں کو دوست رکھا سو میں اُسے دوست رکھتا ہوں پھر اُسے جبرئیل دوست رکھتا ہے، بعد ازاں جبرئیلؑ آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے فلاں شخص کو دوست رکھا ہے سو تم بھی اُس کو دوست رکھو۔ پھر اہلِ آسمان اُس کو دوست رکھتے ہیں اور اُس کے لئے زمین میں قبولیت رکھی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مدد ہے اور عصمت اور توفیق ہے۔

تمت بالخیر

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمہ اللہ کی تصنیف "جامع کرامات الاولیاء"
کی تلخیص و ترجمہ، صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اولیاء کرام
رحمہم اللہ تعالیٰ کی کرامات و خوارق عادات کا ایک جامع و مستند تذکرہ

ترجمہ

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدی ولا کتاب منیر

حل

الانتباهات المفيدة
عن
الاشتباهات الجديدة

اسلام اور عقلیات

یعنی

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

حضرت تھانویؒ کی مشہور تصنیف "الانتباهات المفيدة" کی تسہیل و تشریح

فلسفہ اور علم کلام پر ایک مبسوط اور جامع تصنیف

جدید شبہات کے تشفی بخش جوابات

تسہیل و تشریح

حضرت مولانا محمد مصطفیٰ خان بجنوری رحمہ اللہ تعالیٰ

مجاز بیعت حضرت تھانوی قدس سرہٗ

ادارۂ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی، لاہور۲